دمشق کے بھیڑیئے
اسلم راہی

آسمان پر گہرے بادل چھائے ہوئے تھے۔ اترار شہر کے نواحی کوہستانی سلسلوں میں برف باری اسی طرح جاری تھی جیسے بوند بوند ساعتوں میں ذرہ ذرہ لمحوں، گزرے وقت کی چشم بیدار میں پیار کی محبت بھری کہانیوں، آشیانہ دل کے در و بام میں وصال گیتوں کا نزول شروع ہو گیا ہو۔ برف باری کے باعث کائنات کا آئنہ خانہ کچھ اس طرح ہو گیا تھا جیسے چاروں طرف کسی غیر مرئی ہاتھ نے قرطاس ابیض پھیلا دیا ہو، یا یہ کہ شفاف برتن کی تہہ میں کسی نے چمکتے ہوئے حروف وصل ڈال کر رکھ دیئے ہوں۔

برف باری کے باعث کوہستانی سلسلہ میں خوف کے جلتے دشت میں بوڑھی اداس گلیوں جیسی ویرانی چاروں طرف گرتے سوکھے پتوں، قبروں پر گرتے پتوں جیسی افسردگیاں، میلی محرابوں کے پرانے بند دروازوں سے لپٹ کر روتی، ٹھٹھرتی، کانپتی یادوں جیسی سنسانیاں پھیل، بکھر گئی تھیں۔

ایسے میں کوہستانی سلسلے کے اندر بل کھا کر اترار شہر کی طرف جاتی ہوئی ندی کے کنارے ایک ہولناک نسوانی چیخ کچھ ایسے کرب، کچھ ایسی اذیت کے ساتھ بلند ہوئی گویا وقت کے ساگر فرہنگ میں نفرتوں کے رنگ، شام کی اداسیوں میں غم کی دیوداسیاں اور نفس کی ملامتوں میں ہوس کی خواہشیں ایک دم اپنے پورے شباب کے ساتھ ناچ اٹھی ہوں۔

جس وقت اترار شہر کی طرف جانے والی اس کوہستانی ندی کے کنارے ہولناک نسوانی چیخ بلند ہوئی تھی اسی لمحہ ندی کے اس پار کوہستانی سلسلے کے اوپر ایک جوان نمودار ہوا جو پوری طرح اپنے جسم پر جنگی لباس پہنے ہوئے تھا۔ کوہستانی سلسلے کے اوپر نمودار ہونے والے اس نوجوان نے دیکھا، اس کے سامنے ندی کے اس پار دو گھوڑوں کی ایک بگھی کھڑی تھی۔ ایک لڑکی بے بسی کے عالم میں اترار شہر کی مخالف سمت بھاگی تھی۔ اسے پکڑنے کے لئے اس کے پیچھے تین مسلح جوان بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ جلد ہی ان تینوں مسلح جوانوں نے اس لڑکی کو پکڑ لیا۔ لڑکی جواب میں بری طرح شور و واویلا کرتے ہوئے مدد کے لئے پکارنے لگی تھی۔ ان تینوں

مسلح جوانوں نے لڑکی کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اور اس کے منہ پر کپڑا ڈالتے ہوئے ایک طرح سے بگھی میں پھینک دیا اور بگھی کے گھوڑوں کو دوبارہ ہانک دیا تھا۔

بگھی کے گھوڑوں کو ہانکنے والوں کے علاوہ بگھی کے آگے آگے چار مسلح سوار بگھی کی حفاظت کے لئے ساتھ ساتھ جا رہے تھے۔ بگھی کے اندر کتنے مسلح جوان تھے یہ اندازہ نہ لگایا جا سکتا تھا۔ ندی کے اس پار کوہستانی سلسلے کے اوپر نمودار ہونے والا وہ نوجوان یہ سماں دیکھتے ہوئے ایک دم پیچھے ہٹ کر نیچے اتر گیا تھا۔ پھر تھوڑی ہی دیر بعد وہ سرخ رنگ کے ایک گھوڑے پر سوار ہوا اور اسے سرپٹ دوڑاتا ہوا اترار شہر کی سمت بڑھنے لگا تھا۔ کوہستانی سلسلے میں اپنے سرخ رنگ کے گھوڑے کو دوڑانے والے اس نوجوان کے پیچھے ایک بندر بھی بیٹھا ہوا تھا۔ گھوڑا جب کوہستانی سلسلے میں اچانک کوئی موڑ مڑتا تو بندر ڈگمگاتے ہوئے گھوڑے کی زین پکڑ کر سنبھل جاتا تھا۔

وہ نوجوان تھوڑی دیر تک کوہستانی سلسلے کے اندر اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا رہا۔ برف باری کے باعث اس نوجوان کا گھوڑا کہیں برف اور کہیں کیچڑ میں دھنس کر رہ جاتا تھا۔ تاہم وہ ہر چیز کی پرواہ کئے بغیر اپنے گھوڑے کو بھگاتا رہا۔ تھوڑا سا آگے جا کر وہ ندی کے کنارے نمودار ہوا۔ ایک اتھلی جگہ اس نے ندی کو عبور کیا۔ پھر وہ ندی کے دوسرے کنارے اس شاہراہ پر جا کھڑا ہوا تھا جو اترار شہر کی سمت جاتی تھی۔

وہ سوار جو اپنے جسم پر فولادی زرہ، سر پر خود اور خود کا نقاب چہرے پر گرائے ہوئے تھا شاہراہ کے وسط میں کھڑا ہو کر بگھی کے آنے کا انتظار کرتا رہا۔ اس کے اطراف میں صدیوں کی شکست و ریخت کے زندان میں وحشتوں کی چادر اوڑھے کوہستانی سلسلے بوڑھے خزاں اور برف کے مارے املی کے درخت خزاں سے بغلگیر ہوتی ہوئی بھوری گھاس برف کی دھند میں لپٹ گئی تھی۔

چھوٹے چھوٹے کوہستانی درختوں کی شاخوں سے الجھے پتوں کے اندر برفانی پرندے ٹوٹی کہانیوں، بکھرے قصوں کی طرح برف سے اپنی جان بچانے کے لئے چھپے بیٹھے تھے۔ برف باری نے مٹی کے گیلے پن کو ایسا بنا دیا تھا جیسے وہ خلاؤں کی وادیوں میں لپٹے در و بام کے اسرار نہاں کھولنے والی ہو۔

کبھی کبھی کوئی برفانی پرندہ عجیب طرح کی آوازیں دیتا ہوا ایک درخت سے اُڑ کر دوسرے درخت کی طرف جاتا۔ ایسے موقع پر اس کی آوازوں سے فضاؤں میں یوں لگتا جیسے ان گنت ہنستی اپسرائیں، رقص کرتی محوشیں اور تلاش کرتی خواہشیں، وقت کی سرمئی آہٹوں میں سوالوں

کی یخ بستہ خاموشی کے اندر دوریوں کے ان گنت خواب بکھیر گئی ہوں۔ صحرا کے ساتھ بہنے والی چنچل حسین ندی رگوں میں دوڑتے پھرتے لہو کے اندر شاداب منظر بکھیرتی چلی جا رہی تھی۔ ع وہ سوار ابھی تک برف باری میں وہیں کھڑا تھا کہ سامنے کی طرف سے بگھی آتی دکھائی دی۔ بگھی کو دیکھتے ہی اس نے گھوڑے کی زین کے ساتھ لٹکتی ہوئی اپنی آہنی ڈھال اپنے بائیں ہاتھ میں لی اور دائیں ہاتھ سے ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے اپنی تلوار بے نیام کر لی تھی۔

جب بگھی نزدیک آئی تو اس سوار نے دیکھا کہ بگھی کے آگے آگے چار مسلح سوار تھے۔ بگھی کے اندر کتنے مسلح جوان تھے اس کا اندازہ نہ لگایا جا سکتا تھا۔ اس سوار کے پاس آ کر بگھی کے آگے آگے مسلح جوانوں میں سے ایک نے ہاتھ کے اشارے سے بگھی کو رکنے کا اشارہ کیا۔ جس کے جواب میں وہ نوجوان جو بگھی کو ہانک رہا تھا اور پوری طرح مسلح تھا اس نے بگھی کے دونوں گھوڑوں کی باگیں کھینچتے ہوئے بگھی کو روک دیا تھا۔

بگھی کے گھوڑوں کے رکنے کے بعد ان چاروں میں سے ایک بولا اور شاہراہ کے وسط میں کھڑے ہو کر راستہ روکنے والے سے مخاطب ہو کر پوچھنے لگا۔

تم کون ہو اور کیوں ہماری راہ روک کھڑے ہوئے ہو...... اگر تم کوئی قاطع الطریق، بٹ مار، لٹیرے، رہزن یا اچکے ہو تو سنو، ہماری راہ روک کر تمہیں انتہا درجہ کی مایوسی اور نامرادی کا سامنا کرنا پڑے گا اس لئے کہ ہم تو وہ لوگ ہیں جو تقدیر اور قسمت کے باغی بن کر اپنی اور اوروں کی مقدرات کی لکیروں تک کو بدل دینے کی ہمت، جرأت اور صناعی رکھتے ہیں۔ اس پر راستہ روکنے والا جوان بولا۔

"سنو بگھی کے محافظو! میں نہ قاطع الطریق ہوں، نہ لٹیرا، نہ بٹ مار ہوں۔ اگر تم مجھے یہ بتاؤ کہ بگھی کے اندر جس لڑکی کو تم نے بٹھا رکھا ہے وہ کون ہے اس سے تمہارا کیا رشتہ ہے یا تم نے اسے کہیں سے اٹھایا ہے۔ اگر اس لڑکی کے متعلق تم اپنی صفائی پیش کرنے میں کامیاب ہو جاؤ تو میں تمہاری راہ نہیں روکوں گا، جانے دوں گا اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو یاد رکھنا اس برف باری اور سنسان کوہستانی سلسلے میں، میں تم سب کے لئے ایک محتسب، ایک قاضی بن کر کھڑا رہوں گا۔ ان الفاظ پر ان چاروں میں سے پھر وہی بولا، جس نے پہلے مخاطب کیا تھا۔ وہ کہنے لگا۔

"دیکھو! ہماری راہ روکنے والے، اکیلے اور تنہا جوان۔ ہم ایک تاب تواں، ایک جذبہ جوان ہیں۔ ہم تو رشتوں کی ریشمی ڈوریاں کاٹ کر شیشہ جان ساغر روح کو ریزہ ریزہ، ٹکڑے ٹکڑے کر دیا کرتے ہیں۔ دیکھ بے بس جوان قبل اس کے کہ ہم تم سے اپنا تعارف کہیں اور

تیری حالت ہمارا تعارف سننے کے بعد دکھ کے نگر میں قفس مینا، دیار بے سروسامان میں ٹمٹماتی حیات کی مشعل اور درد کے بستر میں موت کی اندھی چاپ جیسی ہو جائے تُو جدھر سے آیا ہے ادھر ہی چلا جا۔ ورنہ تُو پچھتائے گا۔ ان کوہستانوں، اس برف باری میں ہم تیرے جسم کے اعضاء کاٹ کر شاہراہ کے پہلو میں بہنے والی ندی میں پھینک کر آگے نکل جائیں گے۔

راستہ روکنے والا جوان اپنی تلوار فضا میں لہراتے ہوئے بولا۔ میں یوں تمہاری راہ سے ہٹنے والا نہیں۔ اگر تم اتنے ہی جوانمرد اور شجاع بنتے ہو تو پہلے اپنا تعارف کراؤ پھر میں دیکھتا ہوں تم کون ہو؟ اس پر ان چاروں میں سے وہی بولا اور کہنے لگا۔ دیکھ بدبخت انسان ہم قرامطی ہیں۔ جس لڑکی کا تُو ذکر کر رہا ہے، اسے ہم نے اغواء کیا ہے اور اسے ہم اپنے قلعہ الموت میں اپنی جنت کے اندر لے جائیں گے اور اسے حور بنائیں گے۔ یا اپنے امام جلال الدین کی خدمت میں پیش کریں گے۔ اس لئے کہ جو لڑکی ہم نے اغوا کی ہے، اپنے حُسن، اپنی خوبصورتی میں ایسی ہے جو اس سے پہلے ہم نے کبھی نہیں دیکھی۔ لہٰذا تُو ہمارے کام میں دخل اندازی مت کر۔ میرا خیال ہے کہ ہمارا قرامطی ہونا ہی تیری خوفزدگی اور تیرے دل میں ایک تزلزل پیدا کرنے کے لئے کافی ہے۔ کیا اب بھی تم ہماری راہ روک کر کھڑے رہو گے یا جدھر سے آئے ہو ادھر ہی چلے جاؤ گے؟ تمہارا یہاں سے چلا جانا ہی تمہارے لئے بہتر اور سود مند ہے۔

بگھی کے ان محافظوں نے جب قرامطی کی حیثیت سے اپنا تعارف کروایا تو راہ روکنے والے سوار کی حالت زندگی کے صحرا میں اندھی جدائی کی کالی آندھیوں جیسی ہو کر رہ گئی تھی۔ اس کی آنکھوں کے منجدھار میں جبر کی دھول، اس کے چہرے پر بھنور کی گرہوں میں جوش مارتے سرکش اور بے زنجیر جذبوں جیسی ہو کر رہ گئی تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ اسی ہیئت اور کیفیت میں رہا پھر وہ اپنی بلند اور کڑکتی ہوئی آواز میں انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سنو! سایوں کی جستجو کرنے والے قرامطیو، سنو! زمین کے گناہگار مسافرو، یہ مت خیال کرنا کہ تم سب کے سامنے میں اکیلا ہوں۔ اکیلا ہوتے ہوئے بھی میں تم پر اپنے رب کا نام لے کر بھاری ثابت ہوں گا۔ اپنے ذہن کے قرطاس پر لکھ رکھو کہ موسم کی اس شدت، فطرت کے بے رنگے پن میں تمہاری ہست، تمہارے وجود کو میں برف کے ڈھیر پر خوں فشاں اور خون آلود بنا کر رکھ دوں گا۔ سنو بے ضمیر روشنی کے متلاشی قرامطیو! اس کوہستانی شاہراہ، ان ویرانوں کے اندر تم سب قرامطی مل کر بھی مجھ سے ٹکراؤ تب بھی میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تمہاری حالت میں کٹی شاخوں کے قصے، فضاؤں کے ماتم اور ہواؤں کے نوحے جیسی بنا کر رکھ دوں گا۔ تمہیں

زخم خوردہ زبان اور قتل گاہوں کا مقروض بنا کر اپنے سامنے ہانک دوں گا۔ لکھ رکھو کہ میں تمہارے کشکول نظر میں دیمک اور کیڑوں کی سرسراہٹ بن کر بکھروں گا۔ تمہارے شیشۂ جاں کو ریزہ ریزہ اور تمہارے قریہ دل کو ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا۔ اب تم میں سے جس کی جرأت ہے وہ آگے بڑھے اور مجھ پر حملہ آور ہو۔ اس لئے کہ اب میں تمہاری راہ روک کر کھڑا ہوا ہوں اور تمہیں آگے نہیں بڑھنے دوں گا۔ تم چونکہ قرامطی ہو۔ قرامطیوں کا میں پیدائشی اور بدترین دشمن ہوں لہٰذا تم سے جنگ کرنا، تمہارا اقتال کرنا مجھ پر دنیاوی اور دینی دونوں لحاظ سے واجب ہو گیا ہے۔ آؤ مجھ سے ٹکراؤ اور اپنے انجام کا انتظار کرو۔

یہاں تک کہنے کے بعد راہ روکنے والا وہ سوار خاموش ہو گیا۔ پھر وہ اپنا ڈھال والا ہاتھ پیچھے لے گیا اور مخصوص سے انداز میں اپنی پشت پر بیٹھے ہوئے بندر کے سر پر اس نے انگلی ماری۔ اس کا بندر کے سر پر انگلی مارنا تھا کہ بندر حرکت میں آیا اور وہ گھوڑے کی پچھلی ٹانگ پر سے ہوتا ہوا نیچے اترا اور دائیں طرف کوہستانی سلسلوں کی طرف بھاگ گیا تھا۔ گھوڑا بندر کے یوں اترنے سے سیخ پا نہیں ہوا تھا۔ شاید وہ بندر کے اس طرح اترنے سے شناسا اور عادی تھا۔ بندر بھی شاید اس سوار کا تربیت یافتہ تھا جو اس کے انگلی مارتے ہی نیچے اتر کر کوہستانی سلسلے میں گم ہو گیا تھا۔ بگھی کے سواروں نے تھوڑی دیر تک گھوڑے سے اتر کر کوہستانی سلسلے کے اندر جانے والے بندر کو غور اور فکرمندی سے دیکھا جب بندر ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تب انہیں کچھ سکون ہوا۔ پھر ان میں سے ایک بولا اور راہ روکنے والے سوار سے مخاطب ہوا۔

دیکھ راہ روکنے والے اجنبی۔ ان برفانی کوہستانی سلسلوں کے اندر اگر تُو اپنی موت ہی ہمارے ہاتھوں طلب کرتا ہے تو ہم تمہیں موت کا ساغر پلا کر رہیں گے۔ دیکھ ہم چاروں تم پر حملہ آور ہونے لگے ہیں۔ اگر تُو اپنا دفاع کر سکتا ہے تو کر کے دیکھ۔ اس کے ساتھ ہی ان چاروں نے ایک دوسرے کی طرف معنی خیز انداز میں دیکھتے ہوئے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگائی اور اپنی تلواریں لہراتے ہوئے وہ آگے بڑھے تھے۔

عین اس موقع پر بگھی کے قریب ہی کوہستانی سلسلے کے اندر سے راہ روکنے والے سوار کا بندر نمودار ہوا۔ دبے دبے قدموں سے عجیب سی پراسرار چال چلتا ہوا وہ بگھی کے قریب آیا۔ پھر وہ ان چاروں مسلح گھوڑ سواروں کی پشت پر آیا اور ان میں سے ایک گھوڑے کی ٹانگ پر بری طرح کاٹا۔ اس گھوڑے کو کاٹنے کے بعد بندر بڑی تیزی سے دوسرے گھوڑے کی طرف گیا اور ویسا ہی عمل اس نے دوسرے گھوڑے کی ٹانگ پر بھی کر دیا۔ اس کے بعد وہ چپکے سے

بھاگ کر بگھی کے نیچے چھپ گیا تھا۔

بندر کے یوں کاٹنے سے وہ دونوں گھوڑے بری طرح سیخ پا ہوئے اور اپنی دونوں پچھلی ٹانگوں پر الف ہو کر رہ گئے۔ جس کی بنا پر ان پر سوار دونوں قرامطی گھوڑوں کے یوں مشتعل ہونے پر اپنا توازن قائم نہ رکھ سکے اور اپنے گھوڑوں سے گر گئے تھے۔ دوسرے دونوں سوار اپنے ساتھیوں کی یہ حالت دیکھتے ہوئے بڑی فکر مندی سے ان کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ بس اسی موقع سے راہ روکنے والے سوار نے فائدہ اٹھایا۔

وہ نبض فطرت کی طرح حرکت میں آیا۔ ایک ترانہ ملکوتی، غنائے لاہوتی سے انداز میں اس نے اپنے رب لاشریک، خدائے لم یزل کی تکبیر بلند کی۔ وہ مستی میں جھاگ اڑاتے صداؤں کا طوفان کھڑا کرتے سمندر، تند جولان دریائے اضطراب کی طرح آگے بڑھ کر ان دو قرامطیوں پر حملہ آور ہو گیا تھا جو اپنے ساتھیوں کے گھوڑوں سے گرنے کی وجہ سے پریشان تھے۔

اس راہ روکنے والے سوار کے حملہ آور ہونے میں ایک عجیب سا اسلوب ہنر، ایک انوکھی سحر انگیزی اور ایک نرالی اور حیرت انگیز شعلے کی سی بے تابی تھی۔ وہ ستم زدہ انسانوں کے کسی محسن کی طرح تلوار لہراتا ہوا حملہ آور ہوا تھا۔ اپنے دونوں گرنے والے ساتھیوں کو پریشانی سے دیکھنے والے جلد ہی سنبھل گئے لیکن اس وقت تک راہ روکنے والا ان کے سروں پر پہنچ چکا تھا۔ اور قبل اس کے کہ وہ اپنا دفاع کرتے یا جوابی حملہ کرتے، راہ روکنے والے نے عجیب اور انوکھے انداز میں باری باری ان دونوں کی گردنیں کاٹ کر رکھ دی تھیں۔

اتنی دیر تک وہ دونوں جو گھوڑوں سے گرے تھے فوراً اٹھے۔ وہ چاہتے تھے کہ اپنی تلواریں سنبھال کر آگے بڑھیں اور حملہ آور ہوں لیکن اس وقت تک وہ سوار ان کے دو ساتھیوں کا خاتمہ کر کے مڑ چکا تھا۔ وہ انتہائی خونخواری کے انداز میں ان پر بھی حملہ آور ہوا اور لمحوں کے اندر اس نے اپنی تلوار اور ڈھال کے بہترین استعمال کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان دونوں کی گردنیں بھی کاٹ کر رکھ دی تھیں۔

ان چاروں سواروں کے مرنے کی جب باری باری چیخیں بلند ہوئیں تو وہ مسلح جوان جو گھوڑوں کو ہانک رہا تھا وہ بھی اپنی تلوار اور ڈھال سنبھالتا ہوا گھوڑے سے نیچے کود گیا۔ اس کے ساتھ بگھی کے اندر سے بھی ایک مسلح جوان نکل آیا اور دونوں راہ روکنے والے سوار کا مقابلہ کرنے کے لئے اس کے سامنے جم گئے تھے۔ ان دونوں کو دیکھتے ہوئے اس سوار کے چہرے پر ہلکی ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر وہ انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''سنو ہوس کے سوداگر قرامطیو! جو لڑکی تم اٹھا کے الموت میں اپنی جنت کی طرف لے جا رہے ہو میں اس لڑکی کو تمہیں لے جانے نہ دوں گا۔ جس طرف برج سے اٹی ہوئی اس شاہراہ پر میں نے تمہارے چار ساتھیوں کا خاتمہ کیا ہے اسی طرح میں تم دونوں پر بھی موت طاری کر کے اس لڑکی کو اس کے ٹھکانے پر پہنچا کے رہوں گا۔ اس پر ان دونوں میں سے ایک بولا۔

ہماری راہ روکنے والے ذرا اپنے چہرے سے نقاب تو ہٹا تا کہ ہم دیکھیں کہ تُو کون ہے۔ اس پر سوار کڑکتی ہوئی اور غراتی ہوئی آواز میں کہنے لگا کہ میرا چہرہ دیکھ کر تم کیا کرو گے؟ بس یہی سمجھ لو کہ میں تمہاری موت ہوں اور تمہارے ساتھ میرا اتنا ہی تعارف کافی ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ اپنی تلوار اور ڈھال لہراتا ہوا اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر آگے بڑھا۔ وہ دونوں سوار بھی مستعد ہو گئے اور دائیں بائیں ہٹ کر وہ چاہتے تھے کہ اس پر دو طرفہ حملہ کر کے اس کو اپنے سامنے بے بس کر دیں۔ عین اسی موقع پر بگھی کے نیچے چھپا ہوا بندر بڑے رازدارانہ انداز سے پھر نکلا اور ان میں سے ایک کی پنڈلی پر اس نے کاٹ کھایا۔ جس کی ٹانگ پر اس نے کاٹا تھا وہ بری طرح بدکا اور شور و واویلا کرنے لگا۔ عین اسی موقع پر وہ سوار اس پر حملہ آور ہوا اور اس کی گردن کاٹ کر رکھ دی۔ باقی بچنے والا واحد اور اکیلا سوار خوف اور وحشت سے کانپ اٹھا تھا۔ بندر ایک بار پھر پیچھے ہٹتا ہوا بگھی کے نیچے جا چھپا تھا۔

راہ روکنے والا جب آخری قرامطی کی طرف بڑھا تو وہ کانپتے اور لرزتے ہوئے کہنے لگا کہ دیکھو! میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو اور کس بنا پر تم نے ہمارا راستہ روک کر میرے ساتھیوں کا قتل عام کیا ہے۔ لیکن میں ایک بات تم پر واضح کر دوں کہ جس لڑکی کو ہم نے اغوا کیا ہے اور جسے ہم الموت میں اپنی جنت کی طرف لے جانا چاہتے ہیں وہ مسلمان نہیں ہے۔ یہ لڑکی منگولوں کے سالار اعظم سوبدائی کی بیٹی ہے۔ اس کے حُسن، اس کی خوبصورتی کی وجہ سے ہم نے اپنے امام جلال الدین کے کہنے پر اغوا کیا ہے۔ یہ لڑکی اسے پسند ہے۔ کیونکہ ہمارے بہت سے فدائین نے اس لڑکی کے حُسن و جمال کی ہمارے امام جلال الدین کے سامنے تعریف کی تھی۔ لہٰذا ہمارے امام جلال الدین نے حکم دیا تھا کہ اس لڑکی کو اغوا کر کے ہم اپنی الموت کی جنت میں لائیں۔ شاید ہمارا امام اسے اپنے حرم میں داخل کرنا چاہتا ہے۔ اس پر راہ روکنے والا بولا اور کہنے لگا۔

''میں تم قرامطیوں کو خوب اچھی طرح جانتا ہوں۔ تمہارے ہاں نہ دین نہ اہل دین کی قدر ہے۔ تمہاری قتل و غارت گری اور خونخواری کے سامنے مسلم اور غیر مسلم میں کوئی امتیاز

نہیں۔ مسلم قوم کو جس قدر نقصان تم نے پہنچایا ہے اور کسی نے نہ پہنچایا ہوگا۔ لہٰذا میں تجھے کسی بھی صورت میں معاف نہیں کروں گا۔ اس کے ساتھ اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور اپنی تلوار کے پہلے ہی وار سے اس نے اس آخری قرامطی کی بھی گردن کاٹ کر رکھ دی تھی۔ فضاؤں میں ایک کربناک چیخ بلند ہوئی اس کے بعد اس کوہستانی سلسلے میں چاروں طرف خاموشی پھیل گئی تھی۔

اس آخری قرامطی کے مارے جانے کے بعد بندر بھی بگھی کے نیچے سے نکل آیا۔ بندر کو دیکھتے ہی اس سوار نے اپنی ڈھال زین کے ساتھ لٹکا دی پھر اپنا بایاں ہاتھ اس نے نیچے لٹکایا۔ بندر نے اپنے حلقوم سے ایک مخصوص آواز نکالی پھر اس نے چھلانگ لگائی اور اس سوار کے ہاتھ کو پکڑ لیا۔ سوار نے بندر کو اپنی گود میں رکھا۔ مسکراتے ہوئے اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ جواب میں بندر بھی اس کی گردن پر تھوڑی دیر اپنا منہ رگڑتا رہا پھر اس سوار کے پیچھے بیٹھ گیا۔ سوار نے گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ اب وہ بگھی کی پشت کی طرف آیا۔

بگھی کی پشت پر آ کر وہ اپنے گھوڑے سے اترا۔ بگھی کی پچھلی سمت لٹکتا ہوا پردہ اٹھا کر اس نے اندر دیکھا۔ بگھی کے اندر ایک لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے منہ پر کپڑا بندھا ہوا تھا اور دونوں ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے۔ وہ سوار بگھی میں داخل ہوا اور خنجر نکال کر پہلے اس نے وہ رسی کاٹی جس میں اس لڑکی کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے پھر اس نے اس کے منہ سے کپڑا بھی ہٹا دیا۔ لڑکی ایسی بدحواس ہو رہی تھی کہ وہ بڑی تیزی کے ساتھ بگھی سے باہر نکل آئی۔ اس سوار نے پہلی بار ایک بھرپور نگاہ اس لڑکی پر ڈالی۔

اس نے دیکھا، اس لڑکی کا بدن لچکتی ڈال، اس کا روپ ایک آتش سیال، اس کی خوش اندامی، طراوت شبنم، شباب شعلۂ سوزاں، اس کا جوبن شفق و برق، اس کی جوانی میں صبح کی انگڑائی، اس کی زیبائی شب کا غرور، اس کی وجاہت سنہرے دھندلکوں جیسی، اس کا جمال برق و شعلہ کی لپک جیسا، اس کی آب و تاب گاتے چاند اور اس کی شکل و صورت ہنستے ستاروں کی مانند تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ سوار اس لڑکی کو بڑے غور سے دیکھتا رہا پھر اس نے چونک جانے کے سے انداز میں اس لڑکی کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

”تم کون ہو...... تمہارا تعلق کن سرزمینوں سے ہے اور ان لوگوں نے کیسے اور کہاں سے تمہیں اٹھالیا؟ اس سوار کے اس استفسار پر وہ حسین و جمیل، وہ خوبرو اور پُرشباب لڑکی کسی مغنی کی نوا، کسی حدی خواں کی حلاوت اور لحن داؤدی اور آہنگ زبور کے سے آہنگ و لہجے میں

شرماتے شرماتے کہنے لگی۔ میں چنگیز خان کے سپہ سالار اعلیٰ سوبدائی کی بیٹی ہوں۔ مجھے اس سے پہلے یہ خبر نہ تھی کہ مجھے اٹھانے اور اغوا کرنے والے کون ہیں اور کہاں لے جانا چاہتے ہیں۔ آپ نے ان سے مقابلہ کیا تب مجھے پتہ چلا کہ انہوں نے قرامطی کی حیثیت سے اپنے آپ کو آپ سے متعارف کرایا تھا اور وہ مجھے اپنے قلعہ الموت کی جنت میں لے جانا چاہتے تھے۔ میں نہیں جانتی یہ قرامطی کون ہوتے ہیں اور یہ قلعہ الموت کی جنت کیا ہے۔ تاہم میں بگھی کے پردے کے پیچھے سے آپ کو ان کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ میں آپ کی شکر گزار اور ممنون ہوں کہ آپ نے بگھی کے ان چھ سواروں سے اکیلے مقابلہ کر کے انہیں اپنے سامنے زیر اور مغلوب کیا اور میری ان سے گلو خلاصی کرائی۔ آپ کا یہ احسان میں تادم مرگ بھول اور اتار نہ سکوں گی۔

وہ لڑکی تھوڑی دیر تک خاموش رہی۔ اس کے بعد وہ اس سوار کو پھر مخاطب کر کے کہنے لگی۔ تم نے اپنے چہرے پر آہنی نقاب ڈال رکھا ہے۔ کیا تم اپنے اس نقاب کو ہٹاؤ گے نہیں تاکہ میں اپنے محسن کو دیکھ سکوں۔ اس لڑکی کا کہا مانتے ہوئے اس سوار نے اپنے چہرے سے اپنے خود کا آہنی نقاب ہٹا دیا تھا۔ لڑکی نے دیکھا وہ ایک نوعمر سا جوان تھا جس کی مسیں ابھی بھیگ رہی تھیں۔ تاہم وہ اپنے لمبے قد کاٹھ اور جسمانی ساخت میں ایک بھرپور جوان لگتا تھا۔ لڑکی نے یہ بھی دیکھا کہ اس کی بڑی بڑی ساغر کی سی گہری آنکھیں اس سے ایسی ہو رہی تھیں جیسے چشم فطرت میں معراج آدم اور راز مشیت میں کمال ابن آدم جوش مار رہے ہوں۔ اس کے چہرے پر ابھی تک سطوت کے چراغوں کے پس منظر میں بحر انقلاب اور بے رنگ و نام قصوں کے پیش منظر میں کرب و الم کی یورش جوش مار رہی تھی۔ مجموعی طور پر اس لڑکی کو وہ نوجوان ایسا لگا جیسے صداقتوں کے سمندر میں آتش نم وحشی عداوتیں وقت کے فاصلوں میں خون میں نہائے عزم اور درد کے رابطوں میں امبر پار جذبے اپنا رنگ دکھا رہے ہوں۔

لڑکی نے تھوڑی دیر تک اس نوجوان کو بڑے غور سے دیکھا پھر وہ اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھنے لگی۔ کیا میں تمہارا نام پوچھ سکتی ہوں اور یہ جان سکتی ہوں کہ تم کہاں سے اچانک نکل کر ان کی راہ روک کھڑے ہوئے اور میری مدد کا باعث بنے؟ تمہیں کیسے خبر ہوئی کہ یہ بگھی میں کسی لڑکی کو اٹھا کر اپنے ساتھ لا رہے ہیں؟ اس پر وہ نوجوان بڑے دھیمے لہجے میں کہنے لگا۔

دیکھ لڑکی! میرا نام اور خان ہے۔ میں اترار شہر کے قلعہ دار برہان الدین کا بھانجا ہوں۔ اترار شہر یہاں سے دس میل کے فاصلے پر ہوگا۔ یہ جس کوہستانی سلسلے میں تم اس وقت کھڑی ہو

اس کوہستانی سلسلے میں بڑے وحشی اور سیخ پا جنگلی گھوڑے پائے جاتے ہیں اور میں انہیں پکڑنے کا بڑا شوقین ہوں۔ میں نے گزشتہ کئی روز سے اس کوہستانی سلسلے میں قیام کر رکھا ہے۔ اس لئے کہ برف باری میں جب جنگلی گھوڑے بھوکے ہوتے ہیں تو وہ اِدھر اُدھر بھاگے اور مارے پھرتے ہیں۔ اسی برف باری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں نے ایک سب سے عمدہ اور بہترین جنگلی گھوڑے کو اور اس کے ساتھ ایک چھوٹے بچھیرے کو ایک گھاٹی میں بند کر رکھا ہے۔ اب میں اسے پکڑ کر واپس اپنے گھر کی طرف روانہ ہونے والا تھا کہ اس ندی کے کنارے مجھے تمہاری کربناک چیخ سنائی دی۔ اس وقت میں اس ندی کے اس پار کوہستانی سلسلے میں تھا۔ میں نے اس کوہستانی سلسلے کے اوپر چڑھ کر دیکھا تم بگھی سے نکل کر پیچھے کی طرف بھاگی تھیں۔ تمہارے پیچھے کچھ مسلح جوان بھاگے تھے۔ انہوں نے تمہیں پکڑ کر پھر بگھی میں پھینک دیا تھا۔ یہ منظر دیکھتے ہوئے میں ندی کے اس پار سے اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ کوہستانی سلسلے کے اندر ہی اندر میں آگے بڑھا۔ ندی عبور کی پھر میں ان کی راہ روک کر کھڑا ہوا۔ اگر تم بگھی سے اتر کر نہ بھاگتیں، نہ چیختیں چلاتیں تو یقیناً یہ تمہیں اٹھا لے جانے میں کامیاب ہو چکے تھے۔

اس پر لڑکی بولی اور کہنے لگی۔ یہ مجھے اٹھا کر لانے والے مجھے رسیوں سے جکڑ کر اور باندھ کر لائے تھے۔ اس جگہ آ کر انہوں نے میری رسیاں کھولیں اور مجھے کھانا پیش کیا۔ میں نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور بگھی سے نکل کر بھاگ کھڑی ہوئی اور چیخنا چلانا شروع کر دیا۔ لیکن مجھے مایوسی ہوئی۔ مجھے یقین تھا کہ اس کوہستانی سلسلے میں نہ آس پاس کوئی بستی نہ قصبہ ہے اور برف باری اپنے عروج پر ہے۔ کون میری مدد کو آئے گا۔ جب انہوں نے مجھے اٹھا کر بگھی میں پھینک دیا تو میں پوری طرح نا امید تھی اور میں مایوسی میں یہ اندازہ لگا چکی تھی کہ اب ان کے ہاتھوں میری جان چھوٹنا مشکل ہے۔ لیکن اس وقت مجھے امید کی کرن دکھائی دی جب تم نے ان کی راہ روکی اور ان سے ٹکرانے کا عزم کر لیا۔ دیکھ اجنبی تُو اپنا بھی مجھ سے کہہ چکا۔ اپنی رہائش اور اس کوہستانی سلسلے کی طرف آنے کی وجہ بھی بتا چکا ہے لیکن ابھی تک تم میرے متعلق کچھ نہیں پوچھا۔ اس پر اور خان بولا اور کہنے لگا۔

کیا تم مجھ پر بھروسہ اور اعتماد کرتی ہو؟ لڑکی فوراً بولی اور کہنے لگی کیوں نہیں۔ میں اپنے محسن پر بھروسہ اور اعتماد کیوں نہ کروں گی جس نے میری عزت، میری آبرو بچائی۔ اس پر اور خان بولا اور کہنے لگا۔ اگر ایسا ہے تو دیکھ اس برف باری میں کھڑا رہنا اچھا نہیں اور پھر ہو سکتا ہے

کہ میرے ہاتھوں مرنے والے ان قرامطیوں کے کچھ اور ساتھی بھی ان کے پیچھے ہوں اور وہ موقع سے فائدہ اٹھا کر ہم دونوں پر حملہ آور ہو جائیں۔ لہٰذا تم میرے ساتھ ندی کے اس پار چلو۔ اس کے بعد میں تمہیں بحفاظت تمہارے گھر پہنچانے کی کوئی سبیل کروں گا۔ اسی کوہستانی سلسلے میں جا کر تم سے تمہارے حالات بھی تفصیل سے سنوں گا۔ لڑکی ایسا کرنے پر تیار ہوگئی تھی، قبل اس کے کہ اور خان اپنے گھوڑے پر سوار ہوتا لڑکی نے پھر اور خان کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ یہ تم نے اپنے گھوڑے پر بندر بٹھا رکھا ہے اور میں اس کا کام بھی دیکھتی رہی ہوں۔ اس نے بھی ان قرامطیوں کو زیر کرنے میں تمہارا بہترین ساتھ دیا ہے۔ اس پر اور خان بولا اور کہنے لگا۔

تمہارا اندازہ درست ہے۔ یہ بندر میرا خوب سدھایا ہوا اور مجھ سے بڑا مانوس ہے۔ یہ بچہ تھا تب میں نے اسے پالا اور اسے اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق سکھاتا رہا۔ یہ میرے اشاروں پر خوب کام کرتا ہے۔ یوں جانو یہ میرا بہترین ساتھی، میرا بہترین دوست ہے۔ اور ضرورت کے ہر موقع پر یہ بہترین خدمت انجام دینے کا فرض بھی ادا کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اور خان پیچھے ہٹ کر اپنے گھوڑے پر بیٹھ گیا تھا۔ بندر کو اٹھا کر اس نے اپنے سامنے بٹھا لیا تھا۔ پھر اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور لڑکی کو مخاطب کر کے کہنے لگا ابھی تک تم نے مجھے اپنا نام نہیں بتایا۔ تم میرے پیچھے آ کر بیٹھ جاؤ تاکہ اس ندی کو عبور کر کے ہم دوسری طرف جا سکیں۔ لڑکی آگے بڑھی اور ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہنے لگی۔ میرا نام طیان ہے۔ تم تھوڑی دیر رکو میں مرنے والوں میں سے کسی کے ہتھیار اپنے قبضے میں کروں پھر میں تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔ طیان نام کی وہ لڑکی فوراً حرکت میں آئی۔ مرنے والے قرامطیوں میں سے ایک ڈھال، تلوار، زرہ اور خود اس نے لیا۔ ایک مرنے والے کے کپڑے میں اس نے یہ ساری چیزیں باندھیں۔ پھر وہ اور خان کے پیچھے گھوڑے پر سوار ہوگئی تھی۔ اور خان نے بگھی اور مرنے والوں کا جائزہ لیا اور اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔

اور خان نے تھوڑا سا آگے جا کر ندی کو اسی جگہ سے پار کیا جہاں سے وہ ندی عبور کر کے قرامطیوں کی راہ روک کھڑا ہوا تھا۔ ندی کو عبور کرنے کے بعد وہ کوہستانی سلسلے کے اندر اپنے گھوڑے کو بھگاتا رہا۔ پھر چھوٹے سے ایک غار کے سامنے اس نے اپنے گھوڑے کو روکا۔ پھر وہ خود نیچے اترا۔ سہارا دے کر طیان کو نیچے اتارنا چاہتا تھا کہ وہ خود ہی ایک جست کے ساتھ نیچے اتر گئی۔ اس کے نیچے اترنے کا انداز بتاتا تھا کہ وہ بہترین گھڑ سوار بھی ہوگی۔ اور خان نے

گھوڑے کو چھجے کی صورت میں آگے بڑھی ہوئی ایک چٹان کے نیچے باندھ دیا جہاں پر وہ گھوڑا برف باری سے محفوظ رہ سکتا تھا۔ پھر وہ طیان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ یہ جو سامنے غار تمہیں دکھائی دے رہا ہے، اس کوہستانی سلسلے میں گزشتہ چند دنوں سے یہی میرا مسکن اور میرا گھر ہے۔ طیان بلا جھجک اورخان کے ساتھ غار میں داخل ہوئی۔ غار میں ایک چٹائی کے اوپر چادر بچھا دی گئی تھی اور چند کمبل رکھے تھے۔ وسط میں گڑھا کھود کر اس میں آگ روشن کی ہوئی تھی اور آگ ابھی تک سلگ رہی تھی۔ غار میں داخل ہونے کے بعد اورخان نے دو کمبل اٹھا کر اپنے گھوڑے پر ڈال دیئے تھے۔ غار کے وسط میں کھدے ہوئے گڑھے میں جس کے اندر آگ جل رہی تھی، چند لکڑیاں ڈال کر آگ کو خوب بھڑکایا پھر وہ طیان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

طیان! تم سردی محسوس کر رہی ہو گی۔ اس چھوٹے سے الاؤ کے پاس بیٹھ جاؤ تا کہ سردی محسوس نہ ہو اور مجھے اپنے حالات سناؤ کہ تم کہاں کی رہنے والی ہو۔ کہاں سے ان لوگوں نے تمہیں اٹھایا اور اگر تم برا نہ مانو تو میں تمہیں تمہارے نام سے مخاطب کروں گا۔

اس پر طیان نے مسکراتے ہوئے کہا تم مجھے میرے نام سے مخاطب کر سکتے ہو اس لئے کہ میں بھی تمہیں تمہارے نام سے ہی مخاطب کروں گی۔ یہاں تک کہنے کے بعد طیان تھوڑی دیر کے لئے رک گئی کچھ سوچا اور دوبارہ کہنے لگی۔

میرے محسن اورخان! جیسا کہ میں پہلے بتا چکی ہوں کہ میرا نام طیان ہے۔ میں چنگیز خان کے سالار اعظم سوبدائی کی بیٹی ہوں۔ میری ماں کوہستان عتان شیان اور کوہستان الطائی کے درمیان پڑنے والی ایک بستی اونان کی رہنے والی تھی۔ میرے باپ سوبدائی نے ایک اور شادی کر لی تھی جس کی بنا پر میری ماں اکثر اپنے ماں باپ کے یہاں رہتی تھی۔ کچھ ہی عرصہ بعد میری ماں فوت ہو گئی اور میں اکثر اپنی نانی اور نانا کے پاس رہنے لگی۔ گو میری سوتیلی ماں بہت اچھی اور بڑی رحم دل تھی لیکن چونکہ میں بچپن ہی سے زیادہ تر اپنے نانا اور نانی کے پاس رہا کرتی تھی اس لئے اب بھی اکثر اپنے نانا ہی کے پاس رہتی ہوں تا کہ کبھی کبھی میں اپنے باپ کے پاس بھی جاتی ہوں۔ وہاں کافی عرصہ قیام کرتی ہوں۔ اب میری نانی بھی فوت ہو چکی ہے۔ صرف بستی میں میرے نانا ہیں۔ میں یہ بھی بتاتی چلوں کہ ہم دو بہن بھائی ہیں۔ میرے بھائی کا نام بلداق ہے اور وہ مجھ سے بڑا اور میرے لئے بڑا مہربان ہے۔ شاید تمہارے لئے یہ انکشاف بھی حیرت انگیز ہو کہ میرے نانا جن کا نام بلقوت ہے وہ اسلام قبول کر چکے ہیں اور وہ مسلمان ہیں۔ گو میری ماں اور نانی نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا۔ ان کے اسلام

قبول کرنے کی وجہ یہ تھی کہ ہمارے یہاں اکثر ایک مسلم مبلغ آیا کرتے تھے۔ انھی کے ہاتھوں پر انہوں نے اسلام قبول کیا۔ وہ مسلم مبلغ اب بھی ہماری بستیوں میں آتے ہیں تو میرے نانا ہی کے پاس قیام کرتے ہیں۔

میں نہیں جانتی کہ جن لوگوں نے مجھے اغوا کیا انہوں نے مجھے کہاں' کب اور کیسے دیکھا۔ ان کا کہنا تھا کہ وہ مجھے میری خوبصورتی' میری جسمانی کشش کی وجہ سے مجھے اغوا کرنا چاہتے ہیں۔ جیسا کہ آپ کے ساتھ جنگ کے دوران مجھے پتہ چلا کہ وہ مجھے کسی جنت میں لے جا کے اپنے کسی امام کے حرم میں داخل کرنا چاہتے تھے۔ بہر حال تمہاری مہربانی کہ تم نے ان سے میری گلو خلاصی کرائی۔

یہاں تک کہنے کے بعد طیان تھوڑی دیر کے لئے پھر رکی۔ کچھ سوچا اس کے بعد اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے وہ دوبارہ کہہ رہی تھی۔

اورخان! جیسا کہ میں بتا چکی ہوں کہ میں چنگیز خان کے سپہ سالار سوبدائی کی بیٹی ہوں۔ میرے باپ نے اپنے ایک سالار اور دوست جس کا نام جبی نویان ہے اس کے چھوٹے بھائی اونان سے میری نسبت طے کر رکھی ہے۔ اور امید ہے کہ بہت جلد ہی میری اور اونان کی شادی کر دی جائے گی۔ اور ہاں تمہارے علم میں اضافے کے لئے یہ بھی بتاتی جاؤں کہ میرا منسوب جس کا نام میں نے تمہیں اونان بتایا ہے وہ چنگیز خان کے سارے لشکر میں جراتمندی' دلیری' بہادری' شجاعت اور تیغ زنی میں مہارت رکھنے میں تیسرے نمبر پر ہے۔ اس پر اورخان نے بڑے شوق سے طیان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

اگر تمہارا منگیتر' تمہارا منسوب چنگیز خان کے سارے لشکر میں تیسرے نمبر پر ہے تو پھر پہلے اور دوسرے نمبر پر کون کون ہیں۔ اس پر طیان بڑی خوش کن مسکراہٹ میں کہنے لگی۔ پہلے نمبر پر میرا باپ سوبدائی اور دوسرے نمبر پر میرے منسوب اونان کا بڑا بھائی جبی نویان ہے۔ جبی نویان کے متعلق مشہور ہے کہ دنیا کا کوئی بھی شخص میرے باپ سوبدائی کے علاوہ تیغ زنی میں اس کا سامنا نہیں کر سکتا۔ میرے خیال میں میرے متعلق اس قدر ہی تفصیل کافی ہے۔ اب تم اپنے متعلق بھی کچھ کہو۔

جواب میں اورخان بولا اور کہنے لگا۔ دیکھ طیان! جیسا کہ میں تمہیں بتا چکا

ہوں۔ میرا نام اورخان ہے۔ میرے ماموں جن کا نام برہان الدین ہے وہ اترار شہر کے قلعہ دار ہیں۔ جب کہ اترار شہر کا حاکم ان دنوں اینال جق ہے۔ یہ اینال جق ہمارے سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کا ماموں بھی ہے۔ میرے ماں باپ بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے۔ لہٰذا میرے ماموں نے ہماری پرورش کی۔ میری ممانی بھی عرصہ ہوا فوت ہو چکی تھیں لیکن ہماری پرورش کی خاطر میرے ماموں نے دوسری شادی نہیں کی۔ ہم دو سگے بھائی ہیں۔ میرا نام تو تم جانتی ہو اورخان ہے۔ دوسرا مجھ سے چھوٹا ہے۔ اس کا نام قبیل خان ہے۔ میرے ماموں کا ایک بیٹا ہے جس کا نام طفول خان ہے اور ایک بیٹی ہے جس کا نام حرمہ ہے۔ چونکہ ماموں نے ہی ہماری پرورش کی ہے لہٰذا ہم سے جب کوئی پوچھتا ہے کہ ہم کتنے بہن بھائی ہیں تو ہم تین بھائی اور ایک بہن بتاتے ہیں۔ ہم لوگ ذات کے سلجوقی ترک ہیں۔ اور ہمارے آباؤ اجداد بہت عرصہ پہلے اترار شہر میں آکر آباد ہو گئے تھے۔ جیسا کہ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں اس کوہستانی سلسلے میں جنگلی گھوڑے پکڑنے کے لئے آیا تھا اور ایک جنگلی گھوڑا اور ایک بچھیرا میں گھاٹی میں پھانس بھی رکھا ہے۔ میں تھوڑی دیر تک اسے پکڑ کر اترار شہر کی طرف روانہ ہونا ہی چاہتا تھا کہ اس دوران تمہارا حادثہ پیش آگیا۔ میرے خیال میں تم یہاں بیٹھو میں گھوڑے کو پکڑتا ہوں۔ پھر اترار شہر کی طرف کوچ کرتے ہیں۔ اس برفباری میں تمہارا واپس اپنی بستی کی طرف جانا خطرے سے خالی نہیں۔ اس لئے کہ جن قرامطیوں کو میں نے ہلاک کیا ہے ان کے ساتھی ہمارا تعاقب بھی کرسکتے ہیں۔ میں تمہیں یہ مشورہ دوں گا کہ تم میرے ساتھ چلو۔ وہاں میرے بھائی' میری بہن اور میرا ماموں نہ صرف یہ کہ تمہارے ساتھ اچھا سلوک کریں گے بلکہ تمہیں دیکھ کر خوش ہوں گے اور جب برفباری تھم جائے اور موسم خوشگوار ہو جائے تو میں تمہارے ساتھ وعدہ کرتا ہوں کہ میں خود تمہیں تمہارے گھر چھوڑ کر آؤں گا۔ کیا تم اس سلسلے میں مجھ پر اعتبار کرتی ہو؟

اورخان کے اس استفسار پر طیان نے تھوڑی دیر کے لئے سر جھکا کر سوچا پھر وہ فیصلہ کن انداز میں کہنے لگی۔ میں تم پر اعتبار اور بھروسہ نہیں کروں گی تو پھر کس پر کروں گی۔ جبکہ تم نے میری جان بچائی۔ میری آبرو کے محافظ اور پاسبان بنے۔ تم پر

بھروسہ نہ کرنا خود اپنے ضمیر اپنی جان کے ساتھ زیادتی کرنا ہے۔ میں تمہارے ساتھ تمہارے شہر اترار جاؤں گی اور جب برفباری تھم جائے تو پھر اگر تم میرے گھر مجھے چھوڑ آؤ تو میں مزید تمہاری احسان مند اور شکر گزار ہوں گی۔ اس پر اورخان فوراً" اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

تم یہیں بیٹھو۔ میں گھوڑے اور اس بچھیرے کو جنہیں میں نے پکڑ رکھا ہے' لاتا ہوں اور پھر ہم یہاں سے کوچ کرتے ہیں۔ طیان بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور کہنے لگی کیا میں بھی تمہارے ساتھ جا کر اس جنگلی گھوڑے اور بچھیرے کو نہیں دیکھ سکتی جسے تم نے گھاٹی میں بند کر رکھا ہے اور تم اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہو۔ یقیناً" وہ بڑا عمدہ اور نایاب گھوڑا ہو گا۔ اور تم خوش قسمت ہو گے جو اس پر سواری کرو گے۔ اس پر اورخان بولا اگر یہ بات ہے تو وہ کونے میں جو چمڑے کی چادر پڑی ہے وہ اپنے اوپر ڈال لو۔ اس طرح تم برفباری سے بچی رہو گی۔ اور بھیگو گی نہیں۔ خود اورخان نے ایک کمبل اٹھا کر اپنے اوپر ڈال لیا تھا۔ طیان کونے کی طرف گئی چمڑے کی چادر اس نے اپنے اوپر ڈال لی پھر وہ دونوں آگے پیچھے جب باہر نکلنے لگے تو غار کے دہانے کے پاس ہی پڑی ہوئی ایک زین' لوہے کی بھاری لگام اور خوراک سے بھرا ہوا توبرہ اورخان نے اٹھایا۔ پھر وہ طیان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

یہ نئی زین اور لوہے کی بھاری لگام میں اسی جنگلی گھوڑے کے لئے لے کر آیا تھا۔ مجھے امید تھی کہ میں کوئی نہ کوئی گھوڑا پکڑنے میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گا۔ آؤ میرے ساتھ میں تمہیں وہ گھوڑا دکھاتا ہوں۔ طیان چپ چاپ اس کے ساتھ ہو لی۔ دونوں اس غار سے نکل کر شمال کی طرف تدریجی ڈھلان میں اترنے لگے۔

تھوڑا سا آگے جا کر اورخان رک گیا تھا۔ اپنے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی زین لگام اور خوراک سے بھرا ہوا توبرہ اس نے زمین پر رکھ دیا۔ طیان نے دیکھا کہ ان کے سامنے ایک گہری لمبی کھائی تھی جو شرقاً" غرباً" پھیلی ہوئی تھی۔ اورخان کا اس کھائی کے کنارے کھڑا ہونا تھا کہ مغرب کی طرف سے ایک خوب لمبا دراز قد اور پلا ہوا سیاہ رنگ کا چمکیلا گھوڑا بھاگتا ہوا آیا تھا اور وہاں کھڑے ہو کر بڑے غور سے اورخان کی

طرف دیکھتے ہوئے ہنہنانے لگا تھا۔ اس گھوڑے کے پیچھے پیچھے اسی رنگ کا ایک بچھیرہ بھی وہاں آن کھڑا ہوا تھا۔ اس گھوڑے کو دیکھ کر طیان تھوڑی دیر خوش ہوتی رہی پھر کہنے لگی گھوڑا تو واقعی بڑا خوبصورت اور اعلیٰ نسل کا ہے۔ اب یہ تم سے مانوس بھی خوب لگتا ہے۔ اس لئے کہ جوں ہی تم اس کھائی کے کنارے آن کھڑے ہوئے ہو یہ بھاگتا ہوا تمہاری طرف آگیا ہے ورنہ میں نے سنا ہے کہ جنگلی گھوڑے تو انسانوں کو کاٹنے کے لئے دوڑتے ہیں۔ لیکن ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ تم نے اس گھوڑے کو اس کھائی میں بند کیسے کیا۔ اس پر اورخان مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

بات دراصل یوں ہے کہ میں اس سلسلہ کوہستانی میں داخل ہوا اور جو غار تم نے دیکھی اس میں ڈیرہ لگایا۔ برفباری میں' میں لگاتار اس کوہستانی سلسلے میں اپنے گھوڑے کے اوپر بیٹھ کر سرگرداں رہا اور جنگلی گھوڑوں کو تلاش کرتا رہا۔ پھر مجھے یہ گھوڑا اور اس کے ساتھ یہ بچھیرہ دکھائی دیئے۔ یہ کھائی جس میں اس وقت یہ گھوڑا بند ہے اسے میں پہلے دیکھ چکا تھا۔ اور میرا ارادہ تھا کہ مجھے جو بھی گھوڑا ملا اس کھائی میں لے کر آؤں گا۔ بس اس گھوڑے اور بچھیرے کے پیچھے میں نے اس گھوڑے کو لگایا اور انہیں اس کھائی کی طرف لے کر آیا۔ یہ کھائی آگے کی طرف سے بند ہے۔ یہ گھوڑا اور بچھیرہ جب اس کھائی میں داخل ہوئے تو میں تھوڑا سا پیچھے ہی رک گیا۔ میں نے جلدی جلدی پتھر جمع کیے اور کھائی کے اندر فی الفور ایسی اونچی دیوار کھڑی کر دی کہ گھوڑا اور بچھیرہ اس کو پھلانگ کر اس کھائی سے نہ نکل سکیں۔ تب سے یہ اس کھائی کے اندر محصور ہیں۔ اور میں دن میں کئی مرتبہ انہیں دانا کھلاتا ہوں۔ یہاں سے گھاس کاٹ کر ان کے آگے ڈالتا ہوں۔ پہلے پہلے یہ گھوڑا مجھے کاٹنے کو دوڑتا تھا۔ میرے طرف منہ کرکے اور گردن نیچے کرکے کاٹنے کا انداز بنانے کے علاوہ کبھی کبھی یہ میری طرف تیزی سے دولتیاں بھی جھاڑتا تھا۔ لیکن اب' یہ مجھے دیکھتے ہوئے ہنہنانے لگتا ہے۔ اس لئے میں گزشتہ کئی دنوں سے اسے خوراک دیتا ہوں۔ اس کے سر پر ہاتھ پھیرتا ہوں۔ آج میں نے مصمم ارادہ کر رکھا تھا کہ میں اس کو لے کر گھر جاؤں گا۔ اس لئے کہ اب یہ میرے ساتھ کافی مانوس ہو چکا ہے۔ اور مجھے کاٹے گا نہیں۔ طیان! تم یہیں کھڑی رہو۔ میں نیچے اتر کر اس گھوڑے کو پہلے لگام ڈالتا ہوں۔

پھر اس پر زین کستا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی اورخان تینوں چیزیں اٹھا کر کھائی میں اترنے لگا۔

کھائی میں اترنے کے بعد اورخان تھوڑی دیر تک گھوڑے اور بچھیرے کو توبرے میں سے دانہ نکال نکال کر اپنے ہاتھوں میں رکھ کر کھلاتا رہا۔ گھوڑا کھاتا رہا اور ہنہناتا رہا۔ اور گاہے گاہے عجیب سے انداز میں کنوتیاں بدلتے ہوئے اور دم ہلاتے ہوئے اورخان کے ساتھ اپنائیت کا اظہار کرتا رہا۔ تھوڑی دیر تک اس کے اپنے ہاتھوں میں دانہ کھلانے کے بعد اورخان نے خوراک سے بھرا ہوا توبرہ گھوڑے کے آگے رکھ دیا۔ پھر اس نے لگام کو ایک سرا ایک مضبوط چٹان کے ساتھ باندھا اور پھر پلک جھپکنے میں اس نے لگام گھوڑے کو چڑھا دی تھی۔ گھوڑا پل بھر کے لئے سیخ پا سا ہونے لگا' بے چینی کا اظہار کیا پھر جونہی اورخان نے اس کی گردن تھپتھپائی اور پیٹھ پر ہاتھ پھیرا گھوڑا ایک بار پھر مانوسیت کا اظہار کرنے لگا۔

اس کے بعد اورخان نے اپنا دوسرا قدم اٹھایا۔ اس نے زین اٹھائی اور گھوڑے کی پیٹھ پر رکھی۔ زین کا گھوڑے کی پیٹھ پر رکھنا تھا کہ گھوڑا اچھلنے کودنے لگا اور دولتیاں جھاڑنے لگا۔ اس موقع پر پھر اورخان نے بڑے پیار سے گھوڑے کی گردن پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اسے تھپتھپانا شروع کیا تھا۔ گھوڑا وہاں سے بھاگ نہیں سکتا تھا۔ اس لئے کہ اس کے منہ میں لگام چڑھی ہوئی تھی اور لگام کا دوسرا سرا چٹان کے ساتھ بندھا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر تک تھپتھپانے کے بعد گھوڑا پھر پرسکون ہو گیا اور اورخان نے اس پر زین کس دی۔

گھوڑے پر زین کسنے کے بعد خوراک کا توبرہ اٹھا کر اورخان نے اوپر رکھ دیا تھا۔ آہستہ آہستہ وہ گھوڑے کو چٹان کے قریب لایا۔ بڑی رازداری' بڑے دھیمے سے انداز میں اس نے چٹان کے ساتھ بندھی ہوئی لگام کا سرا کھولا اور پھر ایک عجیب سی جست اور تیزی کے ساتھ وہ گھوڑے کی زین پر بیٹھ گیا تھا۔ اورخان کا گھوڑے کی زین پر بیٹھنا تھا کہ گھوڑا سرپٹ دوڑ پڑا۔ کھائی میں وہ مغرب کی طرف بھاگا تھا۔ اب چونکہ اس کے منہ میں لگام تھی لہٰذا اورخان اس پر اپنی گرفت رکھ سکتا تھا۔ کھائی میں مغرب کی طرف اورخان گھوڑے کو بھگاتا رہا اور جب اس نے دیکھا کہ کھائی آگے

بند ہو رہی ہے تو اس نے گھوڑے کو موڑا اور مخالف سمت بھاگنا شروع کر دیا۔ اس طرح اس نے اس کھائی کے اندر گھوڑے کو کئی چکر لگائے اور ان چکروں کے بعد گھوڑا پوری طرح مانوسیت کا اظہار کر رہا تھا۔ اور سیخ پا نہیں ہو رہا تھا۔ گھوڑے کے ساتھ ساتھ بچھیرہ بھی کھائی کے اندر بھاگتا رہا۔

پھر اورخان نے گھوڑے کو چٹان کے ساتھ باندھنے کے بعد کھائی کے اندر کھڑی ہوئی وہ دیوار گرا دی جس کی وجہ سے گھوڑا وہاں سے بھاگ نہیں پا رہا تھا۔ پھر گھوڑے کی لگام پکڑ کر وہ گھوڑے کو کھائی سے باہر کوہستانی سلسلے کے اوپر لے آیا تھا۔ بچھیرہ بھی گھوڑے کے پیچھے پیچھے اوپر آگیا تھا۔ اورخان طیان کے پاس آیا اور اسے مخاطب کرکے کہنے لگا۔

آؤ طیان اب چلیں۔ میں جس مقصد کے لئے اس کوہستانی سلسلے میں آیا تھا' اسے پورا کر چکا ہوں۔ میں اب اپنے آپ کو بڑا خوش قسمت تصور کر رہا ہوں کہ اس کوہستانی سلسلے میں اس جنگلی گھوڑے کو پکڑنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ اس کے ساتھ بچھیرہ بھی ہے۔ اس طرح میرے ہاتھ دو گھوڑے لگ گئے ہیں۔ یہ گھوڑا بھاگنے میں اس قدر تیز طرار ہوتا ہے کہ عام گھوڑا اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ آؤ پہلے غار کی طرف چلتے ہیں۔ میں وہاں اپنا سامان سمیٹتا ہوں۔ تم میرے گھوڑے پر بیٹھ جانا۔ میں اس گھوڑے پر بیٹھتا ہوں۔ پھر واپس چلتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی اورخان گھوڑے کی باگ تھامے غار کی طرف بڑھا۔ طیان بھی اس کے پیچھے پیچھے ہو لی تھی۔

غار میں آکر اورخان نے اپنا سارا سامان سمیٹا۔ کچھ سامان اور خوراک کا توبرہ اس نے اپنے پہلے گھوڑے کی زین کے ساتھ باندھا اور کچھ سامان اس نے کوہستانی سلسلے سے پکڑے جانے والے نئے گھوڑے کی زین سے باندھا۔ پھر وہ طیان سے مخاطب ہوا۔ طیان تم گھوڑے پر سوار ہو جاؤ۔ طیان بڑی تیز طرار لڑکی دکھائی دیتی تھی وہ اپنے جسم پر خوب کمائے ہوئے سرخ رنگ کے چمڑے کا لباس پہنے ہوئے تھی۔ اور بڑی چست و چالاک لگ رہی تھی۔ گھوڑے پر اس کے بیٹھنے کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ ایک بہترین گھڑ سوار ہے۔ وہ رکاب میں پاؤں رکھے بغیر ایک اونچی اور لمبی جست میں گھوڑے پر بیٹھ گئی تھی۔ اس کے اس طرح گھوڑے پر بیٹھنے کے انداز سے اورخان

بہت متاثر ہوا۔ خود وہ بھی رکاب میں پاؤں جما کر گھوڑے پر بیٹھا اور دونوں نے گھوڑوں کو کوہستانی سلسلے میں مغرب کی طرف ہانک دیا تھا۔ بچھیرہ بھی ان کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا۔

○

تھوڑا سا آگے جا کر انہوں نے ندی عبور کی۔ پھر ندی کے کنارے کے ساتھ ساتھ اترار شہر کی طرف جانے والی شاہراہ پر وہ اپنے گھوڑوں کو ہانک رہے تھے۔ برفباری اسی طرح جاری تھی۔ طیان نے اپنے اوپر چمڑے کی وہ چادر لے رکھی تھی جو اورخان نے اسے دی تھی۔ جب کہ اورخان نے اپنے اوپر ایک کمبل ڈال رکھا تھا۔

طیان اپنے گھوڑے کو اورخان کے قریب لائی۔ پھر مدھم سی آواز میں وہ اورخان کو مخاطب کرکے کہنے لگی۔ میرے مہربان اورخان کیا ایسا ممکن نہیں کہ تم مجھے ان قرامطیوں کے متعلق کچھ تفصیل بتاؤ۔ جو مجھے اغوا کرکے لے جا رہے تھے اور جن سے تم نے مجھے نجات دلائی۔ میں ان کے متعلق جاننا پسند کروں گی کہ وہ کون لوگ ہیں۔ قلعہ الموت میں جو انہوں نے جنت بنا رکھی ہے اس کی کیا حقیقت ہے۔ یہ کس مذہب سے تعلق رکھتے ہیں اور کیوں خوبصورت لڑکیوں کو اغوا کرکے زمین پر خود اپنی بنائی ہوئی جنت میں لے جاتے ہیں۔ اس پر اورخان نے تھوڑی دیر تک بڑے غور سے طیان کی طرف دیکھا پھر وہ کہنے لگا۔ اچھا میرے ساتھ ساتھ اپنے گھوڑے کو رکھو میں تمہیں تفصیل بتاتا ہوں۔ طیان اپنے گھوڑے کو مزید اورخان کے قریب لے آئی۔ اورخان نے کہنا شروع کیا۔

طیان! جن لوگوں نے تمہیں اٹھایا اور جنہیں قتل کرکے میں نے تمہیں بچایا ہے وہ اصل میں اسماعیلی اور باطنی ہیں۔ لیکن مجھے ڈرانے اور مجھ پر دھونس جمانے کے لئے انہوں نے اپنا نام قرامطہ بتایا۔ اس پر طیان نے چونک کر اورخان کی طرف دیکھا اور پوچھا کیا وہ قرامطی نہیں تھے۔ اس پر اورخان کہنے لگا۔ بس یوں جانو کہ قرامطی اسماعیلی اور باطنی سب ایک ہی ہیں۔ بہر حال میں تمہیں ان کی تفصیل بتاتا ہوں۔ سنو!

گزرے ہوئے دور میں ایک شخص خوزستان سے عراق کے شہر کوفہ میں آیا۔ اور ایک مقام پر جس کا نام النہران تھا' قیام کیا۔ یہ شخص زہد و تنگ دستی کرتا تھا۔ کھجور کے پتے بنتا تھا۔ اپنی کمائی کھاتا تھا۔ اور نماز بڑی کثرت سے پڑھتا تھا۔

اسی حالت پر ایک مدت تک قائم رہا جب کوئی پاس بیٹھتا تو اس سے دینی امو کا تذکرہ کرتا۔ دنیا سے نفرت دلاتا اور بتاتا کہ لوگوں پر یہ یہ چیزیں فرض ہیں۔

وہ لوگ جو اس کے پاس بیٹھتے تھے وہ ان لوگوں کو ایسی چیزیں دیتا جس سے ار کے ساتھ ان کے دل لگے رہتے۔ وہ شخص ایک سبزی فروش کے پاس اکثر بیٹھا کر تھا۔ اس سبزی فروش کے قریب ہی کھجوروں کا ایک باغ تھا۔ جسے سوداگروں کے ایک گروہ نے خرید لیا تھا۔ اور اس باغ کے اندر وہ کھجوریں کاٹ کاٹ کے گودام کی صورت میں ڈھیر لگاتے تھے۔

ایک روز وہ سوداگر اس سبزی فروش کے پاس آئے اور اس سے درخواست کی کہ ان کے لئے کوئی ایسا شخص تلاش کر دے جو ان کی کاٹی ہوئی کھجوروں کی حفاظت کر سکے۔ اس سبزی فروش نے اس شخص کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ اگر اس شخص نے تمہاری کھجوروں کی حفاظت قبول کر لی تو یہ ایسا شخص ہے جس طرح کا تم چاہتے ہو۔

ان لوگوں نے اس خوزستانی سے گفتگو کی اور وہ چند درہم کے عوض ان کی کھجوروں کی حفاظت کرنے پر رضا مند ہو گیا۔ یہ شخص دن کے اکثر حصے میں نماز پڑھ رہتا۔ روزہ رکھتا اور جب روزہ افطار کرنا ہوتا تو بقال سے کچھ کھجوریں ادھار لے اپنا کام چلا لیتا۔

جب ان سوداگروں اور تاجروں کا کام ختم ہوا تو ان لوگوں نے اس شخص اجرت کا حساب کیا اور جو کچھ رقم اس کی بنتی تھی اسے دے دی۔ اس نے اس بقا سے جس قدر کھجوریں کھائی تھیں اس کا حساب کیا اور اس میں سے ان گٹھلیوں قیمت اس نے کم کر لی کیونکہ جو وہ بقال سے کھجوریں لے کر کھاتا تھا اس کی گٹھلیا بقال کو واپس کر دیا کرتا تھا۔ یہ گفتگو ان سوداگروں نے بھی سن لی۔

لہٰذا انہوں نے گمان کیا کہ یہ شخص ہمارے گودام سے کھجوریں نکال نکال کھاتا رہا ہے۔ انہوں نے اسے خوب مارا پیٹا۔ لیکن سبزی فروش نے جب انہ

سمجھایا کہ وہ ادھار لے کر کھجوریں کھاتا رہا ہے اور اب جب تم نے اسے معاوضہ دیا ہے تو ان کھجوروں کی قیمت ادا کر رہا ہے۔ تب ان تاجروں نے اس کی بڑی عزت بڑی تکریم کی۔

یہاں تک کہنے کے بعد اورخان تھوڑی دیر کے لئے رکا۔ پھر وہ دوبارہ بولا اور کہنے لگا۔ طیان! پھر ایسا ہوا کہ وہ شخص بیمار پڑ گیا اور ایک شاہراہ پر لیٹ گیا۔ اس شاہراہ کے قریب ایک بستی تھی۔ اس بستی کا ایک شخص جو بیلوں پر باربرداری کا کام کیا کرتا تھا۔ اس کی آنکھیں بہت سرخ تھیں۔ بستی کے لوگ اسے اس کی آنکھوں کی وجہ سے کرمتیہ کہتے تھے۔ کرمتیہ اصل میں اس شخص کو کہتے تھے جس کی آنکھیں سرخ ہوں۔ وہ سرخ آنکھوں والا شخص اس خورزستانی کو اٹھا کر اپنے گھر لے گیا۔ اس کی تیمارداری کی اور وہ ٹھیک ہو گیا۔ بس اسی سرخ آنکھوں والے کی نسبت سے اس خورزستانی کو کرمتیہ کہا جانے لگا اور یہی کرملیہ آگے چل کر بگڑ بگڑ کر قرامطہ میں ڈھل گیا۔

اب وہ خورزستانی جو اب تک ایک گمنام کی حیثیت سے زندگی بسر کر رہا تھا قرامطی کے نام سے مشہور ہوا۔ اس نے لوگوں سے کہنا شروع کر دیا کہ وہ ہمارے رسولؐ کے ایک امام کی طرف دعوت دے گا۔ لوگ بڑے بے چین تھے کہ دیکھیں وہ کس کی طرف دعوت دیتا ہے۔ پھر اس نے بیماری سے صحت یاب ہونے کے بعد اپنی تبلیغ کا کام زور و شور سے شروع کر دیا۔ جو کوئی بھی اس کے مذہب میں داخل ہوتا اس سے ایک دینار لیتا اور دینار دینے والے یہ لوگ سمجھتے کہ شاید یہ دینار وہ اپنے اس امام کے لئے حاصل کر رہا ہے جس کی طرف وہ دعوت دے گا۔ اسی حالت میں وہ آس پاس کے گاؤں میں دعوت دیتا رہا اور لوگ بڑی تیزی سے اس کی دعوت کو قبول کرتے رہے۔

پھر اس قرامطی نے جب دیکھا کہ بے شمار لوگ اس کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے ہیں تو اس نے اپنے بارے میں نقیب بنائے جن کو یہ حکم دیا کہ لوگوں کو اپنے دین کی دعوت دیں۔ اس لئے کہ مسلمانوں کے دین کے علاوہ اس نے ایک نئے دین کی ابتداء کر دی تھی۔ اس نے مسلمانوں کے طریقہ عبادت میں بھی تبدیلیاں کر کے

اور بہت سے عوامل میں تبدیلیاں کر دی تھیں۔ وہ اپنے ان نقیبوں سے کہتا کہ تم لوگ ایسے ہی ہو جیسا عیسیٰ ابن مریم کے حواری۔ اس نے چونکہ لوگوں کے لئے عبادت کے طریقے خوب لمبے چوڑے کر دیئے تھے لہٰذا علاقے کے کاشتکار اس کے حلقہ ارادت میں جب شامل ہوئے تو انہیں عبادت سے فرصت ہی نہ ملتی لہٰذا وہ کاشتکاری سے غافل ہو گئے۔ وہ علاقہ ایک شخص حسین کی جائیداد تھی۔ جب لوگوں نے کاشتکاری بند کر دی اور آمدنی میں کچھ نہ رہا تو وہ حسین ان بستیوں کی طرف آیا اور زمین کی پیداوار میں کمی ہونے کی وجہ لوگوں سے دریافت کی۔

اس شخص کو بتایا گیا کہ ایک اجنبی ان لوگوں کے پاس آیا۔ ایک طریقہ دین کا ظاہر کیا جس پر عمل کر کے انہیں کاشتکاری کے لئے فرصت ہی نہیں ملتی۔ اس پر حسین بڑا برہم ہوا اور اپنے لوگوں کو اس نے قرامطی کی تلاش میں بھجوایا۔ وہ قرامطی انہیں مل گیا اور اسے گرفتار کر کے حسین کے سامنے پیش کیا۔ حسین نے قسم کھائی کہ میں اس شخص کو قتل کر دوں گا' اس لئے کہ یہ مسلمانوں کے اندر فتنہ و فساد برپا کر رہا ہے۔ پھر حسین نے اس قرامطی کو ایک کوٹھری میں بند کر دیا۔ دروازے پر ایک قفل لگا دیا اور اس کی کنجی اپنے بستر کے تکیئے کے نیچے رکھ دی اور خود شراب میں مشغول ہو گیا۔

حسین کی لونڈی نے یہ ساری گفتگو سن لی۔ اسے اس قرامطی پر ترس آیا۔ حسین جب سو گیا تو اس نے تکیئے کے نیچے سے کنجی نکالی۔ کمرے کا دروازہ کھول کر قرامطی کو بھاگ جانے کا موقع فراہم کیا اور دروازہ پہلے کی طرح مقفل کر دیا۔ اور کنجی پھر اپنی جگہ پر رکھ دی۔

حسین صبح کو جب اٹھا تو کنجی لے کر جب اس نے دروازہ کھولا تو قرامطی کو اندر نہ پایا۔ یہ خبر دور و نزدیک پھیل گئی تو اس علاقے کے باشندے ایک نئے فتنے میں مبتلا ہو گئے اور وہ یہ خیال کرنے لگے کہ قرامطی کو آسمان پر اٹھا لیا گیا ہے۔ اور کوئی بھی طاقت اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

لیکن کچھ ہی دنوں بعد قرامطی ایک دوسرے مقام پر ظاہر ہوا۔ اس کے ساتھیوں کی ایک جماعت اس سے ملی اور پوچھا کہ تم حسین کی قید سے کیسے فرار ہوئے۔ اس نے کہا کہ کوئی شخص میرے ساتھ براء نہیں کر سکتا اور نہ اس پر قادر ہو سکتا ہے۔ اس بیان سے لوگوں کی نگاہوں میں اس کی عزت اور بڑھ گئی۔ بہر حال وہ شخص چونکہ جھوٹا' فریبی اور مکار تھا اور جانتا تھا کہ اگر اسی علاقے میں اس نے قیام کئے رکھا تو حکام اسے گرفتار کر کے قتل کر دیں گے۔ لہٰذا اپنی جان کے خوف سے وہ ارض شام کی طرف بھاگ گیا۔

اورخان بولا۔ میں زیادہ تفصیل میں نہیں جاؤں گا کیونکہ ان کے حالات بہت لمبے ہیں۔ میں مختصر تم سے یہ کہوں گا کہ اس قرامطی کے ماننے والوں نے بڑی تیزی سے پھیلنا شروع کر دیا اور انہوں نے بحرین کے علاوہ اور بہت سے علاقوں پر بھی قبضہ کر لیا۔ مصر کی حکومت بھی ان کی ہمنوا ہو گئی۔ اور اس گروہ نے عالم اسلام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔ پھر مختلف حکمران ان پر حملہ آور ہوئے اور انہیں زوال ہوا۔ ایسے میں ایک شخص حسن بن صباح اٹھا۔ حسن بن صباح خراسان کے شہر طوس میں پیدا ہوا۔ اس نے مشہور سلجوقی سلطان ملک شاہ کے وزیر نظام الملک طوسی کے ساتھ تعلیم حاصل کی۔ اور ایک طرح سے وہ اس کا ہم استاد تھا۔ نظام الملک طوسی نے ہی اس حسن بن صباح کو سلجوقی سلطان ملک شاہ کے سامنے پیش کیا اور اسے سلطان ملک شاہ کا معتمد خاص مقرر کرا دیا۔

لیکن چونکہ یہ حسن بن صباح بہت ہی بد سرشت تھا وہ اس فکر میں لگا رہا کہ کسی طرح نظام الملک طوسی کو بادشاہ کی نظروں سے گرا کر خود اس عہدے پر فائز ہو جائے لیکن اس کی ان شرارتوں اور ان حرکتوں کی اطلاع حکمران طبقے کو ہو گئی لہٰذا اپنی حرکتوں کی وجہ سے حسن بن صباح کو سلجوقیوں کے دربار سے نکل بھاگنا پڑا۔ یہاں سے نکل کر وہ اصفہان پہنچا لیکن اس کی بدقسمتی کہ کچھ عرصے بعد اسے اصفہان کو بھی خیرباد کہنا پڑا۔ پھر وہ رشیہ کی طرف گیا۔

ریشہ شہر پہنچ کر حسن بن صباح کو معلوم ہوا کہ اسمعیلی مذہب کا داعی الکبیر یہیں رہتا ہے جو اسمعیلی مذہب کی تبلیغ اور اشاعت کے لئے مبلغ ملازم رکھتا ہے۔ چنانچہ س نے داعی الکبیر سے مل کر درخواست کی کہ اسے بھی کوئی خدمت اسمعیلی مذہب کے مقرر کی جائے۔

داعی الکبیر نے اسے ملازم رکھ لیا اور کچھ عرصہ بعد اسے مصر بھیجا جہاں پر اس وقت مسلمانوں کے ایک گروہ عبیدیوں کی سلطنت تھی۔ جو بظاہر اسمٰعیلی تھے مگر درپردہ وہ قرامطی اور باطنی تھے۔

حسن کی مصر میں بہت قدر و منزلت کی گئی لیکن کچھ عرصہ بعد وہ مصر میں ایک سازش میں ملوث پایا گیا جس کی بناء پر اسے قلعہ دمیاط میں بند کر دیا گیا۔

اتفاق سے اسی روز قلعہ کا ایک نہایت مضبوط برج گر پڑا۔ لوگوں نے اس واقعہ کو حسن کے باطنی تصرف پر معمول کیا۔ اس پر حاکم قلعہ نے برہم ہو کر حسن بن صباح کو قلعے سے نکال کر چند عیسائیوں کے ہمراہ جہاز پر بٹھا دیا اور افریقہ کی طرف بھیج دیا۔ جہاز سے اتر کر وہ حلب، بغداد، خوزستان سے ہوتا ہوا اصفہان پہنچا اور ان تمام علاقوں میں اسماعیلی مذہب کی دعوت دیتا رہا۔

اصفہان آنے کے بعد حسن بن صباح نے اپنے چند لوگ اس غرض سے ایک قلعہ (الموت) بھجوائے کہ اس کے گردو نواح میں اسماعیلی مذہب کو فروغ دیا جائے۔ چنانچہ اسماعیلی مناد قلعہ الموت کے چاروں طرف نہایت زبردست طریقے سے اپنے مذہب کا پرچار کرنے لگے۔

خود حسن بن صباح قلعہ الموت کے قریب قیام کر کے لوگوں کے دلوں میں اپنی ریاکارانہ زہد و تقویٰ کا سکہ جماتا رہا۔ چنانچہ ہزار ہا آدمیوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ جب اس کے مریدین کی تعداد زیادہ ہو گئی تو اس نے حیلے حجت، مکر و فریب سے کام لیتے ہوئے قلعہ الموت اور اس کے آس پاس کے قزوین نام کے سارے علاقے پر قبضہ کر لیا۔

قزوین میں بڑے استقلال کے ساتھ حسن بن صباح نے اپنے خیالات کی تبلیغ شروع کی۔ اس صوبے کے بہت سے لوگ کچھ اپنی رضا مندی اور کچھ جبراً" اور قہراً" اس کے مذہب میں داخل ہو گئے اور مذہب کی آڑ ہی آڑ میں تمام صوبہ اور اس سے ملحقہ کوہستانی سلسلے میں حسن بن صباح کی حکومت بن گئی۔

اب حسن بن صباح پر ہر وقت یہ دھن سوار تھی کہ کسی طرح وہ سلجوقی سلطان ملک شاہ کے وزیر اور اپنے دوست نظام الملک طوسی کا قلع قمع کر دے جس کی وجہ

سے اسے سلجوقیوں کے دربار سے نکلنا پڑا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ یہ بھی سوچتا تھا کہ اتنے بڑے اور زبردست حریفوں کا مقابلہ کوئی آسان نہیں۔ چنانچہ اس نے بہت سوچ بچار کے بعد ایک ترکیب سوچی۔

اس نے جانبازوں کی ایک جماعت تیار کی اور ان کے لوح دل پر یہ بات مرتسم کرا دی کہ شیخ الجبل یعنی حسن بن صباح تمام دنیا کا مالک اور دار و دنیا میں سب سے بڑا آقا ہے۔

اس تعلیم اور تلقین کے علاوہ اس نے ایک ایسی تدبیر کی جس کی وجہ سے اس جماعت کو جاں نثاری کا فرض ادا کرنا آسان تھا۔ اس نے قلعہ الموت کے ارد گرد خوبصورت مرغزاروں اور جاں بخش نزہت گاہوں میں نہایت خوبصورت محل، برج اور کوشکیں تعمیر کرائیں۔ عالی شان محلاتی پاکیزگی اور خوشنمائی، باغوں اور مرغزاروں کی نزہت و تر و تازگی دیکھنے والے کے دل پر جادو کا اثر کرتی تھی۔

ان محلوں کے بیچ و بیچ جنت کے نام سے ایک خوش نما باغ بنوایا جس میں وہ تمام سامان مہیا کیے جو انسان کے لئے موجب تفریح اور کشش ہو سکتے ہیں۔ مثلاً" اس میں اس نے ہر قسم کے میوہ دار درخت، پھول، چینی کے خوبصورت ظروف، بلوری اور نقرئی سامان اور بیش قیمت فرش و فروش۔ یونان کے اسباب تعیشات۔ یہاں تک پر تکلف سامان خورد و نوش اور رقص و سرور کے علاوہ نغمہ و چنگ کے اسباب تعیشات بھی مہیا کیے۔

اس جنت کی دیواروں پر نقش و نگار کا نہایت نازک کام بنوایا۔ نلوں کے ذریعے محلات میں پانی، دودھ، شراب شہد جاتا تھا۔ تمام تکلفات کے علاوہ دل بہلانے کے اس نے اپنی اس جنت میں انتہائی خوبصورت کم سن لڑکیاں بھی جمع کیں۔ ان مہوش اچھوتی لڑکیوں کی سادگی وضع اور ان کے حسن و جمال کی دلربائی معاً" دیکھنے والے کو یہ یقین دلاتی تھی کہ یہ عالم اسفلی کے سوا کسی اور ہی عالم کے نورانی پیکر ہیں۔

اس بارے میں کوشش یہ کی گئی کہ داخلے کے بعد زائرین کے دل پر فرحت و انبساط کا ایک ایسا شیریں اثر پیدا کیا جائے کہ وہ اس فرحت اور مسرت کو دنیاوی نہیں بلکہ اخروی یقین کرے۔

اصل میں حسن بن صباح نے اپنے مریدوں کو تین جماعتوں میں تقسیم کیا۔ ایک تو داعی اور مناد تھے۔ جو دور دراز ممالک میں خفیہ لوگوں کو مذہب کی دعوت دیتے تھے۔ دوسرے رفیق جن کو حسن کا معتمد علیہ ہونے کی عزت حاصل تھی۔ تیسرا گروہ فدائیوں کا تھا جن کے لئے یہ جنت بنائی گئی تھی۔ ابن صباح علاقہ طالقسان اور رودبار وغیرہ کے خوبصورت تندرست اور قوی ہیکل نوجوان جو سادہ لوح ہوتے ان میں ہر بیان کے باور کرنے اور جلد ایمان لانے کی صلاحیت نظر آئی۔ فدائیوں کی جماعت میں بھرتی کیا۔

وہ حسن کے ہر حکم کو بلا عذر آنکھیں بند کر کے تعمیل کرتے تھے۔ بھنگ جسے حشیش کہتے ہیں شاید ان ایام میں غیر معمولی چیز تھی۔ اور غالباً" حسن بن صباح ہی وہ پہلا شخص ہے جس نے اپنی دانشمندی سے بھنگ سے وہ کام لیا جو اس سے پہلے شاید کسی نے نہ لیا ہو گا۔

جب فدائی سپاہی امیدواری کا دور ختم کر لیتا تو حسن اسے بھنگ کے اثر سے بے ہوش کر کے جنت میں بھجوا دیتا جہاں وہ خوبصورت لڑکیوں' جنہیں حوریں کہہ کر پکارا جاتا تھا ان کی گود میں آنکھ کھولتا اور اپنے آپ کو ایسے عالم میں پاتا جہاں کی خوشیاں اور مسرتیں شاید بڑے بڑے شاہان عالم کو بھی نصیب نہ ہوتی تھیں۔

یہاں وہ انواع و اقسام کی نزہت گاہوں کی سیر کرتا۔ اچھوتی خوبصورت دلکش لڑکیوں اور حوروں کے حسن سے آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتا۔ ان مہوشوں کے جھرمٹ میں بیٹھ کر ارغوانی شراب کے جام اڑاتا۔ اعلیٰ سے اعلیٰ غذائیں اور بہترین قسم کے میوے کھاتا اور ہر طرح کے تعیشات میں محو رہتا۔

ہفتہ عشرہ کے بعد جب ان محبت شعار لڑکیوں کی الفت کا اثر اس کے دل پر ا
گہرا پڑ لیتا کہ پھر مدت العمر کبھی مٹ نہ سکتا تب وہی خوبصورت لڑکیاں بھنگ کا جام
کر اسے شیخ الجبل یعنی حسن بن صباح کے پاس بھجوا دیتیں۔ جہاں وہ اپنے آپ
حسن بن صباح کے قدموں میں پڑا دیکھتا۔ اور جنت کے چند روزہ قیام کی یاد اس
سخت بے چین کر دیتی۔

اس صورت حال سے حسن بن صباح خوب فائدہ اٹھاتا۔ وہ ان جوانوں کو دوبا

جنت میں بھیجنے کی امید دلاتا اور کہتا کہ جنت کے دائمی قیام کی لازمی شرط جاں سپاری اور فدا کاری ہے۔ چنانچہ وہ حسن کے احکام کی تعمیل میں کسی طرح کوتاہی نہ کر سکتا تھا۔ جب حسن کو کسی دشمن کا قتل کرانا مقصود ہوتا تو فدائی نوجوان کو حکم دیتا کہ جا فلاں شخص کو قتل کر کے قتل ہو جا۔ مرنے کے بعد فرشتے تجھے اسی جنت میں پہنچا دیں گے جہاں اس سے پہلے تو چند روز رہا ہے۔

یہی وہ خطرناک لوگ ہیں جن سے خون آشامی کا کام لیا جاتا ہے۔ ان لوگوں کو جس کے قتل کا اشارہ ہوتا ہے وہاں روپ بھر کے جاتے ہیں۔ رسائی اور آشنائی پیدا کرتے ہیں۔ اس کے معتمد علیہ بنتے اور موقع پاتے ہی اس کا کام تمام کر دیتے ہیں۔ لیکن یہی وہ فدائی جن کی وجہ سے دنیا بھر کے امراء اور سلاطین حسن بن صباح کا نام سنتے ہی کانپتے تھے۔

ان فدائین کو بلی کا گوشت کھلایا جاتا ہے کہ بلی غضب کے وقت آپے میں نہیں رہتی اور اپنے مخالف پر سخت بے جگری کے ساتھ مقابلہ کرتی ہے۔ جب حسن بن صباح نے صوبہ قزوین میں خوب طاقت اور قوت حاصل کر لی۔ تب سلجوقی بادشاہ ملک شاہ نے اس کی سرکوبی کے لئے اپنے وزیر نظام الملک طوسی کو روانہ کیا۔

حسن بن صباح نے اندازہ لگا لیا کہ وہ طاقت اور قوت میں نظام الملک طوسی کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ لہٰذا اس نے اپنے ایک فدائی کو نظام الملک طوسی پر حملہ آور ہونے اور اسے قتل کرنے پر مامور کیا۔ یہ فدائی اپنی ایک عرضداشت پیش کرنے کے بہانے نظام الملک طوسی کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسے قتل کر دیا۔ نظام الملک طوسی کے قتل ہونے کے بعد اس کا لشکر لڑے بغیر واپس چلا گیا۔ اس طرح حسن بن صباح نے صرف ایک فدائی کو کام میں لاتے ہوئے پورے لشکر کو واپس جانے پر مجبور کر دیا تھا۔

حسن بن صباح نے نوے سال کی عمر میں انتیس سال تک قلعہ الموت پر نہایت کامیاب حکومت کرنے کے بعد انتقال کیا۔ حسن بن صباح کا فرقہ ایک طرح سے آخری مسلم آزار فرقہ ہے۔ جس سے عالم اسلام کو سابقہ پڑا۔ اس فرقے کے بہت سے نام ہیں۔ اسے قرامطی بھی کہتے ہیں۔ اسے اسماعیلی بھی کہتے ہیں اور اسے فدائیہ

بھی کہتے ہیں۔ اسے حشاشین بھی کہتے ہیں۔ اسے صابیہ بھی کہتے ہیں۔ اسے ملاحد
کہتے ہیں کیونکہ یہ چھپ کر حملہ کرنے میں بڑے ماہر تھے لہٰذا اسے باطنیہ بھی کہہ
پکارا جاتا ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد اورخان دم لینے کو رکا۔ تھوڑی دیر بڑی غور سے ا
نے طیان کی طرف دیکھا۔ اس نے اندازہ لگایا کہ طیان غور اور بڑے انہماک سے ا
کی گفتگو سن رہی تھی۔ لہٰذا اس نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے پھر کہنا شرو
کیا۔

طیان! اس حسن بن صباح کے مرنے کے بعد اس کے شاگردوں میں سے ای
شخص جس کا نام کیا بزرگ تھا قلعہ الموت کا حاکم اور حسن بن صباح کا جانشین مق
ہوا۔ کیا بزرگ کے بعد اس کا بیٹا محمد بن کیا بزرگ قلعہ الموت کا حاکم بنا۔ اس ک
بعد اس کا بیٹا حسن بن محمد اس کے بعد اس کا بیٹا محمد ثانی بن حسن قلعہ الموت کا حا
بنا اور اب ان دنوں ایک شخص جلال الدین قلعہ الموت کا حاکم ہے۔ اسے شیخ الجا
بھی کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ یہ انتہائی خطرناک اور انتہائی عیار لوگ ہیں۔

سنو طیان! تمہیں اٹھانے والے بھی قلعہ الموت کے فدائی ہی تھے۔ وہ تمہیں
لے جا کر یا تو اپنے شیخ الجبل اور امام جلال الدین کے حرم میں داخل کرتے یا یہ
تمہیں اپنے قلعہ الموت کی جنت میں رکھتے جہاں تم سے وہ اپنے فدائین کے دل
بہلانے کا کام لیتے۔ اس پر طیان نے بڑی نفرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

یہ تو بڑا غلیظ اور بڑا ہی گھناؤنا گروہ ہے۔ کیا مسلمان اسی طرح کے ہوتے ہیں
اور کیا مسلمان ایسے ہی پست اور ذلالت کے کام کرتے ہیں۔ اس پر اورخان بولا نہیں
طیان! ایسے نہ کہو۔ ان لوگوں کو ہم مسلمان خیال نہیں کرتے اور نہ ہی ان کے کامو
کی وجہ سے مسلمانوں پر کوئی حرف آتا ہے۔ اس لئے کہ تم نے جو چمڑے کا صاف
ستھرا لباس پہن رکھا ہے اس پر کوئی دھبہ لگ جائے تو اسے داغ دھبے کی وجہ
کپڑے کی قدروقیمت نہیں گرے گی۔ بلکہ وہ دھبہ صاف کر دیا جائے گا اور کپڑا اجلا
ہو جائے گا۔ اس طرح یہ اسماعیلی' یہ باطنی' یہ قرامطی بھی عالم اسلام کے دامن
ایک داغ ہیں جسے اگر صاف کر دیا جائے تو عالم اسلام کا اصل چہرہ لوگوں کے سا

آجاتا ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد اورخان جب خاموش ہو گیا تو طیان تھوڑی دیر تک کچھ
سوچتی رہی پھر اس نے غور سے اورخان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ میں تم سے
تفصیل جان کر ایک طرح سے مطمئن اور خوش ہوئی ہوں۔ پہلے یہ بتاؤ کہ ان لوگوں کو
اسماعیلی کہہ کر کیوں پکارا جاتا ہے۔ میں تم سے پہلے ہی کہہ چکی ہوں کہ میرے نانا
چونکہ اسلام قبول کر چکے ہیں۔ میں اکثر ان کے ہاں رہتی ہوں لہٰذا ان کے پاس اٹھتے
بیٹھتے میں اسلام کے متعلق گفتگو کرتی رہتی ہوں لہٰذا میں مسلمانوں کی تاریخ اور ان
کے عقائد کے متعلق کافی کچھ جانتی ہوں۔ طیان کے اس انکشاف پر اورخان نے ذرا
مسکرا کے اس کی طرف دیکھا پھر وہ کہنے لگا۔

ان کے اسماعیلی کہلانے کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے رسولؐ کی نسل سے ایک امام
جعفر صادق تھے۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ انہوں نے خلاف معمول اپنے بیٹے اسماعیل کو
چھوڑ کر چھوٹے بیٹے امام موسیٰ کاظم کو ولایت کا حق دار قرار دیا۔ اس پر امام جعفر
صادق کے ماننے والے دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ کچھ لوگ ان کے بیٹے اسماعیل کو
ماننے لگے اور وہ اسماعیلی کہلائے۔ بس امام جعفر کے بیٹے اسماعیل ہی کی نسبت سے یہ
لوگ اپنے آپ کو اسماعیلی کہتے ہیں۔

جواب میں طیان شاید مزید کچھ اورخان سے پوچھنا ہی چاہتی تھی کہ اورخان کے
پیچھے بیٹھا ہوا بندر بری طرح چیخنے چلانے اور شور کرنے لگا۔ اس پر اورخان بدک سا
گیا۔ ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے اپنی تلوار بے نیام نکالی اور اپنی ڈھال بھی اس
نے سنبھال لی تھی۔ اورخان کی طرف دیکھتے ہوئے طیان نے بھی فوراً اپنی ڈھال اور
تلوار سنبھال لی تھی۔ پھر طیان نے بڑی فکر مندی سے اورخان کی طرف دیکھتے ہوئے
پوچھا' کیا ہوا؟ کیا کوئی خطرے کی بات ہے؟ تو اورخان بولا

ہاں ضرور کوئی خطرے کی بات ہے۔ میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ یہ بندر
بڑا خوب سدھایا ہوا ہے۔ اس کا یوں چیخنا چلانا اور آہ و زاری کرنا ضروری کسی
خطرے کی علامت ہے۔ اس نے اپنے اطراف میں کچھ دیکھا ہے اسی بناء پر یہ چیخا
چلایا ہے۔ ہو سکتا ہے اطراف میں کچھ لوگ چھپ کر بیٹھے ہوں۔ اور ہم پر حملہ آور

ہونے کی کوشش میں ہوں۔ میرے خیال میں جن اسماعیلیوں کو ہم نے قتل کیا ہے
ان کے کچھ ساتھی اس علاقہ میں ہیں جو ہم پر حملہ آور ہونے کے درپے ہیں۔

اورخان کے اس انکشاف پر حسین اور پر جمال طیان کے چہرے پر ہوائیا
اڑنے لگی تھیں۔ وہ پیلاہٹ پریشانیوں اور انجانے دکھوں کا شکار ہو کر رہ گئی تھی۔
اس نے ٹوٹتی بکھرتی اور ڈوبتی ہوئی آواز میں اورخان کو مخاطب کرکے پوچھا۔ اورخا
میرے محسن اب کیا ہوگا۔ اورخان اسے تسلی دینے کے انداز میں کہنے لگا۔

طیان! اب جب کہ میں تمہارے محافظ' تمہارے پاسبان کی حیثیت سے تمہ
اپنے گھر لے جا رہا ہوں تو چاہے کوئی بھی ہمارا راستہ روکے۔ میں اس سے تم
حفاظت کروں گا۔ تیری آبرو کو ان سے بچاؤں گا اور کسی کو بھی اجازت نہیں دوا
کہ وہ تجھے پکڑ کر قلعہ الموت کے شیخ الجبل جلال الدین کے پاس لے جائے۔ د
طیان! میں ان کے خلاف کیسے حرکت میں آتا ہوں۔ یہ آپ سے آپ جہاں کہیں
چھپے ہیں باہر نکل کر میرا سامنا کریں گے۔ اس کے ساتھ ہی اورخان نے بڑے پیار
انداز میں پہلے تو اس نے اس کی پیٹھ پر بیٹھے ہوئے بندر کو اٹھا کر اپنی گود میں رکا
اس کے منہ پر ہاتھ پھیرا اس کی پیشانی چومی پھر عجیب سے انداز میں انگلیاں اس
اس کے سر پر ماریں جواب میں بندر نے منہ سے غرغراہٹ سی نکالی پھر وہ گھوڑ۔
اگلی ٹانگوں پر سے ہوتے ہوئے نیچے اترا۔ اس کوہستانی سلسلہ کے اندر چلا گیا
گھوڑا بندر کے یوں اترنے سے کچھ بدکا پھر سنبھل گیا۔

جونہی بندر کوہستانی سلسلہ میں داخل ہوا اورخان نے طیان کی طرف ا
ہوئے کہا طیان! تم اپنی ڈھال اپنے سامنے رکھو کہ اگر کوئی ہم پر تیر چلائے تو تم
سے محفوظ رہ سکو۔ اورخان کی اس نصیحت پر عمل کرتے ہوئے طیان نے فورا'
ڈھال اپنے سامنے کرلی۔ دوسری طرف اورخان نے اپنی ڈھال سنبھالی۔ اس کی
پر جو پکڑنے کے لئے دستہ تھا اس میں ایک رسی بندھی ہوئی تھی وہ رسی گ
ڈالتے ہوئے اورخان نے اپنی ڈھال گلے میں لٹکا کر اپنے سامنے کرلی تھی۔ ایک
میں پہلے سے اس نے تلوار تھام رکھی تھی۔ جب کہ دوسرے ہاتھ سے اس۔
گرفت کمان پر کرلی تھی۔ پھر وہ مستعد اور چوکنا سا ہو کر کوہستانی سلسلہ کی

یکھنے لگا تھا۔

اورخان کا سکھایا اور سدھایا ہوا بندر بڑی رازداری سے چھپتا چھپاتا دبے پاؤں
کوہستانی سلسلہ میں داخل ہوا۔ بندر جب اوپر گیا تو اس نے دیکھا کہ کوہستانی سلسلہ
کے اوپر ایک جوان ایک پتھر کی اوٹ میں لیٹا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں کمان اور پشت
پر تیروں سے بھرا ترکش تھا۔ بندر بڑی رازداری سے پتھروں کی اوٹ میں ہوتا ہوا
گھات میں بیٹھے ہوئے اس نوجوان کی طرف گیا اور اس کی پیٹھ پر بری طرح کاٹ
کھایا۔ وہ جوان بدک کر اور بدحواس ہو کر جس چٹان کے پیچھے گھات میں بیٹھا ہوا تھا
فورا" اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کا اٹھنا ہی تھا کہ اورخان حرکت میں آیا تلوار اپنی زین پر
رکھتے ہوئے اس نے اپنی کمان پر بڑی تیزی سے تیر جماتے ہوئے جو تاک کر مارا تو
اس اٹھنے والے کا سینہ اورخان کا تیر چیرتا چلا گیا تھا۔ تیر لگتے ہی وہ نوجوان بری طرح
چیختا چلاتا ہوا چٹان کی اوٹ میں گر کر دم توڑ گیا تھا۔

اس جوان کے چیخ مارنے اور پھر زخمی ہو کر گرنے پر طیان نے توصیفی انداز
میں اورخان کی طرف دیکھا۔ پھر وہ مسکراتے ہوئے کہنے لگی اورخان تم ایک ایسے
جوان ہو جو اپنی زندگی میں پہلے میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ تمہارے لڑنے کا انداز عجیب
اور تمہارا دشمنوں کے خلاف حرکت میں آنے کا طریقہ کار جدا' انوکھا اور نرالا ہے۔

کوہستانی سلسلہ کے اوپر چٹان کے پیچھے گھات میں بیٹھنے والے جوان کا خاتمہ
کرانے کے بعد بندر مزید آگے بڑھا وہ ایک جگہ ایک چٹان کی اوٹ میں رک گیا تھا۔
اس نے دیکھا اس چٹان کے سامنے ایک گہری کھائی تھی جو بائیں طرف سے بند تھی
اور دائیں طرف وہ اس شاہراہ کی طرف کھلتی تھی۔ جو اترار شہر کی طرف جاتی تھی۔
جس پر اورخان اور طیان سفر کر رہے تھے۔ بندر اس چٹان کی اوٹ میں تھوڑی دیر
رک کر جائزہ لیتا رہا پھر وہ پتھروں کی اوٹ میں ہوتا ہوا اس کھائی میں اترتا چلا گیا تھا۔

اس کھائی کے اندر اس وقت چار سوار اپنے گھوڑوں پر مستعد کھڑے تھے۔
شاید وہ باطنی اور اسماعیلی تھے جو اورخان کے ہاتھوں مرنے والے اپنے ساتھیوں کا
انتقام اورخان سے لینا چاہتے تھے شاید وہ اس نیت سے وہاں رکے ہوئے تھے کہ جونہی
اورخان اور طیان اپنے گھوڑوں پہ سوار اس کھائی سے گزر کر آگے بڑھیں وہ اچانک

ان کی پشت کی طرف سے نمودار ہو کر ان پر حملہ آور ہوں اور اورخان کا خاتمہ کر کے
طیان پر دوبارہ قبضہ کرلیں۔

بندر اس کھائی میں نیچے جانے کے بعد حرکت میں آیا اور بڑی تیزی سے اس نے دو سواروں کے گھوڑوں کی پچھلی ٹانگوں کو بری طرح کاٹ کھایا تھا۔ اس کے بعد بھاگ کر ایک بڑی چٹان کی اوٹ میں ہو گیا تھا۔ جونہی اس بندر نے ان گھوڑوں کی ٹانگوں کو کاٹا وہ کچھ اس طرح سیخ پا ہو کر بدکے کہ بھاگتے ہوئے وہ کھائی سے نکل کر شاہراہ پر آگئے تھے۔ اپنے دو ساتھیوں کے اس طرح کھائی سے نکل کر شاہراہ آجانے کی وجہ سے ان کے دوسرے ساتھی بھی وہاں سے نکل کر شاہراہ پر آگئے تھے اس موقع پر اورخان کے چہرے پر خوش کن مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وہ طیان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ طیان! دیکھا' یہ ہیں وہ دشمن جن کی وجہ سے میرے بندر نے شور کیا تھا۔ اور دیکھو میرے بندر نے کیسے ان چاروں کو کھائی سے باہر نکال کر شاہراہ پر لا کھڑا کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اورخان نے جو اپنے اوپر کمبل ڈال رکھا وہ فوراً ہٹا کر اپنے آگے ڈال لیا۔ گلے میں لٹکتی ہوئی ڈھال اس نے سنبھالی اور تلوار پر اپنی گرفت اس نے مضبوط کرلی تھی۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے طیان بھی حرکت میں آئی۔ اپنے جسم کے اوپر برف باری سے بچنے کے لئے جو چرمی چادر ڈال رکھی وہ اس نے اتار کر اورخان کی طرح اپنے سامنے زین پر ڈال لی۔ پھر اس نے بھی تلوار اور ڈھال پر اپنی گرفت مضبوط کرلی تھی۔ اس موقع پر اورخان ان چاروں مخاطب کرکے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ ان چاروں میں سے ایک بولا اور اورخان مخاطب کرنے میں پہل کرتے ہوئے کہنے لگا۔

تو کیا سمجھتا تھا کہ اس شاہراہ پر ہمارے ساتھیوں کا خاتمہ کرنے کے بعد تو لڑکی کو بچانے میں کامیاب ہو جائے گا۔ ہرگز نہیں۔ ہم تو گرداب اجل کے رقص سمندر میں اٹھتے آندھیوں کے قافلوں کی طرح تم پر وارد ہوں گے۔ اور شب بھیدوں بھری خاموشی جیسی ان فضاؤں کے اندر تیرے چہرے کی تحریروں میں جدا کی ساعتیں' اداسیوں کی قوسیں' تیرے جذبوں کی تفسیروں میں قفس کی نشانیاں مسافتوں کی تھکن ڈال کر رکھ دیں گے۔ دیکھ اجنبی جب ہم تم پر پتے اڑاتی اد

بھری پت جھڑ کی رت نوحہ گاتی ہواؤں کی شائیں شائیں کی طرح حملہ آور ہوں گے تو تم پر یوں چھا کر اپنے سامنے زیر کرلیں گے جس طرح دل میں کسک اٹھاتے سیاہ بادلوں کی چھتری' جس طرح دل کے نہاں خانوں میں اتر کر بصارت سے محروم کرتی آندھیاں' اب تیرا ہم چاروں سے بچ کر جانا ناممکن ہے۔ تیرا خاتمہ کرنے کے بعد اس لڑکی کو ایک بار پھر قلعہ الموت کی طرف روانہ ہوں گے۔

جواب میں اورخان کھولتی ہوئی آواز اور غراتے ہوئے لہجہ میں کہنے لگا دیکھو قلعہ الموت کے شیطانوں۔ تمہارے وہ ساتھی جو اسی شاہراہ پر میرے ہاتھوں مر چکے ہیں وہ بھی اسی طرح کی گفتگو کرتے تھے۔ میں جانتا ہوں تم لوگوں کی شریر روحیں تمہارا ضمیر تمہیں تپتی آرزوؤں کے پیچھے بھگاتا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تم وہ لوگ ہو جو چٹکتی کلیوں جیسی لڑکیوں کو کالی راتوں کی زینت کا سامان بناتے ہوئے۔ جو طلسمی پھولوں جیسی دوشیزاؤں کے شباب کی سنہری دھول کو عشرتوں کی آبنائے میں ڈال کر ان کی روح کے برتن خالی کرکے ان میں قطرہ قطرہ غم ٹپکاتے ہو اور ان کے سنہری جسم کو بے آبروئی کے داغ لگا کر ان پر نمک پاشی کرتے ہو۔

اورخان اس سے آگے کچھ نہ کہہ پایا تھا۔ اس لئے کہ دبے پاؤں کوہستانی سلسلے سے اس کا بندر نکلا تھا۔ اور ان سواروں میں سے ایک کے گھوڑے پر جب اس نے بری طرح کاٹا تو گھوڑا بری طرح ہنہناتا ہوا اور اپنی دونوں اگلی ٹانگیں اٹھاتا ہوا سیخ پا ہوا تھا۔ عین اسی لمحہ اورخان نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر آگے بڑھایا پھر وہ ان پر سفاک لمحوں کی اندھی یورش' خارزار ازل اور واہموں کے ہجوم کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اورخان کے پیچھے پیچھے طیان نے بھی اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور وہ بھی وحشت کے موسم' غموں کے بھنور اور رسوائیوں کے اندھیروں کی طرح راہ روکنے والے ان قلعہ الموت کے فدائیوں پر حملہ آور ہو گئی تھی۔

قلعہ الموت کے وہ سوار اپنے ایک ساتھی کے گھوڑے کے سیخ پا ہونے پر ابھی اس کی طرف متوجہ تھے کہ اورخان اور طیان ان پر حملہ آور ہو گئے۔ اپنے پہلے ہی حملہ میں وہ اورخان نے دو کی گردنیں کاٹ کر رکھ دی تھیں۔ اتنی دیر تک طیان بھی

ان میں سے ایک کا خاتمہ کرنے کے بعد اس کی طرف بڑھی تھی جس کا گھوڑا بیخ پا
تھا اور وہ سامنے کی طرف سے اس پر اپنی تلوار برسانے لگی تھی کہ اتنی دیر میں پڑ
کی طرف سے اورخان بھی حملہ آور ہوا۔ اور اس چوتھے اور آخری فدائی کی گر
بھی اس نے کاٹ کر رکھ دی تھی۔

پھر اورخان اپنے گھوڑے سے نیچے اترا۔ ان چاروں کی لاشوں کو باری با
اور جلدی جلدی گھسیٹ کر اس نے دائیں ہاتھ بہنے والی ندی میں پھینک دیا جب
چاروں کے گھوڑوں کو مار مار کر اس نے شاہراہ کی مخالف سمت بھگا دیا۔

اس کام سے فارغ ہونے کے بعد اورخان جب طیان کے پاس آیا تو طیا
تھوڑی دیر تک اسے بڑے توصیفی انداز میں دیکھتی رہی پھر وہ اپنی نہایت شیریں،
اور مٹھاس بھری آواز میں اورخان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

اورخان جہاں تک میں نے اندازہ لگایا ہے تم بے خطر اڑان رکھنے وا
خواہشوں کے پرندوں جیسے منچلے، قدیم عکس کو نئی آیتوں میں بدل دینے والے سو
سنگ حصار کو توڑ کر قلب و جگر میں خنجر کی مانند چھا جانے والے نڈر، موت کے منہ
اجل کی بارگاہ جیسے بے خوف ہو۔ بہاروں کے مخصوص لمحوں میں چاہتوں کے سفیر
طرح اپنے اخلاص کے تراشوں اور چاہتوں کے سرور سے تشنہ کامی کی سوچوں
رفاقت میں، رفاقت کو حقیقت میں، حقیقت کو محبت، محبت کو عمیق چاہت اور چاہ
کو عقیدت اور عقیدت کو حقیقت، حقیقت کو محبت اور چاہت کی انوکھی ترنگ م
بدل دینے کا فن خوب جانتے ہو۔

اپنے دشمن پر لمحوں کے اندر حملہ آور ہو کر تم اسے عرصہ خواب میں نقش
آب، کھلتے رازوں میں واہموں کی سیاہی اور دشت بے گیاہ میں لکھی درد کی ہجر کہانی
کی طرح بنا دینے کی صناعی بھی جانتے ہو۔ تم ایسے نوجوان ہو جو ظلمت کدوں کو آنگ
کلیوں، جسموں کے آسوب کو پھولوں کے خواب نگر اور زمانے بھر کی وحشتوں کو
تھل برکھا رت میں بدل سکتے ہو۔

دیکھ اورخان! تم میرے ان الفاظ سے یہ اندازہ لگا رہے ہو گے کہ میں تمہ
خوش کرنے کے لئے تمہاری تعریف کر رہی ہوں لیکن قسم نیلے جاودانی آسمان کی

ں حقیقت بیانی سے کام لے رہی ہوں۔ میں نے جو کچھ تمہاری ذات میں دیکھا ہے
ی کا اظہار کر رہی ہوں۔ اور ہاں میں تم سے یہ بھی کہوں کہ اگر میری منگنی نہ ہو
ی ہوتی تو میں دنیا میں اپنے لئے اگر کسی مرد کو شوہر کی حیثیت سے پسند کرتی تو وہ
یقیناً" تم ہوتے۔

طیان کے یہ الفاظ سن کر اورخان تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا پھر وہ کہنے لگا۔
یان! تمہاری اس تعریف کا شکریہ۔ لیکن اب ہمیں یہاں کھڑے ہو کر وقت ضائع
یں کرنا چاہئے۔ فوراً" یہاں سے کوچ کرنا چاہئے۔ ورنہ زیادہ دیر قیام کی صورت میں
ہاں ہمارے لئے ان گنت مسائل اور خطرات بھی کھڑے ہو سکتے ہیں جواب میں
یان کچھ کہنے ہی والی تھی کہ جس گھاٹی سے وہ راہ روکنے والے باہر نکلے تھے اس میں
سی گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز سنائی دی۔ اس پر اورخان چونک سا پڑا تھا اور اپنی
لوار اور ڈھال اس نے سنبھال لی تھی۔ طیان نے بھی چونکتے ہوئے اپنی ڈھال اور
لوار پر اپنی گرفت مضبوط کر لی تھی۔

پھر دونوں نے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگائی اور جب آگے بڑھایا تو اس گھاٹی کی
یدھ میں انہوں نے دیکھا کہ ایک پتھر کے ساتھ ایک گھوڑا بندھا ہوا تھا۔ اورخان
پنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر گھاٹی میں داخل ہوا۔ اندر جا کر وہ نیچے اترا۔ پتھر سے بندھا
وا گھوڑا اس نے کھولا اس گھوڑے کو باگوں سے پکڑ کر شاہراہ پر آیا۔ پھر وہ طیان کو
خاطب کر کے بولا میرے خیال میں یہ اس جوان کا گھوڑا ہے جو کوہستانی سلسلے کے اوپر
یرے تیر کی زد میں آ کر ہلاک ہو گیا تھا۔ اس گھوڑے کو بھی مار کر اورخان نے
شاہراہ کے مخالف سمت بھگا دیا تھا۔ پھر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ اس کا بندر بھی
ڑی تیزی سے جست لگاتا ہوا اورخان کے پیچھے بیٹھ گیا پھر اورخان اور طیان دونوں
پنے گھوڑوں کو ایڑ لگا کر اتراز شہر کی طرف جانے والی شاہراہ پر مغرب کی سمت جا
رہے تھے۔

سورج دن بھر اپنی ریاضتوں اپنے ہنر کے ثمر پھیلانے کے بعد تاریکیوں کے کاروانوں کے تعاقبوں میں اپنے ہی نقش پا کی جستجو میں مغرب کے برفانی دھندلکوں میں غروب ہو گیا تھا۔ سنسار کی رنگ بھومی میں وقت کی یلغار کے اندر غبار راہ اور سیاہ شامیانوں جیسی تاریکی یکساں' چاروں طرف پھیل گئی تھی۔ برفباری اب بھی جاری تھی۔ سایہ سایہ گھروں پر تیرگی کا راج رقص کرنے لگا تھا۔ بستی بستی قریہ قریہ شب کی قندیلیں روشن ہو گئی تھیں۔

ایسے میں اورخان' طیان کو لے کر اترار شہر کی ایک حویلی کے دروازے پر دستک دے رہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد دروازہ کھلا۔ دروازہ ایک نوجوان نے کھولا تھا۔ اور اورخان کو دیکھتے ہی اس کے چہرے پر بے پایاں مسکراہٹیں نمودار ہوئیں پھر وہ بھاگ کر آگے بڑھا اور اورخان سے لپٹ گیا۔ اس موقع پر اورخان نے طیان کی طرف دیکھتے ہوئے۔ طیان یہ میرا چھوٹا بھائی قبیل خان ہے۔ پھر اورخان نے اپنے چھوٹے بھائی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا قبیل میرے بھائی' یہ جو لڑکی تمہارے سامنے کھڑی ہے اس کا نام طیان ہے۔ یہ کیسے اور کس طرح میرے ساتھ آئی یہ آرام سے گھر میں بیٹھ کر تمہیں اور سب کو اپنی داستان سنائے گی۔ اتنی دیر تک ایک اور جوان اور لڑکی بھی بھاگتے ہوئے وہاں آگئے تھے۔ وہ باری باری اورخان کو گلے لگا کر ملے تھے۔ اورخان ایک بار پھر بولا اور طیان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ طیان! یہ نوجوان طفرل خان میرا ماموں زاد ہے اور ساتھ یہ جو لڑکی ہے اس کا نام حرمہ ہے۔ یہ میری ماموں زاد بہن ہے۔ میں ان سب کا ذکر تم سے پہلے ہی کر چکا ہوں۔

اتنی دیر تک قبیل خان اور طفرل خان دونوں آگے بڑھے۔ اورخان اور طیان کے گھوڑوں کی باگیں انہوں نے پکڑ لی تھیں۔ اچانک حرمہ نے سیاہ رنگ کے گھوڑے

کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اورخان میرے بھائی کیا یہ جنگلی گھوڑا ہے جو تم پکڑنے میں کامیاب ہوئے ہو۔ حرمہ کی اس گفتگو پر قبیل خان اور طفرل خان بھی بڑے شوق سے اس گھوڑے کو دیکھنے لگے تھے۔ اورخان بولا۔ ہاں اسی گھوڑے کو پکڑنے کے لئے میں اتنے دن گھر سے باہر رہا ہوں۔ لیکن اب یہ میرے ساتھ مانوس ہو چکا ہے۔ دونوں گھوڑوں کے پیچھے سیاہ رنگ کا جو تم بچھیرا دیکھتے ہو یہ بھی جنگلی ہی ہے۔ اسے بھی پکڑنے میں' میں کامیاب رہا ہوں۔ اتنی دیر تک ڈھلتی ہوئی عمر کا ایک شخص بھی وہاں آیا اور آتے ہی اس نے اورخان کو گلے لگا کر اس کی پیشانی چوم لی تھی۔ ایک بار پھر طیان کی طرف دیکھتے ہوئے اورخان بولا۔ طیان یہ میرے ماموں برہان الدین ہیں۔

قبیل خان اور طفرل خان دونوں گھوڑوں اور بچھیرے کو حویلی کے اصطبل کی طرف لے گئے تھے۔ انہوں نے دونوں گھوڑوں کی زینیں اتار کر اور ان کے آگے پانی رکھنے کے بعد دانہ چارہ ڈال دیا تھا۔ بچھیرے کو بھی انہوں نے گھوڑوں کے قریب ہی باندھ دیا تھا۔ اتنی دیر تک اورخان' برہان الدین' حرمہ اور طیان حویلی کے دیوان خانے میں جا کر بیٹھ گئے تھے۔ قبیل خان اور طفرل خان بھی وہاں آگئے تھے۔ ان کے آنے کے بعد اورخان نے سب سے پہلے گھوڑے اور بچھیرے کو پکڑنے کے حالات پوری تفصیل کے ساتھ سنائے پھر وہ طیان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

طیان اب تم خود اپنی زبان سے اپنے پورے حالات سناؤ کہ کس طرح تم یہاں میرے ساتھ آنے پر مجبور ہوئیں۔ جواب میں طیان نے آہستہ آہستہ اور دھیمی آواز میں اسماعیلیوں کے ہاتھوں اٹھائے جانے اور پھر اورخان کے مدد کرنے اور اپنے گھر لانے کے حالات پوری تفصیل کے ساتھ سنا ڈالے تھے۔ طیان جب خاموش ہوئی تو برہان الدین کہنے لگا۔

اورخان' میرے بیٹے' میرے بچے تم نے اس لڑکی کی مدد کر کے ایک انتہائی نیک اور اہم فریضہ انجام دیا ہے۔ اس کے بعد برہان الدین نے طیان کی طرف دیکھا اور بڑی شفقت سے اسے کہنے لگا۔ طیان اس گھر میں تم ہمارے لئے میری بیٹی حرمہ جیسی ہی ہے۔ تو جب تک چاہے اس گھر میں رہ اس کو اپنا ہی جان اس پر طیان بولی اور کہنے لگی آپ لوگوں کی اس میزبانی پر انتہا درجے کی ممنون ہوں۔ لیکن مجھے بہت

جلد واپس جانا چاہئے۔ اس لئے کہ میرا بھائی اور میرا نانا میرے متعلق انتہا درجے کے پریشان ہوں گے۔ برنباری تھمتے ہی میں یہاں سے کوچ کرنا پسند کروں گی۔ اس پر برہان الدین بولا۔

ایسا ہی ہو گا میری بیٹی۔ جوں ہی برنباری تھمتی ہے اورخان خود تمہیں تمہارے گھر چھوڑ آئے گا۔ جواب میں طیان کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ حویلی کے بیرونی دروازے پر دستک ہوئی۔ اورخان نے اپنے بھائی قبیل خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ قبیل دیکھو کون ہے۔ قبیل خان دیوان خانے سے نکل کر بھاگتا ہوا حویلی کے صدر دروازے کی طرف چلا گیا۔

تھوڑی ہی دیر بعد قبیل خان لوٹا اور اپنے بھائی اورخان کو مخاطب کرکے کہنے لگا۔ حویلی پر دستک دینے والے آپ کے وہ دونوں اسماعیلی دوست ہیں۔ شاید کسی اہم موضوع پر آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر اورخان نے اپنے بھائی قبیل خان کو مخاطب کرکے کہا بھائی تم انہیں اندر لائے ہوتے اور برابر والے کمرے میں بٹھا دیا ہوتا۔ قبیل خان کہنے لگا میں ان سے کہا لیکن وہ بیٹھتے نہیں ہیں۔ وہ اپنے گھوڑوں کی باگیں تھامے صدر دروازے پر ہی کھڑے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم جلدی میں ہیں اور ایک اہم پیغام اورخان کو پہنچانے کے بعد ہم فوراً یہاں سے کوچ کر جانا چاہتے ہیں۔ اورخان اٹھ کر دیوان خانے سے نکل گیا۔

اورخان جب حویلی کے صدر دروازے پر آیا تو اس نے دیکھا دو نوجوان ا گھوڑوں کی باگیں پکڑے کھڑے تھے۔ اورخان آگے بڑھ کر ان دونوں سے گلے ملا شکوہ کرنے کے انداز میں وہ ان دونوں کو مخاطب کرکے کہنے لگا۔ کمال الدین اور قا خان میرے بھائیو۔ تم اس طرح اجنبیوں کی طرح حویلی سے باہر کیوں کھڑے ہو ہو۔ جب میرے بھائی قبیل خان نے تمہیں اندر آنے کو کہا تو تم نے کہا کہ ہم جلد میں ہیں اور لوٹ جانا چاہتے ہیں۔ یہ سن کر ایک نوجوان جس کا نام کمال الدین تھا بو

اورخان! ہمارے بھائی، ہمارے محسن، ہم اس وقت انتہا درجے کی عجلت ا جلدی میں ہیں۔ ہم تمہیں ایک انتہائی اہم پیغام پہنچا کر یہاں سے فوراً کوچ کر چاہتے ہیں۔ ہمارا یہاں زیادہ دیر قیام کرنا خود ہمارے لئے خطرناک ہے۔ اورخان

رازداری سے کہنے لگا کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ جواب میں کمال الدین اورخان کے قریب آیا اور دھیمی آواز میں کہنے لگا۔

اورخان، میرے بھائی۔ تم لوگوں کی سلطنت کے مرکزی شہر خوارزم میں ان دنوں سازشوں کا جال بچھ گیا ہے۔ اس پر اورخان نے چونک کر کمال الدین کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا کھل کر کہو۔ تمہارا اشارہ کن سازشوں کی طرف ہے۔ کمال الدین پھر بولا۔

علاؤالدین خوارزم شاہ کا ماموں غائر خان اور ہر دلعزیز سردار قتلغ خان سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کی ماں ترکان خاتون کے ساتھ مل کر تمہارے دوست اور علاؤالدین خوارزم شاہ کے بڑے بیٹے جلال الدین کے بجائے اس کے چھوٹے اور سوتیلے بھائی ازلاق سلطان کو سلطنت کا ولی عہد بنانے کی سازش کر رہے ہیں۔ اورخان یہ سن کر چونک اٹھا اور پوچھا۔

تمہیں اس بھیانک خبر کا کیسے علم ہوا۔ اس پر کمال الدین بولا ہم اس وقت سیدھے خوارزم سے تمہاری طرف آ رہے ہیں۔ اور یہ خبر تمہیں پہنچانے آئے ہیں کہ اس موقع پر اگر تم جلال الدین سے گفتگو کرکے کچھ کر سکتے ہو تو کر لو۔ ورنہ پانی سر سے گزر جائے گا۔ اوزخان! ہمارے بھائی۔ تم جانتے ہو کہ قتلغ خان جلال الدین کا بدترین دشمن اور مخالف ہے۔ قتلغ خان اور اس جیسے دوسرے سرداروں کے علاوہ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کی ماں ترکان خاتون بھی جانتی ہے کہ جلال الدین یعنی علاؤالدین خوارزم شاہ کا سب سے بڑا بیٹا سب سے زیادہ قابل اور لائق ہے۔ اور سلطان بھی سچے دل سے اس کا معترف ہے۔ اور یہ بھی کہ ہر لحاظ سے جلال الدین ہی سلطان کی جانشینی کا حقدار ہے لیکن قتلغ خان اور بعض دوسرے اراکین سلطنت نہیں چاہتے کہ جلال الدین ایسا مستعد اور سخت گیر آدمی ولی عہد بن کر انہیں من مانی کرنے سے روک دے۔ اس لئے وہ سلطان علاؤالدین کی والدہ ترکان خاتون کے ساتھ مل کر جلال الدین کے بجائے اس کے بھائی ازلاق سلطان کو ولی عہد بنانے کی سازش کر رہے ہیں۔ ترکان خاتون نے بھی ازلاق سلطان کو ولی عہد بنانے کی حامی بھر لی ہے۔ اس لئے کہ ازلاق سلطان کی ماں بھی ترکان خاتون کے قبیلے قپچاق سے تعلق

رکھتی ہے۔ چند دن تک اگر ایسی خاموشی رہی تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ جلال الدین کی جگہ ازلاق سلطان کا ولی عہد ہونے کا اعلان کر دیا جائے گا۔

یہ خبر سننے کے بعد اورخان تھوڑی دیر تک گم سم سا رہا۔ پھر وہ چونکا اور کہنے لگا کمال الدین میں تمہارا اور قاسم خان دونوں بھائیوں کا شکر گزار ہوں کہ تم لوگوں نے مجھے یہ خبر دی۔ میں انشاء اللہ عنقریب خوارزم کی طرف روانہ ہوں گا۔ اور اس سلسلے میں اپنے دوست جلال الدین سے بات کروں گا۔ کیا تم بیٹھو گے نہیں۔ کھانا کھا پھر یہاں سے کوچ کرنا۔ کمال الدین پھر بولا نہیں اورخان ہمارے بھائی' آپ ہمیں اجازت دیں۔ ہم یہاں سے کوچ کریں گے۔ اگر ہم جلدی اور عجلت میں نہ ہوتے تو ضرور آپ کے پاس قیام کرتے۔ اس کے ساتھ ہی کمال الدین اور قاسم خان نے باری باری اورخان سے مصافحہ کیا پھر وہ بڑی تیزی سے اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور انہیں ایڑ لگا کر انہیں ہانکتے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔

اورخان جب واپس دیوان خانے میں آیا تو اس کا ماموں برہان الدین اسے مخاطب کر کے پوچھنے لگا۔ میرے خیال میں تمہارے دوست کمال الدین اور قاسم خان ہوں گے۔ اورخان اپنی نشست پر بیٹھ گیا اور بولا۔ آپ کا اندازہ درست ہے ماموں۔ وہ کمال الدین اور قاسم خان ہی تھے۔ برہان الدین پوچھنے لگا کیا کوئی اہم خبر لے کر آئے تھے۔ جواب میں اورخان بولا۔

ہاں وہ اہم خبر ہی لے کر آئے ہیں۔ وہ کہہ رہے تھے کہ اپنے اس اترار شہر کا حاکم غائر خان اور سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کا ماموں سلطنت خوارزم شاہ کے سردار اور لشکر میں سالار کی سی حیثیت رکھنے والے قتلغ خان کے ساتھ مل کر جلال الدین کے بجائے ازلاق سلطان کو سلطنت کا ولی عہد بنانے کی سازش کر رہے ہیں۔ وہ کہہ رہے تھے کہ غائر خان اور قتلغ خان نے مل کر اس سلسلے میں سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کی والدہ ترکان خاتون کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔ ترکان خاتون بھی ازلاق سلطان کو ولی عہد بنانے پر رضا مند ہو گئی ہے۔ اس لئے ازلاق خاتون کی ماں کا تعلق بھی تپاق قبیلے سے ہے جب کہ ترکان خاتون بھی اسی قبیلے سے تعلق رکھتی ہے۔ اسی تعلق کی بنا پر علاؤالدین خوارزم شاہ سے اس سلسلے میں بات چیت کریں گے۔ اور

جلال الدین کے بجائے ازلاق سلطان کو ولی عہد بنانے کی کوشش کریں گے۔

یہاں تک کہنے کے بعد اورخان تھوڑی دیر کے لئے رکا پھر وہ اپنے ماموں برہان الدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔ ماموں میرا خیال ہے کہ میں طیان کو اس کے گھر چھوڑنے کے بعد وہاں سے سیدھا خوارزم کی طرف نکل جاؤں گا۔ اور اس سلسلے میں جلال الدین سے بات کروں گا۔ ہوسکتا ہے اسے ان سارے حالات اور سازش کی خبر نہ ہو۔ اسے پورے حالات سے آگاہ کروں گا۔ اور ممکن ہے کہ وہ قبل از وقت اطلاع ملنے پر اس اٹھنے والی سازش پر قابو پانے میں کامیاب ہو جائے۔ برہان الدین بولا۔

اورخان! میرے بیٹے' تمہاری تجویز درست ہے۔ میرے خیال میں تم طیان کو اس کے گھر چھوڑنے کے بعد سیدھے خوارزم کی طرف نکل جانا۔ اس سلسلے میں جلال الدین سے بات کرنا۔ مجھے امید ہے کہ اگر اسے بروقت اطلاع کر دی گئی تو وہ اس سازش پر قابو پانے میں کامیاب ہو جائے گا۔ اس موقعہ پر برہان الدین شاید کچھ کہتا کہ طیان بولی اور اورخان کو مخاطب کر کے پوچھنے لگی۔

اورخان میرے محسن اس موقع پر تم اگر محسوس نہ کرو تو میں بھی تم سے کچھ پوچھوں۔ جواب میں اورخان مسکراتے ہوئے کہنے لگا ہاں پوچھو تم کیا پوچھنا چاہتی ہو۔ طیان کہنے لگی۔ راستے میں اسماعیلیوں کے حالات سناتے ہوئے تم نے مجھے بتایا تھا کہ یہ انتہائی خطرناک قسم کے لوگ ہیں اور مسلم اور غیر مسلم کا قتل کرنے میں کوئی تمیز نہیں رکھتے۔ پھر تم نے ان اسماعیلیوں کو کیسے دوست بنا رکھا ہے۔ اورخان نے جواب میں ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا پھر وہ بولا۔

تمہارا سوال بڑا درست ہے طیان۔ یہ جو دو اسماعیلی جن کے نام میرے ماموں نے کمال الدین اور قاسم خان بتائے ہیں۔ یہ بے شک اسماعیلی ہیں اور اسماعیلیوں کے امام شیخ جلال الدین کے بہترین جاسوس اور فدائی خیال کئے جاتے ہیں۔ فدائین میں یہ سب سے اعلیٰ درجہ رکھتے ہیں۔ اور ان دنوں ان کے ذمے صرف جلال الدین کے حق میں اطراف و اکناف کے حکمرانوں کے خلاف جاسوسی کرنا ہے۔ یہ میرے دوست کچھ اس طرح بنے کہ ایک موقع پر ان دونوں کی زندگی خطرے میں پڑ گئی تھی۔ کچھ

لوگ ان پر حملہ آور ہوئے تھے اور ان دونوں کے قتل کے در پے تھے۔ لیکن میں آڑے آگیا اور ان دونوں کی جان بچائی بس تب سے یہ میرے ممنون ہیں۔ مجھے اپنا محسن خیال کرتے ہیں۔ اور ہر وہ خبر جس میں میری بہتری ہو مجھے پہنچاتے ہیں اور ہر وہ اقدام جس میں میرے نقصان کا خطرہ ہو اس سے مجھے پہلے ہی آگاہ کر دیتے ہیں۔ اورخان کا یہ جواب سن کر طیان مطمئن اور پر سکون ہو گئی تھی۔

تھوڑی دیر تک وہ خاموش رہی پھر دوبارہ پوچھنے لگی اور یہ جو آپ لوگ جلال الدین اور اس کے بھائی ازلاق سلطان سے متعلق ولی عہد کی سازش کئے جانے کی گفتگو کر رہے ہیں کیا اس سے متعلق بھی میرے لئے آپ لوگ کچھ روشنی ڈالیں گے۔ اس پر اورخان پھر بولا۔

طیان۔ تمہارے لئے اتنا جاننا کافی ہے کہ ہمارے سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے پانچ بیٹے ہیں۔ سب سے بڑے بیٹے کا نام جلال الدین ہے۔ یہ انتہائی قابل' بڑا لائق' جراتمند' دلیر اور شجاع ہے۔ اس کے علاوہ دیگر چار بیٹوں کے نام' ازلاق سلطان' آق سلطان' غیاث الدین' اور رکن الدین ہیں۔ انصاف سے دیکھا جائے تو ولی عہد جلال الدین کو ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ وہ قابلیت اور دانشمندی کی بناء پر بھی ولی عہد ہونے کا حق دار ہے۔ اس کے علاوہ سب سے بڑا بیٹا ہونے کی وجہ سے بھی اسی کو ولی عہد بنانا چاہئے۔ لیکن کچھ سردار جن میں اس اترار شہر کا حاکم غائر خان بھی شامل ہے جو سلطان علاؤالدین کا ماموں اور ترکان خاتون کا بھائی ہے وہ سلطان علاؤالدین کی ماں ترکان خاتون کے ساتھ مل کر جلال الدین کے بجائے ازلاق سلطان کو ولی عہد بنانے کی سازش کر رہے ہیں۔ اس لئے کہ ازلاق سلطان کی ماں کا تعلق بھی اسی قبیلے سے ہے جس قبیلے سے سلطان علاؤالدین کی ماں ترکان خاتون کا تعلق ہے۔ بس میں تمہیں تمہارے گھر چھوڑنے کے بعد سیدھا خوارزم جاؤں گا۔ اور جلال الدین کو اس سازش سے آگاہ کروں گا۔

اورخان جب خاموش ہوا تو حرمہ تیز نگاہوں سے اورخان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ اورخان میرے بھائی تم میری بہن طیان کو ایک بات جان بوجھ کر شاید نہیں بتا رہے۔ اس پر طیان چونک کر حرمہ کی طرف دیکھنے لگی۔ پھر بولی وہ کون سی بات ہے؟

میری بہن۔ حرمہ چہکتے ہوئے بولی۔ وہ یہ کہ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کی ایک بیٹی ہے جس کا نام خان سلطان ہے۔ سلطان کی بیٹیوں میں جلال الدین کی طرح وہ سب سے زیادہ خوبصورت' سب سے زیادہ دانش مند' سب سے زیادہ عقلمند اور ذہین ہے۔ اس کی منگنی میرے بھائی اورخان سے ہو چکی ہے اسی بناء پر میرا بھائی اورخان خوارزم میں اٹھنے والی اس سازش سے متعلق زیادہ فکر مند ہے۔ اس لئے کہ شہزادی خان سلطان اور جلال الدین دونوں ہی بہن بھائی ایک طبیعت اور ایک ہی مزاج کے مالک ہیں۔ اس پر طیان نے شکووں بھری آواز میں اورخان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

اورخان جس وقت تم نے مجھے اپنے گھریلو حالات سے متعلق تفصیل بتائی تھی اس وقت تم نے شہزادی خان سلطان کا تو کوئی ذکر نہیں کیا تھا۔ حالانکہ میں نے تمہیں اپنے متعلق تفصیل بتاتے ہوئے بتا دیا تھا کہ میری منگنی چنگیزخان کے بہترین سالار جبی نویان کے بھائی اونان سے ہو چکی ہے۔ تمہیں بھی مجھے تفصیل کے ساتھ شہزادی خان سلطان کے متعلق بتانا چاہئے تھا۔ اس میں چھپانے کی کیا ضرورت ہے۔ اورخان بولا۔

یہ کوئی اتنی اہمیت کی بات نہیں تھی۔ اسی بناء پر میں نے تم سے کوئی ذکر نہیں کیا۔ بہر حال شہزادی خان سلطان سے میری نسبت طے ہے اور یہ نسبت خود سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے طے کی ہے۔ اس لئے کہ وہ خود اور ان کا بڑا بیٹا جلال الدین مجھے پسند کرتے ہیں۔ اورخان جب خاموش ہوا تو برہان الدین حرمہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

حرمہ بیٹی! تم اٹھ کر کھانا تیار کرو دیکھو اندھیرا ہو چکا ہے۔ بھائیوں کو بھوک لگی ہو گی۔ اس پر حرمہ اپنی جگہ سے فورا" اٹھ کھڑی ہوئی۔ طیان بھی کھڑی ہو گئی اور حرمہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ میں بھی تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔ حرمہ اس پر رضا مند ہو گئی۔ لہٰذا حرمہ اور طیان دونوں دیوان خانے سے نکل کر مطبخ کی طرف چلی گئیں۔ جب کہ اورخان' برہان الدین' قبیل خان اور طفول خان وہیں بیٹھ کر آپس میں گفتگو کرنے لگے تھے۔ دو روز بعد جب برفباری تھم گئی تو اورخان طیان کو لے کر اس کی بستی کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

اورخان اور طیان ایک روز کوہستان آلائی اور کوہستان تھان شیان کے درمیان تگان نام کی ایک بستی میں داخل ہوئے۔ طیان کے پیچھے پیچھے اورخان ایک حویلی میں داخل ہوا۔ دونوں آگے پیچھے اپنے اپنے گھوڑوں کی باگیں پکڑے ہوئے جس حویلی میں داخل ہوئے تھے اس کا دروازہ پہلے ہی کھلا ہوا تھا۔ جوں ہی دونوں اس حویلی کے صحن میں آئے ایک کمرے سے ایک بوڑھا نکلا۔ اس بوڑھے نے جب طیان کو دیکھا تو وہ شور کرنے لگا۔ بلداق بلداق میرے بیٹے بھاگ کر آؤ دیکھو تو کون آیا ہے۔ اس بوڑھے کے اس طرح پکارنے پر ایک نوجوان اس کے پیچھے پیچھے ایک باریش شخص بھی بھاگتے ہوئے صحن میں آ گئے تھے۔ طیان نے ایک دم اپنے گھوڑے کی پیٹھ چھوڑی پھروہ بھاگ کر پکارنے والے بوڑھے سے بغلگیر ہو گئی۔

اورخان صحن میں ایک جگہ رک گیا تھا۔ حویلی کے اندرونی حصے سے نکلنے والے تینوں اشخاص کو لے کر طیان اورخان کے قریب آئی پھروہ اورخان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ اورخان یہ جن سے میں گلے لگ کر ملی ہوں یہ میرے نانا بلکوت ہیں۔ یہ نوجوان جو تم میرے ساتھ دیکھ رہے ہو میرا بڑا بھائی بلداق ہے۔ اور یہ جو باریش شخص ہیں یہ میرے نانا کے استاد نظام الدین ہیں۔ وہ مسلم راہنما جن کے ہاتھوں میرے نانا نے اسلام قبول کیا۔ پھر طیان' بلکوت' بلداق اور نظام الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگی یہ آپ کے سامنے کھڑا ایک مسلم جوان ہے۔ اس کا نام اورخان ہے۔ اس نے میری جان اور عزت بچائی ہے۔ جواب میں بلکوت' نظام الدین اور بلداق نے آگے بڑھ کر بڑی خوش مزاجی سے اورخان کے ساتھ مصافحہ کیا۔ پھر طیان کا نانا بلکوت طیان کو مخاطب کر کے پوچھنے لگا۔

بیٹی ہم لوگ گزشتہ کئی دن سے فکر مند ہو رہے تھے۔ تو کہاں چلی گئی تھی۔

جواب میں طیان کہنے لگی نانا آئیں پہلے دیوان خانے میں بیٹھتے ہیں۔ پھر میں آپ کو تفصیل کے ساتھ بتاتی ہوں۔ کہ مجھ پر کیا گزری۔ بلداق پہلے حرکت میں آیا۔ اس نے دونوں گھوڑوں کو لے کر اصطبل میں باندھ دیا۔ سب دیوان خانے میں بیٹھ گئے تھے۔ اس کے بعد طیان نے بڑی تفصیل کے ساتھ اپنی بستی کے باہر سے اسماعیلیوں کے ہاتھوں اغوا ہونے' اسے ان کے قلعہ الموت کی طرف لے جانے' راستے میں اورخان کے مدد کرنے' پھر اپنے گھر لے جانے' تک سارے حالات تفصیل کے ساتھ سنا ڈالے تھے۔

اس موقعہ پر طیان کے بھائی بلداق نے سراہنے کے سے انداز میں اورخان کی طرف دیکھا اور وہ کچھ کہنا بھی چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی اس کا نانا بلکوت بول پڑا اور اورخان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اورخان' ہمارے محسن' ہمارے مہربان' ہم جس قدر تمہارا شکریہ ادا کریں وہ کم ہے کہ تم نے ہماری بیٹی کی عزت و آبرو بچائی۔ میں تیرے جیسے مسلم نوجوان کو سلام پیش کرتا ہوں کہ تو میری بیٹی کی جان اور عزت بچا کر اپنے گھر لے گیا اور اسے بحفاظت ہم تک پہنچایا۔ یہاں تک کہنے کے بعد بلکوت جب خاموش ہوا تو اس بار طیان کا بھائی بلداق بولا۔

دیکھ ہمارے مہربان' ہمارے محسن' میں اور میرا نانا طیان کے لئے بڑے پریشان اور فکر مند تھے۔ تم نے میری بہن کی مدد کر کے ہم پر ایسا احسان کیا ہے جسے ہم اتار نہیں سکتے۔ میں ایک بار پھر تیرا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ تو میری بہن کے کام آیا۔ اس موقع پر اورخان اٹھ کھڑا ہوا اور پھر وہ بلکوت اور بلداق کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ طیان کی عزت آبرو اور اس کی جان میں نے اپنا فرض سمجھ کر بچائی تھی۔ آپ لوگوں کو اس سلسلے میں میرا مزید شکریہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب آپ لوگ مجھے اجازت دیجئے میں رخصت ہوں گا۔ یہ سن کر طیان کا نانا بلکوت اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ نہیں بیٹے یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ تم اتنی جلدی اجنبیوں کی طرح اس گھر سے کیسے اور کیوں کر رخصت ہو سکتے ہو۔ اورخان بولا

راستے میں میرے اور طیان کے درمیان یہ طے پایا تھا کہ میں یہاں زیادہ دیر

نہیں رکوں گا۔ اور طیان نے بھی میرے ساتھ یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ زیادہ رکنے پر ا
نہیں کرے گی۔ وہ جانتی ہے کہ میرا ابھی اور اسی وقت یہاں سے کوچ کرنا اور و
جانا انتہائی ضروری اور اہم ہے۔ اس پر بوڑھے بلکوت نے احتجاجی نگاہوں سے
نواسی طیان کی طرف دیکھا۔ جواب میں طیان بولی

نانا اورخان ٹھیک کہتا ہے۔ معاملہ ہی اس کے ساتھ کچھ ایسا پیش آرہا ہے
اسے یہاں سے عجلت میں روانہ ہونا پڑ رہا ہے۔ اس لئے کہ اسے ایک انتہائی اہ
کی ادائیگی کے لئے خوارزم شہر کی طرف جانا ہے۔ نانا آپ اسے زور دے ک
روکیں۔ جس کام کے لئے اس نے جانا ہے اس میں اس کی ہی نہیں اور بہت
لوگوں کی بہتری ہے۔ یہ سن کر بلکوت ہار ماننے کے سے انداز میں بولا۔

طیان میری بیٹی اگر تو کہتی ہے تو میں اسے روکنے پر اصرار نہیں کروں گا۔
تو یہ سمجھتی ہے کہ اس کا یہاں سے جانا انتہائی ضروری ہے تو پھر میں اس کی راہ
روکوں گا۔ بلکوت کا جواب سن کر اورخان اور طیان دونوں خوش ہو گئے۔ پھر
اپنی جگہ سے اٹھی اورخان کو مخاطب کرکے کہنے لگی۔

اورخان یہاں سے رخصت ہوتے وقت مجھ سے ایک وعدہ کرو۔ ہوسکتا
عنقریب میری شادی ہو۔ شاید ہم دونوں بہن بھائیوں کی شادی اکٹھی ہی ہو۔ لہٰذا
ہم دونوں بہن بھائیوں کی شادی ہوگی تو میں ایک قاصد کو تمہاری طرف روانہ ک
گی۔ وعدہ کرو کہ تم اپنے سارے اہل خانہ کو ساتھ لے کر میری اور میرے بھا
شادی میں شرکت کرو گے۔ اورخان بولا۔ طیان جب وہ وقت آئے گا تو میں
مایوس نہیں کروں گا۔ لیکن اس وقت آپ لوگ مجھے اجازت دیں۔ یہ کہہ کر وا
کھڑا ہوا۔

بلداق بھی فوراً" حرکت میں آیا اور دونوں گھوڑوں کو وہ اصطبل سے
لایا۔ اس موقع پر اورخان بلداق کو مخاطب کرکے بولا۔ بلداق یہ تم دوسرا گھوڑا
لے آئے ہو۔ بلداق بولا یقیناً" یہ گھوڑا آپ لوگوں نے ہی طیان کو مہیا کیا ہوگا۔
یہ آپ کی ملکیت ہے۔ اسے آپ کو واپس لے جانا چاہئے۔ اورخان یہ سن کر
تبسم میں کہنے لگا۔ بلداق جس وقت طیان میری حویلی سے رخصت ہو رہی تھی

ـ میرے ماموں جن کا نام برہان الدین ہے اسے اپنے اصطبل میں لے گئے تھے اور
ں سے کہا تھا کہ بیٹی یہاں سے جو گھوڑا تم پسند کرتی ہو لے لو۔ اس نے میرے ذاتی
ڑوں میں سے سفید رنگ کا گھوڑا پسند کیا۔ یہ میرا سدھایا ہوا گھوڑا ہے۔ پہلے
ے پاس ایک یہ سفید اور ایک سرخ اب میرے پاس تین ہیں۔ تیسرا یہ جو اس
ے تمہارے سامنے سیاہ رنگ کا کھڑا ہے۔ یہی گھوڑا تھا جو میں نے اترار شہر کے
ی کوہستانی سلسلے سے پکڑا تھا۔ اب یہ سفید رنگ کا گھوڑا طیان ہی کے پاس رہے
۔ کیونکہ اس گھوڑے کو میرے ماموں نے طیان کو تحفہ میں دے دیا تھا۔ اس کے
تھ ہی اورخان نے آگے بڑھ کر سیاہ رنگ کے اس جنگلی گھوڑے کی باگ پکڑ لی۔
ں کے بعد اس نے باری باری بلکوت' بلداق' اور نظام الدین سے مصافحہ کیا اور
ـ الوداعی سی نگاہ اس نے طیان پر ڈالی۔ گھوڑے کو لے کر وہ حویلی سے نکلا۔ اس
سوار ہو کر وہ وہاں سے رخصت ہو گیا۔

○

ایک روز صبح ہی صبح اورخان خوارزم شہر کی قصر شاہی کے سامنے نمودار ہوا۔
نک قصر شاہی کا ایک غلام قصر کے صدر دروازے کی طرف سے بھاگتا ہوا اورخان
پاس آیا۔ اورخان کو اس نے بڑی ارادتمندی سے سلام کیا۔ پھر اس کے گھوڑے
باگ پکڑتے ہوئے کہنے لگا۔ محترم و عزیز اورخان آپ کب اور کس وقت خوارزم
میں داخل ہوئے۔ اورخان اپنے گھوڑے سے اتر کھڑا ہوا اور غلام سے مصافحہ
تے ہوئے کہنے لگا۔ میں ابھی ابھی آیا ہوں اور ایک انتہائی اہم کام کے سلسلے میں
دہ جلال الدین سے ملنا چاہتا ہوں۔ اس پر وہ غلام بولا۔ میں آپ کے گھوڑے کو
بل میں باندھتا ہوں۔ پھر آپ کو شاہی مہمان خانے میں بٹھا کر جلال الدین کو آپ
آنے کی اطلاع کرتا ہوں۔ اورخان چپ چاپ اس غلام کے پیچھے ہو لیا۔

اس غلام نے اورخان کے گھوڑے کو اصطبل میں باندھ دیا۔ اورخان کو اس
شاہی مہمان خانے میں بٹھایا اور خود وہاں سے نکل گیا۔

جس کمرے میں اورخان بیٹھا تھا تھوڑی ہی دیر بعد اس کمرے میں اورخان کی

منسوبہ اور خوارزم کی شہزادی خان سلطان داخل ہوئی۔ جس کمرے میں اورخا
ہوا تھا اس کمرے کے دروازے پر رک گئی اور اورخان کو دیکھنے لگی۔ اس کی نگ
لمحے دروازے کی طرف تھی۔

شہزادی خان سلطان تھوڑی دیر تک دروازے کے پاس کھڑی رہی او
محویت' بڑے رجحان سے وہ اورخان کی طرف دیکھتی رہی۔ اس کے لب میگوں
انوکھی مسکراہٹ' اس کے رخ گلمگوں پر اک نادیدہ خوشی بکھری ہوئی تھی
قامت میں وہ خرمہ کے شیریں شجر جیسی دراز قد۔ محبت کے سپنوں' لعل بدخشاں
خوبصورت ہرے بید کی شاخ جیسی نازک خوشبوئے عروساں' طلسمات کی دنیا جیسی
خنداں اور اپنی ذات میں وہ چشم ساحر کی سی سحرانگیزی رکھتی تھی۔

شہزادی خان سلطان تھوڑی دیر تک اس کمرے کے دروازے پر کھڑی
اورخان کو دیکھتی رہی پھر اپنی مترنم اور شیریں آواز میں بولتے ہوئے کہا۔ کیا میں
آسکتی ہوں۔ خان سلطان کی آواز سنتے ہی اورخان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ جو
اس نے خان سلطان کی طرف دیکھا اور اسے دیکھتے ہی اس کے چہرے پر
مسکراہٹ بکھر گئی۔ پھر اس نے محبت بھری آواز میں کہا۔ خان سلطان تمہیں
کمرے میں مجھ سے اجازت لے کر آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ خان سلطان
ہوئی آگے بڑھی اور اورخان کے سامنے آکر بیٹھ گئی۔

تھوڑی دیر تک کمرے میں خاموشی رہی۔ اس کے بعد خان سلطان اور
مخاطب کرکے پوچھنے لگی۔ اورخان آپ کب خوارزم شہر میں داخل ہوئے۔ ا
بولا۔ میں ابھی ابھی آیا ہوں۔ لیکن تمہیں میرے آنے کی خبر کیسے ہوئی۔ یہ
خان سلطان مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔ آپ خوارزم شہر یا شاہی قصر میں داخ
اور مجھے خبر نہ ہو کہ آپ آئے ہیں۔ جس غلام نے آپ کا گھوڑا اصطبل میں
اور آپ کو اس کمرے میں بٹھایا اس نے مجھے اطلاع کی تھی کہ آپ قصر شا
داخل ہوئے ہیں۔ اور ابھی جلال الدین سے کسی اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہ
لہٰذا میں سب کچھ چھوڑ کر آپ سے ملنے کے لئے اس طرف آگئی۔

شہزادی خان سلطان کی اس گفتگو کے جواب میں اورخان کچھ کہنے ہی وا

وہ جلال الدین کمرے میں داخل ہوا۔ اسے دیکھتے ہی اورخان اپنی جگہ سے اٹھا۔
تیزی سے آگے بڑھا۔ اتنی دیر تک جلال الدین نے بھی اپنے بازو پھیلا دیئے
اورخان بھاگ کر جلال الدین سے لپٹ گیا۔

دونوں علیحدہ ہوئے۔ پھر دونوں ہی شہزادی خان سلطان کے سامنے بیٹھ گئے۔
کے بعد شہزادہ جلال الدین اورخان کو مخاطب کرکے بولا۔ اورخان جو غلام مجھے
گیا تھا اس نے مجھے اطلاع کی تھی کہ تم کسی انتہائی اہم کام کے موضوع پر
ساتھ گفتگو کرنا چاہتے ہو۔ اورخان تھوڑی دیر تک سوچتا رہا پھر جلال الدین کو
ب کرکے بولا۔

جلال الدین میرے بھائی میں واقعی ایک انتہائی اہم موضوع پر آپ سے گفتگو
نے کے لئے آیا ہوں۔ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ سردار قتلغ خان اترار کے حاکم غائر
کے ساتھ مل کر آپ کے بجائے آپ کے بھائی ازلاق سلطان کو ولی عہد بنانے کی
ن کر رہا ہے۔ اور اس سازش میں آپ کے والد محترم کی والدہ محترمہ ترکان
ن بھی شامل ہیں۔ میں آپ سے بس یہی کہنے آیا ہوں کہ اس سازش سے آگاہ
ں اور سازشیوں کو ایسا کرنے میں کامیاب نہ ہونے دیں۔ اورخان کے اس
اف پر جلال الدین تھوڑی دیر تک اپنی گردن جھکائے کچھ سوچتا رہا پھر وہ اپنے
پر زبان پھیرتے کہنے لگا۔ اورخان میرے عزیز تمہارے اس طرح فکرمندی سے
، اور یہ اطلاع دینے پر میں تمہارا بے حد شکرگزار اور ممنون ہوں۔ لیکن اس
ن کی مجھے پہلے سے اطلاع ہے۔ اور یوں جانو کہ یہ سازش اب مکمل ہو چکی ہے۔
پر اورخان بڑی فکرمندی سے جلال الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ مکمل
انے سے جلال الدین تمہارا کیا مطلب ہے۔ جلال الدین کہنے لگا۔ مطلب یہ کہ
ے والد محترم سلطان علاؤالدین نے میرے بجائے میرے سوتیلے بھائی ازلاق سلطان
ل عہد مقرر کر دیا ہے۔ اورخان نے احتجاجی لہجے میں کہا۔ اور آپ نے ایسا آسانی
ہو جانے دیا۔ جلال الدین دھیمے لہجے میں کہنے لگا۔

اورخان! میں ان بیٹوں میں سے نہیں ہوں جو ماں باپ کے خلاف بغاوت کر
ہیں۔ میں ان بیٹوں میں سے نہیں ہوں جو تخت و تاج کی خاطر اپنے والد یا

بھائیوں سے ٹکرا جاتے ہیں۔ گو میں جانتا ہوں کہ یہ میرے خلاف ایک سازش
اور اس سازش میں میری دادی ترکان خاتون کے علاوہ سردار قتلغ خان اور
والد سلطان علاؤالدین کا ماموں اترار شہر کا حاکم غائر خان شامل ہیں لیکن پھر بھی
والد کے احترام میں اورخان میں اپنی زبان بند رکھوں گا۔ میں نے عہد کر رکھا
جس طرح میں اپنے والد اور اپنی دادی کا احترام اس حادثے سے پہلے کیا کرتا
ہی احترام اور ویسی ہی عزت میں ازلاق سلطان کے ولی عہد مقرر کئے جانے
بھی کروں گا۔ اورخان میں ولی عہدی حاصل کرنے کی خاطر اپنے باپ کے
بغاوت نہیں کرسکتا۔ اپنے بھائیوں کے خلاف جنگ کی طرح نہیں ڈال سکتا۔

جلال الدین کے اس جواب پر اورخان تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر
رغبت، بڑے لگاؤ سے جلال الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ جلال الدین
بھائی تم واقعی بڑے عظیم ہو۔ تم واقعی سلطان علاؤالدین کے سب سے اعلیٰ
اور سب سے دانشور بیٹے کہلائے جانے کے حقدار ہو۔ میرے خیال میں جب
سازش مکمل ہو چکی ہے تو میں ابھی یہاں سے رخصت ہونا پسند کروں گا۔

اورخان کے اس فیصلے پر جلال الدین کے ہونٹوں پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ
ہوئی۔ وہ کہنے لگا۔ نہیں اورخان۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ تم اس محل میں کوئی
نہیں ہو۔ تم میری بہن سلطان خان کے منسوب ہو۔ جو اس وقت تمہارے
بیٹھی ہوئی ہے۔ اس سے پوچھو کیا یہ تمہیں ابھی اور اسی وقت رخصت ہو
گی۔ اورخان نے غور سے خان سلطان کی طرف دیکھا۔ اس موقع پر خان سلط
باریک سرخ لبوں پر دھیمی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر اس نے نفی میں
دیا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اورخان کو رخصت ہونے کی اجازت نہیں دے
دیکھ کر جلال الدین مسکراتے ہوئے بولا۔ تمہارا کیا خیال ہے۔

اورخان مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ اب تو مجھے رکنا ہی پڑے گا۔ جلال
اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ تم دونوں یہاں بیٹھ کر باتیں کرو، میں تمہارے
کھانے کا انتظام کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر جلال الدین وہاں سے چلا گیا۔ اورخان
سلطان دونوں ایک ساتھ بیٹھ کر باہم گفتگو کرنے لگے تھے۔ دو روز تک خوار

رخان نے قیام کیا اور تیسرے روز وہ وہاں سے اترار شہر کی طرف کوچ کر رہا تھا۔

صحرائے گوبی میں چنگیزخان اپنے محل نما خیمے میں بیٹھا ہوا تھا اور اس کے چاروں بیٹے' جوجی' چغتائی' اوغدائی اور تولوئی بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر ت اسی خیمے میں چنگیزخان کے بہترین جرنیل سوبدائی خان' جبی نویان اور چارمغان دا ہوئے۔ چنگیزخان کے سامنے اس کے بیٹوں کے روبرو بیٹھ گئے تھے۔ ان تی سالاروں کے آنے کے بعد اور بہت سے سالار بھی خیمے میں داخل ہوئے اور دا بائیں لگی نشستوں پر بیٹھ گئے تھے۔ جب سب لوگ اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے ت چنگیزخان بولا اور اپنے ان سارے سالاروں اور بیٹوں کو مخاطب کرکے کہنے لگا۔

سنو' میرے سالارو اور میرے بیٹو! نیلا جاودانی آسمان گواہ ہے کہ میں نے لوگوں کو آج ایک انتہائی اہم مسئلہ حل کرنے کے لئے طلب کیا ہے۔ تم لوگ جا ہو گے کہ ماضی قریب میں بغداد کے خلیفہ کے علاوہ اور بہت سے حکمرانوں کے قا میرے پاس آتے رہے ہیں اور مجھے اس بات کی اطلاع دیتے رہے ہیں کہ مسلما کے سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے بڑی قوت' بڑی طاقت اور اعلیٰ پائے کی عسک فوقیت حاصل کر لی ہے۔ انھوں نے مجھے یہ بھی تنبیہہ دی تھی کہ آس پاس سارے علاقوں اور ریاستوں کو اپنا زیر اور مغلوب کرنے کے بعد یہ خوارزم شاہ کس کسی روز مغلوں پر حملہ آور ہو گا لہٰذا مغلوں کو چاہیے کہ پہلے ہی علاؤالدین خوار شاہ پر حملہ آور ہو کر اس کی طاقت اور قوت کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیں۔ لیکن میں اس پر عمل نہیں کیا۔ کسی بھی قاصد کی ترغیب کو زیر غور نہیں لایا۔ اب مزید قا بغداد کے خلیفہ کی طرف سے گزشتہ دن میرے پاس آئے تھے انھوں نے مجھے ترغیب دی ہے کہ علاؤالدین خوارزم شاہ ایسی قوت حاصل کر چکا ہے کہ وہ کسی وقت صحرائے گوبی کا رخ کرکے ہماری تباہی کا باعث بن سکتا ہے۔ خلیفہ بغداد کے قاصدوں نے مجھے اطلاع دی تھی کہ علاؤالدین خوارزم شاہ کی سلطنت کی شمالی سرحدیں ہماری جنوبی سرحدوں کے ساتھ آن ملی ہیں۔ اس کے علاوہ اب تک اس علاؤالدین خوارزم شاہ نے اپنی سلطنت کو بڑی تیزی سے پھیلایا ہے۔

اپنے مرکزی شہر سے نکل کر اس علاؤالدین خوارم شاہ نے تبریز اور تاکان کو زیر کیا۔ ازفر اور بجستان کو مغلوب کیا پھر اس کی طاقت اور قوت ایسی پھیلی کہ اس نے مکران' خراسان تک کی سرزمینوں کو روند ڈالا اس کے بعد ماوراالنہر کو اس نے فتح کر لیا۔ اس کے بعد بھی یہ سلطان چین سے نہیں بیٹھا۔ بلکہ یہ غزنی فیروز کوہ۔ شاش۔ فرغانہ اسان اور کاشان شہروں پر حملہ آور ہوا۔ ہر شہر کی اس نے اینٹ سے اینٹ بجائی اور اسے اپنی سلطنت میں شامل کرلیا۔

سنو' میرے ذی عزت سالارو! خلیفہ بغداد کے قاصدوں نے مجھے یہ بھی اطلاع دی ہے کہ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کی شمالی سرحدیں چینی ترکستان تک اور جنوب میں سلطنت قلات تک پھیل چکی ہیں۔ بڑے بڑے اور تجارت کے مرکز شہر اس کی سلطنت میں شامل ہو چکے ہیں۔ جو بھی قاصد میری طرف آتے ہیں وہ سلطان علاؤالدین کی بہادری' اس کی جرات مندی' اس کی دلیری اور اس کے نڈر ہونے کی تعریف کرتے ہیں۔ لہٰذا میں نہیں چاہتا کہ ایسے دلیر اور جراتمند سلطان کے ساتھ ٹکرایا جائے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس سے تجارتی لین دین کرکے اس کا قرب حاصل کیا جائے تاکہ آنے والے دنوں میں کبھی ہمارے اور اس کے درمیان ٹکراؤ نہ ہو۔

تجارت کی ابتدا کرنے سے پہلے میں ایک وفد سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کی طرف روانہ کرنا چاہتا ہوں اور اس کی خدمت میں کچھ تحائف بھیجنا چاہتا ہوں تاکہ اگلا قدم اٹھانے سے پہلے اس کا رو عمل دیکھ لیا جائے۔ تمہارا اس سلسلے میں کیا خیال ہے۔ چنگیزخان کے سالاروں اور اس کے بیٹوں نے چنگیزخان کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ لہٰذا یہ طے پایا کہ ایک خیر سگالی وفد سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کی طرف روانہ کیا جائے تاکہ اس سے میل جول ہو اور دونوں سلطنتوں کے تعلقات بہتر بنا کر امن و آتشی کو فروغ دیا جائے۔

اسی فیصلے کے تحت چنگیزخان نے چند ایلچی علاؤالدین خوارزم شاہ کی خدمت

میں ایک خط دے کر روانہ کئے۔ یہ ایلچی سلطان کی خدمت میں حاضر ہوئے چنگیزخا کا خط انہوں نے سلطان کو پیش کیا۔ چنگیزخان نے سلطان کے نام خط میں لکھا تھا۔

میں نے اس قدر وسیع ممالک فتح کر لئے۔ میرے زیر فرمان اس قدر جنگج قبائل ہیں کہ اب مجھے دوسرے ملکوں کو فتح کرنے کی آرزو اور تمنا نہیں ہے۔

اسی طرح تم بھی بہت سے ملکوں پر قابض اور متصرف ہو اور بڑے بادشاہ ہو مناسب یہ ہے کہ ہم دونوں آپس میں محبت اور دوستی کا عہد کریں تا کہ ہر ایک دوسرے کی طرف سے مطمئن رہے اور صلح اور فلاح خلائق میں اطمینان کے سات مصروف ہو جائیں۔

اس خط میں چنگیزخان نے یہ بھی لکھا تھا کہ میں تم کو اپنے بیٹے کی طرح عز سمجھوں گا۔ اس خط کو پڑھ کر سلطان خوارزم شاہ نے بظاہر چنگیزخان کے سفیروں ک بڑی خاطرمدارات کی اور دوستی کا عہد نامہ بھی لکھ دیا۔ مگر خط کے اس آخری لفظ بی بیٹے والے فقرے کو اس نے ناپسند کیا اور اپنی تحقیر سمجھا۔ تاہم دونوں مملکتوں م عہد نامہ ہو گیا اور دونوں ملکوں کے درمیان تجارت کی آزادی کو تسلیم کر لیا گیا۔

جب یہ معاہدہ ہو چکا تو سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے چنگیزخان کے وفد ک اراکین کو اپنے دربار میں طلب کیا۔ جب یہ لوگ سلطان علاؤالدین کے سامنے گئے سلطان نے چنگیز خان کے متعلق مختلف سوالات کئے۔ مثلاً یہ کہ چنگیزخان کے لشکر تعداد کس قدر ہے۔ اس کی سلطنت کی حدود کہاں تک پھیلی ہوئی ہیں۔ چنگیزخان اب تک کون کون سی فتوحات حاصل کی ہیں اور یہ کہ اس کے ملک کی اقتصادی حال کیسی ہے۔ جب وفد کے ارکان نے سب سوالوں کے جواب سلطان کو تسلی بخش د تب سلطان ایک بار پھر وفد کے ان ارکان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اب تم لوگ مجھے چنگیزخان کی ذات اور اس کی زندگی سے متعلق بھی تفصیل سے بتاؤ۔ اس پر ایک بولا۔

سلطان محترم! چنگیزخان کا اصل نام تموچین ہے۔ یہ چنگیزخان کیسے بنا اس تفصیل میں آپ سے بعد میں کہتا ہوں۔ چنگیزخان جب بچہ تھا اس نے ایک خوا دیکھا کہ اس کے دونوں ہاتھوں میں تلواریں ہیں۔ جب اس نے اپنے دونوں ہا

مشرق اور مغرب کی طرف پھیلائے تو دونوں ہاتھ کی تلواروں کے سرے افق مشرق اور افق مغرب تک پہنچ گئے۔ یہ خواب اس نے اپنی ماں سے بیان کیا تو اس کی ماں کو یقین ہو گیا کہ اس کا بیٹا مشرق اور مغرب کے تمام لوگوں کو تنبیہہ اور آگاہ کرے گا اور اس کے ہاتھوں سے بڑی خون ریزی ہو گی۔ چنگیزخان کی ماں نے اس کے خواب کی یہ تعبیر اس لئے کی تھی کہ وہ جانتی تھی کہ جب اس کا بیٹا تموچین پیدا ہوا تو اس کے ہاتھوں کی دونوں مٹھیاں بند تھیں اور جب ان کو کھولا گیا تو ان دونوں ہاتھوں میں منجمد خون تھا۔ اس منجمد خون کو دیکھ کر اس وقت سب کی یہی رائے تھی کہ یہ لڑکا بڑا ہو کر خونریزی کا باعث بنے گا۔

سلطان محترم! چنگیزخان کے دربار میں ایک بہت بڑا عابد و زاہد شخص شامل ہوا۔ اس کا نام تب تنگری تھا۔ یہ شخص بڑا قابل تعظیم اور ذی عزت تھا۔ ایک روز یہ تموچین یعنی چنگیزخان کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے ایک سرخ آدمی کو جو سرخ لباس میں سرخ گھوڑے پر سوار تھا دیکھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ تموچین سے جا کر کہدے کہ وہ آج کے بعد اپنا نام تموچین سے تبدیل کر کے چنگیزخان رکھ لے۔ اس لئے کہ اس کائنات کے خالق و مالک کا منشاء یہی ہے۔

اس نے تب تنگری کی بات کو تسلیم کر لیا اور اپنا نام تموچین سے بدل کر چنگیزخان رکھ لیا۔ سلطان محترم! چنگیزخان خوب طویل القامت اور مضبوط جسم کا شخص ہے۔ وہ ہمیشہ لڑائی کے وقت صف اول میں نظر آتا ہے۔ اور جس طرف حملہ آور ہوتا ہے۔ دشمن کی صفوں کو درہم برہم کر کے رکھ دیتا ہے۔ اس کی غیر معمولی فتوحات کا راز اس بات میں مضمر ہے کہ اس کے بیٹے بھی اس کی طرح سپاہیانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ نیز اس نے مغلوں کو آپس میں رکاوٹیں دور کر کے ایک قبیلے میں پرو کر رکھ دیا ہے۔

سلطان محترم! چنگیزخان نے پانچ شادیاں کی ہیں اور اس کی پانچوں بیویاں مختلف قبائل اور مختلف قوموں سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس طرح اس کے سسرالی قبائل بھی اس کو اپنا رشتہ دار سمجھ کر دل سے اس کی خیر خواہی میں مصروف رہتے ہیں۔

چنگیزخان مغلوں کی قوم میں بڑا عقلمند اور دور اندیش خیال کیا جاتا ہے۔ اس کی

وجہ منگولوں کی غیر معروف قوم ساری دنیا میں مشہور ہو گئی ہے۔ اس نے ــ رں کے نہایت اچھے اور پختہ اصول ایجاد اور قائم کیے ہیں۔ وہ اس بات سے واقف ہے کہ منگولوں کی وحشی اور جاہل قوم کو کسی وقت بیکار نہیں چھوڑنا چاہیے۔ ورنہ پھر یہ آپس میں ایک دوسرے سے لڑ بھڑ کر اپنی اور چنگیزخان کی تباہی کا باعث بن جائیں گے۔

چنانچہ انھی خدشات کو سامنے رکھتے ہوئے چنگیزخان نے ایک طرف مغلوں کو اتحاد اور اتفاق کی خوبیاں سمجھانے میں خاص توجہ سے کام لیا۔ دوسری طرف اس نے ایسے آئین و قوانین قائم کئے کہ مغلوں کی فوج کسی وقت بھی بیکار نہ رہے۔ چنانچہ اس نے ایک مجموعہ قوانین مرتب کیا۔ جسے تعزیرات چنگیزی کہا جاتا ہے۔ اپنے اس تعزیرات چنگیزی پر چنگیزخان بڑی سختی سے عمل کرواتا ہے۔

اس ملاقات کے بعد سلطان علاؤالدین نے چنگیزخان کے وفد کے ان اراکین کو واپس جانے کی اجازت دے دی تھی۔ اس کے بعد بھی چند روز تک چنگیزخان کے وفد کے ان ارکان نے خوارزم میں قیام کئے رکھا اور مختلف معلومات اکٹھی کرتے رہے۔ ان کے اس قیام کے دوران خوارزم شہر میں یہ افواہیں اڑنے لگیں کہ بظاہر یہ خیر سگالی وفد ہے لیکن حقیقی طور پر چنگیزخان نے مسلمانوں کی جاسوسی کرنے کے لئے اس وفد کو روانہ کیا ہے۔ بہرحال یہ وفد خوارزم سے رخصت ہوا اور رخصت کے وقت سلطان علاؤالدین نے انہیں تحفے تحائف بھی عطا کئے۔

اس وفد کے ارکان جب صحرائے گوبی میں چنگیزخان کے سامنے گئے تو اس نے سلطان علاؤالدین سے متعلق ویسی ہی معلومات حاصل کیں۔ جیسی سلطان علاؤالدین نے چنگیز خان سے متعلق وفد کے ان ارکان سے حاصل کی تھیں۔ اس موقع پر وفد کے ارکان میں سے ایک نے چنگیزخان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا۔

خان اعظم! خوارزموں کا شہنشاہ علاؤالدین بھی تمہاری طرح ایک خانہ بدوش قوم سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کے آباؤاجداد سلجوق اعظم ملک شاہ کے غلام اور کاسہ بردار رہ چکے تھے۔ اس کے علاوہ شہنشاہ علاؤالدین ایک سچا ترک سپاہی ہے۔ عسکریت اس کی جبلت میں ہے۔ سیاسی نکتوں کی تہہ تک وہ آسانی سے پہنچ جاتا ہے۔ بہرحال

جہاں تک ہم نے اس کے متعلق معلومات حاصل کی ہیں ان کے مطابق اس کے بخل کی بھی کوئی انتہا نہیں ہے۔

اس کے علاوہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ بڑا سفاک اور بڑا ستم گر بھی ہے۔ اور وقتی جذبے کی تسلی کے لئے اپنے ساتھیوں کو اکثر قتل بھی کروا دیتا ہے۔ کہتے ہیں خوارزم شاہ کو ملک گیری کی بھی بڑی ہوس ہے۔ اور وہ خوشامد پسند بھی بہت ہے۔ نمازی کے خطاب سے وہ بہت خوش ہوتا ہے اور اس کے درباری شاعر قصیدوں میں اسے سکندر ثانی کہتے ہیں۔

شہنشاہ خوارزم شاہ کے پاس اس وقت چار لاکھ نبرد آزما فوج ہے۔ اس میں زیادہ تر خوارزمی شامل ہیں۔ دوسرے قبائل مثلاً" سلجوقی اور دیگر قبائل بھی اس کے لشکر میں شامل ہیں۔ وہ جہاں جاتا ہے جنگی ہاتھیوں کی قطار در قطار مسلح جوانوں' اونٹوں اور غلاموں کی صفیں در صفیں اس کے ہمرکاب رہتی ہیں۔

سلطان علاؤالدین کی سلطنت کی پشت پناہ اس کے وہ بڑے بڑے شہر ہیں جو دریاؤں کے کنارے آباد ہیں۔ مثلاً" بخارہ جو اپنی مساجد اور مدرسوں کی وجہ سے دنیائے اسلام کا مرکز ہے۔ سمرقند جو اپنی بلند و بالا دیواروں اور باغوں اور تفریح گاہوں کی وجہ سے مشہور ہے۔ اس کے علاوہ بلخ' ہرات اور خراسان بھی سلطان علاؤالدین کی سلطنت کے قلب خیال کیے جاتے ہیں۔

خان اعظم' سلطان علاؤالدین نے اپنی سلطنت کو اس خدشے کے پیش نظر کہ کہیں اس کے مرنے کے بعد اس کے بیٹوں میں خانہ جنگی نہ شروع ہو جائے چار حصوں میں بانٹ رکھا ہے۔ اگرچہ جلال الدین سب سے بڑا' سب سے دلیر' فہیم اور شجاع بیٹا ہے' ولی عہد کا حق دار بھی وہی ہے لیکن اپنی والدہ اور چند سرداروں کے مشورے پر علاؤالدین نے اپنے دوسرے بیٹے ازلاق کو اپنا ولی عہد مقرر کر رکھا ہے۔ خوارزم' خراسان اور مازندران کے صوبے ولی عہد ازلاق کی سرکردگی میں دیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ غزنی اور وسط سندھ جلال الدین کو دیئے گئے ہیں۔ چونکہ جلال الدین بڑا شجاع' بہادر' دلیر' عاقل اور فہیم ہے اور سلطان علاؤالدین اسے اپنے پاس سے جدا نہیں کرتا لہٰذا جن علاقوں کا جلال الدین کو حاکم مقرر کیا گیا ہے اس پر جلال

الدین کی طرف سے ایک اور سردار ان علاقوں کی نگرانی کرتا ہے۔ جب کہ جلال الدین کو علاؤالدین نے اپنے پاس خوارزم میں رکھا ہوا ہے۔

اپنے تیسرے بیٹے غیاث الدین کو سلطان علاؤالدین نے کرمان، کچھ اور مکران کے علاقے دے رکھے ہیں۔ چوتھے بیٹے رکن الدین کو سارے کوہستانی اضلاع کا حاکم مقرر کیا گیا ہے جب کہ اپنے پانچویں بیٹے آق سلطان کو سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے اپنے پاس خوارزم ہی میں رکھا ہوا ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد خوارزم سے ہو کر آنے والے وفد کا وہ کارکن تھوڑی دیر تک خاموش رہا کچھ سوچا اس کے بعد پھر بولا۔

خان اعظم! خوارزم شہر میں قیام کے دوران ہم نے چند عجیب و غریب باتیں بھی سنیں۔ وہ یہ کہ لوگوں کا کہنا ہے، سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کو چند بزرگوں کی بددعائیں بھی ہیں۔ جس کی وجہ سے مستقبل میں اس کا اگر کسی کے ساتھ ٹکراؤ ہوا تو اسے یقیناً" شکست ہو گی۔ لوگوں کا کہنا تھا کہ جب سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے خلیفہ بغداد کے خلاف لشکر کشی کرنا چاہی تو خلیفہ بغداد نے ایک مشہور و محترم بزرگ شیخ شہاب الدین سہروردی کو خوارزم شاہ کی طرف روانہ کیا تا کہ اسے بغداد پر حملہ آور ہونے سے روکا جائے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی کہتے ہیں کہ بہت بڑے بزرگ اور پہنچے ہوئے ولی تھے۔ انہوں نے خوارزم شاہ کو بہت سمجھایا لیکن خوارزم شاہ نے ان کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ تب شیخ شہاب الدین سہروردی نے وہاں سے ناکام جاتے ہوئے خوارزم شاہ کے حق میں بددعا کی اور کہا الٰہی اس خوارزم شاہ پر ظالموں کو مسلط کر دے۔

اس کے علاوہ لوگ کہتے ہیں کہ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے ایک روز اتفاقاً" حالت بدمستی میں ایک بزرگ شیخ مجدالدین کو قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ چنانچہ اس کے حکم پر انہیں شہید کر دیا گیا۔ اگلے روز جب علاؤالدین خوارزم شاہ کو ہوش آیا تو اپنی اس حرکت پر بڑا پشیمان ہوا اور خون بہا کے لئے ایک دوسرے بزرگ شیخ نجم الدین کی خدمت میں ایک رقم روانہ کی۔ اس بزرگ نے رقم لینے سے انکار کر دیا۔ اور خوارزم شاہ کے حق میں بددعا کی۔ کہتے ہیں ان دونوں بزرگوں کی

بددعائیں خوارزم شاہ کے خلاف ضرور رنگ لا کر رہیں گی۔ چنگیزخان اپنے وفد کے اراکین کی اس اطلاع سے بے حد خوش ہوا۔ پھر انہیں انعام و اکرامات سے نواز کر اپنے پاس سے رخصت کر دیا۔

○

بغداد کی خلافت کو چونکہ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ سے ہروقت خطرہ رہتا تھا کہ وہ کسی وقت بھی حملہ آور ہو کر بغداد کی خلافت کا خاتمہ کر سکتا ہے۔ چنانچہ جب سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ اور چنگیزخان کے درمیان تجارت کا معاہدہ ہوا تو یہ بات خلیفہ بغداد ناصر الدین کو بڑی ناگوار گزری۔ چنانچہ اس نے سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ اور چنگیز خان کے بڑھتے ہوئے تعلقات کو روکنے اور بگاڑنے کا عزم کر لیا تھا۔ یہ کام کرنے کے لئے خلیفہ بغداد نے ایک نرالا اور انوکھا طریقہ اختیار کیا۔

اس نے یہ کام کرنے کے لئے چنگیزخان کی طرف اپنا ایک قاصد بھجوانے کا ارادہ کیا۔ اس قاصد کو چنگیزخان کی طرف جانے کے لئے چونکہ خوارزم شاہ کی حدود میں سے گزرنا تھا لہٰذا خلیفہ بغداد کے حکم سے قاصد کا سر منڈوا کر اس کے سر پر نوک نشتر سے چنگیزخان کے نام پیغام لکھا گیا۔ اور سر پر لکھی اس تحریر میں سرمہ بھر دیا گیا تھا کہ وہ مٹنے نہ پائے۔ یہ قاصد اپنے سر پر لکھا ہوا عجیب و غریب پیغام دے کر بغداد سے چنگیزخان کی طرف روانہ کر دیا گیا۔

خلیفہ بغداد کا یہ ایلچی چنگیزخان کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا سر منڈوا کر چنگیزخان کے سامنے پیش کیا تا کہ اس کے سر پر لکھے ہوئے پیغام کو چنگیزخان پڑھ سکے۔ اس پیغام میں چنگیزخان کو کہا گیا تھا کہ تم سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ پر حملہ کرو۔ اگر تم ایسا کرتے ہو تو اس سلسلے میں تم مجھے اپنا ہمدرد پاؤ گے۔ یہ پیغام پڑھنے کے بعد چنگیزخان نے اس قاصد کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

میں تمہارے پیغام کے مطابق عمل نہیں کر سکتا۔ میں سلطان خوارزم شاہ کے ساتھ اپنے تعلقات کو نہیں بگاڑ سکتا۔ اس لئے کہ میں اس کے ساتھ صلح کا اور تجارتی لین دین کا معاہدہ کر چکا ہوں۔ اس لئے میں اپنے عہد کے خلاف خوارزم شاہ پر

چڑھائی کرتے ہوئے اس سے جنگ کی ابتدا نہیں کرسکتا۔ اس طرح خلیفہ بغداد ہوا قاصد چنگیز خان کے ہاں سے ناکام اور نامراد لوٹ گیا تھا۔

○

اس کے بعد سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کی بدبختی اور بد نصیبی کچھ اس طرح شروع ہوئی۔ کچھ ہی عرصہ بعد چنگیزخان نے تقریباً" چار سو سوداگروں پر مشتمل ایک قافلہ خوارزم شاہ کی طرف روانہ کیا تاکہ سوداگر دونوں سلطنتوں میں مال و دولت کا لین دین کریں۔ اور اس طرح دونوں اطراف کو اس سلسلے میں فائدہ اور نفع ہو۔ جب یہ تجارتی کارواں خوارزم شاہ کے سرحدی شہر اترار پہنچا تو اترار کے حاکم غائر خان جو سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کا ماموں بھی تھا۔ اس نے اس کاروان کو روک لیا۔

اس قافلے کے چار سو اراکین کو روکنے کے بعد غائر خان نے انہیں زندان میں ڈال دیا۔ قافلے والے سوداگروں نے ہرچند غائر خان سے کہا کہ وہ سوداگر ہیں اور صرف تجارت کی غرض سے خوارزم کا رخ کر رہے ہیں لیکن چونکہ ان کے پاس بے شمار قیمتی اشیا اور دوسرا قیمتی سامان تھا جسے دیکھ کر غائر خان کے منہ میں پانی بھر آیا تھا۔ لہٰذا اس نے تہیہ کرلیا تھا کہ اس تجارتی کاروان کے سارے سامان پر قبضہ کر کے رہے گا۔ ان سارے اراکین کو زندان میں ڈالنے کے بعد حاکم اترار غائر خان نے ایک سفیر اپنے بھانجے سلطان علاؤالدین کی خدمت میں روانہ کیا تھا اور اس سفیر کے ذریعے غائر خان نے سلطان علاؤالدین کو کہلا بھیجا تھا۔

چنگیزخان کی طرف سے کچھ جاسوس سوداگروں اور سفیروں کے بھیس میں آئے ہیں۔ میں نے انہیں گرفتار کرلیا ہے۔ ان کی نسبت آپ کا کیا حکم ہے۔

غائر خان کا یہ پیغام ملتے ہی سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے بغیر سوچے سمجھے ان سب کے قتل کا حکم دے دیا۔ چنانچہ جب غائر خان کا سفیر واپس اترار پہنچا تو سلطان علاؤالدین کے فیصلے سے غائر خان کو آگاہ کیا تو غائر خان نے ان سارے کے

سارے چار سو سوداگروں کو موت کے گھاٹ اتار کر ان کے قیمتی مال و متاع پر ق
لیا۔

ان قافلے والوں کے قتل کے دوسرے روز جب کہ اترار کا حاکم غائر خا
کے صدر دروازے کے پاس روز مرہ کے احکامات جاری کر رہا تھا اور خان کا ماموں
اترار شہر کے قلعے کا کماندار برہان الدین آیا اور غائر خان کو مخاطب کرکے کہنے لگا
خان مجھے تھوڑا سا وقت دو۔ علیحدگی میں تمہارے ساتھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ ا
غائر خان نے تھوڑی دیر کے لئے تشویشناک سے انداز میں برہان الدین کی طرف
پھر وہ اس کے ساتھ ہو لیا۔

برہان الدین اسے ایک طرف لے گیا پھر تنبیہہ کرنے کے انداز میں کہ
برہان الدین جس روز تو نے چنگیزخان کے قافلے کے چار سو سوداگروں کو یہاں
کر اپنے سفیر سلطان علاؤالدین کی خدمت میں ان کے متعلق احکامات حاصل
کے لئے بھیجے تھے اس وقت ہی میں نے تم سے کہا تھا کہ قافلے کے ان چار سو ا
کو خوارزم جانے دو اس لئے کہ وہ جاسوس نہیں بلکہ سوداگر ہیں۔

غائر خان تو نے میری ایک بھی بات نہ مانی۔ تجھے چاہئے تو یہ تھا کہ تو ا
خوب عزت افزائی کرتا تا کہ ہماری سلطنت اور چنگیزخان کی سلطنت کے در
تجارتی تعلقات بڑھتے اور دونوں مملکتوں کے درمیان شانتی اور امن و امان کو مز
ملتی لیکن تو نے جو کام کیا ہے اس کی بنا پر میں یہ پیش گوئی کر سکتا ہوں کہ تو۔
چار سو سوداگروں کو قتل کرکے اپنے ان علاقوں کی خونریزی اور خون میں ڈبو کر
ہے۔

غائر خان میں تمہارے سامنے پیش گوئی کرتا ہوں کہ جب چنگیزخان کو ا
سو سوداگروں کے قتل کی خبر ملے گی تو یاد رکھنا وہ ایک بہت بڑا لشکر لے کر ان
کا رخ کرے گا اور ایسی خونریزی، ایسی تاراجی اور ایسی تباہی اور بربادی کا کھیل
جو اس سے پہلے شاید ہی ان علاقوں میں کھیلا گیا ہو۔ اس پر غائر خان بڑی بے

کہنے لگا۔

چنگیزخان ہمارا کیا بگاڑ لے گا۔ میرے بھانجے سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے
اس وقت چار لاکھ تربیت یافتہ فوج ہے۔ چنگیزخان نے اگر ہم پر حملہ آور ہونے
حماقت کی تو یاد رکھنا ہم صحرائے گوبی میں اس کے مرکزی شہر قراقرم تک اس کا ایسا
ترین تعاقب کریں گے کہ چنگیزخان اپنی ابتدا اپنی انتہا تک بھول جائے گا۔ اس پر
ن الدین طنزیہ سی مسکراہٹ میں کہنے لگا۔

غائر خان یہ سب زبانی کلامی باتیں ہیں جب عمل کا موقع آئے گا تو میں دیکھوں
لہ تم کیا کرتے ہو۔ بہرحال میں تمہیں تنبیہہ کرتا ہوں جب کہ تم نے چنگیزخان کے
داگروں کو قتل کر دیا ہے تو اس شہر کی فصیل اور اس کے دفاعی انتظامات کو مستحکم
نا شروع کر دو اس لئے کہ عنقریب چنگیزخان اپنے لشکر کے ساتھ اس شہر کے دروازہ
دستک دے رہا ہوگا۔

یہاں تک کہنے کے بعد برہان الدین جب خاموش ہوا تو غائر خان نے غور سے
ں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ برہان الدین تم اس قسم کی شکستگی طاری کرنے والی گفتگو
ں لئے کر رہے ہو کہ ان چار سو سوداگروں کو قتل کرنے کے بعد جو مال و دولت اور
ن اشیاء حاصل ہوئی ہیں اس میں ابھی تجھے کچھ نہیں ملا۔ لیکن تو فکر مند اور پریشان
ہو اس میں سے میں نے تمہارا حصہ باقاعدہ طور پر علیحدہ کرکے رکھا ہے تم ابھی
رے ساتھ آؤ اور اپنا حصہ اپنے ساتھ لے جاؤ۔ برہان الدین یہ سن کر نفرت سے پیر
تے ہوئے کہنے لگا۔ غائر خان میں اس حصے پر لعنت بھیجتا ہوں جو ان چار سو سوداگروں
قتل کرکے حاصل کیا گیا ہے۔

یہ کہنے کے بعد برہان الدین تھوڑی دیر رکا اور پھر وہ دوبارہ غائر خان کو مخاطب
تے ہوئے کہنے لگا۔ غائر خان میں اپنے تجربے کی بنا پر تمہاری نسبت منگولوں کو بہتر
ر پر جانتا ہوں۔ میں تم سے پہلے بھی اترار شہر کا قلعہ دار تھا۔ اور اب بھی ہوں۔
ا ان منگولوں کے سلسلے میں تجھ سے زیادہ تجربہ اور تجزیہ ہے۔ غائر خان یہ منگول
ا بد روح، آسیب اور چھلاوے ہیں۔ یہ منگول وہم و وحشت اور خناس کے وسوسوں
طرح ہیں۔ وہ حب لہو و عصیان، سموم اور سرسر اور تلاش اور ریاضت کی طرح

حرکت میں آتے ہوئے کسی پر حملہ آور ہوتے ہیں تو چاروں طرف عذاب ا
عقبیٰ کی عقوبت و جابر و قاہر جذبے دل آشوب منظر اور کو بہ کو پھیلتی بڑھتی ے
کے دکھ کے جال بچھا دیتے ہیں۔

وہ اپنی خونخواری اپنی بربریت' آتش زنی کی بنا پر شہروں' قصبوں' دیہاتوں کو دکھ کے جال' درد سے دکھتی روحیں' اناج کو ترستے شکم' شبنم م طراوت کی طرح بنا کر رکھ دیتے ہیں۔ غائر خان یہ منگول اپنے پاس کوئی ضابطہ کوئی اخلاقی حدود نہیں رکھتے۔ وہ سیل فنا' حرص و ستم کی طرح حملہ آور ہوتے ہر شہر کے حصار محکم کو توڑ کر اسے ہوس کا نگار خانہ بنا دیتے ہیں۔

غائر خان! اپنے ان مرنے والے چار سو سوداگروں کا جب منگول انتقام تو تم دیکھو گے کہ وہ اپنے خان چنگیز خان کی سرگردگی میں حملہ آور ہو کر شبنم کی کو شعلوں کی بیتابی' شب کی درزوں سے جھانکتے ہوئے سویروں کو شام غریباں' بانسریوں کی صداؤں کی تپش یتیماں میں بدل دیتے ہیں۔ ان چار سو سوداگر مرنے کا انتقام لینے کی خاطر اگر منگول مسلمان علاقوں پر حملہ آور ہوئے تو ساری ذمہ واری تم پر عائد ہوگی اس کے ساتھ ہی برہان الدین وہاں سے چلا گیا

○

کہتے ہیں چنگیز خان کو جب اپنے ان سوداگروں کے قلعہ اترار کے حاکم کے ہاتھوں قتل ہونے کی اطلاع ملی تو اس نے سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نہایت احتیاط اور اہتمام کے ساتھ اپنے ایک قاصد کے ہاتھ خط بھیجا۔ اس چنگیز خان نے لکھا کہ حاکم اترار غائر نے بڑی نالائقی' بڑی حماقت کا مظاہرہ کیا۔ اس نے بے گناہ سوداگروں کو قتل کر کے ایک جرم عظیم کا ارتکاب کیا ہے۔ کے اس بھیانک جرم کی بنا پر مناسب یہ ہے کہ اسے سلطان یا تو میرے سپرد تاکہ اسے اس کے جرم کی قرار واقعی سزا دی جائے اور اگر سلطان ایسا نہیں پھر سلطان خود اسے اس کے اس جرم کی عبرتناک سزا دیں۔

اترار کے حاکم غائر خان کی جگہ اگر کسی اور نے چنگیز خان کے ان سودا

ں کیا ہوتا تو شاید سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ اسے چنگیز خان کے حوالے کر دیتا۔ اس کے لئے خود ہی کوئی سزا تجویز کرتا لیکن غائر خان چونکہ سلطان علاؤالدین ارزم شاہ کا سگا ماموں تھا لہٰذا جب چنگیز خان کا قاصد غائر خان کا مطالبہ لے کر لطان علاؤالدین کے سامنے پیش ہوا تو سلطان بڑا برہم اور برافروختہ ہوا۔ اپنے ماموں ائر خان کو چنگیز خان کے حوالے کرنا یا اس کے لئے کوئی عبرتناک سزا تجویز کرنا تو بہت ور کی بات غصے اور قہرمانی میں آ کر سلطان علاؤالدین نے چنگیز خان کے اس ایلچی کو ی قتل کر دیا۔

اپنے اس ایلچی کے قتل ہونے کے بعد چنگیز خان نے ایک اور ایلچی سلطان لاؤالدین کی طرف بھیجا۔ اس ایلچی کے ہاتھ بھی چنگیز خان نے ایک خط علاؤالدین کے ام لکھا۔ خط میں علاؤالدین کے لئے مرقوم تھا کہ ایلچی کا قتل کرنا بادشاہوں کا کام نہیں ہے۔ سوداگران کی حفاظت کرنا بادشاہوں کا فرض ہے۔ میرے مطالبات پر آپ دوبارہ غور فرمائیں۔ جو ایلچی یہ پیغام لے کر گیا۔ کہتے ہیں سلطان علاؤالدین نے اسے بھی قتل کر دیا۔ سلطان علاؤالدین کے اس رویہ کی بنا پر چنگیز خان آپے سے باہر ہو گیا۔ ور اس نے فیصلہ کر لیا کہ اب سوداگروں کے قتل اور اس کے بعد یکے بعد دیگرے د ایلچیوں کے قتل کا انتقام وہ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ اور اس کی سلطنت سے ضرور لے گا۔

○

خوارزم شاہ کے ساتھ جنگ کے لئے نکلنے سے قبل چنگیزخان نے اپنے شہر قراقرم سے باہر اپنے شامیانہ نما خیمے میں اپنے بیٹوں' اپنے لشکر کے بڑے سرداروں' سالاروں اور دوسرے عام لوگوں کا اجلاس طلب کیا۔ یہ خیمہ ریشمی ا سفید سمور کے ایک اونچے بلند اور کھلے شامیانے کی صورت میں تھا۔ اس خیـ دروازے پر چاندی کی میز پر گھوڑی کا دودھ پھل اور گوشت افراط سے رکھے تھے۔ تاکہ جو بھی اس کی خدمت میں پیش ہو وہ شکم سیر ہو کر کھانا کھائے۔

چنگیزخان کے حکم پر آہستہ آہستہ لوگ اس کے خیمے میں جمع ہونے لگے۔ خان کے پہلو میں اس کے چاروں بیٹے یوچی' چغتائی' اغدائی اور تولائی آ کر بیٹھ تھے۔ اس لئے کہ چنگیزخان صرف اپنی بیوی بورتائی کے بطن سے ہی ان چاروں کو اپنا وارث خیال کرتا تھا۔ اور سب سے زیادہ وہ انہی کا خیال رکھتا تھا۔ چنگ سامنے دائیں طرف اس کے عظیم سپہ سالار سوبدائی' جبی نویان' چارمغان اس۔ چنگیزخان کا سب سے بڑا اور مانا ہوا ستارہ شناس لیوچستائی اور اس کے ساتھ چنـ کا میر منشی ا ینفووی بیٹھا ہوا تھا۔ جب کہ چنگیزخان کے بائیں طرف ایک لمبی قطا اس کے سارے چھوٹے بڑے سالار آ کر اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے تھے۔

اس کے بعد چنگیزخان تھوڑی دیر تک اپنے دونوں پہلوؤں میں بیٹھے چاروں بیٹوں سے تھوڑی دیر تک صلاح و مشورہ کرتا رہا اس لئے کہ اور بیو نسبت وہ اپنی بیوی بورتائی کے بطن سے پیدا ہونے والے ان چاروں بیٹوں اہمیت دیتا تھا۔ بڑا بیٹا جوچی جو سب سے بڑا تھا' اسے اس نے میر شکار مقرر تھا۔ اس لئے کہ منگول اب بھی زیادہ تر شکار پر ہی گزر بسر کرتے تھے۔

دوسرے بیٹے چغتائی کو چنگیزخان نے اپنا میر قانون اور سزا مقرر کر رکھا

ـرے بیٹے اوغدائی کو میر مشاورت اور سب سے چھوٹے بیٹے تولائی کو اس نے اپنی اج کا سپہ سالار مقرر کر رکھا تھا۔ تولائی کو چنگیزخان ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتا۔ بڑا بیٹا جی وہی تھا جس کے بیٹے باتو نے روس کی سرزمینوں کو تاراج کیا اور وہاں اپنی طنت کی ابتدا کی۔ اسی باتو کے بھائی برقائی خان نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ دوسرا بیٹا تائی وہ تھا جسے وسط ایشیاء ورثہ میں ملا اور جس کی اولاد میں ہندوستان کے عظیم مغلیہ ندان کا بانی بابر تھا۔ تولائی چنگیزخان کا وہ بیٹا تھا جس کے بیٹے قبلائی خان کی سلطنت ن سے لے کر وسط یورپ تک پھیل گئی تھی۔

بورتائی کے علاوہ چنگیزخان کی اور بہت سی بیویاں بھی تھیں جن میں ختن اور اؤ کی شہزادیاں بھی تھیں۔ ترک شاہی خانوادوں کی بیٹیاں بھی تھیں اور صحرا کے یلوں کی سب سے زیادہ حسین و جمیل عورتیں بھی تھیں۔ چنگیزخان کی یہ ساری دیاں اپنے اپنے خیموں میں رہتی تھیں اور ان کی قوم کے لوگ ان کی خدمت لزاری کرتے تھے۔ لیکن چنگیز خان کی نگاہوں میں جو قدر و منزلت اس کی پہلی بیوی رتائی کی تھی وہ کسی کی نہ تھی۔ اسی بنا پر وہ بورتائی کے چاروں بیٹوں پر ہی اعتماد اور ھروسہ کرتا تھا۔ تھوڑی دیر تک اپنے چاروں بیٹوں سے صلاح مشورہ کرنے کے بعد نگیزخان نے اپنے سارے سالاروں اور سرداروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ میرے بانثارو! اپنے بیٹوں سے مشورہ کرنے کے بعد میں نے یہ طے کیا ہے کہ مسلمانوں کے سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے خلاف ایک نہ ختم ہونے والی جنگ کا سلسلہ شروع کر دیا جائے۔ میں سارے سرداروں کو حکم دیتا ہوں کہ اپنے اپنے لشکروں کو لے کر اس ندی کے کنارے جمع ہونا شروع ہو جائیں۔ جو ہمارے مرکزی شہر قراقرم اور صحرائے گوبی کے درمیان پڑتی ہے۔ جب سارے لشکر جمع ہو جائیں گے تب یہاں سے خوارزم شاہ سے جنگ کرنے کے لئے جمع کیا جائے گا۔ میں سب سرداروں کو اپنے اپنے لشکر ندی کے کنارے جمع کرنے کے لئے صرف ایک ہفتے کی مہلت دیتا ہوں اور اس دوران جس کسی بھی سردار کو پیش قدمی کرنے کے لئے جس چیز کی بھی ضرورت ہو وہ اس سلسلے میں میرے بیٹے جوچی سے رابطہ قائم کرے۔ ایک ہفتے کے بعد ہم یہاں سے خوارزم شاہ کی سلطنت کی طرف کوچ کریں گے۔

یہاں تک کہنے کے بعد چنگیزخان تھوڑی دیر تک خاموش رہا اس کے بع
اپنے میر منشی ایفوری کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ایفوری ایک قاصد مسلمانو
سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کی طرف روانہ کرو اور اس قاصد کے ہاتھ ایک
اسے روانہ کرو اور اس خط میں لکھ کر چنگیزخان کا یہ اعلان ہے کہ نہ آسمان
سورج چمک سکتے ہیں اور نہ زمیں پر دو خاقان ایک ساتھ رہ سکتے ہیں اسے یہ بھی
کہ خوارزم شاہ تو نے جنگ کا انتخاب کیا ہے اب جو ہونا ہے وہ ہو گا ہمیں
نہیں یہ تو صرف خدا ہی کو معلوم ہے۔ اب تم سب لوگ اٹھو اور جنگ کے لئے
کرنے کی تیاریاں شروع کر دو۔ اس کے ساتھ ہی وہ اجلاس ختم کر دیا گیا تھا۔

مقررہ وقت میں جب سارے سردار اپنے اپنے لشکر کو لے کر صحرائے گو
قراقرم کے درمیان پڑنے والی ندی کے کنارے جمع ہو گئے تو چنگیزخان کو اس کی اط
کر دی گئی۔ چنگیزخان بھی کوچ کرنے کی تیاریاں مکمل کرنے کے بعد اپنے بیٹوں
ساتھ ندی کے کنارے پہنچا۔ تھوڑی دیر تک وہ ایک بلند ٹیلے پر کھڑے ہو کر
کنارے جمع ہونے والے اپنے سارے لشکر کو بڑے غور اور سکون کے ساتھ
رہا۔

چنگیزخان کی عمر اب چھپن سال ہو چکی تھی۔ اس کے چوڑے چہرے پر
جھریاں پڑ چکی تھیں اس کی جلد اب سخت ہو چکی تھی۔ اس وقت جب کہ وہ اپ
کو دیکھ رہا تھا وہ اپنے تیز رفتار گھوڑے کی چوٹی دار زین پر چھوٹی چھوٹی رکابوں
پاؤں جمائے گھٹنے اٹھائے بیٹھا تھا۔ اس وقت اس کے سر پر اوپر کی طرف اٹھی
سفید سموری ٹوپی تھی جس کے اوپر باز کے پر لگے ہوئے تھے۔ اس کے دونوں کانو
سرخ کپڑے کی جھنڈیاں لہرا رہی تھیں جیسے کسی جانور کے سینگ ہوتے ہیں۔ لیکن
جھنڈیوں کا اصل مصرف تیز ہوا کے باعث کانوں کو محفوظ رکھنے کے ساتھ ساتھ
کو بھی مضبوطی کے ساتھ سر پر جما کر رکھنا تھا۔ اس کا چرمی لمبی آستینوں والا
سونے کی پیٹیوں اور سنہری اطلس کے کمربند سے بندھا ہوا تھا۔

تھوڑی دیر تک اپنے لشکر کو بغور دیکھنے کے بعد چنگیزخان اپنے بیٹوں کے
آگے بڑھا۔ پھر وہ لشکر کا معائنہ کرنے لگا۔ اس نے دیکھا کہ اس کے لشکر کی تعداد

پہلے کی نسبت کئی گنا بڑھ گئی تھی۔ ہر سپاہی کے پاس دو کمانیں اور ایک ایک فالتو
ترکش تھا۔ سپاہیوں کے پاس سر پر رکھنے کے لئے ہلکے اور بڑے کار آمد فولادی خود
تھے۔ ہر خود کے نیچے چمڑہ لگا ہوا تھا جس پر لوہے کی گھنڈیاں لگی تھیں تاکہ پیچھے گردن
کی حفاظت بھی رکھی جا سکے۔

اس کے علاوہ ہر سپاہی کے پاس دو تلواریں تھیں۔ سپاہیوں کی پیٹیوں اور ان
کے گھوڑوں کی زینوں سے جنگی کلہاڑے اور کمندیں بھی لٹک رہی تھیں اس کے علاوہ
سپاہی منجنیقیں کھینچنے یا کیچڑ میں دھنس جانے والی گاڑیوں کو نکالنے کے لئے بھی سپاہی
کے گھوڑے کی زین کے ساتھ مضبوط رسیاں بندھی ہوئی تھیں۔ گھوڑے کی زین کے
ساتھ خوراک سے بھرے ہوئے توبرے لٹک رہے تھے۔ اور چمڑے کے بڑے بڑے
تھیلے بھی بندھے تھے۔ جن کے اندر پانی پینے کے لئے پیالے' موم' تیروں کے پھل تیز
کرنے کے لئے پتھر اور کمانوں میں کام آنے والی فالتو تانت بھی رکھی ہوئی تھی۔ لشکر
کا معائنہ کرنے کے بعد چنگیزخان نے اب لشکر کے لئے جمع کئے جانے والے خوراک
کے ذخیرے کا بھی معائنہ کیا۔ اس خوراک کے ذخیرے میں زیادہ تر دھوئیں پر بھنا ہوا
گوشت اور جمے ہوئے دودھ کے ٹکڑے نمایاں تھے۔ اس جمے ہوئے دودھ کو پانی میں
ڈال کر جوش دے کر دودھ کی شکل دے دی جاتی تھی۔

اپنے لشکر کے سارے انتظامات سے مطمئن ہونے کے بعد چنگیزخان نے اپنے
لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ سے جنگ کرنے سے پہلے
چنگیزخان اپنے دو دشمنوں کا صفایا کرنا چاہتا تھا۔ اسے خطرہ تھا کہ اگر سلطان علاؤالدین
خوارزم شاہ کے ساتھ اس کی جنگیں ڈل پکڑ گئیں تو یہ دشمن پیٹھ کی طرف سے حملہ
آور ہو کر اسے نقصان پہنچا سکتے ہیں یا یہ کہ اس کی غیر موجودگی میں اس کے مرکزی
شہر قراقرم پر قبضہ بھی کر سکتے ہیں۔

ان دو دشمنوں میں سے پہلا کشلک خان تھا یہ کاشغر اور ختن کا حکمران تھا۔
ان علاقوں میں سے مسلمان بھی کافی تعداد میں آباد تھے اور کشلک خان سے اس کی
مسلمان رعایا بوجہ اس کے ظلم اور بے انصافی کے بہت تنگ اور نالاں تھی۔ دوسرے
کشلک خان کا ہمسایہ حکمران قوق طغان تھا۔ یہ دونوں حکمران چنگیزخان کے قریبی

ہمسائے تھے اور شروع سے ہی ان دونوں کے تعلقات چنگیزخان سے نالاں اور کبِ
تھے۔ لہٰذا سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے خلاف جنگ کی ابتدا کرنے سے پ
چنگیزخان اپنے ان دونوں دشمنوں کا صفایا کرکے ان کے علاقوں کو اپنی حدود میں شا
کرلینا چاہتا تھا۔

اپنے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے چنگیزخان نے اپنے لشکر کو دو حصو
میں تقسیم کیا۔ ایک حصے کو اس نے اپنے بڑے بیٹے جوچی خان کی سرکردگی میں
جب کہ اپنے بہترین سالار اور جرنیل جبی نویان کو جوچی کا نائب مقرر کیا گیا تھا۔ دو
حصہ چنگیزخان نے اپنے پاس رکھا۔ اپنے تینوں بیٹوں چغتائی، اوغدائی، تولائی کے علا
اپنے بہترین جرنیل سوبدائی اور چارمغان کو بھی چنگیزخان نے اپنے حصے کے لشکر م
رکھا تھا۔

اپنے حصے کے لشکر کو لے کر چنگیزخان کاشغر اور ختن کے حکمرانوں کشلک
طرف بڑی تیزی سے بڑھا۔ جب کہ دوسرے حکمران توق طغان کی طرف اس
اپنے بیٹے جوچی اور جبی نویان کو پیش قدمی کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

چنگیزخان اپنے لشکر کے حصے کے ساتھ بلند و بالا درختوں کو برہم کر دینے وا
آندھیوں، دل میں ہول پیدا کر دینے والے طوفانوں، خزاں کے پیڑوں سے ٹکرا
صداؤں، تخیل کی تشکیل میں گھس جانے والے درد کے لمحوں اور غم کا مداوا بننے وا
مسکراہٹ میں سرایت کر جانے والے دکھ کے نگر کی طرف کاشغر اور ختن کے حکمرا
کشلک خان کی طرف بڑھا تھا۔

دوسری طرف کشلک خان کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ چنگیزخان اس پر حملہ آ
ہونے کے لئے آندھی اور طوفان کی طرح اس کی طرف بڑھ رہا ہے۔ لہٰذا وہ بھی ا
لشکر کے ساتھ حرکت میں آیا۔ اور جہاں اس کی سلطنت کی حدیں چنگیزخان
سرحدوں سے ملتی تھیں وہاں وہ اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر گیا تھا۔

چنگیزخان نے کشلک خان کے سامنے آنے میں دیر اور تاخر نہیں کی اس۔
وہ کشلک خان سے نپٹ کر بہت جلد خوارزم شاہ کا رخ کرنا چاہتا تھا۔ بلند کوہ
سلسلوں سے گھری ہوئی وادیوں میں چنگیزخان اور کشلک خان کے درمیان ہولنا

ـ کی ابتداء ہوئی۔ حملہ کی ابتداء چنگیزخان نے کی تھی اور وہ کشلک خان پر پردیسی
زمینوں میں یادوں کے سلگتے تیروں، دل کے گوشوں کو ریزہ ریزہ کرنے والے وقت
ے کھردرے ہاتھوں کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔ کشلک خان نے چنگیزخان کے اس
ا کر ڈٹ کا مقابلہ کیا۔ لیکن وہ زیادہ دیر تک چنگیزخان کے سامنے ٹھہر نہ سکا۔ اس
لئے کہ چنگیزخان نے اس کے تین اطراف میں اپنے لشکر کو پھیلا دیا تھا۔ اور اس کا ہر
ٹکڑی کشلک خان کے لشکر پر تخلیق کے گونگے لمحوں میں ہجرت کے اندھے سفر اور
وقت کے حجرہ تاریک میں موت کے الجھے ریشم کی طرح حملہ آور ہونا شروع ہو گیا تھا۔
اس جنگ میں چنگیزخان نے کشلک خان کو بدترین شکست دی۔

چنگیزخان سے شکست کھانے کے بعد کشلک خان نے اپنے مرکزی شہر کا رخ
نہیں کیا۔ اس لئے کہ اس کی سلطنت میں جو مسلم رعایا تھی وہ اس سے نالاں اور بے
زار تھی۔ لہٰذا کشلک خان کو یہ خطرہ ہو گیا تھا کہ اگر چنگیزخان نے اس کے ملک کے
اندر گھس کر اور دور تک یلغار کی تو اس کی مسلم رعایا بھی اس کے خلاف بغاوت کر
دے گی۔ اور اس کا انجام انتہائی بد ترین اور ہولناک ہو گا لہٰذا وہ اپنے بچے کھچے لشکر
کو لے کر اس شاہراہ کی طرف بھاگ کھڑا ہوا جو بدخشاں کی طرف جاتی تھی۔
چنگیزخان شکار کرنے والے ان بھیڑیوں کی طرح اس کے تعاقب میں لگ گیا تھا۔

یہ تعاقب زیادہ دیر تک جاری نہ رہ سکا۔ اس لئے کہ چنگیزخان نے جلد ہی
کشلک خان اور اس کے ساتھ بچنے والے اس کے لشکریوں کو گرفتار کر لیا اور اس
کے بعد چنگیزخان نے سب کو تہ تیغ کر دیا تھا۔

دوسری طرف چنگیزخان کا بیٹا جوچی اور اس کا سالار جبی نویان اپنے متحدہ لشکر
کے ساتھ کشلک خان کے ہمسایہ حکمراں توق طغان کی طرف بڑھے تھے۔ جس طرح
کشلک خان نے اپنی سرحدوں پر چنگیزخان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا تھا اسی طرح توق طغان
بھی اپنے لشکر کو لے کر جوچی اور جبی نویان کے سامنے جم گیا تھا۔ توق طغان کو ابھی
تک چنگیزخان کے ہاتھوں کشلک خان کے انجام کی خبر نہ ہوئی تھی۔ لہٰذا اس نے اپنی
پوری عسکری قوت کو جمع کرکے جوچی کی راہ روکنے کا عزم کیا۔ دوسری طرف جوچی
اور جبی نویان بڑی تیزی کے ساتھ نیرنگئ روز و شب، چشموں اور ندیوں کے پانی کے

رقص اور اجنبی جنگلوں میں لحہ جاوداں کی طرح توق طغان کی طرف بڑھے تھے۔

دونوں لشکروں کا جب سامنا ہوا تو توق طغان نے حملہ آور ہونے میں پہل کر دی تا کہ وہ اپنے لئے فوائد حاصل کرے اور اپنے لشکریوں کے حوصلے بلند کرنے کی کوشش کرے یہ سوچتے ہوئے توق طغان جچی اور جبی نویان کے متحدہ لشکر پر روایات کی دہلیز پر جوش زن موت کے منظر لمحوں کی ارم کو جہنم بناتے صدیوں کے پر ہول عذاب کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

چنگیزخان کے بیٹے جوچی اور سپہ سالار جبی نویان نے بڑی آسانی کے ساتھ توق طغان کا یہ حملہ روک دیا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے حملہ کی ابتدا کی۔ بائیں طرف سے جبی نویان اور دائیں طرف سے جوچی خان زیست کی علامتوں میں ان دیکھے طاغوتی ہاتھوں اور لہو میں بھاگتی ہوئی خواہشوں کے تاریک آبشاروں کی طرح توق طغان اور اس کے لشکریوں پر حملہ آور ہوئے تھے۔ توق طغان نے کچھ دیر تک بڑی بہادری اور جراتمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جوچی اور جبی نویان کے حملوں کو روکا پھر توق طغان کی بدقسمتی کہ جنگ کے دوران اسے خبر ملی کہ چنگیزخان نے اس کے ہمسایہ حکمران کشلک خان کو بدترین شکست دی اور کشلک خان اور اس کے لشکر کا چنگیزخان نے صفایا کر دیا ہے۔

یہ خبر سنتے ہی توق طغان جی چھوڑ بیٹھا۔ اپنے لشکر کو لے کر وہ پیچھے ہٹنے لگا تھا۔ چاہتا تھا کہ میدان جنگ چھوڑ بھاگے لیکن اسی لحہ جوچی اور جبی نویان نے تیز حملے کرتے ہوئے توق طغان کے لشکر کی پہلے سے پریشان اور بکھری ہوئی تنظیم کو قاتل کی تسکین کے باب کے سامنے مقتول کی ابدی تمنا، شکست ذات کی مجبوریوں اور تصور کے بکھرے رنگوں کی طرح بنانا شروع کر دیا تھا۔

توق طغان نے جب دیکھا کہ جوچی خان اور جبی نویان اب اسے چھوڑنے والے نہیں ہیں۔ تو وہ اپنے بچے کھچے لشکر کو لے کر سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے سرحدی شہر جند کی طرف بھاگا۔ جوچی اور جبی نویان نے توق طغان کا تعاقب کیا۔ اور جند شہر سے بھی آگے وہ اس کا پیچھا کرتے ہوئے سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کی مملکت میں داخل ہو گئے تھے۔

اسے ایک اتفاق کہیئے کہ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ چنگیزخان اس پر حملہ آور ہونے کے لئے اپنے مرکزی شہر قراقرم سے کوچ کر چکا ہے۔ لہٰذا سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ بھی اپنے ایک لشکر کے ساتھ سرحدوں پر موجود تھا تا کہ چنگیزخان کے ممکنہ حملہ کو روک سکے۔ جس وقت چنگیزخان کا بیٹا جوچی اور سالار جبی نویان توق طغان کا تعاقب کرتے ہوئے سرحدی شہر جند کے پاس سے گزرتے ہوئے سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کی مملکت میں داخل ہوئے اس وقت سلطان علاؤالدین بھی اپنے لشکر کے ساتھ جنبد شہر سے چند میل دور پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔

سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کو جب خبر ہوئی کہ چنگیزخان کا بیٹا جوچی اور اس کا سالار جبی نویان تقریباً" ایک لاکھ کے لشکر کے ساتھ توق طغان کا تعاقب کرتے ہوئے اس کی مملکت میں داخل ہو گئے ہیں تو سلطان علاؤالدین فوراً" اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آیا اور بڑی تیزی سے اس نے جوچی اور جبی نویان کی طرف پیش قدمی کی۔ سلطان چاہتا تھا کہ جوچی اور جبی نویان کے پلٹ کر اپنی حدود میں داخل ہونے سے پہلے ہی انہیں جا لے اور ان پر حملہ آور ہو کر سلطان علاؤالدین اپنے لئے دو فائدے حاصل کرنا چاہتا تھا۔

اول یہ کہ وہ منگولوں پر حملہ آور ہو کر انہیں مار بھگا کر ان پر یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ اس کی سلطنت میں داخل ہونا اس قدر آسان نہیں، دوئم یہ کہ جوچی اور جبی نویان کے ساتھ ٹکراتے ہوئے سلطان علاؤالدین منگولوں کی موت اور طاقت کا اندازہ بھی لگانا چاہتا تھا۔ اس طرح وہ انہیں مرعوب بھی کر دینا چاہتا تھا تا کہ وہ اس کی سلطنت کا رخ نہ کریں۔

بہر حال سلطان علاؤالدین نے بڑی برق رفتاری سے منگولوں کا تعاقب کیا اور چھوٹا سا ایک چکر کاٹتے ہوئے وہ جبی نویان اور جوچی کے لشکر کے سامنے آیا اور دونوں متحدہ لشکر کی راہ روک کھڑا ہوا۔

دوسری طرف سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کا بڑا بیٹا جلال الدین بھی اس وقت جند شہر سے چند میل دور ایک اور لشکر کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔ اسے جب خبر

ملی کہ اس کے باپ علاؤالدین نے منگولوں کے لشکر کا تعاقب کرتے ہوئے اس راستہ روک دیا ہے تو وہ بھی اس سمت بڑی تیزی سے بڑھا تھا۔

جوجی اور جبی نویان دونوں نہیں چاہتے تھے کہ وہ سلطان علاؤالدین کے سا جنگ کریں۔ اصل میں وہ خوفزدہ تھے کہ اگر سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے ہاتھو جند شہر سے باہر انہیں شکست ہوئی تو ان کے لشکر پر اس کے بڑے دور رس نتائج ہوں گے۔ وہ اس طرح شکست کی صورت میں سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے مقابلہ میں منگول بے چینی اور بددلی کا شکار ہو جاتے اور دشمن کے خلاف آزادا جارحیت کا جو ان کا معمول تھا۔ اس میں فرق پڑ سکتا تھا۔ لیکن سلطان علاؤالدی خوارزم شاہ کے اطوار سے پتا چلتا تھا کہ وہ ہر صورت میں منگولوں کے ساتھ ٹکرا کا عزم کئے ہوئے تھا۔ اس لئے کہ جب سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے جوجی ا جبی نویان کے متحدہ لشکر کی راہ روکی تو جوجی اور جبی نویان نے اپنے لشکر کو دائ طرف سے ہوتے ہوئے بچا کر نکل جانا چاہا لیکن سلطان علاؤالدین نے انہیں ایسا کر کی اجازت نہ دی اور مکمل طور پر ان کی راہ روک کر اس نے انہیں جنگ کرنے مجبور کر دیا۔

سلطان علاؤالدین چونکہ منگولوں کے طریقہ جنگ اور ان کی طاقت اور قوت اندازہ رکھتا تھا لہٰذا اس نے ان پر حملہ آور ہونے میں بڑی بے چینی سے پہل کی ا وہ روز و شب میں رواں جانی انجانی لاچارگی، ہجر مسافتوں کی اندھی کالی موجوں ا یادوں کے بادبانوں پر بدنصیبی کی بارش کی طرح منگولوں پر ٹوٹ پڑا۔

جوجی اور جبی نویان ہر صورت میں جنگ سے بچنا چاہتے تھے۔ گو ان دونوں پاس ایک لاکھ کے لگ بھگ لشکر تھا لیکن چونکہ انہوں نے سلطان علاؤالدین خوار شاہ کی فتوحات کے بے شمار قصے سن رکھے تھے اور جانتے تھے کہ اس نے اپنی بہاد اور جراتمندی کی بنا پر بے شمار شہر فتح کر کے اپنی سلطنت میں خوب اضافہ کر رکھا لہٰذا جوجی اور جبی نویان دونوں ڈرتے تھے کہ کہیں جند شہر سے باہر کھلے میدانوں ان دونوں کو شکست نہ ہو جائے اور اگر ان دونوں کو شکست ہوتی ہے تو ایک تو ان لشکر اس شکست سے برا اثر لے گا۔ دوسرے انہیں چنگیز خان کی خفگی اور غصہ کا

ر تھا۔ اس بناء پر وہ صورت جنگ سے پہلو تہی کرنا چاہتے تھے۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ سلطان علاؤالدین انہیں جانے نہیں دے رہا اور ہر صورت میں وہ ان پر نگ مسلط کرنا چاہتا ہے تو وہ بھی اپنی صفیں درست کرتے ہوئے ڈٹ گئے۔

جب سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ ان پر اپنے لشکر کے ساتھ حملہ آور ہوا تو دب میں جوجی اور جبی نویان بھی طلب کی تڑپ، بے نام وحشت، اجنبیت کی کالی ںناؤں جسموں کو پارہ پارہ، چھلنی چھلنی اور زخم زخم کر دینے والے چیل کوؤں کی یلغار ی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔ یوں مسلمانوں اور منگولوں کی اس لڑائی سے جند شہر سے باہر یدان جنگ گھمبیر پاتال کی گہری دلدل، تغیر کے جنوں، صلیب شب، لہو لہو حروف سے لھے زندگی کے خونی سانحہ کی صورت اختیار کر گیا تھا۔

جند شہر سے باہر ان کھلے میدانوں میں جوجی اور جبی نویان کی کمانداری میں نگول کچھ اس طرح جان توڑ کر لڑے کہ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے اوسان خطا و کر رہ گئے تھے۔ چنانچہ ایک موقع پر منگولوں نے اس شدت کا حملہ کیا کہ سلطان اؤالدین کے لشکر کی درمیانی صفوں کو دور تک پیچھے دھکیل کر لے گئے اس طرح نگولوں کے زور دار حملہ سے سلطان علاؤالدین کے لشکر کی اکثر صفیں درہم برہم ہو کر ہ گئی تھیں اس موقع پر ایسا لگتا تھا کہ اگر تھوڑی دیر تک مزید جنگ جاری رہی تو لطان علاؤالدین کو منگولوں کے ہاتھوں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑے گا۔

لیکن سلطان علاؤالدین کی خوش قسمتی کہ عین اس موقع پر جب کہ منگولوں نے ن کے لشکر کی صفوں کو بری طرح ادھیڑنا شروع کیا تھا۔ سلطان علاؤالدین خوارزم ہ کا بڑا بیٹا جلال الدین اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچ گیا اور اس نے منگولوں کے کر کے ایک پہلو پر سوچوں کو زنگ آلود کر دینے والے جذبوں، بادبانوں میں گرہیں ا دینے والی تیز طوفانی ہواؤں، ساعتوں پر اترتی آیات، جبر و استبداد کی سختیوں اور م کی آندھیوں کی طرح حملہ کر دیا تھا۔ سلطان کے بیٹے جلال الدین کا یہ حملہ ایسا ر دار اور ایسا خوفناک تھا کہ منگولوں کے لشکر کی اکثر صفیں درہم برہم ہو کر رہ گئی ں۔

اگر جلال الدین اس وقت اپنی فوج لے کر امداد کو نہ پہنچتا تو یقیناً" سلطان

علاؤالدین خوارزم شاہ کے لشکر کے پاؤں اکھڑ چکے ہوتے۔ جلال الدین نے زور دا
حملے کرتے ہوئے منگولوں کو بری طرح پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا تھا اور جونہی جلال
الدین کے لشکر کی حملہ کی سختی اور خونخواری کے سامنے منگول پیچھے ہٹے سلطان
علاؤالدین کے لشکر کی بگڑی ہوئی صفیں ایک بار پھر درست ہو گئیں۔ غروب آفتا
تک میدان کارزار گرم رہا اور جب اندھیرا چھا گیا تو دونوں لشکروں نے اپنے درمیا
تھوڑا سا فاصلہ رکھ کر پڑاؤ کر لیا تھا تا کہ اگلے روز پھر میدان کار زار کو گرم کیا جا
اور فیصلہ کیا جائے کہ کون زیر اور کون غالب رہتا ہے۔

دوسری طرف چنگیزخان کا بیٹا اور اس کا سالار جی نویان بھی اس جنگ سے
خوفزدہ ہو گئے تھے انہوں نے دیکھا تھا کہ پورا دن مسلمانوں سے جنگ کرنے کے باوجو
وہ اپنے لئے فوائد حاصل نہیں کر سکے تھے۔ بلکہ جس وقت جلال الدین نے ان پ
حملہ کیا تو اس وقت ان کے اکثر لشکریوں کے پاؤں اکھڑ چکے تھے۔ جوچی اور جی نویا
کو یہ ڈر تھا کہ اگر کل بھی انہوں نے میدان میں نکل کر سلطان علاؤالدین خوارز
شاہ اور اس کے بیٹے جلال الدین سے جنگ کی تو دونوں باپ بیٹا مل کر انہیں بد تر
شکست دیں گے۔ اور اس شکست سے ان کے لشکریوں کے دل ٹوٹ جائیں گے او
آئندہ وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ میں بڑھ چڑھ کر حصہ نہ لے سکیں گے۔

ان حالات میں جوچی نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ جب سلطان کا لشکر رات کو
جائے تو وہ دبے پاؤں پڑاؤ سے نکل پڑیں اور واپسی کی راہ لیں۔ اس تجویز کی کامیا
کے لئے یہ تجویز سوچی گئی کہ دشمن کو دھوکہ دینے کے لئے پڑاؤ میں مختلف مقامات
الاؤ روشن کر دیئے جائیں جو رات بھر جلتے رہیں تا کہ سلطان علاؤالدین اور اس
بیٹے جلال الدین کو یہی غلط فہمی رہے کہ منگول پڑاؤ میں موجود ہیں اور بیدار اور مست
ہیں۔ جوچی کے حکم پر اس کے لشکری فوراً حرکت میں آئے۔ انہوں نے اپنے پڑ
میں آگ کے بڑے بڑے الاؤ روشن کرنے کے بعد جوچی اور جی نویان بڑی خامو
سے اپنے لشکر کو لے کر اپنی سرحدوں کی طرف بھاگ گئے تھے۔

صبح کو جب سلطان علاؤالدین اور جلال الدین کے لشکری بیدار ہوئے تو انہ
اس وقت معلوم ہوا کہ منگول رات کی تاریکی میں بچ کر نکل گئے ہیں چونکہ ان

تب اب بے سود تھا۔ اس لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ وہیں پڑاؤ رکھا
ئے۔ خوارزم شاہ کئی دنوں تک جند شہر سے باہر ان کھلے میدانوں میں اپنے بیٹے
ل الدین کے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کئے رہا چونکہ گزشتہ دن کی جنگ میں منگولوں کے
تھ اسے تلخ تجربہ ہوا تھا اور اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ منگولوں کو شکست دینا اتنا
ان نہیں جتنا آسان سمجھ کر وہ ان پر حملہ آور ہوا تھا۔ لہٰذا اپنے اس تجربہ کو سامنے
کھتے ہوئے سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے قطعی فیصلہ کر لیا کہ اس کے بعد وہ ہر
منگولوں کی سپاہ کے ساتھ جنگ نہیں کرے گا۔

کاشغر اور ختن کے حکمران کشلک خان کو شکست دینے کے بعد چنگیزخان ا
حصے کے لشکر کے ساتھ اپنے بیٹے جوجی اور جبی نویان سے آ ملنے کے لئے جس
جنوب کی طرف بڑی تیزی سے پیش قدمی کر رہا تھا کہ ایک دم ایک کوہستانی س
میں اس نے اپنے لشکر کو رکنے اور پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ اس لئے کہ خ
معمول اس کوہستانی سلسلہ میں برف باری شروع ہوگئی تھی۔ چونکہ ان کوہ
سلسلوں میں ابھی برفباری کا موسم نہیں آیا تھا لہٰذا اس بے وقت کی برفبار
چنگیزخان کو ایک شبے اور وہم میں ڈال دیا۔ اس کوہستانی سلسلہ میں پڑاؤ کرنے ک
چنگیزخان نے اپنے لشکر کے ستارہ شناس، نجومی اور رمال لیوچستائی کو طلب
لیوچستائی جب چنگیزخان کے خیمہ میں ہاتھ باندھ کر آ کھڑا ہوا تو ہاتھ کے اشار
چنگیزخان نے اسے بیٹھنے کو کہا۔ چنگیزخان نے اسے مخاطب کرکے کہا۔

لیوچستائی تو دیکھتا ہے کہ اس کوہستانی سلسلہ میں بے وقت کی برفبار
وقت ہوئی ہے جب میں اپنے سب سے بڑے دشمن سے نپٹنے کے لئے جنوب کی
پیش قدمی کر رہا ہوں۔ پس تو اپنے ستاروں کے علم کو حرکت میں لا اور بتا ک
برفباری کا کیا شگون نکلتا ہے۔ چنگیزخان کے اس استفسار پر ستارہ شناس لیوچستائ
پالتی مار کر بیٹھ گیا اور کچھ دیر تک وہ سوچتا اور حساب لگاتا رہا پھر چنگیزخان کی
دیکھا اور اپنی گہری اور سرخ آنکھیں اس نے چنگیزخان کے چہرہ پر جماتے ہوئے ک

خان! تمہاری جنوب کی طرف پیش قدمی کے دوران یہ جو بے موسم ب
ہوئی ہے اس سے یہ شگون نکلتا ہے کہ سرد برفانی اور سرمئی سرزمینوں کا
ملکوں کے تاجداروں پر فتح پائے گا۔

اپنے ستارہ شناس لیوچستائی کا یہ جواب سن کر چنگیزخان بڑا خوش ہوا ا

خوشی میں اس نے اپنے لشکر کو چند روز تک اسی کوہستانی سلسلہ میں پڑاؤ کرکے آرام کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

○

اسی کوہستانی سلسلہ میں پڑاؤ کے دوران ایک روز چنگیزخان کا سپہ سالار اعلیٰ سوبدائی خان اپنے خیمہ میں اکیلا بیٹھا تھا کہ اس کی حسین و جمیل بیٹی طیان اور بیٹا بلداق دونوں داخل ہوئے۔ ان کے ساتھ ان کے نانا کا جاننے والا مسلمان مبلغ نظام الدین بھی تھا۔

سوبدائی نے جونہی اپنی بیٹی اور بیٹے کو دیکھا، اس کے چہرے پر بے پایاں خوشیاں بکھر گئیں تھیں۔ وہ فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے دونوں بازو اس نے پھیلا دیئے۔ حسین و جمیل طیان اور اس کا بھائی دونوں بھاگ کر اپنے باپ سے لپٹ گئے۔ سوبدائی ان دونوں کو پیار کرنے لگا۔ کچھ دیر بعد طیان علیحدہ ہوتے ہوئے بولی۔

اے میرے باپ! یہ جو بزرگ آپ ہمارے ساتھ دیکھ رہے ہیں، ان کا نام نظام الدین ہے۔ انہی کے ہاتھوں میرے نانا نے اسلام کیا قبول تھا۔ سوبدائی نے آگے بڑھ کر نظام الدین سے بھی پر جوش مصافحہ کرتے ہوئے اس کا استقبال کیا۔ پھر وہ اپنی بیٹی طیان کی طرف مڑا اور پوچھنے لگا۔ بیٹی تیرا نانا کیسا ہے۔ جواب میں طیان اور بلداق دونوں کے چہروں پر مردنی چھا گئی۔ پھر طیان کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے۔ ان دونوں کی یہ حالت دیکھ کر سوبدائی پریشان ہوگیا۔ وہ کچھ پوچھنے ہی والا تھا کہ روتی ہوئی طیان بولی

اے میرے باپ! ہمارا نانا چند روز بیمار رہنے کے بعد اس دنیا سے ہمیشہ کے لئے کوچ کرگیا۔ موت کے وقت اس نے ہم دونوں بہن بھائیوں کو اپنے اس استاد محترم نظام الدین کے حوالے کیا تھا تاکہ یہ ہمیں آپ کے پاس پہنچا دے۔ ہم اس نظام الدین کے بے حد شکرگزار اور ممنون ہیں کہ یہ ہمیں یہاں لے کر آیا۔ راستے بھر اس نے ہمیں کوئی تکلیف نہیں ہونے دی۔

طیان اور بلداق کے نانا کا سن کر سوبدائی تھوڑی دیر کے لئے کہیں ڈوب کر رہ گیا تھا۔ اس کے چہرے پر تاسف اور غم اور اندوہ کے جذبے بکھر گئے تھے۔ پھر اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور مسلم مبلغ نظام الدین کو مخاطب کرکے کہنے لگا۔ اے بزرگ! آپ کا بہت

بہت شکریہ کہ آپ میری بیٹی اور بیٹے کو لے کر یہاں آئے۔ سوبدائی شاید مزید کچھ کہتا کہ طیان بیچ میں بولی

میں اور بلداق ہم دونوں آپ کے ساتھ لشکر میں رہیں گے۔ اور یہ مسلم مبلغ بھی ہمارے ساتھ لشکر میں ہی رہے گا۔ سوبدائی نے بڑی فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ میری بیٹی جیسا چاہے گی ویسا ہی ہو گا۔ تم تینوں کے لئے میں ابھی ایک علیحدہ خیمے کا انتظام کرتا ہوں اور تم تینوں میرے ساتھ لشکر ہی میں رہو گے۔ تم بہن بھائی کی موجودگی سے مجھے بڑی تقویت اور خوشی ہو گی۔ سوبدائی خاموش ہوا تو اس بار اس کے بیٹے بلداق نے اس سے پوچھا۔

آپ ہماری ماں کو اپنے ساتھ لے کر نہیں آئے۔ بلداق کا مطلب اپنی سوتیلی ماں سے تھا کیونکہ ان دونوں کی ماں تو مر چکی تھی۔ سوبدائی نے دوسری شادی کر رکھی تھی۔ سوبدائی کہنے لگا نہیں بیٹے۔ میں تمہاری ماں اور دوسرے بہن بھائیوں کو قراقرم شہر ہی چھوڑ آیا ہوں۔ اور یہاں اکیلا ہی لشکر میں ہوں۔ میں سوچ رہا تھا کہ کاش تم دونوں بہن بھائی بھی میرے ساتھ ہوتے۔

میں سمجھتا ہوں کہ میری خوش قسمتی ہے کہ میری خواہش پوری ہوئی اور تم دونوں بہن بھائی یہاں آگئے ہو۔ تم تینوں بیٹھو' میں تمہارے کھانے کا انتظام کرتا ہوں۔ سوبدائی یہ کہہ کر اٹھا اور خیمہ کے باہر پہرہ دینے والے منگول سپاہی کو کھانے کا کہنے لگا۔ کچھ دیر بعد وہ سپاہی کھانا لے کر آگیا۔ طیان' بلداق اور نظام الدین تینوں بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ اس دوران سوبدائی ان تینوں کے لئے اپنے خیمہ کے ساتھ ہی ایک علیحدہ خیمے کا انتظام کر چکا تھا۔ جہاں وہ کھانے کے بعد آرام کے لئے چلے گئے۔

○

چنگیزخان نے چند روز تک اس کوہستانی سلسلے میں اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کئے رکھا۔ اس دوران سلطان علاؤالدین کے سامنے سے بھاگ کر اس کا بیٹا جوچی اور سالار جبی نویان بھی وہاں پہنچ گئے تھے۔ لہٰذا انہی کوہستانی سلسلوں کے اندر چنگیزخان نے اپنے بیٹوں اور سالاروں کے ساتھ سلطان خوارزم شاہ پر حملہ آور ہونے کے لئے صلاح مشورے کرنے لگا تھا۔ دوسری طرف سلطان علاؤالدین کو بھی خبر ہو چکی تھی کہ چنگیزخان پوری طاقت اور قوت سے اس کی سلطنت پر حملہ آور ہونے کے در پے ہے۔ لہٰذا وہ جند کے سرحدی شہر سے سمرقند کی طرف چلا گیا۔ سمرقند پہنچ کر اس نے اپنے چار لاکھ کے لشکر کو تقسیم کیا تاکہ مختلف شہروں میں چنگیزخان سے مقابلے میں حفاظت کی جاسکے۔

ساٹھ ہزار کا ایک لشکر اس نے اپنے ماموں اور اترار کے حاکم غائر خان کی مدد کے لئے روانہ کیا۔ بہترین تیس ہزار سوار بخارہ کی طرف بھیجے۔ دو لاکھ دس ہزار کا ایک لشکر جرار سمرقند کی حفاظت پر مامور کیا اور باقی بچنے والا لشکر اس نے اپنی' اپنے سالاروں اور بیٹوں اور اپنے حرم کی حفاظت کے لئے اپنے ساتھ رکھ لیا تھا۔ لشکر کو یوں تقسیم کرکے مختلف شہروں کی طرف روانہ کرنا سلطان خوارزم شاہ کی سب سے بڑی حماقت تھی۔ اس لئے کہ جو لشکر بھی اس نے مختلف شہروں کی طرف روانہ کئے کوئی بہتر طور پر ان کی کمانداری نہ کر سکا۔ خوارزم شاہ اگر اپنے چار لاکھ کے لشکر کو اپنے اور اپنے بیٹے جلال الدین ہی کی کمانداری میں رکھ کر چنگیزخان کے سامنے آتا تو چنگیزخان اس کا مرکزی شہر قراقرم تک تعاقب کرسکتا تھا۔ اگر ان جنگوں میں اسے کامیابی نہ ہوتی تو کم از اپنے چار لاکھ کے لشکر کے ساتھ وہ چنگیزخان کے مقابلے میں

جنگ کو اس قدر طول دے سکتا تھا کہ چنگیز خان تھک ہار کر خوارزم شاہ کی سرحد
سے ہی واپس لوٹ جانے پر مجبور ہو جاتا' لیکن پہلی ہی جنگ کے تجربے نے خوارز
شاہ کے اندر غلط فہمی اور بددلی بھر کر رکھ دی تھی۔ اتنی بڑی فوج کے باوجود چنگیز خا
کا مقابلہ نہ کیا۔ بلکہ میدان جنگ سے پیچھے ہٹ آیا۔ سمرقند میں قیام کے دوران ا
سے ایک اور غلطی سرزد ہوئی اور وہ یہ کہ ایک روز سمرقند میں قیام کے دوران
سمرقند کے شہر کے اطراف میں خندق کا معائنہ کر رہا تھا کہ خندق کا جائزہ لیتے لیتے
اچانک اپنے اردگرد جمع ہونے والے سالاروں اور لشکریوں کو مخاطب کرکے کہنے لگا۔

ہم پر اتنی بڑی قوم نے حملہ کیا ہے کہ اگر وہ صرف اپنے تازیانے ہی ا
خندق میں ڈال دیں تو سمرقند کی اس خندق کو پر کرکے رکھ دیں۔

سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے یہ الفاظ سن کر سمرقند کے محافظ لشکر
منگولوں کی اور زیادہ ہیبت اور خوف طاری ہو گیا تھا۔ اس کے بعد خوارزم شاہ سمر
سے روانہ ہو کر خراسان کی طرف چلا گیا تھا۔ لشکریوں نے جب دیکھا کہ ان کا با
علاؤالدین منگولوں کے مقابلے میں بزدلی کا مظاہرہ کر رہا ہے اور سمرقند میں قیام کر
کے بجائے خراسان کا رخ کر گیا ہے تو ان کے بھی حوصلے پست ہو گئے۔ اور وہ
چھوڑ بیٹھے۔ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے خلاف چنگیز خان کی پے در پے فتو
کا اصل سبب یہی تھا۔ سلطان علاؤالدین نے اپنے لشکر کو ٹکڑے کرکے کمزور کر
تھا۔ اگر وہ مجاہدانہ طور پر خم ٹھونک کر سامنے آجاتا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ چنگیز
اسے شکست دے سکتا۔ کسی میدان میں چنگیز خان کے مقابلے پر پسپائی ہوتی بھی
بھی سلطان علاؤالدین کی مملکت اس قدر وسیع تھی کہ ہفتوں کے اندر وہ لاکھوں کا
لشکر بھرتی کرکے منگولوں کو بھاگ جانے پر مجبور کر سکتا تھا۔ جس وقت علاؤا
خوارزم شاہ نے سمرقند میں قیام کر رکھا تھا۔ اس وقت اسکے بیٹے جلال الدین نے
تک کہا کہ لشکروں کی ساری کمانداری میرے حوالے کر دیں پھر دیکھیں کہ
منگولوں کو کس طرح ناکوں چنے چبواتا ہوں۔ پر افسوس سلطان علاؤالدین خوارز
پر اس قدر بدحواسی طاری تھی اور اس کے ہاتھ پاؤں اس قدر شل اور دماغ کچ
قدر ماؤف ہو چکا تھا کہ اس نے اپنے بیٹے جلال الدین کو بھی جھڑک دیا اور اپنی

کے مطابق لشکر کو حصوں میں تقسیم کرکے مختلف شہروں کی طرف روانہ کر دیا۔ جلال
الدین چونکہ ایک انتہائی فرمانبردار بیٹا تھا لہٰذا وہ اپنے باپ سلطان علاؤالدین خوارزم
شاہ کے سامنے بول نہ سکا۔

سلطان علاؤالدین گویہ بہانہ کرکے مزید فوج بھرتی کرنا چاہتا تھا جو حملہ آور ملکوں
کو اپنی حدود سے مار بھگائے۔ سمرقند سے خراسان چلا گیا تھا۔ لیکن اپنے لشکروں کو
تقسیم کرنے اور پھر سمرقند سے خراسان چلے جانے سے چنگیز خان نے یہ اندازہ لگایا کہ
سلطان علاؤالدین منگولوں کے ساتھ جنگ سے کترا رہا ہے اور غالباً" اس کی کوشش یہ
ہے کہ لڑائی کا کوئی موقع پیدا ہی نہ ہونے دے۔

چنانچہ اس غرض سے چنگیز خان نے بھی اپنے لشکر کو مختلف حصوں میں تقسیم
کیا۔ اور سلطان علاؤالدین کی سلطنت میں اس نے مختلف محاذ کھول کر خوارزم شاہ کے
علاقوں میں پیش قدمی شروع کر دی تھی۔

لشکر کا ایک حصہ چنگیز خان نے اپنے پاس رکھا۔ اور اس نے بخارا شہر کا ارادہ
کر لیا تھا۔ دوسرا حصہ اس نے اپنے بیٹے چغتائی اور اغدائی دونوں کی کمانداری میں دیا
اور حکم دیا کہ وہ اپنے لشکر کے ساتھ اترار شہر کا رخ کریں کیونکہ اترار شہر کا حاکم غائر
خان ہی اس ساری شرارت کا سرغنہ اور بانی تھا۔ چنگیز خان نے اسے حکم دیا کہ غائر
خان کو اس کے جرائم کی سزا ضرور دی جائے۔ اپنے سب سے بڑے بیٹے جوچی کو چنگیز
خان نے اپنے لشکر کے تیسرے حصے کا کماندار بنایا۔ اسے بناکت اور خجند شہر کی طرف
روانہ کیا۔ اپنے سب سے چھوٹے بیٹے تولوئی کو جسے چنگیز خان نے اپنے سارے لشکروں
کا اعزازی سپہ سالار مقرر کر رکھا تھا۔ چنگیز خاں نے اسے اپنے ساتھ رکھا تھا۔

چنگیز خان کا حکم پاتے ہی اس کے دونوں بیٹے اغدائی اور چغتائی اترار شہر کی
طرف بڑھے تاکہ شہر کو فتح کرکے غائر خان کو چنگیز خان کے سوداگروں کے قتل کرنے کی
سزا دی جائے۔ دوسری طرف غائر خان بھی خود اترار شہر میں موجود تھا۔ اسے جب خبر
ہوئی کہ چنگیز خاں نے ایک لشکر اپنے بیٹے اغدائی اور چغتائی کی سرکردگی میں اس کی
سرکوبی کے لئے بھیجا ہے تو وہ اترار شہر میں محصور ہو گیا۔

چنگیز خان کے دونوں بیٹوں اغدائی اور چغتائی دونوں نے اترار شہر کے شمال اور

مغرب میں اپنے لشکر کو پھیلا دیا جبکہ شہر کا جنوبی حصہ اور مشرقی حصہ انہوں نے چھوڑ دیا تھا۔ اور یوں وہ شہر پر حملہ آور ہونا شروع ہو گئے تھے۔ لیکن غائر خا اپنے قلعہ دار برہان الدین اور اس کے بھانجے اورخان کے ساتھ مل کر جراتمندی، بڑی دلیری سے منگولوں کا مقابلہ کیا۔ یہ لوگ اپنے لشکر کے ساتھ وقفے سے شہر کے دروازے سے نکل کر مغلوں پر حملہ آور ہو کر انھیں ناقابل نقصان پہنچا کر پھر واپس شہر میں محصور ہو جاتے۔ اس طرح پانچ ماہ لگا تار اتر حاکم غائر خان اور چنگیزخان کے دونوں بیٹوں اندائی اور چغتائی کے درمیان جنگ رہی۔

شہر کے لگا تار محاصرے اور پانچ ماہ سے جنگ میں مصروف رہنے کی وجہ سے شہر کی حالت بڑی ابتر اور قابل رحم ہو گئی تھی۔ دوسری طرف سلطان علاؤال خراسان میں جب خبر ہوئی کہ اس کے ماموں غائر خان کا محاصرہ ہو چکا ہے اور لگاتا پانچ ماہ سے جاری ہے اور وہ چنگیزخان کے دونوں بیٹوں کے ساتھ برسرپیکار اس نے اپنے حاجب قراچہ کو ایک اور لشکر دے کر جس کی تعداد تقریباً" دس ہز قریب تھی، اپنے ماموں غائر خان کی مدد کے لئے بھیجا۔ نیا آنے والا یہ لشکر را تاریکی میں شہر کے جنوبی اور شرقی دروازوں سے شہر میں داخل ہو کر غائر خان کے ساتھ مل گیا تھا۔

سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے حاجب قراچہ نے اترار شہر پہنچ کر دو روز جب شہراور اس کے مکینوں کا جائزہ لیا تو اس نے دیکھا کہ لوگ لگا تار جنگ بیزار ہو چکے تھے۔ اور وہ ہر صورت میں صلح کے خواہاں تھے۔ دوسری طرف قراچہ نے یہ بھی دیکھا کہ اگر جنگ اسی طرح جاری رہی تو شہر کے اندر خوراک دوسری ضرورت کا سامان بالکل ختم ہو جائے گا اور مسلمانوں کو کلیتا" اپنے آ منگولوں کے حوالے کرنا پڑے گا۔ لہٰذا اس نے فیصلہ کیا کہ شہر کے اندر مزید مح کر منگولوں کا مقابلہ کرنے کے بجائے، صلح کے لئے کوئی سلسلہ جنبانی شرو چاہیے۔

چونکہ مغلوں کے حملہ آور ہونے کا یہ فتنہ سلطان علاؤالدین کے ماموں

اترار شہر کے حاکم غائر خان کا کھڑا کیا ہوا تھا لہٰذا وہ نہیں چاہتا تھا کہ منگولوں کے ساتھ صلح کی گفتگو کی جائے۔ وہ جانتا تھا کہ یہ جنگ اسی کی غیرذمہ دارانہ حرکتوں کا نتیجہ ہے۔ اسے یہ بھی یقین تھا کہ صلح کی صورت میں بھی اس کے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں پیدا ہو سکے گی۔ اس لئے کہ چنگیزخان کے دونوں بیٹے اسے پکڑ کر چنگیزخان کے سامنے پیش کریں گے اور چنگیزخان ہر صورت میں اسے سزا دے کر رہے گا۔ لہٰذا اس نے فیصلہ کرلیا کہ منگولوں کے ساتھ لڑ کر مرنا صلح کی درخواست سے انتہا درجے بہتر ہے۔

اس موقع پر حاکم شہر غائر خان اور سلطان علاؤالدین کے حاجب قراچہ کے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے تھے۔ غائر خان کسی بھی صورت منگولوں کے ساتھ صلح و صفائی کی گفتگو کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ جب کہ قراچہ ہر صورت میں منگولوں کے ساتھ بات چیت کرکے شہر کو بچانے کے درپے تھا۔ اس طرح اترار شہر میں مسلمانوں کی طاقت اور قوت دو حصوں میں بٹ کر رہ گئی تھی۔

دوسری طرف چنگیزخان کے بیٹے اندائی اور چغتائی بھی شہر کا محاصرہ کرتے ہوئے تنگ پڑ چکے تھے۔ وہ خوراک اور رسد کا سامان حاصل کرنے میں بڑی دقت اور دشواری محسوس کر رہے تھے۔ انہوں نے اپنے لشکر کا ایک حصہ علیحدہ کیا۔ اس حصے کا کمانڈار انہوں نے اپنے بہترین سالار جبی نویان کے بھائی اونان کو بنایا۔ اونان وہی تھا جو حسین اور پرجمال طیان کا منگیتر تھا۔ اس اونان کے ذمے یہ کام لگایا گیا کہ وہ اپنے لشکر کے لئے رسد اور خوراک فراہم کرے۔ اونان فوراً" حرکت میں آیا۔ چھوٹے چھوٹے دستے اس نے اطراف میں پھیلا دیئے تاکہ اردگرد کی بستیوں اور قریوں سے خوراک حاصل کرکے اپنے لشکر کی ضرورت کو پورا کیا جاسکے۔

○

ایک روز اورخان، اس کا بھائی قبیل خان، ماموں زاد طفول خان اور بمن حرمہ اکٹھے بیٹھے، اپنے دیوان خانے میں باہم گفتگو کر رہے تھے۔ گفتگو کا موضوع منگول تھے، جنہوں نے اترار شہر کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ اتنے میں باہر سے اورخان کا ماموں برہان

الدین آیا۔ وہ بدحواس سا لگتا تھا۔ اس کی حالت دیکھتے ہوئے سب کھڑے ہو گئے برہان الدین نشست پر بیٹھ گیا۔ اسکی پریشانی دیکھتے ہوئے اورخان اس سے کچھ پوچھ ہی چاہتا تھا کہ برہان الدین خود ہی بول پڑا اور اورخان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

اورخان میں جانتا ہوں کہ تو خود ابھی کچی عمر کا ہے۔ تیری مونچھیں بھی ابھی پوری طرح سیاہ نہیں ہوئیں۔ میرے بیٹے۔ اپنے بہن بھائیوں میں تو سب سے ہے۔ میں اترار شہر کا بوڑھا اور قلعہ دار تم پر ہی بھروسہ کرسکتا ہوں۔ اترار شہر حاکم غائر خان اور سلطان کے حاجب قراچہ کے درمیان کشمکش چل پڑی ہے۔ قراچہ صورت میں چاہتا ہے کہ منگولوں کے ساتھ صلح صفائی کی بات چیت کی جائے۔ جب غائر خان ہرگز ایسا نہیں چاہتا۔ غائر خان جانتا ہے کہ صلح صفائی کی صورت میں منگول اس سے انتقام ضرور لیں گے۔

میرے بیٹے۔ میں ابھی ان دونوں سے مل کر آ رہا ہوں۔ اور میں نے دونوں سے کہا ہے کہ آپس میں مل بیٹھ کر کوئی درمیانہ راستہ نکال لیں۔ لیکن دونوں ہی اپنی اپنی بات پر اڑے ہوئے ہیں۔ کل صبح قراچہ اپنے لشکر کے ایک کے ساتھ شہر کے دروازے کھول کر چنگیزخان کے بیٹے اغدائی اور چغتائی سے گفتگو کرے گا۔ میں تمہیں یہ بھی بتا دوں کہ چونکہ شہر کے اکثر لوگ اس محاصرہ سے تنگ آچکے ہیں لہٰذا لوگوں کی اکثریت اب غائر خان کے بجائے سلطان کے حاجب قراچہ کا ساتھ دے رہی ہے۔

بیٹے! میں ان منگولوں کی سرشت خوب جانتا ہوں۔ تم سب بہن بھائی ناتجربہ کار ہو۔ اپنے اسی تجربہ کی بنا پر بیٹے میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ تم اپنے بھائیوں کے ساتھ شہر سے شرقی دروازے سے نکل جاؤ۔ حاجب قراچہ کے لائحہ کے مطابق اگر صلح ہو گئی اور منگول شہر میں داخل ہو گئے تو میں تمہیں یقین دلاتا کہ شہر کی کسی عورت کی بھی عزت محفوظ نہیں رہے گی اور ہر وہ جوان جو منگولوں لڑنے کے درپے ہو گا اسے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ لہٰذا ایسا وقت سے پہلے میں چاہتا ہوں کہ تو اپنے بہن بھائیوں کو لے کر یہاں سے نکل جا محفوظ جگہ چلا جا۔ میرا ارادہ ہے کہ تو یہاں سے نکل کر خوارزم کی طرف نکل

بیٹے وہ سلطنت کا مرکزی شہر ہے اور مجھے امید ہے کہ سلطان علاؤالدین جب خوارزم پر ضرب پڑے گی تو ضرور اس کے دفاع کا سامان کرے گا۔

اپنے ماموں کی اس گفتگو کے جواب میں اورخان کی گردن جھک گئی تھی۔ شاید وہ جواب میں کچھ کہنا چاہتا تھا کہ برہان الدین پھر بول پڑا۔ جواب میں کوئی دلیل پیش کرنے کی کوشش نہ کرنا۔ میں جانتا ہوں کہ تم بہادر ہو' شجاع ہو' دلیر ہو اور نڈر ہو۔ تم چاہو گے کہ میرے ساتھ اس شہر میں رہ کر منگولوں کے ساتھ لڑائی کرے' مگر میں ایسا نہیں چاہتا۔ میں اور تم اکیلے اس شہر کی حفاظت نہیں کرسکتے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم آج ہی بلکہ اسی وقت ضروری سامان سمیٹ کر دونوں بھائیوں اور بہن کو لے کر یہاں سے نکل جاؤ۔

اورخان نے بڑے غور سے برہان الدین کی طرف دیکھا پھر بولا۔ ماموں کیا یہ آپ کا حکم ہے۔ اس پر برہان الدین نے کہا کہ ہاں بیٹے یہ میرا حکم ہی ہے۔ زندگی میں' میں نے کبھی تمہیں کوئی حکم نہیں دیا۔ میں نے تمہیں اپنے بچوں سے بڑھ کر عزیز اور پیارا رکھا ہے۔ تم سمجھو کہ آج میں تمہیں حکم ہی دے رہا ہوں۔ اور میری خواہش بھی ہے کہ میرا بیٹا میری حکم عدولی نہ کرے۔ اورخان کھڑا ہوتے ہوئے بولا۔ ماموں اگر یہ معاملہ ہے تو پھر میں آج ہی اپنے بہن بھائیوں کو لے کر یہاں سے نکل جاؤں گا۔ اورخان کا یہ جواب سن کر برہان الدین خوش ہو گیا تھا۔ پھر وہ ان کے ساتھ مل کر ان کے کوچ کی تیاریاں کرنے لگا۔

غائر خان اور حاجب قراچہ دونوں اپنی اپنی ہٹ دھری پر قائم رہے۔ آخر اہل شہر کی حالت نہ دیکھتے ہوئے قراچہ نے اگلے روز اہل شہر کی مرضی سے شہر کی فصیل کے دروازے کھول دیئے۔ اور شہر سے باہر نکل آیا۔ منگولوں نے اسے پکڑ کر چنگیزخان کے بیٹے اغدائی کے سامنے پیش کیا۔ اغدائی تھوڑی دیر تک سر سے لے کر پاؤں تک حاجب قراچہ کو بڑے غور سے دیکھتا رہا پھر اس نے اسے اہل شہر سے غداری کرنے پر برا بھلا کہا اور حکم دیا کہ اسے اور شہر کے تمام باشندوں کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ حاجب قراچہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا اور شہر میں جس قدر مسلمان تھے انہیں بھی تہ تیغ کر دیا گیا۔

دوسری طرف حاکم شہر غائر خان اترار شہر کے قلعہ دار برہان الدین کے سا
شہر کے قلعے میں محصور ہو گیا تھا۔ ان دونوں کے ساتھ ابھی تک بیس ہزار کا لشکر
جو ان دونوں کے لئے بڑا مخلص اور فرمانبردار تھا۔ دوسری طرف منگول شہر میں دا
ہو چکے تھے۔ جب کہ غائر خان اور برہان الدین دونوں ہر رات موقع پا کر قلعے سے
اور منگولوں پر بے خبری میں شب خون مارتے اور مار دھاڑ کرتے ہوئے پھر قلعے
داخل ہو جاتے۔ اس طرح انہوں نے وقفے وقفے سے شب خون مارتے ہوئے منگو
کو ناقابل تلافی نقصان پہنچانا شروع کر دیا۔

یہ سلسلہ لگاتار ایک ماہ تک جاری رہا۔ دونوں طرف لشکریوں کی کافی تعداد
جا رہی تھی۔ فرق یہ تھا کہ منگولوں کو باقاعدہ کمک پہنچ رہی تھی جب کہ غائر خا
باہر سے رسد اور کمک مہیا نہیں ہو رہی تھی جس کی وجہ سے دن بدن اس کے لشکر
تعداد کم سے کم تر ہوتی چلی جا رہی تھی۔

آخر کار قلعہ میں محصور غائر خان کے لشکر کی تعداد گھٹتے گھٹتے صرف دو
سپاہیوں تک پہنچ گئی تھی۔ لیکن غائر خان اور برہان الدین کے دم خم میں کوئی فر
آیا۔ پھر ایسا موقع بھی آیا کہ برہان الدین بھی منگولوں کے ساتھ لڑتے لڑتے ما
اور غائر خان کے ساتھ صرف دو سپاہی رہ گئے تھے وہ بھی ایک رات تیر لگنے
مارے گئے۔

اس صورت حال میں قلعہ کے اندر موجود عورتیں غائر خان کے ارد گرد
گئی تھیں۔ ان عورتوں سے کام لیتے ہوئے منگولوں پر تیر اندازی کرتے ہو
خاں نے انہیں کچھ عرصہ تک روکے رکھا۔ لیکن آخر کب تک؟ جب اس کے
رسد اور کمک بالکل ختم ہو گئی تو مغلوں نے قلعے کو بھی فتح کر لیا اور غائر خان
گرفتار کر لیا۔

چنانچہ کہتے ہیں کہ چنگیزخان کے بیٹے اغدائی نے اترار کے حاکم غائر
رفتار کرنے کے بعد اسے چنگیزخان کے پاس بھیج دیا۔ چنگیزخان نے انتقام
نے پگھلی ہوئی چاندی غائر خان کی آنکھوں اور کانوں میں ڈلوا کر اسے قتل
اترار شہر کی فصیلیں گرا دی گئیں۔ شہر بھی گرا کر ہموار کر دیا گیا۔ آبادی کا اکثر

کر دیا گیا اور وہ نوجوان جو آنے والے دنوں میں منگولوں کے کام آسکتے تھے اور
میں ان کی مدد کر سکتے تھے انہیں غلام بنا کر اپنے ساتھ رکھ لیا تھا۔

قبیل خان' طفول خان اور حرمہ کو لے کر اورخان اترار شہر سے نکلا۔ کے پاس اپنے دونوں سدھائے ہوئے گھوڑے تھے۔ ایک وہ سرخ رنگ کا گھ پہلے سے اس کے پاس تھا اور دوسرا چمکدار سیاہ رنگ کا جنگلی گھوڑا جسے اس۔ سدھا لیا تھا۔ اور اس کے ساتھ وہ بچھیرا بھی تھا جسے اس نے اسی جنگلی گھو ساتھ پکڑا تھا۔ قبیل خان' طفول خان ار حرمہ بھی اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار کوہستانی سلسلے کے اندر ایک بستی کے قریب اورخان رک گیا۔ پھر خان اور طفول کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا' طفول خان اور قبیل خان تم کے ساتھ اسی شاہراہ پر ٹھہرو' میں اس بستی سے کھانے پینے اور ضرورت خرید کر جلد ہی لوٹتا ہوں۔ اس کے بعد ہم اپنا سفر جاری رکھیں گے۔ ہوسک راستے میں ہمیں کہیں اور یہ چیزیں خریدنے کا موقع نہ ملے۔ اس لئے چنگیزخان کے بیٹے اغدائی اور چغتائی نے ہم پر حملہ کیا ہے۔ وہاں چنگیزخان جوچی اور خود چنگیزخان اور چھوٹا بیٹا تولوئی بھی مختلف شہروں کا رخ کر رہے ہیں بھی سلطان علاؤالدین کے لئے ایک نیا محاذ کھولنے کی کوشش کریں گے۔ کا علاؤالدین سمرقند چھوڑ کر خراسان کی طرف نہ چلا گیا ہوتا۔ میرے بھائیو لے کر بیٹھو میں جلد لوٹتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی اورخان اپنے سیاہ رنگ کے کو ایڑ لگا کر وہاں سے چلا گیا تھا۔ اس کا دوسرا سرخ رنگ کا گھوڑا اور بچھیرا کے پیچھے پیچھے ہی جا رہے تھے۔

○

اورخان کو بستی کی طرف گئے تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ اس شا

منگول اپنے گھوڑوں پر سوار نمودار ہوئے۔ شاید ان کا تعلق لشکر کے اس حصے سے تھا جسے چنگیزخان کے بیٹے اغدائی نے اترار شہر کے نواح میں اپنے لشکر کے لئے خوراک جمع کرنے کے لئے مقرر کیا تھا۔ جب وہ پانچوں منگول اس جگہ آئے جہاں قبیل خان' طفول خان اور حرمہ اپنے گھوڑوں کی باگیں پکڑے کھڑے تھے تو وہ پانچوں منگول رک گئے۔ ان میں سے ایک منگول جو اپنے سفید رنگ کے گھوڑے پر سوار تھا اور اوروں کی نسبت خوب قد آور تھا اس کی ٹوپی پر باز کے پروں کی کلغی بھی تھی جو اس بات کا اظہار تھا کہ وہ یا تو ان کا سردار ہے یا لشکر کا کوئی بڑا عہدیدار ہے۔ تھوڑی دیر تک وہ کلغی والا سردار حرمہ کو بڑے غور سے دیکھتا رہا پھر وہ قبیل خان اور طفول خان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا کہ تم مسلمان ہو۔ اس پر اورخان کا چھوٹا بھائی قبیل خان سینہ تان کر بولا۔

الحمداللہ! ہم مسلمان ہیں۔ اس پر وہ کلغی والا منگول بولا۔ میرا نام اونان ہے اور منگولوں کے بہترین سپہ سالار جبی نویان کا چھوٹا بھائی ہوں۔ لگتا ہے تم تینوں اترار شہر کی طرف آ رہے ہو۔ تمہارا مقصد منگولوں کے خلاف جاسوسی کرنا ہے۔ اس بار طفول خان بولا۔ یہ تمہاری غلط فہمی ہے۔ ہمارا ایسا کوئی ارادہ نہیں۔ وہی کلغی والا جس نے اپنا نام اونان بتایا تھا' اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے فیصلہ کن انداز میں کہنے لگا۔

ان دونوں مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دو اور لڑکی کو پکڑ کر میرے گھوڑے پر بٹھا دو۔

اونان کے ان الفاظ سے قبیل خان اور طفول خان کے چہرے مارے غصے کے سرخ ہو گئے۔ قبیل خان نے اس اونان نامی منگول کو مخاطب کر کے کہا کہ تو بکتا ہے۔ یہ ہم دونوں کی بہن ہے۔ تو اسے ہاتھ لگا کر دیکھ۔ اونان نے آنکھ سے اپنے ساتھیوں کو مخصوص اشارہ کیا۔ جس کے جواب میں وہ چاروں منگول قبیل خان اور طفول خان پر حملہ آور ہو گئے۔

قبیل خان اور طفول خان چونکہ پہلے ہی اپنی تلواروں اور ڈھالوں پر گرفت کئے ہوئے تھے لہٰذا وہ بھی ان چاروں منگولوں کے سامنے ڈٹ گئے۔ اس موقع پر حرمہ

نے بھی اپنی تلوار نکال کر اپنے دونوں بھائیوں کی مدد کرنا چاہی مگر اتنے میں او... حرکت میں آیا اور حرمہ کے قریب پہنچ کر اس نے بازو سے پکڑ کر حرمہ کو ا... گھوڑے پر بٹھایا اور بھاگ کھڑا ہوا۔

جس وقت اونان نام کے منگول نے جو کہ حسین و جمیل طیان کا منگیتر تھا، حر... کو اچک کر اپنے گھوڑے پر بٹھایا تھا، اسی وقت اورخان بستی سے نکل کر شاہرا... طرف آیا۔ اور اس نے چاروں منگولوں کو قبیل خان اور طفول خان کے ساتھ لڑ... اور اونان کو اپنی بہن حرمہ کو گھوڑے پر بٹھاتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ لہٰذا اپنے سیاہ رنگ... کے گھوڑے کو بڑی بیخ پا کر دینے والی ایڑ لگاتے ہوئے وہ شاہراہ کی طرف آیا تھا۔

اپنے گھوڑے کو طوفان کی طرح بھگاتے ہوئے اورخان اس جگہ آیا جہا... چاروں منگول ابھی تک قبیل خان اور طفول خان کے ساتھ برسرپیکار تھے۔ پھر جیـ... شب کے سرابوں میں خونی قبائیں، سنسان گزرگاہ حیات میں خوابوں کی گونجیں اور خا... لمبے ہاتھوں والی آندھیوں کے اندر زرد تپتی ریت، اندھی فضاؤں کے اندر جوش ز... ہوتی ہیں اس طرح اورخان بھی غصے اور قہرمانی سے بھرپور ان چاروں کی پشت ک... طرف سے نئے نامہربان گردشوں، ذات کی محرومیوں، زیست کو قیامت کا ہنگامہ بنا... آہوں کے اثرات کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔ اپنے پہلے ہی حملے اس نے دو منگولوں ک... گردنیں کاٹ کر رکھ دی تھیں۔ اپنے دو ساتھیوں کے مرنے کے بعد دوسرے د... منگول چونکے کہ اسی لمحے قبیل خان اور طفول خان کی تلواروں نے انہیں کاٹ کر ر... دیا۔ ان چاروں کا خاتمہ کرنے کے بعد تینوں بھائیوں نے ایک دوسرے سے کچھ ب... نہ کہا بلکہ وہ اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگاتے ہوئے اونان کے تعاقب میں لگ گئے تھے... حرمہ کو اٹھا لے گیا تھا۔

اورخان نے اپنے سیاہ رنگ کے اس جنگلی گھوڑے کو اس تیزی اور ا... انگیخت کے ساتھ بھگایا تھا کہ قبیل خان اور طفول خان کے گھوڑے بہت پیچھے... گئے تھے۔ اور اورخان کا وہ وحشی، جنگلی سیاہ گھوڑا، شاہراہ پر دھول اڑاتا ہوا بڑی تی... سے حرمہ کو اٹھا لے جانے والے اونان کے قریب سے قریب تر ہوتا چلا گیا۔ تھو... ہی دیر بعد اورخان نے اونان کو جا لیا۔ اورخان نے یہ بھی دیکھا کہ اونان کے آ...

آگے کچھ اور منگول بھی اسی شاہراہ پر جا رہے تھے جن کی تعداد پانچ چھ کے قریب ہو گی۔ انہوں نے اورخان کو اونان کے تعاقب میں دیکھا تو وہ بھی اپنے گھوڑوں کو موڑ کر اونان کی مدد کے لئے بڑھے تھے۔ اورخان کو وحشی انداز میں اپنا گھوڑا بھگاتے ہوئے اپنے سر پر پہنچتے دیکھ کر اونان نے اپنے گھوڑے کو روک دیا تھا۔ اونان کی گرفت چونکہ حرمہ پر ڈھیلی ہو گئی تھی لہٰذا حرمہ گھوڑے سے چھلانگ لگا کر نیچے اتر گئی تھی اور اس طرف بھاگی جہاں اورخان نے اپنے گھوڑے کو روک لیا تھا۔ اپنی ماموں زاد حرمہ کو مخاطب کرکے اورخان بولا۔

حرمہ! میری بہن، تم شاہراہ کے ایک طرف کھڑی ہو جاؤ۔ ہم نے حملہ آور ہونے والے چاروں منگولوں کا خاتمہ کر دیا ہے اور میرے پیچھے ہی قبیل خان اور طفول خان بھی ادھر ہی آ رہے ہیں۔ اورخان کی یہ گفتگو سن کر طیان کے منگیتر اونان نے بھی اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور اورخان کے قریب آگیا۔ بڑی قہرمانی اور بڑی غضبناکی میں وہ اورخان کو مخاطب کرکے کہنے لگا۔

اجنبی! میں نہیں جانتا کہ تو کون ہے؟ تیرا نام کیا ہے؟ اس لئے کہ جس وقت ہم نے اس لڑکی کو وہاں سے اٹھایا تھا اس وقت تو وہاں نہیں تھا۔ اگر تو نے میرے چار منگولوں کا کام تمام کر دیا ہے تو کیا تو اپنی جان بچا کر یہاں سے بھاگ سکے گا۔ میں تو اس دشت تنہائی میں وقت کے رستے زخموں کو تیرا نصیب بناؤں گا۔ بے نام مسافت میں ہجر و درد کے چڑھتے دریاؤں کو تیری زیست کا عنوان لکھوں گا۔ اور وقت کے اس موڑ پر خراب و خستہ اور بدحال اور بے نوا منزلوں کے کرب کو تیرا مقدر بنا کر رکھ دوں گا۔

دیکھ اجنبی! مجھے اس سے بھی کوئی غرض نہیں کہ تیرا نام کیا ہے۔ پر میں تجھے اپنے متعلق بتاؤں کہ میرا نام اونان ہے۔ میں چنگیزخان کے سارے لشکر میں تیسرا درجہ رکھنے والا بہترین تیغ زن ہوں۔ میں ان جوانوں میں سے ہوں جو آتے جاتے موسموں کے قافلوں کی طرح موت بن کر زیست کے دروازۂ شب پر دستک دینا جانتے ہیں۔ میں ان منگولوں میں سے ہوں جو ابد کا منتظر ازل بن کر اپنے دشمنوں کی رگوں میں خوف کا زہر بھر دیتے ہیں۔ اور مرگ کی موج تجسس بن کر صدیوں کی طرح گزرتی

راتوں کے بجھے آتش کدوں کی آگ کو پھر بھڑکا کر رکھ دیتے ہیں۔

اتنا کہنے کے بعد اوتان جب خاموش ہوا تو اورخان اس کی گفتگو کا جواب ہوئے کہنے لگا۔ دیکھ منفی عمل کو اپنی فطرت' زیست کی بے ثباتی کے قصوں کو لو منزل کے موہوم تعین کو ابد گیر ازل بنانے والے ان خون سمیٹتی راہوں پر میں تجھ پر حملہ آور ہوں گا تو تیرے جسم کو رعشہ براندام' تیری سانسوں کو بخار زدہ گا۔ قسم خدائے خشک و تر کی' میں تیری نفرت کی ساری آگ کو آب آب' قسمتوں کے حروف کو لہو لہو' تیری شجاعت کے ابد گیر دعووں کو خون خون کرکے ر دوں تو مجھے اورخان مت کہنا۔ اوتان! میں جانتا ہوں تو سوبدائی کی بیٹی طیان کا ہے۔ پر تم چونکہ میری بہن حرمہ کو اٹھا کر ایک بہت بڑے گناہ کے مرتکب ہو۔ اس لئے میں ان ویرانوں میں تمہاری گردن ضرور کاٹوں گا۔

اورخان کے اس انکشاف پر اوتان اور زیادہ برہم ہو کر کہنے لگا۔ تیری زبان پر میری منگیتر طیان کا نام کیسے آیا۔ تو اسے کیسے جانتا ہے۔ اورخان بولا۔ کتے' ہم لوگ تم لوگوں کی طرح بد اخلاقی کے بے لگام گھوڑے پر سوار ہونے نہیں ہیں۔ میں طیان کو کیسے جانتا ہوں' تو اس کو بھی بھول جا۔ اب تیرا اور میرا کے اس میدان میں ہی ٹکراؤ ہو گا۔ اور میں قسم کھا چکا ہوں کہ اپنی بہن کو ا کے جرم میں تیری گردن ضرور کاٹوں گا۔ اتنا کہنے کے بعد اورخان خاموش ہو گیا لئے کہ سامنے کی طرف جانے والے پانچ منگول جو واپس لوٹ آئے تھے اور ا اوتان کے پاس آ کر اپنے گھوڑے روک کر کھڑے ہو گئے تھے۔ اتنے میں قبل اور طغرل خان بھی اپنے گھوڑے بھگاتے ہوئے اس جگہ پہنچ گئے تھے۔

طیان کا منگیتر اوتان اپنے گھوڑے کو اورخان کے مزید قریب لایا اور چ طنزیہ سی مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے بولا۔ اورخان نام کے مسلمان میں نے زند کبھی کوئی ایسا تیغ زن نہیں دیکھا جو میرے سامنے جم کے لڑ سکا ہو۔ یا میری آ میں آنکھیں ڈال کر گفتگو کر سکا ہو۔ یا یہ کہ کھلے میدانوں میں مجھے مقابلے اور کی دعوت دے سکا ہو۔ تو پہلا جوان ہے جس نے میرے ساتھ ایسی اور اس گفتگو کی ہے۔ دیکھ اگر تو پسند کرے تو' تو اکیلا میرے ساتھ ٹکرا۔ میرے پانچ

ے ساتھ آن ملے ہیں۔ میں انہیں حکم دیتا ہوں کہ یہ ایک طرف پیچھے ہٹ کر ے ہو جائیں۔ تیرے جو دو ساتھی اور حمایتی آن پہنچے ہیں تو انہیں بھی ایک طرف کر دے اور اکیلا میرے ساتھ مقابلہ کر۔ پھر دیکھ ان ویرانوں میں کس کا انجام' کا اختتام اسے گلے لگاتا ہے۔ یہ سن کر اورخان نے بڑی زندہ دلی اور جرأتمندی کرتے ہوئے کہا۔ اوتان میں تیرے اس چیلنج کو قبول کرتا ہوں۔ اور تجھے پہلے کرنے کا موقع بھی دیتا ہوں۔ مجھ پر پہلے وار کر پھر اپنے انجام کا انتظار کر۔ خان کے ان الفاظ سے اوتان کے چہرے پر پھر گہری طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وہ اورخان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اورخان یوں بڑھ چڑھ کر گفتگو نہ کر۔ جب میں تم پر حملہ آور ہوں گا تو تیرے وں میں کوئی رقص' کوئی رومان' کوئی گیت نہ رہنے دوں گا۔ تیرے خون میں درد قرب کی کوئی آہٹ کی آواز' کوئی صدا نہ رہنے دوں گا۔ تیرے خیالات کو گرانی ی' تلخی افکار سے پاک صاف کر کے رکھ دوں گا اور تجھے غم و اندوہ کا کھوج بنا کر دوں گا۔ اس کے ساتھ ہی اوتان نے اپنے گھوڑے کو سخت ایڑ لگائی اور وہ گرد ا کے زہریلے لمحوں' بے اثر موت کی اندھی چاپ اور کسی ویران سرائے میں شب کے سایوں کی طرح اورخان پر حملہ آور ہوا تھا۔

اورخان اوتان کا یہ حملہ روکنے کے لئے پہلے ہی بہت مستعد اور تیار تھا۔ جونہی ان نے اس پر اپنی تلوار برسائی اورخان نے پرفشاں مندی اور لاانتہاؤں کا سا مظاہرہ تے ہوئے بڑی آسانی کے ساتھ اوتان کے وار کو اپنی ڈھال کے ساتھ روک لیا پھر جوابی حملہ کرتے ہوئے اورخان زیست کے سوگ' زندگی کی نوحہ گری اور ریزہ ہ کر دینے والی آندھیوں کی طرح اوتان پر ٹوٹ پڑا تھا۔ تھوڑی دیر تک اس شاہراہ ونوں جم کر لڑتے رہے یہاں تک کہ اورخان نے اپنے وحشی' جنگلی سیاہ رنگ کے ڑے کو دائیں پاؤں کی ٹھوکر اگلی ٹانگوں کے قریب لگاتے ہوئے اس کا رخ موڑا۔ ڑا ہنہناتا ہوا اپنی دونوں اگلی ٹانگیں اٹھاتا ہوا الف بن کر کھڑا ہو گیا تھا۔

اس کے ساتھ ہی اورخان نے اپنی آواز کی پوری رفعت اور طاقت سے اللہ و پکارتے ہوئے تکبیر بلند کی اور ساتھ ہی ایک بار پھر اس نے اپنے سیاہ رنگ کے

جنگلی گھوڑے کو ایک ایڑ لگائی تو گھوڑا تیزی اور قوت کے ساتھ اونان کی طرف تھا۔ اونان نے اورخان پر حملہ آور ہونے کے لئے پہلے ہی اپنی تلوار فضا میں رکھی تھی۔ پر اونان سمجھا نہ تھا کہ اورخان کس انداز میں اس پر حملہ آور ہو ہے۔ اورخان کا گھوڑا بڑی بری طرح آ کے اونان کے گھوڑے سے ٹکرایا گھوڑے پر بیٹھا ہوا اونان اپنا توازن کھو بیٹھا۔ وہ گھوڑے سے گرنے ہی لگا ایک ہاتھ سے اس نے اپنے گھوڑے کی گردن کے بال پکڑتے ہوئے سنبھلنا چاہا اسی لمحے جب اس نے اپنے گھوڑے کے عیال پکڑے تھے' اورخان نے اس تلوار برسائی اور اورخان کی تلوار اونان کو شانوں سے لے کر پیٹ تک چیرتی ہوئی گئی۔ فضا میں اونان کی چیخ بلند ہوئی' پھر وہ زمین پر گر کر دم توڑ گیا تھا۔

اورخان کے ہاتھوں اونان کا خاتمہ ہونا تھا کہ قریب ہی کھڑے پانچ منگولوں سے چار حرکت میں آئے اور اورخان پر ٹوٹ پڑے۔ اتنی دیر تک قبیل خان طفول خان بھی آگے بڑھ کر ان کے سامنے جم گئے تھے۔ پانچواں منگول ایک ہٹ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ وہ شاید اس لڑائی میں حصہ لینے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا لڑتے لڑتے ان چار منگولوں میں سے ایک اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر ایک طرف باقی تین منگول بری طرح اورخان' قبیل خان اور طفول خان کے ساتھ لڑ مصروف تھے۔ چوتھا منگول ایک طرف ہٹا اورخان' قبیل خان اور طفول خان کے ساتھیوں کے ساتھ مصروف جنگ دیکھ کر وہ بڑی تیزی سے ایک طرف کھڑی طرف بڑھا اور اس پر حملہ آور ہوا۔ حرمہ بے چاری نے اپنی ڈھال اور سنبھالتے ہوئے اپنا دفاع کرنے کی بڑی کوشش کی لیکن اس منگول نے حرمہ تلوار برسا کر اس کا کام تمام کر دیا۔

اپنے پہلو میں اورخان کو حرمہ کی چیخ بلند ہوتی سنائی دی تو وہ اس اند غضبناکی میں اپنے سامنے منگول پر حملہ آور ہوا تھا کہ اپنے پہلے ہی وار میں ا اس منگول کی گردن کاٹ کر رکھ دی۔ پھر وہ برق رفتاری سے مڑا۔ اس کا د جنگلی گھوڑا اس تیزی سے مڑا کہ اورخان کے پیچھے بیٹھا ہوا بندر بھی اپنا توازن تھا اور بڑی مشکل سے زین کو پکڑ کر اس نے اپنے آپ کو سنبھالا۔

واپس مڑتے ہی اورخان اس منگول پر حملہ آور ہوا' جس نے حرمہ پر تلوار کا ر کیا تھا۔ منگول اورخان کے سامنے جم گیا لیکن اپنے دائیں طرف حرمہ کو خون آلود یکھ کر اورخان بے چارہ آپے سے باہر ہو گیا۔ اس کے چہرے پر بے پایاں درندگی' کی آنکھوں میں بربریت رقص کرنے لگی تھی۔ وہ ایسی خونخواری سے اس منگول پر ملہ آور ہوا کہ اپنی پوری کوشش کے باوجود وہ منگول اس کا وار نہ روک سکا اور رخان کی تلوار اس منگول کو شانے سے لے کر پیٹ تک چیرتی چلی گئی تھی۔ اتنی دیر ں قبیل خان اور طفول خان نے بھی اپنے ساتھ لڑنے والے دونوں منگولوں کا خاتمہ دیا تھا۔

پانچواں منگول ابھی تک اپنی جگہ پر خاموش' بے حس و حرکت کھڑا تھا۔ نہ اس نے اپنی تلوار میان سے نکالی تھی' نہ ڈھال سنبھالی تھی۔ اورخان نے ایک نگاہ بڑی انی کی اس منگول پر ڈالی۔ پھر وہ بے چارہ بڑا بے چین ہو کر حرمہ کی طرف بڑھا۔ مہ کی خون آلود لاش کو اس نے اپنی گود میں سمیٹا۔ اس صورت حال پر اورخان سک سسک رو پڑا تھا۔ اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تھے۔

دوسری طرف اس کا چھوٹا بھائی قبیل خان' ماموں زاد طفول خان بھی بچوں کی ح سسک سسک کر حرمہ کی لاش سے لپٹ کر رو رہے تھے۔ تھوڑی دیر تک ایسا سماں رہا۔ پھر اورخان حرمہ کی خون آلود پیشانی پر ایک طویل بوسہ دینے کے بعد ی اور ڈوبتی ہوئی آواز میں کہنے لگا۔

حرمہ میری بہن! تیرا چاند سا کندن چہرہ ہم تینوں بھائیوں کی سانسوں کا تسلسل ۔ تو ہم تینوں کے لئے اندھیرے جنگل میں ایک جگنو تھی' ہم تینوں کے لئے تو کلیوں ی گنگناہٹ' پتوں کی سرسراہٹ جیسی تھی۔ نرم رو بارش کی گیت مالا اور چڑیوں کی ہاہٹ جیسی شفیق تھی۔ تیرے لہجے کی حلاوت ہمارے لئے دھیمے سروں کا نغمہ تھی۔ رامت کے گہرے اندھیروں میں شعور غم جان اور غموں کی لامکان بلندیوں میں مقدر ے جلتے حروف جیسا تھا۔

حرمہ میری بہن۔ کاش میں نے ان منگولوں کے ہاتھوں تیری حفاظت کا سامان یا ہوتا۔ حرمہ میری بہن۔ کاش تو اس بزدل منگول کی تلوار کا شکار نہ ہوئی ہوتی۔

اس کے بعد اورخان کچھ کہہ نہ سکا تھا۔ اس لئے کہ اس کی آواز ہچکیوں اور آز
میں ڈوب کر رہ گئی تھی۔ تھوڑی دیر تک تینوں بھائی حرمہ کی لاش سے لپٹ کر ر
سسک کر روتے رہے‘ پھر اورخان نے اپنے آپ کو سنبھالا۔ باری باری وہ قبیل
اور طفول خان کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔

میرے بھائیو! ابھی تک خطرات ہم تینوں کے سروں پر منڈلا رہے ہیں۔
رکھو جس علاقے میں ہم اس وقت کھڑے ہیں اس کے آس پاس ہمارے ہاتھوں
والے منگولوں کے اور کئی ساتھی بھی بکھرے ہوئے ہوں گے۔ آؤ اس سامنے
ٹیلے کے اوپر حرمہ کو دفن کرکے یہاں سے کوچ کر جائیں۔

اورخان کی اس گفتگو پر قبیل خان اور طفول خان نے اپنی آنکھیں خشک ک
ہوئے اپنے آپ کو سنبھالا۔ تینوں حرمہ کی لاش کو اٹھا کر قریبی ٹیلے کے اوپر لے
وہاں خنجروں کی مدد سے انہوں نے گڑھا کھودا اور حرمہ کی تجہیز و تکفین کا سامان ک
کے بعد وہ پھر ٹیلے سے نیچے اتر کر شاہراہ پر اس جگہ آئے تھے جہاں ان کے سا
گھوڑے اور بچھیرہ کھڑے تھے۔ اور اورخان کا بندر ان کے ارد گرد ایسے چکر لگا
جیسے وہ ان کی حفاظت کر رہا ہو۔

گھوڑوں کے پاس آکر اورخان نے دیکھا کہ پانچواں منگول شاہراہ کے کنا
ابھی تک چپ چاپ اپنے گھوڑے پر سوار کھڑا تھا۔ اورخان نے تھوڑی دیر تک
غضبناکی کے انداز میں دیکھا پھر اپنی تلوار اس نے بے نیام کی پھر اس منگول کو اش
اشارے سے اپنی طرف بلایا۔ اس پر وہ منگول اپنے گھوڑے سے اتر پڑا۔ آ
آہستہ ڈرتا ڈرتا سہما سہما وہ اورخان کے پاس آیا اور خوف زدہ سی آواز میں اورخا
مخاطب کرکے کہنے لگا۔

میں تم لوگوں کا دشمن نہیں۔ دیکھو میں بالکل تنہا ہوں۔ میری تلوار میری ا
گھوڑے کی زین کے ساتھ لٹک رہی ہے۔ مجھے تمہارے ساتھ کوئی دشمنی نہیں
سن کر اورخان نے بڑے غصے سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

اگر میں تمہاری اس بات کو تسلیم کرلوں کہ تمہاری ہمارے ساتھ کوئی
نہیں تو تم شاہراہ کے کنارے اب تک کیوں کھڑے ہوئے ہو۔ اس پر وہ منگوا

ہی سے اورخان کو مخاطب کرکے کہنے لگا۔

میں چنگیزخان کے سب سے اچھے‘ سب سے بہادر اور بہترین تیغ زن اور سالار
رائی کا غلام ہوں۔ میرا نام منگن ہے۔ میں تمہارے ہاتھوں مرنے والے اس اونان
یغام سوبدائی کا پیغام لے کر آیا تھا۔ تم نے اونان کے ساتھ گفتگو کے دوران اپنا نام
رخان بتایا تھا اور تم نے طیان کا ذکر کیا تھا۔ شاید تم وہی ہو جس نے طیان کی جان
عزت اس وقت بچائی تھی جب اسے اسماعیلی کوہستان تھان شیان کے سلسلوں سے
ا کرلے گئے تھے۔

مجھے طیان کے باپ سوبدائی نے اونان کی طرف بھیجا تھا۔ شاید تو جانتا ہو گا کہ
ان حسین و جمیل طیان کا منسوب تھا۔ میں اسے طیان کے باپ سوبدائی کا یہ پیغام
ینے آیا تھا کہ اونان کے ساتھ طیان کی شادی آج سے پورے بیس دن بعد مقرر کی
چکی ہے۔ لہٰذا میں نے اونان کو یہ پیغام پہنچایا تھا کہ وہ بیس دن سے پہلے پہلے چنگیز
ن کے لشکر میں پہنچ جائے۔ جہاں اس کی اور طیان کی شادی کا اہتمام کیا جائے گا۔
پیغام دینے کے بعد میں رخصت ہونا چاہتا تھا کہ تمہارے ساتھ اونان کا یہ حادثہ پیش
لیا۔

اورخان! اب جب کہ تم نے اونان کا سر قلم کردیا ہے تو میں اس شاہراہ کے
نارے ابھی تک اس لئے کھڑا ہوں کہ تم لوگوں سے اجازت لوں کہ مجھے اونان کا سر
پنے ساتھ لے جانے کی اجازت دے دو۔ اس پر اورخان نے تیز نگاہوں سے منگن
ی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا تم اس کا سر اپنے ساتھ لے جا کر کیا کرو گے۔ اس پر
نگن کہنے لگا میں واپس جا کر سوبدائی اور اس کی بیٹی طیان کو بتاؤں گا کہ اب یہ شادی
ہیں ہوسکتی اس لئے کہ اونان اب زندہ نہیں رہا۔ اگر میں اونان کا کٹا ہوا سر نہ لے
رگیا تو وہ لوگ میری بات پر اعتبار نہیں کریں گے اس لئے کہ تیغ زنی میں اونان کو
ب تک ناقابل تسخیر خیال کیا جاتا رہا ہے۔ ہمارے صحرائے گوبی کے اندر یہ مشہور تھا
ہ پورے منگولوں کے اندر اونان تیغ زنی میں تیسرا مقام رکھتا ہے۔ پہلا طیان کا باپ
بدائی‘ دوسرا اونان کا بڑا بھائی جبی نویان‘ تیسرا خود اونان‘ لہٰذا میں نے جا کر اگر
ہیں یہ بتایا کہ ایک نوجوان جس کا نام اورخان ہے اس نے اونان کو انفرادی مقابلے

میں قتل کر دیا ہے تو وہ ہرگز میری بات پر اعتبار نہیں کریں گے۔ لیکن جب
انہیں اونان کا کٹا ہوا سر دکھاؤں گا تو انہیں میری بات کو تسلیم کرنا ہوگا۔

منگن کی اس بات پر اورخان نے کچھ سوچا۔ پھر وہ اونان کی لاش کے قر
آیا اس کی گردن پر زور سے تلوار ماری۔ اس کا سر جدا کیا اور پھر منگن کو مخا
کرتے ہوئے کہنے لگا۔ منگن میں نے اس کا سر اس کے دھڑ سے الگ کر دیا
اب تو اسے سوبدائی اور اس کی منسوبہ طیان کو دکھانے کے لئے اپنے ساتھ لے جا
ہے۔ اس موقع پر منگن پھر بولا

اورخان یہ تو تمہارے ساتھ دو نوجوان ہیں یہ کیا تمہارے بھائی ہیں۔ اس
اورخان مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ ہاں! یہ دونوں میرے بھائی ہیں۔ ایک کا نام
خان اور دوسرے کا نام طفول خان ہے۔ اب تم بات کو طول نہ دو۔ اونان کا کٹا
سر اٹھاؤ اور جہاں سے چلے جاؤ۔ اس پر منگن فوراً" حرکت میں آیا اونان کا کٹا ہوا
اس نے مرنے والے تاتاریوں میں سے ایک کے کپڑے اتار کر اس میں باندھا
اس سر کو اس نے اپنے گھوڑے کی چرمی خرجین میں ڈالا۔ گھوڑے پر سوار ہوا
اسے ایڑ لگائی اور سرپٹ دوڑاتا ہوا وہاں سے چلا گیا تھا۔

اورخان، قبیل خان اور طفول خان اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ ا
کا بندر بھی چھلانگتا ہوا اورخان کے پیچھے بیٹھ گیا تھا۔ اتنی دیر میں اترار شہر سے
بچا کر بھاگنے والے کچھ مسلمان اس سمت آ گئے تھے۔ شاید وہ خوارزم شہر کی طر
چاہتے تھے۔ ان کی زبان سے اورخان کو پتہ چلا کہ منگولوں کے ساتھ مقابلے م
کا ماموں برہان الدین بھی مارا گیا ہے۔ یہ خبر سننے کے بعد وہ تینوں بھائی بے
مزید اداس اور افسردہ ہو گئے۔ تاہم تینوں نے اپنے آپ کو سنبھالا۔ پھر وہ تینو
سے روانہ ہوئے۔ اب تینوں کا رخ خراسان کی طرف تھا۔ جہاں ان دنوں
علاؤالدین خوارزم شاہ اپنے لشکر، اپنے بیٹوں اور حرم کے ساتھ موجود تھا۔

○

سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ، کو چنگیزخان کا سامنا نہ کرتے ہوئے سمرقند سے
سان چلا گیا تھا لیکن سمرقند سے خراسان کی طرف روانگی سے قبل اس نے اپنے
ے بڑے قلعوں اور دوسرے شہروں کی حفاظت کے لئے جہاں لشکر روانہ کئے وہاں
کے لئے بہترین جرنیل بھی مقرر کر دیئے تھے۔

زنگی نام کے مشہور قلعہ کی حفاظت کے لئے ایک جرنیل ابو حفص کو سیستانی
ی کی کمان دے کر مقرر کیا گیا تھا۔ ورلخ نام کا ایک مضبوط قلعہ جو ترکستان میں ایک
بوط مورچہ خیال کیا جاتا تھا اس کی حفاظت کے لئے دو جرنیل سام اور پہلوان
یاہ کو مقرر کیا۔ بامیان کا تاریخی اور مضبوط قلعہ ایک جرنیل امیر عمر کی حفاظت میں
گیا۔ ایک اور جرنیل اختیار الدین کو پشاور کی حفاظت پر مقرر کیا گیا۔ غور کا سارا
نہ حسام الدین حسین کی نگرانی میں دیا گیا۔ کلیوں کا نامور قلعہ اختیار الملک کی زیر
ن رکھا گیا۔ ہرات کا تاریخی اور مشہور شہر شمس الدین جرجانی کی زیر نگرانی رکھا
ا۔ فیور کے قلعے پر اصیل الدین نیشاپوری کو مقرر کیا گیا۔ اور نصرت کوہ کا مشہور اور
روف قلعہ شمس الدین حاجب کے سپرد کیا گیا تھا۔ اسی طرح گرجستان کا قلعہ ایک
نیل شیران کی تحویل میں دیا گیا تھا۔ القصہ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے اپنی
و کے ہر شہر اور قلعہ کی حفاظت کے لئے کسی نہ کسی سردار اور جرنیل کو مقرر کر
تھا۔

○

خراسان میں قیام کے دوران ایک روز سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ اپنے
ل بیٹوں جلال الدین، ازلاق سلطان، آق سلطان، غیاث الدین اور رکن الدین کے

ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور کسی موضوع پر بات کر رہا تھا کہ سلطان کا حاجب اندر آیا ا
مودب ہو کر بڑی ارادت مندی سے سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ سلطان
اترار شہر کا اورخان آپ سے ملاقات کا خواہاں ہے۔ اس پر سلطان علاؤالدین ۔
نگاہوں سے اپنے حاجب کی طرف دیکھا۔ ہاں اگر اورخان یہاں پہنچ چکا ہے تو
روکا کس نے ہے۔ اسے اندر کیوں نہیں آنے دیا گیا۔ سلطان جب خاموش ہوا
کے بیٹے جلال الدین نے حاجب کی طرف دیکھتے ہوئے بڑی برہمی سے کہا۔

اورخان اب ہمارے گھرانے کا ایک فرد ہے۔ اس کو کسی بھی صورت با
روکا جاسکتا۔ اسے فی الفور اندر بھیجو۔ اس کے ساتھ ہی حاجب اپنے سر کو خ
خم دیتا ہوا باہر نکل گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اورخان اندر آیا۔ اورخان جب آ
تو سلطان علاؤالدین نے آگے بڑھ کر اورخان کو گلے لگا لیا۔ پھر بڑی ہمدردی م
ہوئی آواز میں کہنے لگا۔ اورخان میرے فرزند۔ مجھے خبر پہنچ چکی ہے کہ اترا
ہمارے ہاتھوں سے نکل چکا ہے۔ میرے بیٹے مجھے' تیرے ماموں برہان الد
مرنے کا دکھ اور افسوس ہے۔ سلطان نے جب اورخان کو علیحدہ کیا تو اس ۔
جلال الدین اور اس کے دوسرے بھائی اورخان کو گلے لگا کر ملے تھے۔ پھر جلال
نے اورخان کو اپنے پاس ہی بٹھا لیا اور کہنے لگا۔ اورخان' اترار شہر سے یہا
پہنچنے کے اپنے سارے حالات تفصیل سے کہو۔

جواب میں اورخان نے اترار سے نکلنے۔ اپنی بہن کے مرنے اور پھر خرا
رخ کرنے کے سارے حالات تفصیل کے ساتھ سنا ڈالے تھے۔ یہ حالات
سلطان علاؤالدین اور اس کے بیٹے پریشان اور افسردہ ہو گئے تھے۔ تھوڑی
خاموشی کے بعد جلال الدین نے پھر اورخان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ او
تمہارا چھوٹا بھائی قبیل خان اور ماموں زاد طفول خان اس وقت کہاں ہیں۔ ا
کہنے لگا وہ خیمے سے باہر گھوڑوں کے پاس کھڑے ہیں۔ اس پر جلال الدین بگڑ
انداز میں اورخان سے مخاطب ہوا۔ تم نے انہیں باہر کیوں کھڑا کیا ہوا ہے۔ ت
اپنے ساتھ لاتے۔ وہ بھی اسی طرح ہم سے ملتے جس طرح تم ملے ہو۔ اس
اورخان کچھ کہنا چاہتا تھا کہ سلطان علاؤالدین اپنے بیٹے جلال الدین کو مخاطب

کہنے لگے۔

جلال الدین! اب تم اٹھو اور اورخان اور اس کے بھائیوں کے لئے ہمارے قریب ہی کسی اچھے سے خیمے میں ان کے قیام کا بندوبست کرو۔ سلطان کا یہ حکم پاتے ہی جلال الدین اٹھ کھڑا ہوا اور اورخان کا ہاتھ پکڑ کر وہ باہر نکل گیا۔

باہر اپنے گھوڑوں کے قریب قبیل خان اور طفول خان کھڑے تھے۔ جلال الدین آگے بڑھ کر ان سے گلے ملا اتنی دیر تک سلطان علاؤالدین اور اس کے باقی چار بیٹے بھی باہر نکل آئے تھے اور وہ بھی اسی طرح تپاک کے ساتھ قبیل خان اور طفول خان سے ملے تھے۔ پھر جلال الدین نے اپنے خیمے کے قریب اورخان' قبیل خان اور طفول خان کی رہائش کے لئے ایک خیمے کا انتظام کر دیا تھا۔

ان تینوں بھائیوں کے لئے خیمے کا انتظام کرنے اور کھانا کھلانے کے بعد جلال الدین ان کے خیمے سے نکلا ہی تھا کہ تھوڑی ہی دیر بعد اس کی بہن شہزادی خان سلطان خیمے میں داخل ہوئی۔ اسے دیکھتے ہی اورخان' قبیل خان اور طفول خان تینوں اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہوئے۔ خان سلطان آگے بڑھی' بڑے پیارے انداز میں اس نے باری باری قبیل خان' طفول خان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ میرے دونوں بھائیو! تم کیسے ہو۔ قبیل خان اور طفول خان دونوں ہی شاید شہزادی خان سلطان کو جانتے تھے اس لئے انہوں نے بڑی بے تکلفی سے خان سلطان کی طرف دیکھا۔ پھر قبیل خان بولا! میری بہن دیکھ لو ہم لوگ ٹھیک ہی ہیں۔ خان سلطان کچھ افسردہ اور اداس ہو گئی تھی۔ تھوڑی دیر تک اس کی گردن جھکی رہی۔ پھر وہ اورخان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ میں سلطان سے مل کر آ رہی ہوں' انہوں نے مجھے آپ کے سارے حالات سنا دیئے ہیں۔ مجھے آپ کے ماموں اور بہن حرمہ کے مرنے کا سخت دکھ اور افسوس ہے۔ اورخان یہ سن کر بولا۔

خان سلطان! جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا۔ اسے روکا نہیں جاسکتا۔ نہ ہی کسی انسان کے بس کا تھا۔ تم بیٹھو کھڑی کیوں ہو؟ پھر وہ چاروں ایک دوسرے سے باتیں کرنے لگے۔

چنگیزخان نے اپنے بیٹے جوچی کو سلطان علاؤالدین کے شہر بناکت اور خنجد ک
کرنے کے لئے روانہ کیا تھا۔ جوچی بڑی تیزی سے ان شہروں کی طرف بڑھا۔
اس نے بناکت کا رخ کیا۔ بناکت شہر کا والی سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کی ط
سے ایک شخص ایلتاکو تھا۔ جب اسے خبر ہوئی کہ چنگیزخان کا بیٹا جوچی ایک ب
بڑے لشکر کے ساتھ بناکت کا رخ کر رہا ہے تو اس نے اپنے شہر کے دروازے بن
لئے اور محصور ہوگیا۔ جوچی کی سرکردگی میں منگولوں نے بناکت شہر کا محاصرہ کرلیا
جنگ شروع کر دی۔ تین دن تک بناکت کا حاکم ایلتاکو بڑی دلیری' بڑی جراتم
سے لڑتا رہا۔ شہر کی حفاظت کرتا رہا لیکن اس نے جب دیکھا کہ شہر کے اندر ر
سامان ختم ہو رہا ہے اور شہر کی حفاظت کرتے کرتے اس کے لشکر کی تعداد بھی کم
رہ گئی ہے تو وہ ہمت ہار بیٹھا۔ اپنی شکست تسلیم کر لی اور شہر کے دروازے کھ
دیئے۔

نتیجتاً" شہر کے اندر جس قدر لشکر موجود تھا اسے قتل کر دیا گیا اور
نوجوانوں نے جنگ میں حصہ نہیں لیا تھا انہیں جبرا" منگولوں نے اپنی فوج میں بھرت
لیا تاکہ جہاں کہیں بھی خوارزم شاہ کے لشکروں کے ساتھ انہیں جنگ کا سامنا
پڑے انہی جوانوں کو آگے رکھ کر جنگ کی ابتدا کی جائے تاکہ دونوں طرف سے م
والے مسلمان ہی ہوں۔ بہرحال جوچی نے بناکت شہر کو فتح کرلیا اب وہ دوسرے
خجند کی طرف بڑھا تھا۔

بناکت شہر میں چند روز قیام کرکے جوچی اور اس کے لشکری شہر کی لوٹ
کرتے رہے اور اس کے بعد انہوں نے خنجد کا رخ کیا۔ خجند شہر کا حاکم ان دنوں
ملک تھا۔ جو بڑا بہادر' بڑا شجاع اور ایک انتہائی تجربہ کار جرنیل تھا۔ اس تیمور
نے دریائے جیموں کے ایک ایسے مقام پر جہاں دریا دو حصوں میں بٹ جا
جزیرے کی صورت میں ایک مضبوط مورچہ اور قلعہ تعمیر کر رکھا تھا۔ اور یہ کام
نے پہلے سے احتیاطاً" کر رکھا تھا۔

جب تیمور ملک کو خبر ہوئی کہ چنگیزخان کے بیٹے جوچی کی سرکردگی میں
اس پر حملہ آور ہونے کے لئے بڑی تیزی سے پیش قدمی کر رہے ہیں تو وہ اپنے

کے انتہائی تجربہ کار حصے کو لے کر جزیرے کے اندر بنائے ہوئے اس قلعے میں محصور ہوگیا تھا۔

دوسری طرف جوچی اور اس کے لشکر کو بھی خبر ہوگئی تھی کہ خجند کا حاکم دریائے جیموں کے اندر بنے ایک قلعے میں محصور ہوگیا ہے۔ اسی بنا پر منگولوں نے دریائے جیموں کے کنارے منجنیقیں نصب کیں اور ان کی مدد سے وہ دریا کے وسط میں بنے اس مضبوط قلعے پر سنگباری کرتے رہے۔ یہ سلسلہ کئی روز تک جاری رہا۔ پر تیمور ملک کا بنایا ہوا وہ قلعہ ایسا مضبوط تھا کہ منجنیقوں کی سنگباری کے باوجود اسے کوئی نقصان نہ پہنچا۔

لوگ بے چارے مجبور تھے۔ منگولوں کا یہ حکم سنتے ہی اہل شہر باہر نکل کر کھڑے ہو گئے۔ اب منگولوں نے انہیں حکم دیا کہ قریبی کوہستانی سلسلے سے بڑے بڑے پتھر اٹھا کر دریا میں اس جگہ ڈالیں جس کی سیدھ میں تیمور ملک نے دریا کے وسط میں قلعہ تعمیر کر رکھا تھا۔ یہ حکم ملتے ہی خجند شہر کے لوگ کوہستانی سلسلے سے بڑے بڑے پتھر اٹھا کر دریا میں پھینکنے لگے۔ جب کہ منگول سپاہی بڑی سختی سے ان کی نگرانی کر رہے تھے۔

یوں منگولوں نے دریا کے اندر پتھر پھینک پھینک کر دریائے جیموں کے پانی کو روک کر اس کے بہاؤ کا رخ قلعے کی طرف موڑ دیا تھا۔ جس وقت منگولوں نے دریا کے اندر پتھر پھکوانا شروع کیے تھے۔ تیمور ملک نے اسی وقت اندازہ لگا لیا تھا کہ اگر قلعہ فتح نہ ہو سکا تو منگول دریا کے بہاؤ سے ضرور فائدہ اٹھائیں گے۔ چنانچہ اپنے اور لشکریوں کے بچاؤ کے لئے اس نے پہلے سے بڑے بڑے بارہ بحری جہاز تیار کر رکھے تھے۔ جن پر مضبوط چھتیں بنی ہوئی تھیں۔ تاکہ اگر منگول ان پر تیر اندازی یا سنگ باری کریں تو ان کشتیوں کے اندر تیمور ملک کے لشکری محفوظ رہ سکیں۔

پہلوؤں پر ان بڑی بڑی کشتیوں کی دیواروں میں سوراخ تھے تاکہ سوراخوں کے ذریعے سے حملہ آوروں پر تیر اندازی آسانی سے کی جا سکے۔ ان کشتیوں کی چھتوں کو مٹی سے لیپ دیا گیا تھا تاکہ کشتیوں پر اگر آگ بھی پھینکی جائے تو ان کشتیوں کو آگ نہ لگے۔

دریا کا رخ بدلنے سے آہستہ آہستہ قلعے کی حالت مخدوش ہونا شروع ہو گئی اور تیمور ملک کو احساس ہو گیا کہ اب وہ زیادہ دیر تک پناہ گاہ میں نہیں ٹھہر سکتا چنانچہ اس نے ادھر ادھر سے ستر مزید کشتیاں جمع کر کے رات کی تاریکی میں اپنا سا ضروری سامان اور اپنے لشکریوں کو بارہ بڑی اور ستر چھوٹی کشتیوں میں سوار کروایا ا کشتیوں کو اس نے دریا کے بہاؤ کے ساتھ ساتھ ڈال دیا تھا۔

تیمور ملک کا خیال تھا کہ اس طرح وہ خود اور اپنے لشکریوں کو بچا کر نکل جا گا لیکن منگول بھی غافل نہ تھے۔ انہیں خبر ہو گئی تھی کہ خنجد شہر کا حاکم تیمور ملک اپنے لشکر کے ساتھ جہازوں اور کشتیوں میں سوار ہو کر یہاں سے بھاگ رہا ہے۔ لہٰ منگولوں نے کشتیوں کے ساتھ ساتھ دریا کے کنارے کنارے بھاگنا شروع کر دیا۔ جہاں کہیں بھی دریا کا پاٹ تنگ ہو جاتا اور کشتیاں کنارے کے ساتھ آتیں منگول ان کشتیوں کودنے کی کوشش کرتے تو تیمور ملک کے لشکری ان پر تیر اندازی کر کے انہیں پ ہٹنے پر مجبور کر دیتے۔ یہ کشتیاں اور بارہ بڑے بڑے جہاز جب آگے بڑھے تو تی ملک دنگ رہ گیا۔ اس نے دیکھا کہ اس کے ان بارہ جہازوں اور ستر کشتیوں کو رو کے لئے آگے جا کر مغلوں نے دریا کے بیچوں بیچ لوہے کی ایک زنجیر تان دی تھ شاید چنگیزخان کے بیٹے جوچی نے کچھ منگولوں کو پہلے سے روانہ کر کے دریا کے ا کشتیاں روکنے کے لئے زنجیر ڈال دی ہوئی تھی۔

لیکن تیمور ملک اور اس کے لشکریوں کی خوش قسمتی کہ جونہی ان کے بڑ بڑے جہاز اور کشتیاں دریا کے اندر تنی ہوئی اس لوہے کی زنجیر سے ٹکرائیں تو اتفاق سے دریائے جیحون کے اندر پھیلائی ہوئی لوہے کی زنجیریں اٹھ گئیں اور ملک اپنے لشکر کے ساتھ منگولوں کے اس جال سے بچ کر نکل گیا تھا' لیکن منگ سائے کی طرح دریائے کے کنارے کنارے کشتیوں کا تعاقب کر رہے تھے۔ را میں چھوٹی موٹی جھڑپیں روز کا معمول بن گئی تھیں۔ مغل برابر کشتیوں کا تعاقب کر چلے جا رہے تھے۔ اس کے علاوہ تیمور ملک کے لئے بارہ بڑے جہازوں اور ستر کش کا سنبھالنا بڑا مشکل کام ہو رہا تھا۔ اس لئے کہ جہاں کہیں بھی دریا کا پاٹ تنگ کشتیاں کنارے کی طرف آتیں۔ مغل کشتیوں میں کود پڑتے' ان میں سوار تیمور

ے لشکریوں کو قتل کر کے کشتیوں میں جس قدر مال ہوتا اس پر بھی قبضہ کر لیتے۔

اس طرح لحہ بہ لحہ تیمور ملک کے سپاہیوں کی کشتیوں کی تعداد تیزی سے کم ہوتی چلی گئی تھی لیکن تیمور ملک بڑی دلیری اور جراتمندی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ اور وہ رکنے پر نہ آتا تھا۔ آخر ایک موقع پر جب منگول ذرا پیچھے رہ گئے تو تیمور ملک نے اس موقع کو غنیمت جانا اور ایک جگہ دریائے کے مغربی کنارے پر اتر پڑا اور اپنے چند جانثاروں کے ساتھ خوارزم شہر کی طرف ہو لیا۔

منگول برابر ان کا تعاقب کر رہے تھے اور ان پر حملہ آور ہو رہے تھے اور اس طرح تیمور ملک کے ساتھیوں کی تعداد گھٹتی چلی جا رہی تھی۔ آخر ایک ایسا وقت بھی آیا کہ وہ بالکل اکیلا رہ گیا تھا۔ ترکش میں صرف تین تیر باقی رہ گئے تھے۔ اس موقع پر اس نے چکمہ دیا اور راستہ بدل کر دوسری سمت نکل گیا تھا۔

تھوڑی دور آگے جا کر جب اس نے مڑ کر دیکھا تو وہ دنگ رہ گیا۔ تین منگول بھی تک اس کے تعاقب میں چلے آ رہے تھے۔ جب درمیانی فاصلہ ذرا کم رہ گیا تو تیمور ملک نے تاک کر ایک تیر مارا جو سب سے آگے والے منگول کی آنکھ میں لگا۔ وہ بری طرح چیخا چلایا اور وہیں سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ باقی دو ایسے خوفزدہ ہوئے کہ واپس عاگ گئے۔ اس طرح تیمور ملک بخیر و عافیت پہلے سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے مرکزی شہر خوارزم جا پہنچا تھا۔

دوسری طرف چنگیزخان کا بیٹا جوچی بناکت اور خنجد شہروں کو فتح کرنے کے بعد چنگیزخان کے ساتھ شامل ہو گیا تھا۔

○

چنگیزخان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی اور برق رفتاری ۔
بخارہ شہر کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا۔ اس کا چھوٹا بیٹا تولائی بہترین سپہ ۔
جرنیل سوبدائی اور جبی نویان پہلے ہی اس کے ساتھ تھے۔ اور اس کا بڑا بیٹا
بناکت اور خنجد شہروں کو فتح کرنے کے بعد اس سے آن ملا تھا۔

اپنے لشکر کے ساتھ تیزی کے ساتھ بخارہ کی طرف بڑھتے ہوئے
زرنق کے مقام پر پہنچا تو یہاں اس نے اپنے لشکر کو پڑاؤ کا حکم دیا۔ جب کہ ا
میں شامل ایک مسلمان کو جو اس کے حاجب کے طور پر کام کرتا تھا' بخارہ شہر
اس غرض سے بھجوایا کہ وہ اہل شہر کو بتائے کہ اگر وہ مقابلہ کرنے کے بجائے
اور فرمانبرداری قبول کر لیں تو ان کے لئے بہتر ہو گا۔ اور ان کے لئے عام
اعلان کر دیا جائے گا۔ اپنے اس قاصد اور حاجب کو بخارہ شہر کی طرف بھیجنے
زرنق کے مقام پر چنگیزخان بخارہ شہر کے لوگوں کے جواب کا انتظار کرنے لگا تو

چنگیزخان نے جن دنوں زرنق کے مقام پر اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ ک
اس کا سپہ سالار سوبدائی ایک روز اپنے خیمے میں اپنی بیٹی طیان اور اپنے ۔
کے پاس بیٹھا کسی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا کہ سوبدائی کا خادم اور غلام منگن
داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں چمڑے کی ایک بڑی خرجین تھی جسے وہ مض
تھامے ہوئے تھا۔ جوں ہی وہ خیمے میں داخل ہوا اسے دیکھتے ہوئے سوبدائی
گیا۔

پھر وہ منگن کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ منگن! تو عین وقت پر پہ
اس وقت اپنی بیٹی طیان اور اپنے بیٹے بلداق کے ساتھ تمہارے اور اونان
ہی گفتگو کر رہا تھا۔ تو اونان کی طرف سے کیا پیغام لے کر آیا ہے۔ اس پ

ون جھک گئی اس کی آنکھوں میں دور دور تک پریشانیاں اور افسردگیاں رقص کرنے
تھیں۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے جہاں سوبدائی اور بلداق دونوں باپ بیٹے کے
ے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں وہاں طیان کا چہرہ بھی پریشانی کے باعث ہلدی اور
یوں کے پھولوں .بسا ہو کر رہ گیا تھا۔ سوبدائی نے اپنے آپ کو سنبھالا اور پریشان
ن آواز میں اس نے منگن کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

دیکھ منگن! پریشانی میں گردن جھکا دینا' میرے سوال کا جواب نہیں۔ کھل کر
ر تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ منگن نے اپنی گردن سیدھی کی۔ ان تینوں نے دیکھا۔ اس
ت منگن کی آنکھوں میں گہری نمی تھی۔ جس نے ان تینوں کو اور زیادہ پریشان کر دیا
۔ پھر منگن پریشان کن آواز میں بولا۔

آقا' میں آپ تینوں کے لئے ایسی بری اور بدترین خبر لے کر آیا ہوں جسے کہنے
مجھ میں ہمت نہیں ہے اور نہ ہی میرے پاس الفاظ ہیں جو میں کہہ سکوں۔ سوبدائی
ں کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے کہنے لگا کہ کہو میں ہر قسم کی بری اور بد سے بدترین خبر
، کے لئے تیار ہوں۔ اس پر منگن فوراً بولا۔ آقا! اگر یہ بات ہے تو پھر سنو۔
ان اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ اسے قتل کر دیا گیا ہے۔ یہ خبر سنتے ہی طیان اپنی
ے سے اٹھی۔ اپنے دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ کر وہ چیخنے لگی۔ نہیں' نہیں ایسا ہرگز
ں ہو سکتا۔ اس موقع پر طیان کا بھائی بلداق بے پناہ غصے کا اظہار کرتے ہوئے اپنے
پ کی طرف دیکھ کر بولا۔

اے میرے باپ! میں نہیں جانتا کہ میری بہن کے منسوب اونان کو کس نے
ا کیا ہے۔ قاتل جو بھی ہے اس نے اونان کو قتل کر کے ہماری پھولوں کے دف
تی' بہار کو ویران لمحوں کے ماحول کو پیلے پتوں کے بے پایاں' خروش اور پانیوں میں
ئی جیسی آوازوں کی ادائے گلگوں جیسی ہماری امیدوں کو لہو لہو کر کے رکھ دیا ہے۔
ے میرے باپ جس نے بھی اونان کو قتل کیا ہے اس نے ہماری قبائے گل شکن
ن صدائے سخن لخت لخت اور خواہش کے تراشے بدن خاک خاک کر دیئے ہیں۔

اے میرے باپ! اونان میری بہن کے لئے ستارۂ فروزاں' دلاویزئی شب اور
ریک سحر میں نغمہ گر روح تھا۔ اسے قتل کر کے میری بہن کی ساری امیدوں اور

خواہشوں کو زخم زخم بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔ میرے باپ میں اس قاتل کو خواہ وہ میں جا چھپے یا زمین کی پاتال میں اتر جائے۔ خار زار ازل کی طرح اس کا تعاقب گا۔ اس کے لب پہ کوئی حرف تازہ اس کی آنکھوں میں کوئی خوش کن اشارہ، ا ہاتھوں میں جنبش اور پاؤں میں حرکت نہ رہنے دوں گا۔ میں طلب غنیم، حلقہ و اور حصار وقت بن کر اس کے پیچھے سائے کی طرح لگوں گا اور ہر حالت میں ا کر کے اونان کا انتقام ضرور لوں گا۔

بلداق کی اس گفتگو کے بعد تھوڑی دیر تک خیمے میں خاموشی طاری رہی کے بعد سوبدائی بولا اور اپنے غلام منگن کو مخاطب کر کے پوچھنے لگا۔ منگن کیا ہے اونان کو کس نے کہاں قتل کیا۔ اس پر منگن بڑے غور سے سوبدائی کی دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ آقا! اونان کو میری موجودگی میں اترار شہر کے باہر نواح م کیا گیا۔ قاتل کا نام اورخان ہے۔ اس کے ساتھ اس کے دو بھائی تھے جن م ایک کا نام قبیل خان اور دوسرے کا نام طفول خان ہے۔ اے آقا! حیرت کی ہے کہ اونان اور اورخان کے درمیان انفرادی مقابلہ ہوا۔ لیکن اس مقابلے م انگیز طور پر اورخان اونان پر غالب رہا اور پھر اورخان نے اونان کی گردن کاٹ یہ حادثہ اترار شہر کے باہر اس وقت آیا جب اورخان اپنے بھائیوں کے ساتھ ش جان بچا کر بھاگ رہا تھا اونان نے اپنے ساتھیوں سے اس کا راستہ روک لیا۔

آقا! مزید حیرت کی بات یہ ہے کہ اونان کے ساتھ اس کے کئی ساتھی سب کا صفایا بھی ان تینوں بھائیوں نے کر دیا۔ پھر وہ اپنی جانیں بچا کر خرا طرف بھاگ گئے۔ اس پر سوبدائی بڑے غصے بڑی قہرمانی کا اظہار کرتے ہوئے ہی چاہتا تھا کہ حسین اور پرکشش طیان اس سے پہلے ہی وہ بول پڑی اور کہنے

اے میرے باپ! اونان کا قاتل اورخان وہی ہے جو میرا محسن، میرا م اونان کو قتل کر کے اس نے ایسا جرم کیا ہے کہ میں اس کے سارے احسان کو کر کے اس سے انتقام ضرور لوں گی۔ اے میرے باپ! اونان کا انتقام لینے میں سرد مہری کی شب، دھواں دھواں شام کے الاؤ، وحشت قلب کی دل خزاں کے بجتے دف کی طرح اس اورخان کا تعاقب کروں گی۔ صحرا کی سر

، اذہان میں سرسراتے سانپوں، دشت گریان میں مغموم تمناؤں کی طرح اس پر ں کروں گی۔

اے میرے باپ! اونان کو قتل کر کے اس اورخان نے میری جھولی میں خشک دوں، بریدہ شاخوں، زرد پتوں کی کہانیاں اور خونی لمحوں کی داستانیں بھر دی ہیں۔ میں اورخان کو قتل کر کے اس کے لواحقین کے دامن میں شام غم کی پنہائیاں، ستم کے ؤ، جراحتوں کے عمل اور ظلم کی دراز ہوتی میلسان بکھیر کر رکھ دوں گی۔

اتنا کہنے کے بعد طیان جب خاموش ہوئی تو منگن حرکت میں آیا۔ ہاتھ میں ی ہوئی چرمی خرجین کا منہ اس نے کھولا۔ اس میں سے اونان کا کٹا ہوا سر اس ے نکالا اور سوبدائی کے سامنے وہ رکھتے ہوئے کہنے لگا آقا! میں اونان کا کٹا ہوا سر بھی پنے ساتھ لے کر آیا ہوں۔ منگن اس سے آگے شاید کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن کہہ نہ ا۔ بیچاری طیان جھپٹ کر آگے بڑھی۔ وہ اپنے باپ سوبدائی کے قریب گئی اور اونان ے کٹے ہوئے سر سے لپٹ کر بری طرح رونے اور آہ و زاری کرنے لگی تھی۔ جب ہ اس کا باپ سوبدائی اور بھائی بلداق اسے ڈھارس اور تسلی دینے لگے تھے۔

○

چنگیزخان کا قاصد اور حاجب جو مسلمان تھا۔ بخارہ شہر میں داخل ہوا اور شہر ے سرکردہ لوگوں کو اس نے چنگیزخان کا پیغام سنایا۔ بخارہ شہر کے حاکم نے شہر کے سرکردہ لوگوں کے ساتھ اس سلسلے میں مشورہ کیا اور طے یہ پایا کہ چنگیزخان کی اطاعت ول کرلینا ایک ذلت ہے لہٰذا اس پر ہرگز آمادہ نہیں ہوا جائے گا۔ چنانچہ یہ فیصلہ کیا یا کہ سب سے پہلے تو چنگیزخان کے قاصد کو ایسا ذلت آمیز پیغام لے کر آنے پر قتل کر دینا چاہئے۔ اس کے بعد کوئی دوسرا قدم اٹھانا چاہئے۔ چنگیزخان کے قاصد کو جب لم ہوا کہ اہل شہر اس کے قتل کے در پے ہیں تو وہ شہر کی ایک قدرے اونچی ٹیلہ نما گہ پر چڑھ گیا اور اہل شہر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اے اہل بخارہ میں بھی تم لوگوں کی طرح مسلمان ہوں اور مسلمان کا بیٹا ہوں۔ اگر تم لوگ میری نصیحت پر عمل کرتے ہوئے چنگیزخان کے ساتھ مقابلہ کرنے کا ارادہ

ترک کر دو اور اس کی اطاعت قبول کر لینے پر اپنی آمادگی کا اظہار کر دو تو میں چنگیزخان کی طرف سے تمہارے ساتھ وعدہ کرتا ہوں کہ تم لوگوں سے کوئی تعارض نہیں جائے گا۔ لیکن میری بات نہ مانتے ہوئے تم لوگوں نے چنگیزخان کے ساتھ مقابلہ کر کی کوشش کی تو میں ایک مسلمان کی حیثیت سے تمہیں تنبیہہ کرتا ہوں کہ بخارہ کو مکمل طور پر تباہ کر دیا جائے گا اور اس کے مکینوں کو موت کے گھاٹ اتار کر دیا جائے گا۔"

چنگیزخان کے قاصد کی اس تقریر کے جواب میں حاکم شہر نے پھر بخارہ سرکردہ لوگوں کے ساتھ مشورہ کیا اور یہ فیصلہ کیا کہ کچھ سرکردہ لوگوں کو چنگیزخان طرف روانہ کیا جائے۔ اور اس کے سامنے اظہار اطاعت کر دیا جائے۔ بہر حال ا وفد چنگیزخان کی خدمت میں روانہ کیا گیا۔ اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کو تسلیم لیا گیا۔ چنگیزخان وقتی طور پر اہل شہر کے اس اقدام سے بے حد خوش ہوا۔ حسب معمول اس نے بخارہ شہر کے سارے نوجوانوں کو اپنی فوج میں بھرتی کر لیا اور شہر لئے عام معافی کا اعلان کر دیا گیا تھا۔ چونکہ اہل شہر کو چنگیزخان نے معافی دے دی اس لئے شہر کا نام خاخ بلیغ یعنی خوش قسمت شہر رکھ دیا گیا تھا۔

بخارہ شہر کے لوگوں کے اس طرح اطاقت قبول کر لینے پر چنگیزخان بخارہ شہر داخل ہوئے بغیر اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آیا۔ زرنق کے مقام پر اس نے کیا اور اپنے لشکر کے ساتھ وہ بخارہ شہر سے تھوڑا آگے جا کر نور کے مقام پر ا جگہ اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر گیا تھا۔ لیکن چنگیزخان کا قتل و غارتگری اور لو سے اپنی فرمانبرداری کا اظہار کروانے کا عزم بھی عجیب و غریب تھا۔ جس لشکر ساتھ وہ زرنق کے مقام سے اٹھ کر نور کے مقام پر خیمہ زن ہوا تھا وہ اس کے لشکر کا آدھا حصہ تھا۔ آدھا لشکر اس کے عقب میں ابھی حرکت کرتا ہوا آ رہا تھا۔

چنگیزخان کا عقب سے آنے والا یہ لشکر بخارہ کے قریب پہنچا تو منگولوں نے کے قرب و جوار کے باغات میں چوری چھپے گھس کر درختوں کا صفایا کرنا شروع کر ان درختوں کی شاخوں اور تنوں سے سیڑھیاں بنائیں اور گھوڑوں پر لاد کر بخارہ ش قریب آ نمودار ہوئے۔ بخارہ شہر کے دروازوں پر متعین پہرہ داروں نے انہیں کا

سمجھا اور شہر میں داخل ہونے پر ان سے کوئی تعارض نہ کیا۔ جب یہ منگول اندرون شہر قلعے کے نزدیک پہنچے تو اہل قلعہ کو اس وقت معلوم ہوا کہ یہ کاروانی نہیں بلکہ یہ تو منگول ہیں۔ پھر کیا تھا یہ خبر شہر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور لوگ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر قلعے میں جا گھسے۔

حسب معمول ایک قاصد شہر کے باشندوں کے پاس منگولوں کی طرف سے اظہار اطاعت کے لئے بھیجا گیا۔ کچھ لوگ اظہار اطاعت کے حق میں تھے اور کچھ اس کے خلاف۔ جو خلاف تھے وہ یہ کہتے تھے کہ جب پہلے ہی چنگیزخان کے ساتھ اظہار اطاعت کر چکے ہیں تو پھر منگولوں کے اس دوسرے لشکر کو شہر میں داخل ہونے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ لوگ یہ بھی کہتے تھے کہ یہ ساری چنگیزخان کی سازش اور ریاکاری ہے۔ اس طرح وہ پہلے شہریوں کو برانگیختہ کر کے مسلمانوں سے انتقام لینا چاہتا ہے۔ بہر حال شہر کے سارے لوگوں نے ایک بار پھر مشورہ کیا اور یہ طے پایا کہ بہر حال مخالفت سے مصالحت بہتر ہے تاکہ شہر کو خون ریزی سے بچایا جائے۔

چنانچہ مسلمانوں کا ایک وفد پھر منگولوں کے اس لشکر کے سپہ سالار جوچی کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی اطاعت کا اظہار کر دیا۔ جوچی نے اس شرط پر درگزر کرنے کا وعدہ کیا کہ اہل شہر اپنا ضروری سامان لے کر شہر سے باہر چلے جائیں اور غیر ضروری سامان اشیاء گھروں میں ہی رہنے دیں۔

اس موقع پر اہل شہر سے جوچی نے یہ عذر پیش کیا کیونکہ منگولوں کی رسم کے مطابق ایسے مواقع پر لشکریوں کو خوش رکھنے کے لئے لوٹ مار کی اجازت دی جانی ضروری ہے لہٰذا اہل شہر اپنا ضروری سامان لے کر شہر سے باہر نکل جائیں تاکہ منگولوں کو بخارہ شہر کی لوٹ مار کا موقع مل سکے۔

اہل بخارہ بے بس تھے، مجبور تھے، بادل ناخواستہ انہوں نے اس ظالمانہ شرط کی تعمیل کی۔ شہر کے لوگوں کا شہر سے باہر نکلنا تھا کہ منگولوں نے جی بھر کے بخارہ شہر کو لوٹا۔ اس لوٹ مار کے بعد چنگیزخان پھر اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ نور سے بخارہ آیا اور اہل بخارہ کو امان دینے کے معاہدے کی تصدیق کر دی۔ اس نے اہل شہر کو مزید حکم دیا کہ اہلیان شہر سے ایک سال کے واجبات فوج کی رسد اور اسلحہ کے لئے پیشگی

رقوم وصول کر لی جائے۔ ایسا کرنے سے لگتا تھا کہ چنگیزخان شہر کی لوٹ مار کر لئے عیاری سے کام لیا تھا۔ خود وہ اپنے لشکر کے ساتھ آگے نکل گیا اور ا جوچی کو پیچھے آکر شہر لوٹنے کا حکم دیا تھا۔

لیکن منگول اور ان کا خان اعظم چنگیزخان بڑے عیار' بڑے خونخوار صفت تھے۔ اہل شہر کے ساتھ یہ معاہدہ کرنے اور شہر کی لوٹ کھسوٹ کر چنگیزخان اپنے لشکر کے ساتھ آگے بڑھ گیا تھا لیکن چند ہی روز بعد چنگیزخا سارے لشکر کے ساتھ بخارہ شہر کے سامنے آنمودار ہوا۔ یہ دیکھ کر اہل ش ٹھنکا۔ انہوں نے جانا کہ چنگیزخان کا دوبارہ اپنے لشکر کے ساتھ بخارہ شہر کے آنمودار ہونا خطرے اور اندیشوں سے خالی نہیں ہے۔ اہل شہر نے دیکھا کہ نے اپنا خیمہ عین بخارہ شہر کے قلعے کے سامنے نصب کروایا تھا۔ اس موقع پر میں سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے لشکر کے کئی تجربہ کار اور بہترین جرنیل میں موجود تھے جن میں زیادہ مشہور اوک خان' خمید بور' سونج خان' اور ک خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

شہر کے حاکم کے ساتھ ان سارے جرنیلوں نے مشورہ کیا اور یہ طے چنگیزخان کا دوبارہ بخارہ شہر کا حصار کرنا اور اس کے سامنے آنمودار ہونا اس علامت ہے کہ چنگیزخان بخارہ شہر پر حملہ کئے بغیر نہیں لوٹے گا۔ گو اس نے بخارہ کے عوام کو امن کا معاہدہ دے چکا ہے لیکن یہ ساری اس کی چال او ہے۔ اب وہ پھر بخارہ کا محاصرہ کرکے اس پر حملہ آور ہو کر شہریوں کا قتل عام ہے۔ ان حالات میں حاکم شہر نے اپنے جرنیلوں کے ساتھ مشورہ کرنے کے بعد پایا کہ شہر کے دروازے بند کئے جائیں۔ اب چنگیزخان کی اطاعت کو قبول نہ اور وقفے وقفے سے رات کے وقت شہر سے نکل کر چنگیزخان کے لشکر پر ش مارتے ہوئے جنگ کو طول دیا جائے۔ یہ بھی طے پایا کہ ایک قاصد سلطان علا کے پاس خراسان بھیجا جائے اور اس سے کمک طلب کی جائے تاکہ چنگیز حملوں سے بخارہ شہر کو بچایا جاسکے۔

چنانچہ اس فیصلے پر عمل درآمد کرنے کے لئے خوارزم شاہ کے جرنیلو

ن' خمید بور' سونج خان اور کشلی خان نے پہلی شب بیس ہزار سپاہ کے ساتھ شہر سے ہر نکل کر چنگیزخان کے لشکر پر شب خون مارا۔ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے یہ رنیل بخارہ شہر سے نکل کر من کی گہرائیوں سے اٹھنے والے اعصابی ہیجان' مقدر کی تاہی اور عریانی دریاؤں کی طغیانی اور صحراؤں کی وحشت کی طرح منگولوں پر ٹوٹ ے تھے۔

لیکن دوسری طرف منگول بھی عیار اور بڑے چوکنے تھے۔ انہیں شک پڑ گیا تھا لہ شہر والے ضرور رات کی تاریکی میں ان پر شب خون مارنے کی کوشش کریں گے۔ نانچہ چنگیزخان نے اس شب خون سے بچنے کے لئے اپنا ایک لشکر پہلے سے گھات میں ٹھا دیا تھا۔ خوارزم شاہ کے جرنیل شب خون مارتے ہوئے شہر کے دروازوں سے دور نگیزخان کے لشکر میں گھسے تو چنگیزخان کے لشکر کا وہ حصہ جو گھات میں بیٹھا ہوا تھا وہ ب خون مارنے والے اس لشکر پر جبر کے سوکھے موسموں' مضطرب تشنگی کے نوحوں' تم کی خونی برسات اور موت کے متلاشی جذبوں کی طرح وارد ہوا۔ اور شب خون رنے والے لشکر کو اس نے بری طرح کاٹنا شروع کر دیا تھا۔ جن جرنیلوں اور جن شکریوں نے اس شب خون میں حصہ لیا تھا جن کی تعداد بیس ہزار کے قریب تھی ان ب کو چنگیزخان نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ان میں سے کسی کو بھی جان بچا کر اپس بخارہ کے قلعے میں داخل ہونے کا موقع نہ دیا گیا۔

اپنے بیس ہزار کے لشکر کی تباہی و بربادی کے بعد اہل بخارہ کی آنکھیں کھلیں ور یہ احساس ہوا کہ انہوں نے منگولوں کو چھیڑ کر کس قدر غلطی اور حماقت کا ثبوت یا ہے۔ لہٰذا شہر کے سرکردہ لوگ جمع ہوئے تاکہ چنگیزخان کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک بار پھر اس سے عفو تقصیر کی درخواست کی جائے۔ یہ فیصلہ ہونے کے بعد اہل شہر کے معززین کا ایک گروہ چنگیزخان کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے کئے کی معافی طلب کی۔

چنگیزخان نے دوبارہ اہل شہر کو معاف کر دیا۔ جو وفد چنگیزخان کی خدمت میں پہنچا تھا اسے چنگیزخان نے مخاطب کرکے کہا چونکہ وہ شہر کو دیکھنا چاہتا ہے اس لئے بخارہ شہر کے دروازے کھول دیئے جائیں۔ اہل شہر کے پاس تعمیل حکم کے بجائے کوئی

چارہ نہ تھا۔ لہٰذا چنگیزخان کا حکم ملتے ہی بخارہ شہر کے دروازے کھول دیئے گ
اپنے لشکر کے ساتھ چنگیزخان بخارہ شہر میں داخل ہوا۔ جب وہ شہر
پھراتے بخارہ شہر کی جامع مسجد کے دروازے پر پہنچا تو اپنے ارد گرد جمع ہو
بخارہ کے لوگوں کو مخاطب کرکے پوچھا کیا یہ تمہارے سلطان علاؤن الدین خ
کا محل ہے۔ اس پر وہاں جمع ہونے والے لوگوں میں سے ایک نے جراتمن
کرتے ہوئے چنگیزخان سے کہا نہیں یہ سلطان کا محل نہیں' یہ مسجد ہے۔
خداوند کی عبادت کی جاتی ہے۔ یہ جواب سن کر چنگیزخان نے کچھ سوچا او
کہنے لگا۔

اس عمارت کے اندر فی الفور ہمارے گھوڑوں کے دانے اور
بندوبست کیا جائے۔ اور اہل شہر کے لئے میرا حکم ہے کہ اس عمارت کے
کے انبار لگا دیں۔

چنگیزخان کا یہ حکم ملتے ہی دیکھتے ہی دیکھتے مسجد کے صحن میں دانے ا
کے ڈھیر لگا دیئے گئے۔ جامع مسجد کے وسیع ہال میں منگولوں کے گھوڑے با
گئے۔ الماریوں میں قرآن پڑے ہوئے تھے وہ نکال کر باہر پھینک دیئے
الماریوں کو گھوڑوں کی ناند اور کھرلیوں کے طور پر استعمال کیا گیا۔

اس کے علاوہ چنگیزخان نے بخارہ کے علماء اور فضلاء کو حکم دیا کہ آ
سب علماء اپنے آپ کو منگولوں کے گھوڑوں کا سائیس تصور کریں اور اس کا
میں سے اگر کسی نے بھی کوئی کوتاہی کی تو وہ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھ
سارے احکامات دینے کے بعد چنگیزخان جامع مسجد میں داخل ہوا۔ منگول
میں بیٹھ کر شراب پینے اور عریاں گانے' گانے لگے۔ یوں چشم زدن میں یہ عبا
گاہ شراب خانے میں بدل دی گئی۔

تھوڑی دیر تک جامع مسجد میں قیام کرنے کے بعد چنگیزخان مسجد
پھرتا پھراتا عید گاہ کے سامنے آن کھڑا ہوا۔ بخارہ کے لوگوں کا ایک جم غفی
گرد جمع تھا۔ وہاں پہنچ کر چنگیزخان ایک اونچی جگہ پر کھڑا ہو گیا اور زور
تقریباً" چلاتے ہوئے وہ بخارہ کے لوگوں کو مخاطب کرکے کہنے لگا۔

"اے اہل بخارہ! کان کھول کر سنو کہ میں خدا کی طرف سے اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ تمہارے نا اہل حاکموں کی نالائقی کی سزا تمہیں دوں۔ اگر تمہیں اپنی جانیں عزیز ہیں تو اپنی تمام دولت میرے سپاہیوں کے سپرد کردو۔"

یہ حکم سن کر بخارا کے لوگ کانپ گئے۔ وہ جانتے تھے کہ اگر انہوں نے چنگیزخان کے حکم کی تعمیل نہ کی تو منگول ان پر چڑھ دوڑیں گے۔ اور ان کا قتل عام کریں گے۔ لہٰذا بخارا شہر کے لوگ اپنے گھروں سے مال و دولت نکال کر چنگیزخان کے ان منگول سپاہیوں کے حوالے کرنے لگے تھے جنہیں دولت اکٹھی کرنے کے لئے چنگیزخان نے مقرر کیا تھا۔

ابھی تک بخارا شہر میں سلطان علاؤالدین کے لشکر کے بچے کھچے سپاہی موجود تھے۔ جو کبھی کبھی گلیوں اور بازاروں میں پھرتے دکھائی دے جاتے تھے۔ چنگیزخان نے حکم دیا کہ اہل شہر ان لوگوں سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہ رکھیں اور انہیں شہر سے نکال باہر کریں۔

لیکن اس حکم کی تعمیل پورے طور پر ناممکن نہ تھی۔ اس لئے کہ اب اہل شہر پر لشکر اور قلعے کے اندر بچے کھچے لوگوں پر کوئی زور نہ چلتا تھا۔ جب چنگیزخان کے منگول سپاہیوں نے سلطان علاؤالدین کے سپاہیوں کو بازاوں اور گلی کوچوں اور بازاروں میں گھومتے پھرتے ہیں۔

اس پر چنگیزخان بھڑک اٹھا اور حکم دیا کہ شہر کو آگ لگا دی جائے۔ بخارا شہر کی اکثر عمارتیں اور مکان سوائے جامع مسجد اور عید گاہ کے سب لکڑی کے بنے ہوئے تھے لہٰذا جونہی شہر کو آگ لگائی گئی آنا فانا" شہر بھڑک اٹھا اور تین دن میں جل کر راکھ کا ڈھیر بن گیا۔

بخارا کے حاکم نے جو اب تک بخارا کے قلعے کے اندر محصور تھا۔ جب یہ حالت دیکھی تو فوج کا ایک دستہ جو کہ شہر کے اندر موجود تھا اسے لے کر قلعہ بند ہو گیا۔ چنگیزخان کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے اپنے سپاہیوں کو قلعہ فتح کرنے کا حکم دے دیا۔ بخارا کے حاکم اور منگولوں کے درمیان روزانہ جھڑپیں ہونا شروع ہو گئیں۔ چنانچہ اس طرح سے جہاں قلعہ بند بخارا کے حاکم کو کافی نقصان ہوا وہاں منگولوں کی

بھی ایک بڑی تعداد ماری گئی تھی۔ اور اس تعداد کے مارے جانے سے چنگیزخا
زیادہ برہم ہو گیا تھا۔ آخر منگول دیوار قلعہ پھاند کر قلعے میں داخل ہو گئے۔ حا
اور اس کے ساتھ جو بچے کھچے سپاہی تھے۔ گرفتار کر کے چنگیزخان کے سا
کئے گئے۔ چنگیزخان نے سب کو قتل کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

قلعے پر قبضہ کرنے اور قلعے اور شہر کے اندر سارے مسلح جوانوں کا
کے بعد چنگیزخان نے پھر اہل شہر کو عید گاہ میں طلب کیا۔ اور سب کو مخاطب
ہوئے اس نے بتایا کہ چنگیزخان نے جان بخشی کر دی ہے۔ ہر چند مال و دولت ا
گیا تھا۔ کھیت اور باغ جلا دیئے گئے تھے۔ لیکن جانیں بچ گئی تھیں۔ او
خطرناک حالات میں یہ بھی غنیمت تھا۔ حسب معمول یہاں سے بھی چنگیزخان
جوانوں کو اپنے لشکر میں بھرتی کر لیا۔ چنگیزخان نے اپنے ایک جرنیل توشہ کو
بخارہ اور اس کے گرد و نواح کا حاکم مقرر کیا۔ اس کے علاوہ اپنے بہترین
سوبدائی اور جبی نویان دونوں کو اپنے اپنے حصوں کے لشکر دے کر اس نے خرا
طرف روانہ کیا تاکہ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ پر حملہ آور ہو کر اسے زند
کیا جائے۔ خود چنگیزخان اپنے حصے کے لشکر کو لے کر اپنے بیٹے جوچی اور تولا
ساتھ بڑی تیزی سے سمرقند کی طرف بڑھا تھا۔

خراسان میں ایک روز سلطان علاؤالدین اپنے بیٹے جلال الدین کے ساتھ اپنے خیمے میں بیٹھا ہوا تھا کہ خیمے میں اورخان داخل ہوا۔ اورخان کو دیکھتے ہوئے سلطان علاؤالدین مسکرائے پھر اپنے سامنے جلال الدین کے پہلو میں ایک نشست کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انہوں نے اورخان کو بیٹھنے کے لئے کہا۔

اورخان اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر تک خیمے میں خاموشی اور سکوت طاری رہا۔ اس دوران اورخان کی حالت سے لگتا تھا کہ جیسے وہ سلطان علاؤالدین سے کچھ کہنے کے لئے سوچ و بچار سے کام لے رہا ہو۔ پھر شاید آخری فیصلہ کرتے ہوئے اس نے سلطان کی طرف دیکھا اور مدھم اور دھیمی آواز میں وہ سلطان علاؤالدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سلطان محترم! کیا ایسا ممکن نہیں کہ دو لاکھ کے جس لشکر کے ساتھ یوں ہی بے کار خراسان میں پڑے ہوئے ہیں اسے لے کر ہم چنگیزخان کی راہ روک کھڑے ہوں۔ اور اسے سمرقند پر حملہ آور ہونے کا موقع ہی نہ دیں۔

سلطان محترم۔ بخارا کے ہاتھ سے نکل جانے اور بخارا کے اندر منگولوں کے ظلم و ستم، جامعہ مسجد کو شراب خانے میں بدلنے اور دیگر ستم گری کی ساری داستانیں ہمارے لشکر میں پہنچ چکی ہیں۔ لوگ دبی دبی آوازوں میں احتجاج کر رہے ہیں کہ اگر منگولوں نے اسی طرح ہمارے شہر لوٹنا اور آگ لگانا ہے تو پھر یہاں خراسان میں ہمارا بیکار بیٹھنے کا کیا مقصد اور مدعا ہے۔ بہت سے لشکری احتجاج کرنے لگے ہیں کہ لشکر کو فی الفور یہاں سے کوچ کر کے خم ٹھونک کر چنگیزخان کے سامنے آ جانا چاہئے۔ اسے بدترین شکست دینی چاہئے اور اس کے بیٹوں اور دوسرے جرنیلوں کو صحرائے گوبی کی طرف بھاگ جانے پر مجبور کر دینا چاہئے۔ سلطان محترم میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ

منگول ہم سے بہتر تیغ زن اور جنگجو نہیں ہیں۔ اب بھی کچھ نہیں گیا اب بھی چھاتی تان کر ان کے سامنے جم جائیں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ صحرائے گوبی کے کنارے مرکزی شہر قراقرم تک ہمارے سامنے کوئی جائے پناہ تا کر سکیں گے۔

سلطان محترم۔ یہ منگول آخر کب تک ہماری سرزمینوں میں تفنن یہ سامریوں کے جادو جیسا کھیل کھیلتے رہیں گے۔ کب تک یہ ظلمت شب کے بانی ہوس کی زد میں ہماری بساط عفت و عصمت الٹتے رہیں گے۔ ہماری شفاف محبت بھرے چشموں کو متعفن اور لہو لہو کرتے رہیں گے۔ سلطان محترم یہ منگو کب تک اپنے شکستہ ضمیر پر زرد آنچل پھیلاتے ہوئے ہماری تماشہ گاہ تمنا ہوا کا برہنہ ہاتھ بن کر ہمارے کثیر وعدوں میں ہمارے ہی لئے قلیل عمروں لمحوں اور روٹھی تمناؤں کا طوفان کھڑا کرتے رہیں گے۔

سلطان محترم! یہ منگول ہماری عقل کی عماری پر سیاہ صورت راکشس بن کر سوار ہونا چاہتے ہیں۔ ہمارے ذہنوں پر یاس و حرماں کا نصیب طاری کر ہیں۔ اب بھی سلطان محترم کچھ نہیں گیا۔ اگر ہم زمین کا حسن طلب بن کر دست عطا کی امید رکھیں تو منگولوں کے قہر و جبر کو ہم لمحوں کے اندر مٹا کر ہیں۔ سلطان محترم اب بھی اگر ہم اٹھ کھڑے ہوں تو ہم منگولوں کو آندھیوں نصیب نہیں لکھنے دیں گے۔ انہیں اس بات کی اجازت نہیں دیں گے کہ وہ پر لکھی ہوئی ہماری عبارتوں کو مٹا دیں۔ اس وقت عالم اسلام کی نگاہیں آپ اٹھی ہوئی ہیں۔ اور ہر کوئی آپ کی طرف سے بشارت کا منتظر ہے۔ میں وسیع تجربہ نہیں رکھتا۔ لیکن پھر بھی اس موقع پر ایک ملت و وطن پرور کی آپ سے گزارش کروں گا کہ ہمیں فوراً" حرکت میں آتے ہوئے منگولوں کی کر انہیں اپنی سرزمینوں سے نکال کر ان کی سرزمینوں پر حملہ آور ہو جانا چا

اورخان جب اپنی بات مکمل کر کے خاموش ہو گیا تو سلطان علاؤ مخاطب کر کے کہنے لگا۔ اورخان میں تمہارے جذبات کی قدر کرتا ہوں۔ کے ساتھ کب اور کس وقت ہمیں حرکت میں آنا ہے یہ فیصلہ کرنا میرا کا

ی گفتگو تم نے کی ہے اس قسم کی گفتگو پہلے کئی بار میرا بیٹا جلال الدین بھی مجھ کر چکا ہے۔ یہ بھی مجھے پیش کش کر چکا ہے کہ میں لشکروں کی کمانداری اسے دوں اور یہ مجھے ضمانت دیتا ہے کہ یہ منگولوں کو نکال باہر کرے گا لیکن میں نے ایسا کرنے کی اجازت نہیں دی۔ عنقریب تم دیکھو گے کہ یہ منگول ناکام اور نامراد ران سرزمینوں سے نکلیں گے۔ اتنا کہنے کے بعد سلطان علاؤالدین رکا۔ اس کے را غور سے اس نے اورخان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اورخان تم بڑے وقت پر آئے ہو۔ اگر تم اس وقت نہ آتے تو میں خود کسی ار کو بھیج کر تمہیں طلب کرنے والا تھا۔ اس پر اورخان نے چونک کر علاؤالدین طرف دیکھا اور پوچھا۔ سلطان محترم کیا آپ مجھے کوئی کام سونپنا چاہتے ہیں۔ اس پر طان علاؤالدین نے تھوڑی دیر تک گہری نگاہوں سے اپنے بیٹے جلال الدین کی دیکھا پھر وہ فیصلہ کن انداز میں اورخان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔ اورخان آج ہی نہیں بلکہ اسی وقت سمرقند کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ مجھے یہ خبریں مل چکی ہیں چنگیزخان بخارا پر قبضہ کر چکا ہے۔ بخارا کو اس نے آگ لگا دی ہے۔ اور اب وہ ند کی طرف پیش قدمی کرنا چاہتا ہے۔ تم ابھی سمرقند کی طرف کوچ کرو۔ سمرقند کے ر جس قدر حفاظتی لشکر ہے اس کا کماندار الپ خان ہے۔ وہ تمہیں خوب جانتا ۔ اس سے ملو اور میری طرف سے اسے پیغام پہنچا دو کہ کسی بھی صورت میں شہر زخان کے حوالے نہ کرے۔ اسے کہو کہ مدافعت کے لئے اس کے پاس کافی بڑا لشکر ہے۔ اس کے علاوہ چنگیزخان نے سمرقند سے باہر محاصرہ کرتے ہوئے جنگ کو طول ینے کی کوشش کی تو سمرقند سے باہر ہم اس پر حملہ آور ہوں گے اور اس کے عزائم ر ارادوں کو ناکام بنا دیں گے۔ اورخان! میں چاہتا ہوں کہ تم ابھی اور اسی وقت رقند کی طرف کوچ کر جاؤ۔ یہ سن کر اورخان اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور کسی قدر ئن انداز میں کہنے لگا۔

سلطان محترم! آپ بے فکر رہئے۔ میں ابھی اور اسی وقت سمرقند کی طرف کوچ وں گا اور آپ کا یہ پیغام الپ خان کو پہنچاؤں گا۔ اگر چنگیزخان سمرقند پر حملہ آور تا ہے اور شہر کے اندر سے الپ خان پوری طرح مدافعت کرتا ہے اور باہر سے ہم

حملہ آور ہوتے ہیں تو مجھے امید ہے کہ چنگیزخان اگر اپنے لشکر کی ساری قوت کو سمرقند کے سامنے لے آئے تو ہم اسے سمرقند فتح نہیں کرنے دیں گے۔ سلطا علاؤالدین نے ایک بار پھر عجیب سے انداز میں اورخان کی طرف دیکھا پھر وہ اپنے جلال الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ جلال الدیل میرے بیٹے اورخان کے ساتھ اس کے کوچ کی تیاری کراؤ۔ اس کے ساتھ ہی جلال الدین اور اورخان دونوں سلطان علاؤالدین کے خیمے سے نکل گئے تھے۔

خیمے سے باہر آ کر تھوڑی دیر تک جلال الدین اور اورخان دونوں خاموشی خیموں کے اندر ایک سمت بڑھتے رہے پھر ایک جگہ جلال الدین رک گیا اور اور کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہنے لگا۔ اورخان میرے بھائی۔ میں جانتا ہوں ک ایک ملت و وطن سے محبت کرنے والا جوان ہے۔ منگولوں کے ہاتھوں جو کچھ مسل علاقوں پر بیت رہی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تمہارے لئے وہ ناقابل برداشت ہ لیکن سلطان کے دل پر نہ جانے ان منگولوں کی طرف سے کیا ہوا سوار ہو گیا ہے ک ان کا سامنا کرنے سے پہلو تہی کر رہے ہیں۔ ان سے ٹکرانا نہیں چاہتے۔ اورخان مجھے امید ہے کہ عنقریب وہ وقت آئے گا کہ وہ میں اور تم دونوں بھائی کند سے کندھا ملا کر ان منگولوں کے سامنے دفاع کا ایک ناقابل تسخیر بند باندھنے کوشش کریں گے۔

اورخان میرے بھائی! اگر بات میرے بس میں ہو تو جو لشکر اس وقت م والد محترم کی کمانداری میں خراسان کے اندر بے کار پڑا ہوا ہے۔ میں اسے ل نکلوں اور میں یقین دلاتا ہوں کہ اگر چنگیزخان اپنے سارے بیٹوں اپنے سارے سالا اور اپنے پورے لشکر کے ساتھ بھی کسی میدان میں میرے سامنے آجائے تو ا لاکھ کے لشکر کے ساتھ میں منگولوں کو وہ بدترین شکست دوں کہ صحرائے گوبی کناروں تک ان کا تعاقب کرتے ہوئے ان کے مرکزی شہر قراقرم میں جا داخل پر اورخان چونکہ سلطان ایسا نہیں چاہتے۔ یہاں تک کہنے کے بعد جلال الدین کی ڈوب گئی تھی کچھ دیر تک وہ خاموش رہا۔ پھر سلسلہ کلام دوبارہ جاری رکھتے ہو رہا تھا۔

اورخان میرے بھائی میں سلطان کا بیٹا ہوں اور ایک بیٹے کی حیثیت سے میں مانی کرتے ہوئے اپنے باپ کو ناراض نہیں کرنا چاہتا۔ میں جانتا ہوں کہ اگر میں ایسا کرنے کی کوشش کی تو سلطان میرے خلاف بغاوت کرنے اور نافرمان ہونے کا م لگا دیں گے۔ میں ان کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ میں وہ بیٹا نہیں بننا چاہتا جسے ان اور باغی کہا جائے۔ میرے بھائی اسی لئے میں خاموش رہ کر حالات اور کسی نے والے انقلاب کا منتظر ہوں۔ اورخان یہ مت بھولو کہ منگول جو چاروں طرف ے شہروں میں تباہی مچائے ہوئے ہیں اس سے میری ذات پر کوئی اثر نہیں۔ قسم وند کی جب سے منگول ہماری سرزمین پر حملہ آور ہوئے ہیں میری راتوں کی نیند رہی ہے۔ میں نے معمول کا کھانا کھانا بھی ترک کر دیا ہے۔ اورخان! ہمت مت ا۔ میں جانتا ہوں سمرقند میں تمہارے جانے اور الپ خان کو کوئی حوصلہ نہیں ہو ۔ پھر بھی میرے بھائی تو جا۔ سمرقند کے کماندار الپ خان کو سلطان کا پیغام پہنچا۔ میں ہاری سلامتی سے واپسی کی دعا کروں گا۔ آؤ۔ میں تمہارے کوچ کا انتظام کرتا ں۔ کیا تم یہاں سے روانہ ہونے سے قبل خان سلطان سے ملنا پسند کرو گے۔

رخان بولا۔ نہیں جلال الدین میرے بھائی میں کچھ کرنے کے بعد ہی خان سلطان کے امنے آنا چاہتا ہوں۔ تاکہ خان سلطان کا سر اونچا ہو کہ اس کے منسوب نے اپنے ں ملت کے لئے کچھ کر کے دکھایا ہے۔ اس کے ساتھ ہی جلال الدین کو لے کر رخان اپنے خیمے میں آیا۔ اپنے بھائی قبیل خان اور طفول خان سے اپنی روانگی کی فتگو کی۔ اس کے بعد وہ خراسان سے سمرقند کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

○

سورج غروب ہونے کے لئے اپنی مغرب کی سرحدوں کی طرف جھکتا چلا جا
تھا۔ فضاؤں کے اندر بستیوں سے اٹھنے والے دھوئیں کی مانند کہر کا سا سماں تھا
اورخان اپنے سیاہ رنگ کے جنگلی گھوڑے کو خراسان سے سمرقند کی طرف جانے وا
شاہراہ پر سرپٹ دوڑا رہا تھا۔ اچانک وہ چونک سا پڑا۔ اور اپنے گھوڑے کی باگ
تھوڑی سی کھینچتے ہوئے اس نے اس کی رفتار کم کردی تھی۔ پھر اس نے مڑ کر دیک
تین سوار اپنے گھوڑوں کو مارتے بھگاتے بڑی تیزی سے اس کے تعاقب میں
آرہے تھے۔

یہ صورت حال دیکھتے ہوئے اورخان نے اپنے گھوڑے کو روک دیا اور ا
لباس کے نیچے پہنی ہوئی آہنی زرہ کا جائزہ لیا۔ عمامے کے نیچے سر پر رکھے آہنی خو
اس نے درست کیا۔ اس کے بعد اس نے اپنی پیٹھ پر لٹکتی ہوئی ڈھال سنبھالی اور ا
جھٹکے کے ساتھ اس نے اپنی بھاری چوڑے پھل کی تلوار بھی کھینچ لی۔

اتنی دیر تک پیچھے آنے والے تینوں سوار بھی پہنچ چکے تھے۔ انہیں دیکھتے ہ
اورخان دنگ رہ گیا۔ ان میں سے ایک حسین و جمیل طیان' دوسرا اس کا بھائی بلد
اور تیسرا ان کا غلام منگن تھا۔ انہیں دیکھتے ہوئے اورخان کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ ط
اورخان کو مخاطب کرکے کہنے لگی۔

اورخان تو کیا سمجھتا تھا کہ حال و فردا سے بے خبر ہو کر ہمارا ضمیر سویا رہے
تو کیا سمجھتا تھا کہ اونان کو قتل کرنے کے بعد کوئی تجھ سے اس کا انتقام لینے والا
اٹھے گا۔ تو جانتا تھا کہ جبی نویان کا بھائی اونان میرا منگیتر' میرا منسوب ہے' پھر
نے اسے جان بوجھ کر قتل کیا۔ اورخان اس میں کوئی شک نہیں کہ تیرا مجھ پ
احسان ہے۔ لیکن وہ احسان اتنا وزنی اتنا بھاری نہیں کہ اس کی وجہ سے اونان

نے کے تیرے جرم' تیرے گناہ کو معاف کر دیا جائے۔ اورخان تیرے اس احسان
فراموش کرتے ہوئے میں سمرقند کی طرف جانے والی اس شاہراہ کے ویرانوں میں
ے اونان کے قتل کا انتقام ضرور لوں گی۔

اتنا کہنے کے بعد طیان خاموش ہو گئی۔ اورخان تھوڑی دیر تک دونوں بہن
ی کا جائزہ لیتا رہا پھر بڑی جراتمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے وہ کہنے لگا۔ طیان! مجھے
ے انکار نہیں کہ میں نے اونان کو قتل کیا ہے۔ ہاں میں نے ہی اسے قتل کیا
میں نے اس کی گردن اس کے تن سے جدا کی تھی۔ مجھے قسم ہے اپنے پیدا کرنے
لے خداوند قدوس کی' جو جرم اس نے کیا تھا اس جرم کے بدلے میں اگر مجھے اس
یث' اس جیسے پلید اور حرامی انسان کو ہزار بار قتل کرنا پڑتا تو میں اسے ضرور قتل
رتا۔ تم دونوں بہن بھائی اگر مجھ سے انتقام لینا چاہتے ہو تو آؤ میرے ساتھ ٹکراؤ۔
دیکھتے ہیں کہ کون کس سے انتقام لیتا ہے۔ یاد رکھنا میرا نام اورخان ہے۔ اس
ے میں مت رہنا کہ تم منگول ہو اور ہر ایک کو اپنے سامنے زیر اور مغلوب کرنے
ہمت اور جرات رکھتے ہو۔ سنو طیان! تم نے مجھ سے کہا تھا کہ تمہارا منگیتر اونان
رے منگولوں میں تیسرے درجے کا بہترین تیغ زن ہے۔ جب میں نے اونان کو
ھلنے کا موقع نہیں دیا اور اس کی گردن کاٹ دی تو تم دونوں بہن بھائی کی میرے
منے کیا حیثیت ہے۔ اس بار بلداق بولا اور اورخان پر قہر آلود نظر ڈالتے ہوئے کہنے

اورخان یہ تو وقت بتائے گا کہ کون کس پر غالب رہتا ہے۔ لیکن میں تمہیں
ن دلاتا ہوں کہ اس اجڑی شاہراہ اور ان ویران وادیوں میں ہم تیرے جسم کو کاٹ
اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔ یہاں تک کہنے کے بعد بلداق جب
وش ہوا تو طیان بولی

اورخان! میں اور میرا بھائی بلداق دونوں تم پر اس طرح وارد ہوں گے جس
ح سونے مندر' برہنہ پیڑوں پر سرد ہوائیں ضرب لگاتی ہیں۔ جس طرح دھوئیں کی
بل سانسوں میں جلتا ہوا کہر ایک طوفان کھڑا کر دیتا ہے۔ اورخان ان ویرانوں میں
تیرے ان گنت جذبوں کا لہو کریں گے۔ تیری تقدیر' تیری تدبیر دونوں مغلوب کریں

گے۔ اور تیرے جسم کی زنجیروں کو کچھ اس طرح کاٹیں گے کہ تجھے بیتے لمحا
تاثر' صدا' کوئی دعا تک یاد نہ رہے۔ یہ سن کر اورخان بڑی دلیری کا مظاہ
ہوئے کہنے لگا۔ تو پھر دیکھتے کیا ہو۔ دونوں بہن بھائی آگے بڑھ کر مجھ پر حملہ آ
اور اپنے غلام منگن کو بھی اس میں شامل کرو۔ پھر دیکھتے ہیں کہ کون غالب
کون مغلوب۔

اورخان کے اس چیلنج کے جواب میں طیان اور بلداق دونوں کے چہ
اور غضبناکی میں سرخ ہو گئے تھے۔ پھر انہوں نے ایک دوسرے کی طرف
اشارہ کرتے ہوئے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگائی۔ پھر وہ آگے بڑھتے ہوئے کچھ ا
حملہ آور ہوئے تھے جیسے زمین کی کوکھ سے نکلنے والے افلاس کے طوفان' زرخ
کو لہو لہو کر دیتے ہیں۔ طیان اور بلداق دونوں بہن بھائی حزن و ملال کی شد
نفرتوں کے سلگتے جذبوں کی طرح اورخان پر ٹوٹ پڑے تھے۔

اورخان اپنے گھوڑے کو دائیں بائیں حرکت دیتا ہوا بڑے مطمئن انداز
دونوں بہن بھائی کے حملے کو روک رہا تھا۔ اورخان کے پیچھے بیٹھا ہوا اس کا
بڑے انہماک سے طیان اور بلداق کی طرف باری باری دیکھے جا رہا تھا۔ جب
کا غلام منگن ایک طرف ہٹ کر خاموش اور چپ چاپ کھڑا تھا۔ لگتا تھا
مقابلے میں بھی حصہ نہیں لینا چاہتا۔

تھوڑی دیر تک اورخان ان دونوں بہن بھائیوں کے حملوں کو روکتا رہا
لگا گویا اس کی سوچ کی سیڑھیوں' اس کے ذہن کے طاقوں میں دور تک
طرح پھیلے سرابوں میں گونگے خواب ناچ اٹھے ہوں۔ پھر اورخان اپنی پوری
اپنی پوری درندگی پر اتر آیا تھا اور وہ طیان اور بلداق دونوں پر سیل تند رو
آسمان پر رقصاں چپ کے غار' کرب کی صدیوں سے گلے ملتے دکھ کے
مصائب کے ہجوم کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

تھوڑی دیر تک اورخان ان دونوں کے سامنے جم کر لڑتا رہا پھر اچانک
اپنے گھوڑے کی اگلی ٹانگوں کے قریب اپنی آہنی مہمیز لگائی جس کے جواب
پہلے اپنی دونوں ٹانگیں فضا میں بلند کرتا ہوا بری طرح ہنہنایا پھر وہ بڑی تیزی

ں جگہ پر گھوم کر دائیں طرف ہٹا تھا۔ گھوڑے کے ایسا کرنے سے اورخان طیان
ذرا دور اور بلداق کے بالکل قریب ہو گیا تھا۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے
خان نے اچانک بلداق پر اپنی تلوار برسائی۔ جوں ہی بلداق نے اپنی ڈھال پر
خان کا وار لیا بلداق کا ایسا کرنا تھا کہ اورخان مزید حرکت میں آیا اور پوری طاقت
اپنی ڈھال اس نے بلداق کی پیٹھ پر کچھ ایسے انداز میں ماری کی بلداق گھوڑے
بری طرح اچھلتا ہوا زمین پر گر گیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اورخان نے ایک بار پھر
پنے گھوڑے کو مہمیز لگائی۔ گھوڑا ایک دم مڑا پھر بڑی تیزی سے وہ طیان کے گھوڑے
طرف بھاگا تھا اور پھر ایسا ہوا کہ اورخان کے گھوڑے نے اپنی چھاتی طیان کے
وڑے سے اس زور کے ساتھ ٹکرائی کہ طیان کا گھوڑا اپنا توازن کھو بیٹھا۔ اس کے
اتھ ہی طیان بری طرح اپنے گھوڑے سے پتھریلی زمین پر گر گئی تھی۔

طیان کو نظر انداز کرتے ہوئے اورخان نے دیکھا اس کا بھائی بلداق ابھی تک
ین پر گرا ہوا تھا۔ اورخان نے کوئی فیصلہ کیا۔ اپنا گھوڑا وہ بلداق کے قریب لایا پھر
ب عجیب سی جست کے ساتھ اورخان نے بلداق پر چھلانگ لگا دی تھی۔ بلداق کو
ں نے اپنے پنجے میں دبوچ لیا۔ پھر دو گھونسے اس نے ایسے زور کے بلداق کو لگائے
ہ بلداق پر غشی طاری ہو گئی تھی۔ اس کے ساتھ ہی اورخان نے اس کی ڈھال اور
لوار دونوں چھین لیں تھیں۔ پھر بڑے زہریلے انداز میں اورخان طیان کی طرف بڑھا
ا۔ طیان کی پیٹھ پر شاید چوٹ آئی تھی۔ اس لئے کہ وہ اپنی پیٹھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے
رد و کرب کا اظہار کرتے ہوئے اٹھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

اسی لمحہ اورخان طیان کے سر پر آن پہنچا۔ طیان کو گردن سے پکڑ کر ایک جھٹکے
ے اوپر اٹھایا۔ اور اس کی بھی تلوار اور ڈھال چھین لی۔ پھر طیان کو ایک ہاتھ سے
ٹھاتے ہوئے دائیں طرف مڑا اور طیان کو اس کے بھائی بلداق کے قریب لا گرایا۔
ند قدم پیچھے ہٹا۔ پھر ان دونوں بہن بھائیوں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

میں نہیں جانتا تھا کہ منگول اتنے نمک حرام اور احسان فراموش ہوتے ہیں۔
طیان تو جانتی ہے کہ میں نے اسماعیلیوں کے ہاتھوں تیری جان' تیری عزت و آبرو
بچائی۔ کیا اس کا صلہ تم مجھے یہ دے رہی ہو کہ اپنے بھائی کے ساتھ مل کر میری جان

کے درپے ہو گئی ہو۔

تمہارے اس رویئے سے میں یہ اندازہ لگا سکا ہوں کہ تم منگول اپنے تعینات کو فراموش' اپنے حد مقدرات کو گم اور وقت کائنات کھو بیٹھنے والے لوگ تم لوگ گھور اندھیری رات جیسے گمراہ' زاغ بھر ناچتے شیطانی وسوسوں جیسے گمراہ ہو۔ تم لوگ دن بھر تپتے بے ثمر موسموں کی لمبی خونی داستان' سناٹوں کے بجھی صداؤں اور گردش ایام کی نامہربانیوں جیسے لوگ ہو۔ تم لوگ اپنے محسن کا شکریہ ادا کرنے کا فن نہیں جانتے۔

اس موقع پر طیان اورخان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ اورخان تو نے منگولوں کے عیب تو گن لئے۔ لیکن اپنے عیب سے پردہ نہیں ہٹاؤ گے۔ تم جانتے کہ اونان میرا منگیتر ہے۔ پھر بھی تم نے اسے قتل کر دیا۔ اورخان بولا۔ طیان! میں تیرے منگیتر اونان پر چھپ کر حملہ نہیں کیا تھا۔ یہ سامنے تمہارا غلام منگن کھڑا اس سے پوچھو۔ اس نے مجھے مقابلے کی دعوت دی تھی۔ پھر میں اس کے سامنے ہم دونوں میں انفرادی جنگ ہوئی تھی اور میں اس پر غالب رہا۔ میں نے اس کی گ کاٹ دی۔ طیان بڑے کرب اور اذیت سے ملی جلی آواز میں کہنے لگی۔ تو اس گردن کاٹنے کے بجائے اس کو معاف بھی کر سکتا تھا۔ یہ سن کر اورخان بولا۔ ا جرم ناقابل معافی تھا جس کی بنا پر مجھے ہر صورت میں اس کی گردن کاٹنا تھی۔ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور پوچھا۔

کیا جرم تھا اس کا۔ اورخان نے تیز نگاہوں سے طیان کی طرف دیکھتے پوچھا۔ کیا تیرے غلام منگن نے تجھے نہیں بتایا کہ اس نے کیا جرم کیا تھا۔ طیا منگن نے یہی بتایا تھا کہ اورخان اور اونان کا مقابلہ ہوا ہے جس میں اورخان رہا اور اس نے اونان کی گردن کاٹ دی۔ اورخان نے دکھی سے انداز میں ا طرف دیکھا اور پھر طیان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ طیان! جس وقت اترار نواحی کوہستانی سلسلوں کے اندر برفباری میں میں نے اسماعیلیوں کو موت کے اتار کر تمہاری عزت بچائی تھی' بتاؤ کیا اس وقت میں سچائی اور دیانتداری طیان فوراً" بولی۔

ہاں! اس وقت تم سچائی اور دیانتداری پر تھے۔ اس لئے کہ ایک لڑکی کی عزت و آبرو اور جان کی خاطر تم نے اسماعیلیوں کو موت کے گھاٹ اتارا اور تو انہیں قتل کرنے میں حق بجانب تھا۔ یہ سن کر اورخان نے بڑی غصیلی آواز میں کہا۔

اگر یہ بات ہے تو طیان غور سے سنو۔ جس وقت چنگیزخان کے دونوں بیٹے اندائی اور چغتائی اترار شہر پر حملہ آور ہوئے تھے میں اپنے دونوں بھائیوں قبیل خان اور طفول خان کے علاوہ اپنی بہن حرمہ کو لے کر اترار شہر سے نکلا تھا۔ ہمارا ارادہ تھا کہ ہم خراسان جا کر سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے لشکر میں شامل ہو جائیں گے۔ اترار شہر کے نواحی کوہستانی سلسلوں کے اندر میں نے اپنے بھائی قبیل خان اور اپنے ماموں زاد طفول خان اور حرمہ کو شاہراہ کے کنارے کھڑا کیا اور ایک قریبی بستی میں کھانے پینے کی چیزیں لینے چلا گیا۔ میری غیر موجودگی میں تمہارا منگیتر اونان ادھر سے گزرا۔ اس لئے کہ اندائی نے اس کے ذمے اترار شہر کی بستیوں سے رسد اور خوراک کا سامان جمع کرنا لگایا تھا۔ اونان کے ساتھ کچھ سپاہی بھی تھے جن کی تعداد چار کے قریب تھی۔ جب یہ میرے بھائیوں کے پاس سے گزرنے لگے تو تمہارے منگیتر اونان نے میری بہن حرمہ پر غلط نگاہ ڈالی۔ اس نے اپنے چاروں ساتھیوں کو میرے ں قبیل خان اور طفول خان پر حملہ آور ہونے کا حکم دیا۔ جب اس کے ساتھی ے دونوں بھائیوں پر حملہ آور ہوئے تو میری بہن حرمہ کو بے آبرو کرنے کے لئے ن نے اسے اٹھا لیا اور اپنے گھوڑے پر بٹھا کر بھاگ نکلا۔

طیان! میں اسی وقت ضرورت کی چیزیں خریدنے کے بعد بستی سے نکلا تھا۔ میں ، اونان کو ایسا کرتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ پہلے میں ان چاروں منگولوں پر حملہ آور ہوا میرے بھائی قبیل خان اور طفول خان سے ٹکرا رہے تھے۔ ان چاروں کا خاتمہ رنے کے بعد میں نے اونان کا تعاقب شروع کر دیا۔ اونان کے آگے آگے کچھ اور لول بھی جا رہے تھے۔ ان کے قریب جا کر میں نے اونان کو جا لیا۔ آگے جانے لے منگولوں نے بھی جن میں یہ تمہارا غلام منگن بھی شامل تھا۔ اونان کو ایسا کرتے کھ لیا تھا۔ لہٰذا وہ بھی پلٹ کر اونان کے قریب آ کر کھڑے ہو گئے۔ اتنی دیر تک یرے بھائی قبیل خان اور طفول خان بھی پہنچ گئے۔ پھر تمہارے منگیتر اونان سے میرا

ٹکراؤ ہوا۔ اور مقابلے میں، میں نے اس کی گردن مار دی۔ اسے قتل کرنے
جس قدر وہاں منگول تھے وہ ہم پر حملہ آور ہوئے اور اس حملے میں میری بہ
بھی ماری گئی۔ تاہم ان سارے حملہ آور منگولوں کا خاتمہ کرنے کے بعد م
بھائی قبیل خان اور طفرل خان کے ساتھ خراسان جا کر سلطان علاؤالدین خوار
کے لشکر میں شامل ہو گیا۔

یہ ساری گفتگو سننے کے بعد طیان اور بلداق دونوں کے چہرے غصے اور
میں سرخ ہو گئے تھے۔ پھر طیان بولی اور ذرا فاصلے پر اپنے گھوڑے پر سوار م
مخاطب کر کے کہنے لگی۔ منگن اپنے گھوڑے سے اتر کر یہاں آؤ۔ منگن بڑ
سے اپنے گھوڑے سے اترا اور طیان کے قریب آ کھڑا ہوا۔ طیان نے بڑی قہا
اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ سن منگن! جو کچھ اس اورخان نے گفتگو کی
نے سنی ہے۔ جواب میں منگن نے منہ سے کچھ کہنے کے بجائے اثبات میں گ
دی تھی۔ طیان پھر غضبناکی میں پوچھنے لگی۔

کیا اونان نے بدنیتی کے ارادہ سے اورخان کی بہن کو اٹھایا تھا۔ منگن۔
اثبات میں گردن ہلا دی تھی۔ طیان نے پھر پوچھا کیا اورخان نے اونان کو اس۔
کیا تھا کہ وہ اس کی بہن کو اٹھا کر لے بھاگا تھا۔ منگن نے جب پھر اثبات م
ہلائی تو بجلی کے کوندے کی طرح طیان حرکت میں آئی اور اپنے لباس کے اند
اس نے خنجر نکالا اور منگن کے پیٹ میں گھونپ کر اس نے منگن کا خاتمہ کر
پھر وہ منگن ہی کے لباس سے اپنا خنجر صاف کرنے کے بعد اسے نیام میں ڈالنے
کہنے لگی۔ منگن تو غدار اور بددیانت تھا۔ اگر اونان نے حرمہ کو اٹھانے کا جر
تو تو نے مجھے کیوں نہ بتایا۔ یہ بات تو نے مجھے پہلے بتائی ہوتی تو قسم نیلے جادوائی
کی میں کبھی بھی اپنے بھائی بلداق کو لے کر اورخان سے انتقام لینے کے لئے نہ
یہاں تک کہنے کے بعد طیان تھوڑی دیر کھڑی رہی۔ غصے میں اپنے ہونٹ کاٹتی
پھر وہ آہستہ آہستہ اورخان کی طرف بڑھی۔ اورخان کے قریب آ کر وہ نڈھال
گئی۔ اپنی گردن نیچے جھکائی اور پھر کرب خیزی کے انداز میں وہ اورخان کو
کر کے کہنے لگی۔

اورخان میں اور میرا بھائی بلداق دونوں تمہارے مجرم ہیں۔ اس جرم میں، میں
ے التماس کرتی ہوں کہ تم میری گردن کاٹ دو۔ میرے بعد میرے بھائی کی گردن
اس لئے کہ میں اپنے بھائی کی گردن کٹتے ہوئے نہ دیکھ سکوں گی۔ اورخان اس
ائی شک نہیں کہ تم ہمارے محسن ہو۔ ہمارے مربی ہو۔ لیکن کاش اس منگن
مجھے صحیح حالات بتائے ہوتے۔ قسم ہے آسمان کے سات ستاروں کی، اگر منگن
مجھے یہ بتا دیا ہوتا تو میں اونان کو حرمہ کو اٹھانے کے جرم میں قتل کیا ہے تو یہ
ن جو اونان کا کٹا ہوا سر لے کر گیا تھا، اسے دفن کرنے کے بجائے پاؤں سے
یں مار مار کر اس کے چہرے کا حلیہ تک بگاڑ دیتی۔ اورخان میری گردن حاضر
۔ اپنی تلوار برساؤ میرا خاتمہ کر دو۔ اورخان تھوڑی دیر تک اپنے پاؤں پر جھکی
ں کو دیکھتا رہا پھر اس نے نیچے جھک کر اپنے دونوں ہاتھوں سے طیان کو اٹھایا اور
، کہنے لگا۔ طیان! پہلے واپس جا اپنے بھائی کے پاس جا کر کھڑی ہو جا۔ اورخان کا
مانتے ہوئے طیان مڑی اور اپنے بھائی بلداق کے قریب جا کھڑی ہوئی تھی۔ پھر
خان ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

طیان! اور بلداق! مجھے تم دونوں بہن بھائیوں سے کوئی شکوہ، کوئی گلہ نہیں
۔ میری تم سے کوئی ذاتی دشمنی، کوئی عناد نہیں ہے۔ کاش اس منگن نے تمہیں
ت کی اصلیت سے آگاہ کیا ہوتا تو میرے اور تمہارے درمیان آج یہ افسوسناک
۔ نہ پیش آتا۔ اتنا کہنے کے بعد اورخان جب خاموش ہوا تو طیان اور بلداق دونوں
ا بھائیوں نے آپس میں کھسر پھسر کرتے ہوئے کوئی مشورہ کیا پھر دونوں بہن بھائی
ے بڑھے اورخان کے قریب آ کر دونوں نے ایک ساتھ اپنے ہاتھ جوڑے۔ پھر
نا بولی۔ اور اپنی نشیلی مٹھاس اور شہد بھری آواز میں اورخان کو مخاطب کرتے ہوئے
، لگی۔

اورخان تم پر حملہ آور ہو کر ہم نے نہ صرف یہ کہ احسان فراموشی، نمک
ی بلکہ بدتمیزی اور زیادتی کا بھی مظاہرہ کیا ہے۔ اورخان میری تم سے گزارش اور
اس ہے کہ تم، ہم دونوں بہن بھائیوں کو معاف کر دو۔ طیان کے ان الفاظ پر
خان کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر وہ کہنے لگا۔ مجھے تم دونوں

بہن بھائیوں سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ جاؤ واپس لوٹ جاؤ۔ میں نے تم معاف کیا۔ طیان اس موقع پر شاید اورخان سے بہت کچھ کہنا چاہتی تھی آنکھوں میں امڈی ہوئی ہمدردیاں، اپنے پیچھے جذبات کے طوفان کا ایک پس منظ تھیں لیکن ان کے دیکھتے ہی دیکھتے اورخان حرکت میں آیا۔ طیان اور بلداق ڈھالیں اور تلواریں ان کے سامنے پھینک دیں اور کہنے لگا جاؤ جدھر سے ادھر ہی لوٹ جاؤ۔ اس کے ساتھ ہی ایک زہریلی جست کے ساتھ اورخا گھوڑے پر سوار ہوا اور اس کا بندر بھی اس کے پیچھے لپٹ کر بیٹھ گیا تھا۔ ا بعد اورخان نے اپنے گھوڑے کو ایک سخت مہمیز لگائی۔ گھوڑا پہلے کی طرح طرف جانے والی شاہراہ پر سرپٹ دوڑ رہا تھا۔

طیان چونک کر بڑی فکر مندی اور پریشانی سے لحہ بہ لحہ دور ہوتے او دیکھے جا رہی تھی۔ جب اس کا جنگلی، وحشی، سیاہ رنگ کا گھوڑا سمرقند کی طر والی شاہراہ پر دھول اڑاتا ہوا اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تب دکھ اور ا میں طیان کی گردن جھک گئی تھی۔ پھر وہ مجرمانہ اور شرمندگی کے سے احساس ہی آپ کہنے لگی تھی۔

اورخان مجھ سے غلطی ہوئی جو میں اپنے بھائی کے ساتھ تم پر حملہ آ اورخان میں نے تمہیں سمجھنے میں، تمہیں جاننے میں انتہا درجہ کی کوتاہی کی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تم جراتوں کے صدر نشین، شجاعت کے لعل و طلاطم دریا کی آن بان، اور زیر و زبر کر دینے والی آتش سیال ہو۔ اورخان دشمنوں کے لئے یقیناً" شکن شکن کر دینے والا آندھیوں کا بگولہ اور راکھ کی شعلے پیدا کر دینے والا طلسم بابل ہے۔ تو ایسا نوجوان ہے جو اپنے ہنر او ریاضت سے ستاروں کو آفتاب میں بدل سکتا ہے۔

اورخان تو اپنوں کے لئے طاق سینہ میں امید سحر، پیاسے سرابوں، امر اور دوری منزل میں دھیمی دھیمی حدی کی حلاوت ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد طیان تھوڑی دیر تک خاموش رہی۔ اس کی طرف جھکی رہی پھر وہ دوبارہ بڑے کرب میں کہہ رہی تھی۔ اورخان کاش

حملہ آور نہ ہوئی ہوتی۔ اورخان کاش میں نے تجھ سے تیری بہن حرمہ کی موت کا دکھ اور افسوس ہی کیا ہوتا۔ اورخان کاش اس جگہ میں تجھے روک کر تجھے اس ہمدردی سے آگاہ کر سکتی جو تیرے لئے میرے دل میں نفرت کی جگہ نمودار ہو چکی ہے۔ اس سے آگے طیان کچھ نہ کہہ سکی۔ اس لئے کہ بلداق قریب آیا اور اپنے دونوں ہاتھ اس نے طیان کے شانوں پر رکھے اور بڑے پیار سے وہ کہنے لگا۔ طیان میری بہن آؤ اب یہاں سے کوچ کریں۔ یہاں رک کر ہمیں وقت نہیں ضائع کرنا چاہئے۔ جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ اورخان نے ہمیں معاف کر دیا ہے۔ مجھے یہ سن کر بڑا دکھ اور صدمہ ہوا ہے کہ اوتان نے اورخان کی بہن کو بے آبرو کرنے کی نیت سے اٹھایا تھا۔

یہ الفاظ سننے کے بعد طیان کے چہرے پر غضبناکی کا ایک طوفان امڈ آیا تھا۔ پھر وہ اپنی پوری قہرمانی میں کہنے لگی۔ بلداق میرے بھائی۔ اوتان میرا منگیتر ضرور تھا لیکن حرمہ کو اٹھانے کی جو اس نے حرکت کی، میں سمجھتی ہوں کہ اس سے بڑھ کر کوئی بے غیرت، اس سے بڑھ کر کوئی بے حمیت اور اس سے بڑھ کر کوئی آوارہ بدمعاش اور بد اخلاق انسان نہیں ہو سکتا۔ ایک یہ اورخان ہے جس نے میری آبرو کی خاطر کئی اسماعیلیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ جب کہ اس کی میرے ساتھ کوئی ہمدردی نہ تھی۔ نہ اسماعیلیوں سے دشمنی تھی۔ اور یہ اوتان تھا جس نے میرے محسن کی بہن کو اٹھانے کی کوشش کی۔ بلداق میرے بھائی میں اوتان پر ہزار بار لعنت بھیجتی ہوں۔ اس کے ساتھ ہی دونوں بہن بھائی چپ چاپ اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور منگن کی لاش کو وہیں بے گور و کفن چھوڑنے کے بعد وہ اپنے گھوڑوں کو واپس سرپٹ دوڑا رہے تھے۔

اور خان کے سمرقند پہنچنے سے پہلے ہی چنگیزخان اپنے لشکر کے ساتھ سمرقند
اس کا محاصرہ کر چکا تھا لہٰذا اور خان سمرقند سے دور ہی رک کر حالات کا جائزہ
گو سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے سمرقند کے بچاؤ کے لئے ایک لاکھ دا
لشکریوں پر مشتمل ایک لشکر سمرقند میں متعین کر رکھا تھا۔ جو ہر لحاظ سے سمرقند
کر سکتا تھا لیکن باہر سے رسد اور کمک نہ ملنے کی وجہ سے یہ لشکر انتہائی بے
لاچارگی کا شکار ہوا تھا۔

سمرقند کی دفاعی حالت چونکہ ہر لحاظ سے قابل اعتماد تھی اس لئے اہل ش
مرنے کے لئے دل و جان سے آمادہ تھے۔ چنگیزخان کو بھی ان انتظامات کا ع
چنانچہ چنگیزخان سمرقند پر حملہ آور ہونے سے پہلے اس نے بہت بھاری تعداد م
آبادی سے لشکری بھرتی کر لئے۔ جب یہ بے پناہ لشکر سمرقند کے سامنے جا کر نمو
تو لشکر کی تعداد کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ شہر کے اطراف میں جہاں تک نگاہ ک
تھی انسانی سر ہی نظر آتے تھے۔

چنگیزخان اپنے لشکر کے ساتھ جب سمرقند کے نواح میں آ کر خیمہ زن
اس کا خیمہ سمرقند کے قلعے کے سامنے ایک اونچی جگہ پر جس کا نام اوک سرا
گیا۔ دوسرے روز چنگیزخان شہر کے حفاظتی انتظامات کے معائنے کے لئے سوا
نکلا اور قلعے کے مورچے فصیل شہر اور خندق وغیرہ کا بہ نظر غائر معائنہ کیا۔

دوسری طرف سمرقند کے اندر جو لشکر متعین تھا اس کے حوصلے ابھی
تھے۔ سمرقند شہر کا حاکم ایک بہترین جرنیل الپ خان تھا۔ اور اس کے ماتحت
جرنیل تھے جو بہترین جنگ کا تجربہ رکھتے تھے۔ ان کے نام البات خان اور
تھے۔

دو روز تک دونوں لشکر ایک دوسرے کی قوت کا اندازہ لگاتے رہے۔ تیسرے روز سمرقند لشکر کے سپہ سالار الپ خان اور ایک جرنیل اپنے لشکر کے ساتھ سمرقند سے نکلے اور چنگیزخان کے لشکر پر حملہ آور ہوئے۔ چنگیزخان کے ساتھ ان دونوں جرنیلوں کی جنگ شام تک ہوتی رہی اور اس جنگ میں دونوں طرف سے بے شمار لشکری لقمہ اجل بنے۔ اس طرح شام تک جنگ کا کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ اور مسلمان لشکر واپس شہر میں چلا گیا۔ جب کہ چنگیزخان کے لشکری پیچھے ہٹ کر آرام کرنے لگے۔ دوسرے دن چنگیزخان نے حملہ آور ہونے کے لئے اپنے لشکر کی کمان اپنے ہاتھ میں لی اور شہر پر حملہ کیا۔ چنگیزخان کے اس حملے کے دباؤ کا یہ عالم تھا کہ ہرچند اہل شہر نے باہر نکل کر منگولوں پر حملہ کرنے کی سخت کوشش کی لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ منگول سپاہی اس طرح جان توڑ کر لڑے کہ اہل شہر حوصلہ ہار بیٹھے اور اس بات پر آمادہ ہو گئے کہ منگولوں کے ساتھ مصالحت کرنے کے لئے گفتگو کا سلسلہ شروع کیا جانا چاہئے۔ لیکن چونکہ اہل بخارہ کی حالت زار کا لوگوں کو علم ہو چکا تھا لہٰذا سمرقند کے لوگ نہیں چاہتے تھے کہ منگولوں کے ساتھ صلح کی گفتگو کی جائے۔ انہیں یقین تھا کہ اگر منگولوں کے ساتھ صلح کی گئی تو وہ شہریوں کا قتل عام ضرور کریں گے۔ اسی بناء پر شہر کا ہوش مند طبقہ مصالحت کے خلاف تھا۔

اس اختلاف رائے نے ایسی صورت اختیار کر لی کہ سمرقند شہر کے لوگ دو حصوں میں بٹ گئے۔ قریب تھا کہ شہر کے اندر خانہ جنگی شروع ہو جائے اور اسی چیز سے بچنے کے لئے پانچویں روز جب لڑائی پوری شدت سے جاری تھی شہر کے قاضی کچھ علماء اور فضلاء شہر سے نکلے اور چنگیزخان کی خدمت میں حاضر ہو کر صلح کی درخواست کی۔

چنگیزخان نے اس وفد کی آؤ بھگت کی اور عام معافی کا اعلان کر دیا اور رات کو نماز عشاء کے بعد شہر کے دروازے کھول دیئے گئے۔ منگولوں نے سمرقند میں داخل ہوتے ہی چنگیزخان کے حکم پر تمام حفاظتی انتظامات، فصیل شہر اور مورچے وغیرہ گرا کر سطح زمین کے برابر کر دیئے تھے۔

بعد ازاں اراکین وفد اور ان کے خویش اور اقارب کے علاوہ وہ لوگ جو

منگولوں کے خلاف جنگ کرنے کے لئے نکلے تھے ان کا قتل عام کیا گیا۔ تقریبا
ہزار افراد کو اس رات موت کے گھاٹ اتارا گیا۔

سمرقند کے قلعے کی حفاظتی فوج کا کماندار الپ خان ابھی تک زندہ تھا
کے ماتحت ابھی ایک لشکر بھی مستعد تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ اب وہ کھلا
منگولوں کے رحم و کرم پر ہے اور بچاؤ کی صورت نہیں رہی تو موقعہ پا کر قلعے
اور شدت سے منگولوں پر جھپٹا۔ لڑتا بھڑتا وہ منگولوں کے حلقے سے نکل کر خ
طرف سلطان علاؤالدین کے لشکر میں شامل ہونے کے لئے بھاگ گیا تھا۔

قلعے کی ایک دیوار بھی منگولوں نے گرا دی۔ تقریباً" ایک ہزار باشند
منگولوں کے ڈر سے شہر کی جامع مسجد میں پناہ لی۔ مگر ظالم منگولوں نے اس م
آگ لگا کر پناہ لینے والے سب لوگوں کا خاتمہ کر دیا۔

شہر میں ابھی تک تیس ہزار کے لگ بھگ مسلح لشکری شامل تھے۔
کمانداری ایک ترک سردار برش ماش خان کر رہا تھا۔ منگولوں کو جب علم
لوگ قلعے میں ہیں تو وہ ان پر حملہ آور ہوئے۔ ترک سردار برش ماش
جراتمندی، بڑی دلیری سے منگولوں کا مقابلہ کیا۔ ان گنت منگولوں کو موت
اتارا اور خود بھی سارے لشکر کے ساتھ موت سے بغلگیر ہو گیا تھا۔

حسب معمول یہاں بھی چنگیز خان نے تمام نوجوان عنصر فوج میں بھرتی
کاریگر، دستکار علیحدہ کر لئے۔ باقی ماندہ باشندگان شہر کو اس شرط پر معافی دی
چنگیز خان کو سالانہ دو لاکھ دینار بطور ٹیکس ادا کیا کریں گے۔

○

دوسری طرف سلطان علاؤالدین کو جب خبر ہوئی کہ چنگیز خان نے ا
جرنیل سوبدائی اور جی نویان کو سلطان کے تعاقب میں خراسان کی طرف بھ
کہ وہ سلطان پر حملہ آور ہو کر اسے زندہ گرفتار کریں تو یہ خبر سنتے
علاؤالدین پر گھبراہٹ طاری ہو گئی۔ اس وقت اس کے ساتھ دو لاکھ کا لشکر
اس دو لاکھ کے لشکر کے ساتھ وہ منگولوں کے مقابلہ میں ڈٹ جاتا تو یقیناً"

ن کے مقابلے میں کہیں بھی قدم جمانے کا موقع نہ ملتا۔ لیکن بدقسمتی سے سلطان کے
یک درباری نجومی نے سلطان کو یہ بتا رکھا تھا کہ جب تک سلطان کا ستارہ گردش میں
ہے اس وقت سلطان کو کسی بھی صورت منگولوں کے مقابلہ میں آ کر جنگ نہیں کرنی
ہئے۔ بس سلطان نے اپنے اس نجومی کی اس بات کو دل میں بٹھا لیا تھا اور وہ
ولوں کے مقابلہ میں آنے سے جی چرانے لگا تھا۔

سوبدائی اور جی نویان کے جب خراسان کی طرف آنے کی خبریں پہنچیں تو
طان اپنے دو لاکھ لشکر کو لے کر ماوراء نہر کی طرف بھاگ گیا۔ یہاں اس نے قیام کیا
ں تھا کہ اسے پھر خبریں پہنچیں کہ چنگیز خان کے جرنیل سوبدائی اور جی نویان ماوراء
ر کا رخ کر رہے ہیں۔ لہٰذا سلطان ماوراء نہر سے نیشا پور کی طرف بھاگ نکلا۔

دو مہینے تک سلطان اپنے لشکر کے ساتھ وہیں پڑاؤ کئے رہا۔ جب اسے علم ہوا
سوبدائی اور جی نویان اب نیشا پور کا رخ کر رہے ہیں تو وہ اپنے لشکر کے ساتھ
ں سے بھی کوچ کر گیا۔

منگول سردار سوبدائی اور جی نویان سلطان کا تعاقب کرتے ہوئے جب نیشاپور
ے تو انہیں خبر ہوئی کہ سلطان اپنے لشکر کے ساتھ نیشا پور سے بھی بھاگ چکا ہے۔
ا ان دونوں مغل سرداروں نے نیشا پور کے شہریوں کو اظہار اطاعت کا پیغام
رایا۔

چونکہ نیشاپور کے شہریوں کو علم ہو چکا تھا کہ ان کا سلطان علاؤالدین خوارزم
منگولوں کے ڈر سے نیشا پور سے بھاگ چکا ہے اور یہ کہ وہ منگولوں کے آگے
تا پھرتا ہے اور ملک اور اہل ملک کی حفاظت و ناموس سے اسے اپنی جان زیادہ
ز ہے اس لئے انہوں نے یہی مناسب سمجھا کہ منگولوں کے سامنے اظہار اطاعت
کے اپنی خیر منائیں۔ لہٰذا جب سوبدائی اور جی نویان کے قاصد جواب میں نیشاپور
شہریوں کا ایک وفد اظہار اطاعت کے لئے سوبدائی اور جی نویان کی خدمت میں
رہوا تو انہوں نے چنگیز خان کی طرف سے اہل شہر کو مندرجہ ذیل تحریر لکھ کر دی۔

"ہر چھوٹے بڑے کو یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ تمام دنیا خان اعظم چنگیز خان
ملکیت ہے اور جو شخص اس سے اظہار اطاعت کر لے گا وہ خود اور اس کے خویش

و اقارب خان اعظم کی حفاظت میں سمجھے جائیں گے۔ اور جو شخص اس کی ا
سے گریز کرے گا وہ اپنی ذات کو اور اپنے متعلقین کو مصیبت میں مبتلا کرے گا۔"

نیشا پور کے لوگوں کے ساتھ صلح کا معاہدہ ہونے کے بعد منگول سردار
اور جی نویان پھر سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کی تلاش میں نکلے۔ یہاں دونوں سرداروں نے اپنے اپنے لشکر جرار کو جدا کیا۔ جی نویان سلطان علاؤالدین کی میں مازندان کی طرف روانہ ہوا۔ جی نویان مازندان پر حملہ آور ہوا اور شہر کو فتح اس نے اہل شہر کا خوب قتل عام کیا۔ دوسری طرف دوسرا منگول سردار سوبدا اور طوس شہروں کی طرف بڑھا۔ ان شہروں کو بھی اس نے پہلے اپنی اطاعت پ کیا۔ جب لوگوں نے اطاعت کرنے سے انکار کر دیا تب اس نے دونوں شہروں شمشیر فتح کیا اور اہل شہر کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

ان شہروں کی تباہی و بربادی کے بعد ایک بار پھر دونوں منگول سردار سوبدا
جی نویان متحد ہوئے اور سلطان علاؤالدین کو تلاش کرنے کی کوشش میں مصر
گئے تھے۔

○

سمرقند کو فتح کرنے کے بعد چنگیز خان نے اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ
سمرقند کے نواح میں ہی پڑاؤ کئے رکھا جب کہ اس نے اپنے تین بیٹوں' جوچی' اور اوغدائی کو سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے مرکزی شہر خوارزم کو فتح کر لئے روانہ کیا۔

خوارزم سلطان علاؤالدین کا مرکزی شہر تھا۔ یہ شہر دارالسلطنت ہونے
سے انتہاء درجہ کا خوبصورت اور پر رونق تھا۔ یہ دریائے جیحوں کے مغربی کنا
واقع تھا۔ عرب اسے جرجانیہ اور ملکی باشندے اسے اورگنج بھی کہہ کر پکار
چنگیز خان کا حکم ملتے ہی اس کے تینوں بیٹے جوچی' چغتائی اور اوغدائی بڑی بڑی
سے آگے بڑھے اور خوارزم کے قریب آنمودار ہوئے۔

خوارزم میں اس وقت نہ سلطان موجود تھا نہ اس کے بیٹوں میں سے کوئی تھا۔
لشکر کا ایک سردار جس کا نام خمارتگین تھا وہ ایک لشکر کے ساتھ شہر میں موجود ا۔ اور یہ سردار سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کی والدہ ترکان خاتون کا رشتہ دار تھا۔ ں بے کسی کی حالت میں شہر کے لوگوں نے اس خمارتگین کو ہی اپنا سلطان بنا لیا ر اس کی قیادت میں انہوں نے منگولوں کے لئے کمربستہ ہونے کا فیصلہ کرلیا۔

چنگیز خان کے تینوں بیٹے جوچی' چغتائی اور اغدائی نے خوارزم آکر شہر کا محاصرہ
ر لیا۔ اس محاصرہ کے دوران ایک دن منگولوں کا ایک گروہ اہل شہر کے مویشی جو شہر ر ارد گرد چر رہے تھے۔ ہانک کر لے گیا۔ جب لوگوں نے مویشی ہانکنے والوں کا اقب کیا تو مویشی ہانکنے والے منگول بھاگ کھڑے ہوئے۔ خوارزم کے مسلح یہ سمجھے ہ منگول مقابلہ کی تاب نہ لا کر بھاگ کھڑے ہوئے ہیں۔ لہٰذا وہ ان کا تعاقب کرتے پلے گئے۔ انہیں یہ خبر نہیں تھی کہ منگول انہیں اپنے گھات کی طرف لے جا رہے ے۔

لہٰذا خوارزم کا یہ تعاقب کرنے والا لشکر جب ذرا دور گیا تو گھات میں چھپے
وئے منگولوں نے ان پر حملہ کر دیا۔ اس طرح جنگ چھڑ گئی جو سورج غروب ہونے ک جاری رہی۔ اس جنگ میں نہ اہل شہر کو فتح ہوئی اور نہ ہی منگول کامیاب رہے۔ ذا رات کی تاریکی کے بعد منگول اپنے پڑاؤ کی طرف چلے گئے۔ اور خوارزم شہر کا وہ کر واپس شہر میں داخل ہو گیا تھا۔

دوسرے روز چنگیز خان کے بڑے بیٹے جوچی نے ایک قاصد اہل شہر کی طرف
وانہ کیا۔ اور انہیں پیغام بھجوایا کہ وہ مزاحمت سے باز آجائیں اور شہر کے دروازے ھول دیں۔ اور اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو انہیں سخت نقصان اٹھانا پڑے گا۔ لیکن وچی کی اس دھمکی کا اہل شہر پر کوئی اثر نہ ہوا۔ آخر منگولوں نے شہر کے اطراف میں نگ باری کرنے کے لئے منجنیقیں نصب کرنا شروع کر دی تھیں۔

منجنیقیں تو نصب ہو چکیں لیکن خوارزم چونکہ میدانی علاقہ تھا اور اس کے
طراف میں کہیں پتھر دستیاب نہیں تھے۔ لہٰذا منگولوں کو منجنیقوں کے لئے پتھر حاصل کرنے کے لئے بڑی دشواری پیش آنے لگی۔ خوارزم شہر کے نواح میں ایک پہاڑی

سلسلہ تھا۔ جو شہر سے کافی دور تھا۔ بس وہیں سے پتھر حاصل کئے جاسکتے تھے۔

یہ ضرورت بیل گاڑیوں اور چھکڑوں کے ذریعہ سے پوری کی گئی۔ ہ چھکڑے اور ان گنت بیل گاڑیاں اس کوہستانی سلسلہ کی طرف روانہ کئے جا وہاں سے پتھر لانے کا کام شروع کیا گیا۔ نیز خوارزم شہر کے اطراف میں شہتو درختوں کی بڑی بہتات تھی۔ منگولوں نے یہ کام کیا کہ شہتوت کے سارے د کاٹ دیئے گئے اور انہیں پانی میں ڈال دیا گیا تاکہ اور بھاری ہو جائیں اور پتھ جگہ منجنیقوں میں استعمال ہو سکیں۔

پانی سے نکال کر شہتوت کی لکڑیوں کے ٹکڑے بنا لئے گئے تھے۔ منجنیقوں میں رکھ کر شہر پر پھینکے جاسکیں۔ خملوتگین جسے خوارزم کے لوگوں۔ سلطان بنا لیا تھا جب اس نے منگولوں کے یہ ارادے دیکھے تو سخت گھبرایا۔ منگولوں نے خوارزم شہر کے لوگوں کو مزید سنبھلنے کا موقع نہ دیا اور ایک رات سنگ باری کرتے ہوئے وہ شہر پر حملہ آور ہوئے اور فصیل شہر پر چڑھ کر قلعہ اپنا پرچم لہرا دیا۔ اس کے علاوہ منجنیقوں کے ذریعہ سے شہر پر جگہ جگہ آتشی پھینکے گئے جن کی وجہ سے مختلف علاقوں میں آگ لگ گئی تھی۔ دوسری طرف اہ بھی اپنا اور اپنے شہر کا دفاع کرنے کے لئے جان توڑ کر لڑے۔

منگولوں نے جب دیکھا کہ شہر میں جگہ جگہ آگ لگی ہوئی ہے تو وہ بڑ مند ہوئے اس لئے کہ منگولوں کو خیال آیا کہ اگرچہ شہر میں آگ لگ جانے شہر بدحواس ہو کر ان کے سامنے بے بس ہو جائیں گے اور ہتھیار ڈال دیں گے خود انہیں بھی اس کا نقصان ہوگا اس لئے کہ اگر شہر جل گیا تو وہ شہر کی لوٹ م محروم ہو جائیں گے۔

چنانچہ چنگیز خان کے بیٹوں نے منجنیقیں چلانے والے صناعوں کو حکم دیا کہ آتشی گولے پھینکنے کا سلسلہ بند کیا جائے اور تین ہزار سپاہی اس کام پر متعین کہ دریائے جیموں کے آگے پتھروں کا بند باندھ کر اس کا رخ خوارزم شہر کی موڑ دیا جائے۔ تاکہ فصیل شہر میں شگاف پڑ جائے اور شہر کے لوگوں کی مزاحمت ہو جائے۔

اہل شہر بھی غافل نہ تھے۔ چنانچہ چھپ کر گھات میں بیٹھ گئے اور جب منگول ج کا دستہ ان کے پاس سے گزرا تو ان پر جھپٹ پڑے۔ اور سب کو وہیں ختم کر دیا۔ اس طرح منگول دریا کے آگے بند نہ باندھ سکے۔ اس طرح شہر میں موجود لشکر کے حوصلے بھی بڑھ گئے تھے۔ لیکن دوسری طرف اس سے خوارزم کے لوگوں کو بڑا نقصان بھی ہوا اور وہ یوں کہ منگول تو پہلے ہی چاہتے تھے کہ خوارزم شہر کے اندر جو سلطان علاؤالدین کا حفاظتی لشکر ہے اسے کسی نہ کسی طرح شہر سے باہر نکال کر اس سے دو دو ہاتھ کئے جاسکیں۔

جب شہر کے محافظ لشکر نے دریائے جیموں کے آگے بند باندھنے والے منگولوں کا خاتمہ کر دیا تو ان کے حوصلے بڑھ گئے۔ شہر کے اندر جو مزید لشکر تھا وہ بھی شہر سے باہر نکل آیا اور ارادہ کیا کہ ایک دم منگولوں پر حملہ آور ہو کر انہیں شکست دی جائے اور انہیں بھاگنے پر مجبور کر دیا جائے۔ شہر کے اندر جس قدر لشکر تھا جب وہ باہر نکل آیا تو منگول بڑے خوش ہوئے۔ جب یہ لشکر منگولوں پر حملہ آور ہوا تو منگول آہستہ آہستہ پسپا ہونے لگے۔ جس سے خوارزم شہر کے لشکریوں کے حوصلے مزید بڑھ گئے اور بڑی تیزی سے منگولوں کے تعاقب میں لگ گئے تھے۔

لیکن خوارزم شہر کا محافظ لشکر جب شہر سے دور ہوا تو اچانک گھات میں بیٹھا ہوا منگولوں کا ٹڈی دل لشکر حملہ آور ہوا۔ مسلمانوں کے لشکر کو منگولوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ مسلمانوں کو اس وقت ہوش آیا جب منگولوں نے انہیں اپنے نرغے میں لے کر ان کا قتل عام شروع کر دیا۔ جو باقی بچے ان کے پاس ہتھیار ڈالنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

اس طرح شہر سے باہر شہر کے محافظ لشکر کو شکست دینے کے بعد سلطان علاؤالدین کے دارالسلطنت خوارزم پر بھی منگولوں کا قبضہ ہو گیا۔ حسب معمول شہر کو لوٹ لیا گیا۔ جوانوں اور دستکاروں کو فوج میں بھرتی کر لیا گیا۔ جوان لڑکیاں منگول سپاہیوں کے حوالے کر دی گئیں۔ بچوں کو غلام بنا لیا گیا اور باقی لوگ قتل کر دیئے گئے۔

سلطان علاؤالدین ابھی تک چنگیزخان کے جرنیل سوبدائی اور جی نویا
آگے آگے بھاگ رہا تھا۔ سلطان کی والدہ ترکان خاتون اور سلطان کا سارا ح
شہزادیاں بھی اس کے ساتھ تھیں۔ جن کی رفاقت اتنے بڑے لشکر کی نقل و
میں مخل ہوتی تھی۔ سلطان کے علاوہ سرداران لشکر بھی دل گرفتہ اور پریشا
تھے۔ لہٰذا سلطان نے فیصلہ کیا کہ حرم کی ساری خاتونوں کو معہ اپنی والدہ ترکا
کو قارون نام کے ایک مضبوط قلعے میں بھیج دیا جائے۔ جو مازندان کے نواح
یہ فیصلہ ہونے کے بعد اس نے اپنی ماں ترکان خاتون اور اپنے سارے حرم او
شہزادیوں کو مازندان کے اس مضبوط قارون نام کے قلعے میں بھیج دیا تھا۔

اپنے حرم اور لشکر میں شامل دیگر خواتین کو مضبوط قلعے میں بھجوانے
سلطان علاؤالدین کے امراء اور سرداروں نے مشورہ دیا کہ دربدر منگولوں
پھرنے سے سپاہ اب تنگ آ چکی ہے۔ اس سے یہ بہتر ہو گا کہ قلات نام کے
پناہ لی جائے۔ یہ قلعہ مضبوطی اور وسعت میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ اور قزوین
ویلم کی پہاڑیوں میں واقع ہے۔ اور اسی قلعے کو اپنی آماجگاہ بنا کر منگولوں سے
جائے۔

سلطان نے اپنے سرداروں کی بات مانتے ہوئے ان کی تجویز کو منظو
قلات نام کے قلعے کی طرف روانہ ہوا۔ جو قزوین شہر کی قریب ویلم کے
سلسلوں میں تھا۔ کہتے ہیں سلطان جب اس قلعے میں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ
دور سات میل کے قریب تھا۔ لیکن سلطان نے جب اس قلعے کا معائنہ کیا
اپنے دفاع کے لئے مناسب نہ پایا۔ لہٰذا ایک بار پھر اپنے لشکر کے ساتھ
علاؤالدین وہاں سے نکلا۔ اور واپس نیشا پور آیا اور شہر سے باہر اپنے لشکر

بہ زن ہو گیا تھا۔

ایک روز سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ اپنے خیمے میں اپنے بیٹے جلال الدین
ر اپنے ستبر اور عزیز و قریبی سردار قتلغ خان کے ساتھ بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔ یہ قتلغ
ن وہی تھا جس نے سلطان علاؤالدین کی والدہ ترکان خاتون کو سازش میں شامل
رتے ہوئے جلال الدین کے بجائے سلطان علاؤالدین کے دوسرے بیٹے ازلاق سلطان
و ولی عہد بنا دیا تھا۔ گفتگو کا موضوع منگولوں کے بخارا اور سمرقند پر قبضہ ہو جانے
ے متعلق تھا۔ اتنے میں خیمے میں اورخان داخل ہوا۔

اورخان کو دیکھتے ہی سلطان علاؤالدین نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے ساتھ
صافحہ کیا۔ جب کہ جلال الدین نے آگے بڑھ کر اورخان کو گلے لگا لیا۔ تاہم قتلغ خان
ڑی بد دلی سے اٹھا اور بادل ناخواستہ اس نے اورخان سے مصافحہ کیا تھا۔ سلطان
اؤالدین کے اشارے پر اورخان جلال الدین کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ پھر اورخان کو
اطب کرتے ہوئے سلطان علاؤالدین نے پوچھا۔

اورخان لگتا ہے تم سمرقند بروقت نہیں پہنچ سکے۔ اس پر اورخان بولا ہاں۔
لطان محترم یوں سمجھئے کہ میری بدقسمتی تھی کہ میرے سمرقند پہنچنے سے پہلے ہی
یزخان نے اپنے لشکر کے ساتھ شہر کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے اس
ے سمرقند فتح کیا اور شہر میں اس نے قتل عام کیا۔ سلطان محترم سمرقند چنگیزخان کے
وں زیر ہو جانے کے بعد میں وہاں سے چل نکلا۔ بخارا بھی گیا۔ اترار شہر بھی گھوما
ر دیگر شہروں کا بھی میں نے چکر لگایا۔ جہاں جہاں اس وقت منگول اپنا قبضہ جما چکے
ے۔

اس پر سلطان علاؤالدین نے بڑی بے چینی میں اپنی جگہ پہلو بدلتے ہوئے پوچھا۔
اپنے حالات کو وہاں کیسا پایا۔

جواب میں اورخان تھوڑی دیر تک خاموش رہا۔ پھر وہ سلطان علاؤالدین کو
طب کرتے ہوئے کہنے لگا۔ سلطان محترم۔ میں جہاں کہیں بھی گیا۔ میں نے

شاہراہوں راستوں پر مکانوں اور بازاروں میں گلی اور کوچوں میں جسم و رو
کا تماشہ دیکھا سلطان محترم۔ جگہ جگہ لوگ اپنی خواہشوں کی گٹھڑیاں اٹھائے
کے منتظر تھے۔

سلطان محترم۔ میں نے بے بس اور لاچار مسلمانوں کو دیکھا کہ بھو
آنگن کی رقاصہ۔ پیاس ان کا اثاث البیت۔ ننگ و نکبت ان کی زندگی
خونی تعبیریں ان کی زندگی کا حدف بنی ہوئی ہیں۔ سلطان محترم میں نے ایسے
دیکھے کہ جن پر شام سے پہلے شام وارد ہو گئی تھی۔ ایسے چہرے جن پر ادا
مارے بیٹھی تھیں۔ ایسے چہرے بھی تھے جن پر خون بھرا خوف بھی تھا۔ ا
بھی تھے جن پر بربریت کی آنکھ مچولی اور لہو کی بارش تھی۔ میں نے ایسے
دیکھے سلطان محترم جو بھیگے کاغذ جیسے تھے۔ جو اشکوں سے دھلے، سورج میں
میں جلے اور جدائی اور ہجر کی ساعتوں کے مارے ہوئے تھے۔

سلطان محترم۔ میں نے ہر جگہ مسلمانوں کو اس حالت میں دیکھا کہ
چلاتی روحیں آسیب کے سایوں اور بربادی کی علامت بن گئی ہوں جگہ جگہ
قریہ قریہ مسلمان موت کا سکوت دوام لئے مسافر پرندوں کی طرح مارے ما
رہے ہیں۔ میں نے دیکھا اپنی ملت کی کہکشاں کے کئی درخشاں ستارے
منگولوں کے ہاتھوں لحد میں اتر گئے۔ بے شمار لوگ بے گھر اور خانماں بربا
کراں مسلسل ازل اور بے کراں جاودان مسلسل ابد کی طرح چپ خاموش
شاداں گلیاں ویران ہیں۔ بچوں کی چکاریں لہو لہو ہیں۔ لوگ بے چارے مج
چادر اوڑھے مداوائے الم۔ زخموں کے مرہم۔ درد کے درماں کی تلاش م
مارے پھر رہے ہیں۔

سلطان محترم۔ یہ منگول آخر کب تک ہماری سر زمینوں میں غم ک
گاہیں۔ آنسوؤں کے صحیفے۔ زبان کا جبر پھیلاتے رہیں گے۔ کب تک خدا
میں غیور اور دلیر مسلمان دکھ کے راستوں کے مسافروں کی طرح در بدر کی
کھاتے رہیں گے۔

سلطان محترم۔ کب تک عصمتوں پر گندگی اچھلتی رہے گی۔ برہنہ شیطا

تے رہیں گے۔ انسانیت اور آدمیت کے چیتھڑے اڑتے رہیں گے۔ ماؤں کے دودھ
ذائقے بدلتے رہیں گے۔ خون کی اڑتی آندھیاں دہشت کی گونج بن کر بلند ہوتی
ں گی۔ ماؤں کی گود کی نرمی نا آسودگی میں اور چشم انسانیت لہو لہو ہوتی رہے گی۔

سلطان محترم۔ منگولوں سے بچنے کے لئے امرت اور پناہ گاہوں کی تلاش میں
ے لوگ کہاں کہاں زمین کھودیں گے۔ کہاں کہاں فلک کریدیں گے۔ کس کس
ستان کو کاٹیں گے۔ کس کس دریا کا رخ موڑیں گے۔ کس کس خونی صحراؤں میں
تے بنائیں گے۔ اور لہو کے کس کس سمندر کو پاٹتے ہوئے اپنا راستہ بنانے کی
ش کریں گے۔

سلطان محترم۔ شہر شہر اور قصبے قصبے قریہ قریہ کے لوگ زاویوں کی طرح تقسیم ہو
رہ گئے ہیں۔ وہ سورج سے خالی کشف سحر کی طرح اپنے ہی بدن کی خونی شاہراہوں
شہروں کی در و دیوار پر اپنی تقدیر کی تحریریں تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ بکھرے
دلوں کی سرزمینوں سے آنے والے منگول ہمارے سارے پرتوں ہمارے سارے
ں۔ ہماری ذات کی اندرونی ساری سطحوں پر ضربیں لگاتے ہوئے بصارت اور
ت سے محروم کرتے جا رہے ہیں۔ ہمارے عظیم شہروں کو خزاں کی مار مارتے چلے
ہے ہیں۔ لوگوں کی مہتاب خواہشوں کو راکھ راکھ جسموں میں بدل رہے ہیں۔
ے ترکش کے سارے تیر توڑ رہے ہیں دفاع کے سارے منصوبے کو منجمد کر رہے
سلطان محترم آخر کب تک۔ ہماری رگوں میں لہو یوں ہی گنگ رہے گا۔ اور ہم
لٹے خون میں نہاتے کب تک در بدر ٹھوکریں کھاتے بھائیوں کو خاموشی اور بے
ے دیکھتے رہیں گے

یہاں تک کہتے کہتے اورخان خاموش ہو گیا تھا۔ اس کی یہ ساری گفتگو سن کر
علاؤ الدین کا چہرہ غصے اور غضبناکی میں سرخ ہو گیا تھا۔ قبل اس کے کہ سلطان
تا اس سے پہلے ہی سلطان کا عزیز اور رشتہ دار قتلغ خان بولا اور اورخان کو
کر کے کہنے لگا۔

اورخان تو نے اپنی حدود سے بڑھ کر گفتگو کی ہے۔ تو نے اپنی گفتگو سے یہ ثابت
کی کوشش کی ہے کہ ہم سب کی رگوں میں خون منجمد ہو چکا ہے اور یہ کہ ہم

سب بے حمیت ہیں۔ اور خاموشی سے ہم اپنے مسلمان بھائیوں کی بربادی اور
تماشہ دیکھ رہے ہیں۔

اورخان نے کھا جانے والی نگاہوں سے قتلغ خان کی طرف دیکھا پھر وہ
قتلغ خان میں تجھے خوب اچھی طرح جانتا ہوں۔ تو ان لوگوں میں سے ہے جو
بھرے صاف ستھرے مشکیزوں میں صرف سوراخ کرنا جانتے ہیں۔ دیکھ جو کچھ
کہا ہے یہ میرے اندر کی دستک تھی جو میں نے کہہ دی ہے۔ اب ان الف
بدلے میں میری گردن بھی کاٹ دی جائے تو مجھے کوئی شکوہ کوئی گلہ کوئی افسو
رنج نہ ہو گا۔

اس بار سلطان علاؤ الدین انتہائی غضبناک آواز میں بولا اور کہنے لگا
اورخان اپنے جامے سے باہر نکل کر گفتگو نہ کرو۔ تم کیا خیال کرتے ہو کہ
ساری سرزمینوں میں منگولوں کی وجہ سے جو تباہی اور بربادی آئی ہے یہ ساری
وجہ سے ہے یہ ساری ہماری سستی۔ ہماری نا اہلی کے باعث ہے۔ جواب میں ا
فورا" بولا اور کہنے لگا۔

سلطان محترم۔ یہ صرف میرے ہی دل کی آواز نہیں بلکہ جہاں جہاں بھی
لٹے پٹے مسلمانوں سے ملا۔ بدحال لوگوں سے گفتگو کی۔ سب نے کہا کہ یہ
جو منگولوں کے ہاتھوں مسلمانوں کے ساتھ ہو رہا ہے سب سلطان علاؤ الدین کی
اور اس کی سستی کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ لوگ یہ پوچھتے ہیں کہ جب سلطا
الدین کے پاس چار لاکھ جرار لشکر تھا تو وہ کیوں نہ خم ٹھونک کر چنگیز خان اور ا
جرنیلوں کے سامنے آگیا۔ لوگ یہ پوچھتے ہیں کہ اگر چار لاکھ کا لشکر صفیں با
منگولوں کے سامنے کھڑا ہو جاتا تو ان کے پیچھے جو کڑوڑوں کی تعداد میں غیر
مسلمان اور مجاہد تھے وہ منگولوں کے چیتھڑے اڑا کر رکھ دیتے۔ سلطان محترم لو
بھی کہتے ہیں کہ اگر سلطان کسی ایک میدان میں منگولوں کے سامنے ڈٹ جاتے
منگول ہماری سرزمینوں میں بھاگتے ہوئے اپنے لئے کوئی پناہ بھی تلاش نہ کر
سلطان محترم۔ مجھے ہی نہیں آپ کی ساری سلطنت کے لوگوں کو آپ سے
شکوے اور شکایتیں ہیں۔ سلطان محترم۔ اب بھی اگر آپ دو لاکھ کے لشکر کے

اس وقت آپ کے ساتھ ہے اٹھ کھڑے ہوں۔ اپنے رب کو یاد کریں اور اپنے
ایتی انداز میں اللہ و اکبر کی تکبیریں بلند کرتے ہوئے ان منگولوں کے سامنے آئیں
میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم نہ صرف انہیں اپنی سرزمینوں سے نکال باہر کریں
بلکہ ان کے صحرائے گوبی تک ان کا تعاقب کرتے چلے جائیں گے۔ پھر یہ کہیں
ہمارے سامنے دنیا میں پناہ گاہ بھی تلاش نہ کر سکیں گے۔

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان علاؤ الدین کے چہرے پر غضبناکی کے مزید آثار
دار ہوئے۔ ایک بار اس نے اپنے بیٹے جلال الدین کی طرف دیکھا جواب میں جلال
رین بے چارے کی گردن بڑی بے بسی سے جھک گئی تھی۔ پھر علاؤ الدین نے اپنے
اور رشتہ دار قتلغ خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا قتلغ خان اس اورخان کو حراست
لے لو۔ آج سے یہ باغی اور سرکش ہے۔ میں نے اس کی دلیری۔ اس کی جرات
ری۔ شرافت اور نجابت کی وجہ سے اس کی نسبت اپنی بیٹی خان سلطان سے کی
۔ میں وہ منگنی بھی توڑتا ہوں۔ یہ اورخان اس قابل ہی نہیں ہے کہ خان سلطان
اس کی زوجیت میں دیا جائے۔ اسے حراست میں لے کے میرے خیمے کے کسی
رے میں بند کر دو اور اس پر پہرہ لگا دو۔ جو کچھ اس نے کہا ہے اگر یہ آنے والی
تک اپنے اس سارے رویئے کی معافی نہیں مانگتا تو کل دوپہر تک اس کی گردن
ٹ دی جائے گی۔

جواب میں اورخان بے پناہ غصے اور غضب کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا سلطان
رم۔ جو بھی سزا دیں میں اسے چھاتی تان کر قبول کروں گا۔ میں نے جو کچھ کہا ہے
پ کے سامنے حقیقت پیش کی ہے۔ سلطان محترم میں جانتا ہوں کہ حقیقت بڑی
دی ہے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ کب تک منگولوں کے آگے آگے بزدل
ڑی کی طرح بھاگتے رہیں گے۔ کب تک مسلمانوں کا خون بہتا رہے گا۔ لوگ کب
در در کی ٹھوکریں کھاتے رہیں گے۔ کب تک ہمارے شہر بستیاں لٹتی رہیں گی اور
میں آگ لگتی رہے گی۔ سلطان محترم۔ ایک خان سلطان تو کیا اگر اپنے وطن کے
ع اپنے لوگوں کی ہمدردی کے صلے میں مجھے ہزار بار بھی خان سلطان جیسی منگیتر اور
وب سے محروم ہونا پڑے تو سلطان محترم میں اسے اپنے لئے ایک فخر اور اپنے لئے

ایک سعادت سمجھتا ہوں۔ سلطان محترم مجھے جب بھی موقع ملا میں آپ سے گفتگو کروں گا یہ مت سوچئے گا کہ میں آپ سے معافی مانگوں گا۔ ہرگز نہیں لئے کہ میں نے حقیقت بیانی سے کام لیا ہے۔ رہا سوال منگنی توڑنے کا تو میں ہوں کہ وہ لڑکی جس کے باپ کے دل میں وطن۔ دین اور اپنی رعایا کے لئے کوئی انس نہیں ہے میں ایسی لڑکی کو اپنی زوجیت میں رکھنا اپنے لئے ایک توہین اپنے لئے ایک گناہ سمجھوں گا۔ سلطان محترم۔ میں خود اپنے لئے خان سلطان کو ہوں۔

اورخان یہیں تک کہنے پایا تھا کہ علاؤ الدین خوارزم شاہ کے تالی بجانے پر محافظ اندر آئے پھر وہ قتلغ خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ قتلغ خان ان محافظوں ساتھ اورخان کو لے جاؤ اور میرے خیمے کے ایک کمرے میں نظربند کر دو۔ قتلغ ان محافظوں کے ساتھ اورخان کو لے گیا اور سلطان علاؤ الدین کے ایک خیمے میں اسے بند کر دیا گیا تھا۔ جلال الدین نے شاید اپنے باپ کے اس فیصلے کو ناپسند اس لئے وہ اس موقع پر کچھ کہے بغیر سلطان کے خیمے سے اٹھ کر چلا گیا تھا۔

○

اسی رات سلطان علاؤ الدین کے لشکر میں اس کے قتل کی سازش کی گئی۔ ایک حصہ سلطان کے یوں منگولوں کے آگے آگے بھاگنے کو ناپسند کرتا تھا جو اورخان کا ہمنوا تھا وہ حرکت میں آیا اور فیصلہ کیا کہ رات سلطان کو اس کے خیمے میں سوتے ہوئے قتل کر دیا جائے گا اور جلال الدین کو لشکر کا سپہ سالار آعظم بنانے کے بعد ٹھونک کر چنگیز خان کے سامنے آیا جائے۔

لیکن سلطان علاؤ الدین کی خوش قسمتی کہ رات جس خیمے میں سونے کے لئے اس کا بستر لگایا گیا۔ احتیاطاً" اس نے وہ خیمہ تبدیل کر کے ایک دوسرے خیمے میں رات بسر کر لی تھی جب دوسرے روز اس خیمے کا جائزہ لیا گیا تو سلطان علاؤ الدین کا بستر تیروں سے بری طرح چھلنی تھا۔

سلطان علاؤ الدین جب اپنے پہلے خیمے میں آیا جس پر حملہ ہوا تھا تو وہ اپنے

بستر تیروں سے چھدا ہوا دیکھ کر بڑا پریشان بڑا افسردہ ہوا۔ اسی موقعہ پر اس کا بیٹا جلال الدین خیمے میں داخل ہوا۔ اس نے بھی بستر کا جائزہ لیا۔ پھر غور سے وہ سلطان علاؤ الدین کی طرف دیکھنے لگا تھا اس موقعہ پر علاؤ الدین نے اپنے بیٹے جلال الدین کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

جلال الدین۔ میرے فرزند۔ دیکھا تم نے۔ رات کو کیا انقلاب رونما ہوا۔ اس پر جلال الدین ایک نشست پر بیٹھ گیا اور اپنے باپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

سلطان محترم۔ آپ بیٹھیں۔ میں تفصیل کے ساتھ آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ یہ گفتگو میں نے رات کے وقت نہیں کی کہ اس طرح آپ کی دل شکنی ہوتی۔ سلطان محترم۔ لشکر کا ایک حصہ اورخان کے حق میں بغاوت کر چکا ہے۔ لشکر کے اسی حصے کے سرکردہ لوگوں نے رات کو آپ کے خیمے پر دھاوا بول دیا۔ وہ آپ کو قتل کرنا چاہتے تھے لیکن آپ کی خوش قسمتی کہ آپ نے خیمہ تبدیل کر لیا۔ میں آپ کا بستر رات ہی کو دیکھ کر گیا تھا۔ تیروں سے چھلنی تھا اب بھی یہ ایسا ہی ہے۔ آپ اسے خود دیکھ سکتے ہیں۔ جلال الدین کے اس انکشاف پر علاؤ الدین کا چہرہ پیلا پریشان ہو کر رہ گیا تھا۔ پھر وہ اپنے بیٹے جلال الدین کی طرف بڑے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا۔

جلال الدین میرے بیٹے یہ باغی کون ہیں۔ اور کیا ان سے نپٹا نہیں جا سکتا۔ اس پر جلال الدین کہنے لگا۔ سلطان محترم یہ باغی ایک نہیں ہزاروں پر مشتمل ہیں۔ اور اگر اس بغاوت کی خبر سارے لشکر میں پھیل گئی تو یاد رکھئے آپ کے لشکر کے اندر وہ بغاوت۔ وہ سرکشی۔ وہ افراتفری پھیلے گی کہ میں سمجھتا ہوں کہ ایک بھی سپاہی آپ کے ساتھ نہیں رہے گا۔ جلال الدین کی ان باتوں سے علاؤ الدین کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔ پھر وہ پریشان کن آواز میں اپنے بیٹے کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا۔ جلال الدین میرے بیٹے۔ پھر ہمیں کیا کرنا چاہئے۔

جلال الدین کہنے لگا سلطان محترم۔ رات ہی کے وقت لشکر میں بغاوت اٹھنے کی خبر ہو گئی تھی۔ میرے ذاتی مخبروں نے اطلاع کر دی تھی کہ لشکر کا ایک حصہ ہم پر حملہ آور ہو کر آپ کا خاتمہ کرنے کی کوشش کرے گا۔ لیکن آپ چونکہ خیمہ تبدیل کر

چکے تھے لہٰذا مجھے اطمینان ہو گیا جس نئے خیمے میں گئے تھے اس کے اردگر
حفاظت کے لئے میں نے لشکر کا ایک حصہ مقرر کر دیا تھا سلطان محترم۔ باغ
انتہائی قسم کے جنگجو۔ وطن دوست۔ اپنی سر زمین اور دین سے محبت رکھ
ہیں۔ ان کا مطالبہ صرف یہ ہے کہ ہمیں منگولوں کے آگے آگے بھاگنے
ان کا مقابلہ کرنا چاہئے اور انہیں اپنی سرزمینوں سے مار بھگانا چاہئے۔
منگول آخر کیوں یکے با دیگرے ہمارے شہروں پر قبضہ کرتے ہوئے لوگوں کا قت
رہے ہیں۔ اور شہروں کو آگ لگاتے جا رہے ہیں جبکہ ہم دو لاکھ کے لشکر کی
میں جگہ جگہ چھپتے پھر رہے ہیں

جلال الدین کے ان الفاظ سے سلطان علاؤ الدین کے چہرے پر ناگواری
گئی۔ پھر وہ پوچھنے لگا دیکھ میرے فرزند۔ کیا یہ باغی عناصر ہمارے لئے خطرہ تو
سکتے۔ اس پر جلال الدین بولا اور کہنے لگا۔ سلطان محترم۔ یہ ہمارے لئے بہت
بن سکتے ہیں۔ لیکن میں نے رات ہی ان سارے باغی عناصر کو لشکر سے علیحدہ
نیشا پور کے ایک کوہستانی سلسلے کی طرف روانہ کر دیا ہے۔ یہ سارے عناصر
اورخان کے بھائی قبیل خان اور ماموں زاد طفول خان کی سرکردگی میں یہ نیشا
نواحی کوہستانی سلسلوں میں پناہ لے چکے ہیں۔

سلطان محترم اگر میں ایسا نہ کرتا اور سورج طلوع ہونے کے بعد ہر لشکر
کان میں یہ خبر پھیلتی کہ لشکر کے ایک حصے نے بغاوت کر دی ہے تو یاد رکھ
ایک دوسرے کے ساتھ دست و گریبان ہو جاتے اور پھر یہ جو دو لاکھ کا لشکر
منتشر۔ ایسا تباہ و برباد ہوتا کہ آپ کے پاس اپنی حفاظت کے لئے بھی محافظ
رہتا۔ سلطان محترم۔ لشکر کا جو حصہ الگ کر کے میں نے نیشا پور کے کوہستانی
طرف روانہ کیا ہے بظاہر آپ کے سامنے میں انہیں باغی کہہ رہا ہوں لیکن
محترم وہ باغی نہیں ہیں۔ وہ تو دشمن کے ساتھ ٹکرانے کا عزم رکھتے ہیں۔ وہ چا
کہ چنگیز خان کے ساتھ جنگ کی ابتدا کی جائے۔ اور اسے بتایا جائے کہ ہم ا
خوف زدہ نہیں وہ چاہتے ہیں کہ چنگیز خان کے ساتھ ایک نہ ختم ہونے والی
طرح ڈال دی جائے۔ اور جب تک چنگیز خان اپنے لشکر کے ساتھ خوفزدہ بھا

ح ہمارے آگے سے نہیں بھاگتا اس کا تعاقب کیا جائے۔

یہاں تک کہنے کے بعد جلال الدین جب خاموش ہوا تو سلطان علاؤ الدین انتہائی
اری کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔ دیکھ میرے فرزند یہ ایک انہونی بات ہے۔ یاد
میرے نجومی یہ دعویٰ کر چکے ہیں کہ اگر کسی وقت بھی میں نے منگولوں کے
منے آنے کی کوشش کی تو مجھے بد ترین شکست ہوگی۔ اس لئے کہ ان کا کہنا ہے کہ
ے ستارے گردش میں ہیں جب تک میرے ستارے گردش میں ہیں مجھے منگولوں
سامنے نہیں آنا چاہئے۔ لہٰذا اے میرے فرزند جب تک میرے ستارہ شناس مجھے
لوں کے سامنے آنے کو نہیں کہتے میں ان کے خلاف جنگ کی ابتدا نہیں کروں گا۔
بہرحال میرے فرزند تو نے یہ بڑی دانشمندی اور فہم و فراست کا کام کیا کہ باغی
صر کو تم نے لشکر سے علیحدہ کر کے نیشا پور کے کوہستانی سلسلے کی طرف روانہ کر دیا
۔ اس پر جلال الدین بولا اور کہنے لگا۔

سلطان محترم۔ وہ لوگ صرف ایک شرط پر لشکر سے نکل کر نیشا پور کو ہستانی سلسلے
طرف گئے ہیں اس پر علاؤ الدین نے چونک کر جلال الدین کی طرف دیکھتے ہوئے
ہا کیسی شرط۔ جلال الدین کہنے لگا شرط یہ کہ ان سب لوگوں کا کہنا ہے کہ ہم نیشا
کے کوہستانی سلسلے کی طرف چلے جاتے ہیں لیکن اورخان کو سزا نہیں دی جائے
۔ معاف کر دیا جائے گا اور اسے رہا کر کے ہماری طرف روانہ کر دیا جائے گا۔ تا
وہ ہماری کمانداری کرلے اور ہم منگولوں کے خلاف حرکت میں آ سکیں۔ سلطان
۔ ان لوگوں کا یہ بھی کہنا تھا کہ اگر اورخان کو سزا دینے کی کوشش کی گئی تو پھر وہ
ستانی سلسلے سے نکل کر آپ پر حملہ آور ہوں گے اور انہیں یقین ہے کہ وہ آپ
لشکر کو بدترین شکست دے کر منگولوں کے خلاف اپنی من مانی کریں گے۔

جلال الدین کے اس انکشاف پر علاؤ الدین کی گردن جھک گئی تھی۔ پھر وہ بڑے
بڑی بے چینی میں جلال الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ جلال الدین میرے
د کیا ایسا ممکن نہیں کہ تم اورخان کو اس بات پر آمادہ کر لو کہ وہ اپنے رویئے کی
سے معافی مانگے۔ اور وہ باغی عناصر جو لشکر سے نکل کر کوہستانی سلسلے کی طرف چلے
ہیں وہ دوبارہ ہمارے لشکر میں آ شامل ہوں تا کہ ہماری عسکری طاقت میں کمی

طرح کی واقع نہ ہو۔ اور اگر کسی موقع پر منگولوں کے ساتھ ہمارا ٹکراؤ ہو تو
اندر کمزوری اور ہزیمت کے آثار پیدا نہ ہوں۔ اس پر جلال الدین بولا اور کہنے
سلطان محترم۔ مجھے بے حد افسوس ہے میں تفصیل کے ساتھ اورخان سے
کر چکا ہوں۔ وہ اب نہ آپ سے معافی مانگنے کے لئے تیار ہے اور نہ آپ کے
میں قیام کرنا چاہتا ہے اس کا ایک ہی جواب ہے کہ سلطان مجھے رہا کر دیں او
اس لشکر کو جو اس وقت نیشا پور کے کوہستانی سلسلے میں اس کا منتظر ہے ا
کمانداری کرتے ہوئے منگولوں کے خلاف حرکت میں آؤں۔ جہاں تک آپ
معافی مانگنے کا تعلق ہے تو اورخان کا کہنا ہے میری گردن کاٹ دی جائے میں
سے معافی نہیں مانگوں گا۔ ہاں آپ سے معافی مانگنے کے لئے وہ ایک شرط پیش
ہے۔

سلطان علاؤ الدین نے بری طرح چونکتے ہوئے پوچھا کیسی شرط۔ جلال الدین
لگا۔ شرط یہ ہے کہ سلطان محترم۔ اورخان کہتا ہے کہ اگر سلطان اپنی تیاری
کے بعد خوارزم کا رخ کریں وہاں سے تاتاریوں کو مار بھگائیں اور اس کے بعد
خان سے مقابلہ کرنے کا وعدہ کریں تو وہ آپ کے پاؤں پڑ کر آپ سے معافی ما
اور لشکر کا وہ حصہ جو کوہستانی سلسلے میں چلا گیا ہے اسے جا کر واپس بھی لے آ
اس لئے کہ وہ سب لوگ اورخان کو اپنا سالار تسلیم کر چکے ہیں اور اس کی کماند
میں مرنے جینے کا عہد کر چکے ہیں۔ اس پر علاؤ الدین نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔
دیکھ جلال الدین میرے فرزند۔ میں اورخان کی اس شرط کو تسلیم نہیں کر
اپنے لشکر کو لے کر چنگیز خان کے مقابلے پر آؤں۔ بہرحال میں اس کی سزا معاف
ہوں تم اسے کہو کہ وہ چاہے تو لشکر ہی میں قیام کرلے۔ چاہے تو ان لوگوں کے
چلا جائے جو کوہستانی سلسلے میں اس کے منتظر ہیں۔ میں اس کی سزا معاف کرتا ہو
سلطان علاؤ الدین کا جواب سن کر جلال الدین خوش ہو گیا پھر وہ سلطان علاؤ الدین
خیمے سے نکل گیا تھا۔

سورج طلوع ہو گیا تھا۔ دھوپ چاروں طرف پھیل گئی تھی۔ نیشا پور شہر کے
اح میں جہاں سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے لشکر کے خیمے دور دور تک پھیلے
وئے تھے۔ زندگی کی گہما گہمی دکھائی دینے لگی تھی۔ ایسے میں جلال الدین سلطان کے
یمے کے اس کمرے میں داخل ہوا جس میں اورخان کو رکھا ہوا تھا۔ جلال الدین کو
یکھتے ہی اورخان اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ جلال الدین آگے بڑھا۔ لپک کر اس نے
ورخان کو گلے سے لگایا اور اس کی پیشانی چومی۔ پھر وہ بڑی رقت بڑی ہمدردی میں
ورخان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ اورخان میرے بھائی۔ مجھے اپنی ذات پر فخر ہے کہ
ں تیرے لئے کچھ کرنے میں کامیاب ہوا ہوں۔ دیکھ میرے بھائی میں نے لشکر کا ایک
صہ علیحدہ کر کے نیشا پور کے شمالی کوہستانی سلسلوں کی طرف بھجوا دیا ہے تمہارا بھائی
لیل خان اور ماموں زاد طفول خان اس لشکر کی نگہداری کر رہے ہیں۔ سنو۔ اس
کر میں وہ لوگ شامل ہیں جنہوں نے آج رات سلطان کے خلاف بغاوت کر دی
ی۔ سلطان کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ وہ تمہارے ہم نوا تمہارے ہم خیال
۔ اور منگولوں کے سامنے اپنے وطن کے دفاع کے لئے چھاتی تان لینا چاہتے ہیں۔
ھ اورخان میرے بھائی۔ میں ابھی ابھی سلطان سے بات کر کے آ رہا ہوں۔ میں نے
ن سے تمہارے لئے معافی نامہ حاصل کر لیا ہے اب تم یہاں سے نکل کر سیدھے
لی کوہستانی سلسلے کی طرف جاؤ گے۔ میرا ایک آدمی وہاں تک تمہاری رہنمائی کرے
۔ جہاں لشکر تمہاری آمد کا بے چینی سے منتظر ہو گا۔
یہاں تک کہنے کے بعد جلال الدین جب خاموش ہوا تو اورخان نے جلال الدین
طرف بڑی چاہت۔ اپنائیت سے دیکھتے ہوئے کہا۔ جلال الدین میرے بھائی تمہارا
احسان میں زندگی بھر فراموش نہ کر سکوں گا۔ دیکھ جلال الدین اگر کبھی کوئی وقت

آیا تو میں تمہارے اس احسان کا بدلہ ضرور چکاؤں گا۔ اس پر جلال الدین پھر او
کو گلے لگاتے ہوئے کہنے لگا۔

دیکھ اورخان میں نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا۔ تم میرے چھوٹے بھائی ہو
کے کام آنا بھائی کا فرض ہے۔ میں نے جو کچھ کیا ہے خدا گواہ ہے کہ اپنا فرض
کیا ہے۔ یہاں تک کہنے کے بعد جلال الدین رک گیا۔ اس نے بات کا سلسلہ
ہوئے کہنا شروع کیا

دیکھ اورخان۔ یہ مت خیال کرنا کہ میں اپنے باپ کی طرح منگولوں کے
نہیں آنا چاہتا۔ قسم خداوند عزیز اور محترم کی میرا باپ اگر آج اپنے لشکروں کی
میرے حوالے کر دے تو میں اسے ضمانت دیتا ہوں کہ میں نہ صرف یہ کہ منگو
اپنی سر زمینوں سے نکال باہر کروں گا بلکہ صحرائے گوبی تک ان کا تعاقب کرا
لیکن میری مجبوری میری بد بختی یہ ہے کہ نہ تو میرے والد خود منگولوں سے
ہیں نہ ہی مجھے ایسا کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔

دیکھ اورخان۔ اس حالت میں میں جانتا ہوں کہ ہمارا آغاز بھی تحیر ہمارا انج
تحیر ہے۔ کچھ خبر نہیں کہ ہم کس جگہ سے آئے اور کس نگر کو چلے جائیں
اورخان میں یہ بھی جانتا ہوں کہ منگولوں کے ہاتھوں کیسے کیسے قافلے ویران
کیسے کیسے کاروان لہو لہو ہوئے۔ شہر دھواں دھواں۔ بستیاں ویران ویران ہوئیں

سن اورخان۔ میرے انیس و مونس۔ میں جانتا ہوں ہماری سر زمینو
منگولوں کے ہاتھوں مفلسی کے گرداب۔ مخدوش و شکستہ احوال۔ غم کی یلغا
اغیار اور ہجر کی سیاہ رات پھیل گئی ہے۔ مغلوں کی وجہ سے ہمارے شہرو
بستیوں میں ظلمتیں رقصاں ہیں اور ہماری عظم کی کہکشائیں ماتم کناں ہیں۔

دیکھ اورخان میں جانتا ہوں کہ منگولوں کے ہاتھوں چہار سو کوبہ کو ہما
زمینوں میں درندگی اور سفاکی۔ وحشت و ستم آرائی۔ دکھ کے آسیب کا دور
اورخان تو جانتا ہے کہ میں اپنے باپ کی وجہ سے بے بس اور مجبور ہوں او
سلوٹ بن کر رہ گیا ہوں۔ اورخان میرا دل کہتا ہے کہ ایک وقت ضرور آ
اور تم دونوں بھائی شانے سے شانہ ملا کر منگولوں کے خلاف حرکت میں آ

رخان میں جانتا ہوں تو دلوں کا قائد ہے اور خم اندر خم دشمنوں پر ضرب لگانے کا فن
ب جانتا ہے۔ میرے بھائی مطمئن رہنا اور میرا انتظار کرنا۔ خداوند قدوس کو اگر
ور ہوا تو ایک وقت ضرور آئے گا۔ جلال الدین اور اورخان شانے سے شانہ ملا کر
نے وطن اپنی سر زمینوں کا دفاع کریں گے۔ اس پر اورخان فوراً" بولا اور کہنے لگا۔
ل الدین میں اس وقت اس لمحے کا بڑی بے چینی سے انتظار کروں گا۔ جلال الدین
ے ایک بار پھر آگے بڑھ کر اورخان کو گلے لگایا اور پھر کہنے لگا۔ میرے ساتھ آؤ۔
ں تمہارے کوچ کا انتظام کروں۔ اس کے ساتھ جلال الدین اورخان کا ہاتھ پکڑ کر
ے سے باہر لایا تھا۔

خیمے سے باہر آنے کے بعد اورخان نے دیکھا کہ ایک مسلح جوان خیمے سے باہر
ں کے گھوڑے کی باگ پکڑے کھڑا تھا یہ وہی جنگلی سیاہ رنگ کا وحشی گھوڑا تھا جو
رخان نے بڑی تگ و دو سے اترار شہر کے نواحی شمالی کوہستانی سلسلوں میں پکڑا تھا۔
ر اس کا بندر بھی زین کے پچھلے حصے میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس موقع پر جلال الدین بولا
ر اورخان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھ اورخان میرے بھائی یہ تیرا گھوڑا ہے۔ تیرا بندر بھی اس پر بیٹھا ہوا ہے اور
نوجوان تمہارے گھوڑے کی باگ تھامے ہوئے ہے یہی تمہیں نیشا پور کے نواحی
الی کوہستانی سلسلوں میں اس طرف لے جائے گا جہاں وہ لشکر تمہارا منتظر ہے جو
ہاری کمانداری میں رضا کارانہ کام کرنے کا عہد کر چکا ہے۔

دیکھ اورخان میرے بھائی یہ مت سمجھنا کہ تم اکیلے اور تنہا ہو۔ یاد رکھنا عنقریب
یک انقلاب ایک تبدیلی رونما ہوگی۔ اور جب ایسا ہوگا تو اورخان میں تمہیں یقین
لاتا ہوں دہکتی زنجیروں جیسے ظلم کی کہر آلود فضائیں ختم ہوں گی اور ہم دونوں مل کر
رات کی پنہائیوں کی مانگ میں جگنو روشن کر دیں گے۔ اورخان میں اور تم مل کر
اہوں کے اثر کو تعمیر کی تزئین۔ معدوم فردوس کو حروف مقصود میں بدلیں گے۔ ستم
ل پٹے لوگوں کو نیا انداز فسوں کاری اور بے داغ سحر جیسے تمناؤں کے نگر مہیا کریں
گے۔

دیکھ اورخان تو اب آگے بڑھ۔ اپنے گھوڑے پر سوار ہو جا۔ اور یہ نوجوان جو

تمہارے گھوڑے کی باگ پکڑے کھڑا ہے اس کا گھوڑا بھی وہ دیکھ پیچھے کھڑا اپنے گھوڑے پر بیٹھتا ہے اور کوہستانی سلسلے میں جہاں لشکر پہلے سے پہونچ کر منتظر ہے یہ جوان تمہیں وہاں تک لے جائے گا۔ جلال الدین شاید کچھ اور کہتا جوان نے اورخان کے گھوڑے کی باگ پکڑی تھی وہ آگے بڑھا اور گھوڑے اس نے اورخان کو تھما دی پھر وہ اورخان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سیف الدین کے بیٹے! میری پشت پر یہ جو میرا گھوڑا کھڑا ہے اس کے پاس نوجوان کھڑے ہیں وہ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام کمال اور دوسرے کا قاسم خان ہے ان دونوں کا کہنا ہے کہ گو ان کا تعلق اسماعیلیوں ہے لیکن وہ آپ کے بہترین اور مخلص دوست ہیں۔ اس پر اورخان نے چونک جوان کی طرف دیکھا اور پوچھا تم میرے باپ کا نام کیسے جانتے ہو۔ اس پر وہ مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ میرا نام لوغان ہے مجھے فخر ہے کہ میرا باپ آپ کے سیف الدین کے ساتھ اترار شہر میں ایک عرصے تک قیام کئے رہا۔ اس پر ا خوشی کا اظہار کرتے ہوئے لوغان نام کے اس نوجوان سے آگے بڑھ کر بغل گیر تھا۔ پھر وہ کہنے لگا تمہارا اندازہ درست ہے یہ کمال الدین اور قاسم خان ا ہونے کے باوجود میرے بہترین اور مخلص دوست ہیں۔ اور مجھے ہر اچھی بری آگاہ رکھنے کے علاوہ میرے فائدے اور منفعت کا ہی پہلو تلاش کرتے ہیں۔ جلال الدین بولا اور اورخان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ یہ بات ہے تو جاؤ ان لو۔ پھر یہاں سے لوغان کے ساتھ کوچ کرو۔ اورخان نے اپنے گھوڑے کی لگا لوغان کو تھما دی اور پھر وہ اس طرف بڑھا جہاں لوغان کا گھوڑا کھڑا تھا اور ا پاس اورخان کے دونوں اسماعیلی دوست کمال الدین اور قاسم خان کھڑے اورخان آگے بڑھ کر باری باری دونوں سے گلے ملا تھا۔

ان سے ملنے کے بعد اورخان نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ کہو تم سے آئے ہو۔ اس پر کمال الدین بولا اور کہنے لگا۔ دیکھ ہمارے محسن ہمارے ہم تم سے ایک انتہائی اہم بات کہنے کے لئے آئے ہیں۔ اور وہ یہ کہ ایک لڑکی نام طیان ہے اس کے بھائی نے تمہیں مدد کے لئے پکارا ہے۔ کمال الدین

انکشاف پر اورخان چونک پڑا اور پوچھنے لگا۔

طیان اور بلداق کہاں ہیں۔ وہ تم سے کہاں ملے اور طیان کس مصیبت میں مبتلا ہو گئی ہے۔ اس پر کمال الدین پھر بولا اور کہنے لگا۔ دیکھ اورخان۔ طیان کو ہمارے اسماعیلی ساتھی اٹھا لے گئے ہیں۔ اسماعیلی فدائیوں نے ان پر اس وقت حملہ کر دیا جس وقت بلداق اور طیان تم سے شکست کھانے کے بعد لوٹ رہے تھے۔ طیان اور بلداق دونوں نے ہمارے اسماعیلی فدائیوں کا خاتمہ کر دیا ایک باقی بچا۔ اس حملے کے دوران بلداق بری طرح زخمی ہو گیا تھا اس کے زخمی ہونے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آخری بچنے والے اسماعیلی نے طیان پر قابو پا لیا۔ اور طیان کو اٹھا کر قلعہ الموت کی طرف لے جا چکا ہے۔

دیکھ اورخان ہم تمہیں پہلے ہی بتا چکے ہیں کہ اسماعیلیوں کا امام اور شیخ الجبل جلال الدین غائبانہ طور پر اس منگول لڑکی طیان کو پسند کر چکا ہے اس لئے کہ بہت سے اسماعیلی فدائیوں نے جلال الدین سے طیان کے حسن اور خوبصورتی اور اس کی جسمانی ساخت اور کشش کی تعریف کی ہے۔ طیان ان دنوں قلعہ الموت میں قید ہے اس کی خوش قسمتی یہ ہے کہ جلال الدین ان دنوں اپنے چند قلعوں کا معائنہ کرنے کے لئے قلعہ الموت سے باہر ہے۔ اگر اس وقت وہ قلعہ الموت میں موجود ہوتا تو اب تک وہ طیان کو اپنے حرم میں داخل کر کے بے آبرو کر چکا ہوتا۔ ہر وہ خوبصورت لڑکی جسے جلال الدین پسند کرتا ہے اسے ایک سال تک اپنے حرم میں رکھتا ہے اس کے بعد اسے اٹھا کر قلعہ الموت میں بنائی جانے والی جنت میں بھیج دیتا ہے۔ دیکھ طیان ابھی تک جلال الدین کے ہاتھوں سے محفوظ ہے اور قلعہ الموت میں قید ہے۔ قلعہ کے منتظمین جلال الدین کی واپسی پر طیان کو اس کے سامنے پیش کریں گے۔

ایک اور بات بھی غور سے سنو۔ طیان اس وقت صرف تین فدائین ایسے ہیں جو اس کو چہرے سے پہچانتے ہیں۔ ایک وہ جو طیان کو اٹھا کے قلعہ الموت میں لے گیا تھا۔ اور دو وہ جو ان دنوں اس کمرے پر پہرہ دیتے ہیں جس میں طیان کو بند رکھا گیا ہے۔ اس لئے کہ جس لڑکی کو جلال الدین کے حرم میں داخل کیا جانا ہوتا ہے اسے عام لوگوں کی نگاہوں سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔ اس پر اورخان بولا اور پوچھنے لگا۔

دیکھ کمال الدین تمہاری بڑی مہربانی۔ کہ تم نے مجھے طیان سے متعلق یہ اط
کی۔ لیکن اس اطلاع سے میرا کیا تعلق۔ کیا طیان نے مجھے مدد کے لئے پکارا
اس پر اس بار کمال الدین کے بجائے اس کا دوسرا ساتھی قاسم خان بولا اور کہ
دیکھ سیف الدین کے بیٹے۔ طیان نے تمہیں مدد کے لئے تو نہیں پکارا۔ اس لے
اس پر تو اب کسی کی پہونچ بھی نہیں ہے۔ ہاں بلداق جو طیان کا بھائی ہے وہ ہم
ملا تھا یوں جانو کہ ہم خود اس سے ملے تھے۔ وہ زخمی ہوا تھا ہم نے ہی اس کا
کیا۔ اب وہ یہاں سے پچیس میل آگے ایک قصبے کی نواحی سرائے میں قیام
ہوئے ہے۔ اس سرائے کا مالک ہمارا جاننے والا ہے لہٰذا وہ اس سرائے میں
ہے۔ اس نے ہم سے کہا تھا کہ اورخان تک میرا پیغام پہونچایئے کہ کسی نہ کسی
میری بہن طیان کو قلعہ الموت سے نجات دلائے۔ اورخان فوراً" بولا اور کہنے لگا۔
دیکھو میرے ساتھیو۔ میں بلداق کی اس پکار پر ضرور لبیک کہوں گا۔ میں طیا
تمہارے قلعہ الموت سے ضرور نکالوں گا۔ پر یہ تو کہو کہ اس سلسلے میں تم میری
کر سکو گے۔ اس پر کمال الدین بولا اور کہنے لگا۔

دیکھ سیف الدین کے بیٹے۔ قلعہ الموت چاروں طرف سے کوہستانی سلسلوں
گھرا ہوا ہے۔ اور یہی بلند کوہستانی سلسلے اس الموت نام کے قلعے کی فصیلوں کا
دیتے ہیں۔ طیان کو اس وقت اس قلعے کے شمالی حصے کی ان قیام گاہوں میں رکھ
ہے جہاں سب سے زیادہ محترم اور معزز مہمانوں کو ٹھہرایا جاتا ہے۔ ہم تمہاری
کر سکتے ہیں کہ جس عمارت کے اندر طیان کو رکھا گیا ہے اس عمارت کے
کوہستانی سلسلے کے اوپر ہم ٹھیک دو دن بعد عشاء کے بعد گول دائرے کی شکل
مشعل ہلائیں گے۔ بس اس مشعل کے ہلائے جانے کو تم ہمارا اشارہ سمجھنا اور
جگہ سے تم کوہستانی سلسلے پر چڑھ کر جو اس کوہستانی سلسلے سے قریب ترین عمارت
گی اس کے اندر طیان کو تلاش کرلینا۔

دیکھ سیف الدین کے بیٹے۔ اس سلسلے میں ہم تمہاری اس سے زیادہ مدد نہیں
سکتے اس لئے کہ ہم اس عمارت کے قریب تک نہیں جا سکتے اور نہ ہمیں ایسا کر
اجازت ہے۔ اگر ہم اس عمارت کے قریب جاتے ہیں اور ہمیں دیکھ لیا جاتا

تو ہم پر شک کیا جائے گا کہ ہم طیان کی مدد کرنے آئے ہیں اس کے بعد اگر تم
کو وہاں سے نکال لے جاتے ہو تو غداری کا الزام لگایا جائے گا اور اس الزام میں
دونوں کی گردن بھی کاٹی جا سکتی ہے۔ دوسرے ہم پر یہ بھی الزام لگایا جا سکتا ہے
ہم طیان کو دیکھنے کی خاطر اس طرف آئے ہیں۔ اس لئے کہ طیان کی خوبصورتی
کے حسن اس کی جاذبیت اس کی کشش کے چرچے پورے قلعہ الموت میں ہو چکے

اس پر اورخان بولا اور کہنے لگا۔ دیکھ کمال الدین اور قاسم خان۔ میرے لئے
کی طرف سے اتنی ہی مدد کافی ہے۔ جو تم دو روز بعد عشاء کے بعد اس عمارت
قریب ترین کوہستانی سلسلے کے اوپر مشعل ہلا کر مجھے اشارہ کر دو تو سمجھ لو کہ میرا
آسان ہو جائے گا اور میں ہر صورت میں طیان کو وہاں سے نکال لوں گا۔ اب تم
ہی دیر یہاں رکو میں جلال الدین سے بات کر کے لوٹتا ہوں۔
اورخان مڑا۔ جلال الدین کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا دیکھ جلال
ین میرے بھائی۔ میری ایک عزیزہ کو اسماعیلی اٹھا کر لے گئے ہیں اس نے مجھے مدد
لئے پکارا ہے۔ یہ دونوں اسماعیلی میرے بہترین دوست ہیں ان دونوں کی مدد سے
اس لڑکی کو وہاں سے نکالتا ہوں پھر میں یہاں واپس آؤں گا۔ اور لوغان کو لے کر
پور کے اس کوہستانی سلسلے کی طرف جاؤں گا جہاں لشکر میرا منتظر ہے۔ اس پر
ل الدین فوراً" بولا اور کہنے لگا۔ دیکھ اورخان اس لڑکی کو اگر وہاں نکالنے کے لئے
میری ضرورت محسوس کرو تو میں بھی اس سلسلے میں حاضر ہوں۔ اس پر اورخان
راتے ہوئے کہنے لگا۔ نہیں جلال الدین میرے بھائی۔ میں اکیلا ہی اس لڑکی کو نکال
ں گا اس کے ساتھ ہی اورخان نے جلال الدین اور لوغان دونوں کے ساتھ مصافحہ
پھر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ کمال الدین اور قاسم کے قریب آیا پھر انہیں
ے لگا۔ تم دونوں اپنے گھوڑوں پر سوار ہو جاؤ اور مجھے سب سے پہلے بلداق کے
ا لے کر چلو۔ کمال الدین اور قاسم خاں دونوں اپنے قریب ہی کھڑے گھوڑوں پر
ر ہوگئے پھر وہ تینوں اپنے گھوڑوں کو جنوب مشرق کی سمت سرپٹ دوڑا رہے تھے۔
دوپہر سے پہلے ہی کمال الدین اور قاسم خان نے ایک قصبے سے باہر ایک سرائے

کے دروازے پر اورخان کو رکنے کا اشارہ کیا۔ اورخان نے اپنے گھوڑے کو ر پھر وہ قاسم خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا دیکھ قاسم خان تم اندر جاؤ۔ طیان بلداق کو بلا کر باہر لے آؤ۔ کمال الدین اورخان کے پاس ہی رہا جبکہ قاسم چلا گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اورخان نے دیکھا قاسم خان کے ساتھ بلداق سرا نکل رہا تھا۔ اسے دیکھتے ہوئے اورخان اپنے گھوڑے سے اتر گیا۔ بلداق کا چہرہ اترا ہوا تھا اس کی حالت بری تھی اس نے جب سرائے سے باہر ا دیکھا تو وہ بھاگ کر اورخان سے لپٹ گیا۔ اور اسے مخاطب کر کے کہنے اورخان میرے بھائی۔ ہم دونوں بہن بھائیوں نے تم پر حملہ آور ہو کر تمہار بڑی زیادتی کی تھی۔ میں اس کی تم سے معافی مانگتا ہوں۔ شاید اس کمال ا قاسم خان نے تمہیں بتا دیا ہوگا کہ میری بہن اس وقت قلعہ الموت والوں ہے۔ اسے وہاں سے نجات دو۔ اس قاسم خان اور کمال الدین سے مجھے پتہ صرف تم ہی اسے وہاں سے نکال سکتے ہو۔ اگر تم ایسا کرو تو میں زندگی بھ احسان نہ بھول سکوں گا۔ اس پر اورخان بلداق کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے کہنے دیکھ بلداق تمہیں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے میں تمہاری بہ الموت سے ضرور نکالوں گا۔ پر دیکھ ایسا کر کیا تیرے پاس تیری بہن کا کوئی ا جو اس کے زیر استعمال رہا ہو۔ اس پر بلداق کہنے لگا۔ اس کے کئی لباس ہیں۔ اس کا گھوڑا بھی اس سرائے میں ہے۔ اس پر اس کا سارا سامان قلعہ الموت کا فدائی اسے اپنے گھوڑے پر بٹھا کر لے گیا تھا۔ اس پر اورخا کہنے لگا۔

دیکھ بلداق میں سرائے میں داخل نہیں ہوں گا۔ میں یہیں کھڑا رہتا طیان کا ایک لباس لا دے۔ اس لباس کے ذریعے میں قلعہ الموت میں طیا نکالوں گا۔ بلداق مڑا بھاگتا ہوا وہ سرائے کے اندر چلا گیا تھوڑی دیر بعد ایک لباس لے آیا اور اورخان کو تھما دیا اور اورخان نے طیان کا وہ ا گھوڑے کی خرجیں میں ڈال دیا پھر اس نے بلداق سے مصافحہ کرتے ہو

راق میں اب یہاں سے کوچ کرتا ہوں۔ اور تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میں تمہاری ن کو لا کر دوں گا۔ میری واپسی تک تم اسی سرائے میں قیام کرنا۔ اس کے ساتھ ہی رخان نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور اسے سرپٹ دوڑا دیا تھا۔ کمال الدین اور سم خان بھی اس کے پیچھے پیچھے اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا رہے تھے۔ قلعہ الموت ے پاس جا کر قاسم اور کمال الدین تو قلعہ کے اندر چلے گئے جبکہ اورخان نے قلعہ ے قریب ہی ایک بستی کی سرائے میں قیام کر لیا تھا۔

دو دن بعد اورخان قلعہ الموت کے کوہستانی سلسلے کے قریب رکا اس وقت عشاء ے بعد رات خوب گہری ہو چکی تھی۔ اپنے گھوڑے کو اس نے ایک بہت بڑی چٹان ے ساتھ باندھ دیا تھا۔ گھوڑے پر بیٹھے ہوئے بندر کو پکڑ کر اس نے کندھے پر بٹھایا ر گھوڑے کی زین کے ساتھ لٹکتی ہوئی رسی کے چند چھلے آپس میں اس نے جوڑ کر ب طویل اور لمبا کر لیا تھا۔ اس کے بعد وہ بندر کو اپنی گود میں بٹھا کر ایک پتھر پر بیٹھ یا اور انتظار کرنے لگا تھا۔

چاروں طرف گھور اندھیری رات پھیلی ہوئی تھی۔ آفاق خلوت کدہ ذات میں گم ا۔ ہر شے کا رخ فکر بے نور اور لب جذبہ خاموش تھا۔ چاروں طرف کچھ ایسا سماں ا جیسے کشاکش ہائے دنیا میں اداسی کا فسوں پھیل بکھر گیا ہو۔ سرد رات کے تنہا دھیرے میں قلعہ الموت کا وہ کوہستانی سلسلہ آرزوؤں کے کھنڈر جیسا لگ رہا ا۔

رات کے اس سمے کوہستانی سلسلے کے قریب یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے سرسبز و اداب اور حسین خلد مناظر بھرپور رقص کے جھٹپٹے۔ الجھن سوچیں۔ بار آور نفرتیں ر محبت کا قحط ایک عجیب طرز کہن اور سحر الم طرازی کے ساتھ ایک دوسرے سے ست و گریبان ہو گیا ہو۔ شبنم پلکوں پر ترازو ہو جانے والے آنسوؤں کی بوندوں کی رح ہر شے سے لپٹنے لگی تھی۔ اورخان اسی طرح خاموشی سے بیٹھا انتظار کر رہا تھا۔

اچانک اورخان تڑپ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ رات کی گہری جھل اور شب کے در و بام س اس نے دیکھا کہ الموت کے اس کوہستانی سلسلے کے اوپر کسی نے مشعل گول چکر ل تین چار بار ہلائی تھی۔ یہ سماں دیکھتے ہوئے صبح کے جلووں کی طرح اورخان کے

ہونٹوں پر درزیدہ تبسم نمودار ہوا تھا جبکہ اس کا چہرہ احساس کے جگنوؤں او
موسموں کی دستکوں جیسا خوش کن ہو گیا تھا۔

مشعل کے لہرائے جانے کے بعد اورخان بڑی تیزی سے حرکت میں آ
بھاگتا ہوا وہ اپنے گھوڑے کے پاس آیا اور گھوڑے کی خرجیں میں اس نے ا
لباس کا ایک حصہ نکالا پھر مخصوص انداز میں بندر کے سر پر ہلکی سی چپت لگا
لباس کا وہ حصہ اس نے بندر کی گردن میں ڈال دیا تھا۔ جواب میں وہ بندر
سے اس لباس کو سونگھنے لگا تھا۔ پھر اورخان نے اپنی اس لمبی کمند کا ایک سرا
ہاتھ میں دیا اس کے پیٹھ پر دو تین بار ہاتھ پھیرا اور پھر کوہستانی سلسلے کے او
تھا۔ اورخان کا ایسا کرنا تھا کہ بندر اس لباس کو سونگھنے کے ساتھ اس کمند کا
کر بڑی تیزی سے کوہستانی سلسلے کے اوپر چڑھنے لگا تھا۔ تھوڑی دیر تک
چڑھتا رہا۔ اور رسی اوپر کھنچتی رہی یہاں تک کہ رسی رک گئی۔ پھر کوہستانی
اوپر سے دو تین بار بندر کی مخصوص آوازیں سنائی دیں جنہیں سنتے ہوئے او
چہرے پر خوش کن مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ جواب میں اس نے کمند کو
کر دیکھا بندر نے اوپر جا کر کمند کسی چٹان یا پتھر میں پھنسا دی تھی۔ جس کی
کمند پر جب اورخان نے زور لگایا تو رسی نیچے نہ آئی تھی۔

پھر اورخان نے اپنے سر پر اپنا آہنی خود درست کیا۔ اپنی پیٹھ پر ا
درست کی۔ اپنی تلوار اور خنجر کا جائزہ لیا پھر وہ کمند کے ذریعے بڑی تیزی
قلعہ الموت کے اس کوہستانی سلسلے کے اوپر جا رہا تھا۔ تھوڑی جدوجہد کے بعد
اوپر چڑھنے میں کامیاب ہو گیا۔ اوپر جا کر اورخان نے دیکھا بندر نے کمند کا
بہت بڑی چٹان کے اندر پھنسا دیا تھا۔ اس کے سر پر اس نے پیار کیا۔ پھر
ہی لیٹے وہ اس کوہستانی سلسلے کی جو قریب ترین عمارت تھی اس کی طرف
اورخان نے دیکھا عمارت کے دونوں طرف ایک کمرے کے اندر روشنیاں
تھیں۔ دونوں طرف ایک ایک پہریدار دائیں بائیں چہل قدمی کر رہا تھا۔ او
اندازہ لگا لیا کہ وہیں طیان کو بند کر کے رکھا گیا ہوگا۔

اس عمارت کے قریب جا کر اورخان نے اپنے مخصوص سے انداز میں

سر پر ہاتھ پھیرا۔ جواب میں بندر بھی اپنی گردن میں لٹکتے ہوئے طیان کے لباس کو
سونگھنے لگا تھا۔ اس کے بعد اورخان نے اس بندر کو سامنے والی عمارت کی طرف
دھکیل سا دیا تھا۔ بندر اب بڑی تیزی سے اس عمارت کی طرف بڑھتے ہوئے اور گلے
میں لٹکتے طیان کے لباس کو سونگھتا ہوا آگے بڑھتا جا رہا تھا۔

جس کمرے میں روشنی ہو رہی تھی بندر دیوار کے ساتھ ساتھ اندھیرے میں
آگے بڑھتے ہوئے وہاں رک گیا تھا۔ اس کمرے کے اندر دونوں طرف کھڑکیاں تھیں
جن میں لوہے کی سلاخیں لگی ہوئی تھیں۔ جن میں سے بندر اندر نہیں جا سکتا تھا۔
پہریدار جب آگے نکل گیا۔ تو بندر فوراً" حرکت میں آیا۔ کھڑکی کے اوپر چڑھتے ہوئے
وہ روشن دان کی طرف گیا روشن دان کے ذریعے وہ اس کمرے میں کود گیا تھا۔

کمرے میں اترنے کے بعد بندر آگے بڑھا کمرے کے ایک کونے میں لکڑی کی
ایک مسہری پر خوبصورت بستر پر طیان دراز تھی۔ بندر آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھا
تھا۔ اچانک طیان اٹھ کر بیٹھ گئی۔ کمرے میں جلتی ہوئی مشعل کی روشنی میں اس نے
بندر کو دیکھا۔ پہلے خوفزدہ ہو کر اس نے چیخ مارنا چاہی پھر کچھ سوچتے ہوئے اس نے
اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔ بندر تیزی سے قریب آ کر طیان کے پاس رک گیا تھا۔
اچانک اس بندر کی طرف دیکھتے ہوئے طیان کے چہرے پر خوش کن مسکراہٹ نمودار
ہوئی تھی۔ شاید وہ اس بندر کے گلے میں لٹکتے ہوئے اپنے لباس کو پہچان چکی تھی۔
اور اس کے ساتھ شاید وہ اورخان کے بندر کو بھی پہچان گئی تھی۔ اپنی مسہری سے وہ
اٹھی۔ بندر کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا اور ایک بار اس کے سر پر بوسہ دیا پھر اس
کے گلے میں لٹکتا ہوا لباس اس نے اتار لیا تھا۔ اس کے بعد وہ دھیمی اور رازدارانہ
سی آواز میں کہنے لگی۔

دیکھ میرے بے زبان قاصد! لگتا ہے تیرا آنا میرے لئے خوش قسمتی میرے لئے
نیک بختی کی علامت بن جائے گا۔ تیرا یہاں موجود ہونا اس بات کی غمازی بھی کرتا
ہے کہ یہیں کہیں اورخان بھی ہے۔ جو شاید مجھے اس جہنم سے نکالنے کے لئے ہی آیا
ہوگا۔ تیرے گلے میں لٹکتا ہوا یہ لباس اس بات کی نشاندھی بھی کرتا ہے کہ میرا بھائی
بلداق زندہ ہے اور اسی نے ہی اورخان سے التماس کی ہوگی کہ وہ مجھے اس جہنم سے

نکالے۔

دیکھ میرے بے زبان قاصد۔ اب یہ اورخان میرے لئے شام کے دھندلا جذبوں کی شفق، بھیگ کر مہک اٹھنے والی راتوں میں شبستان تصور، ذہن کے جنگل میں سجتی عروس فکر۔ اور غموں کے اضطراب میں دل و جان کی سپردگی میں اپنے بھائی بلداق کے ساتھ اورخان پر حملہ آور ہونے کی غلطی نہ کرتا اورخان پر حملہ آور ہونے سے پہلے میں نے پوچھ لیا ہوتا کہ اوتان کو اس قتل کیا۔ کاش میں نے اورخان کو سمجھنے میں غلطی نہ کی ہوتی۔ یہاں تک طیان رک گئی کہ بندر اچانک اس کی گود سے نکلا پھر وہ تیزی سے جس روشن راستے آیا تھا اسی سے نکل گیا تھا۔ طیان حیران و پریشان اسے دیکھتی رہ گئی تھی

بندر دیوار کے ساتھ بھاگتا بھاگتا عمارت سے ذرا فاصلے پر ایک چٹان کی ا لیٹے ہوئے اورخان کے پاس آیا۔ اورخان اسے دیکھ کر خوش ہوا پہلے اس ہاتھ پھیرا۔ پھر وہ کھڑا ہوا۔ بندر کو اس نے اپنے آگے رکھا اور چھپتا ہوا ا طرف بڑھا تھا۔ بندر آگے آگے ایک طرح سے اورخان کی رہنمائی کرتا ہوا ا طرف لا رہا تھا۔ اس کمرے کی کھڑکی کے قریب آ کر بندر رک گیا۔ مڑ کر ا طرف دیکھا۔ اورخان بھی دیوار سے چپک کر کھڑا ہو گیا تھا اس کے دیکھتے بندر پہلے کھڑکی پھر روشندان کے ذریعے کمرے میں داخل ہو گیا تھا شاید یہ طرف سے نشاندھی تھی کہ طیان اس کمرے میں ہے۔ بندر کے اندر داخل ہ بعد باہر پہرہ دینے والا جو دوسری سمت گیا ہوا تھا مڑ کر واپس آیا۔ اورخان منت تھا اورخان کے قریب ہی جب وہ محافظ مڑا تو اورخان اندھیرے سے کسی د طرح نمودار ہوا ایک دم وہ اس پہریدار پر جھپٹا اپنا خنجر نکال کر اس کے گھونپ دیا۔ اس کا خاتمہ کرنے کے بعد اسے عمارت سے باہر ایک بڑی چٹان میں ڈال دیا تھا۔

بندر کے اندر داخل ہونے کے بعد طیان بھاگتی ہوئی کھڑکی کے پاس آئی اس نے جھانکتے ہوئے اورخان کی ساری کاروائی کو دیکھ لیا تھا۔ اس محافظ کرنے کے بعد اورخان کھڑکی کے قریب آیا۔ طیان فوراً رازدارانہ انداز میں

ب کر کے کہنے لگی۔ دیکھ اورخان میرے پاس الفاظ نہیں کہ میں تیرا شکریہ ادا ں جن حالات میں تو میری مدد کے لئے آیا ہے کوئی عزیز اور رشتہ دار ہوتا تو وہ ایسا نہ کرتا۔

اورخان نے زبان سے کچھ نہ کہا۔ اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھتے ہوئے اس نے کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ طیان خاموش رہتے ہوئے کھڑکی کی اوٹ میں ہو اس لئے کہ دوسری طرف کا پہریدار مستعد تھا اور وہ دروازے کے سامنے ٹہل رہا اورخان نے بھی اپنے آپ کو اوٹ میں کر رکھا تھا۔ پہریدار مڑ کر جب دوسری چلا گیا تو اورخان بڑی رازداری میں کھسر پھسر کرنے کے انداز میں طیان کو ب کر کے کہنے لگا۔

دیکھ طیان۔ جس کمرے میں تو ہے کیا اس کمرے کا وہ دروازہ جو میری طرف ہے لا ہے یا اسے باہر سے تالا لگا ہوا ہے۔ اس پر طیان کہنے لگی نہیں۔ دروازے کو نہیں لگایا جاتا۔ میرے خیال میں باہر سے زنجیر لگی ہو گی۔ آپ دیکھیں کھل ے گا۔ میں آپ کو محافظ کا خاتمہ کرتے ہوئے دیکھ چکی ہوں۔ اس طرف ایک ہی ا تھا۔ اب کوئی اور نہیں۔ جس سے آپ کو نبرد آزما ہونا پڑے۔ دوسری طرف ایک ہی محافظ ہے۔ اورخان فوراً بولا اور کہنے لگا۔ دیکھ طیان تو اوٹ میں ہو جا۔ کا محافظ پھر مڑ کر ادھر آنے والا ہو گا۔ طیان فوراً کھڑکی کے پردے کی اوٹ ہو گئی تھی۔

دوسری طرف کا پہریدار جب چکر لگا کر دوسری طرف مڑ گیا تو آواز دیئے بغیر خان نے دروازہ کھولا اور کمرے میں داخل ہوا دوسری طرف دروازے کو جا کر اس ے دیکھا دروازہ باہر سے بند تھا لہٰذا اس کے چہرے پر کچھ تفکرات نمودار ہوئے ے پہریدار پھر چکر لگا کر آ رہا تھا۔ لہٰذا اورخان کمرے کے اندر بیٹھ گیا۔ جب دار چکر لگا کر جانے لگا تو اورخان جس دروازے سے اندر داخل ہوا تھا اسی ازے سے نکلا پھر بڑی تیزی سے دیوار کے ساتھ ساتھ چپکے چپکے وہ عمارت کے گرد لگاتا ہوا دوسری طرف جا رہا تھا۔

دوسری طرف جانے کے بعد اورخان کونے میں جا کر دیوار کے ساتھ چپک کر کھڑا

ہو گیا تھا۔ پہریدار دوسری سمت کا چکر لگانے کے بعد جب اس کی طرف
اسی لمحے اورخان بپھرتے ہوئے آگے بڑھا اور اسے دبوچ لیا تھا۔ اورخان
گردن پر اپنا بازو رکھتے ہوئے اسے اس زور سے دبایا کہ اس کا گلا گھ
لاش کو بھی گھسیٹتا ہوا اورخان ایک قریبی چٹان کی اوٹ میں رکھ آیا تھا۔
ساتھ تقریباً" بھاگتے ہوئے اورخان اسی سمت گیا جس سمت کا دروازہ اس
کھولا تھا۔ بڑی تیزی سے وہ کمرے میں داخل ہوا پھر طیان کو مخاطب کر
لگا۔ دیکھ طیان جلدی کر میرے پاس وقت نہیں ہے۔ یہاں سے بھاگ چلی
دونوں پہریداروں کا خاتمہ کر دیا ہے۔ یہاں سے نکلنے کا اس سے بہتر
نہیں ملے گا۔ طیان نے کچھ بھی نہ کہا بس وہ فوراً" اورخان کے ساتھ ہو
بھی ان کے پیچھے پیچھے کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

اورخان اور طیان دونوں آگے پیچھے جھکتے اور اندھیرے کی اوٹ میں
اس جگہ آئے جہاں بندر نے اورخان کے لئے کمند پھنسا رکھی تھی۔ اور
گیا۔ طیان کو بھی اس نے بیٹھنے کے لئے کہا۔ طیان بھی اس کے سامنے
اورخان نے بندر کو اپنی گود میں لیا اور مخصوص انداز میں اس کے سر
اور اسے اس جگہ بٹھا دیا جہاں بندر نے ایک بہت بڑی چٹان میں کمند
پھر اورخان طیان کو مخاطب کر کے کہنے لگا دیکھ طیان یہ کمند کافی لمبی ہے
سے تو اتر نہ سکے گی تو ایسا کر میرے شانوں پر بیٹھ جا میں تجھے آرام
جاؤں گا۔ اس پر طیان کہنے لگی آپ میری طرف سے بالکل بے فکر رہیں
کمزور اور نازک لڑکی نہیں۔ جہاں میں حرب و ضرب کے سارے فنون جا
میں بڑی آسانی کے ساتھ آپ کے ساتھ اس کمند سے نیچے بھی اتر جاؤں
جواب سن کر اورخان خوش ہوا پھر وہ کہنے لگا کہ ایسا ہے تو آؤ پھر اس
اتریں میرا بندر یہیں رہے گا۔ جب ہم کمند سے نیچے اتر جائیں گے تو
زور سے ہلاؤں گا یہ بندر کے لئے اشارہ ہوگا یہ فوراً" کمند کو کھول کر
نیچے میرا گھوڑا کھڑا ہے ہمیں فوراً" اس پر بیٹھ کر روانہ ہو جانا چاہئے اگر
میں کسی کو ہمارے یہاں سے بھاگنے کی خبر ہو گئی تو وہ ہم دونوں کو زندہ

گے۔

اس کے ساتھ ہی اورخان نے کمند پر اپنے ہاتھ پاؤں جمائے اور وہ نیچے اترنے
لگا۔ طیان بھی اس کو دیکھتے ہوئے فوراً" حرکت میں آئی اور وہ بھی اورخان کی طرح
کمند کے ذریعے نیچے جا رہی تھی۔ دونوں آگے پیچھے نیچے اترے پھر اورخان نے کمند کو
گول دائرے کی صورت میں لہریئے دینے شروع کر دیئے تھے۔ شاید یہ بندر کو اشارہ تھا
کہ وہ نیچے اتر چکا تھا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد اورخان نے اور طیان نے دیکھا کہ
بندر کمند کی رسی کو لپیٹتا ہوا اور سمیٹتا ہوا بڑی تیزی سے نیچے آ رہا تھا۔

بندر جب نیچے اتر آیا تو اورخان فوراً" حرکت میں آیا اور اس سے کمند لے کر
اس نے گول چکر میں لپیٹی۔ اور گھوڑے کی زین کے ساتھ باندھ دی۔ پھر وہ فوراً"
آگے بڑھا۔ بندر کو اٹھا کر گھوڑے پر اس نے اپنے آگے بٹھا لیا پھر اس نے طیان کی
طرف دیکھتے ہوئے کہا طیان آؤ میرے پیچھے بیٹھو پھر یہاں سے بھاگ چلیں۔ ورنہ یاد
رکھو ہمارے لئے یہاں انگنت خطرات اٹھ کھڑے ہوں گے۔ طیان فوراً" آگے بڑھی
اپنا ہاتھ اوپر کیا۔ اورخان نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے پیچھے بٹھا لیا تھا۔ پھر اس
نے گھوڑے کو ایڑ لگا کر ایک سمت سرپٹ دوڑا دیا تھا۔

تھوڑا سا آگے جا کر طیان بولی اور اورخان کو مخاطب کر کے کہنے لگی اورخان میں
سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ آپ یوں مجھ پر احسانوں کا بوجھ ڈال دیں گے میرے پاس
الفاظ نہیں جنہیں استعمال کر کے میں آپ کا شکریہ ادا کر سکوں۔ کاش۔ طیان یہیں
تک کہنے پائی تھی کہ اورخان دھیمی سی آواز میں بولا اور کہنے لگا دیکھ طیان ابھی بات
مت کرو۔ رات کے سکوت میں گفتگو کی آواز بہت دور تک جاتی ہے۔ اس طرح کوئی
ہمارا تعاقب بھی کر سکتا ہے خاموشی سے میرے پیچھے بیٹھی رہو۔ تمہیں میرا شکریہ ادا
کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بس اپنے دل میں یہ بات بٹھا لو کہ میں تم پر احسان
نہیں کر رہا۔ بلکہ اپنا فرض ادا کر رہا ہوں۔ طیان خاموش ہو گئی اور گھوڑا بڑی تیزی
سے فاصلوں کو سمیٹنے لگا تھا۔

اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا اورخان طیان کو لے کر رات کے پچھلے حصے میں
اس سرائے کے صدر دروازے کے سامنے آن رکا تھا جس سرائے میں طیان کے بھائی

بلداق نے قیام کر رکھا تھا۔ صدر دروازے کے سامنے گھوڑے کو کھڑا کرنے
اورخان اپنے گھوڑے سے اترا۔ سہارا دے کر اس نے طیان کو بھی نیچے اتار
طیان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھ طیان۔ یہ وہ سرائے ہے جس میں تیرے بھائی بلداق نے قیام کر رکھا
اسماعیلیوں نے اسے زخمی کر دیا تھا لیکن میرے دونوں اسماعیلی دوستوں نے
نگہداشت کی اس کا علاج معالجہ کیا اور اس سرائے میں اس کے قیام کا بند
کرنے کے بعد وہ مجھے اطلاع دینے کے لئے چلے گئے لہٰذا میں اپنا فرض ادا کر
تم میرے ساتھ سرائے میں آؤ تاکہ میں تمہیں تمہارے بھائی کے حوالے کرد
موقع پر طیان کچھ کہنا چاہتی تھی پر اورخان اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے سرا
داخل ہوا لہٰذا طیان بھی اس کے پیچھے چپ چاپ سرائے میں داخل ہو گئی تھی۔

اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے اورخان سرائے کے اس حصے میں آیا جہاں
ہو رہی تھی اور جہاں سرائے میں قیام کرنے والے مسافروں کو کمرے مہیا ک
تھے۔ طیان کے ساتھ اورخان جب وہاں آیا تو وہاں ادھیڑ سی عمر کا ایک شخص
سی کتاب مشعل کی روشنی میں پڑھ رہا تھا اورخان اور طیان کو دیکھتے ہوئے اس
کتاب ایک طرف رکھ دی پھر وہ کھڑا ہوا اور بڑی شائستگی میں پوچھنے لگا۔ م
دونوں کی کیا خدمت کر سکتا ہوں کیا آپ دونوں سرائے میں قیام کرنا چاہتے ہیں
پر اورخان اپنے گھوڑے کی گردن تھپتھپاتے ہوئے کہنے لگا۔

اس سرائے میں ہمارے ایک عزیز نے قیام کر رکھا ہے جس کا نام بلد
بس تمہاری مہربانی اسے بلا دو۔ اس شخص نے شک وشبہ سے بھرپور ایک ن
اورخان پر ڈالی اور پھر کہنے لگا کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم دونوں کا بلداق
شخص سے کیا رشتہ ہے۔ اس پر اورخان بولا اور کہنے لگا۔ دیکھ میرے مہ
جھوٹ نہیں بولوں گا میرا اس سے کوئی رشتہ نہیں پر میرے ساتھ جو یہ لڑکی
اس کی سگی بہن ہے۔ اسے کچھ لوگ اٹھا کر لے گئے تھے بس میں اسے
حاصل کر کے لایا ہوں اور اس کے بھائی بلداق کے حوالے کرنا چاہتا ہوں
تیری سرائے میں قیام کر رکھا ہے۔

اورخان کا یہ جواب سن کر شاید سرائے کا مالک کسی قدر مطمئن ہو گیا تھا پھر وہ
خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ تم دونوں تھوڑی دیر یہاں رکو میں بلداق کو بلاتا
ہے اس کے ساتھ ہی وہ شخص وہاں سے ہٹ گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ شخص لوٹا اس کے ساتھ بلداق بھی تھا۔ جوں ہی بلداق نے
خان اور اس کے ساتھ طیان کو دیکھا پہلے وہ بھاگ کر اورخان سے لپٹ گیا اور
مغلوب انداز اور کچلی ہوئی آواز میں کہنے لگا اورخان تم نے میری خاطر وہ کام کیا
کہ اگر میں ساری زندگی تمہاری غلامی کروں۔ ساری زندگی تمہارے پاؤں دھو کر
تب بھی میں اس احسان کا بدلہ نہیں چکا سکتا۔ اس کے بعد وہ طیان کی طرف
اور اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا طیان تم کیسی ہو میری بہن۔ اس پر طیان
میٹھی میٹھی نگاہوں سے اورخان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ بلداق میرے
اگر یہ اورخان وہاں نہ پہونچا ہوتا تو شاید میں اس جہنم کا شکار ہو چکی ہوتی۔
خان کے ہم پر اب اتنے احسان ہو چکے ہیں کہ یوں جانو کہ ہم ان تلے دب ہی کر
چکے ہیں۔ اس پر اورخان مسکراتے ہوئے کہنے لگا

تم دونوں بہن بھائی میرے معاملے میں کسر نفسی کا شکار ہو کر رہ گئے ہو میں نے
کیا ہے میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں اپنا فرض جان کر کیا ہے۔ اس کے بعد
خان نے بلداق کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

دیکھ بلداق میرے بھائی۔ میں نے تمہارے پاس طیان کو لانے کا وعدہ کیا تھا میں
وعدہ پورا کر چکا ہوں۔ اب تو طیان کو سنبھال۔ میں ابھی اور اسی وقت یہاں سے
کروں گا اور نیشا پور کی طرف جاؤں گا۔ دیکھ میں ایک انتہائی اہم کام چھوڑ کر
کو چھڑانے کے لئے آیا تھا۔ اب مجھے فی الفور اس کام کے سلسلے میں نیشا پور کی
جانا ہو گا۔ اس پر بلداق فوراً" بولا اور کہنے لگا۔ دیکھ اورخان میرے بھائی۔ اب
دونوں بہن بھائی یہاں قیام کر کے کیا کریں گے۔ اور میرے خیال میں یہاں قیام
نے سے ہمارے لئے اسماعیلیوں کی طرف سے خطرات اور بڑھ جائیں گے۔ کیا ایسا
نہیں کر تم ہمیں اپنے ساتھ نیشا پور کی طرف لے چلو وہاں سے ہم اپنے باپ
لشکر کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔ اس پر اورخان کہنے لگا مجھے کوئی اعتراض نہیں

اگر تم میرے ساتھ چلنا چاہتے ہو تو فوراً" تیار ہو جاؤ یہاں سے کوچ کریں۔ بلداز
طیان دونوں ہی اورخان کا یہ جواب سن کر خوش ہوگئے تھے۔ پھر بلداق پیچھے ہ
کہنے لگا تم دونوں یہاں رکو میں ابھی اپنا سامان سمیٹ کر اپنا گھوڑا لے کر آتا ہ
اس کے ساتھ ہی بلداق بھاگتا ہوا وہاں سے چلا گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد بلداق واپس لوٹا۔ وہ طیان اور اپنے گھوڑے کی باگیں ہ
ہوئے تھا جس پر زینیں کسی تھیں اور زین کے ساتھ ان کا سارا سامان بھی بندھ
تھا۔ پھر اس نے اس شخص سے بھرپور مصافحہ کیا جو شاید سرائے کا مالک تھا۔ ا
بعد اورخان نے بھی اس شخص سے مصافحہ کیا پھر وہ تینوں اس سرائے سے نکل
اس شاہراہ پر اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑانے لگے تھے جو نیشا پور کی طرف جاتی

○

اگلے روز شام سے کچھ پہلے جس وقت وہ تینوں نیشا پور کی طرف جانے
شاہراہ پر ایک کوہستانی سلسلے کی انتہائی تنگ وادی میں اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا
جا رہے تھے ایک دم ان تینوں نے اپنے گھوڑوں کی باگیں کھینچ کر انہیں روک
اس لئے کہ دس کے قریب سوار ان کی راہ روک کھڑے ہوئے تھے۔ اس مو
اورخان نے بلداق اور طیان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

دیکھو میرے ساتھیو۔ لگتا ہے کہ یہ گھڑسوار یا میرے دشمن ہیں یا تم دونو
ان کی کوئی عداوت ہے جبھی یہ ہم تینوں کی راہ روک رہے ہیں۔ اس دوران ۂ
روکنے والے اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے ان کے قریب آ گئے تھے اس
طیان اپنے گھوڑے کو اورخان اور بلداق کے درمیان لائی پھر وہ اورخان کو
کرتے ہوئے کہنے لگی۔

اورخان میرے محسن میرے مہربان۔ یہ سوار جو درمیان میں سفید رنگ
گھوڑے پر سوار ہے یہی وہ اسماعیلی ہے جو اپنے ساتھیوں کے ساتھ میرے
زخمی کر کے مجھے اٹھا کر لے گیا تھا۔ میرے خیال میں انہیں میرے فرار کا علم
ہے۔ لہٰذا یہ کسی قریب ترین راستے سے ہماری راہ روک کھڑے ہوئے ہیں۔

ں بارہ کے قریب ہیں اور میرے خیال میں ہمارا ان کے ساتھ مقابلہ بے کار اور
رہے گا۔ اس پر اورخان طیان کی ہمت بڑھاتے ہوئے کہنے لگا۔
یکھ طیان۔ میں ہمت ہارنے والا نہیں ہوں۔ کیا تم چاہتی ہو کہ ہم تینوں ان کے
ے ہتھیار ڈال دیں اور تم کو ان کے حوالے کر دیں تاکہ یہ ظالم خونخوار اور بلی کا
ے کہلانے والے اسماعیلی ہم تینوں کی تکا بوٹی کر دیں۔ ہرگز نہیں۔ دیکھو اگر تم
ا بہن بھائی ان کا مقابلہ نہیں کرنا چاہتے تو نہ سہی۔ تم دونوں ایک طرف ہٹ کر
ے ہو جاؤ لیکن میں ان کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالوں گا۔ ان کا مقابلہ کروں گا۔ یا
یں یا میں نہیں۔ دونوں میں سے ایک کو زندہ رہنا ہو گا۔ اس پر طیان بولی اور
ندی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

اورخان آپ غلط سمجھے ہیں میرے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ اب کیا ہو گا۔ جہاں
ان کے ساتھ مقابلہ کرنے کا تعلق ہے تو اورخان یہ اپنے پاس لکھ رکھئے کہ میں
میرا بھائی بلداق آپ کی خاطر اپنی جان تک کی بازی لگا دینے کے لئے تیار ہیں۔
آپ ان کے ساتھ مقابلہ کرنے کا عزم کر ہی چکے ہیں تو پھر دیکھنا میں اور بلداق
ا طرح آپ کے پہلو سے پہلو ملا کر آپ کی حفاظت کے لئے اپنے خون کا نذرانہ
کرتے ہیں۔

اس سے آگے طیان کچھ نہ کہہ سکی اس لئے کہ جس اسماعیلی کی طرف اس
اشارہ کیا تھا جو اسے اٹھا کے لے گیا تھا اس نے اپنے گھوڑے کو چند قدم آگے
ایا اور پھر وہ اورخان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھ اورخان۔ طیان نام کی اس لڑکی کو ہمارے قلعہ الموت سے نکالنے کا کام جو
ر انجام دینا چاہتا تھا وہ دے چکا۔ تو کیا خیال کرتا تھا کہ قلعہ الموت کے محافظ سوئے
ے ہیں اور تو اس طیان کو لے کر محفوظ ہو جائے گا۔ ہرگز نہیں اگر تو اس طیان کو
لے کر آسمان کی رفعتوں یا زمین کی پاتال میں اتر جاتا تب بھی ہم تیرا تعاقب کرتے
ا اورخان اب تیرا ان وادیوں میں انجام ہو گا۔ ہم تیری تعمیر کی تجسیم کو دن کے
ال تمہارے ایقان کی تنظیم کو بے چراغ صفحات میں تبدیل کر دیں گے۔ دیکھ
رخان دائرے بناتی دوریوں اور وادیوں کی سخت گیر باہوں میں تیری خواہشوں کے

نگار خانے کو ہم رفتگاں کے بکھیرے سایوں۔ تیری غزال جاں کو سم آلود لاش
دیں گے تیرے شاخ تمنا کو بریدہ۔ تیرے دل کے گلستان کو ویران کر کے ر
اب تو یہاں سے بھاگنا بھی چاہے تو نہ اکیلا بھاگ سکتا ہے نہ ان دونوں ہ
کو اپنے ساتھ لے جا سکتا ہے۔ اب تم تینوں کا ٹھکانہ ہمیشہ کے لئے یا مو
قلعہ الموت ہو گا۔ یہاں تک کہنے کے بعد وہ **اسماعیلی** جب خاموش ہوا
بولا اور کہنے لگا۔

دیکھو! کھارے پانی۔ بنجرپن کے سسکتے خواب دیکھنے والے اسماعیلیو! خو
گریز پا لمحوں۔ راستے کی جھلمل اور منزل کی دوریوں سے باہر نکل کر میر
گفتگو کرو۔ جب میں تکبیر کی اذانوں کے جلو میں صبح نو کے قافلوں کی ط
ضرب لگاؤں گا تو تمہارے پاس نہ دن رہے گا نہ رات۔ نہ سمت کا تعین
سنو۔ خوابوں۔ سرابوں کی گفتگو کرنے والو۔ جب میں تم پر حملہ آور ہ
تمہارے کف دوستی۔ بقائے جان۔ اور تمہاری ساری ہمدمی کو کاٹتے ہوئے ا
ناز میں تمہارے بدن کے ساز کو لہو لہو۔ تمہاری شہرتوں کے راز کو لخت لخ
گا۔

اورخان جب خاموش ہوا تو وہی **اسماعیلی** پھر بولا اور اورخان کو مخاط
کہنے لگا۔ دیکھ اورخان تیرے اگر یہی ارادے ہیں تو سنبھل۔ میں اپنے سا
ساتھ تم تینوں پر حملہ آور ہوتا ہوں پھر دیکھتا ہوں کہ تو کیسے ہم سب کے
اور اپنے ان دونوں ساتھیوں کا دفاع کرتا ہے۔ لگتا ہے تو خود ان وادیو
موت کا طلب گار ہو رہا ہے۔

جب اس **اسماعیلی** نے اورخان۔ طیان اور بلداق پر حملہ آور ہو
اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اسی وقت دو سوار اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا
کوہستانی سلسلے سے نیچے اترے۔ ان دو سواروں میں سے ایک شخص انتہائی
کا تھا دوسرا دبلا پتلا تھا۔ دونوں اپنے جسموں پر جنگی لباس پہنے ہوئے
رنگ کے نقابوں سے انہوں نے اپنے چہروں کو ڈھانپ رکھا تھا۔ لہٰذا ان
صورت دیکھی نہ جا سکتی تھی۔

یب آ کر ان دونوں میں جو دراز قد۔ قوی اور کڑیل جسم والا تھا وہ اپنی کڑکتی
ہانہ سی آواز میں بولا اور حملہ آور اسماعیلیوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ اگر تم
لی ان وادیوں میں اپنی زندگی چاہتے ہو تو اپنے گھوڑوں کے بڑھتے ہوئے قدم
لو۔ اس شخص کی اس دھمکی پر ان سارے اسماعیلیوں نے اپنے گھوڑوں کو
لیا تھا۔ وہ دونوں سوار قریب آئے پھر وہی سوار بولا اور اسماعیلیوں کو مخاطب کر
ہنے لگا۔

سنو۔ دن رات کی سرحد پر خون بہانے والو۔ مٹی کی دیواروں پر کچے رنگ سے
ر بارش کی دعا مانگنے والے اسماعیلیو۔ سنو فضا میں اڑتے پرندوں کے کونپل کونپل
ز جذبوں کا خون کرنے والے بھیڑیو۔ کوہ و دشت کی تنہائیوں میں ان تینوں کے
تم جو جام زہر۔ کرب جسم و جان۔ ہوس کی آنچ میں کٹھن اور کٹھور منزل ثابت
ے کی کوشش کر رہے ہو۔ اس میں تمہیں بری طرح ناکامی ہو گی۔ سنو اڑتی
ہوؤں کو گندے آبگینوں میں بند کرنے والے اسماعیلیو۔ سنو گزری ساعتوں کی
اہیوں کو خواب پرندوں کی طرح طاق شکستہ ہواؤں کی زد میں رکھنے والو۔ ہم ان
ساتھ مل کر تمہاری حالت روح کی درماندگی اور معزول و مسترد الفاظ جیسی بنا کر
یں گے۔ سنو بھیڑیئے پالنے والو ان وادیوں میں تمہاری قسمت میں زرد ہزیمت اور
امیدیوں کے خونی ساحلوں کے سوا کچھ نہ رہے گا۔

اتنا کہنے کے بعد وہ نو وارد نقاب پوش جب خاموش ہوا تو وہی **اسماعیلی** پھر بولا
راسے مخاطب کر کے پوچھنے لگا۔ پہلے یہ کہو کہ تم دونوں کون ہو۔ ان تینوں سے
ہارا کیا رشتہ ہے اور تم کیا سمجھتے ہو کہ ان تینوں کے ساتھ تمہارے دو کے آ ملنے
ے تم ہمارے خلاف کوئی انقلاب برپا کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ ہماری تعداد اس
قت گیارہ ہے جبکہ تم ہمارے مقابلے میں صرف پانچ ہو یعنی تم ہم دو دو کے حصے میں
یک ایک بھی نہیں آتا۔ لہٰذا میں تمہیں آخری تنبیہہ کرتا ہوں کہ اپنے ہتھیار
ینک کر اپنے گھوڑوں سے اتر کر اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو اس سلسلے میں
ں صرف پانچ تک گنوں گا اگر پانچ تک گننے کے باوجود بھی تم نے اپنے گھوڑوں سے
اتر کر ہتھیار نہ ڈالے اور اپنے آپ کو ہمارے حوالے نہ کیا تو میں اپنے ساتھیوں کو تم

پر حملہ آور ہونے کا حکم دے دوں گا پھر ان وادیوں میں تمہارے جسموں کی ت کر کے چیلوں اور کوؤں کی خوراک بننے کے لئے چھوڑ دیا جائے گا۔ رہا سوال نام کی اس لڑکی کا تو اسے ہر صورت میں ہم اپنے ساتھ قلعہ الموت کی طرف جائیں گے۔

اس پر آنے والے دونوں نقاب پوشوں میں سے وہی بولا اور کہنے لگا اسماعیلیو۔ پانچ گننے کی بات بہت دور کی ہے میں صرف تین تک گنوں گا تین بعد بھی اگر تم لوگ اپنے گھوڑوں سے اتر کر ہتھیار ڈالنے پر تیار نہ ہوئے تو میرے ایک اشارے پر ان وادیوں میں وہ خونی انقلاب رونما ہو گا کہ تم دنگ حیران رہ جاؤ گے اس کے ساتھ ہی اس نقاب پوش نے گننا شروع کیا لمحوں اس نے تین تک گنا۔ اسماعیلی اپنے گھوڑوں پر جمے بیٹھے رہے تو اپنے گھو زین کے ساتھ لٹکتی ہوئی سرخ رنگ کی ایک جھنڈی نقاب پوش نے لی اور ا میں بلند کر دیا۔

اس سرخ رنگ کی جھنڈی کا فضا میں بلند ہونا تھا کہ اس تنگ وادی کے طرف پھیلے کوہستانی سلسلے کے اوپر ان گنت سرخ نقاب پوش سوار نمودار جنہیں دیکھتے ہوئے اسماعیلی حیران و پریشان ہو گئے تھے اسی لمحہ اس نقاب پو دوسری مرتبہ اپنی جھنڈی فضا میں بلند کی اور اس جھنڈی کے بلند ہوتے ہی سلسلے کے اوپر نمودار ہونے والے وہ نقاب پوش سوار اپنے گھوڑوں کو سرپٹ د ہوئے نیچے آئے اور ان سب کو گھیر کر کھڑے ہو گئے تھے

وہی نقاب پوش اس بار انتہائی درندگی میں گرجتی ہوئی آواز میں اسماعی مخاطب کر کے کہنے لگا۔ دائیں طرف ہٹ کر کھڑے ہو جاؤ۔ اس کا یہ حکم فوراً اسماعیلی حرکت میں آئے اور دائیں طرف ہٹ کر کھڑے ہو گئے تھ کے ساتھ ہی اپنا ہاتھ بلند کرتے ہوئے اپنے ساتھیوں کو اس نقاب پوش نے اشارہ کیا۔ یہ اشارہ ملتے ہی چند سوار آگے بڑھے اور اسماعیلیوں پر حملہ آور تھے۔ وہ نقاب پوش قہقہہ لگاتے ہوئے کہنے لگا سنو اسماعیلیو۔ اب تمہارے کا کوئی امکان اور گنجائش نہیں ہے۔ اتنی دیر تک اس کے خونخوار سوار

اسماعیلیوں پر حملہ آور ہو کر ان پر تلواریں برساتے ہوئے ان کی تکہ بوٹی کر کے رکھ دی تھی۔ پھر وہ حملہ آور نقاب پوش اسماعیلیوں کے گھوڑوں کو پکڑ کر واپس اپنی جگہوں کی طرف چلے گئے تھے۔

اسماعیلیوں کا خاتمہ ہونے کے بعد وہ نقاب پوش پھر بولا اور کہنے لگا سن اورخان۔ ان وادیوں میں اب تو محفوظ ہے۔ تم پر حملہ آور ہونے والے سارے اسماعیلیوں کا میں نے خاتمہ کر دیا ہے اب تو اپنے ان دونوں ساتھیوں کے ساتھ نیشا پور کی طرف جا سکتا ہے۔ تیرے لئے نیشا پور تک کے سارے راستے محفوظ ہیں اور اگر اس دوران پھر کسی نے تم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی تو جس طرح ان وادیوں میں ہم نے تیری حفاظت کی ہے وہاں بھی ہم تیرے محافظ بن کر نمودار ہو جائیں گے۔ جواب میں اورخان نے عجیب سے انداز سے اس نقاب پوش کو دیکھا پھر وہ انتہائی ممنونیت میں ڈوبی ہوئی آواز میں اس نقاب پوش کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھ میرے محسن۔ میرے اجنبی مہربان۔ کیا ایسا ممکن نہیں کہ تم اپنا تعارف مجھ سے کراؤ۔ میں جان سکوں تم کون ہو۔ تمہارا تعلق کس گروہ سے ہے۔ تمہیں کیسے خبر ہو گئی کہ یہ اسماعیلی مجھ پر حملہ آور ہونا چاہتے ہیں۔ اور یہ کہ تمہارا ٹھکانہ کہاں ہے تاکہ اگر کبھی کوئی وقت آئے تو میں تمہارا ان احسانوں کا بدلہ چکا سکوں۔ اس پر وہ نقاب پوش پھر بولا اور کہنے لگا۔

دیکھ اورخان۔ تمہیں میرا نام جاننے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہارے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ میرے ساتھ یہ میری بیوی ہے اور میرے ساتھی اور یہ سب ملت مسلمہ کے پاسبان ہیں۔ ہم کون ہیں۔ کہاں قیام کرتے ہیں اور ہمارا کیا مدعا اور مقصد ہے اس کو ابھی راز ہی میں رہنے دو۔ بہرحال آج سے ہمارا تمہارے ساتھ وعدہ ہے کہ مسلمان دشمن قوتوں کے ساتھ ہم ہر موقع پر تمہارے ساتھ شانے سے شانہ ملا کر لڑیں گے۔ دیکھ اورخان تیرا سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے خلاف بغاوت کرنا ایک عظیم عملی قدم ہے۔ جسے ہم سب لوگ سراہتے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ جس لشکر نے تمہارا ساتھ دینا ہے اس وقت وہ لشکر نیشا پور کے شمالی کوہستانی سلسلوں میں بڑی بے چینی سے تمہارا منتظر ہے۔ دیکھ اورخان جب کبھی بھی تم مسلمان دشمن قوتوں کے

خلاف ضرب لگاؤ گے تو ہم نقاب پوشوں کو اپنے ساتھ پاؤ گے۔ اس پر اورخان بڑی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

دیکھو میرے مہربان محسنو! اگر تم نے اپنے تعارف کو صیغہ راز ہی میں ر چاہتے ہو تو یوں ہی سہی۔ پر یہ تو کہو اگر کسی موقع پر مجھے تم لوگوں کی ضرورت پڑ تو میں تم لوگوں کو کہاں پکار سکتا ہوں۔ اس پر وہ نقاب پوش پھر بولا اور کہنے لگا تم ہمیں پکارنے کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔ ہم خود تمہارے اوپر نگاہ رکھیں گے جب بھی تم ہماری ضرورت محسوس کرو گے تم دیکھو گے کہ ہم تمہارے ساتھ مو ہوں گے۔ اس کوہستانی سلسلے میں جو تم میرے ساتھی سوار اور نقاب پوش دیکھ ر ہو یہ تعداد صرف سو کے قریب ہے جنہیں تم میرا محافظ دستہ خیال کر سکتے ہو۔ می پاس تین ہزار پر مشتمل ایسا ہی ایک لشکر ہے جسے میں مسلم قوم اور شعائیر اسلامی حفاظت اور پاسبانی کے لئے وقف کر چکا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی اس نقاب پوش اپنے گھوڑے سے لٹکتی ہوئی سیاہ رنگ کی جھنڈی فضا میں لہرائی اور اس جھنڈی لہراتے ہی وہ دونوں میاں بیوی اور ان کے نقاب پوش ساتھی اپنے گھوڑوں کو م دوڑاتے ہوئے مغرب کی طرف گئے۔ کوہستانی سلسلے کے اوپر چڑھ کر دوسری طرف کر وہ روپوش ہو گئے تھے۔

اورخان ان نقاب پوشوں کو اس وقت تک دیکھتا رہا جب تک وہ کوہستانی اتر کر اس کی نظروں سے روپوش ہو گئے تھے۔ ان کے جانے کے بعد اورخان اور بلداق کی طرف متوجہ ہوا اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سنو طیان اور بلداق۔ تم دیکھتے ہو جس جگہ ہم یہاں کھڑے ہیں یہاں ایک بنتا ہے ایک شاہراہ سیدھی آگے جاتی ہے یہ نیشا پور کو جا نکلتی ہے ایک شاہراہ ہاتھ جا رہی ہے یہ ویلیم کی طرف جاتی ہے۔ سنو طیان اور بلداق۔ یہاں سے میرا تمہاری راہیں جدا ہوں گی۔ میں سیدھا آگے نیشا پور کی طرف چلا جاؤں گا تم باپ سوبدائی کی طرف چلے جاؤ جو اس وقت اپنے لشکر اور اپنے ساتھی جرنیل نویان اور اس کے حصے کے لشکر کے ساتھ علاقہ ویلیم میں قیام کئے ہوئے ہے۔

تھوڑی دیر تک اورخان رکا پھر وہ طیان اور بلداق کو مخاطب کر کے کہنے لگا

تم دونوں بہن بھائی مجھے غور سے سنو۔ اگر تم کبھی میرے ہمدرد میرے دوست کی حیثیت سے ملو گے تو میں تم دونوں کے لئے ایک بہترین میزبان ثابت ہوں گا۔ اور اگر تم کبھی اپنے باپ کا ساتھ دیتے ہوئے میرے سامنے دشمن کی حیثیت سے نمودار ہو گے تو یاد رکھو میری تلوار کبھی بھی تم پر برسنے سے گریز نہیں کرے گی۔ اس کے ساتھ ہی اورخان نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور سیدھی آگے نیشا پور کی طرف جانے والی شاہراہ پر اس نے اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑا دیا تھا۔

اس موقع پر حسین اور پرجمال طیان کے سرخ اور نم آلود خوبصورت ہونٹ پھڑپھڑا کر رہ گئے تھے۔ اس موقع پر شاید وہ اورخان سے بہت کچھ کہنا چاہتی تھی اور وہ مناسب الفاظ نہ ملنے کی وجہ سے یا اورخان کے جلد روانہ ہو جانے کی وجہ سے کہہ نہ سکی تھی۔ وہ بے چاری عجیب سے دکھی اور پریشان کن انداز میں لحہ بہ لحہ دور ہونے والے اورخان کو دیکھے جا رہی تھی۔ جب اورخان اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تب وہ اپنے بھائی بلداق کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

بلداق میرے بھائی۔ اس موقع پر میں اورخان سے بہت کچھ کہنا چاہتی تھی پر اس نے مجھے اس کا موقع ہی نہ دیا۔ اس نے یہاں سے روانہ ہونے میں اس قدر جلدی کی کہ میں اسے روک تک نہ سکی۔ میرے بھائی کاش اس موقع پر ہم اورخان کو یہ بتا سکتے ہیں کہ ہم دونوں بہن بھائی نے مسلم مبلغ کے ہاتھوں اسلام قبول کر لیا ہے اور یہ کہ ہم اب ستارہ پرست اور بت پرست نہیں بلکہ اورخان جیسے اسلام پسند اور مسلمان ہیں میرے بھائی کاش اورخان یہاں تھوڑی دیر رکا ہوتا تو میں اس سے اپنا احوال کہہ سکتی۔ کاش میں آواز دے کر اورخان کو روک سکتی اور اسے بتا سکتی کہ ہم دونوں بہن بھائی اب اس کے دشمن نہیں اس کے چاہنے والے اور اس کے بہترین غمگسار ہیں۔ کاش میں اورخان کو یہ بتا سکتی کہ جبر کے سوکھے موسموں کے حلف سیاہ لمحوں کا سفر ختم ہوا۔ خوش گمانیوں کے حسین خواب حقیقت ہوئے اور دن رات کی سرحدوں پر پھیلی نیندوں میں خوابوں کے قحط تمام ہوئے۔ کاش میں اسے بتا سکتی کہ میری سانسوں میں نفرت کی جگہ محبت کی خوشبوئے تکلم رگوں پے میں عداوت کی جگہ چاہت کا نشہ اپنی جگہ لے چکا ہے۔

بلداق میرے بھائی۔ کاش اورخان کی رخصتی سے قبل میں اس پر یہ واضح کر
کہ لمحوں کے ملبے تلے سے پہچان کی بساط۔ شبنم کی نرمی۔ بہاروں کے کلام۔
کی گفتگو۔ جوئے محبت کی روانی۔ جنت کی معتبر گھٹاؤں۔ لبوں رخسار کی مہک
جمال کے نرالے قافلے۔ اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ خاص طور سے یہ بتا سکتی
پتھروں کی دیواریں گر چکی ہیں۔ مضمحل راہ گزر دوستی کی کرنوں اور کہکشاں کے
ہر مسام جان سے محبت کی بارش کی بوندیں ٹپک پڑی ہیں۔

بلداق میرے بھائی کاش میں اورخان کو یہاں سے رخصت ہونے سے
سکتی کہ اب وہ ہمارے لئے اجنبی کار کشاد زندگی۔ عدم کے ذکر۔ دل کبیدہ مزا
اوطاق خوابوں اور ازل ابد کی داستانوں میں محبت کی طلب۔ جسم کے رنگ و
محبت بھری چاندنی۔ اور راتوں کا ایک بسیط کلام ہے۔ اس نے ہم پر ایسے ا
ایسی مہربانیاں کر دی ہیں کہ اب وہ رگ رگ لہو لہو کے لاوے۔ بوند بوند پانی کر
صحراؤں میں پاتال سے لے کر آسمان تک ہمارے لئے تدبر و عظمت علیت و ا
شعوری حقیقت کا ایک بلند روشن مینار ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد طیان جب خاموش ہوئی تو اس کا بھائی بلداق تھ
تک اسے عجیب سے انداز میں دیکھتا رہا اس دوران اس کے لبوں پر خو
مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر وہ طیان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سن طیان۔ میری بہن۔ میں تیرے لئے بڑے بھائی کی حیثیت سے باپ
رکھتا ہوں۔ تم سے ایک بات پوچھتا ہوں۔ دیکھ میرے سامنے جھوٹ مت ک
دل کی بات پوری حقیقت اور سچائی کے ساتھ مجھ سے کہہ دینا۔ پھر دیکھنا
کیسے کام آتا ہوں۔ پر شرط یہ ہے کہ اپنے دل سے اٹھنے والی کسی بھی صد
پکار اور آواز کو میرے سامنے غلط بیانی کا لبادہ دے کر پیش مت کرنا۔ بلدا
الفاظ پر طیان نے چونک کر بلداق کی طرف دیکھا پھر وہ کہنے لگی پوچھو میر
پوچھتے ہو۔ جواب میں بلداق کہنے لگا۔

دیکھ طیان میری بہن۔ کیا میں یہ سمجھنے میں حق بجانب ہوں کہ تو او
محبت کرنے لگی ہے۔ کیا میں اندازہ لگانے میں درست ہوں کہ اورخان

ی ساری نفرت بیزاریاں ڈھل کر چاہتوں اور الفتوں میں تبدیل ہو چکی ہیں۔

بلداق کے اس سوال پر طیان بے چاری منہ سے کچھ نہ بولی۔ تاہم عجیب سے
از میں اس کی گردن جھک گئی تھی۔ بلداق مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ طیان میری
دیکھ میرے سوالوں کا جواب خاموشی نہیں۔ میں تمہارے منہ سے کچھ سننا پسند
وں گا۔ اس پر طیان نے اپنا رخ موڑتے ہوئے ایک بار انتہائی بے بسی سے بلداق
طرف دیکھا پھر وہ پہلے کی طرح گردن جھکاتے ہوئے بولی اور کہنے لگی۔

بلداق میرے بھائی۔ اس سے پہلے اورخان کے سلسلے میں کوئی غایت میرے روبرو
تھی۔ جب اس نے اسماعیلیوں کے ہاتھوں میری جان میری آبرو بچائی تو میں اسے
لوں کی گڑگڑاہٹ میں لوح و قلم کی رخشندگی۔ ہواؤں کی زد میں بکھرے زرد پتوں
گہری خوابناکی میں خوش وصفی اور خوش خصالی کا پیکر سمجھ کر خاموش ہو گئی تھی۔
لئے کہ میری منگنی اونان سے ہو چکی تھی۔ اور میں اسے اپنی زیست اپنی ہستی کا
رکز بنائے ہوئے تھی۔

اور اس کے بعد بلداق میرے بھائی جب اورخان نے انفرادی مقابلے میں بڑی
آسانی سے اونان کا خاتمہ کر دیا تب کچھ دیر کے لئے اورخان کے لئے میرے دل میں
نفرت اور بیزاری پیدا ہوئی تھی کہ اس نے اونان کو قتل کیا۔ اسی نفرت اور بیزاری کی
بنا پر میں نے اس سے انتقام لینے کی ٹھانی۔ لیکن انتقام میں ناکامی کے بعد جب مجھ پر
یہ انکشاف ہوا کہ اونان نے اس کی بہن کو اٹھا لے جانے کی گندی اور غلیظ حرکت کی
تھی اور یہ کہ اورخان جرات مندی اور شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے انفرادی مقابلے
میں اونان کو موت کے گھاٹ اتارا تب اورخان سے متعلق میرے خیالات بدل گئے۔

وہی اورخان جو اس سے پہلے میرے لئے اجنبی نا آشنا تھا اب وہ مجھے لبوں پر سجی
محبت کی عبادت۔ نگاہ طفل جیسا اچھا۔ افسردہ کار گاہ وجود میں ماں کے بوسے کے منتظر
گال جیسا بھلا۔ بیاض قوس و قزاح میں لب راز آشنا جیسا خوش کن اور امیدوں کے
ریشم میں بلیغ خاموشی جیسا پر سکون لگنے لگا تھا۔

اس کے بعد میرے ان جذبات میں اس وقت اور اضافہ ہوا جب اورخان نے
مجھے اور تمہیں دونوں کو مقابلے میں شکست دے کر معاف کر دیا۔ اس وقت میرے

دل میں دور دور تک اورخان کے لئے درد مندیاں اور ہمدردیاں جگہ لے چکی
اس کے بعد یوں ہوا کہ میرے بھائی بلداق کہ جب مجھے اسماعیلی الٰ
قلعہ الموت میں لے گئے اور اپنی جان جوکھوں اور خطرے میں ڈال کر او
جب مجھے وہاں سے نکالا تو میرے بھائی اورخان سے میری ساری ہمدردیاں
میں تبدیل ہو گئیں۔ بلداق میرے بھائی اب اورخان میرے لئے ایسا ہی ہے
جیسے سیپوں کا موتی۔ جیسے مہکتا پھول گداز نغمہ۔ جیسے رقصاں شمع شب
محبتوں کے الاپ میں مسیحا کا کھوج۔ بلداق میرے بھائی۔ اورخان میری زندگی
جنت آسمان پر چمکتا افق۔ تسخیر کے مرمر خوابوں میں چاند تاروں کی جاگتی
کڑوی راتوں۔ پریشان دنوں میں محبت کے گلشن کا آباد نگر ہے۔

مجھے اس سے اب ایسا لگاؤ ایسی چاہت ہے کہ جی چاہتا ہے کہ اس کی
کی تلخیاں گھول کر پی جاؤں اور اس کے غموں کی شاخوں کے سارے پھو
اپنے دامن میں سمیٹ لوں۔ بلداق میرے بھائی اورخان کے بغیر میری ذات
تشکیل ادھوری ہے۔ وہ میرے لئے اب ایسا ہی اہم اور ضروری ہے جیسے
نمی۔ جیسے پھول پر شبنم۔ جیسے آنکھوں میں آنسو۔ جیسے معصوم تمناؤں میں جا
رنگوں کی لہروں میں فرش امید پر چمکتے ہوئے ستارے۔ یہاں تک کہنے کے
خاموش ہو گئی۔ اور اس کی گردن جھکی رہی۔

بلداق تھوڑی دیر تک بڑے غور سے مسکراتے ہوئے اپنی بہن طیان
دیکھتا رہا۔ پھر وہ کہنے لگا دیکھ طیان میری بہن۔ تو فکرمند نہ ہو۔ میں کسی
پر خود اورخان سے ملوں گا۔ اس پر تیرے جذبات کا اظہار کروں گا۔ ا
چاہت تیری الفت کا انکشاف کروں گا۔ مجھے امید ہے میری بہن کہ او
چاہت کا جواب چاہت۔ تیری محبت کا جواب محبت سے دے گا۔ اس رو
ہے کہ تیرے لئے الفت کے طائر چمن میں چہچہائیں گے۔ کونجوں کی ڈار
لے کر لوٹیں گی۔ دوریوں کی رات ڈھلے گی۔ رات بدلے گی ہر سمت الف
چھڑیں گے۔ میری بہن میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تیرے اور اورخان
اس وقت جو فاصلے ہیں ان فاصلوں کی شاخوں پر ایک روز وصل کے گیت

ے راستوں پر وفا کے جذبے جوش ماریں گے۔ شام کے درختوں پر چہچہاتا ہجر عام
گا۔ ایک روز محبتیں جنتوں میں تبدیل ہوں گی۔ سراب آب اور ہجر وصال میں
لیں گے۔

دیکھ طیان میری بہن۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں ایک روز ایسا آئے گا کہ
اری زندگی میں حالات کی صلیب۔ مہکتی دہکتی سانسوں میں خیالات رفتگاں شعلہ
ترجمان ذات کی انا اور آن۔ رفاقت نغمہ و رنگ اور لبوں کا نطق۔ پرتو حسن
بت میں تبدیل ہو جائے گا۔ میری بہن میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تجھے اورخان
محبت ملے گی۔ تیرے سارے حروف گلاب ہوں گے۔ تیرے سارے الفاظ محبت
ے چراغ بن کر چمک اٹھیں گے۔

طیان میری بہن۔ دیکھ ہم دونوں بہن بھائی اب مسلمان ہیں۔ اورخان کے لئے
ب سے حیران کن سب سے تعجب خیز پہلی بات یہ ہو گی۔ کہ جب وہ یہ جانے گا کہ
دونوں مسلمان ہیں تو از خود اس کی بیگانگی ہمارے لئے ہمدردیوں میں تبدیل ہو گی۔
ر جب میں اس پر یہ انکشاف کروں گا کہ طیان جیسی خوبرو۔ پرجمال اور حسین لڑکی
ے اپنے دل کی گہرائیوں سے چاہتی اور پسند کرتی ہے تو انشاء اللہ اورخان تمہاری
ت پر فخر کرے گا۔ تمہیں اپنی زندگی کا ساتھی بناتے ہوئے اپنے لئے ایک سعادت
جھ کر تمہیں قبول کرے گا۔ دیکھ میری بہن تو پریشان نہ ہو۔ آؤ اب یہاں سے اپنے
پ کی طرف کوچ کریں۔ اس پر طیان سنبھل گئی۔ اس کے بعد دونوں بہن بھائیوں
ے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگائی۔ پھر وہ ولیم کی طرف جانے والی شاہراہ پر اپنے گھوڑوں
و سرپٹ دوڑا رہے تھے۔

اورخان ایک بار پھر نیشا پور کے نواح میں اس جگہ آیا جہاں سلطان علا
نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا۔ جلال الدین نے نیشا پور کے کوہ
کے اندر علیحدہ ہونے والے لشکر کا اورخان کی رہنمائی کے لئے جس شخص کو
تھا اس شخص کو اورخان نے اپنے ساتھ لیا اور نیشا پور کے شمالی کوہستانی
طرف وہ روانہ ہو گیا تھا۔

اس شخص کی رہنمائی میں جب کوہستانی سلسلے میں وہ داخل ہوا تو اس۔
پہاڑوں سے گھری ہوئی ایک محفوظ وادی میں خیموں کا ایک خاصہ بڑا شہر آ
جب وہ خیموں کے قریب گیا تو سب سے پہلے اورخان کے بھائی قبیل خان او
زاد طفول خان نے آگے بڑھ کر اورخان کا استقبال کیا ان دونوں کے ساتھ ا
خوب نکلتے ہوئے قد اور کڑیل جسم کا جوان تھا جس کی عمر پچیس چھبیس سال۔
رہی ہو گی۔ قبیل خان اور طفول خان کے ساتھ مصافحہ کرنے کے بعد اور
اس نوجوان سے مصافحہ کیا وہ اس کے متعلق پوچھنا ہی چاہتا تھا کہ اس کا بھا
خان بولا اور کہنے لگا۔

میرے عزیز اور محترم بھائی۔ جس جوان سے آپ مل رہے ہیں۔ اس
غیاث الدین ہے۔ یہی وہ نیک بخت نوجوان ہے جس نے آپ کے حق میں سلطا
خلاف اس لشکر سے بغاوت کرائی جو اس وقت اس کوہستانی سلسلے میں خیمہ زن
یہ نوجوان جس کا نام غیاث الدین ہے آپ کا غائبانہ بڑا معترف اور آپ کا
ہے۔ اس کا تعلق سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی ماں ترکان خاتون کے
ہے۔ یہ مشہور سردار قتلغ خان کا بھی رشتے دار ہے۔ لیکن قتلغ خان کو یہ اپنا
دشمن خیال کرتا ہے۔ اتنا کہنے کے بعد جب قبیل خان خاموش ہوا تو غیاث ال

لا اور اورخان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
سیف الدین کے بیٹے۔ آپ نے سلطان علاؤ الدین کے سامنے اس کے بزدلانہ
زائم۔ اس کے پشت گمان کے خلاف بغاوت کرتے ہوئے بہترین سرفروشی اور
زاتمندی کا اظہار کیا ہے۔ کاش سلطان علاؤ الدین دو لاکھ کے لشکر کو اپنے ساتھ لئے
لئے بیکار کرنے کے بجائے چنگیز خان کے سامنے آیا ہوتا تو ابھی تک ہم صحرائے گوبی
چنگیز خان کا تعاقب کر رہے ہوتے۔ بہرحال سیف الدین کے بیٹے یہ لشکر جو اس
ت کوہستانی سلسلے میں خیمہ زن ہے اس کے آپ کماندار اور سالار اعلیٰ ہیں۔ اور
م سب آپ کے حکم کے تابع اور فرمانبردار رہ کر کام کریں گے۔ اب آپ آگے
آئیں۔ سب لشکری آپ کا استقبال کرنا چاہتے ہیں۔ اس موقع پر آپ ان سے خطاب
بی کریں۔ تاکہ ان کے اندر ایک نئی روح۔ ایک نیا ولولہ ایک نیا جذبہ پیدا ہو۔ اور
ی جذبے سے کام لیتے ہوئے ہم انہیں بوقت ضرورت اور وقتاً فوقتاً تاتاریوں کے
ساتھ ٹکرا سکیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد غیاث الدین جب خاموش ہوا تو اورخان بولا اور کہنے لگا
رکھ غیاث الدین میرے بھائی۔ میرے عزیز۔ میں تیرے جذبوں تیرے عزائم کی قدر
کرتا ہوں۔ میں جانتا ہوں ہمارے پاس رسد اور کمک کا کوئی سامان نہیں ہو گا۔ میں
جانتا ہوں ہمیں حرب و ضرب کے اوزاروں کی بھی کمی در پیش ہو گی لیکن اس کے
باوجود ہم ملت کی پاسبانی۔ اور دین کی خدمت کے لئے منگولوں کے خلاف ضرور حرکت
میں آئیں گے۔ ہم شروع شروع میں ان پر شب خون ماریں گے اور ایسا کر کے اپنے
ان سارے لشکریوں کے لئے خوراک اور لڑائی میں کام آنے والی اشیاء حاصل کرنے
کی کوشش کریں گے اس پر غیاث الدین بولا اور کہنے لگا۔ اورخان میرے بھائی اس
سلسلے میں ہم اپنا تن من دھن اپنے خون کا آخری قطرہ تک پیش کر دیں گے۔ آپ
اس سلسلے میں ہمارے پورے تعاون اور ہمارے پورے خلوص کے حق دار ہوں گے۔
اب آپ آگے آئیے۔ یہ لشکری گزشتہ دو دن سے بڑی بے چینی کے ساتھ آپ کے
منتظر ہیں۔ اس کے ساتھ ہی اورخان اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے لشکر گاہ کی طرف
بڑھا تھا۔

آگے بڑھتے ہوئے غیاث الدین پھر بولا اور اورخان کو مخاطب کرکے اورخان میرے بھائی۔ اس وقت جو لشکر ہمارے ساتھ ہے اس میں کم ازکم ا خوراک کا انتظام ہے۔ اس کے علاوہ ہر جوان اسلحہ اور جنگ میں کام آنے سے لیس ہے۔ ہر ایک کے پاس ایک گھوڑا بھی ہے۔ اس کے علاوہ ہمارے باربرداری کے جانور اور چھکڑے بھی موجود ہیں۔ یہاں تک کہتے کہتے غیاث خاموش ہو جانا پڑا اس لئے کہ لشکر گاہ سے بہت سے لوگ نکل کر ورخان کرنے لگے تھے غیاث الدین کے کہنے پر اورخان ایک چھکڑے پر کھڑا ہو گیا سامنے دور دور تک جمع ہو جانے والے لشکریوں کو خطاب کرتے ہوئے کہنے لگ

سنو میرے بھائیو۔ میرے عزیزو۔ سب سے پہلے میں تمہارا شکر گز ممنوں اور تمہارا احسان مند ہوں کہ تم نے سلطان علاؤ الدین سے علیحدہ ہو اور میرے خیالات کا ہمنوا بن کر میرا ساتھ دیتے ہوئے منگولوں کے خلاف ہونے کا عزم کیا ہے

میرے بھائیو۔ میرے عزیزو میں تمہارا اس لحاظ سے بھی شکر گزار لوگوں نے علاؤ الدین کی طرف سے جان کا خطرہ مول لے کر ہم نوا بنے کی۔ سنو۔ میرے عزیزو۔ میرے بھائیو۔ ان منگولوں کے خلاف ہم لوگو کھیتوں کا سونا۔ میدانوں کا زیور۔ کوہستانوں کا پاسبان۔ بستیوں شہروں کا بہنوں بزرگوں۔ بھائیوں اور بچوں کا نگہبان بننا ہو گا۔

میرے بھائیو۔ اگر ہم ہمت سے کام لیں اور مناسب وقت اور منا منگولوں پر شب خون مارنے کا کھیل کھیلنا شروع کریں تو بہت جلد ہم ا لئے نوک خار۔ مورخ کی زبان۔ نقاد کا قلم۔ زہر آلود خنجر۔ اور خون ثابت ہو سکتے ہیں ہمیں اپنے وقت کا بہترین رزمیہ بن کر منگولوں کے میں آنا ہوگا۔

یاد رکھو میرے بھائیو۔ یہ راستہ دشوار اور کٹھن بھی ہے ہمیں پاؤ سے لے کر سر تک اپنے آپ کو خون میں ڈبونا ہو گا۔ اپنے انداز کی نف جتماعیت کو ترجیح دینا ہوگی۔ میں تم پر یہ بھی واضح کر دوں کہ آنکھوں

رے سفر میں کانٹے ہی کانٹے اذیتیں ہی اذیتیں ہوں گی۔ کیا تم لوگ اس سفر میں میرا ساتھ دینا پسند کرو گے۔

رخان کے اس استفسار پر سب لوگ اپنے ہاتھ فضا میں بلند کرتے ہوئے اس کا دینے کے عزم کا اظہار کر رہے تھے۔ ان لوگوں کے یہ ارادے دیکھتے ہوئے کے چہرے پر گہری خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ پھر وہ دوبارہ انہیں کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

نو میرے ہم نفسوں۔ یہ ظلمت شب کے بانی منگول ہماری سانسوں کے تسلسل پے ہیں۔ یہ منگول ہماری سر زمینوں کو جہنم سے بھی بدتر بنانے کا عہد کئے ہیں۔ ہمیں اپنے خداوند اپنے اللہ کی تکبیریں بلند کرتے ہوئے ان کے خلاف میں آنا ہوگا۔ یاد رکھو۔ خداوند ہی طاقت ہے وہی قوت بھی ہے۔ ہمیں اسی کی نصرت کے سہارے اپنی سر زمینوں میں ظلمت شب کے سینوں کو چاک کر کے اندر پھیلتے اندھیروں کو لخت لخت کرنا ہو گا۔

ہاں تک کہنے کے بعد اورخان خاموش ہو گیا پھر وہ چھکڑے سے اتر گیا۔ اس د وہ اپنے سامنے کھڑے غیاث الدین اپنے بھائی قبیل خان اور ماموں زاد طفول و مخاطب کرکے کہنے لگا۔ دیکھو میرے بھائیو۔ میرے عزیزو۔ آئندہ چند دن تک اس لشکر کی تربیت کا کام کرنا پڑے گا۔ شاید تمہیں خبر پہونچ چکی ہو گی کہ میں الموت کی طرف گیا تھا وہاں سے لوٹتے ہوئے میرے ساتھ ایک حادثہ پیش آیا۔ ل تفصیل تمہیں میں کہیں بیٹھ کر آرام سے بتاؤں گا۔ راستے میں کچھ گمنام سے میری مدد کو آئے جو اپنے آپ کو ملت کے پاسبان کہہ کر پکارتے ہیں۔ ان کے نے اپنے دستوں کو حرکت میں لانے اور انہیں احکامات جاری کرنے کے جو طور نے استعمال کئے ان سے میں بے حد متاثر ہوں۔ ان کے طریقوں کو استعمال کرتے ہ میں اپنے لشکر کی تربیت کا کام شروع کرنا چاہتا ہوں۔ وہ مختلف رنگ کی جھنڈیوں ذریعے سے اپنے لشکر کو حرکت میں لاتا تھا میں بھی خیال کرتا ہوں کہ اسی قسم کی یوں کو استعمال کرتے ہوئے میں اس لشکر کی تربیت کروں گا اور پھر انہیں ریوں کے خلاف حرکت میں لاؤں گا۔ اورخان کی ان باتوں سے غیاث الدین۔

قبیل خان اور طغرل خان خوش ہو گئے تھے پھر وہ تینوں اورخان کو اس کے
طرف لے جا رہے تھے۔

اپنے تینوں بیٹوں۔ جوچی۔ چغتائی اور اغدائی کو سلطان علاؤ الدین خوارز
سلطنت کے مرکزی شہر خوارزم پر حملہ آور ہونے کا حکم دے کر چنگیز خا
سمرقند کے نواح میں مقیم رہا۔ اس قیام کے دوران اسے اپنے بیٹوں
خوارزم کے فتح ہونے کی خبر ملی اور اس فتح پر سمرقند کے نواح میں چنگیز خا
کے لشکریوں نے فتح کا جشن منایا۔

سمرقند میں قیام کے دوران چونکہ موسم گرما وارد ہوا تھا لہٰذا گرمیاں
کے لئے چنگیز خان نخشب شہر کی طرف چلا گیا۔ جب گرمی کی شدت کم ہوئی
لشکر کے ساتھ پھر حرکت میں آیا اور ترمز شہر کا رخ کیا۔ اہل شہر کو پیغام بھ
وہ مزاحمت ترک کر کے اطاعت کر لیں تو ان کے لئے فائدہ مند ہو گا لیک
مقابلے پر ڈٹ گئے گیارہ دن تک لگاتار چنگیز خان ترمز شہر کا محاصرہ کئے رہا
رہی آخر کار اہل شہر مغلوب ہو گئے حسب قاعدہ چنگیز خان نے جوان لوگوں
شامل کر لیا اور باقی ماندہ لوگوں کا قتل عام کر دیا۔

ترمز شہر کی فتح کے بعد چنگیز خان نے بلخ کا رخ کیا۔ بلخ ان دنوں آبا
مند شہر تھا۔ چنگیز خان اپنے لشکر کے ساتھ جب بلخ شہر کے قریب پہونچا
کہلا بھیجا کہ اگر وہ اطاعت قبول کر لیں تو انہیں معاف کر دیا جائے گا۔

اہل بلخ کو ترمز شہر کے لوگوں کے حشر کا علم ہو چکا تھا۔ چنانچہ انہوں
بھیج کر چنگیز خان سے اطاعت کر لی۔ اس پر چنگیز خان نے انہیں معاف
اگلے روز چنگیز خان کو علم ہوا کہ چند روز پہلے سلطان علاؤ الدین کا بیٹا جلا
شہر میں آیا تھا اور شہر کے لوگوں نے اس کے ساتھ وفاداری کا اعلان
انکشاف پر چنگیز خان نے اپنا ارادہ تبدیل کر لیا اور حکم دیا کہ شہر کو لوٹ
قتل کر دیا جائے اور ایسا ہی ہوا۔ اہل شہر کا قتل عام کیا گیا اور شہر کو لوٹ

بلخ شہر کی فتح کے بعد چنگیز خان نے تالکان شہر کا رخ کیا۔ یہاں بھی حسب معمول
اس نے اطاعت قبول کرنے کا مشورہ دیا۔ لیکن چونکہ منگولوں کے کسی وعدے
نہیں کیا جا سکتا تھا اس لئے باشندگان تالکان نے لڑ کے مارے جانے کو دھوکے
سے مارے جانے پر ترجیح دی۔ چنانچہ محصورین نے ایسی سخت مزاحمت کی
یب چنگیز خان کی ایک نہ چلنے دی۔ اسی دوران سلطان علاؤ الدین خوازم شاہ کو تلاش
ے ہوئے چنگیز خان کے دونوں جرنیل سوبدائی اور جبی نویان بھی وہاں پہونچ گئے۔
طرح ان کے آنے سے چنگیز خان کو خوب تقویت ملی اور تالکان شہر اس نے فتح کر
یہاں بھی اس نے دوسرے شہروں کی طرح خوب قتل عام کیا اور جی بھر کے شہر کو

جس وقت چنگیز خان تالکان شہر کا محاصرہ کئے ہوئے تھا اس نے اپنے تینوں بیٹوں
۔ اغوائی اور چغتائی کو خراسان پر حملہ آور ہونے کے لئے حکم دیا۔ ساتھ ہی ان
بھائیوں کی مدد کے لئے اپنے ساتھ کام کرنے والے اپنے سب سے چھوٹے بیٹے
کو بھی اسی ہزار کا لشکر دے کر خراسان کی طرف روانہ کیا تاکہ چاروں بھائی مل
آسانی سے خراسان کو فتح کر لیں۔

خراسان کا حاکم اس وقت مجیر الملک تھا۔ خراسان کا مرکزی شہر مرو تھا۔ خراسان
والی مجیر الملک کی بدقسمتی کہ جن دنوں خراسان پر حملہ آور ہونے کے لئے منگول
قدمی کر رہے تھے ان ہی دنوں کچھ باغی ترک سردار جن کے حوصلے سلطان علاؤ
ین کے منگولوں کے آگے آگے بھاگنے کی وجہ سے بلند ہو گئے تھے انہوں نے
ات کرتے ہوئے مرو شہر پر قبضہ کرنے کی ٹھانی۔ مغلوں کی آمد سے پہلے ہی انہوں
شہر کے ایک کونے میں اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا۔ ان ہی دنوں رات کی
ریکی میں منگولوں کا لشکر جو چنگیز خان کے چھوٹے بیٹے تولائی کی سربراہی میں تھا مرو
پہنچ گیا۔

شہر سے تھوڑی دور پہونچ کر چنگیز خان کے بیٹے تولائی نے اپنے چار سو سپاہیوں
جاسوسی کے لئے روانہ کیا کہ شہر کے اردگرد گھوم کر ان کے دفاعی مورچوں کا بہ نظر
ئیت معائنہ کریں۔ یہ عجیب اتفاق ہوا کہ اندھیری رات میں منگولوں نے بھی مرو شہر

کے اسی کنارے پر پڑاؤ کیا جہاں باغی ترکمان اترے ہوئے تھے۔ جو مرو شہر پر
چاہتے تھے۔

اسی طرح مغلوں کو شہر کا محاصرہ کرنے والے ان ترکوں کا پتہ لگ گیا جب باغی ترکوں نے فوجی دستے یکے بادیگرے رات کے وقت مرو شہر پر شب خون مار غرض سے روانہ کرنا شروع کئے تو منگول تاک میں بیٹھے رہے۔

ان باغی ترکوں کا جو دستہ بھی زد میں آتا۔ منگول اس کا صفایا کر دیتے تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ باغی ترکوں کو قطعاً" معلوم نہ ہو سکا کہ رات کے وقت پر کیا افتاد پڑ رہی ہے۔ صبح ہوئی تو منگولوں نے اس مقام پر ہلا بول دیا جہاں باغی اپنے لشکر اور بیوی بچوں کے ساتھ اترے ہوئے تھے۔ چنانچہ منگولوں کے ا سے تقریباً" ستر ہزار افراد بے خبری کے عالم میں قتل کر دیئے گئے۔

اس ہیبت ناک خونریزی کے بعد چنگیز خان کے بیٹے تولائی نے مرو شہر پر شروع کر دیا۔ خراسان کا حاکم مجیر الملک بڑا جی دار اور جراتمند انسان تھا۔ وہ کے مقابلے کے لئے پوری طرح تیار اور مستعد تھا۔

اس نے اپنا لشکر تیار کیا خود اس لشکر کی سپہ سالاری کی اور شہر سے نکل کر کے لشکر پر ٹوٹ پڑا۔ مرو شہر سے باہر منگولوں اور مجیر الملک کے لشکر میں خونر ہوئی۔ شام تک یہ جنگ ہوتی رہی۔ آخر کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ اور مجیر الملک ا کچھے لشکر کو لے کر واپس شہر میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

اس حملے میں منگولوں کی کثیر تعداد فوج کو دیکھ کر مجیر الملک اور اس کے ایسے گھبرائے کہ انہوں نے مزید منگولوں کا مقابلہ کرنے کا ارادہ ترک کر د الملک نے شیخ جمال الدین جو کہ مرو کے بہترین علماء اور فضلاء میں تھے سے د کی کہ وہ چنگیز خان کے بیٹے تولائی کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے ساتھ اور صلح کی گفتگو کرے۔

مجیر الملک کے کہنے پر شیخ جمال الدین تولائی کی خدمت میں حاضر ہوئے بڑے احترام سے ان کے ساتھ پیش آیا۔ اور جمال الدین کی درخواست اس کر لی۔ دوسرے دن پھر تولائی نے شیخ جمال الدین کو طلب کیا۔

شیخ جمال الدین جب تولائی کے سامنے گئے تو تولائی نے حکم دیا کہ شہر کے سرکردہ میر افراد کی اسے فہرست بنا کر پیش کی جائے۔ اس پر شیخ جمال الدین واپس مرو ئے اور مجیر الملک کے مشورے سے دو سو آدمیوں کی فہرست تیار کر کے تولائی کو کر دی۔ اس پر تولائی نے حکم دیا کہ جو کچھ ان لوگوں کے پاس ہے وہ اس کے کے حوالے کر دیں۔ ورنہ انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ جب اس کی تعمیل ہو چکی تو تولائی نے شہر کے باشندوں کو حکم دیا کہ سب شہر کے باہر کھلے ن میں جمع ہوں اور عورتوں کو کہا کہ وہ مردوں سے علیحدہ ہو جائیں۔

اس کے بعد تولائی نے بد دیانتی ریاکاری اور دھوکہ دہی سے کام لیتے ہوئے اپنے کو حکم دیا کہ تمام مرد سوائے دستکاروں کی جماعت کے قتل کر دیئے جائیں عورتوں ہی سوائے چند خوش رو اور خوبصورت لڑکیوں کے قتل کر دیا گیا۔

کہتے ہیں کہ مرو شہر کے اس قتل عام میں ہر منگولی سپاہی کے ہاتھوں تقریباً" چار سو انسانوں کا خون بہا اور اس عظیم شہر کی آبادی جو کم و بیش تیرہ لاکھ انسانوں پر تل تھی وحشت و بربریت کا شکار ہوئی۔

تولائی اپنے لشکر کے ساتھ مرو شہر میں داخل ہوا۔ شہر کے اندر بھی خوب قتل عام یا گیا۔ اور جی بھر کے شہر کو لوٹا گیا۔ جب لوٹ مار سے منگولوں کا دل بھر گیا تو تولائی نے ایک شخص ضیاء الدین علی کو جو مرو شہر کے امراء میں سے تھا اس شہر کا حاکم مقرر یا اور ایک منگول سردار کہ نام جس کا برماس تھا اس کو داروغہ مقرر کرنے کے بعد پنے لشکر کو لے کر مرو شہر سے ہٹ گیا تھا۔

جب تولائی اپنے لشکر کے ساتھ مرو شہر سے ہٹ گیا تو جو لوگ تہہ خانوں میں پ گئے تھے مطلع صاف دیکھ کر باہر نکل آئے۔ اس طرح وہ لوگ بھی جو آنکھ بچا کر ھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے تھے واپس آ گئے۔ رفتہ رفتہ شہر میں لوگوں کی تعداد خوب ہو گئی۔

اتنے میں منگولوں کا ایک اور لشکر وہاں آ نمودار ہوا۔ جو چنگیز خان کی طرف سے شاید تولائی کے لئے روانہ کیا تھا۔ جب اس لشکر کا گزر مرو شہر سے ہوا تو وہ شہر میں اکھا ہوئے جس قدر لوگ وہاں تھے ان کا وہ قتل عام کرتے ہوئے شہر کے اندر جس

قدر اناج تھا اس سب پر انہوں نے قبضہ کر لیا۔ اس قتل عام کے بعد منگول لشکر آگے بڑھ گیا۔

اس لشکر کے نکلنے کے بعد اطراف میں پھیلے ہوئے لوگ بے چارے امن دیکھ کر پھر شہر میں جمع ہونا شروع ہو گئے۔ لیکن ان سب لوگوں کی بدقسمتی دوران ایک اور منگول لشکر وہاں سے گزرا۔ یہ لشکر بھی مرو شہر میں داخل ہوا نے جب دیکھا کہ مرو شہر میں بہت سے لوگ آن جمع ہوئے ہیں تو اس نے حکم جو شخص بھی ان کے سامنے آئے اسے قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ اگر کوئی خوش دوسرے قتل عام سے بچ گیا تھا تو اس تیسرے قتل عام میں اس کی گردن مار تھی۔

○

دوسری طرف سلطان علاؤ الدین نے ابھی اپنے ساتھ کام کرنے والے لا مبنی لشکر کے ساتھ نیشا پور کے نواح میں قیام کر رکھا تھا۔ گھبراہٹ اور اضطرا عالم میں سلطان علاؤ الدین نہ منگولوں کے سامنے جم کر لڑتا تھا نہ کہیں ٹھہر اس کی اس بدحواسی سے سارا ملک بدحواس ہو رہا تھا۔ دوسری طرف منگولوں کار یہ تھا کہ جس شہر کو بھی فتح کر چکتے اسے لوٹ کر اہل شہر کو قتل کر د پورے ملک کی رہی سہی قوت مزاحمت جواب دے جائے۔

اس پر طرہ یہ کہ سلطان علاؤ الدین اپنے ساتھ تقریباً" دو لاکھ سپاہیوں کا لئے پھرتا تھا اور جہاں سے گزرتا تھا وہاں کے لوگوں کی حوصلہ افزائی کرنے انہیں یہ مشورہ دیتا کہ منگولوں سے لڑنے کے بجائے بہتر ہو گا تم ان اطاعت کر لو۔ یہی مشورہ اس نے اہل نیشا پور کو بھی دیا۔ لیکن اہلیان نیشا کے طور طریقے دیکھ چکے تھے وہ جانتے تھے کہ موت سے مفر نہیں۔ اس کی موت سے لڑ کر مرنا ہزار درجے بہتر ہے۔ چنانچہ انہوں نے سلطان کے ٹھکرا دیا اور مغلوں کے مقابلے میں انہوں نے شہر کے دفاعی انتظامات بڑی مضبوط۔ مستحکم اور درست کرنے شروع کر دیئے تھے۔

قیام کے دوران سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کو خبر ملی کہ سوبدائی نیشا پور میں جی نویان کے لشکروں کا ایک ہراول لشکر سلطان سے ٹکرانے کے لئے نیشا پور کا کر رہا ہے۔ اور اس ہراول لشکر کا سردار ایک منگول جائیسی ہے۔ علاؤ الدین کو خبر ملی تو اس نے ایک سردار عمر کاخی کو نیشا پور کا خیال رکھنے کا حکم دیا۔ خود یہ کھلنے کے بہانے وہ اپنے لشکر کے ساتھ نیشا پور سے کھسک گیا تھا۔

چند ہی روز بعد سوبدائی اور جی نویان کے ہراول لشکر کا سردار جائیسی اپنے لشکر ساتھ نیشا پور پہنچ گیا اور اہل شہر کو کہلا بھیجا۔ کہ وہ اپنی بھلائی چاہتے ہیں تو چنگیز خان کی اطاعت قبول کر لینی چاہئے۔ جواب میں نیشاپور کے حاکم عمر کاخی کہلا بھیجا کہ تمہارا جھگڑا سلطان علاؤ الدین سے ہے تم اسی کا تعاقب کر رہے ہو۔ تم اسے گرفتار کرنے میں کامیاب ہو گئے تو نیشا پور بغیر کسی خونریزی کے تمہاری لطنت میں شامل ہو جائے گا۔ عمر کاخی نے جائیسی کو مزید کہلا بھیجا کہ میں بنیادی طور ایک جرنیل نہیں۔ ادیب ہوں میں سپاہی نہیں ہوں کہ مقابلہ کروں۔ جائیسی کو یہ دھا سادا جواب پسند آیا۔ اس نے چھیڑ چھاڑ کرنا مناسب نہ سمجھا۔ عمر کاخی نے اس ٹی میں جائیسی کو کچھ تحائف بھی پیش کئے جو جائیسی نے قبول کر لئے۔ اور اپنے ے کے لشکر کو لے کر وہ سلطان علاؤ الدین کا تعاقب کرنے کے لئے آگے نکل گیا تھا۔

اس کے چند ہی روز بعد سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کا تعاقب کرتے ہوئے دونوں منگول سردار سوبدائی اور جی نویان بھی نیشا پور پہنچے انہوں نے شہر کے قاضی حاکم اور دوسرے امرا کو طلب کیا۔ ان کے درمیان مختصر سی گفت و شنید کے بعد اس سے پہلے اہل شہر کا جو معاہدہ جائیسی کے ساتھ ہوا تھا سوبدائی اور جی نویان نے اس معاہدے کی اس شرط پر توسیع کی کہ فصیل شہر اور تمام دفاعی مورچے گرا دیئے جائیں گے اور جب کوئی منگول لشکر شہر کے پاس سے گزرے تو اس کی باقاعدہ آؤ بھگت کی جائے گی۔ نیز ایسی کوئی حرکت اہل نیشا پور سے سرزد نہ ہونے پائے جو اس معاہدے کی روح کی منافی ہو۔ چنانچہ اہل شہر نے سوبدائی اور جی نویان کی ان شرائط کو قبول کر لیا اور شہر میں امن و امان قائم رہا۔

اورخان اس دوران تک نیشا پور شہر کے نواحی کوہستانی سلسلوں کے اند
لشکر کی تربیت کا کام سرانجام دیتا رہا۔ اس سلسلے میں اس کا بھائی قبیل خان اور
زاد طغرل خان اور غیاث الدین بھرپور مدد کرتے رہے۔ وہ مخبر جو سلطان علاؤ
خوارزم شاہ کے لشکر سے ٹوٹ کر اورخان کے ساتھ آن ملے تھے انہیں بھی
نے نیشا پور اور اس کے نواحی علاقوں میں پھیلا دیا تھا۔ تاکہ وہ ان علاقو
منگولوں کی نقل و حرکت سے متعلق اسے آگاہ کرتے رہیں۔

ایک روز اورخان اپنے خیمے میں قبیل خان اور طغرل خان کے ساتھ ب
کسی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا کہ ان کا ساتھی کماندار غیاث الدین خیمے میں دا
اور اورخان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ اورخان۔ میرے بھائی۔ میرے محترم۔
عزیز۔ میں ایک اچھی خبر لے کر آیا ہوں۔ اس پر اورخان نے چونک جانے ک
میں غیاث الدین کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا غیاث الدین میرے بھائی۔ کیس
خبر۔ جواب میں غیاث الدین اورخان کے ساتھ بیٹھ گیا پھر وہ مطمئن سے ا
کہنے لگا۔

اورخان میرے بھائی جو ہمارے مخبر نیشا پور کے نواحی علاقوں میں گھومت
رہے ہیں ان میں سے ایک نے آکر اطلاع دی ہے کہ ایک منگول سردار نا
جائیسی ہے وہ اس وقت نیشا پور سے نکل کر مغرب کی طرف اپنے لشکر کے سا
کر رہا ہے۔ یہ جائیسی منگولوں کے سالار سوبدائی اور جبی نویان کے لشکروں
اول دستوں کا سالار ہے اور یہ سارے لشکر اس وقت سلطان علاؤ الدین ک
میں لگے ہوئے ہیں۔

آنے والے جاسوسوں کا کہنا ہے کہ یہ منگول سردار جائیسی اپنے لشکر
نیشا پور شہر سے ہو کر مغرب کی طرف نکلا ہے اس نے نیشا پور شہر میں قیام
اس نے اناج کے ذخائر اور دوسری چیزیں بھی حاصل کیں اس کے علاوہ نیشا
حاکم نے اسے وافر مقدار میں انتہائی قیمتی تحائف بھی پیش کئے ہیں اس کے عا

لے مخبر کا کہنا ہے کہ جائیسی کے پاس خوراک کے بہترین ذخائر کے علاوہ حرب و
ب میں کام آنے والے ہتھیاروں کی بھی وافر مقدرا موجود ہے۔ میں آپ سے یہ
نے آیا ہوں کہ اس سلسلے میں میرے بھائی کا کیا ارادہ ہے۔ اس پر اورخان تھوڑی
تک کچھ سوچتا رہا۔ پھر وہ فیصلہ کن انداز میں بولا اور کہنے لگا۔

دیکھ غیاث الدین میں اپنے لشکر کی تربیت کا کام اب تقریباً" مکمل کر چکا ہوں
ہیں عملی زندگی کی ابتدا کرنی چاہئے۔ میرا ارادہ میرا عزم یہ ہے کہ ہمیں اپنے
ر کے ساتھ نیشاپور کے اس کوہستانی سلسلے سے نکل کر جائیسی کا تعاقب کرنا چاہئے
ر اگر اس کے لشکر کی تعداد ہم سے بہت زیادہ ہوئی تو ہم مناسب موقع جان کر اس
شب خون ماریں گے اور اس سے اس کے خوراک کے ذخائر اور ہتھیار حاصل کر
ر انہیں نقصان پہونچانے کی کوشش کریں گے۔ اور اگر اس کے لشکر کی تعداد اور
ری تعداد میں زیادہ فرق نہ ہوا تو ہم دن کی روشنی میں اس پر حملہ آور ہو کر اسے
ئیں گے کہ مسلمان اگر چاہیں تو بیداری اور حمیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے جب جس
ت جہاں چاہیں منگولوں کی راہ روک کر انہیں پسپا ہونے پر مجبور کر سکتے ہیں۔

اورخان کا یہ جواب سن کر غیاث الدین کے چہرے پر بڑی خوش کن مسکراہٹ
ودار ہوئی تھی۔ پھر وہ بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

اورخان میرے بھائی۔ قسم خداوند قدوس کی مجھے آپ سے ایسے ہی جواب ایسے
ی عملی اقدام کی امید تھی۔ اب بتایئے میرے قبیل خان اور طغرل خان کے لئے کیا
کم ہے اس پر اورخان بولا اور کہنے لگا دیکھ غیاث الدین میرے بھائی تم تینوں میں سے
ایک یہیں اپنے پڑاؤ میں رہے جبکہ تم میں سے دو میرے ساتھ لشکر کے ساتھ روانہ
ہوں گے۔ ہم جائیسی کا تعاقب کریں گے اور کسی مناسب موقع پر اس پر ضرب لگانے
کی کوشش کریں گے۔ اس پر غیاث الدین فوراً" بولا اور کہنے لگا اورخان میرے بھائی
جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میں تو ہر صورت میں آپ کے ساتھ اس جہاد میں
حصہ لوں گا۔ جہاں تک یہاں رہنے کا سوال ہے تو میں طغرل کا نام پیش کرتا ہوں
طغرل کے بولنے سے پہلے ہی اورخان کا بھائی قبیل خان بولا اور کہنے لگا میں بھی طغرل
کے حق میں ہوں اس پر طغرل کچھ نہ کہہ سکا اس فیصلے کو اس نے تسلیم کر لیا پھر وہ

چاروں اٹھ کھڑے ہوئے اور لشکر کے کوچ کا انتظام کرنے لگے تھے۔ تھوڑی اورخان، غیاث الدین اور قبیل خان نیشاپور کے ان کوہستانی سلسلوں سے اپنے لے کر منگول سردار جائیسی کے تعاقب میں لگ گئے تھے۔

منگول سردار جائیسی نے نیشا پور شہر سے ایک منزل دور مغرب میں جا لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا۔ شاید وہ اپنے لشکر کو ستانے اور آرام کرنے فراہم کرنا چاہتا تھا۔ اب تک چونکہ کہیں بھی سلطان علاؤ الدین کی طرف سے کے ساتھ ٹکراؤ نہ ہوا تھا لہٰذا منگول جہاں کہیں بھی پڑاؤ کرتے بڑے سکون پروائی سے پڑے رہتے اس لئے کہ انہیں یقین ہو گیا تھا کہ مسلمان اب ان بھی ٹکرانے کی کوشش نہیں کرتے۔ جائیسی بھی نیشا پور شہر سے ایک منزل میں بڑا بے فکر ہو کر اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر گیا تھا۔

تاریکی میں جائیسی کے لشکر کے قریب جا کر اورخان نے اپنے لشکر کو دو میں تقسیم کیا ایک حصہ اس نے اپنے پاس رکھا دوسرا حصہ اس نے غیاث ا سرکردگی میں دیا اور اپنے بھائی قبیل خان کو اس کا نائب مقرر کیا۔ پھر اس اورخان نے یہ طے کیا کہ آگے بڑھتے ہوئے اورخان اپنے حصے کے لشکر رات کی تاریکی میں دائیں جانب سے جائیسی کے لشکر پر شب خون مارے گا جانب سے غیاث الدین اور قبیل خان ایسا کریں گے۔ یہ فیصلہ ہونے کے بعد دونوں حصے بڑی تیزی سے آگے بڑھے تھے۔

جائیسی کا لشکر رات کی تاریکی میں بڑی بے فکری سے آرام کر رہا تھا کہ اپنے لشکر کے حصے کے ساتھ زندگی کی مضطرب کراہوں، بے نام خواہشوں کی اداسی کی خنک راتوں کے نوحے۔ بستیاں مٹاتی تقدیر۔ اور آبادیاں جلاتی قضا حرکت میں آیا اور جائیسی کے لشکر پر وہ خونی چکیاں چلاتی آندھیوں۔ آنکھوں میں خوف ناک سپنے بنتی لہروں۔ بحر و بر شہر و نگر کو بے صدا بے قسمتوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

دائیں جانب سے اورخان حملہ آور ہوا تھا منگول فوراً سنبھل کر مقابلے پر جم گئے تھے لیکن عین اسی وقت بائیں جانب سے خیال و ا

ب نا جذبوں کے عروج۔ خواہشوں کے جھلسا دینے والی تپش کی طرح غیاث ن اور قبیل خان وہاں پہونچے اور وہ دونوں بھی جبر کی ڈھول۔ مشیت کے کارکنان زرد خزاؤں کی طرح منگولوں پر ٹوٹ پڑے تھے۔

نیشا پور کے نواحی علاقے میں اورخان اور منگولوں کے درمیان گھمسان کا رن پھر اورخان کے دو طرفہ حملے سے منگولوں کی حالت بد سے بدتر ہونے لگی اور خان۔ غیاث الدین اور قبیل خان۔ اپنے تیز۔ خونخوار اور جان لیوا حملوں سے لوں کی حالت وقت کی سکڑتی چادر میں شکستہ اور منہدم در و دیوار۔ تہذیب کے بدہ خیموں میں خونی شکنوں، حقائق کے جہاں کی بے امان بستی۔ زندگی کے موسموں دھوپ چھاؤں کے کھیل۔ شب کے سناٹوں میں خواہشوں کی آوارگی جیسی کرنی وع کر دی تھی۔

منگول اورخان۔ غیاث الدین اور قبیل خان کے اس اچانک شب خون سے دنگ ر ششدر رہ گئے تھے۔ اس لئے کہ اب تک منگولوں کے ساتھ کہیں بھی ایسا الہ پیش نہ آیا تھا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ منگولوں کے کسی لشکر کو ایسے ہولناک۔ ایسے ئی۔ ایسے پر زور اور ایسے جان لیوا شب خون کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ جائیسی نے اپنی رف سے پوری کوشش کی کہ حملہ آوروں کو روک کر جوابی کاروائی کرے اور اپنی ہ بہ لحہ قریب ہوتی شکست کو فتح مندی میں تبدیل کر دے۔ لیکن اسے بری طرح کامی ہوئی۔

تھوڑی دیر تک مزید جنگ کے بعد اورخان۔ غیاث الدین اور قبیل خان پوری طرح منگولوں پر چھا چکے تھے اور پھر وہ لحہ بھی آیا جبکہ انہوں نے دونوں اطراف سے منگولوں کا قتل عام شروع کر دیا تھا۔ منگول سردار جائیسی نے جب یہ صورتحال دیکھی اپنے بچے کھچے لشکر کو لے کر وہ اپنی جان بچانے کے لئے مغرب کی طرف بھاگا۔ رخان نے تھوڑی دیر تک اس کا تعاقب کیا یہاں تک کہ جائیسی اب اپنے چند ساروں کو لے کر بھاگنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اورخان واپس اس جگہ آیا جہاں لے ہوئی تھی اور وہ منگولوں کے پڑاؤ کی ہر شے پر قبضہ کرنے لگا تھا۔

اورخان نے اپنے لشکر کے ساتھ صبح تک اس جگہ قیام کئے رکھا اور منگل سردار

جائیسی کے لشکر کی ہر شے سمیٹتا رہا۔ جب سورج مشرق سے طلوع ہوا تو اُر وہی اپنے آپ کو ملت کا پاسبان کہنے والا نقاب پوش اپنے گھوڑے کو سرپٹ اس جگہ آیا تھا جہاں اورخان' غیاث الدین اور اپنے بھائی قبیل خان کے تھا۔ وہ پہلے کی طرح جنگی لباس میں تھا اپنے چہرے پر اس نے ویسا ہی س نقاب ڈال رکھا تھا۔ جس نے اس کے سر پر رکھے ہوئے خود کو بھی کسی قدر تھا۔

اس نقاب پوش کو اپنی طرف آتے دیکھ کر اورخان کے لبوں پر ہلکی ہلکی نمودار ہوئی تھی۔ پھر وہ اپنے پہلو میں کھڑے غیاث الدین اور قبیل خان سنو میرے عزیزو میرے بھائیو۔ یہ جو گھڑسوار سرخ رنگ کا نقاب اپنے چہر ہوئے ہماری طرف آ رہا ہے یہ وہی ہے جس کا میں تم سے ذکر کر چکا ہوں نے اس وقت اسماعیلیوں کے مقابلے میں میری مدد کی تھی جب میں طیا الموت سے نکال کر لا رہا تھا۔ اب دیکھیں یہ کیا کہتا ہے۔ کس قسم کی خبر سنا

وہ سوار اورخان کے قریب آ کر اپنے گھوڑے سے اترا۔ اورخان. خوب قد آور بھرے ہوئے جسم کا توانا اور خوب طاقتور جوان لگتا تھا۔ قریب نے اپنی بھاری اور کسی قدر دبکتی ہوئی آواز میں سلام کہا۔ اورخان۔ قبیل غیاث الدین تینوں نے اس کا جواب دیا۔ پھر وہ اورخان کو مخاطب کر کے ک

اورخان میرے بھائی۔ منگول سردار جائیسی کے خلاف تمہاری کام مندی پر میں تمہیں مبارکباد دیتا ہوں۔ رات جس طرح تم نے منگولوں پ مارا ہے وہ انداز واقعی منفرد اور قابل تعریف ہے۔ تم نے جس طرح جرا کام لیتے ہوئے اپنے لشکر کو حملہ آور کیا اس کی ایک بار پھر میں تمہاری ت گا۔ دیکھ اورخان جس وقت تم شب خون مار رہے تھے میں اسی علاقے منگولوں کے اطراف میں پھیلا ہوا تھا اگر تم یہ شب خون نہ مارتے تو میں پر شب خون مار چکا ہوتا۔ لیکن تم چونکہ شب خون مارنے کے لئے پہنچ میں ایک طرف ہٹ کر انتظار کرتا رہا۔

میں تمہارے ساتھ جنگ میں کود کر منگولوں کے خلاف تمہاری مدد لیکن میں نے ایسا نہیں کیا اس لئے کہ میں پہلی بار تمہیں منگولوں کے ساتھ لڑتا دیکھنا چاہتا تھا۔ تمہاری کمانداری۔ تمہاری سالاری۔ تمہارے جنگی فنون۔ تمہاری حرب و ضرب کی صلاحیت کا جائزہ لینا چاہتا تھا۔ اور اگر اس شب خون میں منگول تم پر غالب آنے کی کوشش کرتے پھر تم دیکھتے کہ میں کس طرح گھات سے نکل کر منگولوں پر حملہ آور ہوتا اور انہیں موت سے بغل گیر کر کے رکھتا۔

دیکھ اورخان تو نے میری خواہش کے مطابق ان منگولوں پر شب خون مار کر میرا جی خوش کر دیا ہے اور مجھے یہ یقین اور اعتماد دلا دیا ہے کہ آنے والے دنوں میں یقیناً" میں اور تم شانے سے شانہ ملا کر ان منگولوں کے سامنے سیسہ پلائی دیواریں کھڑی کر سکتے ہیں۔

دیکھ اورخان تیری اس کارگزاری سے میں انتہا درجے خوش ہوں تو یقیناً" ان منگولوں پر اس طرح حملہ آور ہوا جس طرح پہاڑوں کی گھپاؤں گھنے پیڑوں کی چھاؤں میں سورج کی شعاعیں گھس جاتی ہیں۔ جیسے وقت کے گہرے سمندر سے زیر نقاب راز اگل پڑتے ہیں تو نے اپنے حملوں سے منگولوں کی حالت یقیناً" غور طلب ویرانی۔ بجھے آتش کدے کے باسیوں جیسی بنا کر رکھ دی۔

دیکھ اورخان۔ میں تیری تعریف نہیں کر رہا۔ یہ حقیقت ہے کہ تو منگولوں پر سنگریزوں پر بہتے نقرئی دریا کی طرح حملہ آور ہوا۔ اور ان کے دامن میں نہ دست دعا نہ حرف سوال نہ لفظ شناسائی نہ طلب کی دھول چھوڑی۔

اورخان میں تیرے جیسے ان جوانوں کو پسند کرتا ہوں ان سے محبت کرتا ہوں جو ندیوں کو صحرا۔ ملبوں کو کوہستان۔ صحرا کی گرد کو درخشندگی اور بجھتی شمعوں کو تابندگی بخش دینے کا فن جانتے ہیں۔

اورخان تیرے جیسے جوان ہی اندھی شب کے تنہا راہی کی طرح مسافر آنکھیں لئے دھرتی کے امین بن کر رد جفا رد بلا بنتے ہیں۔ دیکھ اورخان یہ منگول ہمارے تمام لئے شہر مقبروں میں بدل رہے ہیں۔ جوان بستیاں کھنڈر کرتے جا رہے ہیں۔ آباد راستے سنسان ہماری تمناؤں کے آنگن کے درخشاں چہرے کو لہو لہو کرتے جا رہے ہیں۔

سلطان علاؤ الدین نے ان کے آگے بھاگ کر ان منگولوں کو اور زیادہ ہیبت جلال کی تصویر بنا دیا ہے۔ جس کی بناء پر وہ خطا کار۔ بے تقصیر سب کے کاتب بن کر آگ۔ خون۔ خاک اور لہو کا کھیل کھیل رہے ہیں۔ دیکھ اورخان۔ میں میرے ساتھی دائم مسافت میں رہنے والے سرابی تصور مٹانے والے ہر ساحل نشان کو عیاں کرنے والے لوگ ہیں۔ میرا گروہ روز بننے مٹنے والے جیالوں کی ہے اور ہم نے تہیہ کر رکھا ہے کہ ہم منگولوں کے باب ساعت پر نغمہ آشوب دستک دیں گے۔ اور ان کی امیدوں کے جھروکے میں خوابوں کے کھوٹے سکے رہیں گے۔

یہاں تک کہنے کے بعد وہ نقاب پوش اب خاموش ہوا تو اورخان بڑی ار مندی بڑی عقیدت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا دیکھ میری ملت کا درد قوم کی ہمدردی رکھنے والے اگر ہمیں کبھی تیری ضرورت پڑے تو میں کہاں پکاروں۔ اس پر وہ نقاب پوش بولا اور کہنے لگا۔ دیکھ اورخان تمہیں مجھے پکارنے یا دینے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے گی۔ اب جبکہ تو سلطان علاؤ الدین کے بغاوت کرنے کے بعد منگولوں کے خلاف سینہ سپر ہو چکا ہے تو دیکھنا میں سائے کی تیرے ساتھ رہوں گا۔ اور ضرورت کے ہر موقع پر تیرے شانے سے شانہ ملا کر گا۔ اورخان پھر بولا اور کہنے لگا۔

دیکھ میری ملت کے محسن۔ جب مجھے تمہیں مخاطب کرنا ہو تو میں تمہیں سے پکارا کروں۔ اس پر وہ نقاب پوش پھر بولا اور کہنے لگا۔ دیکھ اورخان نامون رکھا ہے اگر تو مجھے کسی نام سے پکارنے کی ضد کرتا ہے تو مجھے آئندہ پاسبان پکار لیا کر۔ اس لئے کہ مجھے اور میرے گروہ والوں کو یہی نام زیب دیتا ہے اورخان خوش ہوتے ہوئے کہنے لگا۔ دیکھ میرے عزیز میرے بھائی میرے محسن مربی۔ آئندہ سے میں تجھے پاسبان کہہ کر ہی مخاطب کروں گا۔

اورخان کے خاموش ہونے پر وہ پاسبان پھر بولا اور اورخان کو مخاطب کر لگا۔ اورخان میں خوش ہوں کہ تو نے اپنے لشکر کے ساتھ نیشا پور کے نواح میں سردار جائیسی کو بدترین شکست دی ہے۔ اور اس فتح مندی کے نتیجے میں تم کافی ہتھیار اور خوراک کے ذخائر لگے ہیں۔ پر میں تیرے لئے ایک ایسی خبر رکھتا ہوں جو نیشا پور کے لئے خطرہ پیدا کر سکتی ہے اس پر اورخان نے فکر مندی سے پاسبان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ میرے بھائی۔ میرے عزیز کیسی خبر۔ اس پر وہ پاسبان تھوڑی دیر تک رک کر کچھ سوچتا رہا۔ پھر کہنے لگا۔

جہاں تک میرے آدمیوں کی اطلاع ہے تو اس کے مطابق چنگیز خان ہر صورت میں نیشا پور شہر پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ اس سے پہلے کئی ایک لشکر نیشا پور کی طرف آئے لیکن معاملہ صلح تک ہی ختم ہو گیا لیکن اب چنگیز خان نے اپنے داماد تنجار کو ایک بہت بڑا لشکر دے کر نیشا پور کی طرف روانہ کیا ہے تاکہ نیشا پور کو فتح کر کے وہاں کی آبادی کو تہہ تیغ کر دے۔ دیکھ اورخان اگر میں اور تم شانے سے شانہ ملا کر دونوں اپنے لشکروں کے ساتھ نیشا پور والوں کی مدد کریں تو مجھے یقین ہے کہ ہم چنگیز خان کے داماد تنجار کو نیشا پور سے بھاگ جانے پر مجبور کر سکتے ہیں۔ اس پر اورخان بولا اور کہنے لگا۔

دیکھ میرے عزیز اور محترم بھائی۔ میں ہر معاملے میں تیرے ساتھ ہوں۔ پر یہ تنجار کب تک نیشا پور پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے گا اس پر پاسبان بولا اور کہنے لگا۔ میرے آدمیوں کی اطلاع کے مطابق دو چار روز کے بعد تنجار نیشا پور کے سامنے نمودار ہو گا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کی آمد سے پہلے ہی نیشا پور پہنچ کر شہر کے نواح میں گھات لگا کر بیٹھ جائیں اور جب تنجار شہر پر حملہ آور ہو تو اس پر حملہ آور ہو کر یا تو اس کا خاتمہ کر دیں یا اسے نیشا پور سے بھاگ جانے پر مجبور کر دیں۔ نیشا پور پہنچ کر ہم نیشا پور کے حاکم سے رابطہ قائم کریں گے اور اسے اطلاع دیں گے کہ جب چنگیز خان کا داماد تنجار شہر پر حملہ آور ہو تو شہر سے باہر نکل کر اس کا مقابلہ کرے جب وہ ایسا کرے گا تو دائیں بائیں سے ہم دونوں بھی حملہ آور ہو کر منگولوں کے سارے ارادوں ان کے سارے عزائم کو خاک میں ملا کر رکھ دیں گے۔ اس پر اورخان بولا اور کہنے لگا۔

دیکھ میرے پاسبان بھائی۔ اگر دو چار روز تک تنجار نیشا پور پہنچنے والا ہے تو میرے خیال میں ہمیں ابھی اور اسی وقت نیشا پور کی طرف پہنچ کر اپنے لئے گھات

میں بیٹھنے کا انتظام کرلینا چاہئے۔ اس پر پاسبان بولا اور کہنے لگا۔ تمہارا انداز
ہے۔ جو کچھ تمہیں اس پڑاؤ سے حاصل ہوا ہے اسے سمیٹو اور یہاں سے کوچ
اور ہاں اورخان میں ایک اور بات بھی تجھ پر واضح کروں

اور وہ یہ کہ یہ منگول سردار جائیسی جس کو تم نے شکست دے کر مار
یہ چنگیز خان کے بہترین سپہ سالار سوبدائی اور جبی نویان کے ہراول لشکر کا
ہے یہ سارے دراصل سلطان علاؤ الدین کے تعاقب میں نکلے ہوئے ہیں۔ جائیسی
پور آیا وہاں سے اس نے بہت کچھ حاصل کیا جب یہ وہاں سے نکلا تو اس کے
پیچھے سوبدائی اور جبی نویان بھی اپنے لشکر کے ساتھ نیشا پور پہونچ گئے تھے۔
جانو کہ ہم دونوں کی خوش قسمتی کہ سوبدائی اور جبی نویان جس شاہراہ پر ہم کھڑے
اس طرف آنے کے بجائے بائیں طرف سے ہوتی ہوئی ایک شاہراہ پر سلطان
الدین کی تلاش میں نکل گئے ہیں۔ اب اگر ہم نیشا پور کی طرف جاتے ہیں
سوبدائی اور جبی نویان سے کوئی خطرہ نہیں۔ یہاں تک کہنے کے بعد وہ پاسبان
خاموش ہوا تو اورخان بولا اور کہنے لگا۔

دیکھ میرے پاسبان بھائی۔ اس موقع پر میں بھی تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں
نے بڑے غور بڑی محبت۔ چاہت میں اورخان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ کہو
چاہتے ہو۔ جواب میں اورخان بولا اور کہنے لگا۔

دیکھ میرے بھائی۔ منگول سردار جائیسی کو شکست دینے اور اس کے پڑاؤ
کرنے کے بعد جو کچھ مجھے حاصل ہوا ہے یہ میرے اور تیرے لشکریوں کے
آدھا آدھا تقسیم ہو گا۔ اب جبکہ ہم دونوں بھائی مل کر ملت کی پاسبانی کے لئے
حرمت کی خاطر اپنی امت مسلمہ اپنی ملت اسلامیہ اپنی مسلم قوم کی خدمت
شانہ سے شانہ ملا کر چلنے کا عہد کر چکے ہیں تو جو کچھ میں اور تم حاصل کیا کریں
ہمارے درمیان آدھا آدھا تقسیم ہوا کرے گا۔ اس سے ہم دونوں کے درمیان
اخوت کا رشتہ بڑھے گا وہاں ہم دونوں کی مالی حالت بھی استحکام پکڑے گی
پاسبان بولا اور کہنے لگا۔ اورخان میں تمہاری فراخدلی اور اس زندہ دلی کی
ہوں۔ دیکھ جس طرح تو خانہ بدوش ہو کر منگولوں کے خلاف نکلا ہے میں

نہیں ہو۔ میں جانتا ہوں کہ تیرا ابھی کوئی ٹھکانہ مستقر نہیں۔ جب کہ میں
بدوش نہیں ہو۔ میں جانتا ہوں
دریائے جیحوں کے کنارے ایک مضبوط بہترین مستقر بنا چکا ہوں۔ اور اگر منگول میرا
بھی کریں تو میں اپنے مستقر میں داخل ہو کر اپنے ساتھیوں کو محفوظ کر سکتا ہوں
مستقر میں اگر منگول داخل بھی ہو جائیں تو ان کی مجال نہیں کہ وہ مجھے تلاش کر
اور مجھ پر حملہ کر سکیں یا حملہ آور ہو کر میرے ساتھیوں پر ضرب لگا کر ہمیں کوئی
ان پہونچا سکیں۔ لہٰذا میں تمہیں پیشکش کرتا ہوں کہ جو کچھ تمہیں ملا ہے یہ سب
تم ہی رکھو۔ اس پر اورخان بولا اور کہنے گا۔
نہیں میرے بھائی۔ میرے عزیز۔ میں اکیلا سب چیزوں کو شاید ہضم ہی نہ کر
اس میں تم آدھے حصہ دار ہو۔ اگر تم دریائے جیحوں کے کنارے اپنا مستقر بنا
ہو تو میرے سے زیادہ ضرورت مند ہو۔ میں خانہ بدوش ہوں میری ضروریات بہت
ہیں
تم لوگوں کے بال بچے بیویاں بھی ہوں گی لہٰذا تمہاری ضروریات زیادہ ہیں۔ اس
پاسبان بولا اور کہنے لگا ٹھیک ہے اورخان اگر تم مجبور کرتے ہو تو آدھا قبول کرتا
ہے۔ اس نقاب پوش کا جواب سن کر اورخان خوش ہو گیا تھا پھر وہ دوبارہ بولا اور کہنے

دیکھ میرے بھائی آج کے بعد تمہیں پاسبانوں کا سالار کہہ کر مخاطب کروں گا جبکہ
تمہارے ساتھیوں کو میں صرف پاسبان کہوں گا۔ اب آؤ میرے ساتھ تاکہ جو کچھ
حاصل ہوا ہے اس کا آدھا آدھا تقسیم کریں۔ اس پر پاسبان کا سالار حرکت میں آیا
اپنے گھوڑے کی زین کے ساتھ اٹکی ہوئی ایک جھنڈی اس نے فضا میں بلند کرتے
ہوئے لہرائی۔ جھنڈی کا فضا میں بلند ہونا تھا کہ اس کے لشکر کے سوار شمالی کوہستانی
سلسلے کے ٹیلوں کے پیچھے سے نمودار ہوئے اور اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے
اپنے سالار اور اورخان کے گرد جمع ہو گئے تھے۔ اس موقع پر پاسبانوں کا سالار اپنے
ساتھیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔
دیکھ اورخان یہ میرے سارے پاسبان وہ ساتھی ہیں جو منگولوں کے خلاف میرا
ساتھ دینے کے لئے میرے ساتھ موت پر بیعت کر چکے ہیں۔ انہوں نے اپنی جانوں کو

منگولوں کے خلاف وقف کر رکھا ہے۔ تمہیں یہ تمہارے ساتھیوں اور تمہارے ا کو بھی پہچاننے لگیں گے۔ اورخان آگے بڑھا اور پاسبانوں کے سردار کا ہاتھ پ ہوئے کہا آؤ میرے ساتھ جو کچھ ملا ہے اس کی تقسیم کریں۔ پاسبانوں کا سالار چاپ اورخان کے ساتھ ہو لیا تھا۔

جو کچھ وہاں سے حاصل ہوا تھا اور خان اور پاسبانوں کے سالار نے آدھا آپس میں تقسیم کر لیا پھر دونوں اپنے لشکروں کو لے کر نیشا پور کی طرف روانہ ہو نیشا پور کے والی عمر کاخی کے ساتھ انہوں نے رابطہ قائم کیا۔ اورخان اور پاسبا سالار نیشا پور شہر کے دائیں بائیں اپنے لئے گھات بنا کر اپنے اپنے لشکروں کو۔ بیٹھ گئے تھے۔

اب تک باشندگان نیشا پور منگولوں کی دست برد سے بچے رہے تھے اس ل وہ ہر موقعہ پر گفت و شنید کر کے منگولوں سے صلح صفائی کر لیتے تھے لہٰذا منگولوں پر حملہ آور ہونے کا کوئی مناسب موقعہ ہاتھ نہ آ رہا تھا۔ چنگیز خان ہر صورت نی پور پر قبضہ کرنے اور اسے تباہ و برباد کرنے اور وہاں کے لوگوں کا قتل عام کرنے ہوا تھا لہٰذا ایک جرار لشکر اس نے اپنے داماد **تفجلو** کو دے کر روانہ کیا تاکہ پور پر حملہ آور ہو اور شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دے۔

چنگیز خان کا حکم پاتے ہی اس کا داماد **تفجلو** لشکر کو لے کر نیشا پور کی طرف ہوا۔ نیشا پور آ کر اس نے شہر سے باہر اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا اب صورت یہ تھی کہ جس جگہ چنگیز خان کے داماد **تفجلو** نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا کے دائیں طرف اورخان اپنے لشکر کے ساتھ گھات میں تھا۔ بائیں طرف پاسبا سالار گھات لگائے بیٹھا ہوا تھا اور سامنے کی طرف سے اب نیشا پور کا حاکم ع بھی لڑنے مرنے پر تیار تھا۔

گو عمر قاخی بنیادی اور اساسی طور پر ایک سپاہی نہیں ادیب تھا لیکن دانش فہیم اور صاحب عقل انسان تھا۔ اورخان اور پاسبانوں کے سالار کے رابطہ قائ کے بعد عمر قاخی منگولوں کے خلاف برسرپیکار ہونے پر آمادہ ہو گیا تھا۔ اور تا آمد سے پہلے ہی اس نے نیشا پور کی فصیل کے برج مضبوط کر لئے تھے جگہ

حفاظتی دستے بٹھا دیئے تھے اور بری سے بری صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے نے اپنے آپ کو تیار کر لیا تھا۔

شہر کے باہر پڑاؤ کرنے کے بعد چنگیز خان کے داماد **تفجلو** نے شہر پر ہلکے پھلکے حملے نے شروع کر دیئے تھے۔ نیشا پور شہر کا حاکم عمر قاخی بڑی دلیری بڑی کامیابی سے ان کو روکتا رہا۔ کیونکہ ابھی تک چھوٹی موٹی جھڑپیں جاری تھیں لہٰذا اورخان اور نوں کے سالار نے جنگ میں حصہ نہ لیا تھا یہ چھوٹی موٹی جھڑپیں اور ٹکراؤ تین تک جاری رہا اس دوران شاید چنگیز خان کے داماد تجفار نے اہل شہر کی عسکری دفاعی قوت کا اندازہ لگا لیا تھا اور اب وہ شہر پر ایک ساتھ ہلہ بولنے کا عزم کر چکا تیسرے دن **تفجلو** اپنے پورے لشکر کو حرکت میں لایا اور نیشا پور پر اس نے عام کر دیا تھا۔

وحشی منگول شہر کی فصیل پر رسوں کی سیڑھیاں پھینکتے ہوئے تیروں کی بارش نے کے ساتھ ساتھ شہر پر حملہ آور ہونے اور رسوں کی سیڑھیوں کے ذریعے فصیل چڑھنے کی کوشش کرنے لگے تھے انہوں نے شہر پر اندھیری تعبیروں۔ اپنی ذات کے م زار افلاس کی گندی خواہشات۔ تاریکیوں اور وفور جذبات میں پھیلے ہوئے کالے ان حروف کی طرح نیشا پور شہر کی فصیل پر چھا جانے کی بھرپور کوشش کی۔

نیشا پور شہر کے حاکم عمر قاخی نے بہترین دانشمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے منگولوں شہر کی فصیل پر چڑھنے سے روکا۔ اسی دوران دائیں جانب سے اورخان اپنے لشکر ے ساتھ کسی حروف شناس کے جذبہ تسخیر۔ عالم تغیر کی وضاحت جاں۔ کرب جسم و ن ایک ایک پل کے دکھ میں جگمگاتے لمحوں کی طرح منگولوں پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

اورخان کا منگولوں پر حملہ آور ہونا تھا کہ بائیں طرف سے پاسبانوں کا سپہ سالار ل ذہن کے خشک چہرے پر جھکتے آوارہ ابر۔ سیر صحرا الیستادہ کسی برگد پر چھا جانے لے بیتزار جھکڑوں اور عماموں کے سارے پیچ کھولتے بے زنجیر خونی طوفانوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

اس دو طرفہ حملے سے اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے لمحوں کے اندر منگولوں کی حالت شکایت زخم جاں۔ متاع غم بیکراں۔ درد جنس گراں اور شعور اور

لاشعور کے درمیان سکتے اور وجود پانے کے منتظر جیسی کر کے رکھ دی تھی۔

نیشا پور شہر کے باہر تھوڑی دیر تک ہولناک جنگ ہوتی رہی۔ منگول جو
شروع میں بڑھ چڑھ کر حملہ آور ہو رہے تھے اب ان کے سارے ولولے ا
جذبے ماند پڑتے جا رہے تھے۔ اس لئے کہ ان کے سامنے کی طرف سے نیشاپ
حکمران عمر قاضی دفاع کا مضبوط بند باندھے ہوئے تھا۔ جبکہ دائیں بائیں
اور پاسبانوں کا سپہ سالار آندھی اور طوفان کی طرح منگولوں کو جھاڑنے اور بڑی
سے ان کی تعداد کم کرنے کا عمل شروع کر چکے تھے۔

تھوڑی دیر تک کی مزید جنگ کے بعد منگولوں کے لشکر کا ایک بہت بڑا حصہ
میں کام آگیا۔ اس موقعہ پر اورخان نے اپنے محافظ دستوں کے ساتھ کچھ ا
تیزی کے ساتھ منگولوں پر یلغار کی تھی کہ یلغار کے دوران چنگیز خان کا دا
منگولوں کے لشکر کا سالار تفجاو مارا گیا۔ تفجاو کے مرتے ہی منگول سر پر پاؤں
بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ اس طرح نیشا پور کے باہر منگولوں کو بد ترین شکست
کرنا پڑا۔ اور اورخان اور پاسبانوں کا سالار منگولوں کو شکست دے کر نیشا
حفاظت کرنے میں کامیاب رہے تھے۔

شکست کھا کر بھاگتے ہوئے منگولوں کا اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار
دور تک تعاقب کیا پھر وہ واپس نیشا پور کے نواح میں لوٹ آئے تھے۔ منگول
جس قدر وہاں سامان تھا وہ تین حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ ایک حصہ نیشا پور
عمر قاضی کے حوالے کیا باقی دو حصے پاسبانوں کے سپہ سالار اور اورخان نے آ
بانٹ لئے تھے۔ پھر پاسبانوں کا سپہ سالار اپنی کسی نا معلوم منزل کی طرف چلا گیا
اورخان نیشا پور کے اس نواحی سلسلے کی طرف بڑھا تھا جہاں پر اس کا پڑاؤ تھا
ماندہ لشکر وہاں قیام کئے ہوئے تھا۔

○

اورخان اپنے لشکر کے ساتھ منگولوں سے حاصل ہونے والے سامان
پھندا نیشا پور کے کوہستانی سلسلے کے قریب پہونچا ہی تھا کہ پشت کی طرف

اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا آیا اور اورخان کے قریب آکر رکا اسے دیکھتے
ے اورخان۔ غیاث الدین اور قبیل خان تینوں نے اپنے گھوڑوں کو روک لیا۔
ر نزدیک آیا۔ اورخان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ اے امیر میں آپ کے لئے ایک
زین خبر رکھتا ہوں۔ ان الفاظ پر اورخان۔ غیاث الدین اور قبیل خان تینوں کے
ے تق ہو گئے تھے۔ پھر وہ آنے والا سوار بولا اور کہنے لگا۔

ب اس کوہستانی سلسلے میں داخل ہونے کا کوئی فائدہ نہیں۔ آپ جب اپنے لشکر
ے ساتھ منگولوں کے سردار جائیسی کے تعاقب کے لئے نکلے تھے تو اس طرف سے
ولوں کے سپہ سالار سوبدائی اور جبی نویان گزرے تھے ان کے مخبروں نے کہیں
لاع کر دی کہ مسلمانوں کا ایک لشکر یہاں کوہستانی سلسلے کے اندر پڑاؤ کئے ہوئے
ے۔ سوبدائی اس لشکر سے تعارض نہیں کرنا چاہتا تھا۔ لیکن جبی نویان بضد تھا کہ اس
ر پر حملہ آور ہونا چاہئے۔ سوبدائی نے اسے بہت سمجھایا کہ ہمارا اصل مقصد سلطان
ؤ الدین کا تعاقب کرنا ہے ہمیں چھوٹے موٹے لشکروں سے ٹکرانے کا کوئی فائدہ
ں۔ لیکن جبی نویان نہیں مانا۔ سوبدائی اپنے لشکر کے ساتھ کوہستانی سلسلے سے باہر
ا رہا لیکن جبی نویان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ کوہستانی سلسلے میں داخل ہوا اور
ارے پڑاؤ پر اس نے حملہ کر دیا۔ جبی نویان کا جو لشکر تھا وہ ہمارے پڑاؤ میں جس
ر مسلح جوان تھے ان سے ساٹھ سے ستر گنا زیادہ ہو گا لہٰذا ہمارے جوان اس شاہراہ
بھاگ کھڑے ہوئے جو نیشا پور سے مرو شہر کی طرف جاتی ہے۔

جبی نویان نے کچھ دور تک ہمارے لشکر کے حصے کا تعاقب کیا جب اسے یہ
حساس ہو گیا کہ اس نے لشکر کا تعاقب کرتے ہوئے اور ان کا قتل عام کر کے ان کی
عداد کافی کم کر دی ہے تو وہ لوٹ آیا اور سوبدائی سے آن ملا پھر وہ دونوں آگے بڑھ کر
سلطان علاؤ الدین کی تلاش میں نکل گئے۔

ہمارے بچے کھچے لشکر کا حصہ جن میں آپ کا ماموں زاد بھائی طفول خان بھی
تھا مرو شہر کی طرف بھاگ گئے۔ مرو شہر چونکہ منگولوں کے پے در پے حملوں کی وجہ
ے آدھے کے قریب کھنڈر ہو چکا ہے لہٰذا طفول خان نے ارادہ کیا کہ وہ انہی
کھنڈرات میں جا کے پناہ لے لے گا۔

لیکن طفرل خان کی بد قسمتی جونہی وہ مرو شہر کے کھنڈرات میں داخل ہوا ا منگول سردار کہ نام جس کا قراچہ خان ہے وہ ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ ادھر گزرا۔ اسے جب خبر ہوئی کہ کچھ مسلمان بھگوڑے مرو شہر میں داخل ہوئے ہیں ا مرو شہر پر حملہ آور ہو گیا۔ کہتے ہیں یہاں ہمارے بچے کھچے لشکر کا قراچہ نے صفا دیا تاہم آپ کے ماموں زاد بھائی طفرل کا کچھ پتہ نہیں چلا کہ وہ کدھر گیا۔ کچھ ل کا خیال ہے کہ وہ مارا گیا ہے۔ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ مرو شہر کے کھنڈرات تہہ خانوں میں چھپ کر اپنی جان بچانے میں کامیاب ہو چکا ہے۔ امیر! یہی ہے وہ بری خبر جو میں آپ سے کہنے کے لئے مرو شہر کی طرف سے حاضر ہوا ہوں۔

یہ خبر سنتے ہوئے اورخان بیچارہ پریشان ہو گیا تھا۔ غیاث الدین اور قبیل خان چہروں پر بھی ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔ پھر اورخان۔ غیاث الدین اور قبیل خا مخاطب کر کے کہنے لگا۔ میرے بھائیو اب مجھے اپنے لشکر کو لے کر مرو شہر کا رخ گا تاکہ اگر وہاں منگول ہیں تو ان کا صفایا کر دیا جائے اور ساتھ ہی میں اپنے ماموں طفرل خان کو بھی تلاش کر سکوں۔ اس کے لئے میری تجویز یہ ہے کہ جہاں کوہستانی سلسلے کے اندر ہمارے لشکر نے پڑاؤ کیا تھا وہاں کافی غاریں ہیں۔ جو ہمارے پاس سامان ہے اسے ان غاروں میں محفوظ کر دیتے ہیں اور ان کی کریں اور خود ہم مرو کی طرف کوچ کریں۔ غیاث الدین اور قبیل خان دونو اورخان کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔

اس کے بعد وہ بڑی تیزی سے لشکر اور سامان کو لے کر کوہستانی سلسلے ہوئے۔ کوہستانی سلسلے کی غاروں کے اندر سارا سامان محفوظ کر دیا گیا اور سلسلے کے اوپر چند دستے حفاظت کے لئے گھات میں بٹھا دیئے گئے۔ اس اورخان۔ غیاث الدین اور قبیل خان لشکر کو لے کر مرو شہر کی طرف کوچ کر گئے۔

O

چنگیز خان کو جب نیشاپور شہر کے باہر ہونے والی جنگ میں اپنے داماد کے مارے جانے کی اطلاع ملی تو وہ بے حد برہم اور پیچ پا ہوا۔ اس نے فوراً قاصد اپنے بیٹے تولائی کی طرف بھجوائے اور اسے حکم دیا کہ نیشاپور شہر پر حملہ آور ہو کر شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دے اس لئے کہ نیشاپور شہر کے باہر تفجاو مارا گیا ہے۔

تفجاو کے مارے جانے کی اطلاع جب تولائی کو ہوئی تو اپنے بہنوئی کی موت کی خبر ملتے ہی اس نے پختہ ارادہ کر لیا کہ اہل نیشاپور کو اس دست درازی کا مزہ ضرور چکھائے گا۔ چنانچہ وہ موسم بہار میں ایک بھاری لشکر لے کر فتح نیشاپور کے ارادے سے روانہ ہوا۔

چونکہ شہر کے اردگرد منجنیقوں میں استعمال ہونے والے پتھروں کی کمی تھی اس لئے جب وہ نیشاپور سے تین منزل کی دوری پر تھا تو احتیاطاً" فوج کو حکم دیا کہ چھکڑوں اور گاڑیوں میں زیادہ سے زیادہ پتھروں کی مقدار بھر لی جائے جب اپنے لشکر کے ساتھ یہ نیشاپور شہر کے قریب پہونچا تو حکم دیا کہ دو سو منجنیقوں اور تین ہزار تیر چرخ شہر کے چاروں طرف مناسب مقامات پر نصب کر دیئے جائیں۔

نیشاپور کے لوگوں نے جب ہلاکت اور تباہی کا یہ مہیب ساز و سامان دیکھا تو ان کے اوسان خطا ہو گئے۔ شہر کا حاکم عمر قاضی پہلے تولائی کا مقابلہ کرنے کا ارادہ کر چکا تھا۔ لیکن جب اس نے منجنیقوں اور تیر پھینکنے والے چرخ اس قدر شہر سے باہر دیکھے تو وہ ہمت ہار بیٹھا۔ چنانچہ اہل شہر سے مشورہ کرنے کے بعد اس نے نیشاپور کے قاضی رکن الدین علی بن ابراہیم کو تولائی کی طرف روانہ کیا تاکہ صلح کی گفت و شنید کی جائے۔

تولائی نے قاضی رکن الدین اور ان کے ساتھ جانے والی جماعت کے اراکین کی گزارشات پر کوئی توجہ نہ دی بلکہ الٹا وفد کے سارے اراکین کو اپنے پاس روک لیا اور شہر پر حملہ کر دیا۔ اہل شہر یہ صورتحال دیکھتے ہوئے مدافعت پر اتر آئے تھے تین دن تک لگاتار جنگ ہوتی رہی اور اہل شہر بڑی جوانمردی بڑی جرات اور ہمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے منگولوں کے حملوں کو روکتے رہے۔

آخر تین روز بعد دوپہر کے قریب منگولوں نے کئی مقامات پر شہر کے اردگرد خندق کو پاٹ دیا اور فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے۔ نیشاپور کے لوگ ایسا

زبردست مقابلہ کر رہے تھے کہ منگول بار بار پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو جاتے تھے پورا دن ایسا ہی سماں رہا۔ منگول بار بار رسوں کی سیڑھیوں کے ذریعے سے فصیل چڑھنے کی کوشش کرتے اور ہر بار اہل شہر کا حفاظتی لشکر منگولوں پر حملہ آور ہو انہیں پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیتا تھا۔ آخر یہ آنک جھانک کا سلسلہ شام تک جاری

جب رات چھا گئی تو منگولوں نے اپنے لشکر کو شہر کے چاروں طرف سے ہ کر ایک طرف جمع کر لیا اہل شہران کے دھوکے میں آ گئے اور یہ سمجھے کہ منگو لشکر کو سمیٹ رہے ہیں۔ شاید وہ فتح حاصل نہ ہونے کی وجہ سے یہاں سے کو جائیں گے منگولوں نے اس سے فائدہ اٹھایا اور چند دستے خفیہ طور پر دوسری بجھوائے جو رات کے اندھیرے سے فائدہ اٹھا کر فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہو اور پھر رات کے پچھلے حصے میں انہوں نے شہر کا ایک دروازہ کھول دیا اس دروا سے ہزاروں منگول شہر میں داخل ہو گئے تھے۔

صبح کو جب اہل شہر نے دیکھا تو انہیں شہر میں ہر طرف منگول ہی منگول آئے۔ ہر چند بچاؤ کی کوئی امید نہ رہی تھی لیکن اہل شہر اسی طرح جوش و خروش مقابلے پر ڈٹ گئے۔ لیکن اس وقت تک شہر کے سارے دروازے کھل چکے تھ منگول بے روک طوفان اور ہر چیز کو بہا لے جانے والے سیلاب کی طرح شہر میں ہونا شروع ہو گئے تھے۔ منگول بھوکے بھیڑیوں کی طرح اہل نیشا پور پر ٹوٹ پڑ جس کی وجہ سے بہت جلد نیشا پور کے دفاعی لشکر ہی نہیں بلکہ عام باشندوں کی مزاحمت اور مدافعت بھی جواب دے گئی تھی شہر کا حاکم عمر کا خی پکڑا گیا اسے قتل گیا۔

اسی دوران چنگیز خان کی طرف سے تولائی کے پاس ایک قاصد آیا اور اس چنگیز خان کی طرف سے تولائی کو نیشا پور کے متعلق احکامات پیش کئے۔ چنگیز خا اس قاصد کے آنے کے بعد تولائی نے تمام اہل شہر کو قتل کر دیا۔ شہر کے اکثر گرا کر چٹیل میدان بنا دیا گیا تھا۔ تولائی نے اپنے باپ چنگیز خان کے حکم کی لفظ تعمیل کی۔ انسان تو انسان رہے کتے اور بلیاں تک بھی مار دی گئیں تھیں۔

اس قتل عام کے موقع پر چنگیز خان کی بیٹی اور تغجاو کی بیوی بھی موجود

زخان کی اس بیٹی نے بھی اپنی آتش انتقام بجھانے کے لئے نہ صرف یہ کہ قتل عام بھیانک منظر سے تسکین حاصل کی بلکہ سینکڑوں بے گناہوں کو اپنے ہاتھ سے قتل ا۔

جب یہ ساری ظالمانہ کاروائی مکمل ہو چکی تو ایک مغل سردار کو فوج کا ایک دستہ ے کر یہ ہدایت کی گئی کہ وہ نیشا پور ہی میں قیام کرے تا کہ بعد میں اگر کوئی بھولا کا آدمی وہاں آ نکلے تو اسے بھی ٹھکانے لگایا جا سکے۔ حسب معمول نیشا پور کے تمام نکار اور کاریگر ترکستان بھیج دیئے گئے۔ اہل شہر کی ایک بڑی تعداد تہہ خانوں میں پ گئی تھی۔ اس خیال سے کہ جب منگولوں کا لشکر کوچ کر جائے گا تو باہر نکل یں گے۔ لیکن چونکہ شہر کے اکثر مکانات گرا دیئے گئے تھے لہٰذا لوگ تہہ خانوں میں سسک سسک کر مر گئے تھے۔

تولائی جب نیشا پور کی تباہی اور بربادی سے فارغ ہوا تو اس کے باپ چنگیز خان ے اسے پیغام بجھوایا کہ نیشا پور کے بعد وہ ہرات شہر کا رخ کرے اور اسے فتح رے۔ چنگیز خان کا حکم ملتے ہی تولائی نے اپنے لشکر کو سمیٹا اور بڑی تیز رفتاری سے ں نے ہرات شہر کی طرف پیش قدمی شروع کی۔

ہرات صوبہ خراسان میں مرو اور نیشاپور کے بعد اہم شہر ہے۔ تولائی نے اپنے لکر کے ساتھ شہر کے نواح میں شبرتو نامی ایک وسیع اور کھلے میدان میں آ کر اترا۔ ور ایک قاصد کو اہل شہر کے پاس بھیجا کہ اگر وہ اپنی بھلائی چاہتے ہیں تو مقابلہ کرنے کے بجائے شہر کے دروازے منگولوں پر کھول دیں۔

ہرات شہر کا حاکم امیر الملک شش و پنج میں پڑ گیا تھا کہ منگولوں کا مقابلہ کرے یا ان سے مصالحت کر لے۔ اہل شہر نے جب دیکھا کہ شہر کا حاکم امیر الملک گوں مگوں کی حالت میں ہے تو اس کو انہوں نے معزول کر دیا اور ایک انتہائی شجاع دلیر اور بہادر شخص شمس الدین کو شہر کا حاکم بناتے ہوئے سارا نظم و نسق اس کے سپرد کر دیا۔ نیا حاکم شمس الدین بڑی تیزی سے ہرات شہر کا دفاع کرنے اور منگولوں سے مقابلہ کرنے کی تیاریاں کرنے لگا تھا۔

اسی دوران چنگیز خان کے بیٹے تولائی کی طرف سے ایک قاصد حاکم شہر شمس

الدین کی خدمت میں حاضر ہوا اور تولائی کا یہ پیغام بھجوایا کہ اہل شہر اگر اپنی
عزیز رکھتے ہیں تو منگولوں کے سامنے اپنے ہتھیار ڈال دیں۔ یہ پیغام سن کر ہرات
کے حاکم شمس الدین نے چھاتی تان کر کہا۔

خدا اس دن کو غارت کرے جس دن میں ان وحشیوں کی اطاعت کا جوا
گردن میں ڈالوں۔

اس کے بعد حاکم شہر شمس الدین نے حکم دیا کہ منگولوں کے اس قاصد کو قتل کر
دیا جائے جب تولائی کو اپنے قاصد کے حشر کا علم ہوا تو اس نے حکم دیا کہ شہر کا
کر کے اسے جلد از جلد فتح کرنے کی کوشش کی جائے۔

آخر لڑائی چھڑ گئی۔ منگول حشرات الارض کی طرح شہر پر ٹوٹ پڑے تھے لا
طرف شمس الدین بھی بڑا دلیر۔ بڑا بہادر اور جراتمند تھا۔ وہ اپنے لشکر کے ساتھ
سے باہر نکلا اور اس عزم اور جراتمندی کے ساتھ اس نے منگولوں پر حملہ کیا کہ
ہی دن کی لڑائی میں اس نے سترہ سو منگولوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور اپنے
کو لے کر وہ بحفاظت شہر میں داخل ہو گیا۔

اس طرح سات دن تک جنگ ہوتی رہی اور ہرات کا حاکم شمس الدین نہ
یہ کہ بہترین انداز میں ہرات شہر کا دفاع کرتا رہا بلکہ اس نے ان گنت منگولوں
موت کے گھاٹ بھی اتار دیا تھا۔ آٹھویں دن شمس الدین پھر خم ٹھونک کر شہر
اور منگولوں کے مقابلے آیا۔ ایسی دلیری ایسی جانثاری اور ایسی سرفروشی کے
منگولوں پر حملہ آور ہوا کہ کہتے ہیں کہ چنگیز خان کا بیٹا تولائی بھی اس کی جرات
اور لڑنے کے انداز پر عش عش کر اٹھا اور اسے داد دی لیکن اہل شہر کی بد قسمتی
آٹھویں روز جس وقت شمس الدین نے منگولوں کا قتل عام شروع کر دیا تھا اور
تھا کہ چنگیز خان کے بیٹے تولائی کو بد ترین شکست ہوتی ایک تیر شمس الدین کے لگا
سے شمس الدین میدان جنگ میں دم توڑ گیا۔

شمس الدین کے بعد کوئی ایسا دانشور کوئی ایسا فہیم دلیر اور تجربہ کار جرنیل
جو ہرات شہر کے لشکر کی کمانداری کرتے ہوئے منگولوں کا مقابلہ کرتا۔ اگر کوئی
شخص سامنے آتا تو یقینا" ہرات شہر کے باہر چنگیز خان کے بیٹے تولائی کو بد ترین

ہوتی لیکن شمس الدین کی وفات کے بعد اہل شہر میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ فوج اور
عوام اس لڑائی کو جاری رکھنا چاہتے تھے چونکہ انہوں نے کافی حد تک مغلوں کو دبا
رکھا تھا اور انہیں امید تھی کہ اگر چند روز اور جنگ جاری رہی تو مغلوں کو ہرات شہر
سے باہر بد ترین شکست ہو گی۔ لیکن امراء کا طبقہ مصالحت پر اصرار کر رہا تھا۔
دوسری طرف تولائی بھی چاہتا تھا کہ مصالحت ہو جائے اس لئے کہ گزشتہ آٹھ
دنوں کی جنگ میں اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اگر یہ جنگ مزید جاری رہی تو اس کی
شکست یقینی ہو گی۔ اس نے لڑنے کے جو انداز شمس الدین کے دیکھے تھے اس سے وہ
اس فکر میں پڑ گیا تھا کہ اگر ایسا ہی کوئی اور جرنیل ہرات شہر کے لوگوں کو مل گیا تو پھر
یقینا" تولائی کو شکست ہو گی۔ لہٰذا نویں دن تولائی اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر شہر کی
فصیل کے قریب خندق کے بیرونی کنارے پر آ کھڑا ہوا اور اہل شہر اور لشکریوں کو جو
فصیل پر کھڑے تھے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اہل ہرات۔ کان کھول کر سنو۔ میں چنگیز خان کا بیٹا تولائی ہوں۔ اگر تمہیں اپنی
اور اہل و عیال اور عزیز و اقارب کی جانیں عزیز ہیں تو مقابلے کا خیال ترک کر دو اور
ہر سال جو رقم اس سے پہلے تم اپنی حکومت کو بھیجتے رہے ہو اس کا نصف مجھے پیشگی
ادا کر دو تو میں تمہارے ساتھ صلح کر لوں گا۔

ہر چند اہل ہرات نے سات آٹھ دن تک منگولوں کا زبردست مقابلہ کیا تھا۔
منگول ایسے لوگوں کو معاف نہیں کیا کرتے تھے۔ لیکن تولائی ہرات کے محل وقوع سے
بڑا متاثر ہوا تھا۔ وہ دل سے چاہتا تا کہ اہل شہر اظہار اطاعت پر آمادہ ہو جائیں تو
انہیں معاف کر دیا جائے گا۔

اہل شہر نے بھی محسوس کیا کہ تولائی کسی حد تک مخلص ہے۔ نیز لوگوں کو یہ بھی
معلوم تھا کہ منگولوں سے لڑنا دیوار سے سر پھوڑنے کے مترادف ہے۔ چنانچہ اہل شہر
نے صلاح مشورہ کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ شہر کے قاضی عزیز الدین کو ایک وفد
دے کر تولائی کے پاس بھیجا جائے اور صلح کی گفت و شنید کی جائے۔

صلح کے لئے جانے والا یہ وفد اپنے ساتھ تولائی کے لئے قیمتی تحائف بھی لے گیا
تھا لیکن تولائی نے بڑی عیاری اور دھوکہ دہی سے کام لیا۔ اس لئے کہ جونہی وفد کے

اراکین اس کے پاس پہونچے اس نے ان سب کو قتل کروا دیا۔

وفد کے اراکین چونکہ شہر کے دروازہ کھلوا کر باہر نکلے تھے اس لِ
اراکین کو قتل کروانے کے بعد تولائی اپنے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل
کامیاب ہو گیا۔ اور شہر کے لوگوں کا قتل عام کرنے کا اس نے حکم دے
دس بارہ ہزار انسان مارے جا چکے ہوں گے نہ جانے تولائی کے ذہن میں کہ
کہ اس نے قتل عام روک دینے کا حکم دے دیا اور عام معافی کا اعلان کر دیا

بعد ازاں اس نے ہرات شہر کے باہر چند روز تک قیام کیا اس دوران
ایک شخص ابو بکر مراغی کو شہر کا حاکم مقرر کیا اور اپنے ایک منگول سردار
شہر کا کوتوال مقرر کیا اور یہ سارے انتظام کرنے کے بعد تولائی اپنے لشکر
اپنے باپ چنگیز خان کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

○

اپنے لشکر کے ساتھ اورخان جب مرو شہر کے سامنے آیا تو شاید وہاں سے چند دن
کوچ کرنے والے مغل سردار قراچہ کو بھی اس کی وہاں آمد کی خبر ہو گئی تھی۔ لہٰذا
چہ اپنے لشکر کے ساتھ لوٹا اور اورخان کے لشکر پر اس نے ہولناک طریقے سے
کر دیا تھا۔

یہ حملہ اس وقت ہوا جب سورج مغرب میں غروب ہو رہا تھا۔ دونوں لشکر
کے بھیڑیوں کی طرح ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے تھے۔

منگول سردار قراچہ کا خیال تھا کہ وہ جلد ہی اورخان کے لشکر کو بد ترین شکست
کر اس کا قتل عام کرے گا اس لئے کہ قراچہ کے ساتھ جو لشکر تھا اس کی تعداد
خان کے لشکر سے کہیں زیادہ تھی لیکن اورخان نے جم کر جب قراچہ کا مقابلہ کیا
سرخ سفید اور سیاہ جھنڈیوں کے ذریعے مافوق الفطرت انداز میں اپنے لشکر کو دائیں
بائیں پیچھے آگے بڑھنے کے احکامات جاری کرتا رہا اس سے قراچہ بوکھلا گیا اسی
بوکھلاہٹ میں جب اورخان نے اس پر مزید تیز اور جان لیوا حملے کئے تو مرو شہر کے
کھنڈرات کے باہر منگول سردار قراچہ کو بدترین شکست ہوئی اس وقت تک رات گہری
ہو کر چاروں طرف پر پھیلا چکی تھی۔ اس تاریکی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قراچہ
شکست اٹھا کر بھاگ گیا تھا۔

اس وقت مرو شہر کے کھنڈرات میں کوئی منگول نہیں تھا اس لئے اورخان نے
اپنے لشکر کو غیاث الدین اور قبیل خان کی سرکردگی میں دیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ
وہاں پڑاؤ کئے رکھیں جہاں قراچہ کے ساتھ جنگ ہوئی تھی۔ قراچہ چونکہ اپنے لشکر کی
ہر چیز چھوڑ کر بھاگا تھا لہٰذا غیاث الدین اور قبیل خان دونوں اپنے لشکر کا پڑاؤ کرنے
کے ساتھ قراچہ کے لشکر سے ملنے والی ہر چیز کو سمیٹنے لگے تھے۔ جبکہ اورخان اپنے ایک

محافظ دستے کو لے کر مرو شہر کے کھنڈرات میں داخل ہوا تاکہ وہاں وہ اپ
بھائی طفرل خان کو تلاش کر سکے۔

اورخان اپنے محافظ دستے کے ساتھ کافی دیر تک مرو شہر کے کھنڈرات
رہا لیکن اسے کوئی فرد وہاں دکھائی نہ دیا۔ لگتا تھا شہر کے بچے کھچے لو
مکانوں کے تہہ خانوں میں چھپ گئے تھے۔ لاچار اورخان نے اپنے محاف
ساتھ جگہ جگہ کھنڈرات پر کھڑے ہو کر اذانیں دینا شروع کیں تاکہ تہہ
چھپے ہوئے مسلمان یہ جان کر کہ منگول جا چکے ہیں اور مسلمان شہر کے ا
دے رہے ہیں باہر نکل آئیں لیکن کوئی ایک فرد بھی تہہ خانوں سے باہر نہ
اس لئے کہ ایسا حربہ پہلے منگول استعمال کرتے رہے تھے وہ مسلمانوں
کرنے کے لئے اور انہیں ان کے تہہ خانوں سے نکالنے کے لئے اذانیں
اور مسلمان دھوکے میں آ کر جب تہہ خانوں سے نکلتے تو منگول ان کا قتل ع
تھے۔ لہٰذا اورخان کے محافظ دستے نے جب مرو کے کھنڈرات میں اذانیں
ان اذانوں کے جواب میں باہر نہ نکلا۔

تاہم اورخان اپنے ماموں زاد بھائی طفرل خان کو مرو کے کھنڈرات
کرتا رہا۔ اس کی بد قسمتی کہ منگول سردار قراچہ مرو شہر سے باہر شکست
بعد نواحی کوہستانی سلسلوں کی طرف گیا وہاں پہلے سے دو منگول سردار ج
تربائی اور آق ملک تھے ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ قیام کئے ہوئے تھے
ان دونوں سے اورخان کے لشکر کے خلاف مدد طلب کی۔ جس پر وہ دونوں
تیار ہو گئے۔ اب قراچہ تربائی اور آق ملک کو اپنے ساتھ ملانے کے بعد
سے اورخان کے لشکر کی طرف بڑھا تھا۔ قراچہ اور آق ملک دونوں نے ا
لشکروں کے ساتھ مرو شہر سے باہر اورخان کے لشکر پر حملہ کر دیا تھا۔ غیاث
اورخان کا بھائی قبیل خان دونوں مل کر اپنا دفاع کرنے لگے تھے جبکہ تیرا منگ
اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ مرو شہر کے کھنڈرات مین داخل ہوا اور او
محافظ دستے پر اس نے حملہ کر دیا تھا۔ آن کی آن میں منگل سردرا تربائی
کے محافظ دستے کا صفایا کر دیا اورخان بے چارہ اپنی جان بچانے کے لئے

کھنڈرات میں ادھر ادھر چھپتا پھرنے لگا تھا۔
منگولوں سے بچنے کے لئے اورخان مرو کے کھنڈرات میں رات کی تاریکی میں
ادھر ادھر مارا مارا پھر رہا تھا یہاں تک کہ ایک گری ہوئی عمارت کے اس حصے میں آ
کر اس نے پناہ لی جہاں دو دیواریں جو آپس میں ملتی تھیں اور ایک کونے کی صورت
میں کھڑی تھیں۔ اورخان نے اپنے بائیں ہاتھ میں ڈھال لے کر اپنے سامنے رکھی تھی
تاکہ رات کی تاریکی میں اسے دیکھ کر کوئی تیر چلائے تو وہ محفوظ رہے۔ اپنی تلوار بھی
اچانک حملہ کرنے اور دشمن کے وار کو روکنے کے لئے اس نے سامنے کر رکھی تھی
اس حالت میں اورخان ٹھٹھک کر رہ گیا۔
اس لئے کہ اسے اپنی پشت کی طرف سے برگ زیتوں جیسی شاداب۔ صبح کی
پلکوں پر حق حق پکارتے طائران خوش الحان جیسی ایک جوان اور نو عمر نسوانی آواز سنائی
دی تھی۔ "اورخان آپ اندر آ جائیے۔ باہر آپ کو خطرہ ہے۔"
آواز ایسی خوش کن اور ترو تازہ تھی جیسے نشاط انگیز اور تازہ فضاؤں میں سکھ کی
بجتی بانسریوں کے ساتھ ناشنیدہ اور شنیدہ نغموں کا آہنگ اٹھ کھڑا ہوا ہو۔ جیسے بھادوں
کی تھل تھل بہتی ندیاں گونج اٹھی ہوں۔ آواز ایسی تھی گویا دل کے معبد کا نغمہ۔ یا رات
کے پچھلے پہر میں کسی صومعہ کا نقوس بج اٹھا ہو۔ شب کی تاریکی میں وہ آواز کچھ اس
انداز سے سنائی دی جیسے بے خواب راتوں میں سنہری گھنٹیاں دوری منزل میں لحن
داؤدی اور آہنگ زبور کا سا سماں پیدا کر گئی ہوں۔
وہ آواز سنتے ہی اورخان نے اپنی تلوار پر اپنی گرفت مضبوط کر لی پھر وہ تیزی سے
مڑا اس نے دیکھا کہ اس کی پشت پر ایک تہہ خانے کا دروازہ کھلا تھا اور اس
دروازے پر ایک سایہ کھڑا تھا۔ وہ کوئی نو عمر لڑکی تھی جس نے اورخان کو پکار کر اندر
بلایا تھا۔ اورخان بڑی دھیمی اور رازدارانہ آواز میں بولا اور پوچھنے لگا تم کون ہو میرا
نام کیسے جانتی ہو۔ اس پر لڑکی پھر بولی اور کہنے لگی یہ باہر کھڑے ہو کر سوال کرنے کا
وقت نہیں۔ آپ کو شہر کے بھیڑیئے اور کتوں کی طرح دندناتے ہوئے منگولوں سے
خطرہ ہے۔ وہ آپ کو تلاش کر رہے ہوں گے یاد رکھئے میں آپ کی دشمن نہیں۔
دوست ہوں۔ آپ میرے محسن میرے مربی اور یوں جانیں کہ اس دنیا کے اندر میری

منزل کا آخری نشان ہیں۔ آپ اندر آ جائیں۔ یہاں آپ کو کوئی خطرہ نہیں
رات کی گہری تاریکی میں اورخان کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ
تھی۔ وہ اس آواز کو پہچان گیا تھا وہ آواز حسین و جمیل اور خوبصورت اور
طیان کی آواز تھی۔ اپنی تلوار کے دستے پر اورخان نے گرفت ڈھیلی کر
دروازے کی طرف لپکا اندر داخل ہوا۔ جونہی وہ اندر داخل ہوا دروازے
اس نسوانی سائے نے دروازہ بند کر لیا تھا۔ اس کے بعد وہ سایہ مڑا اور
مخاطب کر کے کہنے لگا۔ آپ میرے ساتھ آئیں۔ اورخان چپ چاپ اس
لیا وہ نسوانی سایہ تھوڑا سا آگے جا کر ایک تہہ خانے میں سیڑھیاں اتر
چار سیڑھیاں نیچے جانے کے بعد وہ نسوانی آواز پھر اورخان کو سنائی دی وہ کہ
آپ تھوڑا نیچے چلے جائیں میں تہہ خانے کا ڈھکن بند کر کے آپ سے آ
اس کے کہنے پر اورخان مزید سیڑھیاں اتر کر رک گیا اور لڑکی کا انتظار کر
جن سیڑھیوں سے اندر داخل ہوئی تھی ان کے اوپر پتھر کا بنا ہوا ڈھکن اس
دیا۔ پھر وہ اورخان کو مخاطب کر کے کہنے لگی آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں۔
اترئے یہ تہہ خانہ آپ ہی کا ہے آپ کی حیثیت ایک معزز اور محترم مہمان
گی۔ اورخان سیڑھی پر ہی کھڑا رہا۔ لڑکی بھی اس کے سامنے اس سے ا
اونچی آن کھڑی ہوئی تھی اورخان اس موقعہ پر تھوڑی دیر اندھیرے میں
رہا۔ پھر وہ پوچھنے لگا۔

دیکھ طیان۔ اگر میں غلطی پر نہیں اور میں نے تمہیں پہچاننے میں خطا
تو مجھ پر یہ احسان مندی کرنے والی تم ہی ہو۔ اس پر وہ لڑکی بولی اور
اورخان آپ کا اندازہ درست ہے میں طیان ہوں اب میں منگول نہیں ہو
ہوں اسلام قبول کر چکی ہوں۔ آپ مجھے اپنی لونڈی تصور کر سکتے ہیں۔

اس پر اورخان کی گردن جھک گئی تھی۔ اور وہ کچھ سوچنے لگا تھا۔ طیا
اور کہنے لگی۔ اورخان اب کیا سوچنے لگے ہیں۔ آپ میرے ساتھ آئیے آ
ہیں۔ اورخان اپنی جگہ پر کھڑا رہا اس کی گردن ابھی تک جھکی ہوئی تھی پر
بڑے پیار۔ بڑے پیار۔ بڑی چاہت میں اس نے اورخان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا

ہوئی وہ کہنے لگی آپ نیچے اتریئے یہاں سیڑھیوں پر کیوں کھڑے ہو گئے ہیں۔
بے چارہ چپ چاپ طیان کے ساتھ ہو لیا تھا۔ طیان اورخان کو لے کر
سے اتری اور تہہ خانے میں داخل ہوئی۔
خانے میں چھوٹی سی ایک شمع جل رہی تھی جس کی روشنی نے تہہ خانے کی
منور کر رکھا تھا۔ جہاں سیڑھیاں ختم ہوتی تھیں وہاں دروازہ تھا جسے طیان نے
یا تھا۔ تہہ خانے میں داخل ہونے کے بعد اس کے اندر جلتی مشعل کی روشنی
بار اورخان نے غور سے طیان کی طرف دیکھا۔
یان اس تہہ خانے میں سحر سامری کی محویت اور تفکرات کے اوطاق میں
اور عجائبات کے ظہور کی طرح کھڑی تھی۔ اورخان نے دیکھا کہ وہ تازہ آرزو'
اور طلسمات کی کہانیوں جیسی خوبصورت' محبت کے ریشم چاہتوں کے غنچہ
اور لالہ سحر جیسی پر کشش' حیا کی کلیوں۔ نور بخش سحر۔ شیرینی کوثر جیسی
اور سحر خیز چاندنی اسرار مخفی سے بھرپور شمع شبستان جسی دکھائی دے رہی
س کا گداز جسم اب پکے ہوئے لسوڑے کی طرح بھرپور ہو گیا تھا۔ جس نے
حسن و جمال میں بے پناہ اضافہ کر دیا تھا۔ تھوڑی دیر تک اس تہہ خانے میں
رہی پھر طیان کسی دختر صحرا اور بہار شمیم کی طرح حرکت میں آئی اور اورخان
ب کر کے پوچھنے لگی۔
پ مرو کے ان تہہ خانوں میں کیسے آ گئے۔ خیریت تو ہے۔ میں یونہی تہہ خانے
نی دروازے کی اوٹ میں باہر دیکھ رہی تھی۔ کھنڈرات میں چاروں طرف پھیلی
میں میں نے آپ کو بھاگتے ہوئے دیکھا تھا۔ بس آپ کے بھاگنے سے میں نے
پہچان لیا کہ آپ اورخان ہیں۔ ورنہ اس تہہ خانے سے میں کیسے اور کیونکر
پہچان سکتی تھی۔ اس پر اورخان بولا اور کہنے لگا
ل مرو شہر کے ان ویرانوں اور کھنڈروں میں کیوں آیا یہ ایک لمبی کہانی ہے پہلے
تم یہاں اس تہہ خانے میں کیسے آئی ہو۔ تم نے اسلام کب قبول کیا۔ یہاں
لنے کے بعد اورخان رکا پھر وہ سامنے تہہ خانے کی دیوار کے ساتھ بیٹھے ایک
کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھنے لگا یہ بوڑھا کون ہے۔ جو تہہ خانے کی اس

دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھا ہے اس پر طیان بولی اور کہنے لگی۔

جس وقت آپ نے مجھے اسماعیلیوں کے ہاتھوں بچایا تھا اس وقت میں پر انکشاف کیا تھا کہ میرا نانا ایک مسلم مبلغ کے ہاتھوں اسلام قبول کر چکا ہوا کہ جس وقت آپ مجھے اپنے گھر سے میرے نانا کے یہاں چھوڑ کر گئے عرصہ بعد میرا نانا فوت ہو گیا میرے نانا کی وفات کے وقت وہ مسلم مبلغ ٹھہرے ہوئے تھے بس وہ ہمیں لے کر ہمارے باپ سوبدائی کے پاس چلے مسلم مبلغ ہمارے ساتھ ہی رہے اور ہمیں اسلام کی تبلیغ کرتے رہے جس کا کہ میں اور میرے بھائی بلداق نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا وہ مسلم مبلغ ہاتھوں میرے نانا نے اسلام قبول کیا اور جس کی تبلیغ کے باعث میں اور بلداق مسلمان ہوئے اس کے ہم پر بے شمار احسانات ہیں۔ اور وہ مسلم مبلغ سامنے دیکھیں وہی بزرگ ہیں جو اس تہہ خانے کی دیوار سے ٹیک لگا کر ان کا نام نظام الدین ہے۔

اورخان تھوڑی دیر تک مسلم مبلغ نظام الدین کی طرف بڑے احترام عقیدت مندی سے دیکھتا رہا۔ پھر وہ آگے بڑھا اس کی طرف دیکھتے ہوئے بھی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ پھر آگے بڑھ کر نظام الدین اورخان سے مصافحہ کرنا اورخان نے نظام الدین کو گلے لگا لیا اور کہنے لگا میرے بزرگ آپ ایک ہیں جو اس قدر تگ و دو کے ساتھ اسلام کی تبلیغ کا کام کرتے ہیں۔ میں آ کے اس کام اور کارکردگی پر مبارکباد دیتا ہوں۔

نظام الدین سے گلے ملتے ہوئے اچانک اورخان چونک سا پڑا اس نے دیکھا کہ جس سمت سے تہہ خانے کے اندر نظام الدین نے اٹھ کر اس کے لئے آیا تھا اسی طرف ایک کونے میں مدہم مدہم روشنی کے اندر ایک فر چٹائی پر کوئی لیٹا ہوا تھا اور اس کے اوپر سفید چادر اس انداز میں دے دی وہ کوئی سویا ہوا نہیں ہے بلکہ لاش پڑی ہے۔ یہ صورتحال دیکھتے ہوئے ا ایک بار بڑے غور اور جستجو سے نظام الدین اور طیان کی طرف دیکھا پھر مخاطب کرتے ہوئے پوچھنے لگا یہ چٹائی پر جو کوئی چت لیٹا ہوا ہے یہ کون ہ

اس سوال پر طیان اور نظام الدین دونوں کی گردنیں جھک گئیں تھیں۔ بلکہ طیان آنکھوں میں آنسو امڈ آئے تھے۔ اور وہ بری طرح ہونٹ کاٹنے لگی تھی لگتا تھا وہ دیر مزید اسی حالت میں کھڑی رہی تو سسک سسک کر رونے لگے گی۔

نظام الدین کی پریشان کن خاموشی اور طیان کی آنکھوں میں بڑی تیزی کے ساتھ تے ہوئے آنسوؤں نے اورخان کو پریشان کر کے رکھ دیا تھا۔ تھوڑی دیر تک اس باری باری دونوں کی طرف جواب طلب نگاہوں سے دیکھا جب ان کی گردنیں رہیں تب اورخان آگے بڑھا۔ چٹائی پر لیٹے ہوئے شخص پر سے اس نے جونہی ہٹائی اورخان دنگ رہ گیا۔ وہ اس کے ماموں زاد بھائی طفول خان کی لاش پڑی ۔ اورخان تہہ خانے کے فرش پر بچھی چٹائی پر کچھ اس انداز میں بیٹھ گیا جیسے کسی ے کا جوان بیٹا مر گیا ہو اور اس کی کمر ٹوٹ کر رہ گئی ہو۔ نیچے جھک کر اس نے ماموں زاد بھائی طفول کی پیشانی پر ایک طویل بوسہ دیا۔ پھر سسکتی روتی اور دوبی ڈوبی ہوئی آواز میں کہہ رہا تھا۔

"طفول میرے بھائی کاش تم منگولوں کے آگے آگے بھاگتے ہوئے مرو شہر کی ب نہیں بلکہ میری طرف آئے ہوتے۔ میرے عزیز بھائی میں جانتا ہوں تم منگولوں ہاتھوں مارے گئے ہو۔ میں اب تجھے کہاں تلاش کروں گا۔ تو اور حرمہ دونوں ہی رے ماموں کی نشانیاں تھے۔ جو دونوں ہی مجھ سے چھن گئی ہیں۔ دیکھ میں تم دونوں دونوں کو کہاں کہاں کس کس سمت تلاش کرتا پھروں گا۔"

یہاں تک کہتے کہتے اورخان کو رک جانا پڑا وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اس نے یکھا کہ اس کے قریب ہی کھڑی طیان بے چاری اونچی آواز میں ہچکیاں اور سسکیاں لے کر رو رہی تھی۔ جب کہ اس کے پہلو میں کھڑے نظام الدین کی آنکھوں سے سو بہہ رہے تھے۔ پھر نظام الدین نے اپنے آپ کو سنبھالا اور اورخان کو مخاطب کر کہنے لگا۔

اورخان میرے بیٹے۔ یہ قدرت کا نظام ہے جس کے آگے کسی کا بس کسی کا کوئی ور نہیں چلتا۔ ہم تو بڑے معمولی لوگ ہیں بڑی بڑی ہستیاں بڑے بڑے پیغمبر اس ت کا شکار ہوئے اور فنا ہو گئے۔ دیکھ اورخان میرے بیٹے۔ موت کا ایک دن معین

ہے جسے نہ کوئی آگے کر سکتا ہے نہ پیچھے۔ بہرحال مجھے تیرے ماموں زاد
کے مرنے کا از حد افسوس ہے۔ یہ بے چارہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بھاگ
میں داخل ہوا تھا میں نے اور طیان نے بھی یہیں قیام کیا ہوا تھا۔ جس تہ
تم اس وقت ہو یہ میرے ذاتی گھر کا تہہ خانہ ہے۔ تمہارے بھائی طفول
ساتھ جس قدر ساتھی تھے انہیں منگولوں نے حملہ آور ہو کر قتل کر دیا
خان بری طرح زخمی تھا۔ طیان تہہ خانے سے باہر آ جا سکتی تھی اس لئے
منگول اسے پہچانتے ہیں کہ یہ سوبدائی کی بیٹی ہے اور اس نے منگولوں
مشہور بھی کر رکھا ہے کہ وہ اپنے منگیتر اونان کے قاتلوں کی تلاش میں جگہ
ماری پھر رہی ہے۔ اس لئے منگول اس سے کوئی تعارض نہیں کرتے۔ ت
بھائی طفول خان میرے مکان سے تھوڑے فاصلے پر زخمی حالت میں کرا
طیان کی نظر اس پر پڑی۔ طیان نے چونکہ تمہارے بھائی طفول خان کو پہلے
تھا لہٰذا یہ اسے پہچان گئی اور بڑی مشکل سے اٹھا کر یہاں تہہ خانے میں
جس وقت طفول خان یہاں آیا زندہ تھا۔ میں نے اپنی طرف سے اس کی تیمار
علاج معالجے میں بڑی کوشش بڑی جدوجہد کی لیکن مجھے افسوس یہ جانبر نہ ہو
روز تک جہاں لیٹا ہے یہیں پڑا رہا۔ اب آج دوپہر کے وقت اس نے دم ت
میں اور طیان سوچ رہے تھے کہ اسے کہاں دفن کر دیں۔ نظام الدین کے
ہونے پر اورخان نے باری باری طیان اور نظام الدین کی طرف دیکھا پھر ا
مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میں تمہارا ممنوں اور شکر گزار ہوں کہ تم میرے بھائی طفول کو اس ت
میں لے آئیں۔ نظام الدین میرے بزرگ۔ میں تمہارا بھی ممنوں ہوں کہ
میرے بھائی کی تیمارداری کی۔ اس سے آگے اورخان کچھ نہ کہہ سکا۔ اس
طیان بے چاری اپنے آنسو پوچھتے ہوئے اپنے آپ کو سنبھالتی ہوئی بڑی تیزی
اور احتجاج آمیز انداز میں اورخان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"خدا کے واسطے میرے احسانات کا ذکر کر کے میرے اور اپنے درمیان
کی دیواریں نہ کھڑی کیجئے۔ کیا میں چند روز آپ کے ہاں نہ رہی تھی۔ کیا

نے مجھے اپنی بیٹی نہ کہا تھا۔ میں نے آپ کا نمک کھایا تھا۔ مجھ سے غلطی ضرور
ہ میں اونان کی وجہ سے آپ پر حملہ آور ہوئی۔ لیکن میں نے آپ کے قدموں
ر رکھ کر اس کی معافی بھی مانگ لی تھی۔ میں نے طفول کے لئے کچھ بھی نہ کیا۔
یں اس کی جان بچا سکتی۔ کاش میں اس کی کوئی مدد کر سکتی"۔ آگے طیان بے
پچھ نہ کہہ سکی۔ اس کی آواز ڈوب گئی اور وہ ہچکیاں اور سسکیاں لے کر بری
رونے لگی تھی۔

ورخان شاید آگے بڑھ کر طیان کو سنبھالتا یا اسے تسلی دیتا پر وہ چونک سا پڑا۔
لئے کہ تہہ خانے سے باہر کوئی بلند اور چلاتی ہوئی آواز میں پکارنے لگا تھا۔
ا اورخان تم کہاں ہو۔ جہاں کہیں بھی ہو باہر آ جاؤ۔ اب باہر سلامتی اور امن
یں تمہارا دوست تمہارا بھائی پاسبانوں کا سپہ سالار بول رہا ہوں۔ یہ آواز سنتے
اورخان چونک سا پڑا۔ اس کے چہرے پر خوش کن مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔
تہہ خانے کا دروازہ کھولنے کے لئے جوں ہی آگے لپکا۔ طیان نے فوراً" اپنے
و سنبھالا۔ بھاگ کر وہ اورخان کے آگے کھڑی ہو گئی اور راہ روکتے ہوئے کہنے
ں آپ کو باہر نہیں جانے دوں گی۔ منگول اس قسم کے حربے کرنے میں بڑے
ا وہ مسلمانوں کا قتل عام کرنے کے لئے مرو شہر کے کھنڈروں میں کھڑے ہو کر
ابھی دیتے رہے ہیں تاکہ تہہ خانوں میں چھپے ہوئے لوگ یہ سمجھیں کہ مسلمان
ہیں اور جو کوئی بھی ان کی اذانوں کی آواز سن کر باہر نکلا منگولوں نے اسے
کے گھاٹ اتار دیا۔ میں سمجھتی ہوں یہ جو آپ کو پکارنے کی سازش ہے یہ بھی
ائی کی طرف سے ہے۔ اس پر اورخان نے اپنے دونوں ہاتھ طیان کے شانوں
ے ہوئے کہا۔

دیکھو طیان میں تیری ہمدردی۔ تیرے تعاون۔ تیرے خلوص کا شکریہ ادا کرتا
اس پر طیان فوراً" اس کی بات کاٹتے ہوئے کہنے لگی۔ اورخان خدا کے لئے بار
ا شکریہ ادا کر کے اجنبیت کا مجھے احساس نہ دلایئے۔ میں آپ پر کون سے
ت کر رہی ہوں جو آپ میرا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ مجھے اب زندگی میں کوئی چیز
ہے تو وہ آپ کی سلامتی ہے اس پر اورخان مسکراتے ہوئے کہنے لگا تم فکرمند نہ

ہو اس پکارنے والے کی آواز کو میں خوب جانتا اور پہچانتا ہوں۔ یہ میرا دور بھائی ہے۔ ہر دکھ ہر غم میں میرا شریک ہے۔ اس کی آواز مجھے دھوکہ نہیں د پھر اورخان نے طیان کو شانوں سے پکڑ کر ایک طرف ہٹایا۔ دروازہ کھول خانے سے باہر آیا۔ اس کے پیچھے طیان اور نظام الدین بھی باہر آ گئے اورخان نے بیرونی درواز کھولا۔ باہر کھڑے ہو کر زور سے پکارا تھا۔ میرے پاسبانوں کے سالار میں اورخان یہاں ہوں۔ تم کہاں ہو۔ یہ آواز فضاؤں میں تھی کہ ایک گھڑ سوار اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا اورخان کی طرف آیا اس پیچھے بے شمار سوار اپنے اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے آئے تھے۔ نظام ا طیان نے دیکھا وہ گھڑ سوار جو آگے آگے تھا وہ اپنے چہرے پر سرخ رنگ ڈالے ہوئے تھا۔ اورخان کے قریب آ کر وہ چھلانگ مارنے کے انداز گھوڑے سے اترا پھر وہ بھاگ کر اورخان سے لپٹ گیا تھا۔ اور غم زدہ اور آواز میں وہ کہہ رہا تھا۔

اورخان میرے بھائی میرے عزیز تم کہاں کھو گئے تھے میں نے ان کھنڈ تمہیں بہت تلاش کیا جگہ جگہ تمہیں آوازیں دیں خداوند قدوس کا شکر ہے ک مل گئے ہو میں بے حد پریشان تھا تمہارے لشکر کی حالت بھی تمہارے بغیر بر تھی۔ دیکھ اس شہر سے باہر اپنے لشکر کو کھڑا کرنے کے بعد جب تم اپنے بھا خان کو تلاش کرنے کے لئے مرو کے کھنڈرات میں داخل ہوئے تو منگول سر اپنے دو اور سرداروں کو ساتھ لے کر تمہارے لشکر پر حملہ آور ہونے کے دوسرے جرنیل تربائی اور آق ملک تھے۔ قراچہ اور آق ملک تو شہر سے باہر لشکر پر حملہ آور ہو گئے تھے جبکہ تربائی اپنے لشکر کے حصے کے ساتھ مرو شہر ہوا۔ اس لئے کہ انہیں خبر ہو گئی تھی کہ تم اپنے محافظ دستے کے ساتھ شہر ہوئے ہو۔ لہذا تربائی اپنے لشکر کے ساتھ تم پر حملہ آور ہوا۔ دیکھ میرے تیری سلامتی سے متعلق بالکل مایوس ہو گیا تھا۔ لیکن خدا کا شکر کہ تم مجھ ہو۔ تمہاری حالت سے میں اندازہ لگا سکتا ہوں کہ شاید منگول سردار تمہارے ساتھیوں کا خاتمہ کر دیا ہے۔ اس پر اورخان اپنی گردن جھکاتے ہو

بے بسی اور لاچارگی میں کہنے لگا۔

میرے بھائی۔ میرے عزیز پاسبان۔ تمہارا اندازہ درست ہے میرے ساتھ چند لے جوان تھے جبکہ تربائی اپنے پورے لشکر کے ساتھ ان کھنڈرات میں مجھ پر حملہ آور ہو گیا تھا۔ یہ جو دو ہستیاں ہیں یوں جانو انہوں نے میری جان بچائی۔ یہ بزرگ جو ن کا نام نظام الدین ہے یہ ایک مسلم مبلغ ہیں یہ جو لڑکی تم دیکھ رہے ہو اس کا ام طیان ہے۔ یہ منگول سردار سوبدائی کی بیٹی ہے۔ بس ایک موقع پر اسماعیلیوں سے س کی جان بچا کر میں نے اس پر احسان کیا تھا۔ تب سے یہ میری ممنون اور شکر گزار ہے یہ مسلم مبلغ اس کے نانا کا جاننے والا ہے اور یہ پہلے اپنے نانا ہی کے یہاں قیام کئے ہوئے تھے اسی مبلغ کے ہاتھوں پر طیان کے نانا نے اسلام قبول کیا گو اس کا نانا اب مر چکا ہے لیکن اسی مسلم مبلغ کے ہاتھوں خود طیان اور اس کے بھائی بلداق نے بھی اسلام قبول کر لیا ہے۔ اب یہ لڑکی منگول نہیں مسلمان ہے۔

اورخان جب خاموش ہوا تو پاسبانوں کا سپہ سالار پھر بولا اور کہنے لگا۔ دیکھ اورخان میرے بھائی مجھے کچھ پہونچنے میں تاخیر ہو گئی ہے جس کے لئے میں معذرت خواہ اور شرمندہ ہوں۔ بہرحال جس وقت میں پہونچا ہوں اس وقت تمہارا بھائی قبیل خان اور تمہارا دوست غیاث الدین بری طرح منگولوں کے خلاف برسرپیکار تھے اور منگول سردار قراچہ اور آق ملک دونوں دائیں بائیں سے ان پر زور دار حملے کرتے ہوئے ان کا خاتمہ کرنے کے درپے تھے۔ کہ عین اس موقع پر میں پہونچا اور پہلے میں نے قراچہ پر ضرب لگائی قراچہ کے لشکر کے آدھے حصے کو میں نے کاٹ کے رکھ دیا۔ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے قراچہ بھاگ کھڑا ہوا۔ اس کے بعد میں اپنے لشکر کے ساتھ آق ملک پر حملہ آور ہوا اس کے لشکر کا بھی ایک خاصہ بڑا حصہ میں نے قتل کر دیا لہٰذا آق ملک بھی اپنے لشکر کے بچے کھچے حصے کو لے کر قراچہ کے پیچھے پیچھے بھاگنے پر مجبور ہو گیا اس کے بعد جب تمہارے لشکریوں نے مجھ پر یہ انکشاف کیا کہ تم مرو کے کھنڈرات میں داخل ہوئے تھے تو میں اپنے لشکر کے ساتھ مرو کے کھنڈرات میں داخل ہوا۔

اس وقت مرو کے کھنڈرات میں منگول سردار تربائی کا لشکر بھوکے درندوں کی

طرح وندنا رہا تھا میں ان پر بھی حملہ آور ہوا۔ ترباٸی کے تقریباً" سارے لشکر نے خاتمہ کر دیا۔ میرے خیال میں ترباٸی اپنے چند محافظوں کے ساتھ بھاگ نکلنے کامیاب ہوا ہو گا۔ اتنا کہنے کے بعد پاسبانوں کا سالار تھوڑی دیر کے لے رکا قدم وہ پیچھے ہٹا اور اپنی گردن جھکاتے ہوئے کہنے لگا دیکھ اورخان پہلے یہ بتا کیا تو بھاٸی طفرل کو تلاش کرنے میں کامیاب رہا ہے اس پر اورخان دکھ سے کہنے لگا۔

دیکھ میرے بھاٸی۔ میرے عزیز۔ طفرل خان مرو شہر کے ان دیولا خوں کھنڈرات میں دھکے کھاتا پھرتا تھا اس طرح منگولوں کے ہاتھوں زخمی تھا کہ اس کی نگاہ اس پر پڑی۔ طیان اسے تہہ خانے میں لے گٸی۔ جہاں زخموں کی تاب نہ طفرل موت سے بغل گیر ہو گیا اس کی لاش اس وقت تہہ خانے کے اندر پڑی ہے۔ یہ خبر سن کر پاسبانوں کے سالار کی گردن مزید جھک گٸی تھی پھر اس نے دے کر اپنے ساتھیوں کو بلایا جب وہ قریب آئے تو وہ اپنے سامنے کھڑے نظام ا کو مخاطب کر کے کہنے لگا میرے بزرگ نظام الدین میرے ان ساتھیوں کی رہنماٸی اور طفرل کی لاش کو باہر لانے کا بندوبست کیجئے۔ اس پر اورخان فورا" تڑپ کر اور کہنے لگا۔

نہیں۔ میرے بھاٸی۔ میرے عزیز۔ اپنے بھاٸی کی لاش کو میں خود ہی باہر لاؤ اس کے ساتھ ہی اورخان تیزی سے مڑا اور واپس تہہ خانے کی طرف چلا گیا پاسبانوں کا سالار طیان اور نظام الدین بھی اس کے پیچھے پیچھے چلے گئے تھے۔ تہہ خا میں چٹاٸی پر پڑی ہوٸی طفرل کی لاش اورخان نے اپنی پیٹھ پر اٹھاٸی اور اسے باہر آیا۔ اس پر پاسبانوں کا سالار حرکت میں آیا۔ اور اپنے دو ساتھیوں کو مخاطب کر اس نے کہا اورخان سے اس کے ماموں زاد کی لاش لے کر شہر سے باہر اس جگہ جاؤ جہاں پر لشکر نے پڑاؤ کیا ہوا ہے۔ دونوں جوان فورا" حرکت میں آئے طفرل کی لاش انہوں نے اورخان سے لے لی اسے ایک نے گھوڑے پر اپنے سامنے رکھا وہ لاش کو شہر کے کھنڈرات سے باہر لے گئے تھے۔

لاش لے جانے والوں کے جانے کے بعد پاسبانوں کا سپہ سالار تھوڑی دیر خاموش رہ کر اورخان کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

دیکھ اورخان میرے پاس تیرے لئے ایک اور بری خبر ہے۔ وہ خبر کہنے سے پہلے میں تجھ پر واضح کر دوں کہ یہ دنیاوی زندگی الاؤ کے اٹھتے شعلوں۔ رقص کرتی شمع کی لو جیسی ہے۔ جسے ہر حال میں بجھنا ہے۔ یہ زندگی پودوں کی کونپلوں۔ زرد رتوں کے پتوں کی مانند ہے۔ جسے خزاں کا شکار ہونا ہی ہونا ہے۔ اورخان میرے بھاٸی۔ یہ زیست دریاؤں کی باہوں پر لکھی ہوٸی تحریر اور ریت پر لکھے ہوئے موہوم الفاظ کی مانند ہے جنہیں ایک روز مٹ کر ہی رہنا ہے۔

اورخان میرے بھاٸی بزم رخسار و گیسو۔ نور مہتاب جلووں۔ دلربا و مہ لقا چہروں اور قوس قزح سے حسیں نیم داٸروں جیسی حسن سے بھرپور یہ دنیا بے جہت آسمان پر ہزیت کی کہر دھکتے شانوں کے بوجھ اور ایک نگاہ حزیں کی طرح فرضی ہے۔ جسے ایک نہ ایک روز کوچ کرنا ہی کرنا ہے۔

اورخان میرے عزیز۔ بے کار بحثوں سمندر آنکھوں کے خوابوں سے بھرپور یہ دنیا آندھیوں سے لکھے نصیب۔ امرت کی تلاش اور حیثیت کی جہتوں سے فرار جیسی عارضی ہے جس پر بھروسہ کیا جا سکتا۔ یہ دنیا نیلی جھاڑیوں کی اوٹ میں دریاؤں میں نہاتی چاندنی جیسی ناپاٸیدار ہے۔ پھر وہ وقت بھی آتا ہے کہ موت ماورائے نظر ہلچل کی امنگوں۔ شام کے سرمٸی عمل اور چپ کے پرندوں کی طرح آ دبوچتی ہے اور انسان اپنا یہ عارضی سفر ختم کر کے اپنے داٸمی سفر کی طرف کوچ کر جاتا ہے

اتنا کہنے کے بعد پاسبانوں کا سپہ سالار جب خاموش ہوا تو اورخان بڑی بے چینی سے اور بیتابی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ میرے عزیز بھاٸی اتنی لمبی تمہید نہ باندھو۔ جو کچھ تمہیں کہنا ہے کہہ ڈالو۔ میں ہر بری سے بری ہر بد سے بدترین خبر سننے کے لئے تیار ہوں اس پر پاسبانوں کا سپہ سالار بولا اور دکھتی آواز میں۔ ڈگمگاتے لہجے اور روتی ہوٸی آواز میں کہنے لگا اورخان۔ میرے بھاٸی۔ مرو شہر سے باہر قراچہ اور آق ملک کے ساتھ جنگ کے دوران تیرا بھاٸی قبیل خان جنگ میں کام آ چکا ہے۔ دیکھ میرے عزیز۔ میرے دوست۔ مجھے تیرے بھاٸی کے مرنے کا سخت دکھ اور صدمہ ہے۔ یہ سب چیزیں خداوند کی طرف سے ہیں۔ میں ایک بار پھر تیرے ماموں زاد اور قبیل خان کے مرنے کا دکھ اور افسوس کا اظہار کرتا ہوں خدا ان دونوں کو اپنی جوار

رحمت میں رکھے۔

اپنے بھائی قبیل خان کی موت کا سن کر اورخان کا چہرہ لباس ہجر کے اندر کر آسیب زدہ دکھ غم زندگی سے الجھتے سلگتی ریت کے جھکڑوں جیسا ہو گیا تھا اس کی آنکھیں کچھ ایسا منظر پیش کرنے لگی تھیں گویا صدیوں کے آئینے میں کی شہنائیوں کو کسی نے رسوائی اور ذلت کا لباس پہنا دیا ہو۔ اس کا پورا بدن بوڑھے کی طرح لرز اٹھا تھا جس کی عمر کی کل کمائی کو ریت پر لکھی تحریر معدوم کر دیا گیا ہو۔

اس موقع پر اورخان جو عزم و عزیمت کا ایک پیکر تھا۔ لگتا تھا اس بیچار بھرے بھرے گال اس کا فراخ سینہ مضبوط دست و پا۔ لازوال و بے مثال جر ریت کے گھروندوں کی طرح ڈھ کر رہ جائے گی۔ تھوڑی دیر تک وہ بے چارہ پریشانی اور کشمکش میں مبتلا رہا۔ پھر ساون رت کی طرح اس کی آنکھوں سے جھ طرح آنسوؤں کا پانی بہہ نکلا۔ تھوڑی دیر تک اس کی ایسی ہی حالت رہی او لگاتار اس کی آنکھوں سے نکل کر اس کے دامن کو بھگوتے رہے اور اس کی جھکی رہی

پھر اس نے گردن سیدھی کی بڑے دکھ اور تاسف میں وہ کہنے لگا۔

"قبیل خان اور طفرل خان میرے بھائیو۔ تم دونوں میرے دھیان کی میرے ہونٹوں کی مسکراہٹ۔ میری آنکھوں کی چمک۔ میرے ماتھے کی شکن دونوں میرے لئے دشمنوں کے سامنے دھوپ کی تمازت۔ لذت اظہار۔ نطق قل کاوش جراتمندی کا سبب تھے۔ قبیل خان اور طفرل خان میرے بھائیو۔ تم میرے مشام جان میں آگہی کی حلاوت زباں گرفتگی میں سخن کی تاثیر۔ اور لمحوں میں میرے لئے محبت سے لکھی کسی شاعر کی عبادت تھے

کاش میں تم دونوں کی حفاظت کا سامان کر سکتا۔ تم دونوں میرے لب تبسم۔ بدن قرطاس ابیض پر لکھی جراتمندی کی تحریر تھے۔ تم دونوں ایسے بھائی بوقت ضرورت میرے لئے ایسی تحریر ثابت ہوئے جو نبض نحیف کو تیز کر دیئے۔ تم دونوں زندگی کے سفر کو تمام کرتے ہوئے میری حالت آنسوؤں میں ڈ

کر رکھ گئے ہو۔ میری حالت تم نے کسی زندان کے اسیر جیسی کر کے رکھ دی ی بنا کر رکھ گئے ہو

تمہارے بعد میں اس کشتی جیسا ہوں گا جس کا کوئی ناخدا نہ رہا ہو۔ میں تم ں کو کہاں تلاش کروں گا کدھر کدھر تمہاری روحوں کو ڈھونڈتا پھروں گا۔ تمہارے چشم گریہ جیسا اور بے بس فاختہ کی گمشدہ آوازوں جیسا ہو کر رہ جاؤں گا۔"

اورخان کی حالت دیکھتے ہوئے اور اس کے نوحوں اور دکھ میں ڈوبے ہوئے الفاظ کے بعد طیان جو اس سے پہلے سسک سسک کر اور بچوں کی طرح بلک بلک کر رو تھی اس نے اب اپنا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں سے ڈھانپ لیا پھر وہ بلند اور اونچی از میں دھاڑیں مار مار کر رونے لگی تھی۔

یہ صورتحال دیکھتے ہوئے پاسبانوں کا سپہ سالار آگے بڑھا اور اورخان کو اس نے ساتھ لپٹا لیا پھر اورخان کی پیشانی پر اس نے اپنے نقاب سمیت ایک بوسہ دیا اس بعد وہ کمال ہمدردی محبت اور خلوص میں ڈوبی ہوئی آواز میں کہنے لگا۔

اورخان میں جانتا ہوں تمہیں جو غم ملا ہے اس کا کوئی اندازہ نہیں اور اس کا ماں جس قدر تجھے ہے وہ میں اندازہ کر سکتا ہوں۔ دیکھ میرے بھائی اس سارے نے پر ہمارے پاس صبر کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ لہٰذا میرے بھائی میں صبر کی تلقین کرتا ہوں تجھے سنبھلنے کا مشورہ دیتا ہوں دیکھ میرے بھائی تیرے نے ابھی ایک عظیم اور انتہائی معتبر فریضہ ہے اور اگر خداوند نے مجھے اور تمہیں رگی دی تو ہم نے اس فرض کو پورا کرنے کی تگ و دو اور کوشش ضرور کریں گے۔ بھل اورخان میرے بھائی۔ چل ان کھنڈرات سے باہر نکلیں۔ تیرے لشکری بڑی بے چینی سے تیرا انتظار کر رہے ہوں گے۔ وہ بے چارے اس خدشے اور ان رات میں بھی مبتلا ہیں کہ کہیں مرو شہر کے اندر منگولوں نے حملہ آور ہو کر تیرا ترہ عی نہ کر دیا ہو۔ وہ بے خانماں برباد دھکے کھانے پر مجبور نہ ہو جائیں چل میرے نی اپنے بھائی کی لاش کو بھی دیکھ۔ اپنے لشکریوں کا حوصلہ بھی بڑھا۔ اس لئے کہ ل وقت ان کے دل ٹوٹے ہوئے ہیں وہ بد دل ہو چکے ہیں انہیں تیری طرف سے ڈھارس اور تسلی کی ضرورت ہے۔ اگر تو ایسا کرے تو وہ پھر سنبھل جائیں گے۔ اور منگولوں کے سامنے سینہ سپر ہو جانے کے لئے پھر سے تیار ہو جائیں گے۔

پاسبانوں کے سالار کی اس گفتگو سے اورخان نے کسی حد تک ا
سنبھال لیا پھر اس نے ایک نگاہ اپنے پہلو میں کھڑی طیان پر ڈالی اسے بھ
تک بزرگ نظام الدین نے تسلی ڈھارس دے کر سنبھالا دے دیا تھا
اورخان بیچارہ پاسبانوں کے سالار کے ساتھ ہو لیا۔ نظام الدین اور طیان
پیچھے پیچھے جا رہے تھے۔

شہر سے باہر اورخان جب اپنے لشکریوں کے اندر آیا تو اس نے
لشکری اس کے گھوڑے کی باگ تھامے کھڑے تھے۔ جونہی لشکریوں نے
پاسبانوں کے سالار کے ساتھ دیکھا وہ ایسے خوش ایسے بے تاب ہوئے
میں وہ تکبیریں پڑھتے ہوئے اورخان کا استقبال کرنے لگے تھے۔ اتنی در
طرف سے غیاث الدین بھاگتا ہوا آیا اور بری طرح وہ اورخان سے لپ
اورخان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اورخان میرے بھائی۔ پاسبانوں کے سالار تمہیں بری خبر بتا چکے ہوں
سے کہنے کے لئے میرے پاس حروف جمع نہیں ہو رہے۔ اس پر اورخان
سنبھل چکا تھا کہنے لگا غیاث الدین میرے بھائی میں جانتا ہوں کہ میرے
طفول کے ساتھ ساتھ میرا بھائی قبیل خان بھی اس جنگ میں کام آ چکا
غیاث الدین اپنے ساتھیوں سے کہو حوصلہ اور ہمت نہ ہاریں۔ جو میرے
اس جنگ میں کام آئے خداوند قدوس کی امانت تھے سو خدا نے اپنی امانتیں
لیں۔ وہ ایک طرح سے اپنے فرائض میں سرخرو ہو کر اپنے خداوند کے ح
گئے۔ خداوند قدوس ہر ایک کو ایسی ہی کامیابی اور سرخروئی عطا فرمائے۔

اس کے بعد اورخان۔ پاسبانوں کے سالار۔ غیاث الدین۔ طیان اور
کے ساتھ اس جگہ آیا جہاں اس کے بھائی قبیل خان اور طفول خان کی
تھیں۔ دونوں کی لاشوں کو اس نے طویل بوسہ دیا۔ پھر کافی دیر تک وہ ا
بیٹھ کر سر جھکائے کچھ سوچتا رہا پھر آہستہ آہستہ اس نے آسمان کی طرف د
ٹوٹی پھوٹی ڈوبتی اور آنسوؤں کا امتزاج رکھنے والی آواز میں کہنے لگا۔

اے ید بیضہ۔ دم عیسیٰ۔ شق قمر عطا کرنے والے ناموس اکبر گواہ

انجمن کن فیکون۔ متاع لوح و قلم اور اثاث آدم کے لئے پیغام رسانی کا کام کرنے والے کروبیو! شاہد رہنا۔ اے شمع سرمدی کی طرح جلنے والے چاند۔ صحرا کے بگولوں کی طرح سرگرداں ہواؤ! بے خواب راتوں کی فضاؤ۔ نور قمر۔ ضیائے نجوم سے سجے آسمان تم بھی گواہ رہنا۔

یہاں تک کہنے کے بعد اورخان تھوڑی دیر کے لئے رکا۔ پھر اس نے زمین سے اپنی مٹھی مٹی سے بھری۔ پھر آہستہ آہستہ مٹھی کھولتے ہوئے وہ اس مٹی کو ہوا میں اڑاتے ہوئے کہنے لگا اور اے راز یزداں کی امیں زمین تو بھی گواہ رہنا میں اپنے ان دونوں بھائیوں کے قتل کا انتقام منگول سردار قراچہ۔ آق ملک اور تربائی سے ضرور لوں گا۔ میں انہیں یہ بتاؤں گا کہ تم اگر میرے بھائیوں میرے ساتھیوں کا سر کاٹ سکتے ہو تو کوئی تلوار ایسی بھی بلند ہو سکتی ہے جو تمہاری گردنوں کو بھی تمہارے دھڑ سے جدا کر سکتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایک عزم کے ساتھ اورخان اٹھ کھڑا ہوا۔

پھر وہ اپنے لشکر کے اندر گھوما۔ سارے مرنے والے اپنے ساتھیوں کی لاشوں کے پاس گیا۔ ایک ایک لاش کو اس نے بغور دیکھا ہر ایک کا جائزہ لیا پھر اپنے ساتھیوں۔ پاسبانوں کے سپہ سالار اور اس کے جانثاروں کے ساتھ مل کر اورخان نے جنگ میں کام آنے والے سارے ساتھیوں کی تدفین کا کام انجام دے دیا تھا۔

اس سارے کام کے بعد غیاث الدین اس کے قریب آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میرے بھائی میرے عزیز میرے محترم۔ خداوند کا شکر ہے کہ تم مرو کے کھنڈرات سے صحیح سلامت لوٹ آئے ہو ورنہ تمہاری سلامتی سے متعلق میں اور میرے ساتھی بیتاب اور بے چین تھے۔ میرے بھائی اس جنگ میں قراچہ۔ تربائی اور آق ملک کے لشکروں کو شکست دینے کے بعد ہمارے ہاتھوں جہاں ہتھیاروں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ لگا ہے وہاں ہمیں خوراک کے بڑے ذخائر اور ضروریات کی دوسری چیزیں بھی ملی ہیں جو یہاں سے بھاگتے ہوئے منگول اپنے پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ غیاث الدین شاید مزید کچھ کہتا اس کے بولنے سے پہلے ہی اورخان بول پڑا اور کہنے لگا۔

دیکھ غیاث الدین۔ میرے بھائی اس جنگ میں منگول سردار قراچہ۔ تربائی اور

آق ملک کو بھگا کر فتح حاصل کرنے کا سہرا پاسبانوں کے سپہ سالار اور اس کے جا
کی کارکردگی کی وجہ سے ہے۔ دیکھ غیاث الدین میرے بھائی۔ بات یہیں پر
نہیں ہو جاتی۔ بلکہ میں یوں بھی کہوں گا کہ مرو شہر کے کھنڈرات میں میری جا
منگولوں کے ہاتھوں میرے اس بھائی پاسبانوں کے سالار ہی نے بچائی
کے بعد جس قدر ہتھیار خوراک اور دوسرا سامان ہاتھ لگا ہے وہ سارا میرے ا
پاسبانوں کے سالار کا حق بنتا ہے اس میں میرے اور میرے ساتھیوں کے حصے
نہیں آئے گا۔

یہاں تک کہنے کے بعد اورخان جب خاموش ہوا تو پاسبانوں کا سالار بولا ا
لگا۔ دیکھ اورخان میرے بھائی میں تیری اس گفتگو تیرے اس فیصلے سے قطعی
اتفاق نہیں کرتا۔ اس لئے کہ تیرے اور میرے درمیان پہلے سے یہ طے پا چکا
جس جنگ میں بھی ہم دونوں حصہ لیں گے اس جنگ کے نتیجے میں جو کچھ ہمار
لگا کرے گا وہ تیرے اور میرے درمیان آدھا آدھا تقسیم ہو گا۔ دیکھ اورخان
بھائی۔ جہاں اس جنگ میں میرے ساتھیوں میرے جاں نثاروں نے بہترین سرفر
مظاہرہ کرتے ہوئے منگولوں کے خلاف اپنی کارکردگی کا مظاہرہ کیا وہاں اورخان
بھائی تیرے ساتھیوں نے بھی اپنی جانیں ہتھیلی پر رکھ کے منگولوں کے سر قلم
ہوئے ان پر یہ ثابت کر دیا کہ یہ مسلمان اگر زندہ اور بیدار ہو اور اپنی روایا
اپنے دین کو گلے لگا کر رکھے تو دنیا کی کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی
میرے بھائی جہاں میرے جانثاروں نے منگولوں کے خلاف خون کا نذرانہ پیش کیا
تیرے ساتھی بھی خوب اپنے ہی خون میں ڈوب کر ابھرتے رہے سو میرے بھائی
جنگ کے نتیجے میں جو کچھ بھی ملا ہے وہ میرے اور تمہارے درمیان آدھا آدھا
ہو گا۔ یہ آخری فیصلہ ہے اس کے خلاف میں مزید کوئی بات سننا پسند نہیں کروں گا
یہاں تک کہنے کے بعد پاسبانوں کا سپہ سالار جب خاموش ہوا تو اورخان تھوڑا
تک بڑی عقیدت بڑی ارادت مندی سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر وہ کہنے لگا
دیکھ میرے پاسبان بھائی۔ میں تیرے جیسے فرزند اسلام پر فخر کرتا ہوں جو ا
تہہ سے شعلے نکال کر جان عالم۔ آبروئے دہر اور لوگوں کے اندر مقرب اور م

ے ہیں۔ دیکھ میرے پاسبان بھائی۔ جہاں تیرے جیسے شہروں کے چوپان بستیوں کے
ان۔ راستوں کے محافظ اور لوگوں کے نگہبان ہو وہاں بزم و رزم۔ اور بلندی اور
ب برابر ہو جاتے ہیں۔
دیکھ میرے عزیز و معظم بھائی۔ کاش اس نگار خانہ کن میں میں جان سکتا تو کس
ے آتا ہے کس تنر کو جاتا ہے۔ کاش میں جان سکتا تو کن قافلوں سے جا ملتا ہے
ے کاروانوں کی طرف نکل جاتا ہے۔ میرے لئے تیرے ہر کام کا آغاز بھی تحیر۔
ام بھی تحیر ہے۔
دیکھ میرے ہمدرد و ہمدم۔ میں اورخان تیرے تجمل و شوکت۔ تیرے تمکنت و
ت تیری حزیمت و استقامت۔ تیری جرات و ہمت۔ تیرے عظم صمیم تیرے پر
ہ وقار کو سلام کرتا ہوں۔ اتنا کہنے کے بعد اورخان خاموش ہو گیا اس موقع پر
بانوں کا سپہ سالار کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ غیاث الدین چونکتے ہوئے بولا اور اورخان
مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا اورخان میرے بھائی افسوس میں تم سے ایک بات کہنا
ل گیا ہوں۔ اس پر اورخان نے غور سے دیکھا اور پوچھا کیسی بات میرے بھائی۔
ب میں غیاث الدین کہہ رہا تھا۔
دیکھ اورخان میرے بھائی۔ منگول سردار قراچہ۔ ترابائی اور آق ملک کے ساتھ
ے پہلے شہزادہ جلال الدین کی طرف سے ایک قاصد آیا تھا وہ آپ سے ملنا چاہتا
ا۔ میں نے جب اسے بتایا کہ آپ مرو شہر کے کھنڈرات میں داخل ہوئے ہیں تو وہ
ے ایک پیغام دے کر واپس چلا گیا وہ یہ پیغام شہزادہ جلال الدین کی طرف سے آپ
ے نام تھا اس پر اورخان نے بے چین و بیتاب ہو کر پوچھا کیسا پیغام۔ جواب میں
اث الدین پھر کہنے لگا۔ دیکھ اورخان میرے بھائی۔ جلال الدین کی طرف سے پیغام
تھا کہ سلطان علاؤ الدین سے کچھ اور لوگ جن کی تعداد ہزاروں میں بتائی گئی ہے
رف ہو کر متشلاغ شہر کی طرف چلے گئے ہیں جلال الدین نے جو پیغام بھجوایا ہے
ل کے مطابق یہ لوگ آپ کے ساتھ مل کر منگولوں کے خلاف جدوجہد میں حصہ لینا
اہتے ہیں۔ چونکہ سلطان علاؤ الدین سے منحرف ہونے والے ان لوگوں کو ہمارے
ل و وقوع کا علم نہیں لہٰذا یہ لوگ متشلاغ شہر کے باہر خیمہ زن ہو کر ہمارا انتظار کر

رہے ہیں۔ قاصد یہ بھی کہہ رہا تھا کہ وہ لوگ پوری طرح مسلح ہیں ان
بہترین ہتھیار ہیں۔ اس کے پاس اپنے گھوڑے ہیں۔ بس وہ آپ کے لشکر
ہونا چاہتے ہیں۔

منقشلاغ چونکہ ان دنوں منگولوں کی دست برد سے بچا ہوا ہے لہٰذا
وہیں رک کر ہمارا انتظار کر رہے ہیں۔ اس خبر پر اورخان کے لبوں پر
مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر وہ کہنے لگا۔

غیاث الدین میرے بھائی یہ تم نے بہترین اور خوش کن خبر سنائی ہے
اپنے بچے کھچے ساتھیوں کو لے کر منقشلاغ شہر کی طرف رخ کروں گا
عرصہ وہاں رک کر سلطان علاؤ الدین سے منحرف ہو کر آنے والے لشکریوں
کا کام کروں گا۔ اس کے بعد میں انہیں منگولوں کے خلاف حرکت میں لاؤں

اس بار پاسبانوں کا سپہ سالار بولا اور خوشی اور مسرت ملی جلی آواز میں
اورخان میرے بھائی میں تمہارے ان نئے آنے والے ساتھیوں کی وجہ
مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ میرے خیال میں اب ہمیں اپنی اپنی منزل کی طرف
جانا چاہئے۔ اس کے ساتھ ہی اورخان آگے بڑھا اور پاسبانوں کے سپہ سالار
ملتے ہوئے اس کے کان میں بڑی رازداری سے کہنے لگا میرے بھائی اب کب
ہو گی۔ اس پر پاسبانوں کا سپہ سالار بھی مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ دیکھ میرے
کبھی بھی تو منگولوں کے خلاف حرکت میں آئے گا تیری میری ملاقات

اورخان پھر بولا اور کہنے لگا دیکھ میرے عزیز بھائی۔ اب جبکہ ہم دونوں
دوسرے پر پوری طرح اعتماد کر چکے ہیں اور ہماری منزل ہمارا ہدف بھی ایک
میں چاہتا ہوں تو کم از کم مجھے آج اپنا اصل نام ہی بتا دے تاکہ میں تجھے اس
مخاطب کرتا رہوں۔ اور اگر یہ بات تیرے لئے گراں نہ ہو تو اس کا
انکشاف کرو کہ تمہارا تعلق کن سرزمینوں سے ہے اور یہ جو تمہارے سا
ہیں ان کو تم نے کہاں سے جمع کیا ہے۔ اس پر پاسبانوں کا سپہ سالار بولا اور
دیکھ اورخان میرے بھائی۔ جہاں تک میرے نام کا تعلق ہے اس
رازداری میں رہنا ہی تیرے اور میرے لئے بہتر ہے۔ میں اپنا اصل نام

ول گا۔ کوئی مناسب وقت آیا تو میں بہرحال میں تجھے بتاؤں گا کہ میرا اصل نام
میں کون ہوں۔ ابھی میں تمہیں اپنے متعلق کچھ بھی نہیں بتاؤں گا۔ اسی میں
کہ بہتری ہے۔ ہاں اگر تم مجھے کسی ایک نام سے مخاطب کرنا چاہتے ہو تو میں
گزارش کروں گا کہ آج کے بعد تم میرے ساتھیوں کو چوپان اور مجھے پاسبان
طب کر سکتے ہو اس لئے کہ میں بہرحال ان کا پاسبان ہی ہوں۔ اس پر
نے کچھ سوچا اور کہنے لگا دیکھ میرے بھائی اگر تیری یہی مرضی ہے تو آج کے
تیرے ساتھیوں کو چوپان اور تمہیں پاسبان ہی کے ناموں سے پکارتا رہوں گا۔
کے بعد دونوں علیحدہ ہوئے پھر پاسبان اپنے چوپان ساتھیوں کے ساتھ حرکت میں
وہاں سے وہ کوچ کر گیا تھا۔ اورخان بھی اپنے لشکر کو وہاں سے کوچ کا حکم دینے
ہ مبلغ نظام الدین اس کے قریب آیا اور کہنے لگا۔

رخان۔ میری قوم کے قابل فخر فرزند۔ اگر تم برا نہ مانو تو میں تمہارے ساتھ
چند لمحوں کی تنہائی چاہتا ہوں اور میں طیان کے سلسلے میں تمہارے ساتھ اہم
کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر اورخان بولا اور کہنے لگا۔ اس قدر عاجزی اور انکساری
ہے ساتھ گفتگو کیوں کرتے ہیں۔ میرے بزرگ نظام الدین آپ جتنا وقت
میں آپ کو دے سکتا ہوں۔ اورخان کا جواب سن کر نظام الدین خوش ہو گیا
راہ غیاث الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ دیکھ غیاث الدین تو اگر برا نہ
ئے میں علیحدگی میں اورخان کے ساتھ گفتگو کرنا چاہوں گا۔ اس گفتگو کا موضوع
ہی طیان ہے۔ اس پر غیاث الدین بڑی فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔
الدین میرے بزرگ ایسی کوئی بات نہیں۔ آپ بڑے شوق سے میرے سالار
نا کے ساتھ جس موضوع پر چاہیں گفتگو کریں میں برا ماننے والا نہیں ہوں۔ اس
ساتھ ہی غیاث الدین پیچھے ہٹ کر اپنے دوسرے ساتھیوں کے اندر چلا گیا تھا۔
غیاث الدین کے جانے کے بعد نظام الدین بولا اور اورخان کو مخاطب کر کے کہنے

اورخان۔ میری قوم کے قیمتی فرزند۔ تم نے جس مہم کا آغاز کر رکھا ہے وہ قابل
قابل ستائش ہے۔ بیٹے اگر تم برا نہ مانو تو میں طیان کے سلسلے میں تمہارے ساتھ

گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر اورخان بڑی تیز نگاہوں سے نظام الدین کی ط
پھر کہنے لگا آپ طیان کے سلسلے میں میرے ساتھ کیا گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔
نظام الدین پھر کہہ رہا تھا۔

دیکھ بیٹے یہ بات میرے علم میں آچکی ہے کہ سلطان علاؤ الدین نے ا
سلطان کے ساتھ تمہاری نسبت منقطع کر دی ہے اب شہزادی خان سلطان
تمہارا کوئی تعلق نہیں رہا۔ اس خبر کے بعد میرے بیٹے میں طیان کے سلسلے
یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ طیان تمہیں پسند کرتی ہے تم سے محبت کر
خواہشمند ہے کہ تم اسے اپنی زندگی کا ساتھی اور ھمسفر بنا لو۔

نظام الدین کے اس انکشاف پر اورخان نے نظام الدین کے پیچھے کھڑ
طرف دیکھا۔ اس بے چاری کی گردن جھکی ہوئی تھی۔ اورخان یا نظام الدین
دیکھنے کے بجائے وہ اپنے پاؤں کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔ چپ گم سم
افسردہ کھڑی تھی۔ تھوڑی دیر تک اس کا جائزہ لینے کے بعد اورخان کچھ کہنے
کہ اس سے پہلے پھر نظام الدین بول پڑا اور کہنے لگا۔

دیکھ بیٹے میرے اس انکشاف کا جواب دینے سے پہلے میں تجھ پر یہ بھ
دوں کہ طیان اور بلداق دونوں میرے ہاتھ پر اسلام قبول کر چکے ہیں اور
بات پر فخر ہے۔ دیکھ بیٹے میں تجھ پر یہ بھی واضح کروں کہ بلداق منگول
کے ہاتھوں مارا جا چکا ہے۔ وہ یوں کہ اسلام قبول کرنے کے بعد یہ دونوں
میرے ساتھ اپنے باپ سوبدائی کے لشکر سے نکل کھڑے ہوئے۔ بظاہر انہوں
باپ کو یہی بتایا تھا کہ وہ اونان کے قاتل کی تلاش میں نکل رہے ہیں
خاتمہ کر کے رہیں گے۔ یہ دونوں بہن بھائی تمہاری تلاش میں نکلے تھے
تھا کہ طیان کو تمہارے حوالے کرنے کے بعد وہ کسی شہر میں اپنا گھر بسا لے
میں ان دونوں کو لے کر مرو شہر میں اپنے گھر چلا آیا۔ لیکن ہماری بد قسمتی
دن بعد منگولوں نے مرو شہر پر حملہ کر دیا اس حملے میں میرے سارے اہل
گئے۔ جس وقت منگول اپنے سردار تربائی کی سرکردگی میں مسلمانوں کا قتل
تھے بلداق بے چارہ اس قتل عام کو برداشت نہ کر سکا۔ جب کچھ منگول م

داخل ہوئے میرے بیوی بچوں کو قتل کرنا شروع کیا تو بلداق ان کے سامنے آگیا۔ اور اس نے کئی منگولوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس جرم میں بلداق کو پکڑ کر منگول اپنے سالار تربائی کے پاس لے گئے اور اس پر انکشاف کیا کہ اس نے مسلمانوں کو قتل کرنے کی وجہ سے کئی منگولوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے اس پر تربائی نے غصے میں آکر بلداق کی گردن کاٹ دی تھی۔

دیکھ اورخان میرے بیٹے۔ بھائی کے مارے جانے کے بعد طیان اب اکیلی رہ گئی ہے یہ واپس اپنے باپ سوبدائی کے پاس بھی نہیں جائے گی اس لئے کہ اس کے اور منگولوں کے درمیان ایک بغض اور دوری حائل ہو گئی ہے اس لئے کہ وہ لوگ ستارہ پرست اور بت پرست ہیں۔ یہ مسلمان ہے اسلام قبول کر چکی ہے۔ اب اس کا منگولوں سے کوئی تعلق نہیں اب یہ میری مسلم قوم کی فرد ہے۔ بیٹے میں نہیں جانتا طیان سے متعلق تیرا کیا خیال ہے۔ لیکن طیان تمہیں دل کی گہرائیوں سے پسند کرتی ہے۔ بیٹے میں تھوڑی دیر کے لئے پیچھے ہٹ رہا ہوں اس سلسلے میں طیان خود ہی تم سے بات کر لے گی۔ دیکھ اورخان میرے بیٹے اگر تم دونوں مل کر کوئی راستہ اپنے لئے نکال لو تو میں سمجھتا ہوں میرے لئے یہ زندگی کی سب سے بڑی خوشی ہو گی۔ میں نہیں چاہتا کہ ایک نو مسلم لڑکی بے چاری بے آسرا اور بے سہارہ ہو کر جگہ جگہ دھکے کھانے پر مجبور ہو۔ یہاں تک کہنے کے بعد نظام الدین خاموش ہو گیا پھر وہ ذرا دور ہٹ کر کھڑا ہو گیا تھا

نظام الدین کے جانے کے بعد کچھ دیر تک اورخان اور طیان خاموش کھڑے رہے ان کے چاروں طرف رات کی تاریکی میں سکوت طاری تھا۔ چاند کی چاندنی میں اورخان بڑے غور سے طیان کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ جبکہ طیان کی گردن جھکی ہوئی تھی اور وہ اپنے پاؤں کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔ اس موقع پر گفتگو کا آغاز اورخان نے کیا اور وہ کہنے لگا۔ دیکھ طیان میں نہیں جانتا تیرے جذبات میرے متعلق کیا ہیں۔ میں تو اب تک یہی خیال کرتا رہا ہوں کہ تو مجھ سے نفرت کرتی ہے دیکھ میں نے تجھ پر احسان ضرور کیا تھا میں نے تجھے اسماعیلیوں کے ہاتھوں بچایا۔ تجھے ان کے قلعہ الموت سے نکالا پر میں یہ جانتا تھا کہ تمہارے منگیتر اونان کے قتل کی وجہ سے تو ہمیشہ مجھ

سے نفرت کرتی رہے گی۔ یہ جو نظام الدین نے انکشاف کیا ہے میں اس سے
اندازہ لگاؤں۔ اس پر طیان بے چاری نے آہستہ آہستہ اپنی گردن سیدھ
اورخان نے چاند کی چاندنی میں دیکھا۔ اس موقع پر طیان کی آنکھوں میں آ
نمی تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ بیچاری بڑی بے بسی سے اورخان کی طرف دیکھتی
وہ کہنے لگی۔

اس میں شک نہیں کہ اونان کے قتل سے پہلے مجھے آپ سے محبت نہ
صرف ہمدردی تھی۔ جس وقت آپ نے مجھے اسماعیلیوں کے ہاتھوں بچایا اور ا
لے گئے اس وقت آپ کی عظمت آپ کے اخلاق کی رفعت میرے دل میں
چکی ہے لیکن میں چاہت کے متعلق کچھ نہ سوچ سکی اس لئے کہ میری نسبت
کے ساتھ طے ہو چکی تھی اس کے بعد جب آپ نے حرمہ کو اٹھانے کی
اونان کو قتل کر دیا تو اس کے قتل کا سن کر میں آپ سے شدید نفرت کرنے
اور آپ سے انتقام لینے پر تل گئی تھی۔ جب مجھے یہ خبر ہوئی کہ اونان نے ح
لے جانے کا انتہائی کریہہ اور ایک برا فعل کیا تھا تو میں نے اونان کے نام
دیا تھا۔ اور مجھ پر جب یہ اصلیت ظاہر ہوئی کہ آپ نے اونان کو قتل اس
آپ نے اس سے اپنی بہن کا انتقام لیا تو میرے دل میں آپ کی عزت اور ا
گئی تھی۔ اور آپ نے دیکھا میں نے آپ کی موجودگی میں غلط بیانی کی وجہ
باپ کے ملازم منگن کو قتل کر دیا تھا۔ اس واقعے نے میرے دل میں آپ
ایک گہری ہمدردی پیدا کر دی تھی اس ہمدردی کو میں ایک مدھم محبت کا
دے سکتی ہوں۔

اس کے بعد جب اسماعیلی مجھے اٹھا کر قلعہ الموت میں لے گئے۔ وہاں
نے مجھے نجات دلائی تب صحیح معنوں میں میرے دل میں آپ کی محبت جاگز
اورخان میں نہیں جانتی میرے متعلق آپ کے کیا جذبات ہیں۔ میری چاہت
کیسا جواب دیں گے لیکن میں آپ پر واضح کروں کہ

آپ اب میری ذات کی تجلی و حرارت میرے جسم کی آن بان میر
محویت اور تفکر۔ میرے جسم کا وصل اور ملاقات۔ میرے دل کے حرف

میری انا کے لئے مجسم امن و امان ہیں۔ یہاں تک کہنے کے بعد طیان کچھ دیر کے
رکی۔ پھر وہ حدی خوان کی حلاوت۔ خرم و خندان لہجے اور دل میں گدگداہٹ اور
میں سنسناہٹ پیدا کر دینے والی اپنی پرکشش اور شیریں آواز میں کہہ رہی تھی۔
اورخان۔ میرے حبیب۔ وقت کی قوتیں قوس قزح میں اب آپ ہی میرے لئے
کی ریت۔ چاہت کا طرب و شادمانی ہیں۔ اس کارگاہ ہستی میں آپ ہی میری
سحر آپ ہی محبت کا جھونکا ہیں۔ ان دھواں دھواں شہروں ویران ویران بستیوں
آپ میرے لئے قوت و عظمت کی پر شوکت علامت حفاظت و سکوں کا آخری
رہیں

یہاں تک کہنے کے بعد طیان تھوڑی دیر تک رکی کچھ سوچتی رہی پھر وہ دوبارہ
خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ میرے حبیب اگر آپ زیادہ کھل کر مجھ سے
چاہتے ہیں تو میں آپ سے یہ بھی کہہ سکتی ہوں کہ مجھے آپ سے ایسی محبت اور
ت ہے جو جگر سوختہ سکون زاروں میں خمار شام۔ سیاہ گوشہ شب کو مستی صباح۔
ب سحر غم کی تاریکی کو نشاط صبح میں تبدیل کر کے رکھ دے۔ یہاں تک کہنے کے بعد
ن خاموش ہو گئی اور اورخان کے ردعمل کا انتظار کرنے لگی تھی۔ اورخان تھوڑی
تک اس کی طرف دیکھتے ہوئے کچھ سوچتا رہا پھر کہہ اٹھا۔

دیکھ طیان۔ تیرے جیسی مسحور کن نقش و نگار۔ کشش انگیز جسم خوشبو کا جوالہ
لی لڑکی۔ رومانی تصورات کو جگا دینے والی آنکھوں میں نادیدہ چمک اور لالہ گوں
لوں جیسی رعنائی عارض رکھنے والی حسینہ کو ہر کوئی اپنے لئے حاصل کرنے کی
شش کرے گا۔ لیکن طیان میں تمہیں دھوکے میں نہیں رکھنا چاہتا۔ میں تمہیں
ب نہیں دینا چاہتا۔

دیکھو طیان۔ میں تیرے منہ پر کہتا ہوں کہ ت کم لڑکیاں ایسی ہوں گی جو تیرے
ہا حسن و جمال رکھتی ہوں گی۔ بہت کم لڑکیاں ایسی ہوں گی جو تیری جیسی جسمانی
خت رکھتی ہوں گی۔ میں یہاں تک بھی کہنے کو تیار ہوں کہ اس سے پہلے میری
بت شہزادی خان سلطان سے تھی لیکن تم جسمانی کشش اور خوبصورت اور جمال میں
زادی خان سلطان سے بھی بڑھ کر ہو۔ اس کے باوجود طیان میں تم سے کہوں گا

کہ میں ایک ایسا شخص ہوں جو سمندر کی طرح جوش مارتے موت کے
روزانہ اترتا ہوں۔ بیکراں وسعتوں میں جدائی کے سایوں میں گھستا ہوں
منجدھار تاریخ کی رفتار میں میں جس انقلاب کے قافلے میں شامل ہو چکا
گمبھیر ذات کی طرح ہیبت ناک موت ہر وقت جوش مارتی ہے۔ فتنہ پردا
مرگ کی سوداگری سرگرداں رہتی ہے۔ دیکھ طیان جو کام میں اپنے ذمے
اس کام میں لمحے صدیوں میں بدل سکتے ہیں۔ صدیاں لمحوں میں بھی بدل
لہٰذا میں تمہیں تنبیہہ کرتا ہوں کہ تمہیں اپنے آپ کو میرے ساتھ منسو
کے بعد بد سے بد ترین حالات کا سامنا بھی کرنا پڑ سکتا ہے۔

دیکھ طیان اس سے پہلے تیری نسبت جی نویان کے بھائی اونان سے
قتل ہو گیا۔ لہٰذا تجھے کیا ملا۔ اس کے مارے جانے سے تو دکھ اور غموں
ہوئی۔ ایسی نوبت تجھے میرے حوالے سے بھی پیش آ سکتی ہے۔ اس پر طیا
نے تڑپ کر اورخان کی طرف دیکھا پھر وہ کہنے لگی

اورخان میرے حبیب۔ خدا کے لئے ایسی باتیں نہ کیجئے۔ جہاں تک
تعلق ہے میں انکشاف کروں کہ میں نے اس سے کسی محبت کی ابتدا نہیں
میرے باپ سوبدائی نے بس اس کے ساتھ میرا رشتہ طے کر دیا تھا۔ باپ کا
ہوئے میں نے اس رشتے کو قبول کر لیا تھا۔ ورنہ خدا گواہ ہے کسی بھی لو
اس سے محبت نہیں کی۔ تاہم میں نے اپنے آپ کو اس کے ساتھ شادی
لئے تیار کر لیا تھا اس لئے کہ مجھے اس کے ساتھ منسوب کر دیا گیا تھا۔ د
میرے حبیب۔ اگر چار جانور بھی اکٹھے ایک اصطبل میں رہیں تو ان کی بھی
ہمدردی لگاؤ اور دیکھ بھال کرنے کا جذبہ پیدا ہو سکتا ہے۔ میری تو اونان کے
برس پہلے نسبت طے ہو چکی تھی۔ اسی نسبت کے حوالے سے میں اس کے
گئی تھی۔ ورنہ زمین اور آسمان کا خالق گواہ ہے کہ زندگی میں آپ پہلے
جس سے میں نے اپنے جسم و جاں کی تہوں سے کہیں زیادہ اوپر ہو کر م
آپ پہلے جوان ہیں جس کے حوالے میں نے اپنے جسم۔ جوانی اور شباب کو
عزم کیا ہے۔ یہ عزم اونان کے لئے قطعاً" کبھی بھی میرے جسم میرے دل

نہیں ہوا۔ اورخان شاید آپ میری باتوں کا اعتبار نہ کریں۔ کاش میں آپ کو اپنا سینہ
چیر کر دکھا سکتی کہ میرے دل میں اب اورخان کے سوا کچھ نہیں لکھا۔ اگر آپ اس
سلسلے میں میرا کوئی امتحان لینا چاہتے ہیں تو میں اس کے لئے بھی تیار ہوں۔
اورخان میرے حبیب جہاں تک آپ کا جنگوں میں حصہ لینے کا تعلق ہے تو
موت کہیں بھی آ سکتی ہے۔ میں موت کے شور و غل۔ برستے تیروں۔ لپکتی تلواروں۔
سنگ برساتی منجنیقوں اور آگ اور خون کے جوش مارتے کھیل کے اندر بھی کھڑی ہو
کر اورخان آپ کا انتظار کر سکتی ہوں میں نے آپ سے محبت کی ہے اور اس محبت کی
خاطر میں اپنی جان اپنے جسم کو بھی قربان کر سکتی ہوں۔

طیان کی اس گفتگو سے اورخان کے چہرے پر گہری مسکراہٹ بکھر گئی تھی پھر وہ
بڑے خوش کن انداز میں تھوڑی دیر تک طیان کو دیکھتا رہا۔ اس کے بعد بولا اور کہنے
لگا۔

دیکھ طیان اگر تو میرا ساتھ دینے کا عزم کر چکی ہے تو مجھ سے لافانی محبت رکھنے کا
مصمم ارادہ کئے ہوئے ہے تو پھر میرے ارادے کو بھی سن۔ میں تیری محبت کا جواب
محبت سے دوں گا۔ میں تیرے دشت تنہائی کو محبت کے ستاروں سے جگمگا دوں گا۔
تیرے الجھے بکھرے دنوں کو چاہت کی صداقتوں سے سنوار دوں گا۔ دیکھ طیان میں
تیری سوچوں کا بوجھ تیری ریاضت نیم شبی سمیٹ لوں گا اور تیرے حروف کی دعا تیرا
دست طلب بن جاؤں گا۔ سن طیان میں تجھے دہکتی آتش کی سلگاہٹ بلبل کی غم آلود
آنکھ سسکیاں لیتی فاختہ اور دکھوں کا عمیق زخم نہ بننے دوں گا دیکھ طیان۔ رات کی
تاریکی اور سناٹے میں میں تیرے ساتھ عہد کرتا ہوں کہ میں تیری چاہت کا جواب
چاہت سے دوں گا۔ زندگی بھر تیرا ساتھ نبھاؤں گا زندگی بھر اپنی زیست کا رفیق بنا کر
رکھوں گا دیکھ طیان تو اگر میرے دلی جذبات بھی سننا چاہتی ہے تو جس وقت میں تجھے
قلعہ الموت سے نکال کر لایا تھا اس وقت ہی میں تیری محبت میں مبتلا ہوا تھا لیکن میں
چاہتا تھا کہ اگر ہم دونوں نے ایک دوسرے کی زندگی کا ساتھی اور ہمسفر بننا ہی ہے تو
اس کا اظہار تمہاری طرف سے ہو تاکہ مجھے یہ احساس رہے کہ ہم دونوں کی چاہت
کسی بھی طرف سے یک طرفہ نہیں۔ بلکہ دونوں طرف سے اس جذبہ کا اظہار کیا گیا

ہے۔

اورخان کی اس گفتگو سے طیان کے سانسوں کے سرگم میں انوکھی خوشبو۔ بے نظیر شمیم بے عدیل مہک و باس رچ کر رہ گئی تھی۔ وہ پھولوں پر شبنم کی پھوار جیسی دل کش۔ دف پر حنائی انگلیوں کی ضرب دلنشیں جیسی خوش کن سینہ کوہسار سے پھوٹتے جھرنے جیسی خوش و خرم وادیوں میں بجتی جل ترنگ جیسی پرکشش ہو کر رہ گئی تھی۔ اس کا چھریرہ کسیلا۔ چمیلا اور مہکیلا بدن ایسا جاذب نظر ہو گیا تھا جیسے غنچوں نے جامہ شبنم پہن لیا ہو۔ تھوڑی دیر تک وہ بڑے غور سے اورخان کی طرف دیکھتی رہی پھر آگے بڑھی اورخان کے دونوں ہاتھ اس نے اپنے خوبصورت اور گداز ہاتھوں میں لئے پھر وہ نغمہ ریز سی گونج میں اورخان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

اورخان میرے حبیب۔ آپ نے میرے ساتھ محبت کا اظہار کر کے میرے ماضی کے تاریک دامن میں آہنگ صداقت اور اندھے ستم تلے دبے زندگی کے لمحوں میں صبح نو کی صداقت بھر کر رکھ دی ہے۔ میں آپ کے یہ الفاظ بھلا نہ سکوں گی۔ آپ کی محبت کا اظہار میری زندگی کا سب سے بڑا سرمایہ اور میری زیست کی سب سے بڑی پونجی ہے۔ اس کے بعد طیان نے اورخان کے ہاتھ چھوڑ دیئے۔ اور وہ بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے کہنے لگی۔

عم نظام الدین اب آپ آ جایئے۔ ہم نے آپس میں جو طے کرنا تھا بڑے احسن طریقے سے طے کر چکے ہیں۔ نظام الدین مسکراتا ہوا جب قریب آیا تو طیان اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

عم نظام الدین میں اورخان کی بے حد ممنوں اور شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مجھے اپنی زندگی کا ساتھی بنانا قبول کر لیا ہے۔ انہوں نے میری محبت کا جواب چاہت سے دیا ہے اور اس کے لئے میں ان کی بے حد شکر گزار ہوں۔ نظام الدین کے کچھ بولنے سے پہلے ہی اورخان بول پڑا اور کہنے لگا۔

بزرگ نظام الدین اس وقت میرے سامنے سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ طیان کو کہاں رکھا جائے۔ میں اسے اپنے لشکر میں نہیں رکھ سکتا۔ اس وقت میرے ساتھ لشکر میں کوئی لڑکی یا کوئی عورت نہیں ہے۔ اس لئے میں طیان کو تو اپنے ساتھ میں رکھنے سے رہا۔ اب سوچنے کا معاملہ یہ ہے کہ اسے کہاں رکھا جائے۔ بزرگ نظام الدین اس زمیں میں اتزاد شہر میں میرا ایک گھر تھا وہ تباہ و برباد ہو چکا۔ اب میری زندگی خانہ بدوشوں کی سی ہے۔ جہاں تک طیان کا تعلق ہے یہ اب اپنے باپ سوبدائی کے پاس نہیں جا سکتی۔ اب آپ ہی مشورہ دیں کہ اس سلسلے میں کیا قدم اٹھا سکتا ہوں۔

جواب میں نظام الدین بولا اور کہنے لگا۔ دیکھ اورخان میرے بیٹے۔ تمہیں طیان کے سلسلے میں فکرمند اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر تم دونوں ایک دوسرے کو اپنانے کا عزم کر چکے ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ جہاں یہ طیان کی خوش قسمتی ہے وہاں یہ لمحہ میرے لئے بھی مبارک ہے۔ اس لئے کہ میں طیان کو اب اپنی بیٹی بنا چکا ہوں۔ دیکھ اورخان میرے بیٹے مرو شہر میں جو میرا گھر تھا وہ تو تباہ و برباد ہوا۔ میرے اہل خانہ ہلاک کر دیئے گئے لیکن میرا ایک ٹھکانہ اور بھی ہے اور وہ اصفہان شہر میں ہے۔

دیکھ اورخان میرے بیٹے۔ اصفہان شہر کا ایک تاجر ہوا کرتا تھا اب وہ فوت ہو چکا ہے اس نے میرے تبلیغی کام سے خوش ہوتے ہوئے اصفہان شہر کے آہنگروں کے بازار میں ایک مکان میرے نام لکھوا دیا تھا۔ وہ مکان اب میری ملکیت ہے۔ میں طیان کو لے کر اسی مکان میں جا رہوں گا۔ اور جب تک تم اپنے فرض سے سبکدوش نہیں ہوتے اس وقت تک طیان وہیں میرے ساتھ قیام کر کے تمہارا انتظار کرے گی۔ دیکھ اورخان میرے بیٹے۔ طیان کی طرف سے اب تم بالکل بے فکر رہنا یوں سمجھ لینا کہ جس طرح طیان اپنے باپ سوبدائی کے پاس محفوظ تھی ایسے ہی یہ میرے پاس اصفہان میں بھی محفوظ ہو گی۔ لیکن ایک مہربانی کرنا بیٹے۔ کبھی کبھی جب تجھے فراغت ملے تو اصفہان شہر آ کر طیان اور مجھ سے مل جایا کرنا۔ یہ تمہارا ہم دونوں پر بہت بڑا احسان ہو گا۔

نظام الدین کی اس گفتگو سے اورخان مطمئن ہو گیا تھا اسے مطمئن دیکھتے ہوئے طیان کے چہرے پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ پھر اورخان بولا اور کہنے لگا۔ نظام الدین میرے بزرگ کیا میں آپ کے ساتھ چند مسلح جوان بھیجوں جو آپ اور طیان کو

اصفہان شہر تک پہونچا دیں۔ اس پر نظام الدین فوراً بولا اور کہنے لگا دیکھ میرے بیٹے
میرے ساتھ جوان بھجوانے کی ضرورت نہیں ہے۔

اس لئے کہ اگر ہم منگولوں کے بیچ میں سے گزریں گے تو وہ طیان کی وجہ
مجھے بھی کچھ نہیں کہیں گے۔ اس لئے کہ طیان کے متعلق سارے منگولوں کو پتہ
کہ یہ اپنے منگیتر اوتان کے قاتلوں کو تلاش کرتی پھر رہی ہے۔ اور اگر ہم دونوں
بٹی مسلم علاقوں میں سے گزریں گے تو میری وجہ سے طیان سے کوئی کچھ نہیں
گا۔ اس لئے کہ تقریباً سبھی شہروں کے لوگ ایک مسلم مبلغ کی حیثیت سے
جانتے ہیں۔ دیکھ بیٹے تو ہم پر ایک مہربانی کر۔ ہمارے لئے سواری کے دو گھوڑوں
انتظام کر دے۔ پھر ہم تیری موجودگی ہی میں یہاں سے کوچ کرتے ہیں

اس پر اورخان فوراً حرکت میں آیا تھا۔ میدان جنگ میں شکست کھا کر بھا
والے منگولوں کے جو گھوڑے اس کے لشکریوں کے ہاتھ لگے تھے ان میں سے
گھوڑے اورخان نے نظام الدین اور طیان کو مہیا کر دیئے۔ اور وہ فوراً اپنے
گھوڑوں پر بیٹھ کر وہاں سے کوچ کر گئے تھے۔ ان کے جانے کے تھوڑی دیر
اورخان بھی اپنے لشکر کو لے کر منتشلاغ شہر کی طرف کوچ کر رہا تھا۔

سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ ابھی تک منگولوں کے آگے بھاگا بھاگا اور مارا مارا
پھر رہا تھا۔ نیشا پور سے نکل کر شکار کے بہانے وہ رے شہر پہنچا اور رے سے قزوین
کے قلعہ میں جو ہمدان اور اصفہان کے درمیان واقع تھا جا چکا تھا۔ اس موقع پر سلطان
علاؤ الدین کا بیٹا رکن الدین تیس ہزار سپاہی لے کر سلطان علاؤ الدین کے پاس پہنچ
گیا اور اسے منگولوں کے سامنے ڈٹ جانے کی تجویز پیش کی۔ لیکن چونکہ ایسی تجویز
پہلے سلطان اپنے بڑے بیٹے جلال الدین کی بھی رد کر چکا تھا۔ لہٰذا رکن الدین کا کہا
بھی اس نے ماننے سے انکار کر دیا۔

آخر سلطان کے لشکر میں شامل کچھ سرداروں نے مشورہ دیا کہ اگر ہم ساری
قوت کو شیر انکوہ نام کے قلعہ میں محصور ہو کر منگولوں کا مقابلہ کریں تو ہم منگولوں کے
مقابلے میں کامیابی کی توقع رکھ سکتے ہیں لیکن سلطان نے جب اس قلعہ کا معائنہ کیا تو
اسے بھی غیر تسلی بخش قرار دے کر اس میں قیام کرنے سے انکار کر دیا۔

قلعہ شیر انکوہ سے سلطان علاؤ الدین نے لوہے کے دس بڑے بڑے صندوق جو
بیش قیمت جواہرات اور دولت سے بھرائے ہوئے تھے۔ اپنے ایک سردار کے حوالے
کئے اور اسے حکم دیا کہ دولت سے بھرے ان دس صندوقوں کو شیر انکوہ کے قلعہ میں
رکھ کر ان کی حفاظت کا انتظام کرے۔ وہ سردار جواہرات کے ان دس صندوقوں کو شیر
انکوہ کے قلعہ میں لے گیا جو رے شہر کے نواح میں واقع تھا اور بے حد محفوظ اور
مضبوط شمار کیا جاتا تھا۔

دولت سے بھرے ہوئے دس صندوق شیر انکوہ کی طرف روانہ کرنے کے بعد
سلطان علاؤ الدین شیر انکوہ کے قلعہ سے بھی کوچ کر گیا اور دولت آباد کی طرف بڑھا۔
اس کے چند ہی دنوں بعد چنگیز خان کو بھی شاید زر و جواہرات سے بھرے ہوئے ان

جواہرات کا علم ہو گیا تھا لہٰذا چنگیز خان اپنے لشکر کے ساتھ شیراکوہ نام کے
حملہ آور ہوا اور ان دس صندوقوں پر قبضہ کر لیا جو جواہرات اور دوسری
سے بھرے ہوئے تھے۔

سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ دولت آباد میں کچھ دن قیام کیا اس
دوران اچانک منگول سردار سوبدائی اور جبی نویان نے سلطان کے لشکر پر حملہ
یہ حملہ بے خبری کے عالم میں ہوا تھا جس کی وجہ سے سلطان ایسا حواس باختہ
بمشکل چند وفاداروں کے جان بچانے میں کامیاب ہو سکا۔ اس صورتحال میں
شامل سرداروں نے پھر یہ تجویز پیش کی کہ سلطان جنگستاکو کے قلعہ میں
مضبوط و محفوظ خیال کیا جاتا تھا محصور ہو کر دشمن کا مقابلہ کرے لیکن سلطان
تجویز کو بھی مسترد کر دیا۔

اب حالت یہ تھی کہ سلطان کا اٹھنا بیٹھنا' چلنا پھرنا' آنا جانا غرضیکہ ہر
مقصد تھی۔ چنانچہ اسے اسی بے مقصدی میں قارون کے قلعہ کو روانہ ہوا جو
اور رے شہروں کے درمیان واقع تھا۔ اپنے لشکر کے ساتھ سلطان جس وقت
کے قلعہ کی طرف جا رہا تھا۔ تو ایک اور منگول لشکر سے سلطان کی مڈھ بھیڑ
چند سلطان علاؤ الدین کے ساتھ خاصی جمعیت تھی اور اگر دلجمعی سے لڑتا تو
یاب ہوتا لیکن معمولی نوک جھونک کے بعد سلطان علاؤ الدین بھاگ کھڑا ہوا
علاؤ الدین کے بھاگنے کے بعد لشکری بیچارے کیا کرتے اور کیسے اور کیوں
انہوں نے بھی سلطان کی پیروی کی اور سلطان کے ساتھ فرار اختیار کر لیا۔
سلطان ایک بار پھر اپنی اور اپنے لشکریوں کی جان بچانے میں کامیاب ہو گیا تھا

منگولوں سے جان بچانے کے بعد سلطان علاؤ الدین بخیر و عافیت قارون
تک پہنچ گیا۔ اور رات وہیں بسر کی۔ اب اس کے ذہن میں منگولوں کا خوف
سوار ہو گیا تھا۔ چنانچہ صبح وہ بیدار ہوا تو لشکر کو بغداد کی سمت کوچ کرنے کا
تاہم اس نے اپنے حرم اور ساری شہزادیوں کو قارون کے قلعہ ہی میں رکھا
حاکم قلاوزان کو حکم دیا کہ وہ اس قلعے اور اس کے حرم کی حفاظت کرے
طرف روانگی کے وقت قلعہ حاکم قلاوزان تھوڑی دور تک سلطان کے ساتھ

واپس لوٹ گیا۔

آگے جا کر سلطان علاؤ الدین پھر لوٹ آیا اسی دوراہے پر اپنے لشکر کے ساتھ آ کھڑا ہوا۔ جہاں سے اس نے قلعہ قارون کے حاکم قلاوزان کو واپس جانے کی اجازت دی تھی۔ پھر وہ سرجاہان نام کے قلعے کی طرف روانہ ہوا جو ویلم کے کوہستانی سلسلے کے اندر تھا

دوسری طرف قلاوزان سلطان کے ساتھ بغداد کی طرف جانے والی شاہراہ پر تھوڑی دور سفر کرنے کے بعد جب واپس لوٹا تو منگولوں کا ایک لشکر جو سلطان کے تعاقب میں تھا حاکم قلعہ قلاوزان کی راہ روک کھڑا ہوا۔ اور قلاوزان سے انہوں نے سلطان کے بارے میں دریافت کیا۔ تو قلاوزان نے انہیں بتا دیا کہ سلطان بغداد کی طرف گیا ہے۔

چونکہ سلطان کے تعلقات عباسی خلیفہ سے اچھے نہ تھے اور منگول سرداروں کو بھی اس کا علم تھا اس لئے انہوں نے قلاوزان کو ساتھ لیا اور سلطان کے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے۔ چونکہ حاکم قلعہ نے سلطان کو بغداد ہی کی طرف جاتے دیکھا تھا اس لئے وہ مطمئن تھا کہ اس نے کوئی غلط بیانی نہیں کی۔

لیکن چند میل آگے جانے کے بعد جب منگولوں کو سلطان کے لشکر کے کہیں بھی آثار دکھائی نہ دیئے تو منگولوں کو یقین ہو گیا کہ قلاوزان نے ان کے ساتھ دھوکہ کیا ہے چنانچہ انہوں نے قلعہ قارون کے حاکم قلاوزان کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

سلطان علاؤ الیدن نے سرجاہان قلعے میں ایک ہفتہ بسر کرنے کے بعد گیلان شہر کا رخ کیا۔ اور ایک ہفتہ گیلان میں قیام پذیر رہا۔ اس کے بعد پھر اسے جب اضطراب کا دورہ پڑا تو وہاں سے اسپیدار اور اسپیدار سے مازندان کی طرف روانہ ہوا۔ مگر چونکہ وہ سکون قلب کی دولت سے محروم ہو چکا تھا اس لئے کسی مقام پر بھی دو ایک دن سے زیادہ قیام نہیں کر سکا تھا۔

مازندان کا محل وقوع ایسا تھا کہ وہاں تک مغلوں کی رسائی ہو سکتی تھی علاوہ ازیں سلطان کی گھبراہٹ اور پریشانی کو دیکھ دیکھ کر سرداران لشکر بھی اپنا دماغی توازن کھو بیٹھے تھے اور سلطان سے زیادہ حساس ہو گئے تھے

چنانچہ انہوں نے تجویز پیش کی کہ جب تک حالات پورے طور پر ساز
ہو جاتے اس وقت تک یہی بہتر ہے کہ جھیل کیسپئین کے متعدد جزائر میں
ایک محفوظ ترین جزیرے میں پناہ لے لی جائے۔ چونکہ سلطان منگولوں کے
خوف سے از حد پریشان تھا لہٰذا اس مشورے کو فوراً قبول کر لیا۔ اور جھیل
کے ایک جزیرے میں اپنے لشکر کے ساتھ جا کر جاگزین ہوا۔

جب منگول سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کو گرفتار کرنے میں ناکام
انہوں نے قارون نام کے قلعے پر حملہ کر دیا۔ یہاں سلطان کی بیگمات شہزادیاں
کی دیگر عورتیں تھیں۔ قلعہ کی حفاظت کے لئے چھوٹا سا ایک لشکر تھا جس
منگولوں کو معمولی سی مزاحمت کرنا پڑی۔ اس کے بعد قلعہ فتح ہو گیا۔ قلعہ
مکین گرفتار کر لئے گئے مرد اور لڑکے قتل کر دیئے گئے اور عورتیں اور لڑکیا
سرداروں میں بانٹ دی گئیں۔ ساری شہزادیاں چنگیز خان نے مغل سردا
بانٹیں۔ شہزادی خان سلطان جس کی منگنی اورخان سے کرنے کے بعد علاؤ
توڑ دی تھی وہ چنگیز خان کے بیٹے دوشی کے حصے میں آئی تھی۔ یہ خبر سنتے
سلطان علاؤ الدین کو ایسا دکھ اور صدمہ ہوا کہ وہ جھیل کیسپئین کے جز
صاحب فراش ہو گیا تھا جس میں اس نے قیام کر رکھا تھا۔

جب سلطان کو اپنی زندگی سے بالکل مایوسی ہو گئی تو اس نے اپنے سار
کو طلب کیا اور اپنے رشتہ دار اور لشکر کے سردار قتلغ خان کو بھی بلایا۔
سارے لوگ سلطان کے پاس جمع ہوئے تو سلطان نحیف سی آواز میں انہیں
کے کہنے لگا۔

سنو میرے عزیزو۔ زندگی میں مجھ سے ایک بہت بڑی غلطی سرزد ہوئی
نے اپنے دل اور ضمیر کی آواز کو پہچانا ہوتا۔ چونکہ میں نے ایسا نہیں کیا لہٰذا
و خوار ہو کر اپنے آپ کو موت کے حوالے کر رہا ہوں۔ دیکھو میرے عز
سے پہلے میں اپنے بیٹے ازلاق سلطان کو اپنی ولی عہدی سے محروم کر کے جلال
اپنا ولی عہد مقرر کرتا ہوں۔ کاش میں نے جلال الدین کا کہا مانا ہوتا اور اس
ساتھ منگولوں کے سامنے سینہ سپر ہو جاتا تو شاید آج مجھے بحیرہ خزر کے اس

گمنامی کی موت مرنا نصیب نہ ہوتا۔ بہرحال میں اپنے بیٹے جلال الدین کو
ولی عہد مقرر کرتا ہوں اور سب کو حکم دیتا ہوں کہ اس کا اتباع کریں۔

اس موقع پر سلطان کا سردار قتلغ خان اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا میں اور میرے
جلال الدین کو ولی عہد تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی
وہاں سے نکل گیا اور سلطان کے ساتھ سفر کرنے والے لشکر میں جو اسی ہزار
سپاہی تھے انہیں لے کر وہ وہاں سے چلا گیا تھا۔ اس کی روانگی کے تھوڑی
بعد سلطان علاؤ الدین نے دم توڑ دیا تھا۔

اس عظیم المرتبت سلطان کی وفات ایسی حالت میں ہوئی کہ کفن کے لئے کپڑا
میسر نہ تھا۔ اور مرتے وقت جو لباس جسم پر تھا اسی میں دفن کر دیا گیا تھا۔ اس کم
سلطان کے حالات زندگی حد درجہ عبرت انگیز ہیں۔ اس نے اپنے باپ سلطان
سے وراثت میں زمین کا جو ٹکڑا حاصل کیا تھا اس سے کئی گنا بڑے متعدد علاقے
نے چند سال کی جدوجہد کے بعد فتح کر لئے تھے۔

اگر نرا فاتح ہونے کے بجائے وہ تھوڑی سی سیاسی بصیرت بھی رکھتا ہوتا تو اس کا
انا عبرتناک نہ ہوتا۔ اور نہ عالم اسلام کو ایسے دلدوز مصائب سے دوچار ہونا

خود سری۔ عاقبت نا اندیشی اور ہٹ دھرمی ایسے مصائب ہیں جو سلطان کے اکیس
دور حکومت میں ہر مرحلے پر کسی نہ کسی شکل میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

جس وقت سلطان علاؤ الدین کے باپ سلطان تکش کا انتقال ہوا تھا تو اس وقت
کے تصور میں بھی یہ بات نہ آئی ہو گی کہ صرف بیس سال کے قلیل عرصے کے
سلطنت جو اس نے اور اس کے باپ دادا نے سلجوقی سلطنت کے کھنڈرات پر
کی تھی صفحہ ہستی سے نیست و نابود ہو جائے گی۔ اور خونخوار اور وحشی منگولوں کا
اب ہلاکت آہستہ آہستہ تمام عالم اسلام کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔ اور یہ کہ
ئے تمدن اور تہذیب کو ایسی عدیم النظیر افتاد سے پالا پڑے گا کہ تمام اقوام عالم اس
تاریخی مثال نہیں پیش کر سکے گی۔

چھ سو سال کے عرصے میں ملت اسلامیہ نے تہذیب، و تمدن علوم و فنون کا جو

عالیشان محل تعمیر کیا تھا اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی۔ مکتب اور
اور خانقاہیں۔ لائبریریاں اور کتب خانے اور اسی طرح کے اور ت
ادارے ملیا میٹ کر دیئے جائیں گے۔ عالم اسلام کے شہروں میں منگو
خون کا وہ بازار گرم کیا جس میں کم و بیش ایک کروڑ انسان ان درند
موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے تھے۔

گو منگولوں کے حملہ آور ہونے سے پہلے سلطان علاؤ الدین
وسعت پیدا ہوئی تھی وہاں اس کی طاقت میں اور قوت میں بھی بہت
اور خطا کے ترکوں کو شکست دینے کے بعد اس کی حدود چنگیز خان ک
گئیں تھیں۔ لیکن سلطان نے قرب و جوار کے تمام چھوٹے بڑے حکم
تعلقات بگاڑ لئے تھے۔ جن میں خلیفہ بغداد بھی شامل تھا۔

چونکہ یہ لوگ خود تو سلطان علاؤ الدین کے خلاف میدان میں ا
نہیں رکھتے تھے اس لئے یہ چھوٹے بڑے حکمران اور خلیفہ بغداد وقتاً
کو سلطان پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دیتے رہے تھے۔ لیکن چونکہ
ترکان خطا کے خلاف سلطان کی متواتر کامیابیوں سے اس کی دھاک ب
لئے باوجود اس کے کہ تمام قرب و جوار کے سلاطین نے چنگیز خان کو
اگر وہ سلطان علاؤ الدین کے خلاف لشکر کشی کرے گا تو ان میں سے
کی طرف امداد کا ہاتھ نہیں بڑھائے گا۔ اس کے باوجود شروع میں چنگیز
علاؤ الدین کے خلاف حملہ آور ہونے کی جرات نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ
پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ سلطان علاؤ الدین اس سے بھی وہ
جو اس سے پہلے وہ ہمسایہ مسلمان اور غیر مسلمانوں کے ساتھ کرتا رہا ہ

منگولوں کی اس لشکر کشی کو سلطان کی رعونت کی وجہ قرار دی جا
خان کے لالچ اور طمع کو۔ لیکن یہ بات واضح اور یقینی ہے کہ اس ابتلا
ہونے کے لئے سلطان کا طرز عمل انتہائی قابل نفرت اور غیر یقینی اور بر

جب منگولوں نے سلطان کے سرحدی شہر اترار پر حملہ کیا تھا ا
علاؤ الدین کی کمانداری میں چار لاکھ کا انتہائی آزمودہ کار اور تربیت ی

...نکہ اس سے پہلے اس لشکر نے بڑے بڑے زبردست معرکے بھی سر کئے
...ے اگر سلطان علاؤ الدین جی کڑا کر کے مقابلے پر ڈٹ جاتا تو یقیناً" اس کا
...برناک نہ ہوتا۔ اور نہ اتنے کثیر تعداد میں بے گناہ مسلمان منگولوں کی
...ہوتے۔

...ے لشکر کے ساتھ اگر سلطان علاؤ الدین چنگیز خان کے خلاف سینہ سپر
...گیز خان سوچنے پر مجبور ہو جاتا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ جنگ کی ابتدا ہی نہ کرتا
...سلطان اپنے اس تجربہ کار لشکر کی بنا پر یقیناً" چنگیز خان کو شکست دیتا اور
...ر صحرائے گوبی کی طرف بھاگ جانے پر مجبور کر دیتا۔

...ن علاؤ الدین مقابلہ کئے بغیر حوصلہ ہار بیٹھا منگولوں نے دل کھول کر
...مظالم ڈھائے اور مرو اور نیشا پور جو خراسان میں علوم و فنون۔ صنعت و
...تجارت کا مرکز تھے اور جن کی آبادی تقریباً" تیرہ تیرہ چودہ چودہ لاکھ سے کم
...باہ و برباد کر کے رکھ دیئے گئے۔ منگولوں کو اس سے کوئی سروکار نہ تھا کون
...ہے اور کون بے گناہ۔ وہ سلطان علاؤ الدین کی حماقات کا بدلہ ساری مسلمان
...نے پر تل گئے تھے۔

...لئے جو شہر بھی فتح ہوتا اس کی تمام آبادی بلا دریغ قتل کر دیتے۔ اس
...ے ان کا مقصد ایک طرف لوٹ مار آتش انتقام بجھانا تھا تو دوسری طرف ان
...حوصلے پست کرنا تھا۔ جو ابھی تک ان کی گرفت سے بچے ہوئے تھے۔ کسی
...ہ خم ٹھونک کر مقابلے پر آ سکتے تھے۔

...نا علاؤ الدین کے مر جانے کے بعد عجیب افراتفری کا عالم تھا۔ فوج چھوٹے
...لیوں میں بٹ کر اپنی افادیت کھو چکی تھی۔ شہر تباہ ہو چکے تھے۔ بستیاں اجڑ
...ا اکثر لوگ مارے گئے تھے جو بچ گئے تھے وہ جنگلوں اور پہاڑوں میں جا چھپے

...کو اگر کوئی بچاؤ کی صورت نظر آتی تھی تو وہ سلطان جلال الدین کی ذات
...ایک چنا تو بھاڑ کو پھوڑ نہیں سکتا۔ فوج منگولوں کے ڈر اور سلطان علاؤ
...بزدلی سے بد دل ہو کر تتر بتر ہو گئی تھی۔ خزانہ خالی پڑا تھا نئے سرے سے

فوج کی بھرتی کا بندوبست کون کرتا اور کہاں سے کرتا۔ دوسری طرف
معلوم تھا کہ اگر سلطان علاؤ الدین کی وفات سے فوری اور پورا فائدہ
کوئی عجیب نہیں کہ کچھ عرصہ بعد سلطان جلال الدین جب اپنی تیاریاں کر
ٹھونک کر اس کے سامنے آئے تو اسے شکست دینا مشکل ہو جائے۔
نے فیصلہ کر لیا کہ سلطان علاؤ الدین کی موت کے بعد اس کے لشکر
چھوٹے گروہ ادھر ادھر بٹ گئے ہیں ان کا پیچھا کر کے ان کا خاتمہ کر دیا جا
علاقوں میں پھر کوئی منگولوں کے خلاف سر نہ اٹھا سکے۔

دوسری طرف سلطان جلال الدین کے سامنے دو ہی راستے تھے۔ ا
اپنے مرحوم باپ علاؤ الدین کی طرح ذلت اور رسوائی سے مصالحت کرنے
ہی کی طرح منگولوں کے آگے آگے اپنی اور اپنے لشکریوں کی جان بچانے
پھرے۔ دوئم یہ کہ وہ جوانمردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے عزت کی موت کو
پر ترجیح دے۔ اور چھاتی تان کر منگولوں کے سامنے آ جائے۔ ان کا مقابلہ
الدین نے اپنے باپ کے برعکس دوسرا راستہ اختیار کیا۔ اور اس نے
خلاف جنگ کرنے کا ارادہ کر لیا۔

چنانچہ بحیرہ خزر سے اپنے باپ کی موت کے بعد اپنے بھائیوں ا
اور بچے کھچے سپاہیوں کو لے کر سلطنت کے مرکزی شہر خوارزم کو
سلطان جلال الدین دار السلطنت پہونچا تو لوگ اس قدر خوش ہوئے ج
نہ تھی۔ ہزاروں لشکری جو ادھر ادھر بغیر کسی کماندار کے بھیڑ بکریوں
پھرتے تھے جب انہیں سلطان جلال الدین کی آمد کی خبر ہوئی تو وہ دھڑا د
میں جمع ہونے شروع ہو گئے تھے۔ یہاں تک کہ سلطان جلال الدین کے
والے ایسے لشکریوں کی تعداد سات ہزار کے لگ بھگ ہو گئی تھی۔

جب خوارزم شہر کے باشندوں کو علم ہوا کہ سلطان علاؤ الدین
پہلے اپنے بیٹے ازلاق سلطان کی ولی عہدی کو منسوخ کرنے کے بعد جلا
ولی عہد اور جانشیں مقرر کر دیا تھا تو خاص و عام سبھی نے اسے ایک
اور انہیں امید ہو چلی تھی کہ اب نیا سلطان جلال الدین ہر صورت

رنے کے لئے اپنے آپ کو تیار کر لے گا۔
یکن اس موقع پر سلطان علاؤ الدین کے رشتے دار سردار قتلغ خان نے انتہائی
ور ملت فروشی کا مظاہرہ کیا اس نے سلطان علاؤ الدین کے اس اعلان کو تو پہلے
نے سے انکار کر دیا تھا وہ اپنی کمانداری میں کام کرنے والے لشکر کو لے کر
م پہونچ چکا تھا اور اس لشکر کی تعداد نوے ہزار کے لگ بھگ ہو گئی تھی
قتلغ خان کا کہنا تھا کہ ازلاق سلطان ہی سلطان علاؤ الدین کا صحیح جانشین ہے اور
تک وہ زندہ یا خود سے تخت سے دستبردار ہونے کا اعلان نہیں کرتا کوئی دوسرا
علاؤ الدین کی رعایا کے لئے واجب الاطاعت نہیں ہو سکتا۔
چونکہ سلطان جلال الدین کی نسبت قتلغ خان کے لشکر کی تعداد اس وقت زیادہ
ذا اس نمک حرام نے اس وقت سلطان جلال الدین کو قتل کرنے کی سازش کی
سلطان اپنے گنے چنے ساتھیوں کے ساتھ خوارزم شہر میں داخل ہوا تھا۔ لیکن
ن کے جاں نثار جو اس کے لئے جاسوسی کا کام کر رہے تھے انہوں نے بر وقت
ن کو اس سازش سے آگاہ کر دیا لہٰذا سلطان اب اپنے گنے چنے ساتھیوں کو لے کر
لاغ شہر کی طرف روانہ ہو گیا جہاں اورخان پہلے ہی اپنے لشکر کو تربیت دینے میں
ف تھا۔ اس موقع پر سلطان جلال الدین قطعا" قتلغ خان سے ٹکرانا نہیں چاہتا تھا
لئے کہ اس کی کمان میں نوے ہزار لشکری تھے اور اگر سلطان اس سے ٹکرا جاتا
تا" مسلمانوں کا قتل عام ہوتا۔ اور سلطان جلال الدین قطعا" ایسا نہ چاہتے تھے۔
چنگیز خان کو سلطان علاؤ الدین کی وفات کی خبر ہو چکی تھی اسے اس بات کا بھی
ہو چکا تھا کہ باپ کی وفات کے بعد جلال الدین۔ ازلاق سلطان اور دوسرا بھائی آق
لطان۔ حالات کا اندازہ لگانے کے لئے خوارزم شہر میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ چونکہ
رخان کو سلطان جلال الدین سے خطرہ تھا اس لئے کہ چنگیز خان سلطان جلال الدین
بہادری اور جراتمندی سے آگاہ تھا۔ اس لئے اس کی خواہش تھی کہ چنگیز خان
ان جلال الدین کو کہیں بھی جم کر بیٹھنے کا موقع نہ دے۔ چنانچہ ایک لشکر کو چنگیز
نے خوارزم شہر پر چڑھائی کرنے کے لئے روانہ کر دیا۔
لیکن منگولوں کے حملہ آور ہونے سے پہلے ہی سلطان جلال الدین اپنے ساتھیوں

کے ساتھ خوارزم شہر سے کوچ کر چکا تھا جب منگولوں کے خوارزم شہر کی طرف قدمی کرنے کی خبر پھیلی تو سلطان کے بھائی ازلاق سلطان اور آق سلطان بھی الدین کے پیچھے پیچھے منتشلاغ شہر کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔ جبکہ سلطان علاؤ کا سردار قتلغ خان بھی اپنے حصے کے لشکر کو لے کر خوارزم سے نکل کر کہیں ہو گیا تھا۔

منگولوں کو جب خبر ہوئی کہ سلطان جلال الدین خوارزم شہر چھوڑ چکا ہے منتشلاغ شہر کی طرف روانہ ہو چکا ہے اور اس کے ساتھ ایک مختصر سا لشکر ہے تو منگولوں کا یہ لشکر اس راستے پر گھات لگا کر بیٹھ گیا جس راستے سے گزرتے سلطان جلال الدین نے خوارزم سے منتشلاغ کی طرف جانا تھا۔

سلطان جلال الدین اپنے مختصر سے لشکر کے ساتھ جب وہاں سے گزرا تو نے گھات سے نکل کر سلطان پر حملہ کر دیا۔ ہرچند یہ حملہ اچانک تھا لیکن سنبھل گیا اور ایسی بے جگری سے منگولوں کے ساتھ لڑا کہ منگولوں کے اس سلطان نے بد ترین شکست دی اور منگولوں نے سلطان کے سامنے بھاگ کر اپنی بچائی۔

تین دن کے بعد سلطان کے بھائی ازلاق سلطان اور آق سلطان بھی اپ لئے وہیں سے گزرے چونکہ منگولوں کو ان کے آنے کی بھی اطلاع مل چکی تھی لئے وہ ان کے لئے بھی گھات لگا کر بیٹھ گئے تھے۔ لیکن سلطان کے مخبروں شہزادوں کو منگولوں کے حملہ آور ہونے اور گھات میں بیٹھنے کی اطلاع کر دی سلطان کے دونوں بھائیوں نے منگولوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تیاری کر لی منگولوں نے اپنی کمین گاہ سے نکل کر جب حملہ کیا تو چونکہ سلطان کے دونوں مقابلے کے لئے پوری طرح تیار تھے اس لئے جی توڑ کر لڑے اور یہ جنگ بڑی خونخوار تھی کہ اس میں منگولوں کو شکست ہوئی اور وہ میدان جنگ چھوڑ کر گئے۔

اس کامیابی کے بعد سلطان جلال الدین کے دونوں بھائی یہ سمجھ بیٹھے کہ منگول ان کے ہاتھوں شکست کھا کر بھاگ چکے ہیں لہٰذا اب وہ نہ پلٹنے اور

لہ آور ہونے کی جرات کر سکیں گے۔ اس لئے وہ ستانے کے لئے وہیں رک گئے۔ لیکن اتفاق سے بھاگنے والے لشکر کی مدد کے لئے منگولوں کا ایک اور لشکر ادھر آ اور دونوں لشکروں نے متحدہ طور پر کارروائی کرتے ہوئے سلطان جلال الدین کے دونوں بھائیوں اور ان کے ساتھ کام کرنے والے لشکریوں کو گھیر کر قتل کیا۔ جب سلطان کے دونوں بھائیوں کو اس گھیراؤ کا علم ہوا تو وہ اپنے لشکر کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے نکل کھڑے ہوئے کوہستانی سلسلوں کے اندر گھمسان کا رن پڑا۔ لیکن چونکہ منگولوں کی تعداد بہت زیادہ تھی لہٰذا سلطان کے دونوں بھائی ان کا مقابلہ نہ کر سکے اور اپنے لشکریوں کے ساتھ تہہ تیغ کر دیئے گئے۔ اس متحدہ لشکر نے سلطان کے بھائیوں اور ان کے لشکریوں کا خاتمہ کیا تھا اس لشکر کی کمانداری منگول سردار قراچہ۔ تربائی اور آق ملک کر رہے تھے۔

جلال الدین کے دونوں بھائیوں ازلاق سلطان اور آق سلطان اور ان دونوں کے لشکروں کا خاتمہ کرنے کے بعد واپس جاتے ہوئے منگول سردار قراچہ۔ آق ملک اور تربائی جس وقت اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ کوہستانی سلسلے سے گھری ہوئی ایک وادی میں سے گزرنے لگے تھے تو اس وادی سے نکل کر آگے جانے کے لئے جو درہ تھا اس کے قریب اورخان اور غیاث الدین اپنے لشکر کے ساتھ ان کی راہ روک کھڑے ہوئے۔ درہ کے آگے اورخان کا لشکر خوب پھیلا ہوا تھا جبکہ اورخان اور غیاث الدین دونوں اپنے گھوڑوں پر سوار اپنے لشکر کے آگے تھے۔ انہیں دیکھتے ہوئے منگول سردار تربائی جو اپنے لشکر کے آگے آگے تھا چونکا اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچتے ہوئے اس نے گھوڑے کو روک دیا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے دونوں منگول سردار قراچہ اور آق ملک بھی اپنے گھوڑوں کو روک چکے تھے اور ان کی طرف دیکھتے ہوئے ان کے پیچھے پیچھے آنے والے سارے منگولوں نے اپنے اپنے گھوڑوں کو روک لیا تھا۔

تربائی تھوڑی دیر تک اورخان اور اس کے لشکر کی طرف بڑے غور سے دیکھتا رہا پھر اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی تھوڑا سا آگے جا کر بلند آواز میں بولا اور کہنے لگا

تم لوگ کون ہو۔ میں یہ نہیں پوچھوں گا کہ تم لوگوں نے ہماری راہ کیوں روکی ہے میں صرف یہ جاننا چاہوں گا کہ تم سب کون ہو تاکہ جب تم لوگ ہمارے

ہاتھوں مارے جاؤ تو ہمیں خبر ہو کہ ہم نے کس کا قتل عام کیا ہے۔ اس پر اورخان بھی اسی کی طرح بلند آواز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

پہلے یہ تو بتا تو کون ہے اس پر تربائی بولا اور کہنے لگا دیکھ میں منگول سردار ہوں میرے ساتھ دو اور منگول سردار قراچہ اور آق ملک ہیں اور ہم تمہارے جلال الدین کے بھائی ازلاق سلطان اور آق سلطان دونوں کو قتل اور ان کے گاجر مولی کی طرح کاٹنے کے بعد ادھر آئے ہیں۔ لگتا ہے تم علاؤ الدین کی موت کے بعد اس کے منتشر ہونے والے لشکر کا ایک حصہ ہو۔ اور خود ہی اپنی موت کو دعوت دینے کے لئے ہمارے سامنے آن رکے ہو۔ اس پر اورخان بولا اور کہنے لگا۔

دیکھ تربائی میں تجھے تیرے دوسرے دو سردار قراچہ اور آق ملک تینوں کو (قتل) کرنے کی قسم کھا چکا ہوں۔ اور اگر میرے خداوند نے جو حی و قیوم ہے مجھے (مہلت) دی تو میں یہ قسم ضرور پوری کروں گا۔ دیکھ تربائی میرا نام اورخان ہے میرے ہی نے تمہیں قراچہ اور آق ملک کو مرو شہر کے کھنڈرات کے قریب رات کی تاریکی میں بد ترین شکست دی تھی۔ اور تم اپنے بچے کھچے لشکر کو لے کر بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ آج ان وادیوں میں تربائی میں تیرا سر قلم کرنے کی کوشش کروں گا۔ اور تیرے لشکر کی حالت ایسی ہی کروں گا جیسی مرو شہر سے باہر ہوئی تھی۔

اورخان کے خاموش ہو جانے پر تربائی بڑی برہمی میں بولا اور کہنے لگا۔

اورخان میں نے تیری بہادری تیری شجاعت تیری جنگی مہارت کے بڑے چرچے سنے ہیں پر سن۔ ہم منگول وہ لوگ ہیں جو سنولائی سنولائی فضاؤں میں ہنر و کسب دریا بن کر گھس جاتے ہیں۔ ہم وہ لوگ ہیں جو بوئے بہار میں آگ کے پھول۔ پہاڑ پھنسی دھنک میں آتش فشاں کے سیال بن کر اتر جانے کا فن جانتے ہیں۔ ان وادیوں میں میں زمین کے حلم کو تیرے لئے وحشت۔ زوال شب کو تیرے لئے شکن اور جمود سنگ کو لخت لخت بنا کر رہوں گا۔ اب تو ہمارے سامنے سے جان بچا کر بھاگنا بھی چاہے تو دیکھ ہم تمہیں بھاگنے نہ دیں گے۔

اس پر اورخان بھی بلند آواز میں کہنے لگا۔ دیکھ تربائی کون کم بخت تم لوگوں کے سامنے سے بھاگنے کی کوشش کرے گا۔ یوں بڑھ چڑھ کر گفتگو نہ کرو۔ جب تم

حملہ آور ہو گئے اور اس حملے کے جواب میں میں جوابی کاروائی کروں گا تو تم اپنے اور اپنے لشکریوں کو ہمارے لئے پانی کے بلبلوں۔ ہوا کے بگولوں۔ بجھی ہوئی آگ اور سیاہ رات کے سایوں کی طرح بے ضرر محسوس کرنے لگو گے۔

منگول سردار تربائی نے اورخان کی اس ساری گفتگو کا کوئی جواب نہ دیا اس نے اپنے گھوڑے کی زین کے ساتھ بندھی ہوئی سرخ رنگ کی ایک جھنڈی فضا میں لہرا دی شاید یہ اس کے حملہ آور ہونے کا اشارہ تھا سرخ جھنڈی کا فضا میں بلند ہونا تھا کہ تربائی۔ قراچہ اور آق ملک تینوں منگول سردار غضب برہم آسیب۔ بد مست قہرمانی۔ سیل مظلم اور بدی کے گرداب کی طرح آگے بڑھتے ہوئے اورخان کے لشکر پر حملہ آور ہو گئے تھے۔ اورخان اور غیاث الدین دونوں منگولوں کے اس حملے کے لئے پہلے ہی سے تیار تھے۔ جب منگول حملہ آور ہوئے تو بڑی جانفشانی۔ بڑی بے جگری کے ساتھ اورخان اور غیاث الدین نے منگولوں کے اس حملے کو روکا۔ کچھ دیر تک اورخان اپنے لشکر کے ساتھ کارگاہ جہاں کے کسی معلم۔ غیب و شہود کے سنگم' اتصال مدحت و زم۔ حکمت و ادراک۔ اور رموز کن فیکون کے اندر بلند ہونے والی اللہ و اکبر کی صداؤں کی طرح منگولوں کے حملوں کو بڑی آسانی سے روکتا رہا۔ اس کے بعد اورخان نے اچانک فضا کے اندر سرخ جھنڈی بلند کی۔ سرخ جھنڈی کا یہ اشارہ دیکھتے ہوئے جہاں منگول دنگ رہ گئے تھے وہاں اورخان کے لشکری یہ اشارہ ملتے ہی دفاع سے نکل کر ذلت و نکبت طاری کرنے والی کسی نقش گر تباہی کے انیس۔ بربادی کے آشنا۔ شکست و ریخت کے محرم۔ اور خوف و رجاء کے کسی ساتھی کی طرح ٹوٹ کر منگولوں پر خونخواری سے حملہ آور ہونا شروع ہو گئے تھے۔

جس وقت اورخان اپنے لشکر کے ساتھ دفاع سے نکل کر جارحیت پر آیا تھا اور بڑھ چڑھ کر اس نے منگولوں پر حملے شروع کئے اچانک منگولوں کی پشت کی طرف سے ایک کوہستانی سلسلے کے اوپر پاسبانوں کا سالار نمودار ہوا اس کے پیچھے اس کے چوپان بھی تھے جو سب کے سب سرخ نقابوں سے اپنے چہروں کو ڈھانپے ہوئے تھے کوہستانوں کے اوپر ایک بار پاسبانوں کے سالار نے اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچیں تو اس کا گھوڑا کوہستانی سلسلے کی چوٹی پر اپنی اگلی دونوں ٹانگیں اٹھاتے ہوئے بری طرح

ہنہنایا۔ اپنے پیچھے گھوڑوں کی ہنہناہٹ سن کر منگول پریشان ہو گئے تھے جبکہ اورخان اور اس کے ساتھیوں کے چہروں پر سکون اور امیدیں ہی امیدیں تھیں۔ اس لئے کہ وہ سمجھ گئے تھے کہ پاسبانوں کا سالار ان کی مدد کے لئے پہونچا ہے۔

پھر اس کوہستانی سلسلے کے اوپر اپنے گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھے پاسبانوں کے سالار نے اپنے لشکریوں کو مخاطب کرتے ہوئے بلند آواز میں کہا۔ سنو بدر کے مقدس میدانوں۔ احد کی متبرک چٹانوں۔ صفا اور مروہ کی نورانی وادیوں کے امانت دارو! آگے بڑھو اور ان منگولوں کو بتاؤ کہ مسلمان زندہ اور بیدار ہیں۔ انہیں بتاؤ کہ اگر انہوں نے وقتی طور پر اپنی تلواروں کو ہمارے خون میں ڈبویا ہے تو یہ ان کی شجاعت ان کی بہادری نہیں بلکہ ہماری اپنی قوم کی سہل نگاری اور حماقت و سستی ہے۔

اس کے بعد پاسبانوں کے سالار نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور بڑی تیزی سے وہ کوہستانی سلسلے سے نیچے اترا اس کے پیچھے پیچھے اس کے لشکری بھی یاجوج ماجوج کی طرح کوہستانی سلسلے سے اتر کر وادی کی طرف بڑھے تھے پھر منگولوں کے قریب آکر پاسبانوں کا سالار اپنے لشکر کے ساتھ لہروں کے ارتعاش۔ زمیں کے نگران عناصر۔ اور بے چین قوت ارادی کی طرح منگولوں پر ان کی پشت کی طرف سے ٹوٹ پڑا تھا۔

اس دو طرفہ حملے سے بھی منگول کچھ زیادہ فکر مند یا پریشان نہیں تھے اس لئے کہ پاسبانوں کے سالار اور اورخان کے لشکر کو ملا کر بھی جب موازنہ کیا جائے منگولوں کے لشکر کی تعداد کہیں زیادہ تھی۔ لیکن تھوڑی سی جنگ کے بعد سامنے طرف سے اورخان اور پشت کی طرف سے پاسبانوں کے سالار نے جب خونخوار انداز میں منگولوں کی حالت گناہ اور ظلم کی لٹتی کھیتی، مکاری کی پستی، حیلہ گری، زوال، مضمحل بے نوائی اور دل کے سکون زاروں میں جنم لینے والے سوز و سدم؟ ہو کر رہ گئی تھی۔

پاسبانوں کے سالار نے چونکہ پشت کی طرف سے منگولوں کو ادھیڑ کر رکھ دیا لہٰذا منگولوں نے فوراً اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر لیا۔ آدھے حصے کے کے ساتھ تربائی اورخان کا مقابلہ کرنے لگا تھا دوسرے آدھے حصے کے ساتھ قراچہ آق ملک پاسبانوں کے سالار کے آگے جم گئے تھے لیکن وہ زیادہ دیر تک اورخان

پاسبانوں کے سالار کے سامنے نہ ٹھہر سکے۔ جلد ہی منگولوں کے سرداروں نے اندازہ لگایا کہ اورخان اور پاسبانوں کا سالار دونوں طرف سے ان پر چھاتے ہوئے مکمل طور پر ان کا قتل عام شروع کر چکے ہیں۔

یہ صورتحال دیکھتے ہوئے منگول سرداروں نے میدان جنگ سے بھاگ جانا چاہا۔ اورخان بھی شاید ان کے فرار کا اندازہ لگا چکا تھا لہٰذا وہ اب محافظ دستوں کے ساتھ بڑی تندی۔ بڑی خونخواری سے تربائی پر حملہ آور ہوا اور منگولوں کو کاٹتا مارتا تربائی کے قریب جا پہونچا پھر اچانک اورخان نے کمند پھینکی پہلی ہی بار کمند تربائی کے گلے میں جا کر پھنسی جب ایک جھٹکے کے ساتھ اورخان نے اپنی کمند کھینچی تو تربائی اپنے گھوڑے سے گر کر بری طرح زمین پر گھسٹتے ہوئے شور و واویلا کرنے لگا تھا اس موقع پر اورخان نے اپنے جنگلی اور وحشی گھوڑے کو ایڑ لگائی اور اسے پیچھے ہٹاتا چلا گیا تھا اس طرح اورخان تربائی کو زمین پر گھسیٹتے ہوئے کافی پیچھے لے گیا تھا۔ پھر گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھے اورخان نے اپنے چند سپاہیوں کو حکم دیا کہ تربائی کے گلے سے کمند نکال دی جائے اور جنگ کے خاتمے تک اسے حراست میں رکھا جائے۔ اورخان کا یہ حکم سنتے ہی اس کے چند لشکری حرکت میں آئے انہوں نے فوراً تربائی کے گلے سے کمند نکال دی اور تربائی کو اپنی حراست میں لے لیا اس کے بعد اورخان پھر اپنے لشکر کے ساتھ منگولوں پر ناقابل برداشت ضربیں لگانے لگا تھا۔

اورخان کے ہاتھوں منگول سردار تربائی کے گرفتار ہونے کی خبر لشکر میں آن کی آن میں پھیل گئی یہ خبر پھیلنی تھی کہ منگولوں کے اندر جو پہلے ہی افراتفری کا شکار تھے بزدلی کے آثار نمودار ہوئے۔ منگول سردار قراچہ اور آق ملک نے جب یہ صورت حال دیکھی تو انہوں نے اپنے لشکریوں کو جھنڈیوں کے اشارے دیئے اور یہ اشارے پاتے ہی منگول بائیں طرف سے میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ نکلے تھے۔ کوہستانی سلسلے کے اندر اورخان اور پاسبانوں کے سالار نے تھوڑی دور تک ان کا قتل عام کیا پھر وہ میدان جنگ میں لوٹ آئے تھے۔ دونوں منگول سردار قراچہ اور آق ملک اپنے بچے کھچے لشکریوں کے ساتھ بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار دونوں اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ اس وادی

میں داخل ہوئے۔ جس میں جنگ ہوئی تھی پھر دونوں آمنے سامنے آئے ایک ساتھ مسکراتے ہوئے وہ اپنے گھوڑوں سے اترے اور بھاگ کر ایک دوسرے سے بغل گیر ہو گئے تھے اس موقع پر پاسبانوں کے سالار نے اورخان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور کہنے لگا اورخان میرے بھائی میں تجھے اس کامیابی پر اس فتح پر مبارک باد دیتا ہوں۔ اس پر اورخان بولا اور کہنے لگا پاسبان میرے بھائی جس طرح میں مبارک باد کا مستحق ہوں ایسے ہی تم بھی اس فتح میں برابر کے حق دار ہو۔ پاسبان میرے بھائی میرے ساتھ میں نے منگول سردار تربائی کو زندہ گرفتار کیا ہے۔ جنگ کے دوران میں نے اس کمند پھینک کر اسے زندہ پکڑا تھا۔ اس لئے کہ اس تربائی نے میرے بھائی طفل خان اور قبیل خان کو قتل کیا تھا میں نے قسم کھائی تھی کہ میں ان تینوں منگول سرداروں کو قتل کروں گا۔ دیکھ پاسبانوں کے سالار ان تینوں میں سے ایک تربائی پر تو میں اپنی گرفت کر چکا ہوں باقی دو بھی مجھ سے بچ کر کہیں نہ جائیں گے ایک نہ ایک روز میں ان پر نزول ضرور کروں گا۔ اس کے ساتھ ہی وہ دونوں اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور اس طرف چل دیئے جہاں منگول سرار تربائی کو حراست میں رکھا گیا تھا۔

ایک بڑی سی چٹان کے پاس اورخان کے تین لشکری تربائی کو پکڑے کھڑے تھے وہاں آکر اورخان اور پاسبانوں کا سالار اپنے گھوڑوں سے اتر پڑے۔ غیاث الدین اور پاسبانوں کے سالار کے چند سرکردہ ساتھی بھی وہاں آ جمع ہوئے تھے۔ اورخان اور پاسبانوں کا سالار جب تربائی کے نزدیک گئے تو تھوڑی دیر وہ باری باری بڑے غور اور پریشانی سے دونوں کو دیکھتا رہا۔ پاسبانوں کے سالار کی عقابی نگاہیں تربائی پر جمی ہوئی تھیں اس موقع پہ تربائی بولا اور اورخان کو مخاطب کر کے کہنے لگا

دیکھ اورخان تیری بہتری تیری بھلائی اسی میں ہے کہ تو مجھے چھوڑ دے اور تو مجھے جانے دے۔ دیکھ اگر تو نے مجھے نقصان پہونچایا یا مجھے قتل کیا تو تو اگر زمین کی تہہ میں بھی اتر گیا یا آسمان پر سیڑھی لگا کر کیوں نہ چڑھ گیا چنگیز خان اور اس کے لشکری اور اس کے سالار سائے کی طرح تیرا تعاقب کر کے تجھے قتل کر کے رہیں گے۔ قبل اس کے کہ اورخان اس گفتگو کے جواب میں کچھ کہتا۔ پاسبانوں کا سالار حرکت میں آیا اپنے دائیں ہاتھ کا ایک طمانچہ اس نے اس زور اور قوت کے ساتھ تربائی کے منہ

ا کہ تربائی کئی بل کھاتا ہوا دور جا گرا تھا۔ پھر پاسبانوں کا سالار گرجتی ہوئی آواز
نے لگا۔

"تیرے چنگیز خان اس کے سالاروں اور اس کے لشکریوں کی ایسی تیسی۔ خدا کی آج اگر میری قوم انتشار اور سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی بزدلی کا شکار نہ تو ہم مسلمان تم منگولوں کا صحرائے گوبی تک ایسا تعاقب کرتے جس طرح بھیڑیئے ضرور بھیڑوں کے ریوڑ کا تعاقب کرتے ہیں۔ سن تربائی یہ دھمکی تو کسی اور کو دینا۔ ایسی خالی خولی دھمکیوں میں آنے والے نہیں ہیں۔ دیکھ مرو شہر کے اندر تو نے اسی ز اورخان کے بھائی طفل خان کو ختم کیا تھا۔ اور مرو شہر کے کھنڈرات کے باہر ے ہاتھوں اورخان کا دوسرا اور سگا بھائی قبیل خان مارا گیا۔ لہٰذا تجھے کیسے اور کیونکر ف کیا جا سکتا ہے۔ دیکھ اگر اورخان نے تجھے قتل کرنے کی قسم نہ کھائی ہوتی تو قسم راوند ذو الجلال کی میں ابھی تیری گردن پر ایسا ہاتھ مارتا کہ تیری گردن توڑ کر تیرا نہ کر دیتا۔" اس کے بعد پاسبانوں کے سالار نے اورخان کی طرف عجیب سے انداز دیکھا جس کے جواب میں اورخان کے لبوں پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر ن نے اپنی تلوار ایک جھٹکے کے ساتھ بے نیام کی اور بلند کر کے تربائی پر برسائی اور ربائی کی گردن کاٹ کر رکھ دی تھی۔

○

اورخان اس کام سے فارغ ہوا تھا کہ اس کا ایک مخبر گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا اس کے قریب آیا اورخان کے قریب آکر وہ اپنے گھوڑے سے اترا پھر اورخان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اے امیر میں آپ کے لئے ایک اچھی خبر لایا ہوں۔ یہ خبر تو ہمیں پہلے ہی پہونچ ا ہے کہ بحیرہ کیسپئین کے اندر سلطان علاؤ الدین مر چکا ہے اپنی موت سے پہلے سلطان علاؤ الدین نے اپنے بیٹے جلال الدین کو اپنا ولی عہد مقرر کر دیا تھا اس طرح ؤ الدین کی موت کے بعد اب جلال الدین ہی مسلمانوں کا سلطان ہے۔ باپ کی ت کے بعد جلال الدین اپنے بچے کھچے ساتھیوں کے ساتھ خوارزم آیا۔ چنگیز خان

کو بھی اس کا علم ہو گیا تھا کہ جلال الدین خورزم آیا ہے اس لئے کہ چنگیز خان الدین کو اپنے لئے ایک انتہائی خطرناک شخص خیال کرتا ہے۔ دوسری طرف الدین کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ منگول خوارزم پر حملہ آور ہونا چاہتے ہیں لہٰذا وہ سے اپنے بچے کھچے لشکر کے ساتھ نکل بھاگا اور منقشلاغ کا رخ کیا اس سلطان جلال الدین کو خبر ہوئی تھی کہ آپ نے منقشلاغ میں قیام کیا ہوا منقشلاغ کی طرف جاتے ہوئے راستے میں یہی تینوں منگول سردار جن کی آپ وادیوں میں جنگ ہوئی ہے سلطان کی راہ روک کھڑے ہوئے لیکن سلطان شکست دی۔

اس طرح سلطان ان کے ہاتھوں سے بچ کر منقشلاغ چلے گئے لیکن سلطان دونوں بھائی ازلاق سلطان اور آق سلطان کی بد بختی کہ سلطان کے پیچھے پیچھے نے منقشلاغ کا رخ کیا تینوں مغل سرداروں نے ان پر بھی حملہ کیا اور ان کا کر دیا۔ لیکن اے امیر آپ نے ان وادیوں میں کیا خوب ان منگول سرداروں انتقام لیا ہے۔

اے امیر جو اچھی خبر میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ یہاں سے آگے کھلے میدانوں کے اندر سلطان جلال الدین نے اپنے لشکر کے ساتھ قیام ہے۔ ان کا عزم یہ ہے کہ وہ منقشلاغ شہر میں آپ سے جا ملیں۔ یہ خبر سنتے اورخان کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ پاسبانوں کے سا مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھ میرے بھائی اس جنگ میں جو کچھ بھی منگول یہاں چھوڑ بھاگے ہیں آ آدھا تقسیم کریں۔ اور یہاں سے کوچ کریں۔ تم بھی اپنے لشکر کے ہمراہ طرف چلو۔ دونوں بھائی اپنے لشکر کے ساتھ سلطان جلال الدین کی خدمت میں ہوتے ہیں اور اسے اپنے تعاون اور اپنی اطاعت کا اظہار کرتے ہیں۔ پاسبانوں سالار نے اورخان کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر اس جنگ میں جو کچھ بھی منگول ان کے ہاتھ لگا تھا انہوں نے آدھا آدھا تقسیم کیا پھر وہ اپنے متحدہ لشکر کو سلطان جلال الدین کی طرف کوچ کر رہے تھے۔

○

سلطان جلال الدین نے اپنے لشکر کے ساتھ خوارزم شہر سے منقشلاغ جانے والی راہ کے کنارے کھلے میدانوں میں اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا۔ آدھے لشکر انہوں نے ستانے کا اور آرام کرنے کا موقع فراہم کیا جبکہ لشکر کے باقی حصے کو دل نے بالکل مسلح حالت میں مستعد کر دیا تھا۔ تاکہ اگر بے خبری کی حالت میں دل حملہ آور ہونے کی کوشش کریں تو اپنا دفاع کر کے جوابی حملہ کیا جا سکے۔ دوپہر قریب سلطان جلال الدین اپنے لشکر کے اندر لشکریوں کے لئے پکنے والے کھانے نگرانی کر رہے تھے کہ ان کا ایک مخبر گھوڑا سرپٹ دوڑاتا ہوا لشکر گاہ میں داخل ا۔ جہاں لشکر کے لئے کھانا پک رہا تھا اور سلطان قریب تھے اس مخبر نے اپنے گھوڑے کو روکا پھر وہ نیچے اترا اور بھاگتا ہوا سلطان کے قریب آیا بڑی ارادتمندی کی اطاعت کے اظہار میں وہ سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا

سلطان محترم۔ میں آپ کے لئے ایک اچھی اور خوش کن خبر لے کر آیا ہوں گو آپ اپنے لشکر کے ساتھ اورخان کے پاس منقشلاغ جانے کا رخ کر رہے ہیں۔ لیکن اورخان ان دنوں منقشلاغ میں نہیں ہیں۔ اس پر سلطان نے چونک کر پوچھا اگر اورخان اپنے لشکر کے ساتھ منقشلاغ شہر میں نہیں ہے تو پھر کہاں ہے اس پر وہ مخبر مسکراتے ہوئے کہنے لگا سلطان محترم میں آپ کو تفصیل سے بتاتا ہوں۔

تفصیل کچھ یوں ہے کہ جب آپ منگولوں کے اچانک حملے سے بچ کر اس طرف نکل آئے تو آپ کے پیچھے پیچھے آپ کے دونوں بھائی ازلاق اور آق سلطان بھی اپنے اپنے لشکروں کو لے کر آپ کی طرف آئے تھے تاکہ آپ کے ساتھ شامل ہو کر منگولوں کے خلاف جنگ میں حصہ لے سکیں۔ لیکن منگولوں کو بھی ان کے آنے کی اطلاع ہو چکی تھی لہٰذا منگولوں کے تین سردار قراچہ آق ملک اور ترپائی گھات میں

بیٹھے رہے اور جب آپ کے بھائیوں کے لشکر ان کی گھات کے پاس سے گزر تو وہ اچانک نمودار ہوئے اور آپ کے بھائیوں پر حملہ کر دیا۔ آپ کے بھائی ان کے سارے لشکریوں کو ان تینوں منگول سرداروں نے تہہ تیغ کر دیا۔

یہ خبر سن کر سلطان جلال الدین کے چہرے پر پریشانی اور تفکرات رقم لگے تھے پھر وہ بڑے غور سے سوالیہ انداز میں اپنے اس مخبر کی طرف دیکھتے پوچھنے لگا یہ تم کیسی اچھی خبر لائے ہو کیا اس خبر کو اچھی خبر کہا جا سکتا ہے اچھی خبر سے تمہاری مراد یہ ہے کہ ازلاق سلطان جسے ولی عہدی سے محروم کر میرے باپ نے مجھے ولی عہد بنایا تھا مارا گیا ہے تو یہ خوشی کی بات نہیں انتہائی بات ہے اس لئے کہ میں اپنے دو بازوؤں سے محروم ہو گیا ہوں۔ ازلاق سلطان ولی عہد کی حیثیت سے تسلیم کر چکا تھا اور اب اس نے اپنی زبان سے خود مجھے کہنا شروع کر دیا تھا۔ اس پر وہ مخبر فوراً بولا اور کہنے لگا سلطان محترم۔ میں نے اپنی بات مکمل نہیں کی۔ جو خوشخبری میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں وہ ابھی باقی اس پر جلال الدین نے بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ تو پھر کو کہنا چاہتے ہو۔ مخبر پھر بولا اور کہنے لگا۔

سلطان محترم۔ منگول سردار قراچہ۔ تربائی اور آق ملک جب آپ کے بھا اور ان کے لشکریوں کا صفایا کرنے کے بعد جس قدر سامان تھا اسے لوٹ کر جانے لگے تو اگلی صبح کوہستانی سلسلے سے گھری ہوئی ایک وادی میں وہ سفر کر رہے کہ اورخان اپنے لشکر کے ساتھ ان کی راہ روک کھڑا ہوا۔ اورخان کو اس کے نے تربائی۔ قراچہ اور آق ملک کی نقل و حرکت سے آگاہ کر دیا تھا لہٰذا اورخان ان سے دو دو ہاتھ کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔

سلطان محترم پھر ایسا ہوا کہ ان تینوں منگول سرداروں اور اورخان کی جنگ وادیوں میں ہوئی جس وقت جنگ اپنے زوروں پر تھی تو منگولوں کی پشت کی طرف پاسبانوں کا سپہ سالار اپنے لشکر کے ساتھ حملہ آور ہوا اس کا یہ حملہ ایسا زوردار کہ اس نے پشت کی طرف سے منگولوں کا قتل عام شروع کر دیا تھا۔ اس طرح وادیوں کے اندر ایک طرف سے اورخان دوسری طرف سے پاسبانوں کے سپہ

لوں کا قتل عام کرتے ہوئے ان کے اندر موت کا رقص شروع کر دیا تھا۔ اس دوران منگول سردار تربائی کو کمند کے ذریعے زندہ گرفتار کر لیا اور بعد میں ردن مار دی گئی۔

محترم ان وادیوں میں اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے تینوں منگول کو بدترین شکست دی اور ان کے لشکر کا قتل عام کیا۔ تربائی تو گرفتار ہو کر تھا لیکن دوسرے دو منگول سردار قراچہ اور آق ملک اپنے بچے کھچے کو لے کر اپنی جانیں بچانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ اس جنگ میں اورخان بانوں کے سالار کے ہاتھ وہ سارا سامان بھی لگا جو وہ چھوڑ کر بھاگے ہیں اور اب کو اس کے مخبروں نے آپ کے یہاں پڑاؤ کرنے کی اطلاع کر دی ہے جس ب میں اورخان اور پاسبانوں کا سالار دونوں ہی اپنے اپنے لشکر کے ساتھ آپ کی طرف بڑی تیزی سے بڑھ رہے ہیں۔

خبر سن کر سلطان جلال الدین کے لبوں پر خوشی اور سکون سے ملا جلا تبسم ہوا تھا۔ تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر سلطان کچھ سوچتا رہا۔ اس کے بعد وہ نیت۔ بڑی ارادت اور شفقت میں کہہ رہا تھا۔

ورخان میرے بھائی تو نے کیا خوب نوائے پریشان اور صدائے بے ہنگم کی طرح کو اپنے سامنے سے ہانکا ہے میرے بھائی تو نے کیا خوب ان کے نفس کی ان کی جوع قلب کو خون میں ڈبو کر رکھا ہے۔ سن اے دار السلام۔ بنیت اور ہمت اور حزیمت کے فرزند تو نے کیا عمدہ انداز میں منگولوں کو شکست دے لوں کی شجاعت کے سارے رنگ و روغن کو اتار کر ان کی حالت سراب ریگ ا کر رکھی ہے۔

ن اورخان میرے بھائی۔ تو یقیناً میری قوم کے ان فرزندوں میں سے ہے جو کے لشکر کو تیغ کی دھار اور نیزے کی چمکدار انی پر رکھ کر اسے خون میں ڈبو دیتے اورخان تو یقیناً ان عظیم فرزندوں میں سے ہے جو اپنے دشمن پر الفاظ دریا کی کی طرح نزول کر کے چھا جانے کا فن رکھتے ہیں۔ سن میرے فرزانہ اور زیرک میں تیری اس فتح مندی پر تجھے سلام کرتا ہوں۔ سن عالم اسلام کے حدود شناس

اور ذوا لاحترام فرزند۔ میری تیرے لئے دعا ہے کہ دونوں جہان کا مالک
ابدی عطا فرمائے۔ دیکھ میرے نیک خو بھائی۔ ایک بار پھر میں غائبانہ
طاقت۔ تیری قابلیت۔ تیری قوت ارادی کو سلام کرتا ہوں۔

اسی روز سورج غروب ہونے سے تھوڑی دیر پہلے جب سلطان جلال
گھوڑے پر سوار اپنے لشکر کے اطراف میں گھومتے ہوئے لشکر کے لئے رہا
کے لئے انتظامات کا جائزہ لے رہے تھے تو مغرب کی طرف سے اٹھتے
اڑتے ہوئے دکھائی دیئے۔ وہ دھول دیکھتے ہوئے سلطان کے چہرے پر مسکراہٹ
ہوئی تھی۔ پھر وہ دھیمی آواز میں کہنے لگے اورخان یہ آنے والا تیرے علاوہ
ہو سکتا ہے میرے بھائی۔ مجھے بڑی بے چینی سے انتظار ہے۔ پھر سلطان
دیکھتے دھول کے ان بادلوں سے اورخان اور پاسبانوں کا سالار نمودار ہوئے
پیچھے پیچھے ان کے لشکری بھی اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے چلے آ رہے تھے
کے پڑاؤ کے قریب آ کر اورخان اور پاسبانوں کے سالار دونوں نے اپنے
جھنڈیوں کے اشارے سے رک جانے کا حکم دے دیا تھا۔ جھنڈیوں کا اشارہ
دونوں لشکر اورخان اور پاسبانوں کے سالار کے پیچھے رک گئے پر اورخان نے
میں اپنے گھوڑے پر سوار پاسبانوں کے سالار کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

سن میرے بھائی وہ سامنے جو شخص سفید گھوڑے پر سوار ہے وہی سلطان
الدین ہے۔ آؤ دونوں بھائی اس کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا ہدیہ عقیدت
کریں۔ اس کے ساتھ ہی اورخان اپنے گھوڑے سے اتر گیا تھا۔ اس کی دیکھا
ہوئے پاسبانوں کا سالار بھی اپنے گھوڑے سے اترا پھر وہ دونوں بڑی تیزی
بڑھے تھے ان دونوں کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھ کر سلطان بھی اپنے گھوڑے
اتر گئے تھے۔ سلطان جلال الدین نے اپنے دونوں بازو پھیلا دیئے۔ پھر اورخان
اور نمناک آنکھوں کے ساتھ وہ سلطان جلال الدین کے ساتھ بغل گیر
اورخان سے علیحدہ ہونے کے بعد سلطان جلال الدین پاسبانوں کے سالار سے
ہوئے۔ اس موقع پر اورخان بولا اور کہنے لگا۔

سلطان محترم۔ یہ میرے بہترین رفیق کار ہیں۔ سلطان محترم۔ انہوں

نہ دیا ہے۔ یہ جو لشکری ان کے پیچھے اپنے چہروں پر نقاب ڈالے کھڑے
ان کے ساتھی ہیں۔ خود بھی ہمیشہ اپنے چہرے پر نقاب ڈال کر رکھتے ہیں یہ
ں سے آتے ہیں اس کی ابھی تک مجھے بھی خبر نہیں ہے لیکن انہوں نے
کر رکھا ہے کہ نہ ہی میں ان کا نام پوچھوں گا نہ ہی یہ جاننے کی کوشش
یہ کون ہیں کہاں سے آتے ہیں اس پر سلطان جلال الدین مسکراتے ہوئے

ن جس قدر تم پاسبانوں کے اس سالار کے متعلق جانتے ہو اتنا میں بھی
اس لئے کہ تمہاری آمد سے پہلے میں اپنے چند مخبروں سے تمہارے اس
ے سالار کے متعلق تفصیل حاصل کر رہا تھا۔ میرے بھائی اگر یہ عالم اسلام
ز کی عزت فرزند اپنے آپ کو راز ہی میں رکھ کر ہمارا ساتھ دینا چاہتا ہے
نہ بہ شانہ منگولوں کے خلاف سینہ سپر ہونا چاہتا ہے تو ہمیں اس کی یہ ادا
اور قبول ہے۔ اس پر پاسبانوں کا سالار بولا اور کہنے لگا۔

ن محترم۔ اس سے پہلے میں اور اورخان اپنی طاقت اور قوت کے مطابق
ے خلاف صف آرا ہوتے رہے ہیں اب آپ کی آمد سے اور منگولوں کے
ے کا عزم کرنے سے ہمارے ولولوں ہماری ہمت اور ہماری جوانمردی میں اور
گا۔ اب ہم ایک ضرب کی شکل میں منگولوں کے خلاف صف آرا ہوں گے۔
امید ہے کہ اگر سلطان علاؤ الدین کے بکھرے ہوئے سردار اپنے اپنے لشکر
ر آپ سے آملیں تو ہم ہر شہر ہر قصبے ہر بستی ہر وادی ہر میدان ہر کوہستانی
منگولوں کو آسانی سے شکست دے کر انہیں واپس اپنے صحرا کی طرف بھاگ
مجبور کر سکتے ہیں۔ یہاں تک کہنے کے بعد پاسبانوں کا سپہ سالار جب خاموش
سلطان جلال الدین بولا اور کہنے لگا

لو میری ملت کے عظیم فرزند۔ خدا کرے تمہارے یہ الفاظ حقیقت کا روپ
خدا کرے کہ میرے مرنے والے باپ کے ساتھی سردار اپنے اپنے اختلافات
ناچاقیوں کو فراموش کرتے ہوئے متحد ہو جائیں تو یہ منگول ہمارے سامنے چند
نانہ ٹھہر سکیں گے۔ اور اگر ہم ان کے مقابلے میں اسی طرح منتشر اور پراگندہ

رہے۔ جس طرح اب ہیں تو پھر منگول کسی بھی میدان میں ہمارے قدم نہ
گے۔ جواب میں پاسبانوں کا سپہ سالار بولا اور کہنے لگا۔

سلطان محترم۔ میں آپ سے عہد کرتا ہوں کہ جس طرح میں اب تک
ساتھ دیتا رہا ہوں اسی طرح اب میں آپ کا بھی ساتھ دوں گا۔ سلطان م
آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میرے اس ساتھ دینے میں کوئی لالچ۔ کوئی
پنہاں نہ ہو گا۔ اس پر سلطان فورا" بولے اور پاسبانوں کے سپہ سالار کو
ہوئے کہنے لگے۔

دیکھ میری قوم کے محترم فرزند۔ یہ تم کس قسم کی گفتگو کرنے لگے ہو۔
اور اورخان پر ایک جیسا بھروسہ اور اعتماد ہے۔ تم دونوں کی فتح تم دونوں کی
کی خبریں مجھے اس وقت بھی ملتی رہی ہیں جب میں ایک ناکارہ انسان کی
اپنے باپ کے ساتھ منگولوں کے آگے ایک شہر سے دوسرے شہر ایک
دوسرے قریہ کی طرف بھاگتا رہا ہوں۔ سن اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سا
میری مجبوری کا دور تھا میں اپنے باپ کو ناراض کر کے اس کے ماتھے کی شکن
چاہتا تھا۔ اب جبکہ میرا باپ مرچکا ہے اور مجھے اپنا ولی عہد مقرر کر گیا۔
سے عہد کرتا ہوں کہ میں ہر وادی۔ ہر شہر میں منگولوں سے ٹکرانے کا عزم
ہوں۔ اور مجھے امید ہے کہ تم دونوں بھی میرے اس عزم اور میرے ان ار
پورا پورا ساتھ دو گے۔

اس پر اورخان بولا اور کہنے لگا سلطان محترم۔ میں پاسبانوں کا سپہ سا
آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم صبح آزادی وطن اور شفق خاک شہیداں بن
ساتھ دیں گے۔ حالت کی تنگنائے میں ہم نفرت و مسرت بن کر آپ کے پہلو
ملائیں گے۔ سلطان جلال الدین فورا" اورخان کی بات کاٹتے ہوئے کہنے لگے

اورخان مجھے تم اور پاسبانوں کے سپہ سالار دونوں پر بھروسہ اور اعتماد
لوگ ایسے الفاظ نہ بھی ادا کرو تب بھی مجھے تم دونوں پر ایسا ہی بھروسہ ہے
خود اپنی ذات پر۔ سنو میرے، دونوں بھائیو میرے دونوں عزیزو اگر ہم ا
جانفشانی سے منگولوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم ا

زمین سے مار نہ بھگائیں بشرطیکہ جو مسلمان سردار چھوٹے چھوٹے لشکروں کو لے کر
ادھر بھاگ رہے ہیں وہ ہمارے ساتھ آن ملیں اگر وہ ایسا کریں تو میں منگولوں کو
سرزمین سے نکالنے کے لئے انہیں ضمانت تک دینے کے لئے تیار ہوں۔

سنو میرے دونوں بھائیو! بھونچال کے جھٹکوں سے وسیع اور بیکراں سمندر تک کا
تب اٹھتا ہے اگر ہم بھی سب متحد ہو کر صحرا میں اٹھتے بگولوں کی طرح سرگرداں
منگولوں کے سامنے آئیں تو دشت و کہساروں میں ہم ان کی خونخواری کا سارا
اور تمکنت نکال کر رکھ دیں اگر ہم اپنے رب کو اپنی نصرت اور مدد کے لئے
تے ہوئے منگولوں پر حملہ آور ہوں تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ مہینوں میں
بلکہ ہفتوں کے اندر ہم تجلی اور حرارت بن کر ان پر چھا جائیں گے انہیں شکم
نہ' برہنہ تن' تشنہ جگر اور شجر بے ثمر کا سا کر کے رکھ دیں گے اور اگر ہم ایسا
نے میں کامیاب ہو گئے تو سنو میرے دونوں بھائیو آنے والے مورخ کا قلم ہماری
نوں کو سنہرے حروف اور آب شنگرف سے نقل کرے گا۔ کاش میرا باپ سلطان
الدین منگولوں کے خلاف بھاگتا نہ پھرتا اور اگر وہ ایسا نہ کرتا تو اب تک ہم
لوں کا سارا نام و عنوان اور اوج و علا ابلیلی ہنر آذر اور سوز و ساز نکال کر اپنے
نے جھکا چکے ہوتے اب بھی میرے بھائیو ہمیں بہت کچھ کرنا ہو گا اپنی سرزمینوں
لئے اپنی مسلم قوم کے لئے جگہ جگہ شہر شہر منگولوں کے سامنے اپنی جرات مندی
اتحاد کی دیواریں کھڑا کرنی ہوں گی۔

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان جلال الدین جب خاموش ہوا تو اورخان پاسبانوں
کے سپہ سالار کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا۔

سن میرے پاسبان بھائی تو نے ایک بار مجھ پر یہ انکشاف کیا تھا کہ تیرا مستقر تیرا
لز دریائے جیحوں کے کنارے کہیں پر واقع ہے میں نہیں جانتا کہ دریائے جیحوں
کے کنارے کو تو نے اپنی رہائش گاہ بنا رکھا ہے اب جبکہ ہم اس وقت دریائے
کے قریب ہی کھڑے ہیں کیا تم اشارہ کر سکتے ہو کہ تمہارا مستقر کس جانب ہے
اگر کوئی ناگہانی ضرورت آن پڑے تو ہم تمہیں آواز دے سکیں تمہیں اپنے ساتھ
اس پر پاسبانوں کے سالار نے تھوڑی دیر تک باری باری سلطان جلال الدین

اور پھر اورخان کی طرف دیکھا پھر وہ کہنے لگا۔

سلطان جلال الدین کے آن ملنے سے میں سمجھتا ہوں کہ ہم اب ایک متحد قوت بن کر منگولوں کے سامنے آسکتے ہیں سنو میں تم دونوں بھائیوں کو اپنے مستقر کی طرف اشارہ کر سکتا ہوں اس شرط پر کہ کوئی میرے ٹھکانے میرے میری مستقر کا بھید کسی پر ظاہر نہیں کرے گا اور نہ ہی اس سے زیادہ میرے سے متعلق کوئی تفصیل جاننے کی کوشش کرے گا اس کے بعد پاسبانوں کا سالار ہاتھ کے اشارے سے اپنے دائیں طرف کوہستانی سلسلوں کی ایک بلند چوٹی کی اشارہ کرتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

اورخان میرے بھائی وہ جو بلند کوہستانی چوٹی دکھائی دے رہی ہے یوں جانو چوٹی میری مستقر کے اندر ہے اگر کوئی اس چوٹی اور اس کے آس پاس کھڑا ہو پکارے تو میں اس کی پکار کا جواب بھی دے سکتا ہوں اور باہر نکل کر اس سے بھی کر سکتا ہوں۔

پاسبانوں کے سالار کے اس انکشاف پر اورخان کے چہرے پر مسکراہٹ تھی پھر وہ آگے بڑھا اور پاسبانوں کے سالار سے گلے مل کر وہ کہنے لگا۔ دیکھو پاسبان بھائی تیرا شکریہ کہ تو نے ہم پر اتنا بھروسہ اور اعتماد کیا پھر جب اورخان ہوا تو پاسبانوں کا سپہ سالار جلال الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

سلطان محترم اب مجھے اجازت دیجئے میں اپنے مستقر اپنی پناہ گاہوں کی جاؤں گا جس قدر لشکر اس وقت میرے ساتھ ہے اتنا ہی لشکر میرے مستقر میں کرتا ہے پچھلی وادیوں میں جو ہم نے منگولوں کو شکست دی ہے اس کے میرے اور اورخان کے ہاتھ بہت سا سامان لگا ہے یہ سامان میں وقت ضائع اپنے مستقر میں پہنچانا چاہتا ہوں اور سلطان محترم میں آپ کو یہ بھی یقین دلاتا میرے مخبر میرے اطلاع گر سائے کی طرح سے آپ کے آگے پیچھے رہیں گے سلطان محترم جہاں تک میرے ذاتی خیال اور میرے دل کی آواز ہے اس کے مجھے ان حالات میں آپ کے ساتھ رہنا چاہئے تاکہ کسی موقع پر منگول اگر آپ پر حملہ آور ہوں تو میں آپ کا ساتھ دے سکوں۔

لیکن سلطان محترم میرے لئے جو سب سے بڑی دشواری اور مشکل ہے وہ یہ کہ ساتھ جس قدر مسلمان لشکری کام کر رہے ہیں ان کے بیوی بچے اور ان کے نہ بھی ان کے ساتھ ہیں ان کے اخراجات پورے کرنے کے لئے میرے پاس علاوہ اور کوئی ذریعہ نہیں کہ منگولوں پر حملہ آور ہوتا ہوں اور ان سے چھین کر کے میں اپنے ساتھیوں کے لئے گزر بسر کا سامان فراہم کرتا ہوں۔ جب سے کے ساتھ مل کر میں نے کام کرنا شروع کیا ہے تب سے میں اس کوہستانی میں جس میں میرا مستقر ہے خوراک کے کچھ ذخائر بھی جمع کرنے میں کامیاب ہوا جبکہ اس سے پہلے جو کچھ ہمیں حاصل ہوتا تھا وہ ہم اپنے استعمال میں لے آتے سلطان محترم جو کچھ گزشتہ جنگ میں میرے حصے میں آیا ہے وہ میں اپنے مستقر ہاں رہنے والے اپنے ساتھیوں کے لئے چھوڑ کر بہت جلد آپ سے آن ملوں گا۔ ہم تینوں شانے سے شانہ ملا کر منگولوں کا مقابلہ کر سکیں اس کے ساتھ ہی وں کا سپہ سالار باری باری سلطان جلال الدین اور اورخان سے بغل گیر ہوا پھر وہ لشکر کے ساتھ وہاں سے کوچ کر گیا تھا۔

○

سلطان جلال الدین اور اورخان دونوں متحدہ لشکر کے ساتھ منقشلاغ شہر میں ئے یہاں کوہستانی سلسلے کے اندر اورخان نے جو اپنا مستقر قائم کر رکھا تھا اس ز میں رہنے والے اپنے ساتھیوں کو ساتھ لیا خوراک اور ہتھیاروں کے جس قدر ر تھے وہ بھی سمیٹے گئے اس کے بعد سلطان جلال الدین اور اورخان نے اپنے متحدہ ر کے ساتھ منقشلاغ شہر سے کوچ کیا تھا۔

چنگیز خان اس وقت ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ طالقان شہر کے باہر پڑاؤ کئے ئے تھا اسے جب خبر ملی کہ سلطان جلال الدین کے لشکر میں دن بدن اضافہ ہوتا جا ہے تو وہ فکر مند ہوا اس لئے کہ وہ جانتا تھا کہ اگر سلطان جلال الدین بڑا لشکر جمع نے میں کامیاب ہو گیا تو وہ واحد شخص ہے جو منگولوں کی شاندار فتوحات کو بدترین ست میں تبدیل کر سکتا ہے لہٰذا اپنے بیٹوں کی سرکردگی میں ایک بہت بڑا لشکر نیشا

پور شہر کی طرف روانہ کیا اور حکم دیا کہ سلطان جلال الدین اور اس کے لشکریوں کو گھیر کر ختم کر دیا جائے۔ چنگیز خان نے بڑی سختی کے ساتھ یہ بھی حکم جلال الدین کو ہر صورت میں زندہ یا مردہ اس کے سامنے پیش کیا جائے۔ یہ ہی چنگیز خان کے بیٹے ایک بہت بڑے لشکر کو لے کر بڑی تیزی سے نیشا پور طرف بڑھے تھے۔

سلطان جلال الدین اور اورخان کے پاس ابھی تک اتنا بڑا لشکر نہیں تھا میدانوں میں وہ منگولوں کا مقابلہ کر سکیں لہٰذا نیشا پور پہنچ کر انہوں نے نیشا پور لوگوں اور وہاں پر مقیم محافظ لشکر سے رابطہ قائم کیا اور انہیں مشورہ دیا کہ وہ ان ساتھ مل کر منگولوں کے خلاف دفاع کا بند باندھنے کی کوشش کریں۔

نیشا پور کے لوگوں کو خبر ہو گئی تھی کہ سلطان جلال الدین کے نیشا پور جانے کی وجہ سے منگولوں کا ایک بہت بڑا لشکر سلطان پر حملہ آور ہونے کے لئے پور کی طرف بڑھ رہا ہے۔ نیشا پور کے لوگ بڑے خوفزدہ ہوئے انہیں خدشہ ہوا نیشا پور شہر پہلے منگولوں کی طرف سے بڑی تباہی اور بربادی دیکھ چکا ہے اور اگر موقع پر انہوں نے سلطان کا ساتھ دیا تو منگول رہی سہی کسر بھی نکال دیں گے اور پور شہر کے لوگوں کو جو ادھر ادھر سے بھٹکنے کے بعد پھر وہاں پر آ کر جمع ہو گئے ہیں کر کے رکھ دیں گے لہٰذا نیشا پور شہر کے لوگوں نے سلطان جلال الدین کو جواب دیا اور اس کا ساتھ دینے سے قطعی طور پر انکار کر دیا نیشا پور کے لوگوں سے مایوس کر سلطان جلال الدین اور اورخان اپنے لشکر کے ساتھ وہاں سے کوچ کر گئے اب کا ارادہ غزنی شہر کی طرف جانے کا تھا۔

بڑی تیزی کے ساتھ غزنی کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے سلطان جلال الدین اور اورخان اپنے لشکر کے ساتھ جب زوزن کے مقام پر پہنچے تو ارادہ کیا کہ زوزن مقام پر قیام کر کے اپنے لشکروں کو آرام کرنے اور تازہ دم ہونے کا موقع کریں۔ لیکن جب سلطان نے زوزن شہر کے اس قلعے اور اس کی فصیل کا جائزہ دونوں کی حالت اطمینان بخش نہ پا کر وہاں کے قیام کا ارادہ ترک کر دیا۔ اس کے اہل زوزن کو جب خبر ہوئی کہ سلطان کے پیچھے پیچھے منگولوں کا ایک بہت بڑا لشکر آ

تو انہوں نے سلطان کو زوزن شہر میں قیام کرنے کی اجازت نہ دی۔ مجبور اور بے بس ہو کر سلطان اپنے لشکر کے ساتھ زوزن شہر سے بست شہر کی طرف بڑھا تھا۔ بست شہر والوں نے سلطان جلال الدین کی بڑی آؤ بھگت کی اور اس کے لشکریوں کو اپنے شہر اور اس کے نواح میں قیام کرنے کی اجازت دے دی۔ دوسری طرف سلطان نے اپنے اطراف و اکناف میں اپنے اور اورخان کے مخبر دور دور تک پھیلا دیئے تھے اور وہ منگولوں کے ہر لشکر اور چنگیز خان کے ساتھ کام کرنے والے منگولوں کی نقل و حرکت سے انہیں پوری طرح آگاہ کر رہے تھے۔ یہ سارے انتظامات کرنے کے بعد سلطان نے اپنے لشکریوں کو تازہ دم ہونے اور آرام فراہم کرنے کے لئے بست شہر میں قیام کر لیا تھا۔

بست شہر میں قیام کے دوران سلطان جلال الدین کی خوش قسمتی کہ اس کے لشکر میں خاطر خواہ اضافہ ہوا وہ اس طرح کہ ہرات کا سابق حکمران امین الملک جس کے ساتھ دس ہزار کا ایک لشکر تھا وہ ادھر ادھر منگولوں کے آگے بھٹکتا پھر رہا تھا اور ان دنوں وہ سیستان سے شمال کی طرف رخ کئے ہوئے تھا سلطان نے فوراً اپنے قاصد اس کی طرف بھجوائے اور اسے اپنی طرف آنے کو کہا امین الملک نے اسے غنیمت جانا پس وہ دس ہزار کے لشکر کے ساتھ سلطان کے ساتھ آ ملا تھا۔ اس طرح امین الملک کے آنے سے سلطان کی طاقت اور قوت میں اضافہ ہوا تھا۔

دوسری غیبی مدد جو سلطان جلال الدین کو ملی وہ ایک افغان سالار سیف الدین اغراق کی طرف سے تھی۔ سیف الدین ایک عمدہ بہترین اور جنگجو جرنیل تھا یہ بھی ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ سلطان کے ساتھ آ ملا تھا۔ اس طرح سلطان کے لشکر کی تعداد تقریباً ساٹھ ہزار کے لگ بھگ پہونچ گئی تھی۔ اس طرح بست شہر میں سلطان کے لشکر کی حالت خاطر خواہ سدھر کر رہ گئی تھی۔

بست شہر کے قیام ہی کے دوران ایک روز سلطان جلال الدین اپنے خیمے سے باہر اورخان امین الملک اور سیف الدین اغراق کے ساتھ منگولوں کے ساتھ آئندہ جنگوں سے نپٹنے کے لئے صلاح و مشورہ کر رہے تھے کہ پاسبانوں کا سپہ سالار اپنے لشکر کے ساتھ سلطان جلال الدین کے پڑاؤ میں داخل ہوا۔ اس کے آنے پر سلطان جلال

الدین اور اورخان بے حد خوش ہوئے۔ سیف الدین اغراق اور امین الملک کے ساتھ پاسبانوں کا سپہ سالار کا بہترین اور پرجوش استقبال کیا۔ سلطان نے اس موقع پر چاہا کہ پاسبانوں کا سپہ سالار اس کے خیمے کے قریب اپنا خیمہ نصب کروائے اور سلطان کے لشکر کے پہلو میں اپنے لشکر کو خیمہ زن ہونے کا حکم دے لیکن اس موقعہ پر پاسبانوں کے سپہ سالار نے بڑی رازداری میں سلطان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

سلطان محترم۔ میں ایک انتہائی اہم کام کے سلسلے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ یوں جانئے کہ میں آپ کو ایک اچھی تجویز پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اور اگر اس تجویز پر عمل کیا جائے تو ہم منگولوں کی طاقت کے ایک حصے کو کاٹ کر ان کے لشکر کی تعداد کم کر سکتے ہیں۔ اس پر جلال الدین اور اورخان دونوں نے چونک کر پاسبانوں کے سالار کی طرف دیکھا جواب میں وہ پھر بولا اور کہنے لگا۔

سلطان محترم۔ آپ کو خبر ہوگی کہ چنگیز خان نے اپنے دو بہترین سپہ سالار سوبدائی اور جبی نویان کو آپ کے والد محترم سلطان علاؤ الدین کے تعاقب میں روانہ کیا تھا۔ ان دونوں نے اپنے لشکر کے ساتھ بحیرہ کیسپین تک آپ کے والد کا تعاقب کیا۔ جب انہیں خبر ہوئی کہ آپ کے والد اپنی طبعی موت مرگئے ہیں تو انہوں نے شمال اور مغرب کی طرف مزید پیش قدمی کی اور وسیع علاقوں کو تباہ و برباد کیا۔

چنگیز خان کو جب خبر ہوئی کہ اس کے دونوں جرنیل بحیرہ کیسپین سے بھی آگے شمال مغرب کی طرف پیش قدمی کر رہے ہیں تو اس نے ان دونوں کی طرف قاصد بھجوائے اور انہیں واپس آنے کا حکم دیا۔ بس واپس لوٹتے ہوئے جبی نویان اور سوبدائی ان دنوں اپنے لشکر کے ساتھ دریائے وولگا کے کنارے پڑاؤ کئے ہوئے ہیں۔ یہاں کچھ بلغاری آباد تھے جن پر حملہ آور ہو کر ان جرنیلوں نے ان کی بستیوں اور شہروں کو خوب لوٹا ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ اورخان کو میرے ساتھ روانہ کر دیں تا کہ انہیں اپنے اپنے لشکر لے کر چنگیز خان سے ملنا نصیب نہ ہو۔ اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو اس طرح چنگیز خان کی طاقت اور قوت میں خاطر خواہ کمی ہو گی۔

یہاں تک کہنے کے بعد پاسبانوں کا سپہ سالار جب خاموش ہوا تو سلطان جلال الدین نے سوالیہ اور استفہامیہ سے انداز میں اورخان کی طرف دیکھا اس پر اورخان بولا اور کہنے لگا۔

سلطان محترم۔ میرا پاسبان بھائی ٹھیک کہتا ہے۔ یہ منگولوں کے ساتھ جنگ کرنے کا وسیع تجربہ رکھتا ہے۔ یہ جو میں نے اپنے لشکر کو جھنڈیوں کے ذریعے نقل و حرکت کی تربیت دی ہے یہ فن اور یہ طریقہ بھی میں نے اپنے اس پاسبان بھائی ہی سے سیکھا ہے۔ سلطان محترم اگر ہم سوبدائی اور جبی نویان پر ضرب لگا کر ان دونوں کے لشکروں کا خاتمہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو اس طرح چنگیز خان کی قوت میں واقعی خاطر خواہ کمی ہو سکتی ہے۔ اور آنے والے دور میں ہم سینہ تان کر ہر جگہ کھڑے ہو جانے کے قابل ہو جائیں گے۔ اس پر سلطان جلال الدین بولا اور فیصلہ کن انداز میں کہنے لگا۔

میں جانتا ہوں کہ تم دونوں کا کیا ہوا فیصلہ بہترین اور خلوص پر مبنی ہو گا سنو۔ میرے دونوں بھائیو۔ جو کچھ تم کرنا چاہتے ہو کرو۔ میں پوری طرح تمہارے ساتھ ہوں۔ سلطان کا یہ فیصلہ سن کر پاسبانوں کا سپہ سالار اور اورخان دونوں خوش ہو گئے تھے۔ پھر تھوڑی دیر بعد پاسبانوں کا سپہ سالار اور اورخان دونوں اپنے اپنے لشکر کو لے کر بست شہر کے نواح میں سلطان کے پڑاؤ سے دریائے وولگا کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

دوسری طرف چنگیز خان کو بھی خبر ہو چکی تھی کہ سلطان جلال الدین بست شہر میں قیام کر کے منگولوں کے خلاف طاقت اور قوت کو جمع کرتا چلا جا رہا ہے یہ کہ آنے والے دنوں میں وہ منگولوں کے لئے خطرہ ثابت ہو سکتا ہے۔ اس موقع پر چنگیز خان چاہتا تھا کہ اپنے سارے لشکروں کو ادھر ادھر سے سمیٹ کر بست شہر کی طرف کوچ کر لے اور سلطان جلال الدین کا مقابلہ کرے۔ لیکن جلال الدین کی خوش قسمتی کہ چنگیز خان جو ان دنوں طالقان شہر سے باہر پڑاؤ کئے ہوئے تھا فی الفور بست شہر کی طرف پیش قدمی نہ کر سکا

اس لئے کہ ان ہی دنوں اہل ہرات نے منگولوں کے خلاف بغاوت کھڑی کر دی تھی لہذا چنگیز خان نے اپنے بیٹے تولائی کو ایک بہت بڑا لشکر دے کر ہرات کی بغاوت فرو کرنے کے لئے روانہ کر دیا تھا۔ پھر وہ طالقان شہر میں ہی قیام کر کے اپنے بیٹے تولائی کی واپسی کا انتظار کرنے لگا تھا۔ تا کہ متحدہ لشکر کو لے کر وہ بست کی طرف پیش قدمی کرے جہاں سلطان جلال الدین نے پڑاؤ کر رکھا تھا۔

رات آدھی کے قریب گزر چکی تھی۔ اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار دونوں پنے لشکروں کے ساتھ دریائے وولگا کے کنارے کی یخ بستہ وادیوں میں نمودار ہوئے۔ ن دونوں کے مخبر بڑی تیزی سے چنگیز خان کے سالار سوبدائی اور جبی نویان کے علق انہیں اطلاعات فراہم کر رہے تھے۔ دریائے وولگا کے کوہستانی سلسلوں اور ں زاروں میں داخل ہونے کے بعد مخبروں نے جو آخری اطلاع دی وہ یہ تھی کہ بدائی اور جبی نویان دس میل آگے دریائے وولگا کے کنارے پڑاؤ کئے ہوئے ہیں۔ ن مخبروں کی یہ بھی اطلاع تھی کہ جبی نویان اور سوبدائی دونوں کے لشکروں نے اپنے رمیان صرف ایک فرلانگ کا فاصلہ رکھ کر دریائے وولگا کے کنارے پڑاؤ کر رکھا ہے۔ خبر ملتے ہی رات کی تاریکی میں اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار بڑی تیزی سے اس ت بڑھے تھے جہاں منگولوں نے پڑاؤ کر رکھا تھا۔ راستے میں دونوں نے مل کر یہ ے کر لیا تھا کہ پاسبانوں کا سپہ سالار منگول سردار سوبدائی پر ضرب لگائے گا جبکہ جبی نویان پر اورخان حملہ آور ہو گا۔

رات اپنے پر پوری طرح پھیلائے اسی طرح تاریکی میں بھاگتی چلی جا رہی تھی کہ گہری اندھیرے میں سب سے پہلے پاسبانوں کا سپہ سالار حرکت میں آیا۔ وہ سو بہ سو ٹکرتے قہر۔ کو بہ کو پھیلتے عذاب۔ ایک یگانہ آفاق اور قبلہ شوق کی طرح آگے بڑھا پر یغ و برہم اور مبتلائے رنج و غم آندھیوں اور نو بہ نو تازہ بہ تازہ ارتقاع ہم کی طرح وہ سوبدائی کے لشکر پر حملہ آور ہوا تھا۔ پاسبانوں کے سپہ سالار کا یہ حملہ ایسا خوفناک ایسا جاندار تھا کہ سوبدائی کے لشکر کے اندر اپنے جانبازوں کے ساتھ اس طرح گھستا چلا گیا تھا جیسے سورج کی پہلی کرن اندھیرے کا جگر چیرتی ہوئی گھستی چلی جاتی ہے جس وقت رات کی گہری تاریکی میں پاسبانوں کے سپہ سالار نے یخ بستہ وادیوں

کے اندر منگولوں کے سردار سوبدائی پر شب خون مارا تھا عین اسی وقت پاسبا
سپہ سالار کے ساتھ ہی ساتھ اورخان بھی سمندری موجوں کے شور کی طر
بلند کرتا ہوا یخ بستہ سطح مرتفع کے جاڑے میں دکھ کے جلتے چڑھتے قہری سور
آگے بڑھا تھا پھر وہ قانون فطرت کے بد ترین قہر مذلت' نفرت کے طوفان' نحو
اور افسوسناک باب کی طرح منگولوں پر ٹوٹ پڑا تھا۔ اب ایک طرف سے
کے سپہ سالار نے سوبدائی اور اس کے لشکریوں دوسری طرف اورخان نے جی
اور اس کے ساتھی منگولوں کو رات کی تاریکی میں خون آلود کرنا شروع کر دیا تھا
جب تک جی نویان اور سوبدائی سنبھل کر اپنے لشکروں کو اس شب خ
بچانے کی کوشش کرتے اس وقت تک اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے
لشکروں کے اندر دور تک گھس کر اپنے آپ کو مہیب طاغوتی قوت سمجھ
منگولوں کے سارے خبث باطن۔ حسد و نسلی تعصب کو ان ہی کے خون میں ڈ
دیا تھا۔

وولگا کے کنارے یہ شب خون صبح کے قریب تک جاری رہا منگول سردا
اور جی نویان یہ آس لگائے بیٹھے تھے کہ صبح تک حملہ آوروں کا مقابلہ کر
اور صبح کی روشنی جب نمودار ہو گی تو دونوں لشکروں کو متحد کر کے حملہ آ
مقابلہ کریں گے لیکن صبح تک ان کے لشکر کی خاصی بڑی تعداد کو اورخان اور
کے سپہ سالار نے کاٹ کر رکھ دیا تھا۔ سورج جس وقت مشرق کی طرف سے
وولگا کے کنارے نمودار ہوا تو منگول سردار سوبدائی نے دیکھا کہ حملہ آوروں
کے لشکر کا بہت بڑا حصہ کاٹ کر رکھ دیا ہے اس نے اندازہ لگایا کہ اس نے
جاری رکھنے کا عزم کیا تو حملہ آور اس کے سمیت اس کے باقی لشکر کا بھی صفا
رکھ دیں گے لہٰذا وہ اپنے پڑاؤ کی ہر چیز وہیں چھوڑ کر اپنے بچے کھچے لشکر
دریائے وولگا کے کنارے کنارے بھاگ کھڑا ہوا۔ پاسبانوں کے سپہ سالار نے
تک اس کا تعاقب کیا پھر وہ اپنے لشکر کے ساتھ لوٹتا ہوا میدان جنگ کی طر
تھا اس طرح منگول سردار سوبدائی کو اپنی جان بچا کر نکلنے کا موقع مل گیا تھا۔
پاسبانوں کا سپہ سالار جب واپس میدان جنگ میں گیا تو اس نے دیکھ

نے اپنے لشکر کے ساتھ منگول سردار جی نویان اور اس کے ساتھی منگولوں کو دریا کے
کنارے کی ایک وادی میں گھیر رکھا تھا اور چاروں طرف سے ان کا قتل عام شروع کر
رکھا تھا اس قتل عام میں پاسبان بھی آگے بڑھ کر شامل ہو گیا تھا۔ جلد ہی اورخان اور
پاسبانوں کے سپہ سالار دونوں نے مل کر جی نویان کے سارے لشکر کا صفایا کر دیا اور
جی نویان کو انہوں نے زندہ گرفتار کر لیا تھا۔

جی نویان کو اورخان کے لشکری جب پکڑ کر اس جگہ لائے جہاں جنگ کے بعد
اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کھڑے تھے تو اورخان نے اسے مخاطب کر کے پوچھا
دیکھ جی نویان تو گزشتہ کئی ماہ سے سلطان علاؤ الدین کے پیچھے اپنے ساتھی جرنیل
سوبدائی کے ساتھ لگا ہوا تھا تم لوگ خوش تھے کہ سلطان علاؤ الدین بحیر کیسپئین کے
ایک جزیرے میں گمنامی کی موت مرچکا ہے اور یہ کہ اس کی موت پر تم لوگوں نے نہ
صرف جشن منایا بلکہ دریائے وولگا اور اس کے شمال مغربی علاقوں میں تباہی اور بربادی
کا کھیل کھیلا۔ دریائے وولگا کے کنارے جی نویان تو نے دیکھا کہ تباہی اور بربادی
تمہارے اور سوبدائی کے لشکر پر بھی کھیل گئی ہے۔ سوبدائی اپنے لشکر کے چند بچے
کھچے دستوں کے ساتھ چنگیز خان کی طرف بھاگ گیا ہے جبکہ تو ہمارے سامنے ایک
قیدی کی حیثیت سے بے بسی کی حالت میں کھڑا ہے۔ بتا تیرے ساتھ کیا سلوک کیا
جائے۔ اس پر جی نویان نے تھوڑی دیر تک بڑے غور سے باری باری اورخان اور
پاسبانوں کے سپہ سالار کی طرف دیکھا پھر وہ بولا اور کہنے لگا۔

کیا میں جان سکتا ہوں اس لشکر کا سپہ سالار کون ہے۔ جو میرے اور سوبدائی کے
لشکر پر حملہ آور ہوا۔ اس پر اورخان بولا اور کہنے لگا جس طرح تیرے اور سوبدائی کے
ماتحت دو لشکر تھے اس طرح میرے اور میرے ساتھ کھڑے اس سپہ سالار کے ساتھ
بھی دو مختلف لشکر ہیں۔ رات کی تاریکی میں جی نویان میں تیرے لشکر پر حملہ آور ہوا
تھا میرا یہ ساتھی تمہارے سب سے اعلیٰ اور عمدہ جرنیل سوبدائی کے لشکر پر عذاب بن
کر ٹوٹا تھا۔ تیرے تو سارے لشکر کا ہم نے خاتمہ کر دیا ہے تاہم سوبدائی بزدل گیدڑ کی
طرح اپنے چند دستوں کے ساتھ بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ اس پر جی نویان
پھر بولا اور کہنے لگا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ تم لوگوں نے میرے لشکر کا صفایا کیا ہے لیکن
دونوں میں سے کسی میں اتنی اخلاقی جرات ہے کہ وہ انفرادی طور پر میرے ساتھ
زنی کا مقابلہ کرے۔ اگر میں تیغ زنی کا مقابلہ جیت جاؤں تو تم مجھے رہا کر دینا اور
جاؤں تو قتل کر دینا۔ یہاں تک کہنے کے بعد جی نویان رکا پھر وہ اورخان کی
دیکھتے ہوئے کہنے لگا نوجوان تیرا نام کیا ہے اس پر اورخان بولا اور کہنے لگا میرا
نے پہلے بھی سن رکھا ہو گا اس لئے کہ میں نے تیرے بھائی اونان کو قتل کیا تھا
کی نسبت سوبدائی کی بیٹی طیان سے طے تھی اس پر جی نویان چونک سا پڑا اور
کے چہرے پر وحشت اور جنگلی جذبے لہرا گئے پھر وہ کہنے لگا تو یقیناً" اچھا تیغ زن
اس لئے کہ میرا بھائی اونان منگولوں میں تیسرے درجے کا تیغ زن تھا جبکہ میرا
دوسرا اور سوبدائی کا پہلا ہے لگتا ہے تیرے ساتھ مقابلے میں بڑا لطف ہو گا۔ لہٰذا
تجھے ہی مقابلے کی دعوت دیتا ہوں اس بار اورخان کے بجائے پاسبانوں کا سپہ سالار
اور اپنی گرجتی اور دھاڑتی ہوئی آواز میں کہنے لگا۔

سن جی نویان۔ تو اس اورخان سے کیا مقابلہ کرے گا اگر تیرا بھائی اونان
کے اندر تیغ زنی میں تیسری حیثیت رکھتا تھا تو اسے تو اورخان نے بڑی آسانی
اپنے سامنے زیر اور مغلوب کر دیا تھا اور اس کی گردن کاٹ دی تھی۔ لہٰذا یہ
تجھ پر بھی بڑی آسانی سے غالب رہ کر تیری گردن کاٹ سکتا ہے لہٰذا تیرا
اورخان کے ساتھ نہیں میرے ساتھ ہو گا اور میں تجھے بتاؤں گا کہ تیغ زنی کیا ہو
اور تلوار سے کیسے اور کس طرح موت کا طوفان کھڑا کیا جاتا ہے۔

یہاں تک کہتے ہوئے پاسبانوں کے سپہ سالار کو رک جانا پڑا اس لئے کہ ا
آواز سنتے ہوئے جی نویان چونک سا پڑا تھا پھر اس نے عجیب سی وحشت میں ا
کے سپہ سالار کی طرف دیکھتے ہوئے تجسس بڑی پریشانی میں پوچھا۔ دیکھ اجنبی
چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے ہے لہٰذا میں تجھے پہچان نہیں سکا لیکن تیری آواز
ہے۔ میرے ذہن کے کسی کونے میں اس آواز کی شناسائی اور اس کی یادیں چھپی
ہیں۔ پر دیکھ مجھے یاد نہیں آ رہا۔ یہ آواز میں نے کب کہاں اور کیسے سنی
ہے تیری میرے ساتھ پہلے بڑی خوب جان پہچان ہے۔ اس پر اورخان بولا

دیکھ جی نویان۔ ایسے بہادر ایسے شجاع ایسے زندہ دل ایسے منچلے جوان اکثر
میں ہی دیکھنے کو ملتے ہیں تو نے بھی اس اعلیٰ اور ارفع شخصیت کو خوابوں ہی
دیکھا ہو گا۔ جی نویان کے جواب دینے سے پہلے ہی پاسبانوں کا سپہ سالار حرکت
ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے اپنی تلوار بے نیام کی اور جی نویان کو مخاطب کر
لگا جی نویان اپنی تلوار سنبھال۔ میرے ساتھ مقابلہ کر۔ پھر دیکھتے ہیں کس کی
کس کی شہ رگ کو کاٹتی ہے اور دیکھ اگر تو اس مقابلے میں مجھے زیر کر گیا تو
ساتھ ہمارا وعدہ ہے کہ تجھے رہا کر دیا جائے گا اور اگر تو ہار گیا تو میں تیری
کاٹ دوں گا۔

پاسبانوں کے سپہ سالار کی اس گفتگو پر جی نویان بے حد خوش ہوا شاید اس طرح
اپنی رہائی کی ایک امید ہوئی تھی۔ شاید اس کی خوشی کی دوسری وجہ یہ بھی ہو کہ
اورخان کے بجائے پاسبانوں کے سپہ سالار سے مقابلہ کرنے کا موقع مل رہا تھا۔
لئے کہ وہ جانتا تھا کہ اگر اورخان نے اس کے بھائی اونان کو قتل کر دیا ہے تو تیغ
کے مقابلے میں وہ اس کی گردن بھی کاٹ کر رہے گا۔ لہٰذا پاسبانوں کے سپہ سالار
ساتھ مقابلے کی توقع اور امید پر وہ بے حد خوش ہو گیا تھا۔ پھر اس نے ایک جھٹکے
ساتھ اپنی تلوار نکالی اور کہنے لگا میں تیرے ساتھ تیری پیش کردہ شرائط پر مقابلہ
کے لئے تیار ہوں۔ اس پر پاسبانوں کا سپہ سالار بولا اور کہنے لگا اورخان میرے
ذرا پیچھے ہٹ کر کھڑے ہو جاؤ۔ اور میرے سامنے اس جی نویان کی بے بسی اس
لاچارگی کا تماشہ دیکھو۔ اورخان فوراً" پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا تھا جبکہ جی نویان اور
پاسبانوں کا سپہ سالار دونوں اپنی تلواریں لہراتے ہوئے ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے
۔

جی نویان جو منگولوں میں اپنے آپ کو ایک منفرد تیغ زن خیال کرتا تھا اور جس
بہادری اور شجاعت اور شمشیر زنی کی تعریف کئی بار چنگیز خان بھی کر چکا تھا اس کا
خیال تھا کہ وہ بہت جلد اپنے سامنے آنے والے اس نقاب پوش کا خاتمہ کر دے گا
لیکن پاسبانوں کا وہ سپہ سالار عجیب سی سحر طرازی میں مشیت الٰہی میں ڈوبے کسی

درویش صفت مجاہد کی طرح جبی نویان پر ٹوٹ پڑا تھا۔ اس کے حملوں م
شوق طاق و طرم تھا۔ اور وہ ستم بالائے ستم بن کر لحہ بہ لحہ جبی نویان
رہا تھا۔ تھوڑی دیر کی جنگ کے بعد پاسبانوں کے سپہ سالار نے بڑے
میں جبی نویان کا وار اپنی تلوار پر روکنے کے بعد اس زور سے اس کے
ہاتھ پر اپنی ڈھال ماری کہ جبی نویان کے ہاتھ سے اس کی تلوار چھوٹ کر
تھی۔ جبی نویان بڑی بے بسی سے کبھی ذرا فاصلے پر گری ہوئی اپنی تلوار
اپنے سامنے تلوار لہراتے ہوئے پاسبانوں کے سپہ سالار کی طرف دیکھنے لگا
کا سارا جسم خوف اور وحشت سے کانپ رہا تھا۔ اس موقع پر جبی نویان
کرتے ہوئے پاسبانوں کا سالار کہنے لگا۔

دیکھ جبی نویان میری مسلم قوم میں نہ سپاہ گرانہ قابلیت نہ بلند ہمتی
نہ قوی بازوؤں کا قحط ہے۔ دیکھ یہ وہ قوم ہے جو ہمیشہ زبردستوں کے لئے
زیر دستوں کے لئے پناہ گاہ بنی رہی ہے۔ جبی نویان دریائے دجلہ سے لے
نیل تک میری قوم کی علو ہمتی۔ میری قوم کے بلند اخلاق کی داستانیں پھیلی

دیکھ جبی نویان مسلم قوم کے فرزند نہ ہمت میں پست ہیں نہ عزیمت
ہیں جو دشمن کے ذہن افق اور زندگی معراج پر منطقی اثرات اور ہمت
رفعت بن کر چھا جانے کا فن اور صناعی جانتے ہیں۔

جبی نویان۔ اگر میری قوم اور اس کے فرزندوں نے اپنے دین کے
اصول بھلا کے ذلت و مسکنت۔ حد اور نسلی تعصب کو اپنا لباس نہ بنا لیا ہو
دین اور قوم کی شیرازہ بندی کے بجائے اپنے قصر اقتدار کی شیرازہ بندی
گئی ہوتی اور اس قوم نے دینی اور نسلی یک جہتی پر نفلی گروہی تقسیم کو
ہوتی۔ اگر میری قوم نے عمود مذہب۔ مدار ملت سے نکل کر سادہ بدوی ز
کرتے ہوئے تن آسانی اختیار نہ کرلی ہوتی تو آج ان کی ذہنی۔ عقلی قو
وتیں۔ اور تم جیسے پرستاران باطل کی ہولناک یلغار کے سامنے ان کا ش
کا اتحاد عمل۔ پارہ پارہ ہو کے نہ رہ جاتا۔ دیکھ جبی نویان اگر میری قوم
شکار نہ ہوئی ہوتی تو یہ فرزندان توحید تم منگولوں کو گھن کی طرح

خان آعظم چنگیز خان کے سارے ذوق و میلان کو اسی کے خون میں دھو کر

جبی نویان۔ تیغ زنی کے مقابلے میں ایک بار میں تمہیں اپنے سامنے زیر کر چکا
تلوار تیرے ہاتھ سے چھوٹ کر دیکھ کتنی دور جا گری ہے۔ پر میں ایک بار
اپنے سامنے جمنے اور مقابلہ کرنے کا موقع دیتا ہوں اپنی تلوار اٹھا اور میرے
کے لئے تیار ہو جا۔ جبی نویان جھجکتے ہوئے اپنی تلوار کی طرف بڑھا۔ بار
پیچھے بھی دیکھ لیتا کہ کہیں اچانک اور غیر متوقع طور پر پاسبانوں کا سپہ سالار
آور ہو کر اس کا خاتمہ نہ کر دے۔ اس پر پاسبانوں کا سالار ہلکا ہلکا قہقہہ
ئے کہنے لگا۔

نویان۔ بے دھڑک ہو کر اور بے خوف ہو کر اپنی تلوار اٹھاؤ۔ میں تیری قوم
کے باز۔ فریبی اور عیار نہیں ہوں۔ میں تجھے اپنی تلوار اٹھانے کا موقع فراہم
اور جب تک تو تلوار اٹھا کر میرے مقابل نہیں آتا اس وقت تک میں تجھ
کی طرح حملہ نہیں کروں گا۔ اس پر جبی نویان بے دھڑک آگے بڑھا اپنی
اور مقابلہ کرنے کے لئے وہ پھر تیار ہو گیا تھا۔

بار جبی نویان خم ٹھونک کر تلوار سنبھالتے ہوئے مقابلے پر آیا پاسبانوں کا سپہ
ایک بار پھر وحشی اور خونخوار قرنوں کے سے۔ موت کے رقص۔ اور ارادوں کو
دینے والی سحر آفریں قوت کی طرح جبی نویان پر حملہ آور ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر
جم کر لڑتے رہے پھر اچانک پاسبانوں کے سالار نے نغمہ عبودیت کی طرح
بلند آواز میں تکبیر پکاری پھر وہ کچھ اس تیزی اور خونخواری سے حملہ آور ہوا
کے آنچلوں میں ان گنت آتش فشاں پھٹ پڑے ہوں۔ اپنے تیز حملوں کے
جبی نویان کو پاسبانوں کے سپہ سالار نے تھکا کر رکھ دیا تھا اس کے بعد ایک بار
نویان کے خلاف پاسبانوں کے سپہ سالار نے اپنا پہلا حربہ استعمال کیا اور جبی
کی تلوار ایک بار پھر اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر گئی تھی اس موقع پر بڑے
آواز میں پاسبانوں کا سپہ سالار جبی نویان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔
جبی نویان یہ دولگا کے ان ویرانوں میں تو نے اپنی شجاعت اپنی تیغ زنی اور

اپنی علو ہمتی کا اندازہ لگا لیا ہے تو کہتا تھا تو منگولوں کے اندر تیرے نبرد آز
میں کہتا ہوں تو تیغ زن ہی نہیں ہے۔ اگر تو تجربہ کار اور منجھا ہوا تیغ زن ہوتا
بار تیرے ہاتھ سے تلوار چھوٹ کے ہرگز نہ گرتی۔ پاسبانوں کا سپہ سالار
کچھ کہتا کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے جبی نویان کسی قدر حیرت اور خوشی
جذبات میں کہنے لگا۔

دیکھ اپنے چہرے کو ڈھانپ کر میرے سامنے آنے والے جب تو نے
گفتگو کی ابتدا کی تھی اسی وقت میں نے تم سے کہہ دیا تھا کہ تیری آواز
شناسا اور جانی پہچانی ہے۔ اب میں تجھے پہچان گیا ہوں تو ــــــ تو
بعد شاید جبی نویان پاسبانوں کے سپہ سالار کا نام بتانے لگا تھا کہ اسی لمحہ پا
سالار نے اپنی تلوار بلند کرتے ہوئے جبی نویان کی گردن کاٹ دی تھی۔
ایک ہولناک چیخ بلند ہوئی اس کے بعد جبی نویان کی لاش زمین پر گر کر
حصہ کو خون آلود کرنے لگی تھی۔

قریب ہی کھڑا اورخان تھوڑی دیر تک زمین پر لاش کی صورت میں
جبی نویان کو بڑے غور سے دیکھتا رہا پھر وہ چاہت بھرے انداز میں آہستہ آ
پاسبانوں کے سپہ سالار کے قریب آیا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا دیکھ
کے نایاب فرزند لگتا ہے یہ جبی نویان تجھے پہچان گیا تھا۔ میں نے یہ بھی اند
کہ وہ تیرا نام بتانے لگا تھا پر تو نے جلد بازی کی اور اس کی گردن کاٹ کر
پر پاسبانوں کے سپہ سالار کی مسکراتی ہوئی آواز سنائی دی۔

اورخان میرے بھائی میرے عزیز میرے دوست تمہارا اندازہ درست
نویان مجھے عرصہ سے جانتا ہے۔ پہلے اسے مجھے پہچاننے میں شاید دشواری
تھی لیکن اب یہ مجھے پہچان گیا تھا میرا نام بتانا ہی چاہتا تھا کہ میں نے ا
کاٹ دی۔ اس لئے کہ میں فی الحال اپنے نام کو ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔ دیکھ
اس میں بڑے فائدے پنہاں ہیں۔ اور اپنے نام کو راز میں رکھتے ہوئے
منگولوں کے خلاف کام کر سکتا ہوں۔ دیکھ میرے بھائی آؤ اب سوبدائی
کے اس پڑاؤ سے ملنے والی ہر شئے کو سمیٹیں اور واپسی کا کوچ کریں۔ او

ائی جو کچھ اب ہمارے ہاتھ لگے گا وہ اب تیرے اور میرے درمیان آدھا آدھا تقسیم
ہیں ہوا کرے گا۔ اب ہم دونوں سلطان جلال الدین کے ماتحت رہ کر لڑنے والے
ں لہٰذا جو کچھ ہمیں حاصل ہو گا وہ سلطان کے سامنے پیش کر دیا جائے گا۔ وہ اپنی
رضی سے جیسا اور جس طرح چاہے تقسیم کا معاملہ کرے اس پر اورخان نے بڑے
بینی انداز میں پاسبانوں کے سپہ سالار کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

میرے عزیز تم واقعی عظیم اور ملت کا درد رکھنے والے انسان ہو آؤ اپنے لشکر کے
ساتھ منگولوں کے پڑاؤ کی ہر شئے سمیٹیں پھر یہاں سے کوچ کریں۔ اس کے ساتھ ہی
رخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار اپنے لشکروں کے ساتھ حرکت میں آئے منگولوں کے
اؤ کی ہر چیز انہوں نے سمیٹی پھر وہ دریائے وولگا کے کنارے کنارے واپسی کا سفر کر
رہے تھے۔

○

چنگیز خان کا بیٹا تولائی ہرات شہر کی بغاوت فرو کرنے کے بعد واپس طالقان شہر
کے باہر اپنے باپ چنگیز خان سے آن ملا تو متحدہ لشکر کے ساتھ چنگیز خان نے بست شہر
کی طرف کوچ کیا جہاں سلطان جلال الدین اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔
طالقان سے بست شہر کی طرف جاتے ہوئے کوہستان بابا کے اندر بامیان کا قلعہ پڑتا
ہے۔ یہ قلعہ اپنی مضبوطی اور اپنی فصیل کے استحکام کی وجہ سے مشہور تھا اور اس
کے اندر ایک خاصا لشکر بھی تھا جو قلعہ اور شہر کی حفاظت پر مامور تھا۔ چنگیز خان اپنے
لشکر کے ساتھ جب اس قلعہ کے پاس سے گزرنے لگا تو ناگہاں اسے خیال آیا کہ
اگر وہ بامیان کے اس قلعہ سے گزر کر بست شہر سے باہر سلطان جلال الدین کے
ساتھ جنگ کرنے کے لئے آگے نکل جاتا ہے اور اگر بامیان کے قلعہ کے اندر محصور
لشکر قلعہ سے نکل کر پشت کی طرف سے اس پر حملہ آور ہو جاتا ہے یا شب خون مارتا
ہے تو اس کے لئے نہ صرف طرح طرح کے مسائل اٹھ کھڑے ہوں گے بلکہ اس کے
لشکر کا بھی خاصا نقصان ہو گا لہٰذا بست شہر میں سلطان جلال الدین کے سامنے آنے
سے پہلے چنگیز خان نے قلعہ بامیان کو فتح کرنے کا تہیہ کر لیا۔

چنگیز خان چاہتا تھا کہ وہ وقت ضائع کئے بغیر بامیان کو فتح کر کے جلال الد
سرکوبی کی جائے اسے قتل کیا جائے تاکہ آنے والے دور میں وہ منگولوں کے لئے
بڑی مصیبت کا پیش خیمہ نہ ہو اس مقصد کے لئے اس نے اپنے تین بیٹوں
چغتائی اور اوغدائی کو بامیان کے قلعہ کے تین اطراف میں پھیلا دیا اور چوتھی طر
اپنے چھوٹے بیٹے تولائی کے ساتھ خود خیمہ زن ہو گیا تھا۔ اس طرح چنگیز خان
حکم پر چاروں طرف سے قلعہ بامیان پر حملے کی ابتداء کر دی گئی تھی۔

بامیان کے قلعہ میں جو مسلمانوں کا لشکر محصور تھا اس کا سپہ سالار بڑا دانا
زیرک انسان تھا اسے خبر ہو چکی تھی کہ چنگیز خان اپنے متحد لشکر کے ساتھ بس
کی طرف پیش قدمی کر رہا ہے اور وہ وہاں اس کے قلعہ بامیان کے پاس سے گ
گا لہٰذا منگولوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اس نے پہلے سے پیش قدمی کر لی تھی۔

منگولوں نے اس سے پہلے جس قدر بھی شہر۔ بڑے بڑے قصبے اور قلعے
تھے وہ انہوں نے منجنیقوں کے ذریعے سنگ باری کر کے قلعوں اور فصیل کے
شگاف ڈال دیئے تھے جس کی بناء پر وہ قلعوں اور شہروں میں داخل ہونے میں
ہو جاتے تھے۔ ان کی اس تدبیر کو بامیان کے قلعہ دار نے ناکام بنانے کا عز
تھا۔ اور وہ اس طرح کہ قلعہ دار نے اپنے قلعے کے اطراف میں سب سے د
تک پورے علاقے کو ویران کر دیا تاکہ منگولوں کو کھانے پینے اور ضروریات
دوسری چیز میسر نہ ہو۔ اس کے بعد قلعہ دار نے دوسرا کام یہ کیا کہ قلعے کے
میں جس قدر پتھر منجنیقوں میں استعمال ہو سکتے تھے وہ قلعے کے لوگوں اور محا
سے اس نے چنوا کر کچھ قلعے کے اندر ڈھیر کروا دیئے اور کچھ اتنی دور ہٹا د
وہاں سے لانے میں منگولوں کو کافی وقت درکار ہو۔ ایسا کرنے سے قلعہ دار کا
تھا کہ منجنیقوں میں استعمال کرنے کے لئے منگولوں کو پتھر نہ مل پائیں۔ او
بامیان کے قلعے پر سنگباری کر کے اس میں شگاف ڈالنے کا موقع نہ مل سکے۔

دوسری طرف چنگیز خان اپنے لشکر کے ساتھ بامیان پہونچا۔ اس نے بد
اور اس کے اطراف کے علاقے کا جائزہ لیا تو اس نے دیکھا کہ اطراف میں کھا
اور ضروریات کی کوئی چیز میسر نہیں ہے۔ لہٰذا اس نے سب سے پہلے کام :

اپنے بڑے بیٹے جوچی اپنے دوسرے بیٹے اغدائی اور انے ایک بہترین جرنیل چارمغان
کو اس نے ان کے حصے کے لشکر کے ساتھ بامیان قلعے کے اطراف میں دور دور پھیل
جانے کا حکم دیا اور انہیں اپنے لشکر کے لئے خوراک اور ضروریات دیگر سامان جمع
کرنے کا حکم دیا۔ جبکہ چنگیز خان نے خود اپنے دوسرے دو بیٹوں چغتائی اور تولائی کے
ساتھ بامیان کے قلعے کا محاصرہ کر لیا تھا۔

قلعہ تین اطراف سے گھیرا گیا تھا ایک طرف چنگیز خان کا بیٹا چغتائی دوسری
طرف اس کا دوسرا بیٹا تولائی تیسری طرف خود چنگیز خان تھا اس طرح تین اطراف سے
بامیان کے قلعے پر حملہ کر دیا گیا تھا لیکن چنگیز خان کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب
منگولوں نے تین اطراف سے قلعے پر حملہ کیا تو قلعے کے اندر جو محافظ لشکر تھا اس نے
کمال صبر و تحمل اور جراتمندی کا مظاہرہ کیا۔ جونہی منگول آگے فیصل کے قریب گئے۔
فصیل کے اوپر بنے برجوں کے اندر سے منگولوں پر اس قدر تیز تیر اندازی اور
سنگباری ہوئی کہ منگول چلا اٹھے تھے۔ اور اس پر مستزادیہ کہ تیروں اور پتھروں کے
ساتھ ہی ساتھ منگولوں پر آگ کے انگارے اور کھولتا ہوا پانی بھی پھینکا گیا تھا۔ اس
طرح منگولوں کو ناکام اور نامراد پیچھے ہٹنا پڑا۔

اس طرح چنگیز خان نے کئی روز تک بامیان کے قلعے پر اپنے حملے جاری رکھے۔
لیکن ہر حملہ ناکام اور نامراد رہا۔ اس طرح چنگیز خان اپنی ناکامی اور نامرادی پر تلملا کر
رہ گیا تھا۔ آخر اس نے ایک بہت بڑا فیصلہ کیا۔ اس نے لکڑی کے بڑے بڑے برج
بنوائے۔ ان برجوں کے نیچے اس نے پہیئے لگوائے پھر اپنے لشکریوں کو اس نے حکم دیا
کہ ان برجوں کو گھسیٹتے ہوئے ان کی پشت پر رہتے ہوئے برجوں کو فیصل کے قریب
لے جا کر ان کے ذریعے فیصل پر چڑھنے کی کوشش کی جائے۔ اس ترکیب سے چنگیز
خان کو امید تھی کہ اس کے لشکری بامیان کی فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہو جائیں
گے۔

لیکن منگول اپنے ان دیو پیکر اور بڑے بڑے چوبی برجوں کو دھکیلتے ہوئے جب
بامیان کی فصیل کے قریب لے گئے تو بامیان کے محافظ لشکر کی طرف سے ان پر ایک
اور عذاب ٹوٹ پڑا اور وہ اس طرح کہ جوں ہی یہ برج فصیل کے قریب گئے فصیل

کے اوپر سے ان برجوں پر روغن نفط پھینکا گیا جس کی بناء پر فی الفور ان برجوں
آگ لگ گئی اور وہ راکھ کا ڈھیر ہو کر رہ گئے۔ اس طرح کئی روز تک چنگیز خان
چوبی برجوں کے ذریعے فصیل پر چڑھنے کی کوشش کی لیکن ہر بار قلعہ کا محافظ
روغن نفط پھینک کر چنگیز خان کے چوبی برجوں کو جلا کر راکھ کر دیتا اس طرح قلعہ
فتح کرنے کی چنگیز خان کی دوسری ترکیب بھی ناکام ہوئی تھی اب چنگیز خان بامیان
قلعے پر فیصلہ کن حملہ کرنے کے لئے تیاریاں کرنے لگا تھا۔

○

اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار دریائے وولگا کے کنارے سوبدائی کو شکست
جبی نویان کو قتل کرنے کے بعد سلطان سے آ ملنے کے لئے بڑی تیزی کے ساتھ بس
شہر کی طرف پیش قدمی کر رہے تھے کہ راستے میں اورخان کے مخبروں نے یہ اطلا
دی کہ بست شہر کے راستے میں پڑنے والے قلعہ بامیان کا چنگیز خان نے محاصرہ کر
ہے اور یہ محاصرہ گزشتہ کئی دنوں سے جاری ہے اور چنگیز خان قلعے کو فتح کرنے
کامیاب نہیں ہو رہا۔ لہٰذا احتیاطاً" وہ دونوں سالار بامیان قلعے سے دور رہ کر بست
کی طرف جائیں۔

اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کو جب یہ خبر ملی تو انہوں نے اپنے لشکر
روک دیا پھر اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے ایک عجیب سے انداز میں ایک
دوسرے کی طرف دیکھا جیسے وہ کچھ کہے بغیر بے زبانی میں ہی کوئی فیصلہ کرنے کا عزم
چکے ہوں پھر اورخان نے پاسبانوں کے سپہ سالار کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع
کیا۔

سن میرے پاسبان بھائی۔ کیا ایسا ممکن نہیں کہ ہم لشکر کے ایک حصے کو سوبدا
اور جبی نویان کے لشکر سے حاصل ہونے والا سارا سامان سلطان کی طرف روانہ
دیں اور خود بامیان کے قلعے کے باہر چنگیز خان کے لشکر پر شب خون مارنے کے ب
تیزی کے ساتھ سلطان کی طرف روانہ ہو جائیں۔ اس پر پاسبانوں کا سپہ سالار مسکرا
ہوئی آواز میں کہنے لگا۔ اورخان میرے بھائی یہی بات تو میں بھی تم سے کہنے والا

نگولوں پر شب خون مارنے کا بہترین موقع ہے اور مجھے امید ہے کہ اگر ہم دونوں
ر ایسا کریں تو اس میں ہم کامیاب بھی رہیں گے۔
اس پر قریب ہی کھڑا وہ مخبر جس نے یہ اطلاع دی چونک جانے کا انداز میں بولا
ر اورخان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

لیکن اے امیر سارے سامان کو چند دستوں کے ساتھ بست شہر میں سلطان کی
ف روانہ کرنا بھی خطرے سے خالی نہیں ہے اس لئے کہ چنگیز خان نے اپنے بیٹے
لی۔ اوغدائی اور ایک نامور جرنیل چارمغان کو بامیان کے اطراف کے علاقے میں
پھیلا رکھا ہے تاکہ وہ لوٹ مار کر کے اپنے لشکر کے لئے خوراک اور ضروریات کا دیگر
سامان حاصل کریں اور اگر اس سامان کے بست شہر جانے کی اطلاع ان میں سے کسی
و مل گئی تو وہ حملہ آور ہو کر ضرور اس سامان پر قبضہ کرنے کی کوشش کریں گے۔

اورخان نے مخبر کے اس انکشاف پر اس کی طرف توصیفی انداز میں دیکھا پھر وہ
بانوں کے سپہ سالار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سن میرے پاسبان بھائی۔ مخبر ٹھیک کہتا ہے اس طرح یہ سارا سامان ہمارے
وں سے چھن جانے کا خطرہ ہے اس پر پاسبانوں کا سپہ سالار بولا اور کہنے لگا۔ اگر
املہ یہ ہے تو پہلے اس سارے سامان کو بست شہر تک پہونچایا جانا چاہئے۔ اس کے
د واپس لوٹ کر بامیان کے نواح میں منگولوں پر شب خون مارا جانا چاہئے۔ اور خان
نے پاسبانوں کے سپہ سالار کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر وہ بڑی تیزی سے بست شہر کی
رف پیش قدمی کر رہے تھے۔

بست شہر سے صرف ایک میل دور اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار رک گئے۔
ارے سامان کو چند دستوں کی حفاظت میں انہوں نے سلطان کی طرف روانہ کر دیا۔
اور خود بڑی تیزی سے اپنے اپنے لشکر کے ساتھ وہ پلٹ کر بامیان کے قلعے کی طرف
بڑھے تھے

○

غروب آفتاب کا آخری اجالا اپنے پر سمیٹنا شروع ہو چکا تھا۔ اندھیرا اترنے لگا تھا۔ پوری زمین سنولانے لگی تھی۔ شروع سرما کی شام اپنے آپ کو چادروں میں لپیٹتی چلی گئی تھی۔ ایسے میں اصفہان شہر کے آہنگروں کے بازار میں سوار ایک مکان کے سامنے اترا۔ پھر اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے ہی پکڑے ا دروازے پر دستک دی تھی۔ تھوڑی دیر بعد جب اس مکان کا دروازہ کھلا تو مسلم مبلغ نظام الدین کھڑا تھا۔ نظام الدین تھوڑی دیر تک سوالیہ سے انداز سوار کی طرف دیکھتا رہا۔ سوار نے نظام الدین کے معنی خیز انداز کو بھانپ لیا تھا فوراً" بولا اور کہنے لگا۔

آپ مجھے دیکھ کے پریشان نہ ہوں۔ میں امیر اورخان کا ایک مخبر اور ہوں۔ اور ان کی ایک امانت آپ کے حوالے کرنے آیا ہوں۔ اورخان کا نام نظام الدین کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وہ دروازہ پورا کھول کر ایک ہٹتے ہوئے کہنے لگا۔ اگر تم اورخان کے مخبر ہو تو یوں اجنبیوں کی طرح باہر کیوں ہو۔ اندر آ جاؤ۔ اپنا گھوڑے میرے حوالے کرو میں اسے اصطبل میں باندھتا میرے ساتھ دیوان خانے میں آؤ۔ اس پر وہ سوار بولا اور کہنے لگا۔

نظام الدین میرے محترم۔ آپ کا بڑا شکریہ آپ کی بڑی مہربانی۔ میں نہیں۔ مجھے ایک انتہائی اہم کام کے سلسلے میں ایک مہم پر روانہ ہونا ہے یا یوں میں اورخان کا مخبر ہوں اور مجھے منگولوں کی نقل و حرکت پر مقرر کیا گیا ہے۔ یہاں رکے بغیر اپنی منزل کی طرف روانہ ہونا چاہتا ہوں۔ بس ان کی ایک اما وہ آپ کے حوالے کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر نظام الدین بولا اور کہنے لگا۔

اگر تم جلدی میں ہو بیٹے۔ گھوڑے کو یہیں باندھو۔ تھوڑی دیر کے لے

نے میں تو آؤ۔ سوار اس پر آمادہ ہو گیا اپنے گھوڑے کو اس نے باہر ہی باندھ دیا۔ وہ نظام الدین کے ساتھ مکان کے دیوان خانے میں داخل ہوا۔ نظام الدین نے ے ایک نشست پر بٹھایا پھر بڑی نرمی سے اس کو مخاطب کر کے پوچھا۔

اب کو میرے عزیز اور میری قوم کے فرزند۔ اورخان نے تمہیں کس مقصد کے لئے میری طرف روانہ کیا ہے۔ جواب میں اس سوار نے اپنے کندھے پر لٹکتی ہوئی ی چڑی خرجین اتاری پھر اس میں سے کچھ سامان وہ نکالنے لگا تھا اس موقع پر حسین جمیل طیان بھی دیوان خانے کے پردے کے پیچھے آن کھڑی ہو گئی تھی۔ وہ اب پوری طرح بلوغت کی دہلیز پر قدم رکھ چکی تھی۔ نسوانیت کی اولین کرنیں اس کے ہرے پر جوش مارنے لگیں تھیں۔ اور اس کے شباب کی شخصیت کا الاؤ۔ خوب روشن ہو چکا تھا۔ اورخان کا نام سنتے ہی طیان کی خاموش محبت دبی دبی چاہتوں میں ایک انقلاب ایک ہلچل پیدا ہو چکی تھی۔ اس کی ذات کا مکمل اور بھرپور خاکہ خوشی کی لہروں کے ارتعاش جیسا ہو کر رہ گیا تھا۔ اورخان کا نام سن کر اس کے چہرے پر ایسی خوش کن مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی جیسے وہ اپنے محبت کے دیوتا کے حضور اپنا پہلا ہد نامہ پیش کر رہی ہو۔

اس سوار نے اپنی چرمی خرجیں سے کچھ سامان نکال کر نظام الدین کے سامنے دیا۔ نظام الدین اس سامان کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھنے لگا دیکھ میرے معزز مہمان یہ ہے جو تو اپنی خرجیں سے نکال رہا ہے اس پر وہ سوار مسکراتے ہوئے کہنے لگا نظام دین میرے محترم آپ خود ہی دیکھ لیں۔ یہ جو کپڑوں کی گٹھری ہے اس میں آپ اور اپ کی بہن طیان کے لئے کپڑے ہیں۔ چمڑے کی جو ایک بڑی تھیلی ہے اس میں طیان کے زیورات ہیں چھوٹی تھیلی سکوں سے بھری ہوئی ہے۔ جو آپ اور طیان کے خراجات کے لئے بھیجی گئی ہے۔ ان چیزوں کا جائزہ لینے سے پہلے نظام الدین نے اس سوار کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ دیکھ عزیز کیا تم مجھے اورخان کی کارگزاری سے بھی کچھ آگاہ کرو گے۔ اب تو اورخان۔ پاسبانوں کا سپہ سالار اور جلال الدین متحد ہو چکے بلکہ میرے خیال میں اس طرح ان کی قوت میں اضافہ ہو گا۔ اور وہ منگولوں کے مقابلے بہتر طور پر اپنی کارگزاری کا مظاہرہ کر سکیں گے۔ اس پر وہ سوار خوشی کا اظہار

کرتے ہوئے بولا اور کہنے لگا

نظام الدین میرے محترم۔ سب سے بڑی خوشی کی بات یہ ہے کہ اورخ پاسبانوں کے سپہ سالار نے دریائے وولگا کے کنارے منگولوں کے بہترین سوبدائی اور جبی نویان کو بد ترین شکست دی ہے ان کے سارے لشکروں کا صفایا گیا بڑی مشکل سے سوبدائی اپنے چند دستوں کو لے کر دریائے وولگا سے چنگیز طرف بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوا جبکہ جبی نویان کو اس کے لشکریوں سمیت موت گھاٹ اتار دیا گیا تھا۔ یہ خبر سن کر نظام الدین کے چہرے پر گہری مسکراہٹ ہوئی۔ دوسری طرف پردے کے پیچھے کھڑی طیان کی حالت بھی یہی تھی۔ اس چہرے پر حیرت سے زیادہ خوشی اور اطمینان کا ایک جوالہ مکھی پھوٹ پڑا تھا۔ پھر دبی زبان میں کہہ رہی تھی۔ اورخان آپ میرا قرار محبت۔ آپ میرا مرکز فکر میں جو آپ سے متعلق خواب دیکھا کرتی تھی میں انہیں اپنا وہم گردانتی تھی لیکن مجھے یقین ہوا کہ سب خواب جھوٹے نہیں ہوتے ہیں جو آپ سے متعلق خواب وہ سب سچے اور حقیقت ثابت ہوئے۔

یہاں تک کہنے کے بعد وہ سوار تھوڑی دیر کے لئے رکا۔ پھر وہ دوبارہ کہ تھا۔ نظام الدین میرے محترم جبکہ سلطان جلال الدین اپنے لشکر کے ساتھ بست سے باہر قیام کئے ہوئے ہیں اور چنگیز خان نے اپنے لشکر کے ایک حصے کے بامیان شہر کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار اب بامیان کی گئے ہیں تاکہ رات کی تاریکی میں چنگیز خان کے لشکر پر شب خون ماریں اور مجھے ہے کہ وہ دونوں اپنے اس شب خون کو بھی کامیاب بنا کر رہیں گے۔ اس پر الدین فوراً" بولا اور کہنے لگا خدا تیری زبان تیرے ارادوں کو مبارک کرے مہمان۔

اس لشکری کے خاموش ہونے پر نظام الدین بولا اور کہنے لگا دیکھ میرے عز محترم میں اورخان کو بہتر طور پر جانتا ہوں کہ وہ ایک ایسا فرزند ہے جو منکرات فواحش میں ایں و آں کی پرواہ کئے بغیر الم تعلم کا جذبہ بن کر گھس جانے والا ہے۔ اورخان یقیناً" گرم و سرد تنگی و فراخی۔ تلخی اور مایوسی اور دل شکستہ آوازوں قلب و نظر کی تطہیر اور فکر و کردار کی ترتیب بن کر داخل ہو جانے والا ایک ان مٹ جذبہ ہے۔

نظام الدین شاید مزید کچھ کہتا پر وہ سوار اٹھ کھڑا ہوا اور نظام الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ نظام الدین میرے محترم اب میں رخصت ہوں گا اس لئے کہ میری مہم اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ مجھے یہاں زیادہ دیر قیام نہیں کرنا چاہئے۔ اس پر نظام الدین اپنی جگہ سے اٹھا اور کہنے لگا دیکھ بیٹے تھوڑی دیر کے لئے رک میں ابھی آتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی نظام الدین بیچ کے دروازے سے نکل کر دوسرے کمرے کی طرف گیا۔ وہاں پردے کے پیچھے کھڑی ہوئی طیان ساری گفتگو سن چکی تھی۔ طیان کو وہاں کھڑے ہوئے دیکھ کر نظام الدین کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر اس نے ہاتھ کے اشارے سے طیان کو اپنے ساتھ آنے کو کہا۔ طیان نظام الدین کے پیچھے پیچھے ہو لی۔ پھر دوسرے کمرے کے کونے میں لے جا کر نظام الدین شفقت بھری سرگوشی میں طیان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

طیان میری بیٹی کسی کپڑے میں خشک پھل باندھ تاکہ اس سوار کو پیش کریں۔ اور جس مہم پر جا رہا ہے اس کے کام آ سکیں۔ اس پر طیان بھاگی بھاگی دوسرے کمرے میں گئی اور ایک کپڑے میں مختلف خشک پھل باندھ کے لے آئی۔ نظام الدین پھلوں کی وہ گٹھری لے کر پھر دیوان خانے میں داخل ہوا۔ وہ گٹھری اس نے اس لشکری کو تھماتے ہوئے کہا دیکھ میرے عزیز اس وقت جبکہ تم عجلت اور جلدی میں ہو میں تمہاری خدمت نہیں کر سکا۔ دیکھ یہ خشک پھلوں سے بھری ہوئی گٹھری ہے یہ اپنے پاس رکھ لو۔ جس مہم پر تم جا رہے ہو یہ تمہارے کام آئیں گے۔ اور ہاں نقدی کی جو تھیلی تم نے دی ہے اس میں سے کچھ نقدی بھی نکال لو۔ وہ بھی اس مہم میں تمہارے کام آئے گی۔ اس پر وہ سوار کہنے لگا نہیں۔ میرے محترم میں یہ خشک پھل تو قبول کر لیتا ہوں نقدی نہیں لوں گا۔ نقدی میرے پاس بہت ہے۔ اس لئے کہ گزشتہ جنگوں میں منگولوں کے پڑاؤ سے ہمیں بہت کچھ حاصل ہوا ہے۔ لہٰذا آپ میرے لئے نقدی کی کوئی فکر نہ کریں۔ اس کے ساتھ ہی اس سوار نے آگے بڑھ کر نظام الدین سے معانقہ کیا۔ نظام الدین اسے دروازے تک چھوڑنے گیا پھر وہ سوار اپنے گھوڑے پر

سوار ہوا۔ جبکہ نظام الدین مکان کا دروازہ بند کر کے دیوان خانے میں آیا۔ جہاں طیا
پہلے ہی ان چیزوں کا جائزہ لے رہی تھی جو سوار لے کر آیا تھا۔

نظام الدین مسکراتے ہوئے دیوان خانے میں داخل ہوا جب اس نے دیکھا
طیان ان ساری چیزوں کا جائزہ لیتے ہوئے بے حد خوش ہو رہی ہے تو وہ پوچھنے لگا۔ بی
تم نے یہ ساری چیزیں دیکھیں ان میں کیا ہے۔ اس پر طیان بے پناہ خوشی کا اظہ
کرتے ہوئے کہنے لگی اس میں بہت اچھا سامان ہے۔ اس میں میرے اور آپ کے
لئے گرم اور سادہ کپڑوں کے علاوہ پوستینیں بھی ہیں۔ اور پھر میرے لئے ڈھیروں زیو
ہیں۔ اور نقدی اس قدر ہے کہ ہم زندگی کا ایک حصہ انتہائی خوشگوار طریقے سے گزا
سکتے ہیں۔ اس پر نظام الدین بولا اور کہنے لگا۔ دیکھ بیٹی۔ یہ اورخان کی بڑی مہربانی او
احسان ہے کہ اس نے ہمارا خیال رکھا اور ہمیں بھولا نہیں۔ اس پر طیان گلوں او
شکووں سے بھرپور آواز میں کہنے لگی۔ بابا یہ آپ کیسی گفتگو کر رہے ہیں۔ ان کا ہم
کوئی احسان نہیں۔ اب وہ ہمارے لئے اجنبی۔ اب وہ ہمارے لئے نا آشنا تو نہیں
ہیں۔ ان کے ساتھ ہمارا ایک رشتہ ہے اب وہ ہمارے اپنے ہیں۔ اپنے اپنوں پ
احسان تو نہیں کرتے۔ بلکہ حق ادا کرتے ہیں۔ اورخان کے ساتھ اب ہمارا محب
نہیں۔ خون کا رشتہ ہے۔ میں اپنی ذات کو اپنے وجود کو ان کے ساتھ منسلک کر چک
ہوں۔ لہٰذا اب وہ مجھ سے جدا نہیں ہیں۔ جو کچھ انہوں نے کیا ہے بہرحال اس پ
مجھے فخر ضرور ہے۔ نظام الدین خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا اچھا بیٹی بس
مغرب کا وقت ہو گیا ہے۔ یہ سارا سامان سمیٹ اور سنبھال۔ پھر آؤ دونوں باپ بیٹ
مل کر مغرب کی نماز ادا کریں۔ طیان فوراً" اٹھ کھڑی ہوئی وہ سامان اس نے سنبھالا
پھر دونوں نے وضو کیا پھر وہ مغرب کی نماز ادا کر رہے تھے۔

○

رات گہری ہو چکی تھی۔ بامیان کے قلعہ کے اطراف میں چنگیز خان کے لشکر ک
ایک حصہ گہری نیند سویا ہوا تھا جبکہ دوسرا حصہ جاگ کر پہرہ دے رہا تھا۔ بامیان کے
قلعے پر اپنی ابتدائی ناکامیوں کے بعد چنگیز خان نے قلعہ پر آخری اور فیصلہ کن جنگ

نے کی ابتدا نہیں کی تھی۔ رات جب آدھی کے قریب گزر گئی تب جنگل کے اندر
بے پاؤں چلنے والے شکار کے متلاشی درندے کی طرح اورخان اور پاسبانوں کے سپہ
لار اپنے لشکروں کے ساتھ منگولوں کے لشکر کے اس حصے کی طرف نمودار
ے جہاں چنگیز خان کا بیٹا چغتائی تھا۔ پھر آگے بڑھتے ہوئے اورخان اور پاسبانوں کا
سالار دائیں بائیں پھیل گئے پھر آن کی آن میں انہوں نے چغتائی کے لشکر کے
ں سروں پر حملہ کر دیا تھا۔ ایک سرے پر اورخان دوسرے سرے پر پاسبانوں کا
سالار حملہ آور ہو گیا تھا۔

رات کے وقت اس شب خون کی ابتدا پاسبانوں کے سپہ سالار نے کی تھی اور وہ
ائی کے لشکر کے دائیں کنارے پر فطرت کے معلم کی طرح کربناک بیداری
وں کو ریزہ ریزہ۔ روح کو لخت لخت، ظلمتوں کو غم گزیدہ اور قلب کو وریدہ کرنے
لے جذبوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔ دوسری طرف اورخان چغتائی کے لشکر کے
رے سرے پر سمندر کی سرگوشیوں میں زوال و فنا کے اترتے عناصر، کہر آلود
ں میں کرب کی ہولناک آوازوں اور اتھاہ خاموشی میں عمیق رازوں کے ترجمان
طرح نزول کر گیا تھا۔

لمحوں کے اندر اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے چغتائی کے لشکر کے ان
وں کا صفایا کر دیا جو جاگ کر اپنے سونے والے لشکریوں کی حفاظت کر رہے تھے۔
ے بعد اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار چغتائی کے سوتے ہوئے لشکر پر عذاب
قہربن کر ٹوٹ پڑے تھے۔ چغتائی کے لشکر کے بڑے حصے کو انہوں نے تہ تیغ کر
اور اس قتل عام میں چغتائی کا بڑا بیٹا جس سے چنگیز خان بے پناہ محبت کرتا تھا وہ
قتل کر دیا گیا۔ رات کی تاریکی میں چغتائی کے لشکر کا قتل عام کرنے اور اپنے شب
ن کو بہترین انداز میں کامیاب بنانے کے بعد اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار اپنے
ملا کو سمیٹتے ہوئے بڑی تیزی سے بست شہر کی طرف بھاگ گئے تھے۔ شہر کے
کی طرف پڑاؤ کے لئے چنگیز خان اور اس کا بیٹا تولائی جس وقت چغتائی کے لشکر کی
کے لئے پہنچے جب تک اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار اپنے اپنے لشکر کو لے
ہلا سے جا چکے تھے۔ دوسرے روز چنگیز خان نے قلعہ بامیان پر آخری اور فیصلہ

کن ضرب لگانے کا فیصلہ کیا۔ گزشتہ رات کے اورخان اور پاسبانوں کے شب خون نے چنگیز خان کو زیادہ غضب ناک اور خونخوار بنا کر رکھ دیا تھا فتح کرنے کے لئے چنگیز خان نے نئے سرے سے لکڑی کے برج تعمیر کر برجوں کو روغن نفط کی آگ سے بچانے کے لئے اس نے ان لکڑی کے جانوروں کو ذبح کیا اور ان مویشیوں کی بھیگی ہوئی کھالوں کو اس نے ان برجوں پر آگ سے بچانے کے لئے منڈھ دیا تھا۔ اس طرح یہ کھال چڑھے بڑھتے ہوئے منگول بامیان کے قلعے کی فصیل کے قریب پہونچ گئے۔

پھر انہی برجوں سے کام لیتے ہوئے منگولوں نے بامیان کے قلعے کی فصیل شگاف ڈال دیا تھا۔ بس یہ شگاف ڈلنا تھا کہ منگول اچانک بند توڑ دینے والے کی طرح بامیان شہر میں داخل ہو گئے تھے۔ منگولوں کا شہر میں داخل ہونا تھا کہ اندر ایک عذاب اور قیامت کا سماں برپا ہو گیا۔ جو بھی سامنے آیا تہہ تیغ کر مسجدوں اور مکانوں کو مسمار کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ بامیان شہر آنے والے "غم کا شہر" کے نام سے مشہور ہوا۔

قلعہ بامیان کو فتح کرنے کے بعد چنگیز خان نے اپنے لشکر کے ساتھ وہیں لیا تھا پھر اپنے لشکریوں کو چند دن کا آرام دینے کے بعد اس نے اپنے ایک چارمغان کی سرکردگی میں ایک بہت بڑا لشکر سلطان جلال الدین پر حملہ آور ہو لئے روانہ کیا۔ دوسری طرف سلطان جلال الدین کو بھی چنگیز خان کے ان ار علم ہو چکا تھا اور ان کے جاسوس انہیں خبر کر چکے تھے کہ چنگیز خان کا جرنیل ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ ان پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کر چنانچہ چارمغان کا مقابلہ کرنے کے لئے سلطان نے بھی اپنے لشکر کے ساتھ بہ سے کوچ کیا اور بروان شہر کی طرف بڑھا تھا تاکہ راستے ہی میں چارمغان کو دے۔

بروان شہر سے باہر ہی سلطان اپنے لشکر کے ساتھ منگولوں کے جرنیل کی راہ روک کھڑا ہوا۔ چارمغان کو جب خبر ہوئی کہ سلطان جلال الدین بہ اٹھ کر اس پر حملہ آور ہونے کے لئے بروان شہر کے قریب آگیا ہے تب

نائی برا اثر پڑا اور سلطان جلال الدین کی جرات مندی اور دلیری اس پر غالب آگئی کے لشکری بھی کسی حد تک خوفزدہ اور کم ہمتی کا شکار ہو گئے تھے۔

راس سابق حاکم ہرات امین الملک۔ افغان سردار سیف الدین اغراق۔ حاکم بلخ ملک ظفر اور حاکم اغانیہ کزلک چونکہ اپنے چھوٹے بڑے لشکروں کے ساتھ مل چکے تھے کے لشکر میں خاطر خواہ اضافہ ہوا تھا۔ جس کی بناء پر اب سلطان نے ا سلطان کے ساتھ کھلے میدانوں میں منگولوں کے ساتھ جنگ کرنے کا عزم کر لیا تھا۔

بروان شہر سے باہر منگول سردار چارمغان کی راہ روکنے کے بعد سلطان نے اپنے لشکر کو جنگ کرنے کے لئے صف آرا کیا۔ لشکر کا درمیانی حصہ سلطان نے اپنے پاس رکھا اور اپنی مدد اور اپنی معاونت کے لئے اسی قلب لشکر میں پاسبانوں کے سپہ سالار اورخان کو بھی رکھا گیا تھا۔ لشکر کا دایاں پہلو سیف الدین اغراق کی سرکردگی میں دیا گیا تھا جبکہ حاکم بلخ ملک مظفر کو اس کا نائب مقرر کیا تھا۔ لشکر کا بایاں حصہ امین الملک کی سرکردگی میں دیا گیا جبکہ حاکم اغانیہ حسن کزلک اس کی مدد کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ سلطان جلال الدین کی طرف دیکھتے ہوئے منگول سردار چارمغان نے بھی اپنے لشکر کی صفیں درست کرتے ہوئے اسے جنگ کے لئے ترتیب دینا شروع کر دیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد جنگ شروع ہوئی ابتدا منگولوں نے ہی کی تھی۔ منگول سردار چارمغان اپنے ماتحت کام کرنے والے منگول سرداروں کے ساتھ دھوپ اور دھول میں کھری درشتی اور تلخی، پت جھڑ کی اندھی رت اور بیداری سے محروم کر دینے والے خوابوں کی طرح سلطان جلال الدین کے لشکر پر ٹوٹ پڑا تھا۔ منگولوں کا یہ حملہ انتہائی خونخوار اور درندہ صفت تھا۔ تاہم سلطان جلال الدین نے بڑی مہارت سے اس حملے کو روک دیا تھا۔

منگولوں کے حملے روکنے کے بعد وسطی حصے سے جب اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے ساتھ سلطان زمین کے روشن رخساروں کو ویرانوں اور دیولا خون میں تبدیل کر دینے والے حسرتوں کے انبار اور زندگی کی محرومیوں کی طرح حملہ آور ہونا شروع ہوا اور دائیں طرف سے سیف الدین اغراق نے انتہائی کرب اور دکھ کی

محرومیوں، رنج اور کچلی خواہش کی طرح منگولوں پر ضرب لگانا شروع کی اور ا
طرف سے امین الملک نے اپنی متقی کردار کی پوری خوانخواری اور سکون برباد کر
والی حرص و ہوس کی تلخی کی طرح جب منگولوں پر نزول کرنا شروع کیا تو منگول
شجاعت اور دلیری اور اپنے لڑنے کی ساری روایات بھول کر افراتفری کا شکار ہو
لگے تھے۔

لڑائی اب اپنے عروج پر آگئی تھی۔ چاروں سمت اس طرح گرد کے بادل
رہے تھے جیسے مویشیوں کے چراگاہوں سے پلٹتے وقت گرد و غبار کے طوفان اٹھتے
تھوڑی دیر کی مزید جنگ کے بعد سلطان اور اس کے ساتھی سپہ سالاروں نے
طور پر منگولوں پر چھا جانا شروع کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ تھوڑی دیر کی مزید جنگ
بعد منگولوں کی حالت سلطان کے سامنے زندگی کے قفس میں موت کے منتظر
اسیر ساعتوں اور دل آزار مکروہ دقیقوں جیسی ہونا شروع ہو گئی تھی۔

منگولوں کے سردار اور سالار چارمغان اور اس کے ماتحت کام کرنے وا
چھوٹے سالاروں نے جب دیکھا کہ سلطان کی سپہ سالاری میں لڑنے والا مسلما
لشکر ان پر لمحہ بہ لمحہ غالب آتا چلا جا رہا ہے تو ایک بار انہوں نے اپنی پوری قو
یکجا کرتے ہوئے وحشی انداز میں نعرے مارتے ہوئے سلطان کے لشکر پر حملہ کیا
ان کی یہ آخری کوشش بھی ناکام ہوئی بلکہ ان کی اس کوشش نے سلطان اور ا
سالاروں کو زیادہ برانگیختہ کر دیا تھا۔ اور وہ پہلے سے بھی زیادہ بڑھ چڑھ کر جو
جذبے کے ساتھ منگولوں پر حملہ آور ہونے لگے تھے۔ اس طرح جب جنگ تھوڑ
تک اور جاری رہی تو منگولوں کو بے پناہ نقصان اٹھانا پڑا۔ چارمغان نے جب د
اگر جنگ یوں ہی جاری رہی تو سلطان کے لشکری پوری طرح اس کے ماتحت کام
والے منگولوں کا خاتمہ کر دیں گے۔ لہٰذا وہ اپنے بچے کھچے لشکر کو لے کر
جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا۔ یہ سلطان کے ہاتھوں منگولوں کی پہلی اور ایک بڑی
شکست تھی۔ چنگیزخان اپنے باقی ماندہ لشکر کے ساتھ ابھی تک بامیان قلعے کے نوا
میں قیام کئے ہوئے تھا۔ اسے جب اپنے لشکر اور جرنیل چارمغان کی بدترین
کی خبر ملی تو وہ چوکنا ہوا۔ اسے احساس ہوا کہ جلال الدین سے لڑنا اتنا آسان نہ

گزشتہ جنگوں میں بڑی آسانی سے شہر پر شہر فتح کرتے ہوئے انہیں آگ لگاتے رہے
پھر جب چنگیزخان کو یہ بھی خبر ہوئی کہ چارمغان کے لشکر کے مقابلے میں سلطان
کل لشکر کی تعداد کافی حد تک کم تھی تو چنگیزخان نے اپنے چند جاسوس اور مخبر اس
ارے سے روانہ کئے کہ وہ سلطان کی ذات اور اس کے لشکر کے متعلق مکمل
ات چنگیزخان کو فراہم کریں تاکہ انہی اطلاعات کی روشنی میں چنگیزخان سلطان
الدین پر آخری اور فیصلہ کن ضرب لگائے۔

○

چند ہی یوم بعد چنگیزخان کے یہ چار مخبر سلطان اور اس کے لشکر سے متعلق
ات فراہم کرنے کے بعد لوٹے۔ جب یہ چاروں مخبر چنگیزخان کے سامنے پیش کئے
تو چنگیزخان نے پہلے ان چاروں کی خوب آؤبھگت کی۔ پھر ان چاروں کو اپنے
نے بٹھایا۔ اس وقت چنگیزخان کے ساتھ اس کے چاروں بیٹوں کے علاوہ سوبدائی،
رنغان اور دوسرے بڑے بڑے سالار بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ اس موقع پر چنگیزخان اپنے
وں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اب تم مجھے ان اطلاعات سے آگاہ کرو جو تم حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے
ب سے پہلے میں جلال الدین کی ذات سے متعلق سننا پسند کروں گا۔ اس لئے
میں نے عام لوگوں سے سن رکھا ہے کہ وہ بڑا شجاع، بڑا دلیر اور جری جوان ہے۔
پر ان چاروں مخبروں میں سے ایک کہنے لگا۔

خان اعظم! جہاں تک سلطان جلال الدین کا تعلق ہے، تو اس کا رنگ صاف،
درمیانہ ہے، ترکی اس کی مادری زبان ہے لیکن فارسی بھی بڑی تیزی اور روانی سے
ہے۔ وہ بڑا رحمدل اور لوگوں کے قصوروں سے درگزر کرنے والا ہے۔ نیز وہ بڑا
پسند اور غریب نواز ہے۔ وہ فوج سے حد درجہ پیار کرتا ہے۔ اور جہاں تک
تا ہے انہیں خوش و خرم رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ خان اعظم! اس کے ساتھ
ساتھ سلطان جلال الدین بہت کم گو ہے اور غیبت اور بدگوئی سے احتراز کرتا ہے۔
کوئی ناگوار بات سنتا ہے تو صرف مسکرانے پر اکتفا کرتا ہے۔

خان اعظم! اپنے باپ علاؤالدین کے برعکس یہ سلطان جلال الدین خلیفہ کا حد درجہ احترام اور عزت کرنے والا ہے۔ وہ اپنی گفتگو کے دوران جب خلیفہ کا ذکر آتا ہے تو اسے امیرالمومنین' خلیفتہ المسلمین' ہمارے آقا اور سردار کہ کرتا ہے۔ اور خود کو اس کا فرمانبردار اور غلام خیال کرتا ہے۔ خان اعظم! ا علاوہ نیا سلطان جلال الدین بڑا عالی ظرف' بلند حوصلہ مند اور مدبر انسان ہے زندگی میں کئی ایسی مثالیں موجود ہیں جب بھی کسی شخص نے سر جھکا دیا' فی الف کے تمام قصور اور کوتاہیاں معاف کر کے رکھ دیں۔

اتنا کہنے کے بعد وہ مخبر جب تھوڑی دیر کے لئے رکا تو اس بار دوسرا مخبر بولا۔

خان اعظم! جہاں تک ہم نے سلطان جلال الدین کی ذات کا احاطہ کیا ہے ا کے مطابق سلطان جلال الدین بڑا بہادر' جنگجو' شریف النفس سپاہی ہے۔ جب اس کا باپ زندہ رہا وہ اپنے باپ کا انتہائی فرمانبردار اور اطاعت شعار بیٹا بن کر لوگ کہتے ہیں کہ وہ مرنے والے سلطان علاؤالدین کے تاج و تخت کا ایک نہایت اور تابدار ہیرا ہے۔ لوگ اسے جرات اور بہادری میں رستم اور اسفند یار کا کہتے ہیں۔ اسے فنون حرب کا ماہر اور حد درجہ بیدار مغز انسان خیال کرتے ہیں۔

لوگوں کا خیال یہ ہے کہ صرف سلطان جلال الدین ہی منگولوں کا بے جگر ساتھ مقابلہ کرسکتا ہے۔ جلال الدین کے مقابلے میں اس کے بھائی حد درجہ غرض' کوتاہ اندیش اور عیش و عشرت کے دلدادہ ہیں۔ خان اعظم! میں یہاں ی گزارش کرتا چلوں کہ ہرچند سلطان نہیں چاہتا تھا کہ اس کے باپ کے دور اقتدار عضو معطل کی طرح باپ کے ساتھ مشرق سے مغرب اور مغرب سے مشرق کی ہم منگولوں کے آگے بزدلوں کی طرح بھاگتا پھرے اور دھکے کھاتا پھرے۔ بلکہ ا خواہش تھی کہ وہ کسی محاذ پر ڈٹ کر ہم لوگوں کا مقابلہ کرے۔ اور فیصلہ اپنے ح کرنے کی کوشش کرے۔ لیکن خان اعظم! باپ کے احترام کے پیش نظر سلطان الدین نے اپنے باپ کی غلط خواہش سے سرتابی تک کی جرات نہ کی۔ کہتے ہیں ایک انتہائی فرمانبردار اور انتہائی تابع دار بیٹا ہے۔

اس کے بعد چنگیز خان کا تیسرا مخبر بولا۔ خان اعظم! سلطان جلال الد

اور عام لوگوں کا خیال ہے کہ جلال الدین کا باپ سلطان علاؤالدین اپنی بد وجہ سے تمام قرب و جوار کے حکمرانوں میں حد درجہ بدنام تھا۔ اور جس قدر میں بدنام تھا ویسے ہی یہ جلال الدین لوگوں میں ہردلعزیز ہے۔ لوگوں کا یہ ہے کہ جلال الدین کے باپ سلطان علاؤالدین نے اپنے عہد اقتدار میں سلجوقی سلطنتوں کی خود مختاری ختم کر دی تھی۔ اور وہ معمولی باجگذار بن گئے تھے۔ علاؤالدین بہت طویل عرصے تک ترکمان ختا کو تیس ہزار دینار سالانہ خراج رہا تھا پھر بعد وہ ان کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا۔ اس وقت تک ان کا پیچھا نہ تک علاؤالدین کے وہ باجگذار نہ بن گئے۔ تقریباً" یہی صورت حال خلیفہ پیش آئی۔ علاؤالدین کا ارادہ بغداد پر حملہ آور ہونے کا بھی تھا۔ لیکن ان کے لئے یلغار سے بغداد اس لئے بچ گیا کہ بعض قدرتی حوادث سلطان کی آڑے آگئے تھے۔

خان اعظم! لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ مرنے والے سلطان علاؤالدین کے میں مسلمانوں اور منگولوں کے درمیان جنگوں کے نتائج مختلف ہوں گے۔ لوگ کہتے ہیں کہ سلطان علاؤالدین نے اپنے دور حکومت میں امن پیدا کرنے اور منافرت کو دور کرنے کے لئے اپنے رویے میں خوشگوار تبدیلی پیدا کرنے کی نہیں کی تھی۔ لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ جس وقت علاؤالدین منگولوں کے موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا تھا' اڑوس پڑوس کے مسلمان حکمرانوں کو تھا کہ وہ اس کی مدد کرتے۔ لیکن چونکہ علاؤالدین کا رویہ ان کے ساتھ اچھا تھا لہٰذا وہ اس کی مدد کو نہیں آئے۔ اور نہ ہی علاؤالدین نے مسلمان حکمرانوں ساتھ مراعات اور اپنائیت کا رویہ اختیار کیا کہ یہی حکمران ہمارے خلاف اس کے وبازو بن جاتے۔

علاؤالدین کے غلط رویئے ہی کی وجہ سے لوگوں کا خیال ہے کہ منگولوں کے جنگ میں اس کی کسی بھی مسلمان حکمران نے مدد نہیں کی۔ علاؤالدین کی رسوائی اور ان کی مسرت اور شادمانی کا باعث بنی رہی۔ علاوہ ازیں ان میں سے کچھ ایسے تھے کہ ان کی تمام ہمدردیاں ہم منگولوں کے ساتھ تھیں۔ اور وہ آپ کو خط لکھ

لکھ کر سلطان علاؤالدین کے خلاف اکساتے' جاسوسی کرتے اور اس کی
روڑے اٹکاتے رہے۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ اس کے باوجود سلطان علاؤالدین
موقع پر بھی اپنی ذات کا احتساب نہیں کیا۔ کبھی بھی یہ نہ سوچا کہ اس طرز
طرز عمل کا نتیجہ کیا ہو گا۔ مسلمانوں کا کہنا ہے کہ ملک صرف تلواروں سے
ہوا کرتے۔ مصلحت اندیشی اور حسن تدبیر سلاطین کا سب سے بڑا' سب سے
ہتھیار رہا ہے۔ جنہوں نے اس کی اہمیت کو نہیں سمجھا وہ کبھی کامیاب نہیں
لوگ یہ بھی امید لگائے بیٹھے ہیں کہ اب جب کہ سلطان علاؤالدین مر چکا ہے
کی جگہ اس کا بیٹا جلال الدین سلطان بنا ہے تو وہ اپنے باپ کے رویے کی
کوتاہیوں کی ضرور تلافی کر کے رہے گا۔ اور علاؤالدین نے جو منگولوں کے
بھاگ کر مسلمانوں کے دامن میں صرف رسوائیاں ہی ڈالی ہیں' لوگوں کا خیال
جلال الدین ایسا نہیں کرے گا۔ بلکہ وہ جگہ جگہ ڈٹ کر اور جم کر منگولوں
کرے گا۔ اور اپنے باپ کی رسوائیوں اور شکستوں کے داغ دھونے کی کوشش
گا۔

اس تیسرے مخبر کے خاموش ہو جانے کے بعد چنگیز خان کا چوتھا مخبر بولا۔
خان اعظم! اس وقت سلطان جلال الدین کے لشکر کی حالت بڑی
مضبوط و مستحکم ہے۔ گو ہمارے آگے بھاگتے ہوئے سلطان جلال الدین ج
خوارزم شہر سے نکلا تھا اس وقت اس کے ساتھ مٹھی بھر سپاہی تھے۔ لیکن
کی طرف جانے کے بعد اس کے لشکر میں خاطر خواہ اضافہ ہوا۔ سب سے
کے لشکر میں دو قوتیں شامل ہوئیں۔ پہلی قوت کا نام اورخان اور دوسر
پاسبانوں کے سپہ سالار کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ اورخان بنیادی طور پر اترار ش
والا ہے۔ اس کا ماموں اترار کا قلعہ دار تھا۔ جو ہمارے ساتھ جنگ میں ا
ہے۔ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کی بیٹی خان سلطان اسی اورخان کی منسوب
تھی۔ یہ نوجوان بلا کا جنگجو' بہادر' دلیر' قوی اور دینی جذبہ رکھنے والا نوجوان
اپنے لشکر کے ساتھ وہ سر پر کفن باندھ کر منگولوں کے سامنے آنے کی
جرات رکھتا ہے۔

دوسری قوت کا نام پاسبانوں کے سپہ سالار کہا جاتا ہے۔ اس کے متعلق کوئی
نہیں جانتا۔ کہتے ہیں کہ یہ شخص بھی بلا کا زیرک' دانشمند اور موت اور آگ
میں کود جانے والا ہے۔ جب یہ حملہ آور ہوتا ہے تو اپنے خون آلود اور جان
لوں میں صفیں کی صفیں الٹ دیتا ہے۔ ان دو طاقتوں کے شامل ہونے کے بعد
نے منتشلاغ شہر سے غزنی کی طرف کوچ کیا اور بست کے مقام پر اس نے پڑاؤ

سلطان جلال الدین کی خوش قسمتی کہ بست میں قیام کے دوران سلطان جلال
کی عسکری قوت میں مزید اضافہ ہوا۔ وہ اس طرح کہ ہرات کا سابق حکمران امین
ایک بڑے لشکر کے ساتھ آ کر سلطان جلال الدین سے مل گیا۔ اس کے علاوہ
افغان سپہ سالار جس کا نام سیف الدین اغراق ہے وہ بھی ایک خاصے لشکر کے
سلطان سے آن ملا۔ اس کے علاوہ سابق حاکم بلخ ملک مظفر' سابق حاکم اغانیہ
ترک اور کچھ غوری اور سلجوقی چھوٹے چھوٹے سالار بھی اپنے اپنے دستوں کو
سلطان کے لشکر میں شامل ہو چکے ہیں۔ اس طرح منتشلاغ سے بست تک پہنچتے
سلطان کے لشکر میں خاصہ اضافہ ہو چکا ہے۔ اور اپنی اسی طاقت اور قوت کو
ل کرتے ہوئے سلطان نے بروان شہر سے باہر ہمارے سردار چارمغان کو شکست
ہے۔

اپنے ان مخبروں سے یہ سارے حالات سننے کے بعد چنگیز خان کچھ دیر تک بڑے
رے انداز میں سوچتا رہا۔ پھر اس نے چاروں مخبروں کو جانے کی اجازت دے
اس کے بعد چنگیز خان نے اپنے بیٹوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ تم میں سے
تولائی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ میرا ساتھ دے گا میں ابھی اور اسی وقت
ل الدین سے نپٹنے کے لئے بروان شہر کی طرف کوچ کروں گا۔ جوچی' چغتائی اور
میرے بچو! تم پہلے کی طرح اطراف میں پھیل کر اپنے لشکر کے لئے خوراک
کرنے کا کام شروع کرو۔ میں امید کرتا ہوں کہ میں جلال الدین کو بروان شہر کے
زین شکست دوں گا۔ اس کے بعد اسے کہیں ٹکنے نہیں دوں گا۔ اور کوشش
کہ اس کا خاتمہ کر ۔۔۔ ۔ اس لئے کہ میں تمہیں تنبیہ کرتا ہوں کہ

جب تک یہ جلال الدین زندہ ہے ان سرزمینوں میں منگولوں کے لئے … دھاری تلوار جیسے خطرات اور اندیشے منڈلاتے رہیں گے۔ اب تم اٹھو اور … کام میں لگ جاؤ۔ میں تھوڑی دیر تک یہاں سے کوچ کروں گا۔ چنگیزخان کا … ہی اس کے بیٹے اور سالار خیمے سے نکل گئے تھے۔

○

سلطان جلال الدین نے منگولوں کو شکست دینے کے بعد ابھی تک … کے باہر اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا۔ یہاں تک کہ چنگیزخان بڑی … ساتھ اپنے لشکر کے ساتھ پیش قدمی کرتا ہوا سلطان کے سامنے آن خیمہ زن … چنگیزخان کو چونکہ بامیان شہر میں اپنے پوتے کے مارے جانے کے علاوہ … شکست کا بھی سخت صدمہ اور افسوس تھا۔ لہٰذا آتے ہی اس نے اپنے لشکر … درست کرتے ہوئے جنگ کی ابتدا کر دینے کا تہیہ کر لیا تھا۔

دوسری طرف سلطان جو خم ٹھونک کر چنگیزخان کے سامنے اپنی صفیں … کرنے لگا تھا۔ لشکر کی ترتیب اس نے پہلے جیسی ہی رکھی تھی۔ وسطی حصے … نے اپنے ساتھ اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار ہی کو رکھا۔ لشکر کے دائیں … امین الملک اور لشکر کے بائیں بازو پر سیف الدین اغراق کو کماندار مقرر کیا گیا … حملے کی ابتدا بھی چنگیزخان نے ہی کی تھی۔ چنگیزخان کا یہ پہلا حملہ ایسا … ایسا خونخوارانہ تھا کہ سلطان کے لشکر کی اگلی صفیں پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گ… جب سلطان نے یہ حالت دیکھی تو سلطان اپنے چند دستوں کے ساتھ طوفانی … دائیں بائیں اس سمت بڑھتا جہاں کمزوری کے آثار نمودار ہوتے۔ اس طر… نے دائیں بائیں اور آگے پیچھے بھاگ کر ایک بار پھر اپنی اگلی صفوں کو … مستحکم کر لیا تھا۔ شام تک چنگیزخان کے ساتھ لڑائی ہوتی رہی لیکن فیصلہ نہ … دونوں ہی لشکر پسپا ہونے کے لئے تیار نہ تھے۔ جب شام ہوئی تو جنگ بند کر … کہ کل پھر جنگ کر کے فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہوا جائے۔

دوسرے روز جنگ کی ابتدا کرتے ہی چنگیزخان نے بڑی عیاری اور فر…

[...] کام لیا۔ دوسری صبح کو جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو سلطان جلال الدین [کے] لشکریوں نے دیکھا کہ منگولوں کے لشکر سے تھوڑی دور ان کا ایک اور لشکر [گھو]ڑوں کو دوڑاتا ہوا آرہا تھا۔

دراصل یہ سلطان جلال الدین کے لشکریوں کو مرعوب کرنے کے لئے چنگیزخان [کی] ایک چال تھی۔ چنگیزخان کے حکم پر منگولوں نے پہلے دن کی لڑائی میں جو اپنے [...] قتل ہو چکے تھے۔ ان کے گھوڑوں پر راتوں رات کپڑے اور لکڑیوں کے بت بنا [کر] گھوڑوں پر جما دیئے تھے۔ دور سے یوں لگتا تھا گویا وہ بھی منگول سپاہی ہیں اور [گذ]شتہ رات کے دوران کمک کے لئے پہنچ گئے ہیں۔

سلطان جلال الدین کے لشکر نے جب دیکھا تو بددل ہو گیا۔ اس موقع پر کئی [لش]کریوں نے خوف اور ڈر کے مارے میدان سے ہٹنے کی کوشش بھی کی۔ بلکہ کئی [س]رداروں نے اس موقع پر سلطان جلال الدین کو مشورہ بھی دیا کہ ایسے خوفناک موقع [پر] پیچھے ہٹ کر اپنی جان بچانی چاہئے۔ لیکن سلطان جلال الدین چونکہ چنگیزخان کی [فر]یب کاری کو سمجھ رہا تھا لہٰذا اس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ اور اپنے لشکر کو [ا]یک وقت زور دار حملہ کرنے کا حکم دیا۔

گزشتہ روز کی جنگ میں منگولوں نے سیف الدین اغراق کی فوج کو بہت سخت جان پایا تھا۔ اس کا توڑ کرنے کے لئے انہوں نے اپنے بہترین سپاہی اس کے مقابلے پر متعین کئے تھے لیکن سیف الدین اغراق نے اس قدر شدت کے ساتھ جوابی حملہ کیا کہ اپنے سامنے آنے والے منگولوں کے سر کاٹ کر رکھ دیئے تھے۔ اور وہ سیف الدین اغراق کے سامنے سے بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔

یہ صورتحال دیکھتے ہوئے سلطان نے حکم دیا کہ نقارے پر چوٹ لگائی جائے۔ اور لشکر کا حوصلہ بڑھانے کے لئے زور سے للکارا۔ چنگیزخان نے بھی بھاگتے ہوئے سرداروں اور منگولوں کو غیرت دلائی چنانچہ وہ بھی پلٹ پڑے۔ اور پھر سے سخت لڑائی چھڑ گئی۔ اس روز بھی شام تک جنگ ہوتی رہی۔ پر فیصلہ کوئی نہ ہو سکا۔

تیسرے روز چنگیزخان نے پھر اپنے لشکر کی صفیں درست کرنا شروع کیں۔ اس بار چنگیزخان نے اپنے لشکر میں کافی ردوبدل کیا تھا۔ شاید اس روز کی جنگ کو چنگیزخان

فیصلہ کن جنگ سمجھ کر لڑنا چاہتا تھا۔ دوسری طرف جلال الدین نے اپنے لشکر کی ترتیب وہی رہنے دی۔ لشکر کا مرکزی حصہ انہوں نے اپنے پاس رکھا۔ اور خاص پاسبانوں کے سپہ سالار کو انہوں نے اپنے معاونوں کے طور پر دائیں بائیں رکھا۔ کا دایاں پہلو پہلے کی طرح سیف الدین اغراق اور بایاں پہلو امین الملک کی ر... میں رکھا گیا تھا۔ جب کہ حاکم بلخ ملک مظفر اور حاکم اغانیہ حسن کزلک امیر ... سیف الدین اغراق کی مدد کر رہے تھے۔

تیسرے روز بھی جنگ کی ابتدا چنگیز خان نے ہی کی تھی۔ چنگیز خان نے لشکر کے اندر سرخ جھنڈی بلند کی اور اس سرخ جھنڈی کا بلند ہونا تھا کہ منگول درندوں کی طرح چنگھاڑتی ہوئی آوازیں نکالتے ہوئے عقوبت کے سمندر، چیختے چلاتے صحراؤں کے دریدہ دہن وحشیوں اور کوہستانوں کے جگر شق کر دینے والے طوفانوں کی طرح سلطان جلال الدین کے لشکر پر حملہ آور ہوئے تھے۔

دوسری طرف سلطان جلال الدین بھی عجیب مٹی کا بنا ہوا انسان تھا۔ منگولوں کے اس خونخوارانہ حملے کا اس پر کوئی اثر نہ ہوا وہ اس خزاں رسیدہ بوڑھے درخت کی طرح منگولوں کے سامنے جما رہا جو تپتے صحرا میں تنہا کھڑا رہنے کا عادی ہو گیا ہو۔ چنگیز خان کو امید تھی کہ اس کا پہلا ہی زور دار حملہ اس سلطان جلال الدین اور اس کے لشکریوں کے پاؤں اکھاڑ کر رکھ دے گا۔ لیکن اسے پوری طرح نا امیدی ہوئی تھی۔ اس لئے کہ سلطان جلال الدین اور اس کے ماتحت کام کرنے والے سالاروں نے بڑی جراتمندی اور دلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے منگولوں کے حملوں کو بڑی کامیابی کے ساتھ روک دیا تھا۔

سلطان نے جب دیکھا کہ اس کے لشکریوں نے منگولوں کے حملوں کو بڑی کامیابی سے روک دیا ہے اور منگول اپنا پورا زور، اپنی پوری طاقت صرف کرنے کے باوجود بھی مسلمانوں کو پیچھے ہٹنے پر مجبور نہیں کر سکے تب سلطان جلال الدین اپنے ... کے وسط میں ایک اونچے ٹیلے پر آیا اور اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر اس ٹیلے پر چڑھا ... پھر اپنی تلوار فضا میں بلند کرتے ہوئے اپنے لشکریوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا۔

سنو میری ملت کے فرزندو! میری قوم کے عجیب و ماجروت سوارو۔ سنو رحیم و کریم خدا ملتوں اور امتوں کی تباہی و بربادی کے فیصلے نہیں کرتا۔ بلکہ وہ تو قوموں کو ان کے گناہوں کی سزا دیتا ہے۔ سنو! یہ میدان جنگ ہمارے لئے ایک آزمائش ہے۔ امتحان کا وقت ہے۔ اس وقت آس پاس کے سارے حکمرانوں کی نگاہیں ہم پر جمی ہیں۔ آؤ میرا ساتھ دو تا کہ ان وحشی منگولوں کے سامنے ہم تخریب کو تعمیر میں، گروہ بندی میں، دشمنی کو اخوت میں، اختلافات کو اتحاد میں بدل کر رکھ دیں۔ اگر ہم نے ایسا کیا تو اللہ اپنی خصوصی رحمت سے ہمیں نوازے گا۔ اور ان ...وں میں ہمیں کامیاب اور سرخرو کر کے نکالے گا۔

سنو! میرے باجبروت اور فرزانہ سوارو۔ آؤ زمانے کی دھول میں دفن ہونے کے بجائے ان منگولوں کے خوفزدہ چہرے پر دکھ کے آثار ان کے لرزتے وجود پر زلزلہ ... ان کی پھٹی پھٹی آنکھوں میں خوں زاروں جیسا سماں باندھ کر رکھ دیں۔ آؤ ... کی اس رسد گاہ چشم میں رقیق آگ کی طرح ان منگولوں پر چھا جائیں۔ میرے ...، میرے بھائیو، میرے عزیزو! میں دفاع سے نکل کر جارحیت پر اترنے لگا ہوں۔ ... ساتھ دو اور جس طرح نیلے سمندروں میں اٹھتے بے اتھاہ بھنور ہر چیز کو نگل جاتے ... جس طرح لاکھوں سورج اپنی کرنوں سے ہر شے پر چھا جاتا ہے، جس طرح کڑ...اتے بادل چاروں طرف خوف کی لکیریں بچھاتے چلے جاتے ہیں۔ ایسے ہی ہم زندگی ... موت کے جذبوں سے بے پرواہ ہو کر ان منگولوں پر حملہ آور ہو جائیں گے۔ اگر ... اسی جذبے کے ساتھ میرا ساتھ دو تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ ہم بے مروت ... کے طوفانوں، شام ہجراں کی طرح ان منگولوں پر چھا جائیں گے۔ اور ان کی ... ایسی کر کے رکھ دیں گے جس طرح اونچے کوہساروں کے برف پوش سینے پر خونی گلاب کی نمود ہر شے کو اپنے ہی رنگ میں رنگتی چلی جاتی ہے۔ میرے عزیزو! میرے ... اپنے آخری اور اپنے فیصلہ کن حملے کی ابتدا کریں۔ اس کے ساتھ ہی سلطان ٹیلے سے اتر کر اپنے لشکر کے پاس آیا اور پھر ایک نئے ولولے، ایک نئے انداز کے ساتھ اس نے منگولوں پر حملہ آور ہونا شروع کر دیا۔

اپنے سلطان کو اس طرح حملہ آور ہوتے دیکھ کر سلطان کے صاحب و سیف و

قلم ساتھی واقف دیر و حرم سالار' عارف آفاق رفیق اور اخوت و خاکساری کے سوار آندھیوں کی شدت' گردوں سے صاف آسمان پر فروغ آفتاب کے عروج کی آگے بڑھتے ہوئے وقت کے خمیر میں گندھے کذب ابلیسیت پر ہنگاموں کے زمزمہ سیال کی طرح ضرب لگانے لگے تھے۔ وہ لحہ بہ لحہ سلطان جلال الد سرکردگی میں منگولوں پر تمدن کی کمند اور طوفانی زقند کی طرح چھاتے چلے جا رہے

دوسری طرف جب چنگیزخان نے دیکھا کہ سلطان جلال الدین آہستہ آہ نوکدار خنجر کی طرح اس کے لشکر کے اندر گھستا چلا جا رہا ہے اور یہ کہ اس ک کی اگلی صفوں کو اس نے تہس نہس کرنے کی ابتدا کر دی ہے تب وہ سنبھلا زور سے چلاتے ہوئے اس نے اپنے لشکریوں کو پوری قوت کے ساتھ جلال الد لشکر پر حملہ آور ہونے کا حکم دیا۔ چنگیزخان کا یہ حکم سنتے ہی منگول اساطیر' عقائد' قدیم رسومات اور کہنہ روایات سے بے پرواہ ہو کر وحشیوں کی طرح سل لشکر پر ایک عجیب انداز سے حملہ آور ہونا شروع ہو گئے۔ لیکن چنگیزخان کی میں منگولوں کا کوئی حربہ ان کی کوئی چال' ان کا کوئی فریب سلطان کے سامنے نہ ہوا۔ اس لئے کہ خود سلطان ان کے سارے سالار اور لشکری سرکش آند طرح منگولوں پر حملہ آور ہو رہے تھے۔ اور لحہ بہ لحہ مجروح اور حماں نص درماندہ اور فرماندہ کر دینے والے طوفانوں کی طرح منگول لشکر پر چھانا شرو تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ سلطان کی سرکردگی میں لڑنے والے اس لشکر نے بڑی ساتھ منگولوں کو اپنی ضرورت کا اسیر بناتے ہوئے میدان جنگ میں انہیں بے نصیب کرنے کا کام شروع کر دیا ہے۔

سلطان جلال الدین کے ان جان لیوا حملوں سے خود چنگیزخان اور لشکری بوکھلا کر رہ گئے تھے۔ چنگیزخان نے اپنا ہر جنگی حربہ آزمایا۔ ہر فریب ا میں اس نے استعمال کیا' کوشش کی کہ کسی نہ کسی طرح سلطان جلال الدی کے لشکریوں کو اپنے سامنے نیچا دکھانے میں کامیاب ہو جائے لیکن میدان چنگیزخان کا ہر حربہ' اس کی ہر ریاکاری اور اس کا ہر فریب ناکام رہا۔ اور پھ آیا کہ سلطان نے بڑے عجیب سے انداز میں حملہ آور ہوتے ہوئے چنگیز

کا مکمل طور پر صفایا کر دیا تھا۔ اس کے بعد وسطی حصے سے اور خان اور پاسبانوں سالار کے ساتھ خود سلطان زور دار انداز میں حملہ آور ہوا۔ دائیں طرف سے الدین اغراق نے طوفانوں کی طرح منگولوں پر نزول کرنا شروع کیا۔ اور بائیں ے امین الملک نے منگولوں کو خون آلود کرنا شروع کر دیا تھا۔ چنگیزخان نے یکھا کہ سلطان جلال الدین اس کے لشکر کی اگلی صفوں کا مکمل طور پر صفایا کرنے بعد ان کے لشکر پر تین اطراف سے ضربیں لگانے لگ گیا ہے تو چنگیزخان کے تلے سے مٹی نکلنے لگ گئی تھی۔ اور اسے یقین ہو گیا تھا کہ اگر تھوڑی دیر مزید جاری رہی تو سلطان جلال الدین اس سمیت اس کے سارے لشکر کا قتل عام کر رکھ دے گا۔ لہٰذا بروان کے اس میدان جنگ میں اپنی شکست تسلیم کرتے ہوئے زخان نے اپنے لشکر کو میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ نکلنے کا حکم دے دیا تھا۔ یہ حکم ی منگول چنگیزخان کی سرکردگی میں میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ نکلے۔

لیکن منگولوں کا یہ بھاگنا بھی اتنا آسان نہیں تھا۔ اس لئے کہ سلطان اپنے لشکر ساتھ ان کے پیچھے لگ گیا تھا۔ اب حالت یہ تھی کہ چنگیزخان اپنے لشکر کے ساتھ کے آگے اپنی جان بچانے کے لئے بھاگ رہا تھا جب کہ سلطان جلال الدین اپنی ری طاقت کو مجتمع کرتے ہوئے اس کے تعاقب میں تھا۔ یہ تعاقب کافی دور تک ری رہا۔ یہاں تک کہ سلطان جلال الدین نے چنگیزخان کے ساتھ بھاگنے والے اس ریوں کی اکثریت کو تہ تیغ کر کے رکھ دیا۔ چنگیزخان بڑی مشکل سے اپنی جان بچا کر اپنے بچے کھچے لشکر کے ساتھ بھاگنے میں کامیاب ہوا تھا۔

تموچن سے چنگیزخان بننے کے بعد یہ چنگیزخان کی زندگی کی پہلی اور بدترین ت تھی۔ اسی شکست نے چنگیزخان پر یہ ثابت کر دیا تھا کہ جہاں وہ پہلے بڑی آسانی ایک شہر سے دوسرے شہر پر جست لگاتے ہوئے انہیں فتح کرتا رہا ہے' جہاں وہ الدین کے مقابلے میں ہر جگہ کامیاب رہا ہے۔ جلال الدین کے ساتھ مقابلہ کرنا ان نہیں ہے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ جلال الدین کے ہاتھوں شکست اٹھانے کے چنگیزخان پر ثابت ہوا تھا کہ جلال الدین جہاں اپنے باپ کا نہایت فرمانبردار اور اعت شعار بیٹا ہے وہاں وہ جنگجو سپاہی' فنون حرب و ضرب کا ماہر' حددرجہ بیدار مغز

انسان' انتہائی جنگجو مجاہد بھی ہے۔ بہرحال بروان کے مقام پر چنگیزخان کو سلطان جلال الدین کے ہاتھوں بدترین شکست ہوئی اور شاید یہ اس کی زندگی کی پہلی اور شکست تھی۔

چنگیزخان کا تعاقب ختم کرنے کے بعد سلطان جلال الدین اپنے لشکر اس جگہ آیا جہاں جنگ ہوئی تھی۔ سلطان نے دیکھا کہ منگولوں کے پڑاؤ میں تک سامان بکھرا پڑا تھا۔ سامان میں خوراک اور ہتھیاروں کے ذخائر بھی میں کام آنے والا دیگر سامان بھی۔ اس کے علاوہ جنگ میں مرنے والے منگولوں کے گھوڑے ادھر ادھر ہنہناتے پھر رہے تھے۔ سلطان نے اپنے لشکر آگے بڑھ کر منگولوں کے پڑاؤ کی ہر چیز پر قبضہ کر لیا تھا۔

ایک روز عصر کے قریب نظام الدین زور زور سے طیان کو پکارتا ہوا گھر میں داخل ہوا۔ طیان جب سامنے والے کمرے سے بھاگتی ہوئی نکلی تو اس نے دیکھا کہ نظام الدین اپنے آگے' سامان سے لدے ہوئے ایک ٹٹو کو ہانکتا ہوا گھر میں داخل ہوا ہے۔ طیان نے تھوڑی دیر تک پریشانی کے انداز میں نظام الدین کی طرف دیکھا پھر پوچھنے لگی۔ بابا یہ ٹٹو کس کا ہے اور اس پر سامان کس کا لدا ہوا ہے۔ اس پر نظام الدین فوراً بولا کہ میں اصفہان کی جامعہ مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ وہاں اورخان سے ملاقات ہو گئی۔ سامان سے لدا ہوا یہ ٹٹو اس نے مجھے دیا ہے۔ اس میں تمہارے اور میرے لئے اور استعمال کی چیزوں کے علاوہ گھر کی ضروری اشیاء بھی ہیں۔ اورخان کی آمد اور اس کے بھیجے ہوئے سامان کا سن کر طیان کہکشاں کی پرچھائیوں' نغمہ بار آب جو جیسی شادمان' گل افشاں نخل بہار اور کہر کے غلاف میں سحر کی کرنوں جیسی خوش کن ہو کر رہ گئی تھی۔

اورخان کی آمد کا سن کر وہ عالم عشق و مستی میں سرگرداں سحر' شہر خوباں اور نصیبوں کی رسدگاہ پر جمال ہو کر رہ گئی تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ اورخان کی آمد سے شاید لطف اندوز ہوتی رہی پھر اچانک اسے کوئی خیال آیا اور نظام الدین کو مخاطب کر کے پوچھنے لگی۔

بابا اگر اورخان یہاں آئے ہیں تو آپ انہیں اپنے ساتھ کیوں نہیں لے کر آئے اس پر نظام الدین کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر وہ تیز نگاہوں سے طیان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ دیکھ بیٹی۔ میں نے اسے بہت کہا کہ طیان تمہیں بہت یاد کرتی ہے۔ گھر چلو لیکن وہ کہہ رہا تھا مجھے بہت جلد لوٹ جانا ہے لہٰذا میں طیان سے مل نہیں سکوں گا۔ اس کے ساتھ' اس کے بہت سے لشکری

بھی تھے۔ انہوں نے بروان کے میدان جنگ میں چنگیز خان اور اس کے لشکر کو بڑی شکست دی ہے اور چنگیز خان شکست کھا کر ان کے سامنے سے بھاگ نکلا تھا۔ اس وقت سلطان اصفہان شہر کے قریب ہی اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے ہیں او وہیں سے نکل کر اورخان سامان سے لدا ہوا یہ ٹٹو ہمارے حوالے کرنے آیا تھا۔ لی جب میری اس کی ملاقات جامعہ مسجد میں ہو گئی تو وہ کہنے لگا اب میرے گھر جانے ضرورت نہیں ہے۔ یہ ٹٹو تم خود ہی لے جاؤ۔ لہٰذا میں اس ٹٹو کو ہانک لایا۔ او اورخان اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس اپنے پڑاؤ کی طرف چلا گیا۔

نظام الدین کے اس انکشاف پر طیان نے بڑی تلخی اور بڑے غصے کا اظہا کرتے ہوئے کہا کہ یہ کیا حماقت ہے۔ آپ انہیں کیوں ساتھ لے کر نہیں آئے۔ ا انہیں جلدی تھی تو آپ زبردستی ان کو اپنے ساتھ لاتے۔ میں ان سے بات کرتی کیسے وہ یہاں آنے سے انکار کرتے ہیں۔ بابا آپ نے بڑا ظلم کیا ہے۔ جب وہ جا مسجد میں تھے اور آپ کا کہا مانتے ہوئے نہیں آ رہے تھے تو کم از کم آپ مجھے آ اطلاع کر دیتے تو میں خود جامعہ مسجد کے باہر کھڑی ہو کر ان کا انتظار کرتی اور جب باہر نکلتے تو خود ان کو اپنے ساتھ لے کر یہاں آتی۔ اس پر نظام الدین بڑی بے ب اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

بیٹی! اب تو غلطی ہو گئی۔ اورخان اب واپس اپنے پڑاؤ کی طرف جا چکا ہے دیکھ دروازہ بند کر۔ اور اس ٹٹو پر لدے ہوئے سامان کو دیکھ اس میں کیا کیا چیزیں ہیں اس پر طیان غصے اور خفگی میں پاؤں زمین پر پٹختے ہوئے کہنے لگی۔ بابا اورخان کے میں اس سامان کو کیا کروں گی۔ مجھے اس میں سے کوئی چیز بھی نہیں چاہئے۔ پھر بڑے غصے کا اظہار کرتے ہوئے آگے بڑھی تاکہ دروازہ بند کرے۔

طیان نے آگے بڑھ کر جوں ہی دروازہ بند کیا وہ دنگ رہ گئی۔ دروازے ایک پٹ کے پیچھے اورخان کھڑا تھا۔ اورخان کو دیکھتے ہوئے جہاں طیان تھوڑی پہلے افسردہ اور ویران ویران ہو رہی تھی۔ وہاں وہ دروازہ بند کرنے کے بعد حیات عجیب تر اور محبت سے عمیق تر ہو کر رہ گئی تھی۔ اس کی حالت گھونگھٹ اٹھا مسکراتی عروس سحر جیسی ہو کر رہ گئی تھی۔ پھر وہ اپنے لہجے کی پوری حلاوت

سانسوں کی بھرپور خوشبو میں اورخان کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھنے لگی۔ اورخان آپ یہاں کیا آپ اور بابا دونوں نے مل کر مجھے بے وقوف بنایا ہے۔ آپ یہاں چھپے ہوئے ہیں جب کہ بابا مجھے کہہ رہے تھے کہ آپ اصفہان کی جامعہ مسجد سے ہی واپس اپنے پڑاؤ کی طرف لوٹ گئے ہیں۔ اس پر اورخان نے آگے بڑھ کر طیان کے دونوں ہاتھ تھام لئے۔ اورخان کے ہاتھوں کے لمس سے طیان کی روح پر ایک غیر مرئی نشہ اس کے دل پر ایک وجدانی سکتہ طاری ہو گیا تھا۔ اور اس کی ہستی کے اسرار و رموز پر بہت آمیز لذت نزول کر گئی تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ اس سحر سے لطف اندوز ہوتی رہی۔ پھر وہ مسکراتے ہوئے اپنی آواز کی پوری مٹھاس میں اورخان سے کہنے لگی۔ آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں۔ میرے ساتھ آئیں۔ پھر وہ اورخان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر زور سے دباتے ہوئے اسے اپنے ساتھ سامنے والے کمرے میں لے گئی۔ اتنی دیر تک نظام الدین نے ٹٹو کو چھوٹے سے اصطبل میں باندھ دیا تھا۔ اور اس پر لدے ہوئے سارے سامان کو بھی اس کمرے میں لے آیا تھا جس میں طیان اورخان کو لے کر داخل ہوئی تھی۔

نظام الدین اس کمرے میں جب طیان کے سامنے آ کر بیٹھا تو طیان نے گلوں اور شکوؤں سے بھرپور آواز میں نظام الدین کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ بابا آپ نے مجھے بے وقوف بنایا۔ آپ نے اورخان کو دروازے کے پیچھے چھپا دیا اور مجھے آپ رلانے اور تنگ کرنے کے لئے کہنے لگے کہ اورخان جامعہ مسجد سے ہی واپس اپنے پڑاؤ کی طرف لوٹ گیا ہے۔ اس پر نظام الدین نے ایک بھرپور قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ بیٹی! جو کچھ ہوا' ایسا چونکہ اورخان نے چاہا تھا اس لئے میری بیٹی میں نے ایسا ہونے دیا۔ ورنہ تو جانتی ہے کہ میں نے کبھی اپنی بیٹی کو اس طرح بے وقوف بنایا ہے۔ اس پر طیان نے گھورتے ہوئے انداز میں جب اورخان کی طرف دیکھا تو اورخان مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ اچھا طیان جو کچھ ہوا اس پر مٹی ڈالو۔ پہلے یہ جو سامان میں تم لوگوں کے لئے لایا ہوں کھول کر دیکھ لو پھر میرے لئے کھانا تیار کرو۔ کھانا کھانے کے بعد میں یہاں سے رخصت ہوں گا۔ میں صرف تم دونوں سے ملنے کے لئے آیا تھا اس لئے کہ ابھی ہمیں منگولوں کے خلاف حرکت میں آنے کے لئے بہت کچھ کرنا

ہے۔ سلطان جلال الدین تو مجھے آنے کی اجازت ہی نہیں دے رہے تھے۔ بڑی مشکل سے تم سے ملنے کے لئے آیا ہوں۔

طیان! بروان کے مقام پر ہم نے چنگیز خان کو بدترین شکست دی ہے۔ میرے خیال میں اگر ہم اسی طرح ہمت اور جوانمردی کا مظاہرہ کرتے رہے تو منگولوں کی شکستوں کا یہ سلسلہ طویل ہو جائے گا۔ اور میں انشاء اللہ گاہے بگاہے اب تم سے ملنے کے لئے آتا رہوں گا۔ یہ جو میں سامان لایا ہوں اس کو کھول کر دیکھو۔ اس کے بعد کوئی اور بات کرتے ہیں۔ طیان چپ چاپ سامان نکال نکال کر باہر رکھنے لگی تو جب سارا سامان نکالا جا چکا تو طیان اور نظام الدین نے سارے سامان کا جائزہ لیا۔

اس سامان میں زر بفت کی پوشاکیں۔ فاختئی رنگ کی عبائیں۔ سونے چاندی کے گہنے، سنگ مرمر کے پیالے، چاندی کے چراغ، چمڑے کی رسیاں، مٹی کے پیالے، کالے رنگ کے اونی لباس، چاندی کے جبنے، بالوں سے بنا کپڑا، خوشبو لگانے کے لئے چاندی کے عنبردان، سوتی کپڑے کی پوشاکیں۔ چرمی لباس، مشروب پینے کے لئے چاندی کے سینگ، نقرئی روغن دان، تلوں کا تیل، روغن زیتون، دوہرے پھل کے کلہاڑے، منقش ہاتھی دانت، سفید ٹوپی والے جبے، جپسم کے آئینے، کمخواب کے ملبوسات شامل تھے۔

اس سارے سامان کا جائزہ لیتے ہوئے اچانک طیان کو کچھ یاد آیا اور اس نے بڑے پیار، بڑی محبت، بڑی چاہت میں اورخان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا، آپ کا گھوڑا کہاں ہے۔ اس پر اورخان سے پہلے ہی نظام الدین بول پڑا کہ اس نے گھوڑا باہر گلی میں ہی کھونٹے کے ساتھ باندھ دیا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ یہ تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد چلا جائے گا۔ اس لئے گھوڑا اندر لانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس پر طیان نے شکوؤں بھرے انداز میں اورخان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ یہ آپ جلدی میں بھاگم بھاگ کے پیچھے کیوں پڑے ہوئے ہیں۔ گھوڑا اندر لانے کی ضرورت کیوں نہیں ہے۔ اسے اندر ضرور لانا چاہئے اور اس کے دانے چارے کا انتظام کرنا چاہئے۔ میں خود گھوڑے کو اندر لاتی ہوں۔ اس پر نظام الدین اٹھا اور کہنے لگا، نہیں بچی بیٹھو میں خود گھوڑے کو اندر لاتا ہوں۔ نظام الدین اٹھا اور تیزی سے باہر نکلا۔ باہر

بندھے ہوئے اورخان کے سیاہ رنگ کے جنگلی گھوڑے کو اندر لا کر اس نے طبیلے میں ٹٹو کے قریب باندھ دیا۔ اور اس کے آگے دانہ ملا چارہ ڈال دیا۔

اپنے سامنے بکھرے ہوئے سامان کا طیان تھوڑی دیر تک جائزہ لیتی رہی پھر وہ طلب نگاہوں سے اورخان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ یہ اتنا ڈھیر سارا آپ کہاں سے لے آئے۔ اس پر اورخان مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ تم خود ہی کہ یہ سامان کہاں سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اس پر طیان خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی، میرے خیال میں یہ سارا سامان آپ کو منگولوں سے ملا ہے۔ اس لئے کہ جو اس وقت میرے سامنے بکھری پڑی ہیں یہ زیادہ تر منگولوں ہی کے استعمال میں آتی ہیں۔ اس پر اورخان بولا، تمہارا اندازہ درست ہے طیان۔ یہ سارا سامان مجھے جنگوں سے حاصل ہوا تھا۔ اور یہ سارا میں تمہارے پاس لے آیا ہوں۔ اس ساتھ ہی اپنے لباس کے اندر سے اورخان نے نقدی کی ایک بڑی تھیلی نکالی اور طیان کی گود میں رکھ دیا تھا۔ طیان نے جواب طلب نگاہوں سے اورخان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا یہ کیا ہے؟

اورخان جواب میں مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ خود ہی کھول کر دیکھ لو۔ طیان نے ایک بار پھر غور سے مسکرا کر اورخان کی طرف دیکھا پھر اس نے جب تھیلی کھولی تو وہ نقدی سے بھری ہوئی تھی۔ طیان نے چونکتے ہوئے کہا۔ اس قدر نقدی۔ اورخان کہنے لگا اسے سنبھال کر رکھ لو۔ آنے والے دور میں یہ تمہارے کام آئے گی۔ اس پر طیان مسکراتے ہوئے پوچھنے لگی۔ آپ نے اپنے پاس کیا رکھا ہے۔ اورخان کہنے لگا تم میری فکر مت کرو۔ میرے پاس ضرورت کے لئے کافی نقدی ہے۔ میرے خیال میں اب تم کھانا تیار کرو۔ میں کھانا تمہارے ساتھ کھا کر یہاں سے فوراً رخصت ہوں گا۔ اس لئے کہ سلطان جلال الدین بڑی بے چینی سے میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔ پاسبانوں کے سالار بھی گزشتہ جنگوں میں جو سامان اس کے ہاتھ لگا ہے وہ اپنے مستقر میں پہنچانے کے لئے جا چکا ہے۔ اس لئے میں سلطان کے ساتھ وعدہ کرکے آیا تھا کہ میں اصفہان میں قیام نہیں کروں گا۔ اور ہاں پاسبانوں کے سپہ سالار نے سلطان سے میری اور تمہاری چاہت کی کہانی تفصیل کے ساتھ کہہ دی ہے۔

اورخان کی اس گفتگو سے طیان خوش ہو گئی تھی۔ پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھی
بولی۔ آپ دونوں بیٹھ کر باتیں کریں میں مطبخ میں اتنی دیر تک کھانا تیار کرتی ہوں
پھر طیان بکھرے ہوئے سامان کو وہیں چھوڑ کر مطبخ کی طرف چلی گئی۔

کھانا تیار کرنے کے بعد طیان نے سب سے پہلے وہ سامان سمیٹا۔ پھر تینوں
بڑے پرسکون ماحول میں کھانا کھایا۔ اس کے بعد اورخان اپنی جگہ سے اٹھا اور طیان کی
طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ طیان! شام ہونے والی ہے' میں اب رخصت ہوتا ہوں
مجھے مغرب کی نماز اپنے لشکر میں جا کر ادا کرنی چاہئے۔ طیان کچھ نہ کہہ سکی
خاموشی سے اس نے گردن جھکا دی تھی۔ اس پر اورخان باہر آیا۔ اصطبل سے اس
نے اپنا گھوڑا کھولا اور آہستہ آہستہ دروازہ کی طرف چل دیا۔ نظام الدین اور طیان
بھی اس کے پیچھے پیچھے تھے۔

بیرونی دروازہ کے قریب جا کر اورخان نے مڑ کر طیان کی طرف دیکھا۔ اس
اورخان کے جدا ہونے کی وجہ سے طیان کی پر خمار آنکھوں کی ساری خماری جاتی
تھی۔ لگتا تھا نہ اسے اپنی حرکت پر قابو رہا ہو اور نہ گویائی پر چارہ وہ۔ بیچاری قفس
قفس میں گرفتار کسی راہبہ کی طرح اداس منطقوں کی اسیر دیوداسی کی طرح طفل
طفل شیر خوار جیسی بے بس اور زندان کی اسیر اور مجبور آغوش مادر جیسی ویران
ہو کر رہ گئی تھی۔ اورخان نے دیکھا اس کی رنگت پیلی' آنکھیں بوجھل ہو چکی
چہرہ اتر چکا تھا۔ وہ ایسی لگ رہی تھی گویا کسی شاعر کا قصیدہ کھو گیا ہو۔ وہ
اورخان کی جدائی کے باعث زخمی پرندے کی طرح بے قرار ہو رہی تھی۔ اورخان
کی پلکوں پہ آنسوؤں کے قطرے چمکتے ہوئے بھی دیکھ رہا تھا۔

اورخان طیان کی اس حالت کو دیکھ کر بہت متاثر ہوا۔ ایک ہاتھ سے اس
اپنے گھوڑے کی باگ پکڑی اور دوسرا ہاتھ طیان کے شانے پر رکھتے ہوئے اسے
اور ڈھارس دیتے ہوئے کہا۔ طیان! فکر مند نہ ہونا۔ میں اب وقفہ وقفہ سے
ملنے آتا رہوں گا۔ طیان میں کہیں بھی ہوں' تمہیں بھول نہیں سکتا۔ اس
اورخان کچھ نہ کہہ سکا۔ اس لئے کہ طیان اپنے منہ پر دونوں ہاتھ رکھ کر
سسک کر رونے لگی تھی۔

اس موقع پر نظام الدین آگے بڑھا اور طیان کو اپنے ساتھ لپٹا کر اسے ڈھارس
دینے لگا تھا۔ پھر طیان کے کان میں نظام الدین نے بڑی رازداری سے کہا۔ طیان!
میری بیٹی' میری بچی دیکھ اورخان تم سے رخصت ہو رہا ہے۔ اسے اپنے آنسوؤں اور
روتے ہوئے چہرہ کے ساتھ مت رخصت کرو۔ بیٹے اپنے آپ کو سنبھالو اورخان کو
مسکراتے ہوئے رخصت کرو۔ اورخان تمہاری زندگی کا ساتھی' تمہارے آنے والے
دنوں کا رفیق اور تمہاری زیست کا ہمسفر ہے۔ دیکھ بیٹے اگر تم اسے روتے ہوئے
رخصت کرو گی تو اس بیچارے کے دل پر لشکر میں کیا کیا کچھ نہیں بیتتی رہے گی۔ اپنے
آپ کو سنبھال بیٹی۔ اپنے چہرہ پر مسکراہٹ لا اور خود دلیری اور جراتمندی کا مظاہرہ
کرتے ہوئے اورخان کو رخصت کرو۔

نظام الدین کے ان الفاظ سے طیان نے فوراً" اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ اپنی
بھیگی پلکیں اس نے فوراً" صاف کیں۔ پھر وہ اپنے چہرے پر مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے
آگے بڑھی اورخان کے قریب آئی۔ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہنے لگی۔
میری خداوند سے دعا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی جائیں' کامیابی اور فتح مندی آپ کے
قدم چومے۔ اس گھر میں' میں آپ کا بے چینی سے انتظار کروں گی۔ طیان کو سنبھلتے
دیکھ کر اورخان نے ایک الوداعی نگاہ اس پر ڈالی۔ پھر اپنے گھوڑے کو اس نے مکان
سے نکالا۔ اس پر سوار ہوا اور اسے ایڑھ لگا دی۔ طیان اور نظام الدین دونوں
اورخان کو اس وقت تک دیکھتے رہے جب تک وہ گلی کا موڑ مڑ کر ان کی نگاہوں سے
اوجھل نہ ہو گیا۔ پھر وہ دونوں مکان کا دروازہ بند کر کے اندر چلے گئے تھے۔

○

بروان کے مقام پر چنگیز خان کو بدترین شکست دینے کے بعد سلطان جلال الدین
نے ایک طرح سے منگولوں پر اپنی شجاعت' دلیری اور غلبہ ثابت کر کے رکھ دیا تھا۔
اب چنگیز خان اس شش و پنج میں پڑ گیا تھا کہ وہ سلطان جلال الدین کے لشکر سے نپٹنے
کے لئے کیا طریقہ' کیا حیلہ استعمال کرے۔ اس کے بیٹوں' اس کے سالاروں نے اسے
مشورہ دیا کہ اپنے ادھر ادھر بکھرے ہوئے سارے لشکروں کو یکجا کر کے سلطان کے

مقابل آنا چاہئے اور اس سے نا ختم ہونے والی جنگ کی ابتدا کر دینی چاہئے۔ لیکن چنگیزخان نے اس خیال کو ترک کر دیا۔ اس نے اپنے بیٹوں اور سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اب ہمیں جنگ کا کوئی اور ہی طریقہ اور رخ اختیار کرنا پڑے گا۔ چنگیزخان نے اپنے سالاروں اور بیٹوں کو یہ بھی تنبیہہ کی کہ جلال الدین کوئی عام جرنیل اور سردار نہیں کہ ہم اسے لمحوں کے اندر شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں۔ اس نے اپنے سارے سالاروں کو سمجھایا کہ جلال الدین انتہا درجہ کا جراتمند حکمران ہے۔ بہترین جنگی مہارت رکھنے کے ساتھ ساتھ حملہ آور ہونے کے سارے گر بھی جانتا ہے اور اگر اس نے ایک بار ہمارے سارے متحدہ لشکر کو شکست دے دی تو یاد رکھو پھر وہ صحرائے گوبی ہی نہیں' ہمارے مرکزی شہر قراقرم تک ہمارا تعاقب کرے گا اور اس دنیا میں کہیں بھی جینے کے لئے ہمارے پاس ٹھکانہ نہ رہنے دے گا۔

اپنے ان خیالات کا اظہار کرنے کے بعد چنگیزخان سلطان سے نپٹنے کے لئے پرفریب اور ریاکارانہ طریقے سوچنے لگا تھا۔ دوسری طرف چنگیزخان کو شکست دینے کے بعد سلطان جلال الدین کے لشکر میں ایک انتہائی قابل افسوس واقعہ رونما ہوا۔ اس لئے کہ چنگیزخان کو شکست دینے کے بعد سلطان کے لشکر کے ہاتھ ایک انتہائی گھوڑا لگا۔ اس نازک موقع پر سیف الدین اغراق اور امین الملک کے درمیان گھوڑے کے بارے میں تو تو میں میں ہو گئی۔ دونوں میں سے ہر ایک اس گھوڑے کو اپنی ملکیت بنانے پر تلا ہوا تھا۔ اسی تکرار اور بحث و تمحیص میں امین الملک نے طیش میں آکر اپنے گھوڑے کا چابک سیف الدین کے سر پر دے مارا۔

سیف الدین نے امین الملک کے اس رویہ کی شکایت سلطان سے کی۔ جلال الدین کو چونکہ امین الملک کی وفاداری پر اعتماد اور بھروسہ نہ تھا۔ اس لئے خطرہ تھا کہ اگر اس نے سیف الدین اغراق کی طرف داری کرتے ہوئے امین الملک کے خلاف کوئی کارروائی کی تو امین الملک جیسا مطلب پرست انسان اپنے بیس ہزار کے لشکر کو لے کر فوراً سلطان سے علیحدہ ہو جائے گا۔ اس بناء پر سلطان نے امین الملک کے خلاف تو کوئی کارروائی نہ کی تاہم سیف الدین اغراق کو اپنے سامنے

ں کی تسلی' اس کی تشفی کے لئے اسے مخاطب کرتے ہوئے سلطان کہنے لگا۔

سیف الدین! میرے عزیز' میرے بھائی' اس وقت جب کہ ہم ایک بار خان کو بدترین شکست دے چکے ہیں۔ وہ ہم سے خوفزدہ اور مرعوب ہو چکا ہے۔ تم جانتے ہو کہ وہ حملہ پر حملہ کرنے کا عادی ہے۔ لیکن شکست کھانے کے بعد وہ ٹی بیٹھا ہے۔ بالکل اس درندے کی طرح جو زخمی ہو کر اپنے زخم چاٹ رہا ہو تاکہ موقع جان کر حملہ آور ہو۔

سیف الدین! اگر ہم آپس میں اتحاد اور اتفاق رکھیں تو ہم جادو کے عصاء' سائر ن اور سیاح جہاں گرد کی طرح ان منگولوں پر چھا کر اپنی قوم کو ان کے اذیت ناک ے سے نجات دلا سکتے ہیں۔ دیکھ سیف الدین میرے بھائی' ہمارے رسولؐ مراد د عمران تھے۔ وہ آرزوئے عیسیٰ و مریم اور ثمرۂ دعائے خلیل تھے۔ میں تمہیں اسی رسول کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ امین الملک کے ساتھ اپنی اسی تکرار ے کو ملت اور قوم کی بہتری کے لئے فراموش کر دو۔ یاد رکھو اس موقع پر اگر ہم نفاق کا اظہار کیا تو یہ منگول اور ان کا خان چنگیزخان ہمارے لبوں پر کوئی فریاد' ں آنکھوں میں کوئی مرہم نہ رہنے دیں گے۔ اور وہ ہمارے نفاق اور نا اتفاقی سے اٹھاتے ہوئے گھمبیر سناٹوں میں زور سے چیخنے والے بھیڑیوں کی طرح حملہ آور ہو یں گے۔ ہم پر غم و حزن طاری کریں گے اور ہمارے سارے ذوق جاہ و حشم' محکم جیسے عزم اور طبل و علم کو اپنے غرور و فخر' تعصب اور گھمنڈ اور وحشت و استکبار سامنے کھنڈر اور سنسان بنا کر رکھ دیں گے۔

ن سیف الدین میرے بھائی اتفاق اور اتحاد امرت کا ایک خزانہ ہے جس سے یر قلوب کا کام لیا جاسکتا ہے۔ میں تم سے پھر التجا کرتا ہوں کہ امین الملک نے جو ارے ساتھ زیادتی کی ہے اس کی میں تم سے معذرت طلب کرتا ہوں۔ دیکھ اس نع پر اگر میں نے امین الملک سے باز پرس کی تو یاد رکھنا وہ اپنے تیس ہزار کے لشکر کے ساتھ علیحدہ ہو جائے گا۔ اور یہ علیحدگی مسلم قوم کو بڑی مہنگی پڑے گی۔ دیکھ سیف الدین میرے بھائی اگر ہم علیحدہ علیحدہ ہو گئے تو یاد رکھنا یہ منگول بھوکے درندوں اور ہز نگاہ بھیڑیوں کی طرح ہم پر حملہ آور ہو کر ہماری حالت خانہ بدوشوں کی لٹی

بستیوں، ٹمٹماتے دیوں، ورزیدہ نگاہوں جیسی بنا کے رکھ دیں گے۔ دیکھ سیف ا
امین الملک کی اس زیادتی کو فراموش کر دے اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو میں سمجھ
تو اجنبی بن کر اپنی قوم کو گرد باد صرصر اور اپنی ملت کو صحراؤں میں دفن ہونے
لئے چھوڑ جانا چاہتے ہو۔

سلطان کی اس تقریر کا سیف الدین اغراق پر خاطر خواہ اثر ہوا اور اس نے سلطان کے ساتھ وعدہ کیا کہ وہ ان کے پہلو سے پہلو اور ان کے شانہ سے شانہ منگولوں کا مقابلہ کرے گا۔ سلطان کے پاس سے اٹھ کر سیف الدین اپنے حصے لشکر میں چلا گیا تھا۔ پر دوسرے روز جس وقت سلطان اپنے خیمہ میں اورخان کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ سلطان کا ایک مخبر خیمہ میں داخل ہوا اور سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ سلطان محترم میں ایک انتہائی بری خبر لے کر آیا ہوں اس پر سلطان نے چونک کر اپنے اس مخبر کی طرف دیکھا اور پوچھا کیا بری خبر سے تمہاری مراد یہ ہے کہ چنگیز خان ہم پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کر رہا ہے اگر تم اسے بری خبر سمجھتے ہو تو میں اسے تمہاری نادانی پر مامور کروں گا۔ قسم خداوند کی میں تو اس انتظار میں ہوں کہ چنگیز خان کب مجھے کس میدان میں للکارتا ہے۔ اور میں اسے شکست دے کر اس کا تعاقب کرتا ہوں۔ اس پر وہ مخبر بولا۔

سلطان محترم۔ جو خبر میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں وہ منگولوں یا چنگیز خان کی پیش قدمی سے متعلق نہیں بلکہ میں آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ رات کی تاریکی میں سیف الدین اغراق اپنے لشکر کو لے کر ہمیں چھوڑ کر جا چکا ہے۔ یہ خبر سن کر سلطان جلال الدین کا رنگ پیلا اور چہرہ اداس ہو گیا تھا۔ اورخان کی گردن بھی دکھ ا افسوس میں جھک گئی تھی۔ اس موقع پر سلطان گہرے دکھ اور افسوس بھری آواز کہنے لگے۔

اورخان میں سمجھتا ہوں کہ اب چنگیز خان ہمارے نفاق اور نااتفاقی سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے گا۔ اورخان میرے بھائی اگر قدرت ہمارے گناہوں، ہماری نااتفاقی اور ہماری بے یکجہتی کی سزا دینے کا ارادہ کر چکی تو میں قدرت سے تو جنگ نہیں کر سکتا۔ اورخان میرے بھائی، کاش! اس امین ال

یف الدین اغراق نے اس گھوڑے کی وجہ سے جھگڑا نہ کیا ہوتا۔ کاش رات کی
لی میں سیف الدین اغراق لشکر چھوڑ کر جا نہ چکا ہوتا۔ اورخان میرے بھائی قسم
ند کی مجھے اپنی کوئی فکر اور پرواہ نہیں ہے۔ کسی صحرا، کسی دشت، کسی کوہستان،
ویرانے، کسی سمندر کے ساحل پر گیلی ریت میں مجھے گور غریباں جیسا ٹھکانہ مل
جائے گا۔ میرا مدفن جہاں بھی بنے گا خدائے پاک کے آسمان کا نیلگوں شامیانہ
ال اس پر ہو گا۔

اورخان! ان منگولوں کے ہاتھوں کتنے کتنے بڑے جنگجو اور سورما مٹی میں سما
رگوں میں مچلتا ہوا خون بیکار میں بہہ گیا۔ سینے دھواں دھواں، پریشان برباد،
تیں ویران ہوئیں۔ چاروں طرف آزادی اور شرافت نسبی بے وقار ہوئی۔ بچوں
ماؤں کی چھاتیوں پر قتل کیا گیا اور عورتوں کے پیٹ چاک ہوئے۔ اور ان سر
نوں میں مسلمانوں کے ساتھ ہر وہ فعل شنیعہ ہوا جس کی امید تک نہ کی جا سکتی
ے

اورخان! بڑے بڑے اراکین سلطنت بلند پایہ پیشوائے مذہب تہ تیغ کر دیئے
ے۔ بڑے بڑے وطن پرست اور دین سے محبت رکھنے والے سینہ شب میں آوازوں
ازگشت کی طرح کھو گئے۔

کاش ایک قیمتی گھوڑے پر جھگڑا اور تکرار کر کے امین الملک اور سیف الدین
ق نے اپنی قوم کی عزت و شرافت کو داؤ پر نہ لگایا ہوتا۔ اورخان میرے بھائی! اگر
بھی ہم نہ سنبھلے، اب بھی اگر ہم نے آپس میں اتحاد اور تعاون نہ کیا تو لکھ رکھنا
ہی ان سرزمینوں سے طلسم نصرانی، سحر اسرائیلی، جادوئے بابل، آرزوئے مانی، ہنر
ی کی طرح مٹ کر رہ جائیں گے۔ اب بھی اگر ہم نے اپنے عیوب و اوصاف،
ات و طبائع، انصاف و رحم، شجاعت اور خصائص انسانی پر نگاہ نہ ڈالی تو منگولوں کی
ف سے ہمارے لئے نفرت کے مزید باب کھلیں گے۔ اورخان میرے بھائی میرا
ان ہے کہ شر کے خلاف انتہا پسندی خاموشی سے افضل اور برتر ہے۔ کوئی میرا
اتھ دے نہ دے میں اپنی قوم اور اپنی ملت کی خاطر ان منگولوں کے خلاف سینہ سپر
رہوں گا۔ امین الملک اور سیف الدین اغراق کے اس روڑے نے مجھے بے حد

مایوسی اور دلبرداشتہ کیا ہے۔ یہ لوگ اپنے رویئے' اپنے سلوک سے اپنی قوم و ملک
نقوش پا اور تخم ریزی سے خالی دشت و صحرا کی طرح بنا دینا چاہتے ہیں۔ جب تک
ایسا نہیں ہونے دوں گا۔ میں اپنی چھوٹی سی بھی جمعیت کو لے کر چنگیزخان کے سا
جموں گا اور اسے بتاؤں گا کہ ہم زندہ اور بیدار ہیں۔ اتنا کہنے کے بعد جب
الدین خاموش ہوا تو اورخان رقت میں ڈوبی ہوئی آواز میں کہنے لگا۔

سلطان محترم! حالات کچھ بھی ہوں میں اورخان آپ کا ساتھ دوں گا۔ جب
میرے جسم میں خون کا آخری قطرہ ہے میں اپنا تن من دھن' اپنی ہر شے آپ
نچھاور کرنے کے لئے تیار رہوں گا۔ سلطان محترم اگر آپ منگولوں کے خلاف سینہ سپر
ہونے کا عزم رکھتے ہیں تو وہاں میرا سینہ بھی منگولوں کے سامنے تنا رہے گا۔ اس مو
پر جلال الدین نے مسکرا کر اورخان کی طرف دیکھا پھر وہ کہنے لگے۔ اورخان میں ہمیشہ
تیرے جیسے ساتھی' تیرے جیسے رفیق' تیرے جیسے مہربان پر فخر کرتا رہوں گا۔ پر
اورخان اب ہمیں اپنا ٹھکانہ بدلنا ہو گا۔ اس پر اورخان نے چونک کر سلطان کی طر
دیکھا اور پوچھا۔

سلطان محترم! ٹھکانے سے آپ کا کیا مطلب ہے۔ کھل کر کہیئے۔ اس
سلطان جلال الدین بولا۔ دیکھ اورخان میرے بھائی۔ سیف الدین اغراق کے علیح
جانے کے بعد اب ہمارے لشکر کی تعداد آدھی ہو کر رہ گئی ہے۔ اپنی اس کمی اور
کوتاہی کو پورا کرنے کے لئے ہمیں چنگیز خان کا مقابلہ کرنے کے لئے کسی ایسی ج
کسی ایسی وادی کا انتخاب کرنا ہو گا جہاں ہماری پشت منگولوں کی طرف سے
رہے اور پسپائی کی صورت میں ہم بچ کر نکلنے میں کامیاب ہو جائیں۔ اس پر اور
نے تڑپ کر پوچھا۔

سلطان محترم! آپ اس قدر مایوسی کی باتیں کیوں کرنے لگے ہیں۔ اگر ہم
کے مقام پر چنگیزخان کو بدترین شکست دے سکتے ہیں تو آنے والے دور میں بھی
اس کے ساتھ ایسا ہی سلوک کر سکتے ہیں۔ اس پر سلطان جلال الدین اپنے لبوں
زہریلی سی مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے کہنے لگے۔

اورخان! تمہاری باتوں سے یقیناً" میرے حوصلوں میں پختگی آتی ہے لیکن
میرے بھائی جس وقت بروان کے مقام پر میں نے چنگیزخان کو شکست دی تھی اس
وقت چنگیزخان کے متعلق میری رائے تھی کہ وہ دو کاموں میں سے ایک کام ضرور
کرے گا۔ پہلا یہ کہ وہ اپنے سارے لشکروں کو سمیٹ کر واپس صحرائے گوبی کی طرف
چلا جائے گا اور ہمارے ہاتھوں کسی دوسری شکست کی ذلت برداشت نہیں کرے گا۔
اس سے متعلق میری دوسری رائے یہ تھی کہ وہ اپنے ادھر ادھر بکھرے ہوئے
اپنے سارے لشکروں کو جمع کرے گا اور پوری تیاری کرنے کے بعد کسی مناسب وقت
اور جگہ پر ہم سے ٹکرانے کی کوشش کرے گا تاکہ بروان کے مقام پر ہمارے ہاتھوں
شکست کی ذلت کا داغ دھو سکے۔

لیکن اورخان اب معاملہ اور ہو گیا ہے۔ سیف الدین اغراق کے چلے جانے
کے بعد ہمارے لشکر کی تعداد آدھی رہ گئی ہے۔ اب چنگیزخان واپس جانے کے متعلق
نہیں سوچے گا۔ بلکہ وہ ہم پر چڑھ دوڑے گا۔ اپنی شکست کا داغ دھونے کی کوشش
کرے گا۔ اورخان! آج نہیں تو کل چنگیزخان کو سیف الدین اغراق کے علیحدہ ہونے
کی خبر پہنچ جائے گی۔ اور یہ خبر ملتے ہی تو دیکھنا کس طرح چنگیزخان ہمارے خلاف
حرکت میں آتا ہے۔ اور سارے لشکروں کو یکجا کر کے ہمیں مقابلے کی دعوت دیتا ہے۔

اورخان! سیف الدین اغراق علیحدہ نہ ہوا ہوتا تو قسم خداوند کی میں نے اپنے
دل میں ارادہ کر رکھا تھا کہ چنگیزخان کی طرف اپنا کوئی قاصد بھجواؤں گا اور اسے یہ
پیغام دوں گا کہ وہ خود اپنی مرضی کا کوئی بھی محاذ مقرر کر لے۔ وہاں میں آ کر اس کے
ساتھ جنگ کرنے کے کو تیار ہوں۔ اور اسے بروان سے بھی زیادہ ذلت آمیز شکست
دوں گا لیکن سیف الدین اغراق کی علیحدگی نے میرے سارے ارادوں' میرے سارے
عزائم پر پانی پھیر کر رکھ دیا ہے۔ اب چنگیزخان ہم پر حملہ آور ہونے میں کچھ تاخیر
نہیں کرے گا۔

اورخان گردن جھکا کر کچھ دیر تک سوچتا رہا پھر بولا۔ سلطان محترم! چنگیزخان آج
حملہ آور ہو یا کل بہرحال ہم اس کا مقابلہ ضرور کریں گے۔ سلطان محترم۔ آپ پہلے
مجھے یہ بتائیے کہ چنگیزخان سے جنگ کرنے کے لئے آپ کس جگہ کا تعین کرتے ہیں۔
اس پر سلطان جلال الدین ایک آہ بھرتے ہوئے کہنے لگے۔

اب معاملہ کچھ الٹ ہو گیا ہے۔ اگر سیف الدین نہ جاتا تو میں میدان کا
تعین چنگیزخان پر چھوڑتا۔ اب سیف الدین کے جانے کے بعد میں نے سوچا
ہمیں اپنے اس بچے کھچے لشکر کے ساتھ دریائے سندھ کے کنارے جا کر پڑاؤ
چاہئے۔ اگر ہم چنگیزخان کے ساتھ آئندہ جنگ میں کامیاب رہے تو ہمارے لئے
نصیبی ہو گی۔ جس کی امید مجھے بہت کم ہے اس لئے کہ جو لشکر اس وقت
ساتھ ہے چنگیزخان ہمارے سامنے اس سے بیس گنا بڑا لشکر لے کر آئے گا۔ ا
لشکر کا مقابلہ اگر ناممکن نہیں اورخان! تو ہمارے لئے مشکل ضرور ہو گا۔ ا
دریائے سندھ کے کنارے رہ کر منگولوں سے جنگ کرتے ہیں تو اس کے
فائدے ہوں گے۔

اول یہ کہ ہماری پشت پر دریائے سندھ ہو گا۔ اس سمت سے ہم پر
حملہ آور ہونے کا خطرہ نہیں ہو گا اور ہم بے دریغ منگولوں سے مقابلہ کر سکیں
اس کا دوسرا فائدہ یہ ہو گا کہ اگر منگولوں کے مقابلے میں ہمیں پسپائی اختیار
تو دریائے سندھ کو عبور کر کے ہم ہندوستان کی سرزمین میں داخل ہو کر سلطا
سے منگولوں کے خلاف مدد کی التماس کر سکتے ہیں۔

سلطان جلال الدین کی اس گفتگو کے بعد اورخان تھوڑی دیر تک کچھ
اور پھر فیصلہ کن انداز میں کہنے لگا۔ سلطان محترم۔ اگر ہم نے دریائے سندھ
پڑاؤ کر کے چنگیزخان سے مقابلہ کرنا ہے تو پھر ہمیں یہاں قیام کر کے وقت
کرنا چاہئے۔ چنگیزخان ہم پر حملہ آور ہونے میں بالکل کوئی تاخیر نہیں کرے
ہمیں بھی وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ سلطان نے اورخان کی اس تجویز
کی۔ پھر تھوڑی دیر بعد سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ اصفہان شہر کے نواح
کیا اور دریائے سندھ کے کنارے بلند کوہستانی سلسلوں میں سنگلاخ چٹانوں
اس نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا۔

سلطان جلال الدین کے سارے خدشات درست ثابت ہوئے۔ ا
جونہی چنگیزخان کو علم ہوا کہ سلطان جلال الدین کا ایک ساتھی سیف الد
اسے چھوڑ کر جا چکا ہے اور جلال الدین کے لشکر کی تعداد آدھی رہ گئی۔

خان نے بڑی تیزی سے اپنے لشکروں کو جمع کیا اور طوفانی پیشقدمی اس نے دریائے سندھ کی طرف کی۔

سلطان جلال الدین نے جہاں پڑاؤ رکھا تھا ایک روز صبح ہی صبح جب وہ اٹھا تو اس نے دیکھا کہ منگولوں نے تین اطراف سے سلطان جلال الدین کے لشکر کو گھیر رکھا تھا جب کہ ان کی چوتھی جانب اور پشت پر دریائے سندھ ٹھاٹھیں مارتا ہوا طغیانی کی حالت میں بہہ رہا تھا۔ چنگیزخان شاید رات کی تاریکی میں ہی برق رفتاری سے سفر کرتے ہوئے وہاں پہنچا تھا۔ اور اندھیرے ہی اندھیرے میں اس نے سلطان کے لشکر کو تین اطراف سے گھیر لیا تھا۔ یہ صورتحال دیکھتے ہوئے سلطان نے جنگ کرنے کے لئے اپنے لشکر کی صفیں درست کرنا شروع کر دی تھیں۔ دوسری طرف چنگیزخان پہلے ہی جنگ کی ابتدا کرنے کے لئے اپنے لشکر کو استوار کر چکا تھا۔

لشکر کی صفیں درست کرنے کے بعد سلطان نے لشکر کی ترتیب کچھ اس طرح رکھی کہ لشکر کا وسطی حصہ اپنے پاس رکھا۔ بائیں حصے کی کمانداری امین الملک کو سونپی گئی۔ دایاں حصہ اورخان کی سرکردگی میں دے دیا گیا جب کہ وسطی حصے میں اپنی مدد کے لئے سلطان نے اپنے ماموں اجاش ملک اور اپنے دو بہترین اور نامور سردار شہاب الدین اور نصرت الدین محمد بن حسن بن خرمیل کو رکھا تھا۔ جنگ شروع کرنے سے پہلے سلطان اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا اورخان کے پاس آیا اور بڑے تاسف اور بڑے دکھ میں وہ اورخان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ اورخان تمہارا دوست پاسبانوں کا سپہ سالار کہیں دکھائی نہیں دے رہا۔ لگتا ہے ان منگولوں نے اسے اس سمت آنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ اس پر اورخان سینہ تان کر بولا۔ سلطان محترم اسکے متعلق آپ بے فکر رہیں۔ وہ ایک ایسا بھائی' ایک ایسا مجاہد' ایک قومی سورما ہے کہ ضرورت کے وقت وہ سوئی کے سوراخ سے بھی نکل کر مدد کے لئے پہنچ جانے کا فن جانتا ہے۔ سلطان محترم۔ میرا دل کہتا ہے کہ وہ ضرور آئے گا۔ اور اس کارخیر میں حصہ لے گا۔ اورخان کا یہ جواب سن کر سلطان جلال الدین کسی قدر مطمئن ہو گیا تھا پھر وہ اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا لشکر کے وسطی حصے کے سامنے جا کھڑا ہوا تھا۔

اس کے بعد سلطان نے خود جنگ کی ابتدا کی۔ سب سے پہلے سلطان خود اپنے

وسطی حصے کے ساتھ منگولوں کے لشکر کے اس حصے پر حملہ آور ہوا تھا جو چنگیزخان کے تحت تھا۔ اور جس کی کمانداری وہ خود کر رہا تھا۔ چنگیزخان کو اپنے سامنے دیکھتے ہی سلطان جلال الدین ابدی آرزو' غیر فانی جذبے' درد و کرب کے خونی باب' خون اشکوں میں نہائی ہوئی شام کی طرح چنگیزخان کے حصے کے لشکر پر ٹوٹ پڑا تھا۔

سلطان جلال الدین کے حملہ آور ہوتے ہی اورخان بھی اپنے لشکر کے منگولوں کے لشکر کے دائیں حصے پر پر اسرار جراتوں کی لا نہایت گہرائی' اقتدا چمکتے وفا کے خونی دستور اور اپنے لہو سے فروزاں فنا کے آنچل کی طرح حملہ آور تھا۔ جب کہ بائیں طرف سے دشمن کے پہلو پر امین الملک جدت و قدامت کے امتزاج' ساکت و سامت اور استادہ کر دینے والی کہر آلود شام' بے خوفی سے ہوئے دریائے وفا کی طرح منگولوں پر نزول کر گیا تھا۔

دونوں لشکروں کے درمیان گھمسان کی جنگ چھڑ گئی تھی۔ وسطی حصے کی کمانداری خود چنگیزخان کر رہا تھا۔ اور سلطان جلال الدین اس حصے سے ٹکرایا تھا منگولوں کے دائیں حصے کی کمانداری چنگیزخان کے بیٹے تولائی اور اغدائی کر رہے تھے جب کہ دائیں حصے کی کمانداری چنگیزخان کے بیٹے چغتائی اور اغدائی کر رہے تھے جس وقت لڑائی اپنے عروج پر آئی تو سب نے دیکھا کہ منگولوں کے لشکر کے اس کے قریب جو اورخان سے برسرپیکار تھا' صدیوں کو لمحوں میں بدلتی تلخ لمحوں تکبریں بلند ہوئیں۔ پھر سلطان' امین الملک اور اورخان نے دیکھا کہ پاسبانوں کا سالار کوہستانی سلسلے سے نکل کر منگولوں کا لشکر جو اورخان سے برسرپیکار تھا اس پر اضطراب اور بیداری کے اثرات میں سکر و خود فراموشی' خیالات کی گہرائی میں رقص و جدت اور گھٹا ٹوپ اندھیرے میں جذبات کے ٹکراؤ کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے اس مشترکہ اور زور دار حملے کا مقابلہ چنگیزخان کے بیٹے تولائی اور اغدائی نہ کر سکے۔ تھوڑی دیر کی مزید جنگ کے بعد وہ طرح پسپا ہوئے اور ان کے لشکر کی اگلی صفیں درہم برہم کر دی گئیں اور ایک سے وہ حزیمت اٹھا کر پیچھے ہٹ گئے تھے۔

سلطان نے جب دیکھا کہ اس کے لشکر کا دایاں حصہ جو اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کی سرکردگی میں کام کر رہا تھا وہ منگولوں کو اپنے سامنے سے بھگانے میں کامیاب ہو گیا ہے تو اس نے بھی زور دار حملے کرنے شروع کر دیئے۔ یہاں تک کہ محافظ دستوں کے ساتھ سلطان اپنے سامنے آنے والے منگولوں کو بری طرح کاٹتا چنگیزخان کے سر پر جا پہنچا تھا۔ سلطان جلال الدین نے آگے بڑھ کر اس زور کا وار چنگیزخان پر کیا کہ اگر چنگیزخان اپنے گھوڑے پر رہتا تو جلال الدین کے ہاتھوں مارا جاتا چنگیزخان نے جب دیکھا کہ جلال الدین اس کے سر پر آن پہنچا ہے تو وہ اپنے گھوڑے سے کود کر بھاگ نکلا۔ جلال الدین کی بلند ہوتی ہوئی تلوار گری اور چنگیزخان کے گھوڑے پر گر کر گھوڑے کو کاٹتی ہوئی نکل گئی۔ چنگیزخان کا گھوڑا میدان جنگ میں گر کر ہلاک ہو گیا تھا۔ جب کہ چنگیزخان سلطان جلال الدین کے سامنے سے بھاگ کر گھوڑے کی تلاش میں مارا مارا ادھر ادھر پھرنے لگا تھا۔ یہ جلال الدین کے سامنے چنگیزخان کی بدترین اور ذلت آمیز پسپائی تھی۔

تیسری طرف امین الملک نے بھی چنگیزخان کے بیٹے چغتائی اور جوچی کو ناکوں چنے چبوا دیئے تھے۔ اپنے پہلے ہی حملے میں اس نے انہیں پسپا کر دیا۔ اور انہیں دھکیلتا ہوا پیچھے لے گیا تھا۔ لیکن اس موقع پر امین الملک سے یہ غلطی ہوئی کہ اپنے دائیں بائیں خیال رکھے بغیر وہ دشمن کے تعاقب میں کافی دور تک چلا گیا تھا۔ جس وقت سلطان جلال الدین نے یہ صورتحال دیکھی تو اس نے فوراً قاصد بھجوایا اور اورخان کو حکم دیا کہ پاسبانوں کے سپہ سالار کو منگولوں کے لشکر کے دائیں حصے کے سامنے جما رہنے دے جب کہ خود اپنے لشکر کے ساتھ امین الملک کی مدد کو جائے۔ کیونکہ امین الملک کافی آگے پیش قدمی کر چکا ہے۔ یہ حکم پاتے ہی اورخان اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے امین الملک کی طرف بڑھا تھا۔

قریب تھا کہ دریائے سندھ کے کنارے چنگیزخان کے سارے لشکر کو تاریخ کی بدترین شکست ہوتی اور دنیا سے منگولوں کا نام و نشان مٹ جاتا۔ پر اس موقع پر ایک ایسا حادثہ رونما ہوا جس نے جلال الدین کی اس شاندار فتح کو شکست میں بدل کر رکھ دیا تھا۔ وہ اس طرح کہ امین الملک پیچھے دیکھے بغیر بڑی تیزی سے جوچی اور چغتائی کا تعاقب کرتا چلا گیا تھا۔ اس موقع پر منگولوں کے گھات میں بیٹھے ہوئے ایک لشکر نے

اچانک نکل کر امین الملک پر حملہ کر دیا تھا۔ اس وقت تک اورخان امین الملک کو نہ پہنچ سکا تھا۔ گھات میں بیٹھا ہوا یہ لشکر اس خونخواری سے امین الملک آور ہوا کہ امین الملک کے لشکر کا ایک حصہ اس نے کاٹ کر رکھ دیا۔ اس م سے امین الملک ایسی بدحواسی کا شکار ہوا کہ وہ پسپا ہو کر سلطان کی طرف بجائے اس نے اپنی اور اپنے لشکریوں کی جان بچانے کی ٹھانی اور سلطان کو تنہ حوالے کرتا ہوا وہ پشاور کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ لیکن امین الملک کی بدبختی لشکر گھات میں سے نکل کر اس پر حملہ آور ہوا تھا وہ امین الملک کے تعاقب گیا اور پھر کوہستانی سلسلے میں گھیر کر منگولوں نے امین الملک اور اس کے سار کا قتل عام کر دیا تھا۔

یہ صورتحال دیکھتے ہوئے اورخان نے امین الملک کی طرف پیش قدمی ب تھی۔ دوسری طرف میدان جنگ سے بھاگتے اور پسپا ہوتے ہوئے منگول پھ گئے۔ چنگیزخان ایک نئے گھوڑے پر سوار ہو کر پھر اپنے لشکریوں کا حوصلہ بڑ تھا۔ جب اسے خبر ہوئی کہ امین الملک اور اس کے لشکریوں کا خاتمہ کر دیا گیا یہ کہ سلطان جلال الدین کے لشکر کی تعداد مزید آدھی ہو کر رہ گئی ہے تو اس پورے لشکر کو سلطان جلال الدین' اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار پر پ سے حملہ آور ہونے کا حکم دے دیا۔

امین الملک کے بھاگ نکلنے اور پھر قتل ہونے کے بعد زوال آفتاب تک جلال الدین' اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار منگولوں کے سامنے جم کر ل یہاں تک کہ سلطان کے لشکر کی کافی تعداد کٹ مری۔ یہ صورتحال دیکھتے ہو پیچھے ہٹے۔ اس موقعہ پر منگولوں نے ایک زوردار حملہ کیا۔ ساتھ ہی چنگیزخا کر اپنے لشکریوں کو حکم دینے لگا کہ جلال الدین کو ہر صورت میں زندہ جائے۔ سلطان نے جب دیکھا کہ اب پیچھے ہٹنے اور پسپا ہونے کے علاوہ کوئی تو وہ اپنے گھوڑے کو بھگاتا ہوا کوہستانی سلسلے کی ایک ایسی چوٹی پر لایا جہاں آیا ہوا دریائے سندھ۔ تیس فٹ نیچے بہہ رہا تھا۔ سلطان نے ایک بار حسرت پیچھے دیکھا پھر اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور اس کا گھوڑا تیس فٹ

ے دریائے سندھ کی طغیانی میں کود گیا تھا۔

دوسری طرف جب سلطان کے لشکریوں نے دیکھا کہ سلطان دریائے سندھ میں اپنے گھوڑے سمیت کود چکے ہیں تو وہ بڑی تیزی سے پیچھے ہٹے اور دریائے سندھ میں کودنے لگے۔ اورخان نے بھی اپنے بچے کھچے لشکریوں سمیت اپنے گھوڑے کو دریائے سندھ میں ڈال دیا تھا۔ جب کہ پاسبانوں کا سپہ سالار کوہستانوں کی بھول بھلیوں سے اپنے لشکر کو نکال کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

جس وقت سلطان نے تیس فٹ کی بلندی سے دریائے سندھ میں چھلانگ لگائی تھی اس وقت تک چنگیزخان اور اس کے سارے بیٹے سلطان کو دیکھ رہے تھے۔ وہ سلطان کی اس بہادری اور اس کے حیرت انگیز کارنامے کو دیکھ کر عش عش کر اٹھے تھے۔ اس موقع پر چنگیزخان نے اپنے بیٹوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ از پدر پسر چنیں بائید۔

دریا میں کودنے والے سلطان کے لشکریوں پر منگول برابر تیر اندازی کر رہے تھے۔ جب کہ چنگیزخان اپنے بیٹوں کے ساتھ دریا کے کنارے پر کھڑا سلطان جلال الدین کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ اس موقع پر وہ پھر کہنے لگا۔

وہ باپ خوش قسمت ہے جس کا بیٹا اس بہادر جلال الدین جیسا ہے۔ اتنا کہنے کے بعد چنگیزخان تھوڑی دیر کے لئے رکا پھر وہ بڑے تاسف' بڑی آرزو' بڑی خواہش میں کہہ رہا تھا۔ جلال الدین کاش تو میرا بیٹا ہوتا۔ کاش تو میرا فرزند ہوتا۔ تو میں اپنی فتوحات کا دامن دنیا کے آخری کونوں تک پھیلاتا چلا جاتا۔ جلال الدین تو وہ جراتمند اور دلیر انسان ہے جس نے منگولوں کی تاریخ میں دو بار مجھے شکست دی۔ ایک بار بروان کے مقام پر اور دوسری بار دریائے سندھ کے کنارے' اس کوہستانی سلسلے کے اندر۔ جب تو تلوار سونت کر حملہ آور ہوا اور میں تیرے سامنے سے بھاگ کھڑا ہوا اور تو نے میرے گھوڑے کو کاٹ کر رکھ دیا۔

ایک بار پھر چنگیزخان خاموشی سے ٹکٹکی باندھے سلطان جلال الدین کی طرف دیکھنے لگا۔ چنگیزخان نے دیکھا سلطان جلال الدین نے دریائے سندھ کے دوسرے کنارے پہنچ کر اپنے کپڑے اتار کر جھاڑیوں میں سکھانے کے لئے ڈال دیئے۔ اپنا نیزہ

اس نے زمین میں گاڑ کر اس پر اپنا تاج رکھ دیا اور اس کے نیچے بیٹھ کر دم لے رہا تھا۔ اپنے گھوڑے کی زین کو اتار کر خشک ہونے کے لئے اپنے قریب ہی رکھ دی تھی۔ کوہستانی سلسلے کی چوٹی پر کھڑا چنگیزخان دوسرے کنارے پر سلطان جلال الدین کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا پھر وہ مڑا اور اپنے اردگرد جمع ہونے والے اپنے بیٹوں اور سالاروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میں نے آج تک ایسا بہادر' دلیر' شجاع اور باہمت شخص نہیں دیکھا۔ اس کے ہمراہ بھی ایسے ہی بہادر ہیں۔ اتنے بڑے عظیم الشان دریا کو اس طرح عبور کرنا بھی ہی لوگوں کا کام ہے۔ سنو! میرے بیٹو۔ میرے عزیزو! لکھ رکھو اگر یہ شخص زندہ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ دنیا سے منگولوں کا نام و نشان مٹا کر رہے گا۔ جس طرح ممکن ہمیں اس جلال الدین کو قتل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اس پر چنگیزخان دریائے سندھ کے کنارے اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دیا تھا۔

دریائے سندھ کے کنارے بیٹھا سلطان جلال الدین چونک سا پڑا۔ اس دیکھا' اس کے اوپری سمت دریا کے اندر اورخان کا وحشی سیاہ رنگ کا گھوڑا تیر اس کنارے کی طرف آ رہا تھا جس کنارے پر سلطان بیٹھا ہوا تھا۔ سلطان نے دیکھا کہ گھوڑے کی زین پر صرف اورخان کا بندر بیٹھا ہوا تھا۔ اورخان گھوڑ زین پر نہ تھا۔ یہ صورتحال دیکھتے ہوئے سلطان چونک کر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا تھوڑی دیر تک وہ عجیب سے دکھ اور پریشانی میں اورخان کے خالی زین گھوڑے رہا پھر وہ بڑی رقت آمیز آواز میں کہہ رہا تھا۔

اورخان میرے بھائی' میرے عزیز' تو کہاں ہے۔ تیرے جیسے ساتھی کی ض اور رفاقت تو میں اپنی زندگی کے آخری لمحوں تک محسوس کرتا رہوں گا۔ ا میرے عزیز کیا تو منگولوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ یا یہ کہ دریائے سندھ کی موجوں ہو گیا۔ یہاں تک کہنے کے بعد سلطان خاموش ہو گیا۔ اس لئے کہ سیاہ رنگ جنگی گھوڑا دریائے سندھ کی لہروں کو کاٹتا ہوا کنارے پر چڑھ گیا۔ اپنے جسم دے کر وہ پانی جھاڑنے لگا تھا۔

سلطان نے یہ بھی دیکھا کہ گھوڑے کی زین پر بیٹھا ہوا بندر گھوڑے

کود کر دریا کی چٹانوں کی طرف بھاگ گیا تھا۔ یہ صورتحال دیکھتے ہوئے سلطان وہاں آیا جہاں گھوڑا کھڑا تھا۔ اس نے دیکھا کہ کنارے کے پتھروں کے اندر اورخان پڑا ہوا تھا۔ سلطان بے چین ہو گیا۔ آگے بڑھا۔ پہلے اس کی نبض پر ہاتھ رکھا سلطان کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی۔ اس لئے کہ اورخان زندہ تھا۔ سہارا دے اورخان کو سلطان خشک کنارے پر لایا' پھر اس کے ہاتھ رگڑنے لگا۔ پھر سلطان نے کے جسم سے زرہ اتاری۔ دوسرے ہتھیار علیحدہ کئے۔ پاؤں سے اس کے جوتے اتار دیئے تھے۔ یہ سب کرنے کے بعد اورخان ہوش میں آ گیا تھا۔ اورخان کو ہوش میں آتے دیکھ کر سلطان بے حد خوش ہوا۔ کہنے لگا اورخان میرے بھائی تیرے ساتھ کیا بنی۔ یہ سن کر اورخان ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ کہنے لگا۔ سلطان محترم! خداوند عظیم کا شکریہ کہ میں آپ کو اپنے سامنے زندہ اور سلامت دیکھ رہا ہوں۔ سلطان محترم! جس وقت میں نے اپنے گھوڑے کے ساتھ دریا میں چھلانگ لگائی تو میں اپنا توازن کھو بیٹھا۔ اور اپنے گھوڑے سے دریا میں گر گیا۔ تاہم خداوند کریم کا شکر کہ میں دریا میں تیرتا ہوا کنارے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ اس پر سلطان جلال الدین کہنے لگا۔ میرے عزیز بھائی۔ دریا میں چھلانگ لگانے سے پہلے کم از کم تم نے اپنی آہنی زرہ اتار کر خود کو ہلکا کر لیا ہوتا۔ تب تجھے دریا عبور کرنے میں اس قدر دشواری نہ ہوتی۔ بہرحال اگر تم اٹھ سکتے ہو تو اٹھو ورنہ میں تمہیں اٹھا کے اس جگہ لے جاتا ہوں جہاں میرا سامان پڑا ہے۔ لیکن اورخان اٹھتے ہوئے کہنے لگا۔ سلطان محترم ایسی کوئی بات نہیں' میں خود آپ کے ساتھ جاؤں گا۔

پھر اورخان اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ بندر پھر بھاگ کر گھوڑے کی زین پر آ گیا تھا۔ اپنے گھوڑے اور بندر کو دیکھتے ہوئے اورخان کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ آگے بڑھ کر اس نے اپنے گھوڑے کی باگ پکڑ لی۔ پھر سلطان کے ساتھ ہو لیا۔ اور دونوں اسی جگہ جا کر بیٹھ گئے جہاں تھوڑی دیر پہلے اپنے زمین میں گاڑے ہوئے نیزے کے قریب سلطان جلال الدین بیٹھا ہوا تھا۔ سلطان جلال الدین کی طرح اورخان نے بھی اپنے کپڑے اتار کر جھاڑیوں پر ڈال دیئے تھے۔ اور گھوڑے کی زین اتار کر خشک ہونے کے لئے دھوپ میں رکھ دی تھی۔

سلطان جلال الدین اور اورخان دریائے سندھ کے دوسرے کنارے بیٹھ
انتظار کرنے لگے کہ اگر ان کے ساتھی دریا کی موجوں سے بچ کر ادھر ادھر دریا
دوسرے کنارے چڑھنے میں کامیاب ہوں تو ان سے آن ملیں۔ جب سلطان اور ا
کے ساتھیوں نے دریا میں چھلانگیں لگائی تھیں تو ان میں سے کچھ تو پانی میں ڈوب
تھے۔ کچھ منگولوں کے تیروں کا نشانہ بن گئے تھے۔ بہرحال سلطان اور اورخان تو
دیر ہی دوسرے کنارے پر بیٹھے تھے کہ ان کے چھ سات ساتھی ان سے آن ملے۔

اس سے ان کو کچھ حوصلہ ہوا اور کچھ دن دونوں نے دریا کے کنارے
رکھا یہاں تک کہ ان کے مزید ساتھی آنا شروع ہو گئے اور کچھ دن بعد ان کی تع
سو کے قریب ہو گئی۔ دن بدن دریا سے بچ کر ادھر ادھر پھیلنے والے ساتھی وہاں
ہونے لگے اور سلطان کے ساتھیوں کی تعداد تیزی سے بڑھنے لگی۔

دریائے سندھ کے کنارے قیام کے دوران ایک روز سلطان جلال الدین کو
کے ساتھیوں نے اطلاع دی کہ اس علاقے کے کچھ ہندو سپاہی ایک قریبی مقا
جوئے بازی اور عیش و عشرت میں مشغول ہیں۔ سلطان کو یہ بھی خبر دی گئی کہ یہ
پوری طرح مسلح ہیں اور ان کے پاس بہترین ہتھیار بھی ہیں۔ چنانچہ سلطان نے
کے ٹھکانوں پر قبضہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ سلطان کے ساتھ جس قدر ساتھی آ کر
تھے ان میں سے اکثریت ایسے سپاہیوں کی تھی جو نہتے تھے۔ اس لئے کہ وہ زر
اپنے خود اپنی ڈھال پھینک کر دریا میں کودے تھے۔

سلطان نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ اپنے بچاؤ کے لئے جنگل سے لا
کاٹ لیں اور انہی کے ذریعے ان ہندو سپاہیوں پر حملہ کر دیا جائے۔ سلطان کے
اس کے ساتھیوں نے جنگل سے لاٹھیاں کاٹ لیں پھر اچانک انہوں نے قریب
ہندو سپاہیوں کی ایک خاصی بڑی تعداد پر حملہ کر دیا جو عیش و عشرت میں مصروف
اس اچانک حملے سے وہ ہندو سپاہی ایسے بوکھلائے کہ اپنے ہتھیار چھوڑ کر بھاگ
ہوئے۔ سلطان نے ان کے سارے ہتھیاروں پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح یہ ہتھیا
سے سلطان کو ایک طرح کی تقویت اور قوت حاصل ہوئی تھی۔

سلطان کے لئے ایک طرح سے یہ غیبی امداد تھی اس لئے کہ سلطان کے

بالکل نہتے تھے۔ سلطان جلال الدین کو منگولوں کے تعاقب کا ڈر اور خطرہ تھا
اسے اس علاقے کے حکمران کی طرف سے بھی خطرہ تھا کہ وہ کسی وقت بھی اس
آور ہو کر اسے اور اس کے ساتھیوں کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اس لئے کہ وہ
ایک ہندو راجہ کا تھا۔ بہرحال سلطان کے بچھڑے ہوئے ساتھی بھی اب آہستہ
سلطان کے ساتھ آ کر شامل ہونے لگے تھے۔ روز بروز سلطان کی جمعیت میں
ہونے لگا تھا۔

اس علاقے کے ہندو راجا کو جب وہاں سلطان کی موجودگی کا علم ہوا تو وہ ایک
پیادہ، پانچ سو سوار لے کر سلطان پر حملہ آور ہو گیا۔ سلطان کی رفاقت میں مٹھی
جانثار تھے۔ اور اکثر زخمی اور بیمار بھی تھے۔ لیکن سلطان نے ایسی بہترین جنگی
ت اور ایسی بے مثال جانبازی کا ثبوت دیا کہ اپنے مختصر سے ساتھیوں کے ساتھ
نے ہندو راجہ کو بدترین شکست دی کہ جنگ میں راجہ مارا گیا۔ سلطان کے لشکر
روز بروز اضافہ ہوتا چلا گیا تھا۔ چنانچہ رفتہ رفتہ سلطان کے لشکریوں کی تعداد
ؤں تک پہنچ گئی تھی۔

ہندو راجہ کے مارے جانے کے بعد ایک روز سلطان کو خبر ملی کہ ایک ہندو لشکر
طان کی قیام گاہ کے قریب ہی پڑاؤ کئے ہوئے ہے۔ وہ رات کی تاریکی میں مناسب
م جان کر سلطان کے لشکر پر شب خون مارنے کی کوشش کرے گا۔ لہٰذا ان کے
ب خون مارنے سے پہلے ہی سلطان ان پر حملہ آور ہوا اور انہیں بے خبری میں جا لیا
اکثر کو تہ تیغ کر دیا۔ اس ہندو لشکر کو بدترین شکست ہوئی اور وہ اپنے سارے
چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس ہندو لشکر کی شکست، پھر ان کے بھاگنے سے
یہ کہ اچھا خاصا خوراک کا ذخیرہ بلکہ ہتھیار بھی اس لشکر کی شکست سے خوب
اس طرح سلطان کے پاس ہتھیاروں اور خوراک کا چھوٹا سا ایک ذخیرہ بھی جمع
تھا۔

جب سلطان جلال الدین کی ان یلغاروں کی خبر ارد گرد کے چھوٹے چھوٹے
مہاراجوں کو ملی تو انہیں بھی اپنا مستقبل خطرے میں گھرا نظر آنے لگا۔ چنانچہ
مشورہ ہونے لگا کہ اس فتنے کا سدباب کیسے کیا جائے تاکہ سلطان کے قدم ان

کی سرزمینوں میں جمنے نہ پائیں۔ یہ وہ وقت تھا کہ سلطان جلال الدین کی کل بمشکل پانچ سو سپاہی ہوں گے۔ لہٰذا یہ طے پایا کہ چھ ہزار فوج سے سلطان جلال پر ہلہ بول دیا جائے۔ اور اسے گھیر کر گرفتار کر لیا جائے اور پھر سلطان اور ا سارے لشکریوں کو تہ تیغ کر دیا جائے۔

لیکن ان ہندو راجوں اور مہاراجوں کو سلطان جلال الدین کی شجاعت اور کی جنگی مہارت، اس کی دلیری اور جراتمندی کا کوئی اندازہ نہ تھا۔ وہ اس کام کو آسان اور معمولی سمجھنے لگے تھے۔ حالانکہ وہ بہت مشکل اور انتہائی دشوار کام بہرحال سلطان کا مقابلہ کرنے کے لئے ہندو راجہ چھ ہزار کا لشکر لے کر آئے جب سلطان کے ساتھیوں کی تعداد صرف پانچ سو کے قریب تھی۔

جنگ کی ابتدا کرنے سے پہلے سلطان اور اورخان نے آپس میں طویل کی۔ سلطان اور اورخان جانتے تھے کہ مقابلے میں دشمن کی تعداد دس بارہ گنا ہے سوچ سمجھ کر ان کا مقابلہ کرنا ہو گا۔ اور آخری فیصلہ دیتے ہوئے سلطان جلال ا نے اورخان کو مخاطب کر کے کہا۔

دیکھ اورخان میرے بھائی۔ اس جلا وطنی اور اس کسمپرسی کی حالت میں زندہ رہنے کے لئے بہرحال تگ و دو کرنا ہو گی۔ دیکھ ہندوؤں کا یہ چھ ہزار کا ہمارے مقابل ہے اور بہرحال ہم دونوں کو اس سے مقابلہ کرنا ہے۔ اس پر او نے مسکراتے ہوئے کہا۔

سلطان محترم! خواہ غریب الوطنی ہو یا پردیس ہو، ڈر کاہے کا ہے۔ ہم اس پہلے اس سے بڑے بڑے معرکے دیکھ چکے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ ہم خداوند قدو نصرت کے بل بوتے پر چھ ہزار کے اس ہندو لشکر کو نہ صرف درہم برہم کریں بلکہ اسے کاٹ کر رکھ دیں گے۔ سلطان جلال الدین اورخان کی ہمت افزا گفتگو خوش ہوئے پھر کہنے لگے۔

اورخان! لشکر کو آدھا آدھا تقسیم کرتے ہیں۔ ڈھائی سو سپاہی تیرے ڈھائی سو سپاہی میرے پاس ہوں گے۔ دونوں پہلے جم کر اس لشکر کا مقابلہ کرتے تو ایسا کرنا آہستہ آہستہ دشمن کے پہلو کی طرف کھسکتے چلے جانا۔ میں بھی ایسا ہی

اس طرح حملہ آور دشمن یہ خیال کرے گا کہ ہم اسے گھیرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ پھر ان میں ایک طرح سے افراتفری اور بدحواسی پھیلے گی اور اسی سے فائدہ اٹھا مجھے امید ہے کہ ہم اس لشکر کو شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اورخان سلطان کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ پھر وہ ہندو لشکر کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔

جنگ کی ابتدا خود سلطان نے کی تھی۔ تاکہ ان کے حملہ آور ہونے میں پہل کرنے سے ہندو لشکر میں ایک طرح کی بددلی پیدا ہو کہ اپنے لشکر کے حوصلے بلند ہوں۔ لہٰذا جنگ کی ابتدا کرتے ہوئے سلطان بے کراں اور بے پایاں سمندری لہروں، شعلہ فشاں آگ اور تیز و تند ہنگامہ خیز طوفانوں کی طرح چھ ہزار کے اس ہندو لشکر پر حملہ آور ہوا تھا۔ سلطان کے حملہ آور ہونے کے ساتھ ہی اورخان بھی اپنے لشکر کے ساتھ حال و مستقبل کے خونی آہنگ، سوزش و اضطراب کے ابال اور صحرا میں محرومیوں کی داستانوں کی طرح دشمن پر ٹوٹ پڑا تھا۔

دریائے سندھ سے ذرا ہٹ کر سلطان اور ان حملہ آوروں میں ہولناک جنگ طے شدہ لائحہ عمل کے مطابق اورخان اور سلطان آہستہ آہستہ دشمن کے پہلو کی طرف ہٹتے چلے گئے تھے جس سے دشمن نے یہ اندازہ لگایا کہ شاید سلطان جلال اور ان کے لشکری انہیں گھیرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لہٰذا اس گھیراؤ سے بچنے کے لئے وہ افراتفری کے عالم میں پیچھے ہٹے تھے۔ اسی افراتفری سے فائدہ اٹھاتے سلطان جلال الدین اور اورخان نے دونوں اطراف سے ان پر جان لیوا حملے کر دیئے تھے۔

سلطان جلال الدین اور اورخان کے ان نئے حملوں سے دشمن کا لشکر ابتری اور افراتفری کا شکار ہو گیا تھا۔ اور پھر جلد ہی سلطان جلال الدین اور اورخان نے اپنے جان لیوا حملوں سے اس ہندو لشکر کی حالت شب کی آخری ساعتوں، غم زدہ اور اشکبار اسرار ہستی میں روح کی ماندگی اور جسم کی قید اور زنجیروں میں جکڑے طیور کی سی حالت بھی کر کے رکھ دی تھی۔ تھوڑی دیر کی مزید جنگ کے بعد اس ہندو لشکر کو شکست ہوئی۔ اور وہ بھاگ کھڑا ہوا۔ سلطان اور اورخان نے بھاگتے سپاہیوں کا

تعاقب کیا ان کی اکثریت کو تہ تیغ کر دیا اور جس قدر ان کے پاس ہتھیار اور خوراک کے ذخائر تھے ان پر قبضہ کر لیا۔

اس ہندو لشکر کو شکست دینے کے بعد سلطان کی قوت میں خاطر خواہ اضافہ اس لئے کہ اس کے پاس ہتھیاروں اور خوراک کا ایک بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا تھا۔ سلطان وہیں رک کر انتظار کرنے لگا۔ اس لشکر کی شکست کی خبر دور و نزدیک پھیل گئی تھی۔ لہٰذا سلطان کے وہ لشکری جو دریائے سندھ کو پار کرنے کے بعد ادھر ادھر بکھر کر دھکے کھا رہے تھے۔ ان کو بھی سلطان کے محل وقوع کا علم ہو گیا اور وہ بھی تھوڑی تھوڑی تعداد میں آکر سلطان سے ملنے لگے تھے۔ اس طرح چند ہی یوم میں سلطان کے لشکریوں کی تعداد لگ بھگ چھ ہزار کے قریب ہو گئی تھی۔

دوسری طرف چنگیز خان نے ابھی تک اپنے لشکر کے ساتھ دریائے سندھ کنارے پڑاؤ کئے ہوئے تھا اور سلطان کی ان چھوٹی موٹی فتوحات اور کامیابی کی خبریں سن سن کر بڑا غضبناک اور جز بز ہو رہا تھا۔ آخر اس نے ایک بھاری لشکر سلطان کے تعاقب میں روانہ کیا اور اس لشکر کے کماندار کو حکم دیا کہ ہر حالت میں سلطان جلال الدین کو گرفتار کر کے اس کے سامنے پیش کرے۔

سلطان جلال الدین کے حالات ابھی تک چونکہ ناسازگار تھے۔ اور اس کے علاوہ ان کے پاس ایک چھوٹا سا لشکر تھا لہٰذا انہوں نے فیصلہ کیا کہ ان حالات میں اس جرار منگول لشکر کا مقابلہ نہ کیا جائے جو چنگیز خان نے ان کے تعاقب میں روانہ کیا ہے۔ اس لئے دریائے سندھ کے کنارے سے ہٹ کر سلطان جلال الدین نے دہلی کا رخ کیا تاکہ سلطان شمس الدین التمش سے جو اس وقت ہندوستان کا بادشاہ تھا منگولوں کے خلاف مدد طلب کی جائے۔ چنگیز خان کا بھیجا ہوا لشکر سلطان جلال الدین کے تعاقب میں شاہ پور تک آیا۔ لیکن جب اس نے دیکھا کہ سلطان بہت آگے نکل گیا ہے تو یہ منگول شاہ پور شہر کو لوٹ کر واپس لوٹے اور دریائے سندھ کو عبور کر کے دوبارہ چنگیز خان کے پاس پہنچ گئے تھے۔

○

ایک روز نظام الدین بھاگا بھاگا گھر میں داخل ہوا۔ وہ بڑا پریشان اور بدحواس تھا۔ طیان نے جب اسے اس حالت میں دیکھا تو وہ پریشان ہو گئی اور بکھری ہوئی آواز میں پوچھنے لگی۔ بابا کیا ہوا؟ آپ اس قدر پریشان اور بدحواس کیوں ہیں؟ اس پر نظام الدین کہنے لگا۔ سن میری بیٹی! میں انتہائی بدترین خبر لے کر آیا ہوں۔ نظام الدین کے ان الفاظ سے طیان کا چہرہ پیلا پڑ گیا تھا۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔ وہ کہنے لگی بابا خیر کی خبر سنانا۔ نظام الدین کہنے لگا۔ بیٹی! سندھ کے کنارے جلال الدین اور اورخان کو شکست ہوئی ہے۔ جو لوگ اس جنگ سے بچ کر اس طرف بھاگنے میں کامیاب ہوئے ہیں ان کا کہنا ہے کہ انہوں نے سلطان جلال الدین کو تو دریائے سندھ میں گھوڑے سمیت کودتے دیکھا لیکن اورخان کا کچھ پتہ نہیں چلا کہ وہ کہاں ہے۔ ان لوگوں کا یہ بھی کہنا تھا کہ سلطان جلال الدین دریائے سندھ کی طغیانی کو پار کر کے کامیابی سے دوسرے کنارے پر پہنچ گئے تھے۔ لیکن اورخان کے متعلق کوئی خبر نہیں۔

نظام الدین کے اس انکشاف پر طیان کی حالت کلی کلی کے دریدہ بدن' شجر شجر کے دکھتے بدن' نیندوں سے الجھی ویران شب' دل کی زخمی صداؤں اور اداس راہوں پر سر منزل لٹ جانے والے قافلوں جیسی ہو کر رہ گئی تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ اپنے آپ پر ضبط کرتی رہی پھر اس کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے تھے۔ اور وہ ہونٹ کاٹتے ہوئے نظام الدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

بابا آپ جانتے ہیں اورخان میری منزل ہیں' اورخان میرے جسم کا ایک حصہ ہے۔ ان کے بغیر میں جینے کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتی۔ بابا میں آج ہی یہاں سے نکل لوں گی اور اورخان کو تلاش کروں گی۔ اگر وہ منگولوں کی قید میں ہیں تو میں ہر حال میں انہیں چھڑاؤں گی۔ اگر وہ کہیں چھپے بیٹھے ہیں تب بھی میں انہیں تلاش کروں گی۔ بابا آپ جانتے ہیں کہ طیان اورخان کے بغیر ادھوری ہے۔ آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ طیان اورخان کے لئے ہی پیدا ہوئی اور اس کے لئے ہی جینے مرنے کا عزم کئے ہوئے ہے۔ بابا مجھے اورخان کو تلاش کرنے میں وقت پیش نہیں آئے گی۔ اگر میرا منگولوں کے ساتھ سامنا ہوتا ہے تو وہ مجھے جانتے ہیں کہ میں سودائی کی بیٹی ہوں اور اپنے کھیترا ونان کے قاتلوں کو تلاش کرتی پھر رہی ہوں لہٰذا کوئی مجھ سے تعارض نہیں کرے گا۔ بابا تم بھی میرے ساتھ چلو۔ اگر مسلمان علاقوں سے ہم گزریں گے تو ایک

مبلغ کی حیثیت سے آپ کو لوگ جانتے ہیں۔ مسلمان مجھے کوئی کچھ نہیں کہے گا اور منگولوں کا سامنا کرتے ہوئے میری وجہ سے آپ کو کوئی کچھ نہیں کہے گا۔ نظام الدین جواب میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ بیرونی دروازے پر دستک ہوئی۔ اس پر طیان نے سوالیہ سے انداز میں نظام الدین کو دیکھا اور پوچھا بابا اس وقت اس انداز میں کون شناسا دستک ہمارے گھر کے دروازے پر کون دے سکتا ہے۔ اس پر نظام الدین مڑا اور کہنے لگا تو یہیں کھڑی رہ بیٹی۔ میں دیکھتا ہوں کون ہے۔

نظام الدین نے جب آگے بڑھ کر دروازہ کھولا تو اس نے دیکھا کہ گھر کے دروازے پر پاسبانوں کا سپہ سالار کھڑا تھا۔ طیان نے بھی اس کی جھلک دیکھ لی تھی۔ لہٰذا وہ بھاگ کر دروازے پر آگئی تھی۔ بڑی خوش طبعی سے کہنے لگی میں آپ کو پہچان چکی ہوں۔ آپ اورخان کے ساتھی' رفیق اور پاسبانوں کے سپہ سالار ہیں۔ آپ یوں اجنبیوں کی طرح باہر کیوں کھڑے ہیں۔ اندر آئیے۔ میں آپ سے اورخان کے متعلق کچھ سننا پسند کروں گی۔ پاسبانوں کا سپہ سالار وہیں کھڑا رہا اور طیان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

طیان میری بہن! میں بیٹھوں گا نہیں بلکہ میں تمہاری تسلی و تشفی کے لئے اس سمت آیا ہوں۔ اورخان سے متعلق ہی تمہیں کچھ بتانا چاہتا ہوں۔ دیکھو میری بہن! دریائے سندھ کے کنارے ہمیں شکست ہوئی ہے۔ میں بڑی مشکل سے اپنے ساتھیوں کو لے کر اس سمت بھاگا ہوں۔ میرے پیچھے منگولوں کا ایک بڑا لشکر لگ گیا تھا۔ میں اسے چکمہ دے کر اصفہان شہر کی طرف آیا ہوں۔ وہ اب بھی مجھے تلاش کرتے پھر رہے ہوں گے۔ اور کسی بھی وقت وہ میرا پھر تعاقب کر سکتے ہیں۔ لہٰذا میں بیٹھوں گا نہیں۔ میری بہن! میں تمہیں بتا دوں کہ اورخان زندہ سلامت ہے اور وہ دریائے سندھ کو پار کرنے کے بعد دوسرے کنارے جلال الدین سے جا ملا ہے۔ تم اورخان کے بارے میں فکر مند مت ہو۔ مجھے امید ہے کہ وہ بہت جلد لوٹ کر اصفہان شہر میں تم سے ملے گا۔ بس میں یہی خبر تمہیں دینا چاہتا تھا۔ اب میں کوچ کروں گا اس لئے کہ منگول لشکر کسی بھی وقت دوبارہ میرا تعاقب شروع کر کے مجھے نقصان پہنچا سکتا ہے۔ لہٰذا میں جلدی میں ہوں اور تمہیں الوداع کہتا ہوں اور نظام الدین اور طیان

کہتے ہی دیکھتے پاسبانوں کا سپہ سالار اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور وہاں سے چلا گیا تھا۔ اس خبر پر طیان اور نظام الدین دونوں مطمئن ہو گئے تھے۔

پاسبانوں کا سپہ سالار اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا اصفہان شہر سے باہر اپنے لشکر کے ساتھ آملا تھا۔ پھر اس نے اپنے لشکر کو کوچ کا حکم دے دیا۔ اور اس کی سرکردگی میں اس کا لشکر شمال کی طرف اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑا رہا تھا۔

سہ پہر کے قریب ایک روز جب کہ پاسبانوں کا سپہ سالار مرو شہر کے پاس سے گزرنے کے بعد دریائے جیحوں کی طرف بڑی تیزی سے گزر رہا تھا ایک منگول لشکر اس کی راہ روک کھڑا ہوا۔ شاید یہ وہی لشکر تھا جو پاسبانوں کے سپہ سالار کے تعاقب میں لگا ہوا تھا۔ پاسبانوں کا سپہ سالار بغیر کسی توقف اور جھجک کے راہ روکنے والے اس منگول لشکر پر پت جھڑ کی رتوں' زندگی کی دشواریوں میں جوش مارتی شعلہ فشاں آگ' اور کرب کی فضاؤں میں اڑتی جانسوز کراہوں کی طرح حملہ آور ہوا۔ لمحوں کے اندر اس نے روکنے والے منگولوں کے لشکر کے ایک حصے کو کاٹ کر رکھ دیا اور پھر وہ دوبارہ اپنی منزل کی طرف بھاگ نکلا تھا۔ اتنی دیر تک پشت کی طرف سے تعاقب کرتا ہوا ایک منگول لشکر نمودار ہوا جس لشکر کو پاسبانوں کے سپہ سالار نے شکست دی تھی اسے اپنے ساتھ ملا کر تعاقب میں لگ گیا تھا۔

اب چونکہ تعاقب کرنے والے منگولوں کی تعداد پاسبانوں کے لشکر سے کئی گنا زیادہ ہو گئی تھی لہٰذا پاسبانوں کے سپہ سالار نے مڑ کے نہیں دیکھا اور نہ اس نے ان کا مقابلہ کرنا مناسب سمجھا کہ وہ بڑی تیزی سے دریائے جیحوں کے کنارے اپنے مستقر کی طرف بھاگتا رہا۔

منگول برابر پاسبانوں کے سپہ سالار کا تعاقب کرتے رہے اور وہ آگے آگے کوہستانی سلسلے میں بھاگتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ دریا کے کنارے ایک وسیع درے میں داخل ہو گیا۔ منگول اس کے پیچھے پیچھے جب تعاقب کرتے ہوئے اس درے کے نزدیک گئے تو تعاقب کرنے والے منگولوں کو اچانک رک جانا پڑا' اس لئے کہ کوہستانی

سلسلے کے اوپر سے ان پر تیر اندازی کی گئی تھی۔ جس کی وجہ سے منگول رک گئے انہوں نے اپنی ڈھالیں اپنے آگے کر لیں تاکہ کوہستانی سلسلے سے آنے والے تیروں سے بچ سکیں۔ تھوڑی دیر تک ایسا ہی سماں رہا تیر برستے رہے اور منگول ان تیروں کو اپنی ڈھالوں پر لیتے رہے۔ یہاں تک کہ تیر اندازی تھم گئی۔ اس کے بعد منگولوں نے دائیں بائیں آگے پیچھے نگاہ ڈالتے ہوئے اس درے میں داخل ہونا شروع کیا۔ اس درے میں داخل ہونے کے بعد منگولوں نے پورا کوہستانی سلسلہ اور درے کا حصہ چھان مارا لیکن انہیں پاسبانوں کا سپہ سالار یا اس کا کوئی لشکری کہیں بھی دکھائی نہ دیا۔ منگولوں کے دونوں سردار جو دو مختلف لشکروں کی کمانداری کرتے ہوئے پاسبانوں کے سپہ سالار کے پیچھے لگے تھے۔ تھوڑی دیر تک وہ خود بھی اپنے محافظ دستوں کے ساتھ اس کوہستانی سلسلے میں ادھر ادھر گھومتے رہے لیکن انہیں کچھ دکھائی نہ دیا۔ آخر دونوں سالار ایک جگہ جمع ہوئے اور ایک دوسرے کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ نقاب پوشوں پر مشتمل لشکر اور ان کا سالار ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے کوہستانی سلسلے میں داخل ہوئے پھر نہ جانے وہ کہاں غائب ہو گئے ہیں اور جن لوگوں نے تیر برسا کر ہمیں درے کے باہر تھوڑی دیر تک رک جانے پر مجبور کر دیا تھا ان کا بھی کہیں نام و نشان نہیں مل رہا۔ کیا ایسا تو نہیں کہ یہ انسانوں کے بجائے کوئی غول بیابانی تھا جو ہمیں اپنے تعاقب میں یہاں لے آیا ہے اور کسی سازش یا کسی جال میں پھانس کر مارنا چاہتا ہے۔ ہمارے سارے لشکری آس پاس کے سارے کوہستانی سلسلوں کو چھان آئے ہیں۔ لیکن کہیں بھی اس درے میں داخل ہونے والے نقاب پوشوں کا سراغ نہیں ملا۔ سامنے دریا ہے، اس کو وہ پار نہیں کر سکتے دوسری طرف درہ ہے اس سے ہم آئے ہیں۔ اور اس سمت بھی وہ جا نہیں سکتے۔ آخر وہ کہاں گئے۔ کیا وہ زمین میں سما گئے ہیں یا آسمان کی طرف صعود کر گئے ہیں۔ لگتا ہے یہ کوئی غول بیابانی ہے۔ جس کے تعاقب میں ہم آئے ہیں۔ میرا مشورہ ہے کہ ہم یہاں سے نکل چلیں۔ اسی میں ہماری بہتری اور بھلائی ہے۔

دوسرے منگول سردار نے تھوڑی دیر سنجیدگی سے اپنے ساتھی کی طرف دیکھا پھر وہ کہنے لگا میں تمہاری تجویز سے مکمل اتفاق کرتا ہوں۔ میرے خیال میں

ئع کئے بغیر اس کوہستانی سلسلے سے نکل جانا چاہئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ غول اس کوہستانی سلسلے میں ہمارے آگے آگے داخل ہونے کے بعد غائب ہو گیا پھر کہیں نمودار ہو کر کسی آتش فشاں اور کسی خونی طوفان کی طرح ہم پر ٹوٹ

اس کے بعد دونوں منگول سردار اپنے اپنے لشکر کو حرکت میں لائے اور اس سلسلے سے نکل کر واپس چنگیز خان کی طرف جا رہے تھے۔

○

سلطان جلال الدین اپنے لشکر کے ساتھ دہلی کے قریب پہنچ کر پڑاؤ کر گئے۔ انہوں نے اپنے ایک ساتھی عین الملک کو التتمش کے دربار میں اس غرض کے روانہ کیا کہ وہ تمام واقعات التتمش کے گوش گزار کر کے درخواست کرے کہ ہندوستان اپنی قلمرو کے کسی دور دراز کونے میں اسے تھوڑی سی جاگیر عطا کر شاید اس طرح وہ حالات کا رخ بدلنے میں کامیاب ہو جائے۔

لیکن چونکہ سلطان جلال الدین اپنی جنگی مہارت اپنی جراتمندی، شجاعت اور کی وجہ سے آس پاس کے سارے علاقوں میں ایک ہوا اور طوفان بنا ہوا تھا۔ لئے التتمش عجیب مخمصے میں پھنس گیا۔ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن، کئی دن تک الملک کی آمد کے بعد اراکین سلطنت کے ساتھ کھسر پھسر ہوتی رہی اور کسی نتیجے پہنچا جا سکا۔

چونکہ یہ ساری بست و کشاد عین الملک کے سامنے ہوتی رہی تھی اور سلطان نہیں چاہتا تھا کہ جو کچھ فیصلے رازدارانہ انداز میں کئے گئے ہیں ان واقعات کا علم لطان جلال الدین کو ہو۔ اس لئے اس نے عین الملک کو مروا دیا اور کہلا بھیجا کہ ل الدین کا قاصد ہیضے سے مر گیا ہے۔ اس کے علاوہ سلطان التتمش نے اظہار ال کرنے کے علاوہ سلطان جلال الدین کے لئے قیمتی تحائف اور رسد کا کافی ذخیرہ روانہ کیا۔

نیز سلطان التتمش نے یہ مشورہ پیش کیا کہ چونکہ ہندوستان کی آب و ہوا صحت

کے لئے چنداں سازگار نہیں رہتی اس لئے اندیشہ ہے کہ یہاں رہنے سے سلطان جلال الدین اور اس کے لشکر کی صحت پر بہت برا اثر پڑے گا۔ لیکن اس پر بھی اگر ارادہ بدلنے پر آمادہ نہ ہوں تو نواح دہلی میں زمین کا ایک ٹکڑا پیش کیا جاسکتا ہے۔

سلطان جلال الدین کو سلطان التمش کے قاصد کے ذریعے جب یہ پیغام ملا تو اس نے اندازہ لگا لیا کہ سلطان دہلی التمش اس کی آمد سے ناخوش ہے۔ اس لئے مزید قیام نہیں کرنا چاہئے۔ چنانچہ لشکر کو واپسی کا حکم دیا۔ دہلی سے کوچ کرنے تک سلطان کی کمان میں اس کے دس ہزار جانثار جمع ہو چکے تھے۔

دہلی کے نواح سے کوچ کرنے کے بعد سلطان جلال الدین اپنے دس ہزار لشکر کے ساتھ پھر دریائے سندھ کے شرقی کنارے سے ملحقہ علاقوں میں آیا۔ یہ علاقہ حکومت دہلی کی بالادستی سے آزاد ہونے کی وجہ سے چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹا ہوا تھا۔ اور مختلف راجے' مہاراجے اس پر حکومت کرتے تھے۔ جب سلطان جلال الدین ادھر واپس لوٹا تو مقصد یہ تھا کہ ان ریاستوں پر قابو پا کر یہیں ٹھہر جائے اور حالات کی درستی کا انتظار کرے۔

ان راجاؤں میں سے سب سے بڑے راجا کا نام رائے کوکا تھا۔ جب اسے پتہ چلا کہ سلطان ان علاقوں کو فتح کرنے کے ارادے سے چلا آرہا ہے تو سب سے پہلے اس نے سلطان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھا کر اظہار فرمانبرداری کیا۔ نیز اپنی حسین ترین لڑکی کو اس نے سلطان کے حرم میں داخل کر دیا اور اظہار اطاعت کے لئے اپنے بیٹے کو سلطان کی خدمت میں روانہ کیا۔ سلطان نے اسے خلعت شاہانہ سے سرفراز کر کے قتلغ خان کے خطاب سے نوازا۔

انہیں علاقوں میں قیام کے دوران سلطان جلال الدین کو اطلاع ملی کہ اس کے جرنیل اور ساتھی امین الملک کی بیٹی جو باپ کے قتل ہونے کے بعد بے یارو مددگار ہو گئی تھی' کسی نہ کسی طرح دریائے سندھ کو عبور کر کے اس سمت آگئی ہے اور سندھ کے حاکم ناصرالدین قباچہ کی تحویل میں ہے۔ یہ خبر ملتے ہی سلطان جلال الدین نے حاکم سندھ ناصرالدین قباچہ کو ایک قاصد کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ مذکورہ لڑکی کو فوراً اس کے پاس بھیج دیا جائے۔ حاکم سندھ قباچہ نے سلطان جلال الدین کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے لڑکی کو قیمتی تحائف کے ساتھ جن میں ایک جنگی ہاتھی بھی شامل تھا سلطان کی خدمت میں بھیج دیا۔ حاکم سندھ ناصرالدین قباچہ کے اس سلوک پر سلطان جلال الدین بے حد خوش ہوا۔

لیکن حاکم سندھ ناصرالدین قباچہ بڑی عیاری' بڑی فریب کاری سے کام لے رہا تھا۔ اس لئے کہ جہاں اس نے امین الملک کی بیٹی کو تحائف سے نواز کر سلطان کی خدمت میں روانہ کیا وہاں اس نے قطعاً" اس بات کا ذکر نہ کیا کہ سلطان کے دو نامور ساتھیوں شہاب الدین اور خرمیل نے اس کے ہاں پناہ لے رکھی ہے۔

جس وقت منگولوں سے بچتے ہوئے سلطان نے دریائے سندھ میں چھلانگ لگائی تھی تو شہاب الدین اور خرمیل بھی دریائے سندھ میں کود گئے تھے۔ لیکن وہ دریا کی لہروں سے لڑتے بچتے بہت آگے نکل گئے تھے۔ اور حاکم سندھ ناصرالدین قباچہ کے پاس پہنچ گئے تھے۔

ان دونوں میں سے شہاب الدین بڑا قابل آدمی تھا۔ اس لئے قباچہ اس کا بڑا احترام کرتا تھا۔ اور چونکہ قباچہ کو سلطان کے بچ نکلنے کی ابھی خبر نہیں ملی تھی اس لئے ایک ملاقات میں بے تکلفی میں ایک موقع پر اس نے شہاب الدین سے سلطان کے متعلق چند ایسی باتیں کہہ دیں جو حد درجہ قابل اعتراض تھیں۔

امین الملک کی لڑکی کے پہنچنے کے بعد سلطان کو خبر ہوئی کہ اس کے دونوں ساتھیوں شہاب الدین اور خرمیل نے بھی قباچہ کے پاس قیام کر رکھا ہے لہٰذا سلطان نے پھر ایک قاصد ناصرالدین قباچہ کی طرف بھیجا۔ قباچہ کو حکم دیا کہ بغیر کسی توقف کے اس کے دونوں جانثاروں کو اس کی طرف روانہ کر دیا جائے۔

جونہی ناصرالدین قباچہ کو یہ پیغام ملا اسے یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ اگر شہاب الدین نے سلطان کو وہ قابل اعتراض باتیں بتا دیں جو اس نے سلطان سے متعلق کی تھیں تو یقیناً" سلطان ناصرالدین قباچہ کو سزا دینے سے نہیں رکے گا۔ اس لئے کافی سوچ بچار کے بعد ناصرالدین قباچہ کے ذہن میں یہ شیطانی تجویز آگئی کہ کیوں نہ شہاب الدین کو ہلاک کر دیا جائے۔ اور اس کی ہلاکت پر وہ قابل اعتراض باتیں جو سلطان سے متعلق اس نے کی ہیں' سلطان تک نہ پہنچ سکیں گی۔ اس فیصلے کے بعد ناصرالدین

قباچہ نے شہاب الدین کو زہر دے دیا۔ چنانچہ شہاب الدین کا خاتمہ کرنے کے بعد ناصرالدین قباچہ نے خرمیل کو یہ پیغام دے کر سلطان جلال الدین کی طرف روانہ کیا کہ شہاب الدین اپنی طبعی موت سے انتقال کر گیا ہے۔

لیکن خرمیل کو ناصرالدین قباچہ کی کارستانی کا علم تھا اس لئے جب خرمیل سلطان جلال الدین کی خدمت میں حاضر ہوا تو قباچہ کی ساری کارستانی اور شہاب الدین کو زہر دے کر ہلاک کرنے کی سازش کے متعلق اس نے سلطان کو آگاہ کر دیا۔

اس کے علاوہ خرمیل نے سلطان جلال الدین کو یہ بھی بتایا کہ جب امین الملک کے قتل کے بعد اس کا بیٹا اور بیٹی دونوں بہن بھائی حوادث کے تھپیڑے کھاتے وارد سندھ ہوئے تھے تو امین الملک کے بیٹے قارن خان کے کان میں ایک قیمتی موتی جسے دیکھ کر ایک دھوبی کا جی للچایا تھا۔ اس دھوبی نے یتیم قارن خان کو قتل کر کے موتی حاکم سندھ ناصرالدین قباچہ کو بطور تحفہ پیش کیا۔

خرمیل نے سلطان جلال الدین پر یہ بھی انکشاف کیا کہ اس خدا ناترس قباچہ نے قاتل دھوبی کو سزا دینے کے بجائے الٹا اسے انعام و اکرام سے نوازا۔ قارن خان کے کان سے جو قیمتی موتی اس دھوبی نے قباچہ کو پیش کیا تھا وہ قباچہ نے تحفہ قبول کر لیا۔ سلطان جلال الدین نے جب یہ واقعہ سنا تو غصے سے کانپ اٹھا اور فیصلہ لیا کہ وہ حاکم سندھ قباچہ کے خلاف لشکر کشی کر کے اسے قرار واقعی سزا دے گا
دوسری طرف حاکم سندھ ناصر الدین قباچہ کو بھی سلطان کے ان ارادوں کا علم ہو تھا۔ لہٰذا وہ بھی سلطان کا مقابلہ کرنے کے لئے بڑی تیزی سے تیاریاں کرنے لگا تھا۔

سلطان جلال الدین نے جب ناصرالدین قباچہ کی طرف پیش قدمی کی ناصرالدین قباچہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ اپنے مرکزی شہر سے نکلا۔ وہ چاہتا تھا کہ ا مرکز سے دور ہی سلطان جلال الدین کو روک کر مقابلہ کرے۔ کھلے میدانوں میں دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے آئے تو ناصرالدین قباچہ نے دیکھا کہ سلطان جلال الدین کے ساتھ جو لشکر تھا اس کی تعداد اس لشکر سے کہیں کم تھی جو ناصرالدین قباچہ

کر آیا تھا۔ یہ بات ناصرالدین قباچہ کے لئے بہت حوصلہ افزا تھی۔ لہٰذا جوں ہی سلطان جلال الدین اپنے لشکر کے ساتھ سامنے آیا۔ ناصرالدین نے سلطان کو سنبھلنے نہ دیا شاید اپنے لشکر کی زیادتی سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ لہٰذا سلطان کو دیکھتے ہی وہ اس سناٹوں میں آہنی بیڑیوں کی جھنکار اور قہر جیسی خاموش ظلمت میں بے عکس بادلوں کی طرح ٹوٹتا ہوا حملہ آور ہو گیا تھا۔

سلطان نے پہلے کی طرح اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ ایک حصہ اس نے اپنے پاس رکھا، دوسرا اورخان کی سرکردگی میں دے رکھا تھا۔ دونوں نے بڑی جراتمندی، بڑی مہارت سے ناصرالدین قباچہ کے اس حملے کو روکا اور اس حملے کو روکنے کے بعد جب سلطان اور اورخان عزم راسخ کو عہد محکم اور عظیم اعتماد نزع کے وقت کی طرح یلغار کرتے ہوئے ناصرالدین قباچہ اور اس کے لشکریوں پر لہراتے شعلوں، بارش انگاروں اور آگ بن کر جھلساتے پانی کی طرح حملہ آور ہوئے ناصرالدین قباچہ کے لشکر کی اگلی صفوں کی حالت اشکوں کے جزیروں میں یادوں کے پاؤں، دشت عقوبت میں خوابوں کی شام جیسی ہونا شروع ہو گئی تھی۔

ناصرالدین قباچہ نے جب دیکھا کہ اس کی اگلی صفیں سلطان کے حملے سے درہم برہم ہونا شروع ہو گئی ہیں تو اس نے چلا چلا کر پکارتے ہوئے اپنے لشکروں کو حوصلہ بلند رکھتے ہوئے سلطان پر حملہ آور ہونے کا حکم دیا۔ لیکن دوسری طرف سلطان جلال الدین اور اورخان نے بھی اپنے حملوں میں ایسی تیزی پیدا کر دی تھی کہ وہ ناصرالدین قباچہ کے لشکر کے سامنے اور دائیں بائیں حصوں پر خوابوں کو مسمار کر دینے والی پت جھڑ کی رتوں اور لہراتی تاریکی میں زہریلی آوازوں کی طرح اپنا راستہ بناتے ہوئے آگے بڑھنے لگے تھے۔ اور ناصرالدین قباچہ کا جو بھی لشکری ان کے سامنے آتا موت کے گھاٹ اتارتے چلے گئے تھے۔ اس طرح ناصرالدین قباچہ کا لشکر مزید درہمی برہمی کا شکار ہو کر رہ گیا تھا۔ اپنے ان تیز حملوں سے جلال الدین اور اورخان نے ایک طرح سے ناصرالدین قباچہ کے لشکروں کی آنکھوں سے منزل کا غبار اور پاؤں سے امیدوں کے سراب تک اتار کر رکھ دیئے تھے۔ اور قباچہ کا ہر لشکری کچھ اس طرح سلطان کے لشکریوں کے ساتھ ٹکرانے سے بچ رہا تھا جس طرح کوئی قیدی، کوئی اسیر قسمت کے

پیالوں کے زہر اور نہ تیغ ہوتی تدبیروں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ اپنے تیز اور لیوا حملوں سے سلطان جلال الدین اور اورخان نے ناصرالدین قباچہ کا سارا دم خم دیا تھا۔ تھوڑی دیر مزید جب جنگ جاری رہی تو ناصرالدین قباچہ کو بدترین شکست اور وہ میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ ناصرالدین قباچہ کی اس شکست سے جلال الدین کے خوراک اور ہتھیاروں کے ذخیرے میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔

حاکم سندھ ناصرالدین قباچہ کو شکست دینے کے بعد سلطان نے ... کیا جہاں قباچہ کا بیٹا حکمران تھا۔ اور اپنے باپ کے ساتھ بغاوت کرنے ... خودمختار بن بیٹھا تھا۔ اور اکثر اس کی اپنے باپ کے ساتھ جنگیں ہوتی رہتی قباچہ کے اس بیٹے کو جب سلطان کے ان ارادوں کا علم ہوا تو سلطان کی خدمت تحائف روانہ کر کے اس نے اظہار اطاعت کیا۔ اور اپنے مرکزی شہر میں ایک فخرالدین سالاری کو اپنا جانشین مقرر کر کے خود خوف و ڈر کے مارے ہندوستان تھا۔

جب سلطان جلال الدین اپنے لشکر کے ساتھ نہاودر شہر پہنچا تو فخرالدین نے بڑے احترام کے ساتھ سلطان کو خوش آمدید کہا۔ سلطان نے فخرالدین یا شہر سے کوئی تعارض نہیں کیا۔ اس لئے کہ فخرالدین نے سلطان کی اطاعت قبول تھی۔ سلطان نے چند یوم تک اس کے شہر میں قیام کیا۔ اس کے بعد سلطان شہر کا رخ کیا۔ اوچ شہر کے لوگوں نے سلطان جلال الدین کی اطاعت قبول کر انکار کر دیا۔ اور وہ سلطان کا مقابلہ کرنے کے لئے قلعہ بند ہو گئے تھے۔

یہ صورتحال دیکھتے ہوئے سلطان نے اوچ شہر کا محاصرہ کرنے کا حکم د شہر کے اندر جو محصور لشکر تھا۔ اس نے جب اندازہ لگایا کہ اگر محاصرہ مزید تک جاری رہا تو سلطان ہر صورت میں اوچ شہر کو فتح کر لیں گے۔ لہٰذا شہر کے لوگ شہر سے نکل کر سلطان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ معافی مانگی اور درخواست کی۔ سلطان نے ان کی درخواست قبول کر لی اور ان سے بھی کوئی نہ کیا۔ اوچ سے نکل کر سلطان نے خانسر شہر کا رخ کیا۔ وہاں ہندوستان کے التمش کا ایک سالار ایک کافی بڑا لشکر لے کر پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔ خانسر شہر

سلطان جلال الدین جب اس لشکر کے قریب پہنچا تو سلطان کے مخبروں نے اطلاع سلطان التمش جلال الدین سے جنگ کرنے اور اسے ہندوستان سے نکالنے کے لئے ایک لاکھ پیادہ، تیس ہزار سوار اور تین سو جنگی ہاتھی لے کر بڑی تیزی سے خانسر کی طرف بڑھ رہا ہے۔ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے سلطان نے بھی خانسر شہر کے باہر لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا۔

سلطان التمش نہیں چاہتا تھا کہ سلطان جلال الدین ہندوستان میں رہے۔ اس لئے کہ اس طرح اس کی اپنی حکومت ڈانوا ڈول ہو جانے کا خطرہ تھا۔ اسی لئے وہ جلال الدین کو ہندوستان سے نکالنے کے لئے ہر حربہ اختیار کرنے کو تیار تھا۔ اتنے بڑے لشکر کو لے کر دہلی کا بادشاہ التمش سلطان جلال الدین کے مختصر سے لشکر کے سامنے آیا اس وقت ہندوستانی سپاہیوں کے حوصلے بڑے بلند تھے کہ وہ سلطان جلال الدین کے چھوٹے لشکر کو بہت جلد مار بھگائیں گے۔ پہلے دن سلطان التمش نے سلطان جلال الدین کی قوت کا اندازہ لگانے کے لئے صرف اپنے ہراول دستوں کو جنگ کی ابتدا کرنے کا حکم دیا۔ دوسری طرف جلال الدین نے بھی اپنے لشکر کا ایک حصہ علیحدہ کر کے اسے ہراول کا نام دیا اور اورخان کو اس کا کماندار بناتے ہوئے سلطان التمش کے ہراول دستوں سے ٹکرانے کا حکم دیا۔

اورخان اس جوش، اس جذبے، اس وحشت کے ساتھ سلطان التمش کے ہراول دستوں پر حملہ آور ہوا کہ سلطان التمش کے ہراول دستوں کے اس نے سارے کس بل نکال کر رکھ دیئے تھے۔ گو سلطان التمش کے ہراول دستوں کی تعداد اس لشکر سے کئی گنا زیادہ تھی۔ جو جلال الدین نے اورخان کی سرکردگی میں دیا تھا۔ لیکن پہلے دن کی جنگ کا کوئی فیصلہ نہ ہوا بلکہ سلطان التمش کے ہراول دستے کے بہت زیادہ لوگ مارے گئے تھے۔

اپنے ہراول دستوں کی ناکامی پر سلطان التمش نے اندازہ لگا لیا تھا کہ جلال الدین کو شکست دے کر ہندوستان سے نکالنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ ہر چند التمش کی کمان میں بہت بڑا لشکر تھا اور مقابلتاً سلطان کا پہلو دبتا تھا لیکن ہراول دستوں کی جنگ کے نتائج کو دیکھتے ہوئے اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ سلطان جلال الدین

سے ٹکراتے ہوئے مزید خونریزی نہیں کرے گا۔

چنانچہ التمش نے اپنے کچھ سرکردہ لوگ سلطان کے صلح کی گفتگو کرنے کے لئے روانہ کئے۔ اس کے علاوہ سلطان جلال الدین کے ساتھ تعلقات کو مزید بہتر اور کرنے کے لئے سلطان التمش نے اپنی بیٹی کا نکاح سلطان جلال الدین کے ساتھ کی پیش کش کی۔ بہرحال یہ صلح و صفائی کی گفت و شنید کامیاب رہی۔ سلطان نے اپنی بیٹی کا نکاح سلطان جلال الدین سے کر دیا اور اس کے بعد وہ اپنے کر دہلی روانہ ہو گیا تھا۔ سلطان جلال الدین نے بھی اندازہ لگا لیا تھا کہ سلطان نہیں چاہتا کہ وہ ہندوستان میں مزید قیام کرے۔ لہٰذا اس نے بھی ہندوستان کر واپس اپنی سرزمینوں کی طرف جانے کا تہیہ کر لیا تھا۔ یہ فیصلہ کرنے کے سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ خانسر شہر سے کوچ کیا اور دریائے سندھ کے کناروں کی طرف بڑی تیزی سے بڑھا تھا۔

○

کئی ہفتوں تک چنگیزخان نے دریائے سندھ کے غربی کنارے پر اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کئے رکھا۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ سلطان جلال الدین اب اس کے بس کا نہیں رہا تو اسے بڑا دکھ اور افسوس ہوا۔ اس لئے کہ اسے خطرہ اور خدشہ تھا کہ یہ آنے والے دور میں ضرور منگولوں کے لئے تباہی کا باعث بنے گا۔ دریائے سندھ کے غربی کنارے پر قیام کے دوران شاید چنگیزخان، سلطان جلال الدین کے خلاف کوئی اور قدم اٹھاتا، اس دوران اس کے جاسوسوں نے یہ اطلاع دی کہ صحرائے گوبی کے کنارے منگولوں کے مرکزی شہر قراقرم میں کچھ منگول سردار بغاوت اور سرکشی پر آمادہ ہو گئے ہیں۔

چنگیزخان کے لئے یہ صورتحال بڑی تکلیف دہ تھی۔ لہٰذا وہ بڑی تیزی سے دریائے سندھ کے کنارے سے کوچ کر گیا اور اپنے مرکزی شہر قراقرم کی طرف بڑھا۔ دریائے سندھ تک مسلمانوں کا جس قدر علاقہ چنگیزخان نے فتح کیا تھا وہ سارا اس نے اپنے بڑے بیٹے چغتائی کی تحویل میں دیا۔ اپنے ایک سردار قراچار برلاس کو اس کا نائب مقرر کیا۔ چنگیزخان اپنے ساتھ مختصر سا لشکر لے کر واپس گیا تھا۔ سارے لشکر کو اس نے چغتائی کے پاس چھوڑا اور ان سارے لشکروں کا سپہ سالار چنگیزخان نے اپنے ایک جرنیل چارمغان کو بنایا تھا۔ اس کے بعد چنگیزخان بڑی تیزی سے اپنے مرکزی شہر کی طرف لوٹا۔

واپس جاتے ہوئے چنگیزخان جب بخارا پہنچا تو حکم دیا کہ مسلمانوں میں جو شخص سب سے زیادہ صاحب علم اپنے مذہب سے واقفیت رکھنے والا ہو، اسے میرے سامنے لایا جائے تاکہ میں اس سے اسلام سے متعلق حقیقت اور ماہیت معلوم کروں۔

ممالک اسلامیہ میں سات سال کی خوں ریزی اور کشت و خون سے چنگیزخان کو

یہ محسوس ہو گیا تھا کہ اگرچہ مسلمان اس وقت کمزور ہو گئے ہیں مگر اسلام فی نفسہ کوئی معمولی مذہب نہیں۔ وہ ایک عظیم الشان نظام اور اعلیٰ ترین اخلاقی تعلیمات کا مجموعہ ہے۔ چنانچہ اس کے حکم کی تعمیل میں بخارا کے قاضی اشرف الدین اور ایک اور جید عالم کو چنگیزخان کے سامنے پیش کیا گیا۔

جب یہ دونوں عالم چنگیزخان کے سامنے آئے تو چنگیزخان نے ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے اسلام سے متعلق تفصیل دریافت کی۔ اس پر ان دونوں علماء نے سب سے پہلے چنگیزخان کے سامنے خداوند قدوس کی توحید کا عقیدہ پیش کیا جواب میں چنگیزخان کہنے لگا کہ میں اس عقیدے کو تسلیم کرتا ہوں۔

اس کے بعد انہوں نے چنگیزخان کے سامنے رسالت کا عقیدہ پیش کیا چنگیزخان نے کہا میں اس بات کو بھی قبول کرتا ہوں کہ خدائے تعالیٰ اپنے بندوں ہدایت کے لئے اپنے ایلچی اور پیغمبر بھیجا کرتا ہے۔

اس کے بعد دونوں علماء نے چنگیزخان کے سامنے نماز و روزہ کے لازمی ہونے حال بیان کیا۔ چنگیزخان نے کہا کہ اوقات معینہ میں خدا تعالیٰ کی عبادت بجا لانا گیارہ مہینے کے بعد ایک ماہ کے روزے رکھنا بھی بڑی معقول بات ہے۔

اس کے بعد ان دونوں بخارا کے علماء نے چنگیزخان کے سامنے حج بیت اللہ فرض ہونے کا حال بیان کیا۔ چنگیزخان نے کہا اس کی ضرورت میں تسلیم نہیں کر چنگیزخان کے اس جواب کے بعد قاضی اشرف الدین نے چنگیزخان کی نسبت اپنا خیال ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ وہ مسلمان ہو چکا ہے۔ لیکن قاضی اشرف الدین کے دوسرے ساتھی عالم نے کہا چونکہ اس نے حج بیت اللہ کا انکار کیا ہے اس لئے وہ مسلمان نہیں ہوا۔

بخارا سے نکل کر چنگیزخان سمرقند پہنچا۔ وہاں کے مسلمانوں پر اس نے مہربانیاں کیں۔ توجہ کا مقام ہے کہ سات برس کے بعد جو فاتح بہت سے اسلامی کو فتح کر کے اور لاکھوں مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہا کر اپنے وطن کو واپس لوٹ تھا وہ اپنے عقیدے کو اسلام کا ماتحت بنا کر جا رہا تھا۔ اور اگر وہ مادی طور پر فاتح تھا مذہبا" مفتوح اور مغلوب ہو کر جا رہا تھا۔ چنگیزخان جب اپنے مسکن کے قریب

کے چھوٹے بیٹے تولائی کے دونوں بیٹے قبلائی خان اور ہلاکو خان جو دس سال اور کی عمر کے تھے۔ چنگیزخان کے استقبال کے لئے آئے اور راستے میں انہوں نے خرگوش اور ایک ہرن کا شکار کیا۔ یہ ان لڑکوں کا پہلا شکار تھا۔ لہٰذا چنگیزخان اس خوشی میں ایک جشن ترتیب دیا اور بہت بڑی ضیافت اہل لشکر کو دی۔ بہرحال خان اپنے مرکزی شہر قراقرم پہنچا اور جن سرداروں نے اس کی غیر موجودگی میں اور سرکشی کرنے کی کوشش کی تھی انہیں چنگیزخان نے قتل کروا دیا تھا۔

جوچی اپنے ماتحت کام کرنے والے لشکر کو لے کر چنگیزخان کی اجازت سے کی سمت چلا گیا تھا۔ دریائے وولگا اور روس کو اپنے زیر نگین کرنے کے بعد طرح سے اس نے وہاں اپنی حکومت قائم کر لی تھی۔ چنگیزخان نے بھی کچھ عرصہ مسکن میں آرام کیا۔ اس کے بعد اس نے دو مہموں کا انتخاب کیا۔ پہلی مہم تبت انتہائی جنگجو اور وحشی قبائل ہیا کے خلاف تھی اور دوسری جنوبی چین کے سنگ ن کے خلاف۔ جس وقت چنگیزخان سنگ خاندان کے خلاف مصروف پیکار تھا۔ مغرب میں اپنے بیٹے جوچی کے مرنے کی اطلاع ملی۔ بہرحال چنگیزخان نے اپنی باری رکھی۔ سنگ خاندان کو مغلوب کرنے کے بعد اس نے تبت کے وحشی ہیا کو بھی مغلوں کا زیر نگیں کر دیا اسی مہم کے دوران چنگیزخان اپنی طبعی موت مر مرنے سے پہلے اس نے اپنے بیٹے اغدائی کو اپنا جانشین مقرر کیا اور سب سے بیٹے تولائی کو اس کی افواج کا سپہ سالار اعلیٰ مقرر کیا۔ چنگیزخان کا بڑا بیٹا جوچی اس کی زندگی ہی میں مر گیا تھا لہٰذا جو علاقے جوچی کے زیر نگیں تھے ان کا جوچی کے بیٹے باتو کو تسلیم کر لیا گیا۔ جب کہ مسلمانوں کے جو علاقے چنگیزخان کئے تھے ان پر پہلے ہی وہ اپنے بیٹے چغتائی کو حکمران مقرر کر چکا تھا۔ چنگیزخان ت کے بعد اس کی لاش منگولوں کے مرکزی شہر قراقرم لائی گئی اور وہاں ایک درخت کے نیچے دفن کر دی گئی۔ اس جگہ کا انتخاب چنگیزخان نے خود اپنی زندگی کیا تھا۔

○

سلطان جلال الدین نے ہندوستان میں کم و بیش دو برس بسر کئے لیکن یہاں بھی

اسے اطمینان سے بیٹھنا نصیب نہ ہو سکا۔ ہر چند سلطان التمش نے اپنی لڑکی جلال الدین سے بیاہ دی تھی لیکن التمش نہیں چاہتا تھا کہ اس کے قرب و جوار ٹھہر کر جلال الدین اپنی حالت درست کرے۔ اسے خطرہ تھا کہ جلال الدین اپنی کہیں غلبہ حاصل کر کے ہندوستان کے تخت و تاج سے ہی اسے محروم نہ کر دے

ان سب باتوں سے سلطان بہت بد دل تھا۔ اسی اثناء میں جب وہ [...] کے شرقی کنارے پہنچا تو اطلاع ملی کہ چنگیزخان واپس صحرائے گوبی کی طرف ہے۔ اور اپنے مرکزی شہر کی طرف جانے کے بعد اس نے مسلمانوں کے مفتوحہ پر اپنے بیٹے چغتائی کو حاکم مقرر کیا ہے۔ جب کہ اپنے ایک سردار قراچار برلا امیر الامراء اور چارمغان کو مسلمان علاقوں میں سارے منگول لشکروں کا سر مقرر کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ سلطان کو دوسری اطلاع یہ ملی کہ سلطان کے چھوٹے بھائی الدین نے اعراق میں چنگیزخان کے جانے کے بعد اپنے قدم جما لئے ہیں۔ اور الدین کی سپاہ کی بھی دلی خواہش ہے کہ اگر سلطان ہندوستان سے واپس آکر کمان خود سنبھال لیں تو ممکن ہے کہ بگڑی ہوئی حالت کسی قدر سدھر جائے۔

اس کے علاوہ سلطان کو تیسری اطلاع یہ ملی کہ سلطان کے باپ علاؤالد ایک حاجب براق نے جواشیر شہر کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ یہ شہر سلطان کے بھائی الدین کی عملداری میں شامل تھا۔ سلطان علاؤالدین کے حاجب براق نے اپنے بادشاہ کے وارثوں ہی کے خلاف بغاوت اور سرکشی کھڑی کر دی تھی۔

یہ تین اطلاعات ملنے کے بعد سلطان ہندوستان سے نکل کر کرمان کے عراق کو روانہ ہوا۔ جس وقت وہ مکران کے مقام پر سفر کر رہا تھا تو آب و ناسازگاری کی وجہ سے سلطان جلال الدین کے بہت سے لشکری مر گئے۔ بہرحال کے راستے سلطان عراق کے شہر جواشیر کے قریب جب پہنچا تو پتہ چلا کہ جوا محاصرہ براق نے کر رکھا ہے اور جواشیر شہر کا حاکم جو سلطان جلال الدین غیاث الدین کا وفادار ہے وہ محصور ہو کر براق کا مقابلہ کر رہا ہے۔ یہ براق اعتبار اور منافق انسان تھا۔ سلطان جب اپنے بچے کھچے لشکر کے ساتھ جواشیر

لوگوں نے سلطان کے گوش گزار براق کی منافقانہ کارستانیاں کیں تو سلطان نے چاہا کہ براق کو گرفتار کر کے اسے قرار واقعی سزا دی جائے لیکن سلطان کے کچھ ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ اس طرح لوگ ہماری طرف سے بدگمان ہو جائیں گے۔ لہٰذا براق کے سلسلے میں درگزر سے کام لیا جائے۔

اس طرح اپنے ساتھیوں کے کہنے پر سلطان اپنے ارادے سے باز رہا۔ اور براق سے کوئی تعارض نہ کیا حالانکہ لوگوں نے بار بار سلطان جلال الدین سے کہا کہ براق میں خاص طور پر جواشیر شہر میں براق اپنی حکومت قائم کرنا چاہتا ہے۔ تاہم جب سلطان نے اسے معاف کر دیا تو براق نے جواشیر کا محاصرہ اٹھا لیا اور سلطان کی خدمت حاضر ہو کر اظہار فرمانبرداری کر دیا۔ یہ سارا علاقہ سلطان علاؤالدین کے بیٹے غیاث الدین کو چونکہ بطور جاگیر دیا گیا تھا اور براق کا اپنے ولی نعمت کے بیٹے کے ساتھ اٹھ لڑا ہونا ناقابل معافی جرم تھا۔ جب سلطان کے سامنے پیش ہوا تو سلطان کے بگڑے ہوئے تیور دیکھ کر براق کو اپنی گستاخی کا احساس ہو گیا۔ چنانچہ اس نے سلطان کو خوش کرنے کے لئے اپنی لڑکی سلطان کی زوجیت میں دے دی۔ سلطان پہلے ہی اپنے ساتھیوں کے کہنے پر براق کے سلسلے میں نرم پڑ گیا تھا۔ اب اس رشتے کی وجہ سے براق کے سلسلے میں وہ مزید ڈھیلا ہو گیا تھا۔

سلطان جلال الدین اپنے مختصر سے لشکر کے ساتھ جواشیر شہر میں داخل ہوا۔ کچھ دن اس نے شہر میں قیام کر کے آرام کیا اس دوران لوگوں نے پھر سلطان کو یہ خبریں پہنچائیں کہ براق مخلص نہیں ہے اور وہ ہر صورت میں جواشیر شہر کی حکومت حاصل کرنے پر تلا ہوا ہے۔ یہ ساری خبریں سننے کے بعد سلطان جلال الدین براق سے کس قدر بدظن ہو گیا تھا۔ اسی دوران سلطان نے چند سرداروں اور امراء کی معیت میں شکار کا ارادہ کیا اور براق کو بھی ساتھ چلنے کو کہا لیکن وہ چونکہ ساتھ دینے پر رضا مند نہ تھا۔ اس لئے یہ بہانہ کر کے کہ اس کے پاؤں میں درد ہے وہ ٹال گیا جب کہ سلطان اورخان اور اپنے دوسرے ساتھیوں کو لے کر شکار کے لئے نکل گئے تھے۔

شکار کے دوران جواشیر شہر کے کچھ امراء نے سلطان کو پھر آگاہ کیا کہ وہ براق کے سلسلے میں [...] ہیں اس لئے کہ براق کسی بھی بہانے کسی مناسب وقت پر جواشیر

شہر پر قبضہ کر کے سلطان کے خلاف بغاوت کر سکتا ہے۔ سلطان نے جب ان امرا
خبروں کی تصدیق کے لئے شکار گاہ سے ایک قاصد براق کی طرف روانہ کیا۔ اور ا
کو کہلا بھیجا کہ سلطان عراق کی مہم کے سلسلے میں براق سے مشورہ کرنا چاہتے ہ
لہٰذا براق فوراً" شکار گاہ پہنچے۔

براق نے پھر وہی بات دہرائی اور حاضر نہ ہو سکنے کی معذرت چاہی نیز
گزارش کی کہ چونکہ جواشیر کی آب و ہوا سلطان کو راس نہیں آئے گی۔ اور ا
جگہ ایسی نہیں کہ سلطان اسے انتخاب کا شرف بخشیں اس لئے سلطان کے
مناسب یہی ہے کہ وہ فوراً" آگے کو روانہ ہو جائیں۔ رہ گیا جواشیر تو التماس ہے
خاکسار سلطان کی طرف سے اس شہر میں نیابت کے فرائض انجام دیتا رہے گا
سلطان کو معلوم ہے کہ مجھ سے زیادہ قابل اعتبار اور وفادار اور کون ہو سکتا ہے۔

سلطان کا قاصد جب براق کا یہ پیغام لے کر چلا گیا تو جواشیر شہر کے اندر سل
جلال الدین کا جو مختصر لشکر تھا اسے براق نے حکم دیا کہ وہ فی الفور شہر سے نکل جا
ورنہ ان کا قتل عام کر دیا جائے گا۔ لہٰذا سلطان جلال الدین اور اورخان کی غیر مو
میں ان کے لشکری شہر سے نکل گئے۔ اس کے بعد براق نے شہر کے دروازے بند
لئے اور محصور ہو گیا۔ یہ ایک طرح سے سلطان جلال الدین کے خلاف بغاوت
سرکشی کا اعلان تھا۔

براق کی اس بغاوت اور سرکشی پر سلطان سوائے خاموشی کے اور کچھ
کر سکتا تھا اس لئے کہ مکران میں ان کے لشکر کا خاصہ بڑا حصہ موسم کی سختی
برداشت نہ کرتے ہوئے مارا گیا تھا۔ ان کے ساتھ مختصر سا ایک لشکر تھا لہٰذا وہ
کے خلاف جنگ کی طرح نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔ مجبوراً" سلطان نے رخت سفر باندھا
شیراز کو جہاں ان دنوں سعد بن زنگی کی حکومت تھی' روانہ ہو گیا۔

سلطان اپنے لشکر کے ساتھ جب شیراز شہر کے قریب پہنچا تو شیراز شہر کے
سعد بن زنگی نے اپنے بیٹے سلغور شاہ کو پانچ سو سپاہی دے کر جن میں امرائے
اور سالاران لشکر بھی شامل تھے۔ سلطان کی پیشوائی کے لئے روانہ کیا۔ اور اپنے
آنے کا یہ عذر پیش کیا کہ کچھ عرصہ پیشتر اس نے ایک موقع پر قسم کھائی تھی کہ

ہ کسی کے استقبال کے لئے نہیں جائے گا۔ وہ مجبور ہے۔ اور سلطان کے اخلاق
انہ سے امید ہے کہ وہ اس معذرت کو قبول کریں گے۔

سلطان شیراز کے حاکم سعد بن زنگی کے بیٹے سلغور شاہ سے بڑی شفقت اور
ے پیش آیا اور اسے فرزند خان کا خطاب عطا کیا۔ جب سلطان نے شیراز شہر
باہر اپنے چھوٹے سے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا تو شہر کے حاکم سعد بن زنگی نے بیش
تحائف کے علاوہ اس کے لئے رسد کا مناسب انتظام کیا۔ اور صلح کے ایک
ے پر دستخط کرنے کے علاوہ سعد بن زنگی نے اپنی لڑکی سلغوری خاتون کو سلطان
حرم میں داخل کر دیا تھا۔

شیراز میں چند روز قیام کرنے کے بعد سلطان نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ
ہان کا رخ کیا۔ شہر سے باہر سلطان نے پڑاؤ کیا۔ جس وقت سلطان کے لشکر کے
نصب کئے جا چکے تو سلطان نے اپنے خیمے میں اورخان کو طلب کیا۔ اورخان جب
ان کے خیمے میں داخل ہوا تو سلطان نے اورخان کو اپنے سامنے بٹھایا۔ پھر سلطان
اورخان کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

اورخان میرے بھائی' میرے عزیز! میں آج تمہارے ساتھ ایک انتہائی اہم
رع پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ اورخان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اگر ایسا معاملہ ہے تو
کیا میں آپ کو منع کرتا ہوں۔ سلطان جلال الدین مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔
خان میرے بھائی! تجھے اپنے ساتھ یوں اکیلے بھٹکتے ہوئے میں نہیں دیکھ سکتا۔ میں
ہوں کہ تم اور سوبدائی کی لڑکی طیان ایک دوسرے کو پسند کرتے ہو۔ میں نے
اس لئے بلایا ہے کہ تم ابھی اور اسی وقت میرے ساتھ اصفہان شہر چلو وہاں
طیان سے بات کروں گا۔ میں چاہتا ہوں کہ آج ہی شام سے پہلے پہلے تمہاری اور
شادی کا اہتمام کروں۔ سلطان کے اس انکشاف پر اورخان عجیب سے انداز
سلطان کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ اس پر سلطان نے مسکراتے ہوئے پھر پوچھا اورخان
یا کرنے پر تمہیں کوئی اعتراض ہے۔

اورخان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ سلطان محترم! مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔
نا جلال الدین اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا اگر ایسا ہے تو چلو میرے ساتھ شہر۔ میں

اس معاملے کو فی الفور نپٹانا چاہتا ہوں۔ اورخان چپ چاپ اٹھ کھڑا ہوا۔ اور دونوں خیمے سے باہر آکر اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ پھر وہ گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے اصفہان شہر میں داخل ہو گئے تھے۔

○

نظام الدین کے مکان کے سامنے اورخان نے اپنے گھوڑے کو روکا۔ سلطان بھی اپنے گھوڑے سے اتر گئے تھے۔ اورخان نے آگے بڑھ کر دروازے پر دستک دی۔ تھوڑی دیر تک دونوں انتظار کرتے رہے۔ جب اس دستک کے جواب میں کسی نے دروازہ نہ کھولا تو اورخان پھر آگے بڑھا اور دروازے پر دوبارہ دستک دی۔ اس دفعہ اورخان نے تین چار بار دروازے پر دستک دی لیکن پھر بھی کسی نے دروازہ نہ کھولا۔ اورخان کو فکرمندی ہوئی۔

اورخان کو فکرمندی سے اپنی طرف دیکھتے ہوئے سلطان نے کسی قدر پریشانی سے اورخان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ اورخان میرے بھائی کہیں ایسا تو نہیں نظام الدین اور طیان کہیں اور چلے گئے ہوں۔ کیا اس مکان کے علاوہ نظام الدین کا کہیں اور بھی ٹھکانہ ہے۔ اس پر اورخان بولا۔ سلطان محترم! نظام الدین کا اصل گھر مرو شہر میں تھا جو منگولوں کے ہاتھوں برباد ہو گیا۔ یہ مکان جس کے دروازے پر دستک دے رہے ہیں یہ اسے اصفہان کے کسی رئیس نے اس کی دینی خدمات کے صلے میں دیا تھا اور یہیں اس نے قیام کر رکھا تھا۔ میرے خیال میں اس کے علاوہ اس کا کہیں اور ٹھکانہ نہیں ہے۔

اورخان مزید کچھ نہ کہہ پایا اس لئے کہ ساتھ والے مکان کا دروازہ کھلا اور ایک بوڑھا جس کی داڑھی اور سر کے بال چاندی ہو رہے تھے' نکلا آہستہ آہستہ سلطان جلال الدین اور اورخان کے پاس آیا۔ تھوڑی دیر تک بڑے غور سے اورخان کو دیکھتا رہا پھر وہ مدھم سی آواز میں شفقت آمیز لہجے میں کہنے لگا۔

بیٹے! اگر میں غلطی پر نہیں تو تمہارا نام اورخان ہے' اس لئے کہ تم ایک بار اس مکان میں آ چکے ہو۔ اس کے علاوہ نظام اور طیان تمہیں بڑا یاد کیا کرتے تھے

تمہاری سلامتی اور تمہاری واپسی سے متعلق فکر مند تھے۔ قبل اس کے کہ اورخان اس بوڑھے سے کچھ پوچھتا سلطان جلال الدین پہلے ہی بول پڑا۔ اور اس بوڑھے کو مخاطب کر کے پوچھنے لگا۔

میرے بزرگ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ نظام الدین اور طیان کہاں چلے گئے ہیں۔

اس بوڑھے کی گردن جھک گئی۔ پھر اس نے باری باری سلطان جلال الدین اور اورخان کی طرف بڑے دکھ سے دیکھا۔ اورخان بہت فکر مند ہو رہا تھا۔ اس نے کہا آپ خاموش کیوں ہیں؟ ان کے ساتھ کیا کوئی حادثہ پیش آگیا ہے؟ اس پر وہ کہنے لگا۔ اورخان تمہارا اندازہ درست ہے۔ نظام الدین ایک انتہائی نیک' ایک اچھا اور با اخلاق انسان تھا۔ اس بے بیچارے کی اپنی کوئی اولاد نہ تھی۔ لہٰذا وہ اپنی بیٹی کی حیثیت سے طیان کو ہی اپنی توجہ کا مرکز بنا رکھا ہوا تھا۔

لیکن برا ہو ان منگولوں کا ایک روز کچھ مسلح جوان یہاں آئے اور نظام الدین کے دروازے پر دستک دی۔ نظام الدین اور طیان دونوں جب دروازہ کھول کر ان کے سامنے آئے تو منگولوں نے طیان کو پکڑ لیا۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ طیان' ان کے سالار سوبدائی کی بیٹی ہے۔ اور اسے واپس لے جانا چاہتے ہیں۔ طیان خود بھی جانے کے لئے تیار نہ تھی اور نظام الدین بھی آڑے آ رہا تھا۔ اور وہ منگولوں کو طیان لے جانے نہ دینا چاہتا تھا۔ منگولوں نے جبر کیا۔ جب نظام الدین نے طیان کو ان کے ساتھ جانے سے روکا تو منگولوں نے ظلم و بربریت کا مظاہرہ کرتے ہوئے نظام الدین کو قتل کر دیا اور طیان کو اپنے ساتھ لے گئے۔

جس وقت وہ مسلح منگول طیان کو اپنے ساتھ لے جا رہے تھے اس وقت وہ بے چاری شور' واویلا کر رہی تھی لیکن یہاں اس آہنگروں کے بازار میں کسی کو جرات نہ تھی کہ منگولوں کا راستہ روک کر طیان کو بچائیں۔ مرنے سے پہلے نظام الدین نے منگولوں سے بہت کہا کہ طیان اب چونکہ اسلام قبول کر چکی ہے' وہ واپس منگولوں میں نہیں جانا چاہتی بلکہ یہاں رہنا چاہتی۔ اور میں اسے اپنی بیٹی بنا چکا ہوں' پر ان منگولوں نے اس کی ایک نہ سنی اور وہ کہنے لگے کہ طیان واپس جائے گی۔ ان کا کہنا تھا کہ ان کے لشکر میں بہت سے مسلمان بھی رہتے ہیں۔ وہ منگول کہہ رہے تھے کہ طیان کا باپ سوبدائی

اسے تلاش کرتے کرتے پاگل ہو گیا تھا۔ وہ واپس نہیں جانا چاہتا تھا لیکن چنگیز کہنے پر وہ مجبوراً" اپنے مرکزی شہر قراقرم کی طرف چلا گیا۔ جس وقت منگول لے جا رہے تھے اور وہ بے چاری چیخی چلاتی رہی اور مدد کے لئے پکارتی وقت میرا دل چاہا تھا کہ میں آگے بڑھ کر ان منگولوں پر ٹوٹ پڑوں' پر میں بو بوڑھا کچھ نہ کر سکا۔ اور وہ منگول طیان کو اپنے ساتھ لے گئے۔

اتنا کہنے کے بعد جب وہ بوڑھا خاموش ہوا تو سلطان جلال الدین اور تھوڑی دیر تک چپ اور گم سم کھڑے رہے پھر سلطان جلال الدین نے اس بو طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ میرے بزرگ آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے ہمیں ط نظام الدین کے متعلق تفصیل بتائی۔ خدا نے چاہا تو ہم ان منگولوں سے انتقا لیں گے۔ جنہوں نے نظام الدین جیسے نیک انسان کو قتل کیا ہے۔ اس کے ر سلطان نے آگے بڑھ کر اس بوڑھے سے مصافحہ کیا' اورخان بھی اسی طرح ملا دونوں اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے پھر وہ وہاں سے چل دیئے۔

راستے میں سلطان اپنے گھوڑے کو اورخان کے گھوڑے کے قریب لایا اسے تسلی دینے کے انداز میں کہنے لگا۔ اورخان میرے بھائی فکر مند نہ ہونا۔ مجھ ہے کہ ہم نہ صرف یہ کہ نظام الدین کے قاتلوں کو ڈھونڈ نکالیں گے بلکہ طیان تلاش کر لیں گے۔ اورخان منہ سے کچھ نہ بولا تاہم اس نے اثبات میں گردن تھی۔ اس کے بعد وہ دونوں اصفہان شہر سے نکل کر اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دا ہوئے اپنے پڑاؤ کی طرف جا رہے تھے۔

○

جن دنوں سلطان نے اپنے مختصر سے تین ہزار لشکر کے ساتھ اصفہان کے میں قیام کر رکھا تھا اس وقت سلطان جلال الدین کے چھوٹے اور سوتیلے بھائی الدین ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ رے شہر میں قیام کئے ہوئے تھا۔ ہرچند بھائیوں کے تعلقات اچھے نہ تھے لیکن اس کے باوجود سلطان جلال الدین نے بھائی غیاث الدین سے رابطہ قائم کیا اور اس سے درخواست کی کہ وہ منگولوں

خلاف حرکت میں آنے کے لئے اس کا ساتھ دے۔

سلطان جلال الدین نے غیاث الدین کو یہ بھی کہلا بھیجا کہ یہ وقت ماضی کے اختلافات کھڑے کرنے کا نہیں۔ سارے اختلافات بھول کر ہمیں منگولوں کے خلاف ایک ہو جانا چاہیئے۔ دوسری طرف جب سلطان جلال الدین کے بھائی غیاث الدین کو علم ہوا کہ اس کے بھائی جلال الدین نے اپنے چھوٹے سے ایک لشکر کے ساتھ اصفہان شہر سے باہر قیام کر رکھا ہے تو اس نے اپنے تیس ہزار کے لشکر کو رے شہر سے کوچ کرنے کا حکم دیا اور بڑی تیزی سے وہ اصفہان شہر کی طرف بڑھا تاکہ سلطان جلال الدین پر حملہ آور ہو کر اسے وہ وہاں سے مار بھگائے۔ اصل میں غیاث الدین چاہتا تھا کہ ان سرزمینوں میں دوبارہ جلال الدین کے قدم نہ جمنے پائیں۔

سلطان نے بڑی کوشش کی قاصدوں کے ذریعے کہ بھائی کے ساتھ نامہ و پیام کا سلسلہ شروع کیا۔ اور اپنے کوتاہ اندیش بھائی کو سمجھایا کہ حالات کے تقاضے کو سمجھے اور منگولوں کے خلاف مہم میں اس کا دست و بازو ثابت ہو۔ لیکن سوئے فہم سے غیاث الدین منگولوں سے زیادہ اپنے بھائی سلطان جلال الدین کا بدخواہ ثابت ہو رہا تھا۔

ادھر سلطان جلال الدین اپنے بھائی غیاث الدین کے ساتھ گفت و شنید میں مصروف تھا۔ اور ادھر غیاث الدین کے لشکر کے کچھ سرداروں نے خفیہ ہی خفیہ سلطان جلال الدین کے ساتھ رابطہ قائم کر لیا اور سلطان جلال الدین کو یقین دلایا کہ غیاث الدین کی زیر کمان کام کرنے والا لشکر غیاث الدین کی کمانداری اور اس کے سلوک سے بالکل غیر مطمئن ہے۔ اور یہ لوگ بڑی بے چینی سے آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ تاکہ آپ کمانداری اپنے ہاتھ میں لیں اور منگولوں کے خلاف حرکت میں آئیں۔ ان سرداروں نے سلطان جلال الدین کو یہ بھی کہلا بھیجا کہ سلطان غیاث الدین کے لشکر کی تعداد سے ہرگز مرعوب نہ ہوں۔ اس لئے کہ یہ تمام لشکر اس کے تحقیر آمیز سلوک سے نالاں ہے۔ اور آپ کی طرف سے ایک اشارہ کا منتظر ہے۔ اس لئے آپ کو چاہیئے کہ بلا کسی مزید توقف کے حملہ آور ہو جائیں۔ لیکن اس کے باوجود سلطان نے حملہ آور ہونے میں پہل نہیں کی۔

سلطان کا بھائی غیاث الدین جب اپنے تیس ہزار کے لشکر کو لے کر ا پہنچا اور سلطان پر حملہ آور ہوا تو اس کو اس موقع پر سلطان جلال الدین کے صرف تین ہزار کا لشکر نظر آیا۔ لیکن تین ہزار کے لشکر کو لے کر بھی سلطان الدین تیس ہزار کے لشکر کے سامنے ڈٹ گیا تھا۔ اصفہان شہر کے باہر غیاث ا کے تیس ہزار اور جلال الدین کے تین ہزار، دونوں کے درمیان ہولناک جنگ اور اس جنگ میں جلال الدین نے اپنے بھائی غیاث الدین کو بدترین شکست حالت یہ تھی کہ غیاث الدین اپنے لشکر کو تقدیر کے حوالے کرنے کے بعد سلوکا کے قلعے کی طرف اپنی جان بچا کر بھاگ گیا تھا۔

اس شاندار فتح کے بعد سلطان جلال الدین جب اپنے نامہربان بھائی غ الدین کے خیمے میں داخل ہوا تو اس نے غیاث الدین کی سگی اور اپنی سوتیلی وا وہاں پایا جسے غیاث الدین گھبراہٹ میں وہاں چھوڑ گیا تھا۔ سلطان اپنی سوتیلی والد نہایت احترام کے ساتھ پیش آیا۔ بھائی کی نامہربانی اور ناعاقبت اندیشی کی شکایت اس پر سوتیلی ماں نے اپنے بیٹے غیاث الدین کو بھی برا بھلا کہا۔ تاہم سلطان نے سوتیلی ماں کو بحفاظت سلوکان قلعے کی طرف بھجوا دیا تھا۔ جہاں غیاث الدین نے لے رکھی تھی۔

اس شاندار فتح کا نہایت خوشگوار اثر پڑا۔ خراسان، مازندران اور عراق کے دراز کے علاقوں کے تمام بھولے بھٹکے سپاہی جو کسی قابل اعتماد عسکری سالار کے ا میں گھڑیاں گن رہے تھے۔ سلطان کے گرد جمع ہو گئے چنانچہ تھوڑے عرصے ہی کرمان، فارس، عراق، خراسان، اوزبک، آذربائیجان، تبریز کے علاقوں کے لوگ بے چینی سے سلطان کا انتظار کرنے لگے تھے۔

○

سلطان جلال الدین کا سفر ہند چونکہ ناکام ہو چکا تھا اور جن علاقوں کو منگ نے روندا تھا ان کے گرد نواح میں کوئی ایسا حکمران نہ تھا جس سے سلطان منگولو خلاف مدد طلب کرے۔ سلطان کو اپنے لئے دن بدن خطرات بڑھتے ہوئے دکھائی

ے اس لئے کہ چنگیز خان کا بیٹا چغتائی اور اس کا امیرالامراء قاچار برلاس اور لار چارمغان سلطان کی آمد سے آگاہ ہو چکے تھے۔ اور وہ کسی بھی وقت اچانک کے خلاف حرکت میں آسکتے تھے۔ لہٰذا سلطان اس تگ و دو میں تھا کہ کسی مران کے ساتھ ان کا تعاون ہو جائے جس کے ساتھ مل کر وہ منگولوں کا مقابلہ ے لیکن اس سلسلے میں سلطان کو بڑی دشواریاں پیش آرہی تھیں۔

وہ اس لئے کہ سلطان کے باپ علاؤالدین نے اپنے زمانہ اقتدار میں قرب و ب چھوٹی موٹی حکومتیں ختم کردی تھیں۔ اور صرف حسن اتفاق سے خلافت سلطان علاؤالدین کے دست برد سے بال بال بچ گئی تھی۔ اس میں کوئی شک ۔ بغداد کے خلیفہ کی نااہلی سے وہ حکومت بھی چند دنوں کی مہمان رہ گئی تھی۔ ی تک اس کا تھوڑا بہت وقار باقی تھا۔ ہندوستان سے واپسی اور اصفہان شہر ر اپنے بھائی کو شکست دینے کے بعد سلطان کو سوائے دربار خلافت کے اور بائے پناہ نظر نہیں آرہی تھی۔

اگرچہ اس ناخوشگوار سلوک کے پس منظر میں جو سلطان علاؤالدین نے اپنے ت میں بغداد کی خلافت کے خلاف روا رکھا تھا۔ اس بات کا بہت کم احتمال تھا نہ سلطان جلال الدین کے باپ کے گھناؤنے جرائم آسانی سے معاف کر دے ن مرتا کیا نہ کرتا، امید موہوم کے سہارے جلال الدین کو اپنے چھوٹے سے ، ساتھ بغداد کی طرف روانہ ہونا پڑا کہ ممکن ہے کہ خلیفہ عام عالم اسلام کی ے پیش نظر تعاون پر آمادہ ہو جائے۔ لیکن دل کی رنجشیں یوں آسانی سے نہیں ما۔

اس لئے کہ سلطان علاؤالدین کو مرے ہوئے ابھی چار برس گزرے تھے اور ہ پہلے تک اس کے ہمسائے میں ہر مسلمان حکمران اس سے نالاں تھا۔ اور راوا سے اپنا بدترین دشمن خیال کرتا تھا۔ گو چار سال کے اس مختصر سے عرصے ان علاؤالدین کی عظیم الشان سلطنت کا نام و نشان مٹ گیا تھا، جو شمال میں کی حدود سے شروع ہو کر جنوب میں دریائے سندھ تک پھیلی ہوئی تھی۔ اور ل میں کم و بیش ستر اسی لاکھ مسلمان تلوار کے گھاٹ اتر چکے تھے۔ قتل د

غارت کی یہ آندھی اور کشت و خون کا یہ سیلاب ابھی تک اسی شدت سے ہو
آرہا تھا۔ اور تمام عالم اسلام انتہائی خطرناک طور پر اس کی زد میں تھا۔ ان را
ابھی تک ان علاقوں میں چنگیزخان کا بیٹا چغتائی اپنے امیرالامراء قرچار برلاس ا
سالار چارمغان کے ساتھ موجود تھا۔ اور وہ بڑے بڑے شہروں کی لوٹ مار کرنا
علاوہ انہیں اپنے ہدف کا نشانہ بنائے ہوئے تھا۔ ان حالات میں سلطان جلال الد
مدد حاصل کرنے کے لئے کوئی اور نظر نہ آیا۔

تاہم جلال الدین کی خوش قسمتی جس وقت اس نے خلیفہ بغداد سے مدد
کرنے کے لئے جنوب کی طرف پیش قدمی کی تو ادھر ادھر بھولے بھٹکے سپاہی بڑی
سے اس کے لشکر میں شامل ہونا شروع ہو گئے تھے۔ اور اس کے لشکر کی تعدا
تیزی سے بڑھنا شروع ہو گئی تھی۔ اصفہان سے کوچ کرنے کے بعد سلطان تستر
آیا۔ موسم سرما چونکہ اپنے عروج پر آچکا تھا لہٰذا سردی کا موسم سلطان نے تستر
میں بسر کیا اور آغاز بہار میں وہاں سے کوچ کرکے شاہ پور خواست آیا۔ جہاں پر
ماہ کے قیام کے بعد بغداد کو روانہ ہو گیا تاکہ خلیفہ کو حقیقت حال سے آگاہ
امداد کا طالب ہو۔

جب خلیفہ بغداد کو سلطان جلال الدین کے سفر کی غرض و غائت کا علم ہ
اسے وہ تمام رسوائیاں یاد آگئیں جو دربار خلافت کو جلال الدین کے باپ علاؤا
کے ہاتھوں برداشت کرنا پڑی تھیں۔ چنانچہ خلیفہ بغداد نے اتنا بھی گوارہ نہ کیا
سلطان جلال الدین اس کے حدود سلطنت میں قدم رکھ سکے یا یہ کہ وہ سلطان
الدین کا اوپر دل سے استقبال ہی کرے۔ چنانچہ اس نے بدترین رد عمل کا اظہار
وہ اس طرح کہ خلیفہ بغداد نے بیس ہزار سپاہ پر مشتمل ایک تربیت یافتہ لشکر تیا
اور اپنے ایک بہترین نامور اور مانے ہوئے جرنیل کشتمور کو اس لشکر کی سپہ سا
سونپ کر سلطان جلال الدین کی طرف روانہ کیا۔ اور حکم دیا کہ اپنی پوری طاقت
قوت کے ساتھ سلطان جلال الدین پر حملہ کیا جائے۔ اور اسے کوشش کرکے مار
جائے۔

خلیفہ بغداد نے یہیں اکتفا نہیں کیا کہ اپنے جرنیل کشتمور کو بیس ہزار کا

کر روانہ کرنے کے ساتھ اس نے تیز رفتار قاصد اربیل کے حاکم مظفرالدین کی
روانہ کیا۔ اسے تاکید کی کہ وہ بھی اپنا ایک جرار لشکر لے کر خلیفہ کے جرنیل
ور کی مدد کو فوراً پہنچے۔ اور ساتھ ہی ایک تیز رفتار قاصد کے ذریعے خلیفہ بغداد
اپنے جرنیل کشتمور کو تاکید کی کہ جب تک حاکم اربیل اپنے لشکر کے ساتھ تم
آملے اس وقت تک تم سلطان سے جنگ کی ابتدا نہ کرنا۔

سلطان کی کمانداری میں چھوٹا سا ایک لشکر تھا' چونکہ وہ خلیفہ کی افواج سے
کا کوئی ارادہ نہ رکھتا تھا بلکہ وہ تو خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہو کر منگولوں کے
مدد کا طالب ہو رہا تھا۔ لہٰذا اس نے جنگ کے لئے کوئی خاص تیاری بھی نہ کی
جب خلیفہ بغداد کے جرنیل کشتمور نے سلطان جلال الدین کے لشکر کی راہ روکی
سلطان کے خلاف صف آراء ہو گیا تب سلطان نے کشتمور کو کہلا بھیجا کہ میں
لڑنے کے ارادے سے نہیں آیا بلکہ اس لئے بغداد کا رخ کر رہا ہوں کہ اسلام
رین دشمن منگولوں کے خلاف دربار خلافت سے امداد طلب کروں۔ اس لحاظ
ں خلیفہ بغداد کا مہمان ہوں اور مہمان سے ایسا سلوک خلاف مروت ہے۔

خلیفہ بغداد کے جرنیل کشتمور پر اس لئے ان باتوں کا کوئی اثر نہ ہوا کیونکہ
کی طرف سے اسے سلطان پر لشکر کشی کرنے کے احکامات ملے ہوئے تھے۔ تاہم
ر کو یہ بھی حکم تھا کہ جب تک حاکم اربیل مظفرالدین اپنے لشکر کے ساتھ
ملتا اس وقت تک کشتمور سلطان جلال الدین پر حملہ آور نہیں ہو گا۔ جب
نیل مظفرالدین کے آنے میں کچھ تاخیر ہوئی تو کشتمور کی بے صبری بڑھتی چلی
ل نے سوچا کہ سلطان کے پاس ہے ہی کیا۔ چھوٹا سا ایک لشکر ہے جو لمحوں کے
جائے گا۔ یا وہ اسے بھگا دے گا۔ خوامخواہ میں مظفرالدین کی آمد کا انتظار
کرتا رہے۔ اس لئے مجھے بلا تامل سلطان پر حملہ کر دینا چاہئے۔ اور اگر اسے
کو فتح ہوتی ہے تو اس فتح کا سہرہ اسی کے ہی حصے میں آئے گا لہٰذا کشتمور نے
یا کہ سلطان کے ساتھ جنگ کی ابتدا کر دے۔

دوسری طرف سلطان جلال الدین بھی بہت محتاط تھا۔ اس نے جب دیکھا لڑے
چارہ نہیں تو ابتدا سے ایک روز پہلے اورخان کو اپنے خیمے میں بلایا۔ اورخان

جب خیمے میں آیا تو سلطان نے اورخان کو اپنے سامنے بٹھایا اور بڑی
اورخان کو مخاطب کرکے پوچھا۔ اورخان! خلیفہ بغداد کی طرف سے جو سلوک
ساتھ کیا جا رہا ہے تم دیکھ رہے ہو۔ تمہارا کیا اندازہ ہے کہ اس سلسلے میں ہم
کرنا چاہئے۔ اس پر اورخان کہنے لگا۔

سلطان محترم! جہاں تک میرا اندازہ ہے کہ لڑے بغیر چارہ نہیں ہے۔ یہ
احساس ہوتا ہے کہ خلیفہ بغداد نے کشتمور کو ہم پر حملہ آور ہونے کے واضح اح
جاری کر رکھے ہیں۔ تب ہی وہ بڑی بے دردی سے ہماری راہ روک کھڑا ہوا ہے
ہمارے کچھ جاسوسوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ کشتمور اربیل کے حاکم مظفرالدین کا ا
کر رہا ہے جس نے اپنے لشکر کے ساتھ مل اس کی مدد کو آنا ہے اور حاکم اربیل
الدین کو خلیفہ بغداد نے ہی حکم دیا ہے کہ وہ اپنے لشکر کو لے کر سلطان جلال ا
کے مقابلے میں کشتمور کی مدد کرے۔ سلطان محترم میرا خیال ہے کہ اگر کشتمور
ساتھ ہمیں جنگ کرنی ہے تو مظفرالدین کے آنے سے پہلے ہی ہمیں کشتمور سے
لینا چاہئے۔ اس پر سلطان بولا۔ اورخان میرے بھائی! تمہارا اندازہ درست ہے۔ لیکن
میں نہیں چاہتا کہ جنگ کی ابتدا میری طرف سے ہو۔ میں سارے معاملے کو اللہ
سپرد کرتا ہوں۔ اگر خلیفہ بغداد کر جرنیل کشتمور نے ہم پر جنگ مسلط کرنے
کوشش کی تو ہم پیٹھ نہیں پھیریں گے۔ اسے بتائیں گے کہ اگر وہ ہم پر حملہ آور
رہے ہیں تو لڑنے کا فن ہم بھی جانتے ہیں۔ میرے بھائی! کشتمور اور اربیل کے حا
مظفرالدین سے نپٹنے کے لئے میرے ذہن میں ایک تجویز ہے۔ مجھے امید ہے کہ
میری تجویز سے اتفاق کرو گے۔ اس پر اورخان فوراً" کہنے لگا۔ سلطان محترم آپ
کہیئے' آپ کی ہر تجویز پر میں عمل پیرا ہو کر دکھاؤں گا۔ اس پر سلطان جلال الدین
بڑی نرمی' بڑی شفقت میں اورخان کو مخاطب کرکے کہنے لگا۔

اورخان! تم جانتے ہو کہ ہمارے پاس مختصر سا لشکر ہے۔ اسی سے ہم نے
قوت کے خلاف کام لینا ہے۔ مجھے امید ہے کہ آج رات گزرنے کے بعد کل تک
کشتمور ہمارے خلاف جنگ کی ابتدا کرے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ آج رات ہی
میں اور تم دونوں بھائی مل کر لشکر کو آدھا آدھا تقسیم کرلیں۔ تم آدھے لشکر کو

گھات میں بیٹھ جانا۔ کل صبح اگر جنگ ہوتی ہے تو میں اپنے لشکر کے آدھے حصے کو
پھیلا کر خلیفہ بغداد کے جرنیل کشتمور کے سامنے صف آرا ہو جاؤں گا۔ اور
جنگ کی ابتدا کر دوں گا۔ جب جنگ اپنے عروج پر آئے تم اپنی گھات سے نکل کر
کشتمور پر ضرب لگانا۔ اس طرح مجھے امید ہے کہ ہم کشتمور کے لشکر کو جو ہمارے
لشکر سے کئی گنا بڑا ہے شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

سلطان جلال الدین کے خاموش ہونے پر اورخان بولا۔ سلطان محترم! یہ بہترین
تجویز ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ اس پر عمل درآمد کرکے ہم نہ صرف کشتمور بلکہ
اربیل کے حاکم مظفرالدین کو بھی اپنے سامنے سے بھاگ جانے پر مجبور کر دیں گے۔
اس کے بعد سلطان اور اورخان دونوں خیمے سے باہر نکلے۔ لشکر کو انہوں نے آپس میں
تقسیم کیا۔ اس کے بعد اورخان اپنے حصے کے لشکر کو لے کر گھات میں چلا گیا تھا۔

○

دوسرے روز جب دونوں لشکر ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہوئے تو
خلیفہ بغداد کا سپہ سالار کشتمور بڑا خوش تھا کہ اس کے سامنے سلطان جلال الدین کی
سرکردگی میں صرف مٹھی بھر لشکری تھے جن سے متعلق اس نے یہ اندازہ لگایا کہ انہیں
پہلے حملے میں ہی بے پناہ سیلاب کی طرح بہا کر لے جائے گا۔ کشتمور سلطان کے
ساتھ مختصر سے لشکر کو دیکھ کر بڑا مطمئن تھا۔ لہٰذا اس نے حملہ آور ہونے میں پہل کر
دی۔ اس نے لشکر کو حکم دیا اور اپنی سرکردگی میں اپنے لشکر کے ساتھ سلطان کے مختصر
سے لشکر پر لہراتی تاریکیوں میں خوفزدہ آوازوں' اندھیارے غاروں میں زہریلی
دھند، بعد آنکھوں میں نزع کے وقت کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

دوسری طرف سلطان بھی پہلے سے طے شدہ تدبیر کے مطابق کام کر رہا تھا۔
سامنے بھی جوابی حملہ کیا۔ گہرے ساگر میں ڈوب کر ابھرنے والی یادوں کے رنگوں
سے وابستہ پت جھڑ کی مار' لمحوں کے طوفانوں کی طرح وہ بھی دشمن پر ٹوٹ پڑا
پھر ایسا ہوا کہ آہستہ آہستہ سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ پیچھے ہٹنا شروع کر دیا۔
خلیفہ بغداد کی سپاہ اور ان کا سالار کشتمور یہی سمجھا کہ سلطان ان کے حملے کی سختی کو

برداشت نہیں کر سکا اور اب پیچھے ہٹتے ہوئے وہ پسپا ہونے اور بھاگنے کے چکر
ہے۔ لہٰذا انہوں نے پہلے کی نسبت اور تیزی سے اپنے حملے شروع کر دیئے تھے
حملوں کے جواب میں سلطان نے بھی تیزی کے ساتھ پیچھے ہٹنا شروع کر دیا تھا۔
سلطان خلیفہ بغداد کے لشکر کو اس جگہ لے آیا تھا جہاں اورخان اپنے حصے کے
کے ساتھ گھات میں بیٹھا ہوا تھا۔

کشتمور کا اپنے لشکر کے ساتھ سلطان جلال الدین کے تعاقب کرتے ہوئے
جگہ پہنچنا تھا کہ اس کی پشت کی طرف سے اورخان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ
صداؤں کے کھنڈروں میں سناٹوں کی گونجوں' رگوں میں اداسی طاری کر دینے والی
حدتوں اور عذاب رتوں کے گرم لمحوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔ یہ حملہ
بروقت' ایسا تیز' ایسا خونخوار اور تند تھا کہ خلیفہ بغدلو کا لشکر چکرا کر رہ گیا تھا۔
بات یہ کہ یہ حملہ چونکہ خلیفہ بغداد کے لشکر کی پشت کی طرف سے ہوا تھا اور
اور اس کے لشکری ایسی کوئی امید پہلے سے دل میں نہیں رکھتے تھے لہٰذا ان کے
ایک افراتفری برپا ہو گئی عین اسی وقت سلطان جلال الدین اپنے لشکر کے ساتھ
ہوتے ہوئے مڑے اور جس طرح اورخان پشت کی طرف سے حملہ آور ہوا تھا
طرح سامنے سے وہ بھی حملہ آور ہو گیا تھا۔

کشتمور کے لشکر کی تعداد چونکہ سلطان کے لشکر سے کئی گنا زیادہ تھی
کشتمور اب بھی بڑا مطمئن اور پر امید تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح سلطان جلال ا
کو شکست دینے میں کامیاب ہو جائے گا۔

دوسری طرف سلطان جلال الدین اور اورخان بھی کشتمور کے لشکریوں
سامنے ایسی ہی پامردی اور جراتمندی کا اظہار کر رہے تھے جیسے ظلم کی اندھی فوج
سامنے صبر کی چٹان' جیسے سات سمندر کے طوفانوں میں شور میں ڈوبے ہوئے جز
جنگ جب طول پکڑنے لگی تو کشتمور پر گھبراہٹ طاری ہونے لگی اور وہ خیال کر
لگا کہ سلطان جلال الدین اور اورخان کو شکست دینا اتنا آسان نہیں جتنا اس نے
لیا تھا۔ پھر جب باری باری سلطان جلال الدین اور اورخان نے نئے انداز' نئے ولو
کے ساتھ حملے شروع کئے تو کشتمور کے لشکر کی حالت عجیب ہونے لگی تھی۔ سا

طرف سے سلطان کشتمور کی سپاہ کو بری طرح کاٹ رہا تھا۔ اور پشت کی طرف سے
رخان خلیفہ بغداد کے لشکر کی حالت اداس رتوں کی زردیوں' یادوں کے سوکھے
، صحرا صحرا اٹھتی پیاس' غربت کی تصویر اور سوکھی خشک زبان جیسی ہونا شروع ہو
گئی۔

جنگ جاری رہی۔ سامنے کی طرف سے سلطان جلال الدین' پشت کی طرف
اورخان کشتمور کے لشکر پر نزول کرتے رہے۔ کشتمور کو اب یقین ہو چلا تھا کہ
اس کی شکست یقینی ہے لہٰذا وہ اپنے لشکر کے اگلے حصے سے سمٹ کر اپنی حفاظت
لئے اپنے بچے کھچے لشکر کے وسط میں آگیا تھا۔ لیکن اب چاروں طرف سے
تری مچی تھی۔ اور اس کے لشکر کا قتل عام شروع ہو چکا تھا۔ یہاں تک کہ سلطان
ل الدین بڑی تیزی سے یلغار کرتے ہوئے کشتمور کے سر پر پہنچے۔ اور اس کی
ن کاٹ کر رکھ دی۔ بچی کھچی سپاہ کا اورخان نے صفایا کر دیا تھا۔

جب خلیفہ بغداد کو اپنے سالار کشتمور کے قتل اور اپنے لشکر کی بدترین شکست
قتل عام کا علم ہوا تو خلیفہ بغداد تلملایا۔ لیکن اب تو تیر کمان سے نکل چکا تھا۔
ئے صبرو شکر کے اور کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ لہٰذا اس نے کسی قسم کے رد عمل کا
نہیں کیا اور خاموشی سے اس حادثے کو پی گیا۔ کشتمور کے لشکر کا پوری طرح
کرنے کے بعد سلطان اور اورخان ایک جگہ جمع ہوئے۔ ان کے چہروں پر خوش
اور اطمینان بخش مسکراہٹ تھی۔ پھر سلطان نے اورخان کی طرف دیکھتے ہوئے
شروع کیا۔

اورخان میرے بھائی! اپنے مختصر سے لشکر کے ساتھ خلیفہ بغداد کے لشکر کے
مقابلے میں کامیابی ہمارا ایک بہترین کارنامہ ہے۔ اس سے نہ صرف ہمارے لشکریوں
حوصلے بڑھ گئے ہیں بلکہ میں خیال کرتا ہوں کہ خلیفہ بغداد کے اس لشکر کی شکست
ادھر ادھر بکھرے ہوئے مزید لشکری ہم سے آملیں گے اور ہمارے لشکر میں اضافہ
اس کے علاوہ خلیفہ بغداد کے اس لشکر کے پڑاؤ سے خوراک اور ہتھیاروں کی
شکل میں جو کچھ ہمیں ملے گا وہ ہمارے لئے انتہائی فائدہ مند اور سود بخش ہو گا۔ یہ
اورخان بولا۔

سلطان محترم! خداوند قدوس کا بے حد شکر ہے کہ اس نے میدان جنگ م
دونوں کو سرخرو رکھا۔ میرے خیال میں اب ہمیں اربیل کے حاکم مظفرالدین کی
فکر کرنی چاہئے۔ اس لئے کہ وہ کشتمور کی مدد کے لئے ضرور آئے گا۔ اور یہاں
فارغ ہونے کے بعد ہمیں اس شاہراہ کی طرف جانا چاہئے جو اربیل کی طرف سے
ہے۔ اس شاہراہ پر چونکہ دور دور تک کوہستانی سلسلے ہیں اور ہمیں کسی کوہستانی
میں گھات میں بیٹھ جانا چاہئے۔ مظفرالدین اپنے لشکر کے ساتھ کوہستانی سلسلے
گزرنے والی شاہراہ پر آئے تو ہم اچانک اس پر حملہ آور ہو کر اسے اپنے سامنے
اور مغلوب کر لیں۔

جواب میں سلطان جلال الدین بولا۔ تمہاری تجویز بہت اچھی ہے اورخان
ہی ہو گا۔ پہلے یہ سارا سامان سمیٹیں۔ ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ ا
میں تمہارے پاسبانوں کے سپہ سالار نے حصہ نہیں لیا۔ دریائے سندھ میں
ہندوستان میں وارد ہونے کے بعد اس کی ہمیں کوئی اطلاع نہیں ملی۔ خدا کر
منگولوں کے ہاتھوں سے بچ نکلا ہو اور زندہ و سلامت ہو۔ اس لئے کہ وہ ا
شخص ہے جو اپنی ملت کے لئے ہمدردی اور اپنی مسلم قوم کے لئے اپنے دل
رکھنے والا ہے۔ اتنا کہتے کہتے سلطان جلال الدین کو رک جانا پڑا اس لئے کہ
طرف سے پاسبانوں کا سپہ سالار اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا آیا۔ ا
جست کے ساتھ وہ اپنے گھوڑے سے نیچے اترا۔ سلطان جلال الدین کے قر
ان سے مصافحہ کیا۔ اس کے بعد اورخان سے ہاتھ ملایا۔ پھر وہ کہنے لگا۔ آپ
یقیناً" میر متعلق متفکر ہوں گے کہ اس جنگ میں میں نے کیوں حصہ نہیں
پر سلطان جلال الدین نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میرے بھائی تمہارا اندازہ
ہے۔ ابھی میں اورخان سے تمہارے متعلق ہی گفتگو کر رہا تھا کہ کیا وجہ
پاسبانوں کا سپہ سالار اس جنگ میں شامل نہیں ہوا۔ میں تمہاری سلامتی اور
خیریت سے متعلق فکر مند تھا۔ اس لئے کہ جتنا عرصہ میں اور اورخان ہندو
رہے ہمیں تمہارے متعلق کوئی اطلاع نہیں ملی۔ اس پر پاسبانوں کا سپہ سالار
سلطان محترم! میں معذرت خواہ ہوں کہ یہاں آنے میں کچھ تاخیر ہو

ری ایک وجہ ہے ورنہ میں دونوں بھائیوں کے شانہ بشانہ کشتمور کے لشکر کے
ہی کرتا۔ حقیقت یہ ہے کہ میرے مخبروں نے یہ اطلاع دی تھی کہ خلیفہ
نے اپنے سالار کشتمور کی سرکردگی میں بیس ہزار کا ایک لشکر آپ پر حملہ آور
ہونے کے لئے روانہ کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی میرے مخبروں نے یہ اطلاع بھی دی
کہ بغداد کا سالار کشتمور اس وقت تک آپ پر حملہ آور نہیں ہو گا جب تک
اربیل کا حاکم مظفرالدین بھی اپنے لشکر کو لے کر کشتمور سے نہیں مل جاتا۔ مجھ سے
غلطی ہوئی کہ سیدھا آپ کی طرف آنے کی بجائے میں اربیل کی طرف چلا گیا۔ میں
نے سوچا تھا کہ جس وقت اربیل کا حاکم مظفرالدین اپنے لشکر کے ساتھ اربیل سے
آپ کی طرف پیش قدمی کرے گا اس کے پیچھے پیچھے میں بھی آپ کی طرف
جاؤں گا۔ جس وقت اربیل کا حاکم مظفرالدین آپ سے ٹکرائے گا تو میں اس
کی طرف سے حملہ آور ہو کر اس کے سارے دم خم نکال باہر کروں گا۔ لیکن
بدقسمتی کہ مجھے اس جنگ میں حصہ لینے کا موقع نہیں ملا۔ اس لئے کہ کشتمور
، کا انتظار کئے بغیر ہی آپ سے ٹکرا گیا۔ بہرحال آپ دونوں بھائیوں کو
دیتا ہوں کہ آپ دونوں نے اپنے مختصر سے لشکر کے ساتھ کشتمور کا خاتمہ کر
اس کے لشکر کو بدترین شکست دی۔

پاسبانوں کا سپہ سالار تھوڑی دیر رک کر پھر کہہ رہا تھا۔ سلطان محترم! میں آپ
کو خبر کروں کہ اربیل کا حاکم مظفرالدین بھی اسی میدان جنگ کی طرف بڑی
تیزی سے پیش قدمی کر رہا ہے۔ جس رفتار سے میں نے اسے ادھر آتے دیکھا ہے اسی
رفتار سے اگر وہ ادھر بڑھ رہا ہے تو اب تک وہ یہاں سے دس میل آگے ایک
کوہستانی سلسلے کے اندر سے گزر رہا ہو گا۔

اس پر سلطان جلال الدین نے فوراً" بولتے ہوئے کہا۔ پاسبانوں کے سپہ سالار
بھائی! میں اور اورخان نے مل کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ مظفرالدین کو یہاں نہ پہنچنے
دیا جائے۔ بلکہ راستے میں کوہستانی سلسلے کے اندر گھات میں بیٹھ کر اس پر حملہ کیا
جائے اور اس کی حالت بھی کشتمور جیسی کی جائے۔ پاسبانوں کا سپہ سالار فوراً" بولا۔
سلطان محترم! میں آپ دونوں کی اس تجویز سے اتفاق کرتا ہوں۔ اس پر سلطان جلال

الدین نے کہا اگر یہ بات ہے تو آؤ کشتمور کے پڑاؤ سے ملنے والی ہر شے کو
اور اربیل کی طرف سے آنے والی شاہراہ کی طرف کوچ کریں تاکہ مظفرالدین
جاسکے۔ کشتمور کے پڑاؤ سے ہمیں جو کچھ ملا ہے اس کی تقسیم کا فیصلہ مظفرا
نپٹنے کے بعد کیا جائے گا۔ پاسبانوں کے سپہ سالار اور اورخان دونوں نے
اس تجویز سے اتفاق کیا۔ انہوں نے کشتمور کے پڑاؤ کی ہر چیز کو سمیٹا پھر وہ
سے اربیل کی طرف سے آنے والی شاہراہ کی طرف پیش قدمی کر رہے تھے۔

○

جس جگہ اربیل سے آنے والی شاہراہ کوہستانی سلسلے میں سے ہو
تھی۔ اس کوہستانی سلسلے کے اندر تین اطراف میں سلطان' اورخان اور پاسبا
سالار اپنے اپنے لشکر کو لے کر گھات میں بیٹھ گئے تھے تاکہ جونہی ار
مظفرالدین وہاں سے گزرے تو اچانک اس پر حملہ آور ہو کر اسے بدترین
جائے۔

اس مقصد کے لئے سلطان اور اس کے ساتھیوں کو زیادہ انتظار نہ
اس لئے کہ جلد ہی اربیل کا حاکم مظفرالدین اپنے لشکر کے ساتھ اس شاہ
ہوا۔ جونہی وہ سلطان کے لشکر کے پاس سے گزرا سب سے پہلے پاسبانوں'
حرکت میں آیا۔ اور وہ مظفرالدین کے لشکر پر جنگل کی کالی رات' آتش۔
دشت وشت درد غریبی کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

پاسبانوں کے سپہ سالار کے تھوڑی ہی دیر بعد اورخان بھی اپنے
کے ساتھ نمودار ہوا اور وہ بھی صدیوں کے سربستہ راز' مضطرب اور
حادثوں اور عجیب سے شعور فن حرب کی طرح مظفرالدین کے لشکر پر نزول
میں خود سلطان جلال الدین اپنے لشکر کے ساتھ کچھ اس طرح حرکت میں
پیا تہ مشیت میں مکاں کو لامکاں' ستاروں کو کہکشاں' ذروں کو صحرا' او
سمندر میں بدل دینے والے جذبے جوش مارنا شروع کرتے ہیں۔

مظفرالدین پر اب تین طرف سے ہولناک حملے ہونا شروع ہو گئے

جلال الدین' اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار۔ مظفرالدین اور اس کے لشکر پر
طرح چھانا شروع ہو گئے تھے جس طرح مسجدوں میں دیر و حرم میں کلیساؤں میں۔
وں میں ہیکلوں اور معبدوں میں اٹھنے والی دعاؤں کی صدائیں پھیل بکھر جاتی

اس جنگ میں حاکم اربیل مظفرالدین کو بدترین شکست ہوئی۔ اس کے لشکر کا
ہ کاٹ دیا گیا اور مظفرالدین کو اورخان نے زندہ گرفتار کر لیا تھا۔ مظفرالدین کو
ں میں جکڑ کر جب اورخان نے سلطان جلال الدین کے سامنے پیش کیا تو جلال
تھوڑی دیر تک اسے بڑے غور سے دیکھتا رہا پھر مظفرالدین کو مخاطب کر کے
۔ مظفرالدین تم خود ہی بتاؤ تیرے جیسے باغی کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے۔ تو
ہے کہ اس وقت عالم اسلام کو اتحاد' تعاون کی سخت ترین ضرورت ہے۔ تو جانتا
۔ منگول چاروں طرف وندناتے پھرتے ہیں۔ انہوں نے مسلمانوں کے ان گنت
ں کو لوٹا' قتل عام کیا۔ آگ لگائی۔ پھر بھی تم جیسے مسلمانوں کی آنکھیں نہیں
۔ تم لوگ امت کے اندر اتحاد و اتفاق کو جنم نہیں دیتے۔ تم لوگ نہیں چاہتے
وں کو ایک قوت بن کر منگولوں کے سامنے کھڑا ہو جانا چاہیئے۔ سنو صرف
ان ہی یہاں سے لوٹا ہے۔ اس کے سارے لشکر ابھی یہاں ہیں۔ اس کے
ں کی کمانداری خود اس کا بیٹا چغتائی اور ان کا ایک بہترین امیرالامراء قرچار
اور چارمغان کر رہے ہیں اور اب بھی وہ چھوٹے موٹے قصبوں پر حملہ آور ہو
ال کشت و خون اور لوٹ مار کا کھیل جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ایسے موقع پر
نا حکمرانوں کا آپس میں اتحاد اور تعاون نہ کرنا میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس قوم کی
بد قسمتی ہے اور نہ صرف یہ بلکہ اگر یہی سلسلہ جاری رہا تو یاد رکھو منگول
بڑے شہروں کی طرح ہر قصبے اور ہر بستی کو لوٹ کر خون اور بربریت کا کھیل
ں گے۔

اس پر حاکم اربیل مظفرالدین بڑی عاجزی' انکساری سے سلطان جلال الدین کو
کر کے کہنے لگا۔ سلطان محترم۔ آپ کا جو جی چاہے میرے ساتھ سلوک کریں۔
ات میں گزارش کروں' خدا جو زمین و آسمان کا خالق و مالک ہے وہ گواہ ہے کہ

میں قطعاً آپ کے خلاف اپنے لشکر کے ساتھ آنے والا نہ تھا لیکن خلیفہ ب
طرف سے مجھے دھمکی آمیز حکم ملا تھا کہ میں ہر صورت میں آپ کے خلاف کو
مدد کے لئے پہنچوں۔ پھر بھی سلطان محترم! دیکھیں میں کشتمور کی مدد کے لئے
پہنچا۔ سلطان محترم' جو خبریں مجھے ملی تھیں اس کے مطابق مجھے پتہ چلا کہ آ
پاس چھوٹا سا لشکر ہے اور یہ کہ آپ کسی بھی صورت خلیفہ بغداد کے لشکر کا مق
کر سکیں گے۔ اور شکست اٹھا کر کسی سمت بھاگ جائیں گے اسی لئے میں خلیفہ
کے حکم اور دباؤ کے تحت حرکت میں آگیا تھا۔ سلطان محترم! میں آپ سے گز
کرتا ہوں کہ آپ میرے اس جرم' میری اس غلطی کو معاف کر دیں۔ تو آئندہ
آپ کا مطیع اور فرمانبردار بن کر رہوں گا۔

سلطان جلال الدین نے اربیل کے حاکم مظفرالدین کی اس عاجزی اور اک
پر مبنی گفتگو کو پسند کیا اور اسے معاف کر دیا۔ سلطان جلال الدین کے معاف کر
مظفرالدین ایسا سلطان سے خوش ہوا کہ اس نے سلطان کو اپنے مرکزی شہر اربیل
قیام کرنے کی دعوت دی۔ جسے سلطان نے قبول کیا۔

○

جس وقت سلطان مظفرالدین کے ساتھ اربیل کی طرف کوچ کرنا چاہتا تو
سے پہلے سلطان نے خلیفہ بغداد کے لشکر سے جس قدر سامان ملا تھا اسے آدھا
کیا۔ آدھا سلطان نے اپنے اور اورخان کے استعمال کے لئے رکھا اور آدھا پا
کے سپہ سالار کو دینے کا ارادہ کیا۔ جب یہ آدھی آدھی تقسیم ہو چکی تو پاسبانوں
سالار سلطان جلال الدین کے پاس آیا اور بڑی عاجزی سے سلطان کو مخاطب کر کے
لگا۔

سلطان محترم! آپ نے جو اس سامان کی تقسیم کی ہے وہ انصاف پر مبنی
ہے۔ میں اسے تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہوں۔ سلطان محترم میں کسی بھی صو
آدھے کا حق دار نہیں۔ میری گزارش یہ ہے کہ اس سارے سامان کو تین حصوں
تقسیم کیا جائے۔ دو حصے آپ اپنے اور اورخان کے استعمال کے لئے رکھیں اور

مجھے دیں جسے میں بخوشی قبول کروں گا۔ سلطان نے پاسبانوں کے سپہ سالار کی اس
ز کو بخوشی قبول کر لیا۔ جس طرح اس نے اظہار کیا تھا۔ اسی طرح سامان کی تقسیم
ئی۔ جب سامان تقسیم ہو چکا تو اس بار پاسبانوں کا سپہ سالار اورخان کے قریب آیا
اسے بڑی نرمی اور ڈھارس دینے کے انداز میں مخاطب کر کے کہنے لگا۔
اورخان۔ پتہ چلا ہے کہ منگول اصفہان سے طیان کو اٹھا کے لے گئے ہیں۔
یہ بھی اطلاع ملی ہے کہ منگولوں نے نظام الدین کو قتل کر دیا ہے۔ میرے بھائی!
مند نہ ہونا۔ خداوند نے چاہا تو طیان تمہارے پاس واپس ضرور آئے گی۔ قبل اس
کہ اورخان پاسبانوں کے سپہ سالار کی اس گفتگو کا کوئی جواب دیتا۔ سلطان جلال
نے لگا۔

میرے بھائی! تو نے جو ہمدردی اورخان سے کی ہے اس کے لئے میں تیرا شکر
ار ہوں۔ ہم نے بھی طیان کی تلاش کے لئے کچھ مخبر روانہ کر رکھے ہیں۔ اور مجھے
د ہے کہ وہ طیان کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اس پر پاسبانوں کا سپہ
ار کہنے لگا۔

سلطان محترم! آج سے میں بھی طیان کے لئے حرکت میں آ رہا ہوں۔ اور مجھے
ہے کہ میں بہت جلد طیان کو ڈھونڈ نکالوں گا۔ اور اسے ہم منگولوں سے ضرور
لیں گے۔

اس گفتگو کے بعد وہاں سے روانگی کا اہتمام کیا گیا۔ پاسبانوں کا سپہ سالار
ئے جیحوں کے کنارے اپنے مستقر کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب کہ سلطان جلال
ن اور اورخان اپنے لشکر کے ساتھ مظفرالدین کے پاس قیام کرنے کے لئے اربیل
ف کوچ کر گئے۔

○

طیان کو اصفہان سے نکالنے کے بعد منگول سمرقند کی طرف لے گئے تھے۔ ب
سمرقند کے نواح میں چنگیزخان کے بیٹے چغتائی نے اپنے لشکر کے بڑے حصے کے ر
قیام کر رکھا تھا۔ لشکر میں چغتائی کا امیرالامراء قرچار برلاس اور سپہ سالار اعلیٰ چار
بھی شامل تھے۔ جب کہ کئی دیگر چھوٹے چھوٹے لشکر منگول سرداروں کی سرکردگی
چغتائی نے مسلمانوں کے چھوٹے شہروں اور قصبوں کی لوٹ مار کرنے کے لئے ا
ادھر پھیلا رکھے تھے۔

اس لشکر میں لے جا کر طیان کو چغتائی کے سامنے پیش کیا گیا۔ چغتائی
تھوڑی دیر تک بڑی شفقت سے بڑے پیار سے طیان کی طرف دیکھا پھر اس نے ا
سامنے ایک نشست کی طرف اشارہ کرتے ہوئے طیان کو بیٹھنے کو کہا۔ طیان چپ
وہاں بیٹھ گئی۔ اس پر چغتائی کہنے لگا۔

طیان! تمہارے باپ سوبدائی کا جو میرے باپ کے ہاں وقار اور عزت ہے
سے ڈھکا چھپا نہیں ہے۔ اس لئے کہ میرا باپ اور منگولوں کا خان اعظم اپنے
سب سے زیادہ اہمیت تمہارے باپ کو ہی دیتا ہے۔ سوبدائی کی بیٹی کی حیثیت سے
میری بھی بیٹی ہو۔ مجھے خبر ہوئی ہے کہ تم اسلام قبول کر چکی ہو۔ کیا یہ سچ ہے؟ ا
طیان فورا" بولی۔

خان کے بیٹے! میں نے جو نیا دین اختیار کیا ہے اس میں جھوٹ بولنا بہت
گناہ ہے۔ لہٰذا میں سچ کہوں گی اور سچ یہی ہے کہ میں اسلام قبول کر چکی ہوں۔ ط
کا یہ جواب سن کر چغتائی کے چہرے پر خوش کن مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر وہ
لگا۔ بیٹی تیرا سچائی پر مبنی جواب سن کر میں بے حد خوش ہوا ہوں۔ تیرا اسلام قبول
کوئی جرم نہیں ہے۔ اس لئے کہ مذہب کا مسئلہ ہر انسان کا انفرادی ہے۔ وہ جیسے

ا ہے کرے۔ اس میں تم جانتی ہو' ہم میں سے کوئی مداخلت نہیں کرتا۔ اس پر
پھر بولی۔
خان کے بیٹے! اگر مذہب کا مسئلہ ہر شخص کا انفرادی ہے تو پھر مجھے اصفہان
یوں اٹھایا گیا۔ کیوں اس محترم ہستی کو قتل کیا گیا جس کا نام نظام الدین تھا۔ اور
میں اپنے باپ کا درجہ دے چکی تھی۔ چغتائی کہنے لگا۔ طیان میری بیٹی۔ تمہیں
ے اس لئے اٹھایا گیا ہے کہ ہمیں خبر ملی ہے کہ تم اورخان سے شادی کرنے کی
ہو۔ جبکہ اورخان منگولوں کا بدترین دشمن ہے اور مجھے یہ بھی خبر ملی ہے کہ اس
ئی مواقع پر منگولوں پر انتہائی ہولناک شب خون مارے۔ اس کے علاوہ جبی نویان
چھ دوسرے مغل سرداروں کو قتل کرنے میں بھی اس کا ہاتھ ہے۔ لہٰذا ایک
لڑکی کی حیثیت سے تمہیں کسی بھی صورت یہ اجازت نہیں دی جاسکتی کہ تم
یسے شخص سے شادی کرو جو منگولوں کا قاتل رہا ہو۔
اس پر طیان فورا" بولی۔ اس نظام الدین کا کیا جرم تھا جسے میں اپنا باپ سمجھتی
ور اسے قتل کر دیا گیا۔ چغتائی کہنے لگا۔ جو لشکری تمہیں اصفہان سے اٹھا کر لائے
یں ان سے دریافت کر چکا ہوں۔ چونکہ نظام الدین نے تمہیں وہاں سے نکالنے
نگول سپاہیوں سے مزاحمت کی تھی۔ لہٰذا منگولوں کے سلسلے میں کسی کی مزاحمت
برداشت خیال کی جاتی ہے۔ اس لئے نظام الدین کو قتل کر دیا گیا۔ نظام الدین
ا کرنے میں وہ سپاہی حق بجانب تھے جو تمہیں اٹھا کر لائے۔ اس لئے کہ نظام
کو قطعا" یہ حق نہیں پہنچتا تھا کہ تمہیں روکنے کے لئے وہ منگولوں کی راہ روکتا۔
طیان میری بیٹی! یہ بات طے شدہ ہے کہ اب نہ تو اورخان کے پاس جائے گی
ان سے تیری شادی ہو گی۔ میں آج ہی دو قاصد اپنے مرکزی شہر قراقرم روانہ
ہوں۔ قاصد تمہارے باپ سوبدائی سے ملیں گے۔ اسے ساری صورتحال سے
یں گے۔ میں یہ بھی تجویز پیش کر رہا ہوں کہ تمہاری شادی اپنے لشکروں کے
لار چارمغان کے ساتھ کر دی جائے۔ اس لئے کہ چارمغان مجھ پر انکشاف کر
، کہ وہ ایک عرصے سے تمہیں چاہتا اور پسند کرتا ہے۔ پہلے وہ اس لئے خاموش
تمہاری نسبت جبی نویان کے بھائی اونان سے طے تھی۔ اور جب اونان کو اسی

اورخان نے قتل کر دیا جس سے تم شادی کی خواہاں ہو تو تمہارے ساتھ چارمغ
محبت اور چاہت نمایاں ہوگئی۔ اب اس نے اپنی چاہت اور محبت کا اظہار مجھ سے
دیا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ تمہاری شادی اس سے کر دی جائے۔ یہ سن کر طیان ف
بولی۔ آپ لوگ میری رضا مندی اور مرضی جانے بغیر ہی ایسا کر دیں گے۔ تو چ
فیصلہ کن انداز میں بولا۔

میں جو دو قاصد تمہارے باپ سوبدائی کی طرف روانہ کر رہا ہوں وہ چار
کے سلسلے میں بھی اس سے بات کریں گے۔ اگر تمہارے باپ سوبدائی نے اس بات
اجازت دے دی تو تمہاری شادی چارمغان سے کر دی جائے گی۔ پھر دنیا کی کوئی طا
اس شادی کو نہ روک سکے گی۔ طیان میری بیٹی! اب تو جا اور اپنے خیمے میں آ
کر۔ اور اس وقت کا انتظار کر جب قاصد تمہارے باپ سے مل کر اس کا فیصلہ
آئیں گے۔ طیان بے چاری چغتائی کی اس گفتگو سے اداس اور افسردہ ہوگئی تھی
وہ اٹھی اور گردن جھکاتی ہوئی چغتائی کے خیمے سے نکل گئی۔

○

سلطان جلال الدین اور اورخان دونوں نے اپنے لشکر کے ساتھ چند یوم
اربیل کے شہر میں قیام کیا۔ اس قیام کے دوران میں جہاں حاکم اربیل مظفر الدین
سلطان کے سامنے بہترین فرمانبرداری اور اطاعت کا اظہار کیا وہاں اس نے سلطان
اس کے رفیق کار اورخان اور اس کے لشکریوں کی بہترین مہمانداری بھی کی۔

اربیل میں چند روز قیام کرنے کے بعد سلطان نے وہاں سے کوچ کیا اور ا
لشکر کے ساتھ مراغہ شہر پر حملہ آور ہوا۔ کچھ دنوں تک تو اہل شہر نے مقابلہ ک
سلطان برابر اہل مراغہ کو پیغام بھجواتے رہے کہ میرا اہل مراغہ سے کوئی جھگڑا
عداوت نہیں ہے کیونکہ میں سارے اسلامی شہروں اور قصبوں کو منگولوں کے خلا
متحدہ کرنا چاہتا ہوں تاکہ منگول اگر پھر دریائے جیحوں کو پار کر کے مسلم علاقوں
قتل و غارت کا کھیل شروع کرنا چاہیں تو انہیں روکا جا سکے۔

سلطان کی ان باتوں کا اہل مراغہ نے خاطر خواہ جواب نہ دیا اور وہ قلعہ بند

لطان کا مقابلہ کرنے لگے۔ یہ صورتحال دیکھتے ہوئے مراغہ پر سلطان نے تیز و تند
شروع کر دیئے۔ جلد ہی اہل مراغہ سلطان کے حملوں کی تاب نہ لا سکے۔ ہمت ہار
آخر انہوں نے شہر کے دروازے اس خیال سے کھول دیئے کہ ان سے شریفانہ
کیا جائے گا۔ سلطان مراغہ شہر میں داخل ہوئے اور جس قدر باغی شہر میں محصور
ان سب کا انہوں نے قلع قمع کر دیا۔

مراغہ کی فتح کے بعد سلطان نے اپنی اگلی منزل آذربائیجان منتخب کی۔ آذربائیجان
لوگ چونکہ اہل مراغہ کی حالت زار کے بارے میں سن چکے تھے اس لئے انہوں
نی بہتری اسی میں دیکھی کہ سلطان کو بخندہ پیشانی خوش آمدید کہہ کر اپنا مال و
اور عزت و ناموس بچا لیں۔

آذربائیجان پر حملہ آور ہونے سے پہلے سلطان نے اپنے کچھ قاصد شام کے
ں کی طرف بھجوائے تاکہ انہیں اطلاع دی جائے کہ سلطان آذربائیجان پر حملہ
نے کی ابتدا کرنے والے ہیں۔ نیز شام کے مسلمان حکمرانوں کو یہ بھی اطلاع
کہ آذربائیجان کے بعد سلطان گرجستان پر حملہ آور ہوں گے۔

غالباً" ایسا کرنے سے سلطان کا مقصد یہ تھا کہ آس پاس کے مسلمان حکمرانوں کو
جائے کہ انہیں سلطان جلال الدین سے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔
سلطان جلال الدین کے باپ علاؤالدین کے زمانہ اقتدار میں قرب و جوار کے
مرانوں کا نام و نشان مٹا دیا گیا تھا اس لئے لوگ جلال الدین سے بھی سخت
اور خوفزدہ تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ اس سارے ابتلا کے دوران کسی بھی
نے منگولوں کے خلاف اس خاندان سے ہمدردی نہیں کی تھی۔ تاہم سلطان
ین نے بڑی تیزی کے ساتھ آس پاس کے حکمرانوں کی غلط فہمیاں دور کرنے کا
یا تھا۔

پنے کام کی ابتدا کرتے ہوئے سلطان نے سب سے پہلے تبریز شہر کی طرف توجہ
ز شہر کے حاکم اوزبک پہلوان کو سلطان جلال الدین نے ایک قاصد بھجوایا اور
التماس کی کہ جس طرح منگولوں کے مسلمان علاقوں پر حملہ آور ہونے سے
لاقوں میں مسلمانوں کی ایک مضبوط اور مستحکم حکومت تھی ایسی ہی حکومت

پھر قائم کرکے منگولوں کا مقابلہ کیا جائے جو ابھی تک مسلمانوں کے قتل اور غارتگری کا باعث بنے ہوئے تھے۔ تبریز کے حاکم اوزبک پہلوان نے سلطان جلال الدین کی التجا کو کوئی اہمیت نہ دی۔ اس لئے کہ اس نے دیکھا کہ سلطان کے پاس نہ تو کوئی بڑا لشکر تھا اور نہ ہی اس کے پیچھے کوئی ایسی حکومت تھی جو بوقت ضرورت اس کی مدد کر سکے۔ لہٰذا اوزبک پہلوان نے سلطان جلال الدین کی کسی بھی تجویز کو ماننے سے انکار کر دیا تھا۔

اوزبک پہلوان کا نفرت میں ڈوبا ہوا یہ جواب سن کر سلطان جلال الدین نے اپنے لشکر کے ساتھ تبریز کی طرف رخ کیا۔ تبریز کے حاکم اوزبک پہلوان کو جب خبر ہوئی کہ سلطان جلال الدین اپنے لشکر کے ساتھ تبریز کا رخ کر رہے ہیں تو وہ اس قدر خوفزدہ ہوا کہ تبریز سے اس نے بھاگ نکلنے کا ارادہ کیا۔ اس کی بیوی نے اسے سمجھایا کہ تبریز سے بھاگنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ تم سلطان جلال الدین کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے رویئے کی معافی مانگو اور آئندہ کے لئے سلطان کا فرمانبردار اور مطیع بن کر رہنے کا عہد کرو تو تمہیں کوئی کچھ نہیں کہے گا۔ لیکن اوزبک پہلوان اس قدر بدحواس اور خوفزدہ ہوا کہ اپنی بیوی کو تبریز میں ہی چھوڑ کر خود گنجا شہر کی طرف بھاگ گیا۔

اوزبک پہلوان کی بیوی طغرل سلجوقی کی بیٹی تھی۔ اور اس کے تعلقات اپنے خاوند اوزبک پہلوان سے ہمیشہ کشیدہ ہی رہے تھے۔ دوسری طرف تبریز شہر کے لوگ بھی اوزبک پہلوان سے قطعی ناخوش تھے۔ جب انہیں خبر ہوئی کہ ان کا حکمران اوزبک سلطان جلال الدین کی آمد کا سن کر تبریز سے فرار ہو گیا ہے تو تبریز شہر کے کچھ لوگ خود سلطان جلال الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور سلطان کو شہر پر قبضہ کرنے کی دعوت دی۔

سلطان جلال الدین کو جب علم ہوا کہ اوزبک اپنی بیوی چھوڑ کر خود گنجا شہر کی طرف بھاگ گیا ہے تو اس نے ملکہ کو عزت و احترام کے ساتھ خوی کے مقام پر بھیج دیا اور خوی شہر تبریز کی اس ملکہ کو جاگیر کے طور پر عطا کر دیا۔ چونکہ ملکہ اپنے خاوند سے ماضی میں ہمیشہ ناخوش رہی تھی اس لئے اس نے تبریز کے قاضی القضاۃ عزالدین

کے دربار میں فسق نکاح کا دعویٰ کرکے اپنے حق میں فیصلہ کرا لیا۔

اس کے علاوہ تبریز کی ملکہ سلطان جلال الدین کی جوانمردی' ان کی جرات' ان کی ہمت اور ان کے حالات سے بڑی متاثر تھی۔ وہ دل و جان سے سلطان کو پسند کرتی تھی۔ لہٰذا اس نے سلطان جلال الدین کے پاس پیغام بھجوایا کہ اگر سلطان اسے اپنے حرم میں شامل کرلیں تو یہ ملکہ کی خوش قسمتی اور اس کے لئے باعث عزت ہو گا۔ چنانچہ سلطان جلال الدین نے ملکہ کی اس التجا کو قبول کر لیا اور ملکہ کو اپنے حرم میں داخل کر لیا۔

جب اوزبک پہلوان کو بیوی کی اس بے وفائی کا علم ہوا تو اسے ایسا دھچکا لگا کہ شدت اضطراب سے اسی دن فوت ہو گیا۔ اس طرح بیوی کے علاوہ اپنی مختصر سی قلمرو بھی سلطان کے حوالے کرتا چلا گیا تھا۔ بہرحال تبریز پر سلطان کا قبضہ ہو گیا اور چونکہ تبریز کی ملکہ سلطان کے حرم میں داخل ہو چکی تھی لہٰذا سلطان نے اپنی طرف سے ایک شخص نظام الدین کو تبریز کا حاکم مقرر کیا اور خود ملکہ کے پاس خوی شہر چلا گیا۔ اپنے سارے لشکر کو بھی اورخان سمیت سلطان خوی شہر ہی کی طرف لے گیا تھا۔

تبریز پر قبضہ کرنے کے بعد جہاں سلطان کے اقتدار اور عزت میں اضافہ ہوا وہاں اس کے لشکر کی تعداد بھی خاصی بڑھ گئی تھی۔ تبریز جیسے بڑے اور عظیم شہر پر قبضہ کرنا کوئی آسان بات نہ تھی۔ سلطان کو یہ دن بڑی صعوبتوں کے ساتھ دیکھنا نصیب ہوا تھا۔ اس لئے قرب و جوار کے حاکم اور سلاطین' سلطان کی اس فتح کو اپنی بقا کے لئے خطرہ سمجھنے لگے۔ گرجستھان کے حکمران بھی چونکہ تبریز کے ہمسائے میں واقع تھے لہٰذا وہ بھی جلال الدین کو اپنے لئے خطرہ خیال کرنے لگے۔ وہ جانتے تھے کہ جو سلوک ماضی میں سلطان جلال الدین کے باپ علاؤالدین نے ہمسایہ حکمرانوں کے ساتھ روا رکھا تھا اگر جلال الدین کو بھی موقع مل گیا تو تاریخ یقیناً" اپنے آپ کو دہرائے گی۔ اور مقابلتاً" بدتر حالات سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اس لئے گرجستھان کے حکمران نے طے کیا کہ جس طرح بھی ہو سکے سلطان کو اپنے نزدیک کے کسی بھی علاقے میں ٹھہرنے کا موقع نہ دیا جائے۔ چنانچہ گرجستھان کی ملکہ نے بڑی تیزی سے ایک عظیم لشکر تیار کرنا شروع کر دیا کہ سلطان جلال الدین پر حملہ آور ہو کر اسے کسی دوسری طرف

بھاگ جانے پر مجبور کر دیں۔

جن دنوں سلطان جلال الدین نے تبریز کو فتح کیا تھا ان دنوں گرجستان کے علاقے پر ایک عیسائی قبیلہ حکمران تھا۔ جسے گرجی کہتے تھے۔ اور جو آرمینیا کے عیسائیوں کی ایک شاخ تھا۔ گرجستان کی ریاست کوہستان قفقار کے اندر آذربائیجان کے شمال میں واقع تھی اور جس کا صدر مقام تفلس شہر تھا۔ یہ علاقہ اپنی سبزی اور بہتے چشموں کی وجہ سے مشہور تھا۔ اس گرجی قبیلے نے طغرل سلجوقی سے تفلس اور اس کے گرد و نواح کا علاقہ چھین لیا اور اپنے قدم ان علاقوں میں جما لئے۔ اس کے بعد ان لوگوں نے اپنی سلطنت کو دور دور تک پھیلایا یہاں تک کہ ان کی طاقت اور قوت اس قدر بڑھی کہ آرمینیا' شروان اور کچھ دیگر علاقوں تک کے حکمران ان کے **باجگزاروں میں شمار** ہونے لگے تھے۔

گرجستان کے حکمرانوں نے سلطان جلال الدین کو اپنے قریب کے علاقوں سے مار بھگانے کے لئے ساٹھ ہزار کا ایک بہترین مسلح اور عمدہ قسم کے ہتھیاروں سے لیس ایک لشکر تیار کیا۔ اس لشکر کا سپہ سالار انہوں نے ایک ایسے جرنیل کو بنایا جس نے اپنی زندگی میں کبھی شکست نہیں کھائی تھی۔ اس جرنیل کا نام شلوہ تھا۔ یہ شلوہ اپنے ساٹھ ہزار کے لشکر کو لے کر بڑی تیزی سے آگے بڑھا۔ اور سلطان کی طرف پیش قدمی کی۔ سلطان کے مخبر بھی گرجستانیوں کے سپہ سالار شلوہ کی پیش قدمی سے متعلق اسے آگاہ کر چکے تھے۔ لہٰذا سلطان جلال الدین بھی اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے شمال کی طرف بڑھا تاکہ گرجستانیوں کی پیش قدمی کو روک دے۔ سلطان کے پہنچنے سے پہلے ہی شلوہ ساٹھ ہزار کے لشکر کے ساتھ دریائے ارس کے کنارے ایک بلند کوہستانی سلسلے کے ساتھ خیمہ زن ہو گیا تھا۔

سلطان جب دریائے ارس کے کنارے پہنچا تو شلوہ پہلے اپنے لشکر کے ساتھ موجود تھا۔ لہٰذا سلطان کو اپنے لشکر کے ساتھ نشیب میں پڑاؤ کرنا پڑا۔ گرجیوں نے چونکہ کوہستانی سلسلے کے اوپر مورچے سنبھال رکھے تھے۔ سلطان نشیب میں تھا لہٰذا ایسی صورت میں گرجی یقیناً" سلطان جلال الدین اور اس کے لشکریوں کو نقصان پہنچا سکتے تھے۔ سلطان جلال الدین اپنے لشکر کے ساتھ رک کر نشیب میں ہی انتظار کرنے

لیکن شلوہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ بلندی پر قائم کردہ اپنے مورچوں کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ دوسری طرف سلطان بھی غیر معینہ مدت کے لئے وہاں اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اس نے تبریز نیا نیا فتح کیا تھا اور اسے خطرہ تھا کہ اس کی غیر حاضری میں کہیں تبریز میں بغاوت ہی کھڑی نہ ہو جائے۔

دونوں لشکر فراز و پستی پر ابھی اپنے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے تھے کہ پاسبانوں کا سپہ سالار بھی اپنے لشکر کے ساتھ سلطان کے لشکر میں آشامل ہوا اور اس کے آنے سے سلطان کو بڑی تقویت ہوئی۔ پھر ایک روز صبح ہی صبح سلطان نے اورخان اور پاسبانوں کے سالار کو اپنے خیمے میں طلب کیا۔ جب وہ دونوں سلطان کے خیمے میں داخل ہوئے تو سلطان نے ان دونوں کو اپنے سامنے بیٹھنے کو کہا۔ جب وہ دونوں بیٹھ گئے تو سلطان نے پہلے پاسبانوں کے سپہ سالار کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

میرے عزیز بھائی! تم عین وقت پر آئے ہو۔ قسم خداوند کی کہ میں تمہاری کمی بڑی شدت سے محسوس کر رہا تھا۔ میں دل میں سوچ ہی رہا تھا کہ کاش پاسبانوں کا سپہ سالار اس موقع پر ہمارے ساتھ ہوتا۔ اس لئے کہ عام لوگوں کی نگاہوں میں یہ گرجی بڑے جنگجو' بڑے لڑاکا اور بڑے خونخوار خیال کئے جاتے ہیں اور یہ ماضی میں بھی مسلمانوں کے لئے بڑی اذیت اور بڑی تباہی اور بربادی کا باعث بنے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ان گرجستانیوں کے لشکر کی تعداد بھی ہم سے خاصی بڑی ہے۔ پاسبانوں کے سالار میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم ہماری مدد کو پہنچے۔ اس پر پاسبانوں کا سپہ سالار بولا۔

سلطان محترم! آپ کو میرا شکریہ ادا کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اپنی قوم' ملت کی خدمت کرنا تو میرے لئے باعث سعادت ہے۔ بلکہ میں یوں خیال کروں گا کہ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ لوگ مجھے اس جہاد میں شامل ہونے کا موقع فراہم کرتے ہیں۔

جواب میں سلطان جلال الدین مسکراتے ہوئے کہنے لگے۔ پاسبانوں کے سپہ سالار بھائی! میں اور اورخان' دونوں ہی تیری عظمت کو سلام کرتے ہیں۔ اس لئے کہ تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ اپنا سب کچھ دین و ملت کی بہتری اور حفاظت کے لئے

داؤ پر لگا رکھا ہے۔ تم اور تمہارے ساتھی یقیناً" قابلِ ستائش ہیں۔ دیکھو میرے دونوں بھائیو! میں نے تمہیں اس لئے طلب کیا ہے کہ تم دیکھتے ہو گرجستھانیوں کا سالار شلوہ اپنے لشکر کے ساتھ کوہستانی سلسلے کے اوپر پڑاؤ کئے ہوئے ہے۔ جبکہ ہم نشیب میں ہیں اور جنگ جاری ہوتی ہے تو بلندی پر ہونے کی وجہ سے گرجستھانی ہمیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اس پر اورخان بولا۔ سلطان محترم! میرے پاس ایک تجویز ہے۔ اگر آپ کو پسند ہو تو اس پر عمل کر کے دیکھ لیجئے۔ پاسبانوں کا سپہ سالار یہ سن کر کہنے لگا کہ اورخان جلدی سے تجویز بتاؤ۔ یہ سن کر اورخان مسکراتے ہوئے کہنے لگا

سلطان محترم! میرے خیال میں ہمیں آج ہی گرجستھانیوں کے خلاف جنگ کی ابتدا کر دینی چاہئے اور ہمیں ان پر حملہ آور ہونے کے لئے کوہستانی سلسلے پر چڑھ جانا چاہئے۔ میرے خیال میں جب ہم کوہستانی سلسلے پر چڑھنا شروع کریں گے تو گرجستھانی نیچے اترنا شروع کر دیں گے تاکہ نیچے اترتے ہوئے وہ ہم پر دباؤ ڈالیں اور ہمیں شکست سے دوچار کرنے کی کوشش کریں۔ اس لئے کہ وہ اوپر رہ کر ہمارا انتظار نہیں کریں گے۔ وہ جانتے ہیں کہ اگر ہم اوپر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے تو پھر ان کے لئے مصیبت کا باعث بن جائیں گے۔

سلطان محترم! جب ہم کوہستانی سلسلے کے اوپر چڑھ رہے ہوں گے اور گرجستھانی نیچے اتر رہے ہوں گے اور جب دونوں لشکروں کی اگلی صفیں آپس میں ٹکرائیں گی تو تھوڑی دیر تک ہمیں گرجستھانیوں کے ساتھ جنگ کرنی چاہئے اس کے بعد ہمیں ایک دم پسپا ہونا چاہئے۔ گرجستھانی یہ خیال کریں گے کہ ہم شکست اٹھا کر واپس بھاگے ہیں۔ اس طرح وہ ہمارا تعاقب کرتے ہوئے کوہستانی سلسلے سے میدان میں آن پہنچیں گے۔ اس طرح ہمارا مقصد پورا ہو جائے گا۔ کوہستانی سلسلے [illegible] کے ساتھ ہی ہمارے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم ہو جانا چاہئے۔ سامنے کی طرف سے سلطان محترم آپ خود ضرب لگائیں گے۔ دائیں طرف سے میں اور بائیں طرف سے پاسبانوں کا سپہ سالار گرجستھانیوں پر حملہ آور ہو گا۔ اور مجھے امید ہے کہ اگر گرجستھانیوں کے لشکر کی تعداد ہماری نسبت بہت زیادہ ہے پھر بھی ہم انہیں اپنے سامنے زیر کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

یہ کہنے کے بعد اورخان جب خاموش ہوا تو سلطان جلال الدین اور پاسبانوں کا سپہ سالار دونوں ہی اسے تحسین آمیز انداز میں دیکھنے لگے تھے۔ اس موقع پر پاسبانوں کے سپہ سالار اورخان کو مخاطب کرتے ہوئے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اس کے بولنے سے پہلے ہی سلطان جلال الدین نے اورخان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اورخان! تمہاری تجویز بہترین اور انتہائی عمدہ ہے۔ اس پر عمل کر کے ہم یقیناً" گرجستھانیوں کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اس طرح ہم ان کے لشکر کی بڑی تعداد کو بھی اپنے سامنے ہیچ اور پست کر کے رکھ سکتے ہیں۔ دیکھو میرے دونوں بھائیو! یہ معاملہ طے شدہ ہے کہ ابھی تھوڑی دیر تک ہم گرجستھانیوں سے جنگ کی ابتدا کریں گے اور جنگ کرنے کا طریقہ کار یہی ہو گا جو ابھی اورخان نے بیان کیا ہے۔ یہاں تک کہنے کے بعد سلطان جلال الدین تھوڑی دیر تک رکے پھر وہ پاسبانوں کے سپہ سالار کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگے۔

میرے عزیز! شاید تمہیں خبر ہو گی کہ میں نے اور اورخان دونوں مل کر تبریز شہر فتح کر لیا ہے اور اب وہ ہمارے قبضے میں ہے۔ تبریز شہر کا حاکم اوزبک پہلوان گنجا کی طرف بھاگا تھا جب کہ اس کی بیوی یعنی تبریز کی ملکہ نے مجھ سے التماس کی تھی کہ میں اسے اپنے حرم میں داخل کر لوں لہٰذا میں نے اس کی تجویز کو منظور کیا اور اب وہ میرے حرم میں شامل ہے۔ دوسری بات میں تم سے یہ کہوں گا کہ اب چونکہ میری اور اورخان کی حالت پہلے کی نسبت کافی بہتر ہو گئی ہے لہٰذا ہم نے اپنا ایک وزیر مقرر کیا ہے جس کا نام شرف الملک ہے اور ایک کاتب بھی رکھا ہے جس کا نام ابن احمد ہے۔ اور یہ ابن احمد انشا پردازی میں اپنا جواب نہیں رکھتا۔ میرے بھائیو! اب ہمیں اٹھ کر اپنی طے شدہ تدبیر کے مطابق گرجستھانیوں کے خلاف حرکت میں آنا چاہئے۔ اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے سلطان جلال الدین کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر وہ خیمے سے باہر آئے اپنے لشکر کو حرکت میں لاتے ہوئے وہ گرجستھانیوں پر حملہ آور ہونے کے لئے نشیب سے بلندیوں کی طرف چڑھنا شروع ہو گئے۔

گرجستھانیوں کے سپہ سالار شلوہ نے جب دیکھا کہ سلطان جلال الدین آز جنگ کی ابتدا کرنے کے لئے نشیب سے کوہستانی بلندیوں کی طرف چڑھنا شروع ہو گئے ہیں تو اسے شلوہ نے سلطان جلال الدین کی حماقت اور غلطی پر تعبیر کرتے ہوئے بڑ خوشی کا اظہار کیا۔ اس لئے کہ وہ جانتا تھا کہ جب وہ اونچائی کی طرف سے نشیب سمت حملہ آور ہو گا تو سلطان جلال الدین کا لشکر دباؤ کو برداشت نہ کرتے ہوئے صورت میں پسپا ہونے پر مجبور ہو جائے گا۔

بہرحال سلطان اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے چڑھائی چڑھتا ہوا اوپر آ گرجستھانیوں کا سپہ سالار تاک میں رہا۔ جب سلطان کوہستانی سلسلوں کی آدھی زائد بلندیوں کو چڑھتے ہوئے اوپر آئے تب شلوا اپنے لشکر کے ساتھ انتہائی سمندر اور کائنات کی نبضیں لرزا دینے والی نفرتوں کی اداس رت کی طرح حرکت آیا اور آگے بڑھتے ہوئے اس نے زندگی کی بے کراں مسافتوں میں درد کے قہر اور صدیوں کے زنگ آلود صحرا میں شب کے اندھیروں کی طرح سلطان جلال الد کے لشکر پر نزول کر دیا تھا۔

دوسری طرف سلطان جلال الدین' اورخان' پاسبانوں کا سپہ سالار اور ان لشکری پہلے سے طے شدہ تدبیر کے مطابق اپنا اپنا کام سرانجام دے رہے تھے۔ شلوہ اپنے گرجستھانیوں کے لشکر کے ساتھ سلطان کے لشکر پر حملہ آور ہوا تو سلطان کے لشکر کی اگلی صفوں نے تھوڑی دیر تک اس حملے کو روکا اور اپنے آپ کو دفاع محدود رکھا۔ پھر سلطان کا اشارہ ملتے ہی اس کا لشکر الٹے پاؤں پسپا ہونا شروع تھا۔ گرجستھانیوں نے دیکھا کہ ان کے اندازوں کے مطابق سلطان جلال الدین اختیار کر رہا ہے تو انہوں نے اپنے حملوں میں اور تیزی پیدا کر دی۔ جس قدر اپنے حملوں میں تیزی پیدا کر رہا تھا اسی تیزی سے سلطان اپنے لشکر کو لے اترتے چلے گئے تھے یہاں تک کہ میدان میں اتر کر سلطان اپنے لشکر کو کھلے میدانوں میں اپنے پڑاؤ کے قریب لے گئے۔

ایسا ہونا تھا کہ ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ اورخان اور پاسبانوں کا سپہ اپنے اپنے لشکر کو لے کر گرجستھانیوں کے دائیں اور بائیں طرف پھیل گئے

سامنے سلطان اپنے لشکر کے ساتھ تھا۔ پھر سلطان اور اس کے سالاروں نے روائی کی ابتدا کی تھی۔

ب سے پہلے ابتدا سلطان نے کی۔ سلطان ملوکیت شکن جیسے بارود گر کی طرح رہوا اور نفرتوں کو حسن مظہر' ناچیز ذروں کو در ثمین میں تبدیل کر دینے والے ثمین اور انسانیت کے ماحاصل جذبہ تکمیل جاں بن کر گھس جانے والے طرح سامنے کی طرف سے شلوہ کے لشکر پر حملہ آور ہوا تھا۔

سلطان کے حملہ آور ہوتے کے بعد اورخان حرکت میں آیا اور وہ دائیں جانب ام کے زنگار کھڑے کر جانے والے صورت گر تمثیل انسانیت میں کردار کی کر دینے والے گہرے مراقبے اور حصول رضائے رب کا ذریعہ بننے والے کی تمنا بن کر گرجستھانیوں پر ٹوٹ پڑا تھا۔ جب کہ تیسری سمت سے پاسبانوں کا لار کردار کی رگوں میں فیضان عالم' شوق ادراک' عقل کی معراج اور تقدیر کے طرح گھس جانے والے کارکنان قضا و قدر کی طرح گرجستھانیوں پر نزول کر چکا

گرجستھانیوں کا سپہ سالار شلوہ جو تھوڑی دیر پہلے بلندیوں سے اتر کر نشیب میں پر حملہ آور ہوتے ہوئے بڑا خوش' بڑا مطمئن تھا اور یہ امید لگائے ہوئے تھا بلندیوں سے سلطان کو پسپا کرتے ہوئے نشیب میں لے جائے گا اور اپنی فتح کو ئے گا اب وہ پچھتا رہا تھا کہ وہ کیوں کوہستانی سلسلے سے اتر کر میدانوں میں ہوا۔ اس لئے کہ اب سامنے کی طرف سے سلطان' دائیں جانب سے اورخان یں جانب سے پاسبانوں کے سپہ سالار نے اس کے لشکر پر حملہ آور ہو کر اس اگلی صفوں کو مکمل طور پر ادھیڑنا شروع کر دیا تھا۔ گو شلوہ کا لشکر تعداد میں کے مجموعی لشکر سے کہیں زیادہ تھا پھر بھی شلوہ اپنے لئے رونما ہونے والے حالات کا پہلے ہی اندازہ کر چکا تھا۔

کھلے میدانوں میں تھوڑی ہی دیر کی جنگ کے بعد شلوہ نے اندازہ لگا لیا تھا کہ میدانوں میں سلطان اور اس کے سپہ سالاروں کا مقابلہ کرنا اس کے بس کا روگ ہے۔ اس لئے کہ اس کے لشکر کی اگلی صفیں آدھی کے قریب ختم ہو چکی

تھیں۔ اور باقی بچنے والے پچھلی صفوں کی طرف ہٹے لے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا
کہ شلوہ کے لشکر کے وسطی حصے کی حالت بھی ٹوٹتے آبگینوں' ڈوبتے سفینوں اور ا
ہی مقدر اور اپنے ہی حصار ذات سے جنگ کرتے شکست و ریخت کے جھکڑوں ا
ہو کر رہ گئی تھی۔

شلوہ نے جب دیکھا کہ سلطان جلال الدین کا لشکر تین اطراف سے اس
لشکر کو گھیر کر اس کا مکمل طور پر قتل عام شروع کر چکا ہے تب وہ بڑا پریشان اور
فکر مند ہوا۔ اسی پریشانی اور فکر مندی میں اس نے اپنے لشکر کو پسپا ہونے کا حکم دے
دیا۔ یہ حکم ملنا تھا کہ گرجستھانی اپنے پیچھے کوہستانی سلسلے میں بھاگے اور اس عمل
شلوہ سب سے آگے تھا۔ یہ بڑا نازک موقع تھا۔ جو گرجستھانیوں پر وارد ہوا اس
کہ جونہی گرجستھانی بھاگے سلطان' اورخان' پاسبانوں کے سپہ سالار نے پوری
سے ان کا پیچھا کیا اور انہیں کانٹا مارنا شروع کر دیا۔ یہ عمل تو کوہستانی سلسلوں کی
تک جاری رہا۔

یہاں تک کہ گرجستھانی لشکر اپنے پڑاؤ کو سلطان کے لشکر کے رحم و کر
چھوڑتا ہوا کوہستانی سلسلے کی دوسری سمت اترنا شروع ہو گیا تھا۔ سلطان اور خان
پاسبانوں کے سپہ سالار نے یہ تعاقب جاری رکھا۔ اس تعاقب میں گرجستھانیوں
سپہ سالار شلوہ کا گھوڑا ٹھوکر کھا کر گر گیا تھا۔ جس سے شلوہ بے چارہ جو بھاگنے
سب سے آگے آگے تھا۔ زمیں پر گر گیا۔ اب وہ سب سے پیچھے رہ گیا تھا جس کا
یہ نکلا کہ سلطان کے لشکریوں نے شلوہ کو گرفتار کر لیا۔ باقی بچنے والا گرجستھانی
لشکر کوہستانی سلسلے کے اندر اپنی جانیں بچانے کے لئے غاروں اور کھنڈروں میں گ
کر اپنی جانیں بچانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

تعاقب ترک کر کے سلطان اس جگہ آئے جس جگہ گرجستھانیوں کا پڑاؤ
وہاں سلطان' اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار تینوں ایک بڑی چٹان پر بیٹھ گئے
سلطان نے گرجستھانیوں کے سپہ سالار شلوہ کو اپنے سامنے پیش کرنے کا حکم
سلطان کے لشکری شلوہ کو پکڑ کر سلطان کے سامنے لائے تو سلطان نے تھوڑی دیر
سر سے پاؤں تک بڑی گہری نگاہ سے اس کا جائزہ لیا۔ سلطان نے اسے مخاطب کر

بولا شلوہ! قبل اس کے کہ تیری اس بغاوت' تیری اس سرکشی کی میں سزا تجویز
کروں تو خود ہی بتا دے کہ تو نے جو ہمارے خلاف جنگ کی طرح ڈالی ہے اس کی تجھے
کیا سزا دی جائے۔ اس پر شلوہ تھوڑی دیر تک بڑے غور سے سلطان جلال الدین کو
دیکھتا رہا پھر وہ آگے بڑھا۔ سلطان جلال الدین کے پاؤں پر گر گیا۔ پھر کھڑا ہوا اور بڑی
عاجزی اور انکساری سے کہنے لگا۔

سلطان محترم! میری زندگی کا یہ پہلا تجربہ ہے کہ تعداد میں کم ہونے والے لشکر
کے مقابلے میں نے ایسی بدترین اور ذلت آمیز شکست اٹھائی ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ
سب کچھ مسلمانوں کے عزم اور ان کی نیک نیتی کے باعث ہے۔ سلطان محترم! شاید
آپ میرے عزم پر یقین نہیں کریں گے۔ آپ کے اس اخلاق اور کردار کو دیکھتے
ہوئے میں نے اسلام قبول کرنے کا سچا ارادہ کر لیا ہے۔ سلطان شلوہ کے اس اسلام
قبول کرنے کے اظہار کے جواب میں کچھ کہنا ہی چاہتے تھے کہ ان کے لشکری ایک اور
گرجستھانی کو پکڑ کر لائے اور سلطان کے سامنے کھڑا کر دیا۔ سلطان نے اپنے لشکریوں
کو مخاطب کر کے پوچھا۔ یہ کون ہے جسے تم پکڑ لائے ہو۔ اس پر ایک لشکری بولا۔
سلطان محترم! یہ بھی گرجستھانیوں کا ایک سالار ہے۔ اور اپنا نام ایوانی بتاتا ہے۔ یہ
اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہے۔ اس پر سلطان نے شلوہ کی طرف دیکھتے ہوئے
کہا۔ یہ ایوانی نام کا جوان تمہارے لشکر کا سالار ہے۔ اس پر شلوہ نے اثبات میں سر
ہلایا۔ چونکہ شلوہ اور ایوانی دونوں نے اسلام قبول کرنے کا اظہار کر دیا تھا لہٰذا
سلطان نے ان دونوں کے لئے کوئی سزا تجویز نہ کی۔ اس موقع پر شلوہ نے اظہار تشکر
کرتے ہوئے سلطان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

سلطان محترم! میں ہرگز اپنے لشکر کے ساتھ آپ کے مقابل نہ آتا۔ لیکن آپ
کو معلوم ہو گا کہ گرجستھانیوں پر حکومت اس وقت ایک عورت کی ہے جس کا نام
ملکہ ہے۔ یہ بڑی ضدی' بڑی ہٹ دھرم اور جنگجو قسم کی عورت ہے۔ یہ اپنے
جرنیلوں اور اپنے عسکریوں کو بیکار نہیں بیٹھا دیکھ سکتی۔ چاہتی ہے کہ کہیں نہ کہیں
کسی نہ کسی محاذ پر اس کے لشکری کسی حاکم' کسی حکمران کے ساتھ مصروف جنگ

رہیں۔ بس اسی بناء پر ہماری ملکہ نے ساٹھ ہزار کا لشکر دے کر آپ سے جنگ کر
کے لئے مجھے روانہ کر دیا۔ بہرحال میں سچے دل سے اسلام قبول کرتا ہوں اور آپ
کے خلاف جنگ کرنے کی مجھ سے اور ایوانی سے جو غلطی ہوئی اس کے لئے میں
معذرت خواہ ہوں۔ سلطان نے شلوہ اور ایوانی دونوں کی معذرت کو قبول کیا اور
دونوں کو اپنے لشکر میں شامل کر لیا۔

گرجستھانیوں کے اس سارے پڑاؤ پر قبضہ کرنے کے بعد سلطان نے چند روز
تک وہیں قیام کئے رکھا۔ اس دوران سلطان کو اطلاع ملی کہ گرجستھانیوں کی ملکہ
ملک اپنی اس شکست کا بدلہ لینے کے لئے ایک بہت بڑا لشکر تیار کر رہی ہے۔ تاکہ
سلطان کو ایک اور نہ ختم ہونے والی جنگ میں مبتلا کر دیا جائے۔

اسی دوران تبریز کی طرف سے ایک قاصد سلطان کے وزیر شرف الملک کی
طرف سے آیا۔ اس قاصد کے ذریعے شرف الملک نے سلطان جلال الدین کو
اطلاع دی تھی کہ تبریز میں نظام الدین جسے سلطان نے حاکم تبریز مقرر کیا تھا اس نے
شخص شمس الدین کے ساتھ مل کر سلطان کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا ہے۔ یہ
سن کر سلطان بڑے فکر مند ہوئے اس لئے کہ دوسری سمت گرجستھانیوں کی ملکہ
ملک بھی سلطان جلال الدین کے خلاف ایک اور جنگ کی ابتدا کرنے کے درپے تھی۔
اس تکلیف دہ صورتحال میں سلطان نے اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کو ان
لشکر کے ساتھ وہیں رہنے دیا اور خود وہ اپنے لشکر کو لے کر بڑی تیزی سے تبریز کی
طرف بڑھے تاکہ وہاں اٹھنے والی بغاوت کو فرو کیا جائے۔

سلطان جب اپنے لشکر کے ساتھ تبریز پہنچے تو سلطان کے وزیر شرف الملک نے
سلطان کو نظام الدین اور شمس الدین کے خلاف اتنا بھڑکایا کہ سلطان نے
سمجھے، بغیر تحقیق کے حاکم تبریز نظام الدین کو قتل کرا دیا جب کہ شمس الدین پر
لاکھ روپے تاوان ڈال کر مراغہ کے حاکم کے پاس روانہ کر دیا اور حکم دیا کہ اسے
زندان میں ڈال دیا جائے۔

حقیقت میں نظام الدین اور شمس الدین نے تبریز میں کوئی بغاوت نہیں
کی تھی بلکہ سلطان کے وزیر شرف الملک نے ذاتی رنجش کی بنا پر نظام الدین

اور شمس الدین کے خلاف سلطان کے کان بھرے تھے۔ حقیقت میں شرف الملک نے ذاتی
رنجش ہی کی بنا پر خلاف واقعہ الزام ان دو ناکردہ گناہ انسانوں کے سر تھوپ کر سلطان
کو دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ لہٰذا جب سلطان نے نظام الدین کو قتل کرانے کے بعد
شمس الدین کو مراغہ کے حاکم کی طرف روانہ کر دیا کہ اسے زندان میں ڈال دیا جائے۔
تو سلطان کا وزیر شرف الملک بڑا خوفزدہ ہوا کہ اگر سلطان کو اس کی تیار کردہ سازش کا
علم ہو گیا تو اس کی بھی اپنی جان پر بن پڑے گی۔

چنانچہ وہ اسی فکر میں غلطان رہنے لگا کہ کوئی ایسا موقع کوئی ایسی صورت نکل
آئے کہ شمس الدین کو مراغہ شہر میں قتل کر دیا جائے۔ آخر ایک روز جب وہ سلطان
کے ساتھ اکیلا بیٹھا ہوا تھا تو سلطان کو اس نے شمس الدین کے خلاف سخت بھڑکایا۔
سلطان کے سامنے یہ خدشات پیش کئے کہ آنے والے دور میں شمس الدین زندان
سے بھاگ کر ایک بار پھر بغاوت کھڑی کرتے ہوئے سلطان کے لئے مسائل کھڑے
کر سکتا ہے۔ سلطان کو بہلا پھسلا کر شرف الملک نے شمس الدین کو قتل کرا دینے کے
احکام حاصل کر لئے۔

یہ حکم حاصل کرنے کے بعد شرف الملک نے فوراً" اپنے قاصد حاکم مراغہ کی
طرف بھجوائے اور تاکیدی احکام جاری کئے کہ شمس الدین کو فوراً" قتل کر دیا جائے۔
لیکن حاکم مراغہ کو شمس الدین کی بے گناہی اور شرف الملک کی بددیانتی کا علم تھا اس
لئے اس نے شرف الملک کے احکام کی کوئی پرواہ نہ کی۔ شمس الدین کو زندان سے
نکال کر اجازت دے دی کہ جہاں چاہے چلا جائے۔

شمس الدین، شرف الملک کے شر سے بچنے کے لئے مراغہ سے اربیل اور
پھر بغداد چلا گیا اور جب حج کا مہینہ آیا تو زیارت کعبہ سے مشرف ہونے کے
لئے مکہ معظمہ روانہ ہو گیا۔

اس موقع پر تبریز سے بھی حجاج کا ایک قافلہ حج کے لئے آیا ہوا تھا۔ جب حج
کے دن لوگ حرم کعبہ میں نماز سے فارغ ہوئے تو شمس الدین اٹھا اور قرآن مقدس کا
ایک نسخہ ہاتھ میں لیتے ہوئے وہ مجمع کو مخاطب کرکے کہنے لگا۔

"اے مسلمانان عالم میرا نام شمس الدین تبرائی ہے۔ میں تبریز کا رہنے والا

ہوں۔ آج شہر کی اس عبادت گاہ میں کھڑا ہوں جس سے بڑھ کر اور کوئی قابل اح
عبادت گاہ نہیں ہے۔ اور آج کا دن وہ دن ہے جس سے زیادہ متبرک اور کوئی
نہیں۔ میرے ہاتھوں میں وہ کتاب ہے جس سے مقدس تر اور کوئی کتاب نہیں۔
آپ سب لوگوں کے سامنے اس عبادت گاہ اور اس کتاب کی قسم کھا کر کہتا ہوں
میرے خلاف شرف الملک نے ناپاک سازش تیار کی تھی۔ میں اور مرنے والا
الدین قطعاً" کسی سازش میں مبتلا نہیں تھے۔"

تبریز سے جانے والا حجاج کا قافلہ جب واپس تبریز آیا تو سالار قافلہ نے
واقعات سلطان کے گوش گزار دیئے۔ اس پر سلطان کو اپنی جلد بازی پر بڑی نداہ
ہوئی۔ اس نے اپنے وزیر شرف الملک کو برا بھلا کہا۔ سلطان نے شمس الدین کو
معظمہ سے بلایا اور اس کے ساتھ کئے جانے والے سلوک کی تلافی مافات کے طو
شمس الدین کو سلطان نے تبریز کا حاکم مقرر کر دیا تھا۔ اس موقع پر سلطان نے ا
وزیر شرف الملک کے خلاف کوئی بڑی کارروائی نہ کی اس لئے کہ سلطان کی حا
ابھی مکمل طور پر سنبھلنے نہ پائی تھی۔ اگر سلطان اپنے وزیر شرف الملک کو سزا د
اس کے حمایتی یقیناً" سلطان کو چھوڑ کر چلے جاتے۔ اور ایسا کرنے سے سلطا
عسکری قوت میں خاطر خواہ کمی ہوتی جب کہ ایسے نازک وقت میں سلطان ایسا
چاہتے تھے۔ لہٰذا انہوں نے مصلحت آمیز خاموشی اختیار کر لی تھی۔

سلطان جلال الدین جب تک تبریز کے حالات درست کرتے رہے اس
تک گرجستھان کی ملکہ تیز ملک نے ایک اور بہت بڑا لشکر تیار کر لیا اور اورخان
پاسبانوں کے سپہ سالار کے ساتھ اس نے جنگ کی طرح ڈال دی تھی۔ جگہ
معرکے ہوئے' جس میں اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے گرجستھان کی
ملک کے لشکروں کو شکست دی تاہم تیز ملک بڑی ضدی اور ہٹ دھرم عورت
اس نے لشکر پر لشکر تیار کرتے ہوئے اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے
ایک طرح سے چھاپہ مار جنگ کی ابتدا کر دی تھی۔

تبریز کے حالات درست کرنے کے بعد سلطان پھر گرجستھان میں اورخان
پاسبانوں کے سپہ سالار کے ساتھ آ ملا۔ سلطان جلال الدین گرجیوں کی روز

ی سے تنگ آ چکا تھا اور چاہتا تھا کہ انہیں مکمل طور پر اپنے سامنے زیر اور
ب کرکے اپنے حالات اطمینان بخش بنائے۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے
ستھانیوں کے سابق سپہ سالار شلوہ اور اس کے نائب ایوانی کو سلطان نے اس
میں صلاح و مشورہ کرنے کے لئے طلب کیا۔

یہ دونوں اشخاص بظاہر اسلام لا چکے تھے لیکن دل سے اپنے اہل وطن کے سچے
وا تھے۔ جب سلطان نے ان سے اپنے ارادے کا ذکر کیا تو دونوں بڑے زور و شور
سلطان کی ہاں میں ہاں ملانے لگے لیکن خفیہ طور پر ان کے تعلقات اپنی ملکہ تیز
کے ساتھ تھے۔ جب شلوہ اور ایوانی کے صلاح و مشورہ سے سلطان نے
ستھان پر حملہ کرنے کی مہم کی تیاری مکمل کر لی تو شلوہ اور ایوانی نے پورے
ت اپنی ملکہ تیز ملک کو اپنے ایک خفیہ قاصد کے ذریعے بتا دیئے۔

گرجستھان کی ملکہ تیز ملک کے ساتھ جنگ کی ابتدا کرنے سے پہلے سلطان نے
ایک قاصد کو ملکہ کی طرف روانہ کیا۔ اس قاصد کا نام سلطان ملک تھا۔ اس کے
یے سلطان جلال الدین نے پیغام بھجوایا کہ ملکہ اگر سلطان جلال الدین کی مطیع اور
ہزار بن کر رہے تو اس طرح علاقے میں امن قائم ہو جائے گا اور بے مقصد
یزی سے بھی بچا جا سکے گا۔

سلطان جلال الدین کا قاصد جس کا نام سلطان ملک تھا جب وہ گرجستھان کے
ی شہر تفلس کی طرف جاتے ہوئے تفلس شہر کے نواح میں دریائے کرنتی کے
رے پہنچا تو اسے بہت بڑا حادثہ پیش آیا۔

وہ یوں کہ سلطان ملک جب دریا کے کنارے پہنچا تو دریا کے کنارے ملکہ کا
ی بھی چہل قدمی کر رہا تھا۔ وہ درباری سلطان جلال الدین کے قاصد سلطان
ک کا جاننے والا تھا۔ اس وقت اس نے خوب شراب پی رکھی تھی۔ اور نشے میں
ت تھا۔ جب سلطان ملک اس کے پاس پہنچا تو اسے دیکھتے ہی ملکہ کا وہ درباری
طان جلال الدین کے قاصد کو بے لفظ سنانے لگا اور بکواس کرنے لگا۔ چونکہ وہ
راب کی مستی میں بدحواس ہو رہا تھا' وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے' بہرحال
ول فول بکتا چلا گیا سلطان جلال الدین کے قاصد سے کہنے لگا ہمیں شلوہ اور ایوانی

کی معرفت سلطان کے عزائم کا علم ہو چکا ہے چنانچہ ہم درہ مارکاب میں کثیر التع
لشکر کمین میں بٹھا رکھا ہے۔ سلطان کو ہم شلوہ اور ایوانی کی معرفت اس راستے
آنے کی ترغیب دیں گے اور جب وہ بے خبری کے عالم میں وہاں سے گزرے
گھات میں بیٹھا ہوا ہمارا لشکر سلطان اور اس کے لشکر پر حملہ آور ہو گا اور
خاتمہ کر کے رکھ دے گا۔

سلطان جلال الدین کے قاصد نے جب یہ باتیں سنیں تو اس کے کان کھ
ہو گئے۔ اسی وقت اس نے اپنی تلوار میان سے نکالی اور ایک ہی وار میں اس
کے اس درباری کی اس نے گردن کاٹ دی پھر جو اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ
گرجستھان کے مرکزی شہر تفلس کی طرف جانے کی بجائے وہ اس سمت رخ کر
جہاں سلطان جلال الدین نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا۔

سلطان کا قاصد لگاتار اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا خوبیٔ قسمت
کے وقت سلطانی پڑاؤ میں پہنچ گیا۔ اس وقت تک سلطان نے اپنے لشکر کے سا
قدمی شروع نہ کی تھی۔ چنانچہ اس قاصد نے جو کچھ اس گرجستھان کی ملکہ
درباری سے سنا تھا سلطان کے گوش گزار کیا۔ جب سلطان جلال الدین کو ش
ایوانی کی غداری کا علم ہوا تو غصے میں سلطان لال پیلا ہو گیا۔ اور تصدیق
لئے شلوہ اور ایوانی کو مع ان چالیس گرجی امراء کے جو گزشتہ جنگ میں قید
تھے، سلطان نے اپنے سامنے طلب کیا۔

جب شلوہ، ایوانی اور دیگر چالیس گرجستھانی قیدی سلطان کے سامنے
گئے تو سلطان نے شلوہ کو مخاطب کر کے پوچھا۔ میں گرجستھان پر حملہ آور
ہوں۔ گرجستھان کے مرکزی شہر تفلس کی طرف جانے کے لئے دو راستے
نمرس شہر کی طرف سے جاتا ہے اور دوسرا درۂ مارکاب کی طرف سے ہو کر
تم چونکہ گرجستھان کے باشندے ہو لہٰذا بتاؤ کہ گرجستھان کے مرکزی شہر
ہونے کے لئے کون سے راستے کا انتخاب کرنا چاہئے۔

شلوہ نے عرض کیا سلطان محترم! نمرس کے راستے پر ایک مضبوط قلعہ
جس میں گرجیوں نے بھاری تعداد میں فوج متعین کر رکھی ہے اس امر کا

ہے کہ اگر ہم نے اس راہ سے پیش قدمی کی تو دشمن کی فوج مزاحمت کرے گی اور ہم
مقصد میں ناکام رہ جائیں گے۔ اس لئے میری رائے یہ ہے کہ نمرس کے
درہ مارکاب کا راستہ اختیار کیا جائے اگر ہم اس راستے سے لشکر کشی کرتے ہیں
ہیں راستے میں کوئی مزاحمت پیش نہیں آئے گی۔

چونکہ سلطان کو ان لوگوں کی بدنیتی کا علم ہو چکا تھا۔ جب شلوہ کی یہ بات سنی تو
سلطان بڑا تیخ پا ہوا۔ بہرحال سلطان نے صبر کیا اور یہی سوال اس نے ایوانی سے بھی
کیا۔ ایوانی نے بھی وہی گفتگو کی جو شلوہ نے کی تھی۔ اس کے بعد سلطان نے ان
چالیس قیدیوں سے صلاح مشورہ کیا۔ ان سب نے بھی شلوہ اور ایوانی کی ہاں میں ہاں
ملائی۔ سلطان کو یہ صورتحال دیکھتے ہوئے انتہائی غصہ آیا لہٰذا اپنی تلوار انہوں نے بے
نیام کی اور ایک ہی وار میں انہوں نے شلوہ کی گردن کاٹ کر رکھ دی۔ اس کے بعد
انہوں نے اپنے لشکریوں کو حکم دیا کہ ایوانی اور باقی چالیس گرجستھانی قیدی امراء کی
گردنیں کاٹ دی جائیں۔

شلوہ، ایوانی اور چالیس گرجستھانی امراء کا خاتمہ کرانے کے بعد سلطان پاسبانوں
کے سپہ سالار اور اورخان کو لے کر اپنے خیمے میں آیا۔ خیمے میں داخل ہوتے وقت
سلطان نے خیمے کے باہر پہرہ دینے والے اپنے ایک لشکری کے کان میں کچھ کہا جسے
سنتے ہی وہ ایک طرف بھاگ کر چلا گیا۔ سلطان، اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار
کے ساتھ اپنے خیمے میں بیٹھ گیا۔ ابھی گفتگو کا آغاز ہونے ہی والا تھا کہ ایک جوان جو
تئیں، تیس سال کی عمر کے پھیرے میں ہو گا۔ خیمے میں داخل ہوا۔ اس جوان کو
دیکھتے ہوئے سلطان جلال الدین کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ تھوڑی دیر تک
سے دیکھتا رہا پھر ہاتھ کے اشارے سے اس نے اسے اورخان کے قریب
بیٹھنے کو کہا جب وہ اورخان کے قریب بیٹھ گیا تو سلطان جلال الدین کہنے لگا۔ سنو،
اورخان اور میرے بھائی پاسبانوں کے سپہ سالار! یہ جوان جو ابھی خیمے میں داخل ہوا
ہے اور اورخان کے ساتھ بیٹھا ہے اس کا نام بھی اورخان ہے۔ اسے میں تبریز سے
اپنے ساتھ لایا ہوں۔ اس کی شجاعت، اس کی دلیری سے میں بے حد متاثر ہوا ہوں۔
لہٰذا چھوٹے سالار کی حیثیت سے میں نے اسے اپنے لشکر میں شامل کیا ہے۔ اور

آئندہ یہ شخص تم دونوں کے نائب کی حیثیت سے کام کرتا رہے گا۔ چونکہ اب میرے لشکر میں دو اورخان ہو گئے ہیں لہٰذا ان میں امتیاز رکھنے کے لئے میں نئے اورخان کو اورخان نیشا پوری کہہ کر پکاروں گا۔ اس لئے کہ یہ نیا اورخان نیشا پوری کا رہنے والا ہے۔ سلطان کے اس تعارف پر اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے باری باری اٹھ کر اورخان نیشا پوری سے مصافحہ کیا۔ اس کے بعد وہ پھر اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد سلطان ان تینوں کے ساتھ گرجستھان پر حملہ آور ہونے کے لئے صلاح و مشورہ کرنے لگا۔

صلاح و مشورہ کے بعد یہ طے پایا کہ چونکہ گرجیوں کو شلوہ اور ایوانی کے علاوہ اپنے چالیس قیدی امراء کے انجام کا علم نہیں اس لئے بہتر یہی ہے کہ بے خبری میں اس لشکر پر چڑھائی کر دی جائے جو درہ مارکاب کے راستے میں گھات لگائے بیٹھا ہوا ہے۔ اور اس لشکر کو مکمل طور پر تہس نہس کر دیا جائے تاکہ گرجستھان کی ملکہ کی عسکری طاقت میں کسی حد تک کمی آئے۔ چنانچہ یہ صلاح و مشورہ کرنے کے بعد سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے درہ مارکاب کا راستہ اختیار کرتے ہوئے گرجستھان کے مرکزی شہر تفلس کی طرف پیش قدمی شروع کر دی تھی۔

اپنے مخبروں کے ذریعے سلطان کو اس لشکر کے محل وقوع کا بھی علم ہو چکا تھا جو درہ مارکاب کے راستے میں گھات میں بیٹھا ہوا تھا۔ چنانچہ اس جگہ کے قریب جا کر سلطان جلال الدین نے پورے لشکر کو گھوڑوں سے اتار کر پیدل کر لیا تاکہ گھوڑوں کے ہنہنانے، ان کی ٹاپوں کی آوازوں سے گرجستھانوں کی ملکہ تیز ملک کا گھات میں بیٹھا ہوا لشکر سلطان کے اس حملے سے باخبر ہو کر سنبھل نہ جائے۔

یہ سارے انتظام کرنے کے بعد سلطان نے چاروں سمت سے اپنے لشکر کو پھیلا کر آگے بڑھنا شروع کیا اور عین اس وقت جب کہ مشرق کی سمت سے سورج طلوع ہو رہا تھا۔ سلطان نے گھات میں بیٹھے ہوئے ملکہ تیز ملک کے لشکر کو چاروں طرف گھیر کر حملہ کر دیا۔ کوہستانی سلسلوں کے اندر گھمسان کا رن پڑا۔ گرجستھان کی ملکہ کا بہت بڑا لشکر وہاں گھات میں بیٹھا ہوا تھا لہٰذا وہ سلطان کے سامنے جم گیا۔ لیکن سلطان نے چاروں طرف سے ایسے ہولناک، جان لیوا حملے کئے کہ گرجستھان کی اس ملکہ

کو بدترین شکست ہوئی۔ اس لشکر کے حصے کو سلطان نے تہہ تیغ کر دیا اور اس لشکر کو تہہ تیغ کرنے کے بعد سلطان نے بڑی تیزی سے پیش قدمی کی اور گرجستھان کی ملکہ کے دو بڑے شہروں لوری اور علیا آباد پر چڑھائی کر کے انہیں فتح کر لیا تھا۔

ان دو شہروں کو فتح کرنے کے بعد سلطان نے اپنے تھکے ہارے لشکر کے آرام کے پیش نظر وہیں پڑاؤ کیا اور متواتر دو ماہ تک قیام کئے رہا۔ ربیع الاول کی ابتدائی تاریخوں میں ایک روز اپنے چند دستے لے کر سلطان اپنے پڑاؤ کے قریب ہی جنگل میں شکار کرنے کے لئے گیا۔ اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کو اپنے پڑاؤ کی حفاظت کے لئے چھوڑ گیا تھا۔

گرجستھان کی ملکہ تیز ملک کے چھاپہ مار دستوں نے اس موقع کو غنیمت جانا۔ انہوں نے شکار کرتے ہوئے سلطان کو جنگل میں گھیر لیا اور کوشش کی کہ سلطان کو گرفتار کر کے ملکہ کے سامنے پیش کریں اور اگر ایسا نہ کر سکیں تو سلطان کا سر کاٹ کر اپنی ملکہ کو پیش کریں۔

دوسری طرف سلطان کو بھی خبر ہو گئی کہ دشمن نے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ لہٰذا تنگ آمد بجنگ آمد کے مصداق سلطان مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ گرجستھان کی ملکہ تیز ملک کے چھاپہ مار دستوں کی تعداد بہت زیادہ تھی پھر بھی سلطان اس بے جگری سے لڑا کہ محاصرہ کرنے والے گرجستھانیوں کے اس لشکر کے اس نے پاؤں اکھاڑ کر رکھ دیئے تھے۔

اسی اثناء میں گرجستھان کی ملکہ تیز ملک کو بھی پتہ چل گیا تھا کہ اس کے چھاپہ مار دستوں نے سلطان جلال الدین کا جنگل میں گھیراؤ کر لیا ہے لہٰذا ان چھاپہ مار دستوں کی مدد کے لئے اس نے ایک بہت بڑا لشکر روانہ کر دیا۔ دوسری طرف اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کو بھی ان کے مخبروں نے اطلاع کر دی تھی کہ گرجستھان کی ملکہ کے لشکر نے جنگل کے اندر سلطان کا محاصرہ کر لیا ہے۔ لہٰذا اپنے لشکر کو لے کر اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار بڑی تیزی سے جنگل کی طرف بڑھے تھے۔

ادھر گرجیوں کے فوجی دستے بطور امداد اور کمک پہنچ رہے تھے۔ یہاں تک کہ سلطان کا گھیراؤ کرنے والے گرجستھانیوں کی تعداد دس ہزار سے بھی تجاوز کر

گئی۔ اور پھر جو ملکہ کے نئے آنے والے لشکریوں کا تانتا بڑھا تو یہ تعداد بڑی تیزی سے بڑھنے لگی۔ اس وقت تک سلطان کی مدد کے لئے پاسبانوں کا سپہ سالار اور اورخان بھی پہنچ گئے تھے۔ لہٰذا ان کی آمد کے باعث سلطان کو بڑی تقویت مل گئی۔

اب چونکہ سلطان جلال الدین کا پورا لشکر ایک طرح سے اس کے گرد جمع ہو گیا تھا لہٰذا اس نے اپنے لشکریوں کی صف بندی کی اور گرجستان کی ملکہ کے لشکر پر بڑے زور دار انداز میں حملہ آور ہوئے۔ تھوڑی دیر تک گرجی بڑی جانفشانی، بڑی جانبازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے حملہ آور ہوتے رہے لیکن جب سلطان جلال الدین نے جوابی حملے کرتے ہوئے انکے اکثر ساتھیوں کو کاٹ کر رکھ دیا تو گرجیوں کے قدم اکھڑنے لگے۔

یہاں تک کہ گرجستانی سلطان جلال الدین کے سامنے سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ بھاگتے ہوئے گرجیوں کا تعاقب شروع کردیا۔ سلطان کے لشکریوں کے ہاتھوں مارے جانے کے خوف سے ہزاروں گرجستانی دریائے کرندی میں چھلانگیں لگا گئے اور اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

جو لوگ دریا میں نہ کودے اور سلطان کے آگے بھاگتے رہے وہ دریائے کرندی کے بالکل کنارے ایک قلعہ کے اندر محصور ہو گئے لگتا تھا کہ وہ اظہار اطاعت پر آ نہ تھے۔ انہوں نے قلعے میں محصور ہو کر سلطان جلال الدین سے مقابلہ کرنے کا عز کرلیا۔ سلطان جلال الدین نے آگے بڑھ کر دریائے کرندی کے کنارے اس قلعے محاصرہ کرلیا۔ قلعہ میں محصور لشکر نے اپنے حواس درست کرنے کے بعد جب اندا لگایا کہ محاصرہ کرنے والے سلطان جلال الدین کے لشکر کی کل تعداد سے ان کے ا اس لشکر کی تعداد زیادہ تھی جو قلعے کے اندر محصور تھا۔ اس صورت حال کے پیش پر قلعہ کے محافظ لشکر کے سپہ سالار نے فائدہ اٹھانے کا عزم کرلیا۔ یہاں تک اپنے لشکر کے ساتھ وہ قلعہ سے نکلا اور سلطان پر حملہ کردیا۔ سلطان سوچے منصوبے کے تحت آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنا شروع ہوگیا۔ ایسا سلطان گرجستانیوں کا خا کرنے کے لئے کر رہے تھے۔ اس لئے کہ گرجستانیوں کا مقابلہ وہ خود اور اورخان رہے تھے۔ اور پاسبانوں کو انہوں نے اپنی پشت پر ذرا فاصلے پر گھات میں بٹھا

آہستہ آہستہ پسپا ہوتے ہوئے گرجستانی لشکر کو سلطان اس جگہ لے آیا جہاں ہوں کا سپہ سالار گھات میں بیٹھا ہوا تھا۔ پھر پاسبانوں کا سپہ سالار اپنی گھات سے کر گرجستانیوں پر حملہ آور ہوا اور ان کا قتل عام شروع کردیا۔ سامنے کی طرف سلطان جلال الدین اور اورخان بھی گرجستانیوں پر ٹوٹ پڑے تھے۔ اور انہیں طرح کاٹنے لگے تھے۔

گرجستانیوں نے جب یہ صورتحال دیکھی تو ان میں ہڑبونگ مچ گئی اور وہ دوبارہ میں داخل ہونے کے لئے بھاگے لیکن اس وقت تک سلطان جلال الدین کے لشکر ان لوگوں کو مکمل طور پر اپنے گھیرے میں لے لیا تھا اب بچاؤ کی کوئی صورت نہ جہاں تک بس چلا لڑتے رہے اور کٹ کر گرتے رہے۔ آخر سب ختم ہو گئے۔ وگ ابھی تک دریائے کرندی کے کنارے اس قلعے کی حفاظت کے لئے ٹھہرے ے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ لشکر کے بڑے حصے کو سلطان جلال الدین نے کی نیند سلا دیا ہے۔ اور یہ کہ ان کا انجام بھی قریب آگیا ہے۔ تو انہوں نے تمام خزانہ جو اس قلعے میں محفوظ تھا دریا میں پھینک دیا تاکہ سلطان جلال الدین شہر اور قلعے کو فتح کرلے تو شاہی خزانہ سلطان کے ہاتھ نہ لگے۔

بہرحال سلطان نے اس قلعے کا محاصرہ کرکے بڑے زور سے حملے شروع کئے اور ایک دن کی لڑائی کے بعد سلطان نے قلعہ کو فتح کرلیا۔ قلعے کے محافظ دستے نے محفوظ خزانے کو دریائے کرندی میں پھینک دیا تھا۔ اس کے باوجود مال غنیمت کا حد اور شمار نہ تھا۔ جو اس قلعے سے سلطان کو حاصل ہوا۔ اس قلعے کی فتح سے کی مالی اور عسکری قوت میں خاطر خواہ اضافہ ہوا۔ گرجستان کی ملکہ تیز ملک جب یہ خبر ملی کہ دریائے کرندی کے کنارے قلعے پر سلطان نے قبضہ کرلیا ہے تو وہ بدحواس ہوئی تاہم جس قدر اس کے پاس عسکری قوت تھی۔ اسے لے کر وہ اپنے شہر تفلس سے نکلی اور دریائے کرندی کی طرف بڑھی جہاں سلطان جلال الدین اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا۔ سلطان کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ گرجستان کی تیز ملک ایک جرار لشکر لے کر جنگ کے لئے پیش قدمی کر رہی ہے لہٰذا ملکہ کی

آمد سے پہلے ہی دریا کے کنارے سے ذرا آگے جا کر سلطان نے اپنے لشکر کو صف آرا
کر دیا تھا۔

سلطان جلال الدین کے لشکر کے قریب آ کر جب تیز ملک نے اندازہ لگایا کہ سلطان جلال الدین کے ساتھ جو لشکر ہے اس کی حیثیت اس کے لشکر کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں تو اس نے آتے ہی بڑے خونخوارانہ انداز میں سلطان جلال الدین کے لشکر پر حملہ کر دیا تھا۔ تھوڑی دیر تک سلطان نے اپنے آپ کو دفاع تک ہی محدود رکھا۔ اس کے بعد جب اس نے وقت کا احتساب' جراتوں کا نیر تاباں بن کر کالی خاموشی میں وحشت کی پت جھڑی۔ طیش کے انگاروں کی طرح گرجستانی لشکر پر نازل کیا تو ملکہ کے لشکر کی حالت سبز پیڑوں کی کٹی شاخوں اور منڈیر میں پھنسے کسی شب خو کی طرح ہونے لگی تھی۔ جلد ہی سلطان نے تین اطراف سے حملے کرتے ہوئے گرجستانی لشکر کو کاٹنا شروع کر دیا تھا۔ اورخان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ گرجستانیوں کا قتل عام شروع کر چکا تھا۔ جب کہ بائیں جانب سے اورخان جیسا ہی پاسبانوں کا سپہ سالار بھی کھیل کھیلتا چلا جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر جب جنگ اور جاری رہی تو گرجستان کی ملکہ کو بدترین شکست ہوئی۔ میدان میں ہر چیز چھوڑ کر وہ بھاگی اور اپنے بچے کھچے لشکر کو لے کر نہ جانے کدھر روپوش ہو گئی۔ سلطان جلال الدین نے آگے بڑھ کر گرجستانیوں کے مرکزی شہر تفلس پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس طرح سلطان جلال الدین نے گرجستان کی ملکہ کو شکست دے کر اس کے سارے علاقے کو اپنے مقبوضہ جات میں شامل کر لیا تھا۔

سلطان جلال الدین گرجستان کے اس تنازعہ سے ابھی فارغ ہی ہوا تھا کہ اس کے مخبروں نے اسے دو بدترین خبریں دیں۔ پہلی خبر یہ تھی کہ منگولوں کا ایک لشکر اپنے جرنیل چارمغان کی سرکردگی میں بڑی تیزی سے سلطان کا رخ کر رہا تھا۔ منگول چونکہ سلطان پر حملہ آور ہو کر یا تو اس کا خاتمہ کر دیں یا اسے ان سرزمینوں سے ا
بھگائیں۔

دوسری بری خبر جو گرجستانیوں کی فتح کے بعد سلطان کو ملی وہ یہ تھی کہ سلطان کے سسر اور سلطان علاؤالدین کے سابق حاجب براق نے بغاوت کھڑی کر دی تھی

کرمان کا حاکم تھا۔ اس نے دیکھا کہ سلطان گرجستانیوں کے خلاف جنگ میں
ح مصروف ہے۔ اور بہت زیادہ دور ہے تو دوری اور مصروفیت کو وجہ بناتے
براق نے نہ صرف یہ کہ سلطان کے خلاف بغاوت کی بلکہ عراق پر اس نے
کر دی۔ اس کے ساتھ ہی اس نے خفیہ طور پر ایک قاصد چنگیزخان کی طرف
یا۔ اس قاصد کو چنگیزخان کی طرف روانہ کرنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ ایک بار پھر
قوں میں لشکر کشی کرے اور سلطان جلال الدین کو ان علاقوں سے دوبارہ مار

براق نے چنگیزخان کو یہ بھی کہلوایا کہ اگر فی الفور جلال الدین کے خلاف کوئی
اقدام نہیں کئے تو پھر یہ ایسے سیلاب کی صورت اختیار کر جائے گا جو کسی کے
نہ رک سکے گا۔

یہ حالات سلطان جلال الدین کے لئے بڑے پریشان کن تھے۔ اس لئے کہ ان
ئے دو طرفہ مصیبتیں اور اذیتیں اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ تاہم سلطان جلال الدین
سلسلہ میں اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار سے مشورہ کیا اور یہ طے پایا کہ
اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ براق کو سیدھا کرنے کے لئے کرمان کی طرف کوچ
ئے۔ جب کہ منگول سپہ سالار چارمغان کے لشکر کو اورخان اور پاسبانوں کا سپہ
لاروں مل کر روکیں گے۔

فیصلہ ہونے کے بعد سلطان جلال الدین نے بڑی برق رفتاری سے
ن سے کرمان کی طرف کوچ کیا۔ سلطان نے اپنے آگے ایک قاصد کرمان کے
ا کی طرف روانہ کیا۔ اور ایک شاہی خلعت اس قاصد کے ہاتھ براق کے
دی تاکہ وہ مطمئن ہو جائے اور کسی قسم کا شک اسے نہ ہو کہ سلطان اس پر
ہونے کا ارادہ رکھتا ہے۔

لیکن جونہی یہ خلعت براق کے سامنے پیش کیا گیا وہ سلطان کے مقصد کو فوراً
اور قبل اس کے کہ سلطان جلال الدین وہاں پہنچے۔ براق قلعہ بند ہو گیا۔
لال الدین بھی اٹھارہ دن کی مسافت لگاتار طے کرتے ہوئے کرمان کے قرب و
پہنچ گیا۔ اگرچہ اس وقت سلطان جلال الدین کی کمان میں صرف چھوٹا سا

ایک لشکر تھا اور لشکر کا باقی حصہ وہ اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے پاس چھوڑ آیا تھا۔ اس کے باوجود براق کو سلطان جلال الدین کے ساتھ مقابلہ کرنے کی جرات نہ ہوئی۔

براق نے جب دیکھا کہ وہ محصور ہو گیا ہے لیکن سلطان نے اس کا محاصرہ کر اور جب تک سلطان اس پر قابو نہیں پاتا سلطان محاصرہ اٹھانے والا نہیں ہے۔ تو قلعہ کا دروازہ کھول کر براق باہر نکلا۔ سلطان جلال الدین کے قدموں میں گرا مجبوراً گڑگڑا کر معافی مانگی۔ ہر چند سلطان اس غدار کو معاف کرنے پر آمادہ نہ تھا وہ براق کی گوشمالی کے ارادہ سے ہی کالے کوسوں کی مسافت کاٹ کے آیا تھا۔ سلطان براق کو قتل کر کے اپنے دشمنوں میں اضافہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کچھ لوگوں کہنے پر سلطان نے بادل نخواستہ براق کی معذرت کو قبول کر لیا۔ براق نے بھی سلطان کا وفادار اور فرمانبردار رہنے کا عہد کیا۔ دوسرے سلطان کو واپس لوٹنے میں جلدی تھی۔ اس لئے کہ اسے خبر مل چکی تھی کہ منگول جرنیل چارمغان ایک بڑا لشکر لے کر گرجستان کی طرف کوچ کر رہا تھا۔ تاکہ سلطان کا قلع قمع کیا جائے۔ وقت ضائع کئے بغیر سلطان جلال الدین اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار سے چاہتا تھا تاکہ وہ تینوں متحد ہو کر منگولوں کا مقابلہ کریں۔ اس مقصد کے تحت جلال الدین نے براق کو معاف کر دیا اور اسے بدستور کرمان کا حاکم رہنے دیا۔

○

کرمان کے حاکم براق کے ساتھ اپنا معاملہ طے کرنے کے بعد سلطان فا تھے کہ کرمان میں ہی انہیں تین بری خبریں ملیں۔ ان کے مختلف قاصد یہ خبریں آئے تھے۔ پہلی خبر یہ تھی کہ منگولوں کا لشکر اپنے جرنیل چار مغان کی سر مرو، مشہد، نیشاپور سے ہوتا ہوا جرجان اور ویلم کی طرف بڑھ رہا ہے جب لشکر کے پیچھے پیچھے ایک اور منگولوں کا لشکر بھی اسی راستے پر پیش قدمی کر رہا کہیں گھات میں بیٹھ کر عین جنگ کے دوران کسی مناسب وقت اور جگہ پر حم کر اپنی فتح کو یقینی بنایا جائے۔

ری بری خبر جو سلطان کو ملی وہ یہ تھی کہ اسماعیلیوں کے امام جلال الدین نے ائین کے ساتھ ویلم، قزوین، طبرستان اور خراسان کے مختلف علاقوں پر حملہ کر مسلمانوں کے اندر منگولوں جیسی تباہی اور بربادی پھیلا کر رکھ دی ہے۔ یہ قوت تھی جو ایک طرح سے سلطان جلال الدین کے لئے خطرہ بن کر اٹھی

بری بری خبر جو سلطان کو ملی وہ سلطان کی بیوی کی طرف سے تھی۔ وہی بیوی جو بریز کی ملکہ تھی اور بعد میں اپنی مرضی سے سلطان کے حرم میں داخل ہوئی سلطان کی یہ بیوی سلطان کے مفروف ہونے کی وجہ سے خوی شہر میں ٹھہری ہوئی ں نے خوی شہر سے سلطان کی خدمت میں ایک قاصد بھیجا اور سلطان کو پیغام کہ خوی اور اس کے آس پاس کے علاقوں میں کچھ بھولے بھٹکے سپاہیوں نے لی فدائین کے ساتھ مل کر تباہی اور بربادی مچار رکھی ہے۔ وہ لوگوں کو لوٹ کر کے گھاٹ اتار دیتے ہیں۔ چنانچہ ایک تاجر جو بیس ہزار بکریاں فروخت کرنے د تبریز کی طرف جا رہا تھا اسے لوٹ لیا گیا۔

عوام ان لوگوں کی چیرہ دستیوں سے جاں بلب ہیں اگر آپ نے بروقت خبر نہ لی تو کان علاقہ ترک وطن پر مجبور ہو جائیں گے اور ملک میں الو بولنے لگیں گے۔ یہ خبریں سننے کے بعد سلطان نے کرمان سے کوچ کیا۔ انتہائی برق رفتاری کے ساتھ ے پہلے وہ کرمان سے یزد، رے، سے ہوتے ہوئے جرجان اور ویلم کے درمیانی کی طرف بڑھے تھے جہاں ان کے مخبروں کے مطابق منگولوں کی راہ روکنے کے اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے پڑاؤ کر رکھا تھا۔

منگولوں کے پہنچ کر حملہ آور ہونے سے پہلے ہی پہلے سلطان جلال الدین اپنے لشکر کے ساتھ اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار سے آن ملا تھا۔ جنہوں نے اور جرجان کے درمیانی کوہستانی سلسلہ کے اندر ایک محفوظ جگہ پڑاؤ کر رکھا تھا۔ ن پڑاؤ میں داخل ہوئے تو اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے بڑھ کر سلطان جوش استقبال کیا۔ سلطان اپنے گھوڑے سے اترا باری باری اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کو وہ گلے لگا کر ملا۔ اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار دونوں نے

سلطان کو کرمان کی مہم کامیابی سے نمٹانے کی مبارکبادی اس کے بعد سلطان ان دونو
کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھو میرے بھائیو! ان منگولوں کے علاوہ ہمارے لئے کچھ اور مسائل بھی ا
کھڑے ہوئے ہیں۔ اس پر اورخان فوراً" بولا۔ ان مسائل سے آپ کا مقصد اگر خ
شہر کے اندر اسماعیلی فدائین کے ساتھ مل کر کچھ لوگوں کی تباہی اور بربادی ہے تو ا
کا ہمیں علم ہے۔ ان مسائل سے آپ کا اشارہ اگر اس طرف ہے کہ اسماعیلی
امام جلال الدین نے اپنے آس پاس کے مسلمان علاقوں میں تباہی اور بربادی پھیلا
ہے تو سلطان محترم ہمیں اس کا بھی علم ہے۔ ہمیں آپ کا ہی انتظار تھا اور ہ
مشورہ یہ ہے کہ سب سے پہلے منگولوں کے ساتھ نپٹا جائے اس کے بعد کسی اور ر
رخ کیا جائے۔ اس پر سلطان جلال الدین نے پرسکون لہجہ میں کہا اورخان میں
دونوں بھائیوں کی اس تجویز سے اتفاق کرتا ہوں۔ لیکن میرے پاس ایک اور خبر
ہے۔ اس بار پاسبانوں کا سپہ سالار بولا۔ کیا اس خبر سے مراد آپ کی یہ ہے کہ منگو
کا لشکر جو انکے جرنیل چارمغان کی سربراہی میں ہماری طرف بڑھ رہا ہے اس کے
پیچھے ایک اور منگول لشکر بھی ادھر کا رخ کر رہا ہے تاکہ وہ گھات میں بیٹھے اور
مناسب وقت پر ضرب لگا سکے۔ اس پر سلطان جلال الدین نے باری باری پاسبانوں
سپہ سالار اور اورخان کی طرف توصیفی انداز میں دیکھتے ہوئے کہا سنو میرے بھائیو
واقعی قابل تعریف ہو۔ میں خوش ہوں کہ تم اپنے آس پاس رونما ہونے والے سا
واقعات کی خبر رکھتے ہو۔ اب مجھے بتاؤ کہ منگولوں سے نپٹنے کے لئے تم دونوں
لائحہ عمل اختیار کیا ہے۔ اس پر اورخان کہنے لگا۔

سلطان محترم ہم دونوں بھائیوں نے مل کر جو لائحہ عمل تیار کیا ہے وہ یہ ہ
ہمیں سب سے پہلے اپنی پوری قوت کے ساتھ منگولوں کے جرنیل چارمغان کے
ٹکرانا ہو گا۔ ان منگولوں کے پیچھے پیچھے آنے والے چھوٹے لشکر کے لئے اپنے کچھ
رساں مقرر کئے جانے چاہئیں جو اس لشکر پر کڑی نگاہ رکھیں اور اس کے لمحہ ب
نقل و حرکت کی ہمیں پوری اطلاع کریں اور یہ بھی بتائیں کہ اس نے چھپ کر
آور ہونے کے لئے کون سی جگہ گھات کے طور پر پسند کی ہے۔ لہٰذا جب وہ م

نکل کر میدان جنگ کے عروج کے موقع پر ہم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے گا
جس راستے سے آئے گا اس راستے کے دونوں طرف ہم اپنے تیر انداز بٹھا دیں گے
پیش قدمی کے وقت ان پر ایسی تیر اندازی کریں گے کہ وہ اچانک ہم پر حملہ آور
نے کا خیال تک فراموش کر دیں گے۔ سلطان نے اورخان اور پاسبانوں کے سپہ
لار کے اس لائحہ عمل کو پسند کیا اس کے بعد سلطان نے ایک اور فیصلہ کیا اور وہ یہ
سلطان نے اسی وقت اورخان نیشاپوری کو چند محافظ دستے دے کر خراسان کے ان
وں کا حاکم مقرر کیا جو علاقے اسماعیلیوں کے قلعہ الموت کے ساتھ ملتے جلتے تھے۔
اورخان کو حکم دیا کہ وہ وہاں رہ کر لوگوں کے حوصلے بلند کرے اور انہیں یہ
خبری دے کہ عنقریب سلطان جلال الدین اسماعیلیوں پر ضرب لگانے اور لوگوں کی
رنے کے لئے اس علاقہ کا رخ کرے گا۔ سلطان کا یہ حکم پا کر اورخان نیشاپوری
دستوں کے ساتھ فوراً" خراسان کے اس علاقہ کی طرف کوچ کر گیا تھا جو
عیلیوں کے قلعہ الموت سے ملحق تھا۔

○

دو روز بعد منگول سپہ سالار چارمغان اپنے ایک بہت بڑے اور جرار لشکر کو لے
اس جگہ آن خیمہ زن ہوا جہاں سلطان جلال الدین اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے
کر رکھا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ سلطان کے مخبروں نے پیچھے پیچھے آنے والے منگولوں
لشکر کے متعلق بھی یہ اطلاع دی کہ وہ جس جگہ دونوں لشکر ایک دوسرے کے
سامنے پڑاؤ کر گئے ہیں اس کے بائیں طرف ایک تنگ درے کے اندر گھات
لگا گیا ہے۔ مخبروں نے یہ بھی اطلاع دی کہ جس درہ میں منگول گھات میں بیٹھے
ہیں اس درے سے نکل کر میدان جنگ کی طرف آنے کے لئے پہلے ایک کھلی
وادی میں سے ہو کر گزرنا پڑتا ہے۔ پھر ایک اور تنگ درے سے ہو کر
جنگ میں آنے کا راستہ ہے۔ سلطان مخبروں کی یہ اطلاع سن کر بے حد خوش
دوسرا درہ جس سے نکل کر منگولوں نے میدان جنگ کی طرف آنا تھا۔ اس
طرف کوہستانی سلسلہ کے اوپر سلطان نے منگولوں کے اس چھوٹے لشکر سے

نپٹنے کے لئے اپنے بہترین تیر انداز بٹھا دیئے تھے۔

یہ درہ جہاں پر سلطان جلال الدین نے اپنے تیر انداز بٹھائے تھے میدان جنگ سے بمشکل تین فرلانگ کے فاصلہ پر ہو گا۔ جنگ کی صورت میں سلطان اس درہ مقرر اپنے تیر اندازوں کو بروقت کمک اور امداد بھی روانہ کر سکتا تھا۔

○

ایک روز آرام کرنے کے بعد دوسرے روز منگولوں کے سپہ سالار چارمغان۔ جنگ کی ابتداء کرنے کے لئے اپنے لشکر کی صفیں درست کرنا شروع کیں تھیں چارمغان نے جنگ کے لئے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ وسطی حصہ چارمغان نے اپنے پاس رکھا۔ لشکر کا بایاں پہلو منگول سردار قراچہ کی سرکردگی میں گیا جبکہ لشکر کے دائیں حصہ پر دوسرے منگول سردار آق ملک کو کماندار مقرر کیا تھا۔ دوسری طرف سلطان جلال الدین نے بھی اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم قلب لشکر سلطان نے اپنی کمانداری میں رہنے دیا لشکر کا دایاں پہلو اورخان اور بایاں پہلو پاسبانوں کے سپہ سالار کی کمانداری میں کر دیا گیا تھا۔ اس کے بعد جنگ کی ابتدا ہوئی۔

جنگ کی ابتداء منگولوں کی طرف سے ہوئی منگول سپہ سالار چارمغان سارے ضابطہ اخلاق کو ایک طرف رکھتے ہوئے اپنے کردار کی پوری خونخواری میں ڈوب کر لہریں پھیلاتے بھنور' ورق ورق پر حقیر لفظوں کی پھیلتی خاردار فصیل' اور جوان جذبوں سے الجھتی قدیم خونی سوچوں کی طرح سلطان کے لشکر پر حملہ آور ہوا تھا۔

سلطان تھوڑی دیر تک اپنے آپ کو دفاع میں محدود رکھ کر منگولوں کی قوت کا اندازہ لگاتا رہا کہ منگول تعداد میں سلطان جلال الدین کے لشکر سے زیادہ تھے لہٰذا ان کی طاقت اور قوت کا اندازہ کرنے کے بعد ہی سلطان دفاع سے نکل کر جارحیت پر اترنا چاہتا تھا۔ تھوڑی دیر کی جنگ کے بعد جب سلطان نے اندازہ لگا لیا کہ اسارا طاقت اور قوت کو جنگ کی بھٹی میں دھکیل دینے کے باوجود بھی چارمغان اپنے فوائد حاصل نہیں کر سکا اور یہ کہ وہ سلطان کے لشکر کو پسپا ہونے پر مجبور نہیں کر سکا

سلطان دفاع سے نکل کر جارحیت پر اتر آیا

اس جارحیت کی ابتداء بھی خود سلطان نے ہی کی تھی اور صحرا صحرا پھیلتی بکھرتی طلاوت بھرے کرب' سماعت سے ماورا آوازوں اور بصارت کے ادراک سے ماورا وجود کی طرح منگولوں پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے بائیں طرف سے پاسبانوں کے سپہ سالار بھی منگول سردار آق ملک کے لشکر پر آغاز و انجام کو بے علت و بے نتیجہ کر دینے والے جذبوں' ان خیالات کی تخم ریزی پر پھیلتی بیداری کی پرچھائیوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا اس نے اپنے پہلے ہی حملہ میں آق ملک کو پیچھے دھکیلنا شروع کر دیا تھا۔

جبکہ تیسری سمت سے اورخان اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ منگولوں کے لشکر کے بائیں پہلو پر حملہ آور ہوا اس پہلو کی کمانداری اورخان کا بد ترین دشمن قراچہ کر رہا تھا اورخان قراچہ کے حصہ کے لشکر پر سانسوں میں تحلیل ہو جانے والے الفاظ کی لذت آمیز لذت' انتہا پسندی' تصور پرستی پر حقیقت سے بھرپور لاریب کی مہر لگا دینے والے عناصر کی طرح نزول کر گیا تھا۔

تھوڑی دیر تک گھمسان کا رن پڑا جنگ جب اپنے عروج پر آئی تو منگولوں کا وہ لشکر جو درہ میں گھات میں بیٹھا ہوا تھا درہ سے نکل کر پہلے وسیع وادیوں میں داخل ہوا پھر دوسرے درہ کی طرف بڑھا جس سے نکل کر وہ سلطان جلال الدین کے لشکر کی پشت کی طرف سے حملہ آور ہو سکتا تھا

منگولوں کا یہ لشکر جونہی کھلی وادیوں سے دوسرے درہ میں داخل ہوا ان پر ایک قیامت ٹوٹ پڑی اس لئے کہ درہ کے دونوں جانب سے کوہستانی سلسلہ کے اوپر ان پر تیروں کی ایسی برسات ہوئی کہ بے شمار گھوڑے اور لشکری چھد کر زمین بوس ہو گئے جو اس تیر اندازی سے بچے وہ اپنے گھوڑوں کو افراتفری کے عالم میں موڑتے ہوئے واپس بھاگے پر اتنی دیر تک پھر ان پر تیروں کی بوچھاڑ آئی اور ان میں سے چند ایک اپنی جانیں بچا کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوئے تھے۔ باقی سب کو اس کوہستانی سلسلہ کے اوپر گھات میں بیٹھے ہوئے سلطان جلال الدین کے لشکریوں نے تیروں سے چھلنی کر کے رکھ دیا تھا۔

چارمغان یہ امید لگائے بیٹھا تھا کہ جب جنگ اپنے عروج پر آئے گی تو ا
گھات میں بیٹھا ہوا لشکر اپنی گھات سے نکل کر سلطان جلال الدین کے لشکر پر پشت
جانب سے حملہ آور ہو گا اور اس طرح آگے پیچھے دو طرفہ حملہ سے سلطان کو شکست
دینا منگولوں کے لئے آسان ہو جائے گا۔

پر کافی دیر تک جب منگولوں کا لشکر گھات سے نکل کر سلطان کی پشت کی طر
سے حملہ آور نہ ہوا تب چارمغان بڑا متفکر اور پریشان ہوا۔ اس لمحہ تک جنگ کی
پوری طرح بھڑک کر چاروں طرف پھیل چکی تھی پھر اس پھیلتی آگ میں منگولوں
بائیں حصے کا سالار قراچہ اورخان کے ہاتھوں مارا گیا جبکہ منگولوں کے دائیں پہلو
کماندار آق ملک کو پاسبانوں کے سپہ سالار نے موت کے گھات اتار دیا تھا اپنے
کمانداروں کے قتل پر چارمغان کے دائیں اور بائیں پہلو میں کام کرنے والے
مکمل طور پر افراتفری کا شکار ہو گئے تھے۔ اس لئے کہ جنگ میں ان کی کوئی کمان
اور رہبری کرنے والا نہ تھا۔ ایسے موقع پر سلطان جلال الدین' اورخان اور پا
کے سپہ سالار نے اور زیادہ تندی اور تیزی کے ساتھ منگولوں پر حملہ آور ہونا ش
کر دیا تھا۔ جس کے نتیجے میں سلطان جلال الدین کے سامنے منگولوں کی حالت نف
بسیط میں رخصت ہوتی شب کی آخری سانسوں' غلط فیصلوں کی زنگ آلود عبار
ظالموں کی زنگار زدہ روایتوں اور داستان چمن کی ردا کو کفن کی دھجیوں میں بدلنے
جیسی ہو کر رہ گئی تھی۔

قراچہ اور آق ملک کے مر جانے کے بعد چارمغان کے لئے بڑا مشکل ہو
کہ وہ اپنے لشکر کو سنبھالتا اور پھر مزید یہ کہ تین اطراف سے سلطان جلال الدین
خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے ایک طرح سے منگولوں کا قتل عام شروع
تھا۔ چارمغان نے جب دیکھا کہ لمحہ بہ لمحہ سلطان جلال الدین اور اس کے سالا
کے لشکر کو کاٹتے ہوئے بڑی تیزی سے اس کی تعداد کم کرتے چلے جا رہے ہیں تو
نے شکست قبول کرتے ہوئے اپنے لشکر کو پسپائی کا حکم دیا۔ یہ حکم ملتے ہی منگو
سپہ سالار چارمغان کی سرکردگی میں اپنی جان بچانے کی خاطر میدان جنگ سے
بھاگے۔ سلطان جلال الدین' اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے کچھ دور تک

تعاقب کر کے ان کی تعداد کو مزید کم کیا۔ پھر وہ اس جگہ آئے جہاں جنگ ہوئی تھی
وہاں انہوں نے منگولوں کے پڑاؤ کی ہر چیز پر قبضہ کر لیا تھا۔

یہ منگول سالار چارمغان کی سلطان جلال الدین کے ہاتھوں بد ترین شکست تھی۔
مغان اپنے بچے کھچے لشکر کے ساتھ سمرقند کی طرف بھاگ گیا تھا جہاں چنگیز خان
بیٹا چغتائی ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔ دوسری طرف منگولوں
بد ترین شکست دینے کے بعد سلطان اپنی دوسری مہموں کی طرف متوجہ ہوا۔

ب سے پہلے سلطان نے اپنی بیوی کے فریاد کرنے پر خوی شہر کا رخ کیا۔ خوی
میں جو عناصر شہروں کی لوٹ مار اور راہزنی کا کام کرنے والے تھے انہیں سلطان
اچانک جا لیا اور ان کا ایسا قتل عام کیا کہ پھر ان علاقوں میں نہ کسی کو بغاوت
نے کی جرات ہوئی نہ راہزنی کی جسارت ہو سکی۔

خوی اور اس کے گرد و نواح میں عناصر کا خاتمہ کرنے کے بعد سلطان جلال
ن اسماعیلیوں کے امام جلال الدین کے خلاف حرکت میں آیا اور اس پر حملہ آور
اسماعیلیوں کا پیشوا اور امام جلال الدین جانتا تھا کہ سلطان جلال الدین کا مقابلہ
اس کے بس کا روگ نہیں اس نے صلح کی بڑی درخواست کی لیکن سلطان نے
کی ہر درخواست کو ٹھکراتے ہوئے اس کے قلعوں پر حملہ آور ہونا شروع کر دیا۔
تک کہ سلطان نے قلعہ الموت کو چھوڑ کر اسماعیلیوں کے سارے قلعوں کو فتح کر
پنے مقبوضہ جات میں شامل کر لیا تھا۔ سلطان کی ان فتوحات کا اسماعیلیوں کے امام
الدین پر ایسا منفی اثر ہوا کہ وہ بیچارہ مر گیا اور اس کی جگہ اسماعیلیوں نے جلال
کے نابالغ بیٹے علاؤ الدین کو اپنا امام مان لیا تھا۔

سلطان جلال الدین نے چونکہ اسماعیلیوں سے قلعہ الموت کے علاوہ سارے قلعہ
انہیں چھین کر ان پر قبضہ کر لیا تھا لہٰذا ان کے قلعہ الموت کے اطراف میں جو
تھا اس کا حاکم سلطان جلال الدین نے اپنے سردار اورخان نیشا پوری کو مقرر
اورخان نیشا پوری وقفہ وقفہ سے قلعہ الموت کے اسماعیلیوں پر حملہ آور ہوتا اور
اپنے سامنے خوب دبا کے رکھنے لگا تھا۔

اسی دوران سلطان جلال الدین کو یہ خبر ملی کہ اس کا چھوٹا بھائی غیاث الدین

ایک بڑے لشکر کے ساتھ ادھر ادھر بھاگا بھاگا اور مارا مارا پھر رہا ہے سلطان جلال الدین نے اپنے کچھ قاصد اپنے بھائی غیاث الدین کی طرف بھجوائے اور دعوت دی کہ وہ سلطان کے ساتھ آ ملے تاکہ اپنی قوت کو متحد کر کے منگولوں کے خلاف قدم اٹھایا جائے اور اپنی مملکت کی عزت اور وقار کو بحال کیا جائے۔ غیاث الدین چونکہ کوئی اعلیٰ دلیر شجاع، فہیم اور دانش مند انسان نہیں تھا اور ویسے بھی منگولوں کے ڈر اور خوف سے ادھر ادھر بھاگا بھاگا اور مارا مارا پھر رہا تھا لہٰذا اپنے بھائی جلال الدین کی اس دعوت کو اس نے بخوشی قبول کر لیا اور اپنے لشکر کے ساتھ وہ سلطان جلال الدین کے ساتھ آن ملا تھا

○

سمرقند کے نواح میں خیموں کے شہر کے اندر چنگیز خان کا بیٹا اپنے محل نما خیمہ کے اندر بیٹھا ہوا تھا جبکہ ایک مجرم کی حیثیت سے اس کا سپہ سالار چارمغان اس کے سامنے کھڑا تھا تھوڑی دیر تک چغتائی بڑے غور سے اور کھا جانے والی نگاہوں سے چارمغان کی طرف دیکھتا رہا پھر اس نے اپنے پہلو میں بیٹھے امیر امراء قرچار برلاس کی طرف لمحہ بھر کے لئے دیکھا اس کے بعد وہ اپنے جرنیل چارمغان کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھنے لگا۔

میں کیا جانوں کہ تمہاری شکست کی وجہ کیا ہے۔ کیا مسلمانوں کے سلطان جلال الدین کے پاس تمہاری نسبت زیادہ بڑا لشکر تھا۔ اس پر چارمغان بولا اور کہنے لگا۔ نہیں سلطان جلال الدین کے لشکر کی تعداد یقیناً" میرے لشکر سے کم تھی اس پر چغتائی نے پھر کڑکتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

اگر جلال الدین کے لشکر کی تعداد تمہارے لشکر کی نسبت کم تھی تو پھر جلال الدین تمہیں شکست دینے میں کیسے کامیاب ہو گیا۔ اس پر چارمغان بولا اور کہنے خان میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔ جو کچھ میں نے دیکھا وہی بیان کروں گا۔

دیکھ خان اس سے پہلے بہت سے شہروں کے اندر اور باہر جنگی میدانوں میں نے مسلمانوں سے بد ترین سلوک کیا اور انہیں ذلت آمیز شکست دی لیکن اس

الدین کا انداز اور طریقہ کچھ انوکھا اور نرالا ہے اس کے اندر بلا کا اعتماد ہے لگتا ہے اس نے خود اپنی ذات اپنے ماتحت کام کرنے والے لشکریوں میں انسانی کی نئی روشنی بھر دی ہو۔ اس لئے کہ اس کے ماتحت کام کرنے والے کچھ اس ہمارے خلاف حرکت میں آتے ہیں جیسے ان کی رگ و پے میں ایک انوکھا تجسس ر رکھ دیا ہو۔

دیکھ خان گزشتہ جنگ میں سلطان جلال الدین اور اس کے دونوں سالاروں اور اور پاسبانوں کے سپہ سالار کی سرکردگی میں کام کرنے والے مسلمان یوں ہم پر دلیری سے حملہ آور ہوئے جیسے ڈھیلے ڈھالے ٹٹو پر کوئی بھوکا اور شکار کا متلاشی دھاڑتا ہوا حملہ آور ہوتا ہے۔ سلطان جلال الدین اور اس کے سپہ سالاروں اس حملہ میں ایک استعجاب آمیز کیفیت تھی۔ وہ ہم پر وقت کے دائروں میں مقید ہیں کے رستے لہو اور بے کراں خونی مناظر کی طرح ٹوٹ پڑے تھے اور لمحوں کے انہوں نے میرے لشکر کی اگلی صفوں کی حالت بے آبروئی کی سلگتی زندگی اور ت کے افق پر طلوع ہونے والے منحوس تاروں جیسی کر دی تھی۔

اس موقع پر میری مزید بد بختی یہ نمودار ہوئی کہ سلطان جلال الدین کے سالار ان نے ہمارے سردار قراچہ کو جنگ میں قتل کر دیا جبکہ پاسبانوں کے سپہ سالار آق ملک کو موت کے گھاٹ اتار دیا اپنے ان دونوں سرداروں کے مرنے کی وجہ ہمارے لشکریوں کی ساری خود اعتمادی سارے نپے تلے جنگی حربے ناکام ہو گئے۔ کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں نے زور دار حملے کرتے ہوئے ہمارے لشکر کی حالت تے سورج کے منظر اور زنگ آلود آئینوں کی طرح کر کے رکھ دی اور پھر جلد ہی ذلت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

یہاں تک کہنے کے بعد چارمغان جب خاموش ہوا تو چغتائی نے اسے کھا جانے نگاہوں سے دیکھا پھر دوبارہ اس نے پوچھا اور وہ دوسرا لشکر جو تمہاری مدد کے لئے ت میں بھجوایا گیا تھا اس کا کیا بنا۔ اس پر چارمغان بڑی بے بسی کا اظہار کرتے ے کہنے لگا دیکھ خان جنگ کے دوران تک مجھے اس لشکر کی کچھ خبر نہیں تھی تاہم کے بعد کچھ مخبروں نے مجھے بتایا کہ اس لشکر کا علم جلال الدین کو پہلے ہی ہو گیا

تھا۔ لہٰذا اس نے اپنے لشکر کا ایک حصہ اس کے تعاقب میں لگا دیا تھا۔ جونہی ہمارا لشکر ایک درہ کے پاس سے گزرنے لگا اوپر سے سلطان جلال الدین کے لشکریوں نے اس پر ایسی تیر اندازی کی کہ ان میں سے اکثر کو موت کے گھاٹ اتار دیا بہت کم کو اپنی جانیں بچانا نصیب ہوا اور جو جانیں بچا سکے وہ اس وقت ہم سے آ ملے جب ہم شکست کھانے کے بعد سمرقند کی طرف بھاگ رہے تھے۔

یہاں تک کہنے کے بعد چارمغان خاموش ہو گیا۔ چغتائی بھی کچھ دیر تک خاموش رہ کر کچھ فیصلہ کرتا رہا پھر چارمغان کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگا دیکھ چارمغان مجھے تمہاری یہ ذلت آمیز شکست کا انتہائی دکھ اور صدمہ ہوا ہے بہرحال ہم مسلمانوں کو یوں نہیں رہنے دیں گے۔ ہم سلطان جلال الدین سے اپنی اس شکست کا انتقام ضرور لیں گے۔ تم ابھی اور اسی وقت سے جنگ کی تیاریاں شروع کر دو۔ چند یوم تک میں خود اپنے لشکر کی کمانداری کرتے ہوئے سلطان جلال الدین پر حملہ آور ہوں گا پھر میں دیکھوں گا وہ کیسے منگولوں کو شکست دینے میں کامیاب ہوتا ہے۔ اب تم جاؤ جا کر آرام کرو۔ اس کے ساتھ ہی چارمغان چغتائی کے خیمے سے نکل گیا تھا۔

چارمغان کے جانے کے بعد چغتائی نے اپنے قریب ہی لکڑی کے ایک چوکھٹے کے ساتھ بندھے ہوئے پیتل کے طشت پر لکڑی کی ہتھوڑی زور سے دے ماری جس کی آواز پورے خیمہ میں گونجی یہ آواز سنتے ہی خیمہ کے باہر پہرا دینے والا ایک محافظ بھاگا بھاگا اندر آیا اور گردن جھکا کر چغتائی کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ چغتائی نے تھوڑی دیر تک غور سے اسے دیکھا پھر وہ تحکمانہ انداز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا سوبدائی کی بیٹی طیان کو بلا کر میرے پاس لاؤ جواب میں اس پہرے دار نے ایک بار پھر اپنی گردن چغتائی کے سامنے خم کی پھر وہ مڑا اور خیمہ سے نکل گیا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد چغتائی کے خیمہ میں طیان داخل ہوئی اسے اپنے خیمہ میں دیکھتے ہوئے چغتائی نے اپنے سامنے چمڑے کی ایک نشست کی طرف اشارہ کیا اور بیٹھنے کو کہا جس کے جواب میں طیان چپ چاپ بیٹھ گئی۔ خیمہ میں تھوڑی دیر تک خاموشی رہی اس کے بعد چغتائی نے طیان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ تمہارا

دیکھ سوبدائی کی بیٹی تو جانتی ہے۔ چند ہفتے پہلے میں نے اپنے کچھ قاصد

سوبدائی کے پاس قراقرم بھیجے تھے۔ اسے میں نے یہ اطلاع کی تھی کہ تم مل چکی ہو اور یہ کہ میں تمہاری شادی ایک مسلمان جوان اورخان کے بجائے اپنے جرنیل چارمغان کے ساتھ کرنا چاہتا ہوں جو دل و جان سے تمہیں پسند بھی کرتا ہے۔ دیکھ سوبدائی کی بیٹی وہ قاصد جو میں نے تیرے باپ کی طرف بھجوائے تھے وہ لوٹ آئے ہیں تمہارے باپ نے اس بات کی منظوری دے دی ہے کہ تمہاری شادی چارمغان کے ساتھ کر دی جائے۔ اس پر طیان تڑپ کر بولی اور کہنے لگی۔ اگر میں چارمغان کے ساتھ شادی کرنے سے انکار کر دوں تب۔

طیان کے یہ الفاظ سن کر غصہ میں چغتائی کی حالت شعلوں کی لپک اور پریشان خواب جیسی مضطرب ہو کر رہ گئی تھی۔ اس کے چہرے پر غصہ اور غضبناکی کے ٹھٹ اور انبوہ کے انبوہ ہجوم کر آئے تھے وہ عجیب سے دلدوز طریقہ سے طیان کی طرف دیکھنے لگا تھا پھر وہ سحرالبیان کی طرح بولا اور کہنے لگا۔ دیکھ سوبدائی کی بیٹی تو جانتی ہے کہ منگول قانون میں اپنے حکمران اور خان کے سامنے ایسے سوالوں کا جواب دیا جاتا ہے تو چونکہ سوبدائی کی بیٹی ہے اور سوبدائی کا مقام اس کا درجہ تیرے باپ کے ہاں بڑا اعلیٰ و ارفع ہے۔ لہٰذا میں تیرے ساتھ سختی نہیں کرنا چاہتا۔ البتہ میں تجھ پر واضح کر دوں کہ یہ شادی بہرحال ہو کر رہے گی۔

یہاں تک کہنے کے بعد چغتائی تھوڑی دیر کے لئے چپ ہو گیا تھا لگتا تھا وہ کوئی گہری سوچوں میں گم ہو گیا ہو جبکہ اس کے سامنے طیان بیچاری اداس رات' ٹوٹے ساعت اجل کے سامنے پگھلنے کے عمل اور ماتم کناں انداز کی طرح چپ اور اداس بیٹھی ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد چغتائی پھر بولا اور طیان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سن سوبدائی کی بیٹی تیرے متعلق میں نے آخری فیصلہ یہ کیا ہے کہ تجھے میں آج رات تک کی مہلت دیتا ہوں۔ اگر تو چارمغان کے ساتھ شادی پر رضامند ہو جائے تو کل صبح ہی صبح چارمغان کے ساتھ تیری شادی کر دی جائے گی اور اگر تو کل صبح بھی چارمغان کے ساتھ شادی سے انکار کر دے تب تو یہ بات اپنے دل پر لکھ رکھ کہ تیری گردن کاٹ دی جائے گی۔ اب تو جا سکتی ہے۔ طیان نے چغتائی کی اس گفتگو اور فیصلہ

کا کوئی جواب نہ دیا۔ اپنی جگہ سے وہ اٹھی اور چپ چاپ چغتائی کے خیمہ سے نکل گئی تھی

طیان کے جانے کے بعد چغتائی نے اپنے پہریدار کو بلایا جب وہ آیا تو بڑی رازداری کے ساتھ چغتائی نے اس کے کان میں کچھ کہا۔ جس کے جواب میں وہ پہریدار نکل گیا اور تھوڑی ہی دیر بعد جس خیمہ میں طیان کو رکھا گیا تھا اس کے دونوں طرف پہرے دار کھڑے کر دیئے گئے تھے۔ شاید اس احتیاط کے تحت کہ طیان کہیں بھاگنے نہ پائے۔

آنے والی رات طیان کے لئے بڑی بھاری بڑی پریشان کن تھی وہ پوری رات نہ سکی تھی بس اپنے خیمہ میں بیٹھ کر اورخان اور اس کی یادوں میں وہ کھوئی رہی تھی۔ رات جب آدھی سے زیادہ گزر گئی اور طیان ابھی تک ان سوچوں سے نبرد آ تھی کہ وہ چونک سی پڑی اس لئے کہ خیمہ کے ایک دروازہ کا پردہ ہٹا کر کسی نے ایک پوٹلی خیمہ کے اندر بالکل اس جگہ پھینکی تھی جس جگہ طیان لیٹی ہوئی تھی۔ صورتحال دیکھتے ہوئے طیان اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ پوٹلی کو پکڑ کر وہ خیمہ اندر جلتی ہوئی چھوٹی سی مشعل کے قریب آ گئی اس نے پوٹلی کو کھول کر دیکھا اس منگول سپاہیوں کا سا ایک لباس تھا اور اس لباس کے اندر ایک کاغذ لپٹا ہوا تھا۔ کا ہاتھوں سے جلدی جلدی طیان نے اس کاغذ کی تہہ کھولی اس نے دیکھا کاغذ پر منـ زبان میں ایک تحریر تھی لہٰذا طیان بڑی تیزی سے اس تحریر کو پڑھنے لگی لکھا تھا۔

سن طیان جہاں تو اس وقت ہے۔ اسے اجنبی ملک غیر سرزمین نہ خیال کرنا تیرا تعلق ان سرزمینوں سے ہے ہم تجھے ڈال سے بچھڑی ہوئی کونج نہیں بننے گے بلکہ ہر وقت چوکنے وقت کی عقابی نظر بن کر تیری حفاظت تیرا دفاع کریں گے طیان محبت ایک سفینہ ہے اور تیرے اس سفینے میں ہم غموں کو جذب اور ہونے دیں گے۔ عورت آدھا میوہ آدھا پھول ہے جو زندگی کی بہت بلندی اور عز نیند اور سکون فراہم کرتا ہے ہم تیرے اس سکون فراہم کرتا ہے ہم تیرے اس

ے جدا نہ ہونے دیں گے تیری خاطر ہم چغتائی کا چہرہ الفاظ اور اس کی آنکھیں میں بدل کے رکھ دیں گے اور اگر تیری خاطر ہمیں شیر کی ران چیتے کی کمر بھی ڑی تو ایسا ہم کر دکھائیں گے۔

شاید میرے متعلق تو کسی تجسس میں مبتلا ہوگی کہ میں کون ہوں جو تم سے یوں ب ہوں۔ سن کچھ کہنے سے پہلے میں تجھ سے اپنا تعارف کراتا ہوں۔ میں کلمہ پڑھنے والا ایک انسان ہوں۔ اس رسول عربی پر ایمان رکھتا ہوں جس نے ت کی تاریکیوں میں ڈوبی روایات کو بدلا۔ اس خدا پر یقین رکھتا ہوں جو جمیل اجمل۔ مکمل و اکمل۔ کریم اور میر کرم ہے۔ اسی خدا پر یقین رکھتا ہوں جو ان سے بچھڑے نگر نگر دھکے کھاتے طیور کی رہنمائی کرتا ہے جو انسان کو طاقت طاقت گفتگو عطا کرتا ہے۔ جو پیاسے سرابوں کو دریا کی روانی اور ستاروں کے ان سورج کو راستہ بنانے کا فن عطا کرتا ہے۔ وہی خدا جو چاند کو گھٹاتا بڑھاتا ہے۔ میں کو کھڑا رکھتا ہے جس نے آسمان کو ستاروں سے مزین کیا وہی خدا جو ہوا کو تیزی بخشتا ہے کہ وہ بادلوں کو اپنے آگے آگے ہانک لے جاتی ہے۔ وہی خدا جس اپنی کاریگری سے روشنی سے تاریکی کو جدا کر رکھا ہے۔

سن طیان۔ میرے خیال میں تمہارے لئے اتنا ہی تعارف کافی ہے کہ ایک ان کا دوسرے مسلمان کے ساتھ سب سے بڑا رشتہ آپس میں ہم مذہب ہونا ہی باقی سارے رشتے ذیلی ار پہچان کی خاطر تو ہو سکتے ہیں۔ بنیادی نہیں۔ دیکھ طیان آدمی کے قریب جا چکی ہے۔ تو ایسا کر یہ جو پوٹلی تیرے خیمے میں پھینکی گئی ہے کے اندر جو منگول سپاہیوں جیسا لباس ہے اسے پہن لے۔ اس لباس کو پہننے کے تو اپنے خیمے سے نکل۔ تیرے خیمے کے دونوں جانب جو پہرہ دینے والے منگول زہ تجھے کچھ نہیں کہیں گے۔ تیرا ساتھ دیں گے۔ تو جانتی ہے کہ سمرقند کے اسی حصے میں چغتائی کے پڑاؤ کے اندر منگول سپاہی ادھر ادھر گھوم کر پہرہ دیتے ہیں تو ابھی ان سپاہیوں کے بیچ و بیچ ہوتی ہوئی اس پڑاؤ کے دائیں طرف نکل پڑاؤ کی آخری حدود کے قریب جا کر کسی دیکھنے والے کے شک و شبہ سے بچنے لئے تو زمین پر لیٹ جانا اور لیٹے ہی لیٹے آگے بڑھنا۔ تھوڑا سا آگے جا کر ایک

نشیب آئے گا اس میں داخل ہونے کے بعد تو بائیں طرف بھاگ کھڑی ہونا۔ وہ نشیب تمہیں ایک گھاٹی میں لے جائے گا اس گھاٹی کے اندر ایک گھڑ سوار تمہارا منتظر ہو گا۔ بس وہی گھڑ سوار تمہیں محفوظ جگہ پہونچا دے گا اب تم وقت ضائع نہ کرو جس طرح میں نے کہا ہے اسی طرح کرو اور سنو تمہاری تسکین تمہاری تسلی کے لئے میں یہ کہہ دوں کہ تم چارمغان کے لئے نہیں بلکہ اورخان کے لئے پیدا ہوئی ہو۔

تحریر یہاں ختم ہو گئی تھی خط پڑھنے کے بعد طیان تھوڑی دیر تک سوچوں میں کھوئی رہی۔ ایک بار پھر اس نے خط کی تحریر کو پڑھا پھر اس نے خط تہہ کر کے اپنے لباس میں محفوظ کر لیا۔ مزید کچھ سوچنے کے بجائے اس نے پوٹلی کے اندر سے لباس نکالا اور اپنے پہلے لباس پر وہ منگول سپاہی جیسا لباس پہننے لگی تھی۔ لباس پہننے کے بعد اس نے خیمے کا پردہ تھوڑا ہٹا کر باہر دیکھا خیمے سے باہر پہریدار مستعد کھڑا پہرہ دے رہا تھا۔ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے طیان بے چاری سوچوں میں کھو گئی تھی۔ باہر نکلتے ہوئے ہچکچا رہی تھی تاہم بڑے ضبط بڑی ہمت سے کام لیتے ہوئے اس نے پردہ ہٹا اور خیمے سے نکلی۔ طیان کو خیمے سے نکلتے دیکھ کر اس پہریدار نے کسی قسم کا کوئی اعتراض نہ کیا تھا۔ اس پر طیان کو کچھ حوصلہ ہوا لٰہذا وہ خیموں کے اندر دائیں طرف چل دی۔ تھوڑا سا آگے جا کر وہ چونک سی پڑی اس نے دیکھا کہ اس کے خیمے کے دونوں طرف پہرہ دینے والے بھی اس کے پیچھے پیچھے اس کے بالکل قریب آ گئے تھے یہاں تک کہ ایک پہریدار دائیں اور دوسرا بائیں طرف چلنے لگا تھا۔ تاہم دونوں خاموش تھے۔ اور ان کی اس خاموشی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے طیان بڑی تیزی سے پڑاؤ کے داہنی جانب بڑھنے لگی تھی۔ راستے میں دو ایک بار لشکر کی حفاظت پر مامور سپاہیوں نے انہیں روک کر ان سے کچھ پوچھنا بھی چاہا لیکن طیان کے ساتھ جو دونوں پہریدار تھے انہوں نے شاید پہرہ دینے والوں کے ساتھ گفتگو کر کے انہیں مطمئن کر دیا تھا۔ اس طرح ان دونوں پہرہ داروں کے ساتھ طیان چغتائی کے پڑاؤ کی آخری حد تک پہونچ گئی تھی۔

اچانک ایک پہرہ دار بولا اور طیان کو مخاطب کر کے کہنے لگا دیکھ طیان ہماری بہن اب تو یہاں زمین پر لیٹ جا اور نیچے نشیب کی طرف اترتی چلی جا۔ طیان نے جواب

میں کچھ نہ کہا بس وہ فوراً زمین پر لیٹ گئی۔ اور چونکہ سامنے نشیب تھی اس میں اترنے لگی تھی۔ اس نے دیکھا اس کے پیچھے پیچھے وہ دونوں پہریدار بھی زمین پر لیٹ کر نشیب میں اترتے چلے آ رہے تھے۔

نشیب میں کافی نیچے جانے کے بعد وہ دونوں پہریدار اٹھ کھڑے ہوئے پھر انہوں نے طیان کو بھی اٹھنے کو کہا۔ طیان جب اٹھی تو ایک پہریدار پھر بولا اور کہنے لگا۔ طیان ہماری بہن۔ ہمارے پیچھے آؤ۔ جس قدر تیزی سے تم بھاگ سکتی ہو بھاگو تاکہ ان کی گرفت سے جتنی جلدی ممکن ہو دور نکلا جا سکے۔ اس کے ساتھ نشیب میں دونوں پہریدار بائیں ہاتھ کی سمت بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ طیان بھی ان کے پیچھے بھاگتے ہوئے ان کا ساتھ دینے لگی تھی۔

نشیب میں تھوڑا سا آگے بھاگنے کے بعد دونوں پہریدار رک گئے۔ طیان نے دیکھا سامنے نشیب کے اندر ایک گھڑ سوار کھڑا تھا۔ شاید وہ طیان ہی کا منتظر تھا۔ اس کے ساتھ آنے والے دونوں پہریدار ایک گھاٹی کے اندر گھسے اور پھر وہ دونوں ایک ایک گھوڑا پکڑ لائے شاید وہ اپنے گھوڑوں کو وہاں کھڑا کر گئے تھے۔ پھر پہریدار طیان کو مخاطب کر کے کہنے لگا طیان ہماری بہن۔ وہ جو سوار سامنے کھڑا ہے اس کے پیچھے جا کر بیٹھ جاؤ۔ تاکہ یہاں سے بھاگا جائے ورنہ خطرات ہمارے سروں پر منڈلاتے رہیں گے۔ طیان چپ چاپ سامنے کھڑے سوار کی طرف بڑھی تھی۔

جب وہ اس سوار کے نزدیک گئی تو سوار ایک جست کے ساتھ اپنے گھوڑے سے نیچے اتر گیا پھر اس کی انتہائی سریلی آواز سنائی دی۔ طیان میری بہن تم گھوڑے پر میرے پیچھے بیٹھو اور جلدی کرو تاکہ یہاں سے کوچ کیا جائے۔ طیان نے اندازہ لگایا بات کرنے والی کوئی نوجوان لڑکی تھی جس کی آواز میں بڑی مٹھاس اور شیرینی تھی یہ جان کر کہ وہ ایک عورت سوار کے پیچھے بیٹھ رہی ہے طیان کسی قدر مطمئن ہو گئی تھی پھر وہ منہ سے کچھ کہے بغیر آگے بڑھ کر گھوڑے پر بیٹھ گئی تھی۔ لڑکی جو گھوڑے سے اتری تھی وہ بھی پاؤں رکاب میں جما کر گھوڑے پر بیٹھ گئی پھر اس نے گھوڑے کو ایڑ لگا کر سرپٹ ایک سمت دوڑا دیا تھا جبکہ دونوں پہریدار بھی ان کے پیچھے اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا رہے تھے۔

گھوڑے سرپٹ دوڑتے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ صبح کے وقت لا ہوا
لڑکی۔ طیان اور دونوں محافظ ایک کوہستانی سلسلے میں داخل ہوئے تھوڑی دیر تک
کوہستانی سلسلے میں ادھر اُدھر اپنے گھوڑوں کو بھگاتے رہے پھر ایک غار میں دا
ہوئے۔ اس غار میں داخل ہوتے ہوئے طیان بڑی گھبراہٹ اور پریشانی کا شکار تھی
میں جا کر جس لڑکی کے گھوڑے کے پیچھے بیٹھی ہوئی تھی وہ لڑکی نیچے اتر گئی۔ طیان
چھلانگ لگا کر گھوڑے سے اتر گئی۔ دونوں محافظ کسی دوسری سمت نکل گئے
طیان نے اس کوہستانی غار کا جائزہ لیا پھر اس سوار لڑکی کو مخاطب کر کے پوچھنے لگی
کیا میں جان سکتی ہوں تم کون ہو۔ اور یہ کون سا غار ہے جہاں مجھے لایا گیا
اس پر وہ سوار لڑکی بڑے مطمئن انداز میں بولی اور کہنے لگی۔ دیکھ طیان میری
مطمئن رہ۔ یوں جان کہ تو پرایوں میں نہیں اپنوں میں ہے۔ یوں سمجھ کہ تو اپنی
کے ساتھ ایک غار میں ہے۔ اس پر طیان بولی اور کہنے لگی اگر تم بہن ہونے کا
کرتی ہو تو پھر تم نے مجھ سے اپنے چہرے کو کیوں ڈھانپ رکھا ہے۔ اس پر اس
نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دیا۔ طیان تھوڑی دیر تک عجیب سے انداز میں اس
کو دیکھتی رہی پھر وہ پریشانی کے عالم میں اسے مخاطب کر کے پوچھنے لگی۔
خدا جھوٹ نہ بلوائے میں نے تمہیں کہیں دیکھا ہے تمہارا چہرہ یقیناً" میرا
شناسا ہے۔ مگر افسوس میں تمہیں پہچان نہیں پا رہی۔ یاد نہیں آتا کہاں دیکھا
اس پر وہ لڑکی بولی اور کہنے لگی ہاں میں اس بات کو تسلیم کرتی ہوں کہ تم نے
ضرور دیکھا ہو گا۔ لیکن ابھی اس معاملے کو راز ہی میں رہنے دو کہ تم نے
دیکھا ہے۔ اور نہ ہی اس غار سے متعلق تفصیل جاننے کی کوشش کرنا۔ جس
وقت تم ہو۔ بس یوں جانو کہ ہم تمہارے مخلص تمہارے چاہنے والے
عنقریب ہم تمہیں اپنے بھائی اورخان کے پاس پہونچا کر اپنے فرض سے سبک
جائیں گے۔ اب تم میرے ساتھ آؤ۔ تاکہ میں تمہارے کھانے اور آرام کا
کروں۔ طیان اس لڑکی کی باتوں سے مطمئن ہو گئی تھی۔ پھر وہ چپ چاپ
کے ساتھ غار کے دوسرے حصے کی طرف چل دی تھی۔ جہاں بہت سی عورتیں
کاموں میں مصروف تھیں۔

منگولوں کے سپہ سالار چارمغان کو شکست دینے اسماعیلیوں کے قلعوں پر قبضہ
نے اور کچھ دیگر مقام پر باغیوں کے سر اٹھانے اور بغاوت فرو کرنے کے ہر کام سے
غ ہونے کے بعد سلطان نے تبریز شہر کے نواح میں اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر
ا تھا۔ اورخان سلطان کے ساتھ تھا جبکہ پاسبانوں کا سپہ سالار گزشتہ جنگوں میں
ل ہونے والے اپنے حصے کے سامان کو اپنے مستقر میں پہونچانے کے لئے جا چکا

ایک روز سلطان جلال الدین اپنے خیمے میں بیٹھا اورخان کے ساتھ محو گفتگو تھے
اس کا ایک مخبر اندر آیا۔ اس کی آمد پر سلطان جلال الدین اور اورخان دونوں
ک پڑے۔ مخبر اپنے سلطان کے سامنے آن کھڑا ہوا اور بڑی عقیدت اور
ادتمندی میں جلال الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
سلطان محترم۔ میں منگولوں سے متعلق ایک اہم خبر لے کر آیا ہوں۔ منگول سپہ
سالار چارمغان کی شکست پر چنگیز خان کا بیٹا چغتائی انتہائی برہم اور غضبناک ہوا ہے۔
آپ جانتے ہیں کہ چغتائی نے اپنے پورے لشکر کے ساتھ سمرقند شہر سے باہر پڑاؤ کر
رکھا تھا۔ اب چغتائی نے اپنے لشکر کے ساتھ سمرقند سے ان علاقوں کی طرف کوچ کیا
ہے تاکہ آپ پر حملہ آور ہو۔ اور جو آپ نے چارمغان کو شکست دی ہے اس کا
آپ سے انتقام لے سکے۔ سلطان محترم۔ میں یہ بھی آپ سے گزارش کروں کہ خود
چغتائی لشکر کے بڑے حصے کے ساتھ آہستہ آہستہ اصفہان شہر کا رخ کر رہا ہے جبکہ اس
نے چند چھوٹے چھوٹے لشکر اپنے اپنے اطراف میں پھیلا دیئے ہیں تاکہ سمرقند سے
اصفہان تک راستے میں جس قدر شہر اور قصبے پڑتے ہیں ان کو لوٹ کر منگول لشکر کے
لئے رسد خوراک اور دوسرا ضرورت کا سامان فراہم کیا جائے۔

سلطان محترم۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں جس قدر آپ کے پاس اس و
لشکر ہے۔ یہاں تک کہتے کہتے وہ مخبر خاموش ہو گیا اس لئے کہ اسی لمحہ سلطان ج
الدین کا چھوٹا بھائی غیاث الدین سلطان جلال الدین کے خیمے میں داخل ہوا۔ سل
نے اشارے سے اسے اپنے پہلو میں بیٹھنے کو کہا۔ غیاث الدین چپ چاپ آگے
کر جلال الدین کے پہلو میں بیٹھ گیا تھا۔ غیاث الدین کے بیٹھنے کے بعد مخبر پھر بولا
کہنے لگا۔

سلطان محترم۔ میں آپ سے کہہ رہا تھا کہ جس قدر میں نے اندازہ لگایا ہے
کے مطابق جو لشکر اس وقت آپ کے پاس ہے چغتائی میرے خیال میں کم از کم
لشکر سے دس گنا بڑا لشکر لے کے آپ کی طرف پیش قدمی کر رہا ہے۔ اس نے ہر
میں آپ کو شکست دینے اور آپ پر غلبہ حاصل کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے۔

اس مخبر کے اس انکشاف پر سلطان جلال الدین کے بھائی غیاث الدین کا چہرہ
اور پریشانی میں پیلا ہو گیا تھا۔ اس موقع پر تھوڑی دیر کے لئے سلطان جلال ا
نے اپنے چھوٹے بھائی غیاث الدین کی طرف بڑے غور سے دیکھا پھر وہ اپنے چہر
ہلکا سا ابتسام بکھیرتے ہوئے کہنے لگا۔ دیکھ مخبر۔ تیری بڑی مہربانی کہ تو نے مجھے بر
اطلاع کی۔ سن تو کہتا ہے کہ چنگیز خان کا بیٹا چغتائی ہمارے لشکر سے دس گنا بڑا
لے کر آ رہا ہے میں کہتا ہوں اگر ہم نیک نیتی سے منگولوں کا مقابلہ کریں ہر کام
خداوند قدوس کو اپنی نصرت کے لئے پکاریں تو میں دعویٰ کرتا ہوں کہ اگر من
میرے لشکر سے بیس گنا بھی لشکر لے آئیں تب بھی میں ان سے ٹکراؤں اور ا
اپنے خداوند کی تکبیریں بلند کرتے ہوئے اپنے سامنے سے مار بھگاؤں۔ اب تم
آرام کرو اپنے ساتھیوں کے ساتھ پھیل جاؤ۔ منگولوں کے لمحہ لمحہ حرکت کی
بروقت اطلاع کرو۔ اس کے ساتھ ہی وہ مخبر خیمے سے نکل گیا تھا۔

مخبر کے جانے کے بعد غیاث الدین تھوڑی دیر تک پریشان حال بیٹھا کچھ
رہا۔ پھر جلال الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ ؟
اپنے سے دس گنا بڑے منگولوں کے لشکر کے ساتھ ٹکرا جانا چاہئے۔ خصوصیت
ساتھ ایسے وقت میں جبکہ آپ کا ساتھی پاسبانوں کا سپہ سالار بھی یہاں نہیں

سلطان جلال الدین پھر ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہنے لگا۔ غیاث الدین میرے
بھائی تم فکر مند اور پریشان مت ہو۔ میں جانتا ہوں تمہیں منگولوں سے جنگ کرنے کا
اس سے پہلے کوئی خاص تجربہ نہیں ہے۔ لیکن میں اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار
ان لوگوں سے کئی بار ٹکرا چکے ہیں۔ جن لوگوں نے ان منگولوں کو ہوا بنا رکھا ہے وہ
غلطی پر ہیں۔ منگول کچھ بھی نہیں ہیں۔ بس وہ ہماری کمزوریوں اور ہماری بے تدبیری
کی وجہ سے اس قدر وحشتناک صورت اختیار کر چکے ہیں۔ دیکھ غیاث الدین میرے
بھائی تو دیکھے گا کہ چنگیز خان کا بیٹا چغتائی اگر اس سے بھی بڑا لشکر لے کر آ جائے۔
تب بھی ہم اپنے خداوند کی نصرت کے بل بوتے پر انہیں مار بھگائیں گے۔ اب تم
کوچ کی تیاری کرو ہم اپنے لشکر کے ساتھ اصفہان کی طرف کوچ کریں گے۔ تاکہ منگول
اصفہان شہر کو کوئی نقصان نہ پہونچا سکیں۔ میرے عزیز بھائی جہاں تک پاسبانوں کے
سپہ سالار کا تعلق ہے مطمئن رہو۔ جہاں کہیں بھی منگول ہم سے ٹکرائیں گے انشاء
اللہ پاسبانوں کا سپہ سالار اس سے پہلے ہی اپنے جاں نثاروں اور اپنے سرفروشوں کے
ساتھ ہم سے آملے گا۔ اس کے بعد سلطان جلال الدین اپنی جگہ سے اٹھا کھڑا ہوا اور
اورخان اور غیاث الدین کو ساتھ لے کر وہ لشکر کے تبریز سے کوچ کرنے کے
انتظامات کرنے لگا تھا۔

○

سلطان جلال الدین نے جس وقت تبریز سے اصفہان کی طرف کوچ کیا تو راستے
میں سلطان کو اس کے مخبروں نے یہ اطلاع دی کہ منگولوں کا لشکر چغتائی کی سرکردگی
میں دریائے جیحوں کو عبور کرنے کے بعد عراق کی حدود میں داخل ہو گیا ہے۔ جب
اصفہان کے نواح میں آئے تو کچھ اور مخبر سلطان کی خدمت میں حاضر ہوئے
اور انہوں نے سلطان کو یہ اطلاع دی کہ کچھ منگولوں کو اصفہان شہر کے نواح میں بھی
چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں گھومتے دیکھا گیا ہے۔ مخبروں نے سلطان کو یہ بھی اطلاع کی کہ
منگولوں کے رعب کا یہ عالم ہے کہ قرب و جوار کے کل حکمران۔ صوبہ دار ان قلعوں
کو چھوڑ چھاڑ کر جہاں وہ متعین تھے پناہ لینے کے لئے سلطان کی طرف کوچ کر چکے

ہیں۔ ان حالات میں مختلف حاکموں کی طرف سلطان نے اپنے قاصد بھجوائے اور انہیں ہدایات اور تنبیہہ کی کہ منگولوں کے مقابلے میں حوصلہ ہارنے کے بجائے ان لوگوں کی ہمت افزائی کریں۔ اور منگولوں کی وجہ سے اپنی ذات پر کسی طرح کی گھبراہٹ اور پریشانی طاری کرنے کی کوشش نہ کریں۔ اس کے بعد سلطان نے منگولوں پر فیصلہ کن ضرب لگانے کے لئے بڑی تیزی سے تیاریاں کرنا شروع کر دی تھیں۔

وہی نجومی جو اس سے پہلے سلطان علاؤ الدین کو منگولوں کے خلاف حرکت میں آنے سے منع کرتے رہے تھے اب سلطان جلال الدین کے گرد بھی جمع ہو گئے تھے اس موقع پر چند نجومی سلطان جلال الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلطان کو مشورہ دیا کہ وہ تین دن تک منگولوں کے خلاف لڑنے سے احتراز کرے۔ ہر چند سلطان جلال الدین ایسی باتوں کو تسلیم نہیں کرتا تھا اور یہ اس کی طبیعت کے خلاف بات تھی۔ لیکن اپنے چند امراء کے اصرار کرنے پر سلطان جلال الدین منگولوں کی طرف پیش قدمی کرنے کے بجائے مزید تین دن تک رک گیا تھا۔

منگولوں نے اس غیر متوقع توقف کو سلطان کی کمزوری پر محمول کیا اور وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ اب وہ ان پر حملہ آور ہونے کی جرات ہی نہیں کرے گا۔ منگولوں کو یہ بھی خیال گزرا کہ سلطان کے ہمراہ ایک چھوٹا سا لشکر ہے اور وہ چغتائی کے اتنے بڑے لشکر کے سامنے آنے کی جرات نہیں کرے گا۔ چنانچہ سلطان کی طرف سے بے فکر ہونے کے بعد چغتائی نے اپنے دو بڑے بڑے لشکر مختلف سمتوں کو روانہ کئے تا کہ وہ اپنے لشکر کے لئے خوراک اور رسد کا سامان حاصل کر لے دوسری طرف سلطان جلال الدین کو بھی چغتائی کے اس فیصلے کی خبر اس کے جاسوس بروقت دے چکے تھے۔

اس کے علاوہ سلطان کو عین اس موقع پر یہ بھی خبر ملی کہ پاسبانوں کا سپہ سالار بڑی تیزی کے ساتھ اپنے لشکر کے ساتھ اصفہان کی طرف رخ کر رہا ہے یہ خبر سننے کے بعد سلطان نے اپنا ایک تیز رفتار قاصد پاسبانوں کے سپہ سالار کی طرف روانہ کیا اور اسے حکم دیا کہ چغتائی کے بڑے لشکر سے جو دو حصے رسد اور خوراک جمع کرنے کے لئے نکلے ہیں ان میں سے ایک حصے پر وہ حملہ آور ہو۔ اور اس کا خاتمہ کر کے وہ

ہان کا رخ کرے۔

بکہ منگولوں کے دوسرے حصے کی طرف سلطان جلال الدین نے اورخان کو اس لشکر کے ساتھ روانہ کیا تا کہ وہ اس پر حملہ آور ہو اور انہیں مسلمان علاقوں میں ادھر تباہی پھیلانے کی اجازت نہ دے۔

دونوں منگول لشکر بڑی بے پرواہی اور بڑی بے خبری میں مسلمان قصبوں اور وں کو لوٹنے کا عمل شروع کر چکے تھے کہ ان کی بدبختی ان کے سروں پر منڈلا گئی۔ حصے پر پاسبانوں کا سپہ سالار حملہ آور ہوا اس حصے کو اس نے تہس نہس کر کے رکھ دیا تھا دوسرے حصے پر اورخان نے اچانک حملہ کیا۔ اس حصے میں اورخان نے دو ے زائد منگولوں کو قتل کیا اور باقی اپنی جانیں بچا کر بھاگ گئے۔ تقریباً چار سو لوں کو اورخان نے گرفتار کیا اور اصفہان میں سلطان جلال الدین کے سامنے پیش اس وقت تک پاسبانوں کا سپہ سالار بھی منگولوں کے دوسرے حصے کا صفایا کر کے ان پہنچ چکا تھا۔ اورخان کے ہاتھوں گرفتار ہونے والے ان چار سو منگولوں کو سلطان کے سامنے پیش کیا گیا تو سلطان اورخان کی اس کارگزاری سے بے حد ہوا اور اس نے حکم دیا کہ ان سب منگولوں کے سر قلم کر کے ان کی لاشیں ان کے چوراہوں اور گزرگاہوں پر لٹکا دی جائیں تا کہ عوام کے دلوں سے ں کا ڈر نکل جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا چار سو منگولوں کو موت کے گھاٹ نے کے بعد اصفہان شہر کے چوراہوں اور گزرگاہوں میں لٹکا دیا گیا۔ اس طرح جہاں سلطان کی اس کارگزاری سے خوش ہوئے وہاں منگولوں کی وجہ سے جو ان لوں پر وحشت چھائی ہوئی تھی وہ بھی کسی قدر جاتی رہی تھی۔

دوسری طرف چغتائی کو اپنے دونوں لشکروں کی تباہی و بربادی اور اصفہان شہر سے ار سو منگولوں کے سلطان کے حکم پر قتل اور چوراہوں پر ان کی لاشیں لٹکائی کی خبریں پہونچیں تو وہ کسی خونی درندے کی طرح غضبناک ہو گیا تھا۔ سلطان پر اور ہونے کے لئے اپنے دونوں لشکروں کی تباہی و بربادی اپنے چار سو منگولوں کے کے جانے کا انتقام لینے کے لئے وہ بڑی تیزی سے اپنے لشکر کے ساتھ اصفہان ف بڑھا تھا۔

سلطان جلال الدین ابھی تک اصفہان کے نواح ہی میں پڑاؤ کیے انتظار کر رہا تھا
کہ اسی دوران سلطان کو بری خبر ملی۔ ایک مخبر سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا اور
سلطان کو اطلاع دی کہ باغی سردار قتلغ خان جس کی کمانداری میں اس وقت نوے
ہزار کے قریب لشکری تھے وہ سلطان جلال الدین پر حملہ آور ہونے کے لئے اصفہان کا
رخ کر رہا ہے۔ یہ خبر بڑی دلدوز بڑی حوصلہ شکن تھی اس لئے کہ ایک طرف سے
چنگیز خان کا بیٹا چغتائی شمال کی جانب سے بڑے خونخوار انداز میں سلطان جلال الدین کی
طرف پیش قدمی کر رہا تھا دوسری سمت قلغ خان جو سلطان جلال الدین کے باپ علاؤ
الدین کے رشتہ داروں میں تھا وہ بھی سلطان پر حملہ آور ہونے کے لئے بڑی تیزی
سے اصفہان کی طرف بڑھ رہا تھا۔ یہ خبر سلطان کے گوش گزار کی گئی اس وقت سلطان
کے خیمے میں اس کا بھائی غیاث الدین' پاسبانوں کا سپہ سالار اور اورخان تینوں موجود
تھے۔ یہ خبر سننے کے بعد سلطان نے کچھ سوچا پھر اس مخبر کو مخاطب کر کے کہنے لگے تم
ابھی کہیں جانا نہیں۔ باہر لشکر میں انتظار کرو۔ میں تم سے بعد میں رابطہ قائم کرواؤں
گا۔ اس پر وہ مخبر باہر نکل گیا تھا۔ مخبر کے جانے کے بعد سلطان نے باری باری
پاسبانوں کے سپہ سالار اور اورخان کی طرف دیکھا اور پوچھا

میرے عزیز ساتھیو۔ تمہارا اس معاملے میں کیا خیال ہے۔ صورت حال ہمارے
لئے انتہائی ابتر اور خراب لگتی ہے۔ شمال کی طرف سے وحشی منگول ہم پر حملہ آور
ہونے کے لئے امڈ رہے ہیں مغرب کی طرف سے قتلغ خان ہم پر حملہ آور ہونے کے
لئے پیش قدمی کر رہا ہے اور یہ منگولوں سے بھی زیادہ ہمارے لئے خطرناک ثابت ہو گا اس
لئے کہ اگر ہم قتلغ خان سے جنگ کرتے ہیں تو خون دونوں سمتوں سے مسلمانوں کا
کا بہے گا جو مجھے کسی بھی صورت پسند نہیں ہے۔ سنو میرے دونوں عزیزو۔ اس موقع
پر میرے ذہن میں ایک تجویز ہے۔ شاید تم دونوں اسے پسند کرو۔ اس پر اورخان
فوراً" بولا اور پوچھنے لگا۔ سلطان محترم وہ تجویز کیا ہے۔ جس کی طرف آپ اشارہ کر
رہے ہیں۔ آپ کہئے۔ مجھے امید ہے کہ اس تجویز پر عمل کر کے ہم اس بحران سے
نکلنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اس پر سلطان جلال الدین بولا اور کہنے لگا۔
میرے عزیزو۔ میرے بھائیو۔ سنو۔ اس نازک موقع پر جبکہ منگول بڑی تیزی سے

طرف بڑھ رہے ہیں۔ قتلغ خان کا ہم پر حملہ آور ہونا دو چیزوں کی غمازی کرتا
پہلا خدشہ یہ ظاہر کر سکتا ہے کہ ہو سکتا ہے اس نے اندر ہی اندر منگولوں کے
ہمارے خلاف کوئی ساز باز کر لی ہو۔ اور منگولوں نے اس سے یہ وعدہ کیا ہو کہ
بعد وہ اسے ان علاقوں کا حکمران بنا دیں اور قتلغ خان اس فریب میں آکر ہم
آور ہونا چاہتا ہو۔ دوسرا خدشہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قتلغ خان جو اب تک
اور گوشہ نشینی میں تھا اور جس کے پاس نوے ہزار کا بہت بڑا لشکر ہے اس
ہم پر حملہ آور ہو کر شاید یہ چاہتا ہو کہ جس وقت منگول ہم پر حملہ آور ہو
ہوں وہ پشت کی طرف سے ہم پر حملہ آور ہو تاکہ ہمارا خاتمہ کر کے وہ یا
کے سامنے جم جائے یا ان سے صلح صفائی کر کے اپنے ان علاقوں میں فوائد
کر لے۔ بہرحال میرے بھائیو۔ میرے عزیزو۔ وجہ کچھ بھی ہو ہمیں ان دونوں
سے نپٹنا ہے۔

دوران سے نپٹنے کے لیئے میرے ذہن میں یہ تدبیر آئی ہے کہ جہاں تک مخبروں
اطلاع دی ہے کہ منگول قتلغ خان سے پہلے یہاں پہونچیں گے لیکن اب ہم
شہر سے باہر مزید پڑاؤ نہیں کریں گے اور یہاں سے کوچ کر کے آگے بڑھیں
منگولوں کا سامنا کریں گے۔ اس طرح ہم پر حملہ آور ہونے میں قتلغ خان کو
تاخیر ہو گی میری تجویز یہ ہے کہ منگولوں کے ساتھ عین جنگ کے عروج کے وقت
اپنے حصے کے لشکر کو لے کر پسپا ہونے کی کوشش کروں گا۔ جو منگول میرے ساتھ
برسرپیکار ہوں گے یہ سمجھیں گے کہ میں جنگ سے جی چرا کر بھاگا ہوں اور انہیں پتہ
کہ اس حصے میں جلال الدین ہے وہ ضرور میرا تعاقب کریں گے۔ میں انہیں
تعاقب میں لگا کر دور لے جاؤں گا۔ اور پھر اچانک پلٹ کر ان پر حملہ آور ہوں
اور ان کا خاتمہ کر دوں گا۔ اور اس کے بعد میں قتلغ خان کی طرف بڑھوں گا۔
میرے اس طرح میدان جنگ سے نکلنے کے دو فوائد ہوں گے۔ اول یہ کہ جو
میرے ساتھ برسرپیکار ہوں گے ان کا اپنے اصل لشکر سے علیحدہ ہو جانے کے
تم تینوں پر منگولوں کا دباؤ ویسا کا ویسا ہی رہے گا۔ اس میں کسی قسم کی زیادتی نہ
دوسرا فائدہ یہ ہو گا کہ اس منگول لشکر کا جو میرے تعاقب میں ہو گا خاتمہ

کرنے کے بعد میں قتلغ خان کی طرف بڑھوں گا۔ گو میرے پاس مختصر سا لشکر ہو گا جو میرے حصے میں آتا ہے۔ جس سے میں قتلغ خان سے جنگ نہیں کر سکوں گا اور اس کی راہ بھی نہیں روک سکوں گا۔ میں اس کے ساتھ چھاپہ مار جنگ کی ابتداء کروں گا اور اس کی اس سمت بڑھنے کی رفتار کو سست کر دوں گا تاکہ تم تینوں کو منگولوں سے نپٹنے کے لے معقول وقت مل جائے۔ منگولوں سے نپٹنے کے بعد پھر ہم متحد ہو کر قتلغ خان کی طرف بڑھیں گے اور اسے بتائیں گے کہ ہم میں ابھی دم خم ہے کہ منگولوں کے ساتھ ساتھ ہم اس کا بھی مقابلہ کر سکتے ہیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان جلال الدین تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر کچھ سوچتا رہا۔ اس کے بعد اس نے پھر اپنے بھائی غیاث الدین۔ پاسبانوں کے سپہ سالار اور اورخان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ سنو۔ میرے بھائیو۔ میرے عزیزو۔ کیا تم میری اس تجویز سے اتفاق کرتے ہو۔ اس پر اورخان۔ پاسبانوں کے سپہ سالار اور غیاث الدین تینوں نے ایک بار بڑے انہماک سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے کچھ فیصلہ کیا اور پھر اورخان بولا اور کہنے لگا۔ سلطان محترم۔ ہم تینوں اس تجویز سے پوری طرح اتفاق کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہوئے ہم نہ صرف منگولوں کو شکست دے سکتے ہیں بلکہ ساتھ ہی ساتھ قتلغ خان کی رفتار میں کمی کر کے اپنے لئے بہتر حالات کی امید بھی کر سکتے ہیں۔ پر اس تجویز کو استعمال کرتے ہوئے سلطان محترم ہمیں ایک احتیاط بھی کرنا ہو گی۔ اس پر سلطان جلال الدین نے چونک کر پوچھا کیسی احتیاط۔ جواب میں اورخان کہنے لگا۔

سلطان محترم۔ یہ تجویز صیغہ راز میں رکھی جائے۔ اس وقت اس راز سے میں پاسبانوں کے سپہ سالار اور آپ کا بھائی غیاث الدین آگاہ ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ تجویز بس ہم چاروں تک ہی محدود رہے اگر کسی لشکری کو خبر ہو گئی کہ ایک طرف منگول ہم پر حملہ آور ہو رہے ہیں اور دوسری طرف سے قتلغ خان بڑھ رہا ہے میرے خیال میں کئی لشکری جی چھوڑ بیٹھیں گے اور جنگ میں اس کارکردگی کا مظاہرہ نہیں کر سکیں گے جو وہ ماضی میں کرتے رہے ہیں۔ اس لئے میرے خیال میں فی الحال لشکریوں کے ذہن میں یہی بات رکھی جائے کہ ہمارا مقابلہ چنگیز خان کے بیٹے چغتائی

اور قتلغ خان کی پیش قدمی کو صیغہ راز میں رکھا جائے۔ بعد میں جب ہم کو شکست دے چکیں گے تو قتلغ خان کے سامنے آتے ہوئے ہمارے لشکری گھبرائیں گے نہیں۔ بلکہ منگولوں کے شکست کھانے کے بعد قتلغ خان کے ان کے حوصلے مزید بڑھ چکے ہوں گے۔ اس پر سلطان جلال الدین نے اورخان گفتگو کو پسند کرتے ہوئے کہا۔

اورخان میرے بھائی۔ تمہارے اندیشے درست ہیں یہ تجویز فی الحال ہم چاروں محدود رہے گی۔ کسی بھی لشکری کو یہ خبر نہیں ہونے دی جائے گی کہ منگولوں کے ساتھ قتلغ خان بھی ہم پر حملہ آور ہونے کے لئے بڑی تیزی سے پیش قدمی ہے۔ اور قتلغ خان کی آمد کی خبر جو جاسوس لے کر آیا ہے اس کو بھی آگاہ کر یں کہ یہ خبر کسی اور تک نہ پہونچے۔ اب میرے خیال میں تم لوگ اٹھو اپنی پنی تیاری کرو اس لئے کہ ہم ابھی اور اسی وقت یہاں سے شمال کی طرف کوچ ں گے اور آگے بڑھ کر چغتائی کے لشکر کی راہ روکیں گے۔ اس کے ساتھ ہی ان۔ پاسبانوں کا سپہ سالار اور غیاث الدین اٹھ کر سلطان کے خیمے سے نکل گئے تھوڑی دیر بعد لشکر اصفہان کے نواح سے شمال کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

○

ری طرف چنگیز خان کے بیٹے چغتائی نے جس وقت طیان کو اس کے خیمے میں تے ہوئے تنبیہہ کی تھی کہ اگر صبح تک وہ چارمغان کے ساتھ شادی کرنے تیار نہ ہوئی تو اس کی گردن کاٹ دی جائے گی۔ چغتائی اس کام سے جلدی نا چاہتا تھا اس لئے کہ دوسرے روز وہ سلطان سے جنگ کرنے کے لئے ثمرقند ب کی طرف کوچ کرنا چاہتا تھا۔ دوسرے روز صبح سویرے ہی چغتائی سو کر جب ایک پہریدار بھاگا اس کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ خان میں آپ کے لئے ایک کا خبر لے کر آیا ہوں۔ اس پر چغتائی نے طنزیہ سے انداز میں اسکی طرف ر کہا شاید تم یہ بتانا چاہو گے کہ مسلمانوں کا سلطان جلال الدین اصفہان سے رف پیش قدمی کر رہا ہے۔ اس پر وہ پہریدار بولا اور کہنے لگا نہیں۔ خان۔ میں

یہ نہیں کہنا چاہتا۔ بلکہ میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ سوبدائی کی بیٹی طیان اپنے
میں نہیں ہے۔ اس پر چغتائی چونک سا پڑا اور کھا جانے والی نگاہوں سے اس پہر
کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا۔ اگر وہ اپنے خیمے میں نہیں ہے تو پھر کہاں ہے۔ کیا
رات ہی رات ہمارے سپہ سالار چارمغان کے پاس چلی گئی۔ جس سے ہم اس
شادی کرنے کے خواہش مند ہیں۔ قبل اس کے کہ وہ پہریدار مزید کچھ کہتا اتنی دیر
چارمغان اور چغتائی کا امیر الامراء قراچار برلاس بھی وہاں آ گئے پہلے
پہریدار پھر بولا اور کہنے لگا

خان میں یہ تو نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے میں آپ سے کہوں کہ طیان اس وا
اپنے خیمے میں نہیں ہے۔ جو پہریدار اس کے خیمے کے دونوں جانب پہرہ دینے کے
مقرر کئے گئے تھے وہ بھی وہاں نہیں تھے اور جب انہیں تلاش کیا گیا تو خیمے کے دا
بائیں ریت کے اندر ان کی لاشیں دفن کی ہوئی ملی ہیں۔ ان دونوں کو کوئی ہلاک
کے طیان کو لے گیا ہے۔ اس پر چغتائی کے بولنے سے پیشتر ہی چارمغان بولا اور
کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہمارے لشکر سے کوئی طیان کو نکال کر لے جائے کیا
ممکن ہے۔ اسے تلاش کرنے کی کوشش کی جائے وہ یہیں کہیں خیموں کے اندر
بیٹھی ہو گی اس پر چغتائی اپنا فیصلہ دیتے ہوئے کہنے لگا نہیں چارمغان۔ تمہارا اند
غلط ہے۔ وہ ان خیموں میں نہیں ہے۔ وہ یہاں سے بھاگ چکی ہے۔ اگر ان خیم
میں ہوتی تو وہ زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتی تھی کہ اس کے خیمے کے گرد پہرہ دینے وا
دونوں محافظوں کی نگاہ بچا کر ادھر ادھر ہو سکتی تھی لیکن ایسا نہیں ہے۔ دونوں محافظ
کی لاشوں کا ریت میں دفن کیا جانا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ کوئی اسے لشکر
نکال کر لے گیا ہے۔ اور اگر یہ ہو چکا ہے تو سنو۔ یہ فعل یہ کام۔ ہماری بدترین
اور اسے لے جانے والے کی بہترین جراتمندی کا اظہار ہے۔ بہرحال طیان کا یہ
سے چلا جانا ہمارے منہ پر ذلت اور بے عزتی کا ایک بھرپور تمانچہ ہے۔ سنو چارمغان
کچھ تیز رفتار سوار مقرر کرو جو چاروں طرف پھیل جائیں اور طیان کو تلاش کریں
ان سواروں کو یہ بھی تنبیہہ کرو کہ جب طیان مل جائے تو وہ طیان کو لے کر جنوب

آئیں اس لئے کہ میں ابھی اور اسی وقت اپنے لشکر کے ساتھ جنوب کی طرف
رنے والا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ اگر ہمارے آدمی کوشش کریں تو وہ ان لوگوں
کتے ہیں جو طیان کو یہاں سے نکال کر لے گئے ہیں اس کے بعد چغتائی نے غصے
لم میں مزید کچھ نہ کہا اور اس نے اپنے لشکر کو وہاں سے کوچ کرنے کا حکم دے
تھوڑی دیر بعد چغتائی کی سرکردگی میں منگول سمرقند کے نواح سے جنوب کی
پیش قدمی کر رہے تھے۔

○

ل کے کوہستانی سلسلوں کے اندر دونوں لشکر جب ایک دوسرے کے آمنے
آئے تو دونوں لشکروں نے ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے پڑاؤ کر لیا تھا۔ جس
منگول سلطان جلال الدین کے لشکر کے سامنے پڑاؤ کر رہے تھے اس وقت خود
جلال الدین۔ اورخان۔ پاسبانوں کا سپہ سالار۔ غیاث الدین اور جلال الدین
اروں نے دیکھا کہ ان کے سامنے چغتائی کی سرکردگی میں پڑاؤ کرنے والے منگول
تعداد ان کے اپنے لشکر سے کم از کم چار گنا بڑی ہو گی۔ ان کے سامنے جہاں
ہ کام کرتی تھی مغلوں کے خیمے ہی خیمے پھیل گئے تھے۔ اور منگول ادھر ادھر
ڑوں کو بھگاتے ہوئے اپنے پڑاؤ کو آخری شکل دے رہے تھے۔ سلطان جلال
نے بھی اپنے مختصر سے لشکر کے ساتھ ان کے سامنے پڑاؤ کر لیا تھا۔ دوسرے
ی کی ابتدا کرنے کے لئے صبح ہی صبح دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے صف
ئے

گ کی ابتدا کرنے کے لئے سلطان جلال الدین نے اپنے لشکر کی ترتیب کچھ
ح رکھی کہ لشکر کے وسطی حصے پر اس نے اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار
لشکر کا دایاں پہلو غیاث الدین کی سرکردگی میں دیا گیا اور بایاں پہلو سلطان
لدین نے اپنے پاس رکھا۔ سلطان نے اپنے آپ کو بائیں طرف اس لئے رکھا
وہ بوقت ضرورت میدان جنگ سے نکل کر منگولوں کو اپنے پیچھے لگا کر قتلغ
طرف آسانی سے جا سکے۔ کیونکہ وسطی حصے سے ایسا وہ آسانی سے نہیں کر

سکتا تھا۔ اس لئے اس نے لشکر کے بائیں حصے کی کمانداری اپنے پاس رکھی تھی۔
دوسری طرف چغتائی نے بھی اپنے لشکر کی ترتیب سلطان جیسی ہی رکھی تھی وسطی حصہ چغتائی نے خود اپنی کمانداری میں رکھا لشکر کا دایاں پہلو امیر الامراء قرا برلاس کی سپہ سالاری میں تھا اور بایاں پہلو چارمغان کے تحت کام کر رہا تھا۔

لڑائی شروع ہونے سے تھوڑی دیر پہلے سلطان جلال الدین کے بھائی غ الدین نے بد ترین جفا اور انتہائی گھناؤنے فعل کا ارتکاب کیا اس لئے کہ جنگ ابتدا سے تھوڑی دیر پہلے غیاث الدین اپنے لشکر کو لے کر سلطان سے علیحدہ ہو کر ایک طرف چل دیا۔ سلطان جانتے تھے کہ اگر لشکریوں کو یہ احساس ہو گیا کہ سلطا بھائی غیاث الدین منگولوں کے مقابلے میں سلطان کا ساتھ چھوڑ رہا ہے تو ان لشکریوں کے حوصلے پست ہو جائیں گے اور اس سے منگول خاطر خواہ فائدہ اٹھ گے۔ لہٰذا سلطان جلال الدین نے غیاث الدین کے اس قابل صد ہزار لعنت فع کوئی اہمیت نہ دی تاکہ ان کے لشکریوں کا حوصلہ بلند رہے۔

بلکہ جب سلطان نے یہ دیکھا کہ اس کا بھائی غیاث الدین میدان جنگ چھ جا رہا ہے اور منگولوں کے خلاف اس کا ساتھ نہیں دینا چاہتا تو سلطان کا رویہ ک دکھائی دے رہا تھا گویا یہ سب کچھ سلطان کی مرضی سے ہو رہا ہے۔ اور غیاث کی علیحدگی منگولوں کے خلاف ضرور کوئی فوجی چال ہے۔ دوسری طرف منگول سلطان جلال الدین کے بھائی غیاث الدین کو علیحدہ ہوتے ہوئے دیکھا تو وہ سمجھے کہ سلطان ان کے خلاف کوئی فوجی چال چل رہا ہے تاکہ ان کے خلاف حاصل کر سکے۔ سلطان کے اس رویہ کا سلطان کے لشکر پر خاطر خواہ اثر پڑا اور ا حوصلے پہلے کی طرح بلند رہے۔

اس موقع پر جبکہ غیاث الدین سلطان کے لشکر سے علیحدہ ہو رہا تھا سلطان الدین نے اس کی راہ نہیں روکی۔ سلطان جانتا تھا کہ اگر اس نے ایسا کیا تو ا لشکری اور خود منگول یہ جان جائیں گے کہ غیاث الدین علیحدہ ہو رہا ہے اور اسے روکنے کی کوشش کر رہا ہے اور اس کے لشکری بھی بد دل ہو جاتے اور جنگ جی چراتے۔ سلطان اس موقع پر بالکل خاموش رہا۔ اس حادثے کو اس نے کوئی

بلکہ لشکر کے بائیں پہلو کی طرف سے وہ اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا اس آیا جہاں وسطی لشکر کے ساتھ اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار اپنے گھوڑوں پر کھڑے تھے اور بڑے غور سے منگولوں کی طرف دیکھ رہے تھے۔ سلطان ان کے پاس آیا اور بڑی رازداری میں ان دونوں سے مخاطب کر کے کہنے لگا
میرے دونوں بھائیو۔ لگتا ہے قدرت ہمیں کسی بہت بڑی آزمائش میں ڈالنے کا کر چکی ہے۔ سنو میرے بھائیو تم دیکھتے ہو کہ میرا بھائی غیاث الدین اپنے لشکر کے علیحدہ ہو رہا ہے۔ میں نے زندگی میں کبھی بھی ایسا جفا پیشہ بے مروت اور بد بھائی نہیں دیکھا۔ یہ اس موقع پر ہم سے علیحدہ ہو رہا ہے جس وقت منگول ہم آور ہونے کے لئے پر تول رہے ہیں۔ غیاث الدین کا یہ فعل یقیناً" ہماری پیٹھ نجر گھونپنے کے مترادف ہے۔ لیکن اس کے باوجود میرے عزیز میرے بھائیو۔ ہم سے ٹکرائیں گے۔ میں جانتا ہوں کہ غیاث الدین کے علیحدہ ہو جانے سے اور منگولوں کے درمیان تعداد کا تناسب مزید بڑھ گیا ہے۔ لیکن میں اپنے کی نصرت کے سہارے چغتائی سے ضرور ٹکراؤں گا اور اسے بتاؤں گا کہ ہم اور بیدار ہیں۔ سلطان کو پریشان دیکھتے ہوئے اورخان بولا اور کہنے لگا۔

سلطان محترم۔ غیاث الدین کی علیحدگی پر ہم پریشان اور فکر مند نہیں ہوں گے یہ م جانتے ہیں اس سے پہلے غیاث الدین نے کسی بھی موقع پر منگولوں کے خلاف مدد نہیں کی۔ یہ پہلا موقع ہے کہ وہ منگولوں کے خلاف آپ کے ساتھ صف ہوا تھا۔ جبکہ اس سے پہلے ہم تینوں ہی مل کر منگولوں پر ضرب لگاتے رہے ہیں۔ محترم۔ ہم یہ سمجھیں گے کہ غیاث الدین اپنے حصے کے لشکر کو لے کر ہمارے ... نہیں ہوا تھا۔ اس پر سلطان کسی قدر سنبھلا۔ اپنے چہرے پر ہٹ لاتے ہوئے کہنے لگا۔ اورخان وہ باپ بڑا خوش قسمت تھا جس کے تم بیٹے اورخان تمہارا کسی کا رفیق ہونا بھی اس کے لئے قابل فخر اور قابل ستائش ہے۔ تمہارے اور پاسبانوں کے سپہ سالار جیسے جوانوں پر مشتمل میرے پاس ایک مختصر ر ہوتا تو میں دنیا کے ہر کونے میں ان منگولوں کو للکارتا اور انہیں کہتا کہ وہ جہاں میرے ساتھ قو... آزمائی کر لیں۔ اورخان میرے بھائی اب جبکہ غیاث الدین جا

رہا ہے ہمیں اپنے لشکر کی ترتیب کو بدلنا ہو گا۔ اورخان کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ ا
سے پہلے ہی پاسبانوں کا سپہ سالار بول پڑا اور کہنے لگا۔

سلطان محترم آپ بے فکر رہیں۔ مجھے امید ہے کہ ہم انشاء اللہ ان میدانوں
منگولوں کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیں گے۔ سلطان محترم ہم دونوں میں سی کسی ایک
وسطی حصہ میں رہنے دیں اور دوسرے کو دائیں پہلو پر غیاث الدین کی خالی جگہ
کرنے کے لئے مقرر کر دیں۔ اس پر سلطان جلال الدین بولے اور کہنے لگے۔
میرے دونوں بھائیو۔ میرے عزیزو۔ پہلے کی طرح لشکر کا بایاں پہلو میرے پاس ہی ر
گا۔ وسطی حصہ پاسبانوں کے سپہ سالار اور لشکر کے دائیں حصے کی طرف غیاث الد
کی جگہ اورخان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ جم جائے گا۔ چارمغان پر پہلے ہی اورخ
کا رعب اور دبدبہ بیٹھا ہوا ہے۔ میرے خیال میں اورخان بہت جلد چارمغان کو
ہونے پر مجبور کر دے گا۔ اورخان میرے بھائی چارمغان کو پسپا کرنے کے بعد چغتا
کے خلاف اپنے پاسبان بھائی کی مدد کرنا۔ میں شروع میں قراچار برلاس پر بھرپور ضر
لگاؤں گا۔ اس کے بعد پسپا ہو کر اسے اپنے پیچھے لگا کر میدان جنگ سے نکل
جانے کی کوشش کروں گا۔ تاکہ اسے دور لے جا کر نپٹ سکوں۔ میرے دونوں بھائ
میری غیر موجودگی میں اگر تم منگولوں کو شکست دے کر بھگا نہ سکو تو انہیں اپنے سا
جنگ کرنے میں مصروف رکھنا۔ اتنی دیر تک ہو سکتا ہے میں بھی قتلغ خان کی رفتار
کرنے کے بعد دوبارہ تم دونوں سے آ ملوں۔ اور اس طرح ہم پھر ایک بار متحد ہو
چغتائی کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیں گے۔ یہ فیصلہ ہونے کے بعد سلطان نے اورخا
اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے ساتھ دعائیہ انداز میں ہاتھ اٹھاتے ہوئے اور آسمان
طرف دیکھتے ہوئے اپنی فتح و نصرت کے لئے دعا کی اور پھر دوبارہ اپنے گھوڑے کو
ہوا اپنے لشکر کے بائیں حصے کی طرف چلا گیا تھا۔

○

جنگ کی ابتدا چغتائی خان نے کی تھی۔ اپنے لشکر کو جھنڈیوں کا اشارہ دیتے
حرکت میں آیا۔ اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے لشکر کے حصے پر وہ وحشی
ں کے غبار اجنبی ہاتھوں کے سیاہ جادو ستاروں کو ڈبوتے تاریکی کے ساگر کی طرح
ور ہوا تھا چغتائی کو حملہ آور ہوتے دیکھ کر اس کا امیر الامراء قراچار برلاس بھی
لشکر کو حرکت میں لایا۔ وہ بھی سلطان جلال الدین کے لشکر پر امیدوں کے
ں میں خوابوں کے پھولوں کو بکھری پتیوں کے لاشوں میں تبدیل کر دینے والے
ار عناصر کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔ چغتائی اور قراچار برلاس کے ساتھ چارمغان
ن میں آیا۔ اور وہ اورخان اور اس کے لشکریوں پر بے امان رات کی روحوں کے
م رقص اور در و دیوار کی چاٹتی دھوپ کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔
چغتائی۔ قراچار برلاس اور چارمغان کا خیال تھا کہ وہ جنگ زیادہ دیر جاری نہ رہ
گی اس لئے کہ دونوں لشکر کے درمیان تعداد کا تناسب بہت زیادہ تھا۔ چغتائی کے
کی تعداد سلطان جلال الدین کے لشکر سے کافی بڑی تھی۔ تاہم چغتائی۔ قراچار
س اور چارمغان نے ٹوٹ کر حملے کرنے شروع کئے تاکہ شروع ہی میں سلطان
الدین کے لشکر میں پسپائی سے فوائد حاصل کرنے کی کوشش کریں۔
ان تینوں کو مایوسی ہوئی۔ اس لئے کہ ان تینوں کے حملوں کے جواب میں
ن جلال الدین موت کی آندھی ریگ وقت کے قافلہ بے نوا میں داخل ہونے
شعلوں کی طرح قراچار برلاس کے لشکر پر ٹوٹ پڑا تھا۔ دوسری طرف پاسبانوں
کے سالار نے زندگی کے خمار میں پیاسے صحرا، ظلم و جور کی سیاہ فوج میں آگ و
کے وحشت بدوش کھیل اور حدت کے دشت میں گھٹا بن کر برس جانے والے ابر
طرح حملہ آور ہوتے ہوئے چغتائی کے لشکر پر چھانا شروع کر دیا تھا۔ تیسری طرف

اورخان بھی سیل وقت کی طرح حرکت میں آیا مضطر اور خون بار سحاب ابدیت، بے سود تمناؤں میں شکستوں کے غبار اور سوچوں کے ستاروں میں زخموں کے نقش و نگار کھڑے کر دینے والے عناصر کی طرح وہ چارمغان کے لشکر پر ضربیں اور زخم لگانے لگا تھا۔

کافی دیر تک ہولناک جنگ جاری رہی۔ جوں جوں جنگ طول پکڑتی جا رہی تھی چغتائی۔ قراچار برلاس اور چارمغان پریشان ہوتے جا رہے تھے اس لئے کہ جنگ کی ابتدا سے پہلے ہی وہ اندازہ لگا چکے تھے کہ وہ بہت جلد سلطان جلال الدین کو اپنے سامنے سے مار بھگائیں گے۔ اور جب جنگ طول پکڑنے لگی اور ان تینوں کے لشکر کی اگلی صفوں کی تعداد بڑی تیزی سے کم ہونے لگی تب وہ پریشانی اور فکر مندی شکار ہوئے تھے۔ عین اس موقع پر جبکہ منگولوں کے لشکر کی حالت سلطان جلال الدین۔ اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے سامنے مسافر بے وطن' لاشہ بے کفن سربرید جگر دریدہ بدن جیسی ہو رہی تھی سلطان جلال الدین نے اپنی تجویز کے مطابق پسپا ہو کر قراچہ برلاس کے لشکر کو اپنے پیچھے لگا کر علیحدہ کرنا چاہا تاکہ اسے دور لے کر اس کا خاتمہ کر دے اور قتلغ خان کی طرف بڑھے۔ لیکن سلطان نے دیکھا کہ جس وقت وہ پسپائی کا ارادہ کر رہا تھا اس وقت منگول لشکر میں پسپائی کے آثار نمودار گئے تھے یہ صورتحال دیکھتے ہوئے سلطان نے اپنے سالاروں اور اپنے لشکریوں کو للکا کہ وہ زور دار حملہ کریں۔ سلطان کی اس للکار پر سارے کے لشکری اور سالار کفن باندھ کر مردانہ وار آگے بڑھنے لگے تھے۔ اب سلطان جلال الدین کے لشکر سامنے منگولوں کی حالت کا سنی رات کے تاریکی' کفن میں کھڑے برگد کے ا درخت اور مایوس ہواؤں کی مار برداشت کرتی ہوئی ویران گزرگاہوں جیسی ہو رہی جب سلطان کے لشکریوں نے اپنے حملوں میں مزید اضافہ کیا تو منگول پسپا ہونے تھے۔

اس وقت سورج غروب ہو رہا تھا۔ منگولوں نے ایک بار پھر کوشش کی کہ قدم جما کر سلطان جلال الدین کے لشکر کے سامنے جم جائیں لیکن انہیں ناکامی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے چغتائی نے اپنے لشکر کو میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ جانے

حکم ملتے ہی منگول میدان جنگ سے سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے تھے ا تھا۔ یہ بھاگتے ہوئے منگولوں کا تعاقب نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے کہ اسے قتلغ خان ف سے بھی خطرہ تھا۔ وہ اسے ہی غنیمت سمجھ رہا تھا کہ اس کے مقابلے میں ں کو بد ترین شکست ہوئی ہے۔ وہ دریائے جیحوں کی طرف بھاگ گئے ہیں۔ لہٰذا چاہتا تھا کہ منگولوں کا تعاقب کرنے کے بجائے وہ متحدہ لشکر کو لے کر قتلغ خان ف بڑھنا چاہیے۔

لیکن اس موقع پر بعض نا عاقبت اندیش اور نا تجربہ کار امراء نے یہ تجویز پیش کی ول لشکر میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا ہے اس لئے ہمیں اس کا تعاقب ہیے۔ تاکہ قرب و جوار میں ان کے قدم نہ جمنے پائیں۔ اور پھر تعاقب کے ان کے قتل و غارت گری سے خود اپنے سپاہیوں کے حوصلے بلند ہوں تاکہ سپاہیوں اور عام لوگوں کے دلوں سے بھی یہ خیال نکل جائے کہ منگول لشکری شکست نہیں ہوتے۔ گو سلطان جلال الدین اس خیال سے متفق نہیں تھا اس ہ قتلغ خان کی طرف سے بھی خطرہ سر پر منڈلا رہا تھا لیکن امراء کے اصرار پر اخواستہ سلطان نے تعاقب کرنے کی اجازت دے دی۔

یدان جنگ سے شکست کھانے کے بعد منگول چغتائی۔ قراچار برلاس اور ان کے پیچھے دریائے جیحوں کی طرف بھاگے جا رہے تھے۔ جب انہوں نے یہ کہ سلطان جلال الدین کے لشکر نے تعاقب نہیں کیا تو وہ کچھ دور آگے جا کر ن کا جائزہ لینے لگے۔ پھر چغتائی۔ قراچہ برلاس اور چارمغان نے سوچ بچار کے بعد یصلہ کیا کہ جس بدحواسی میں منگول میدان جنگ سے بھاگے ہیں سلطان جلال سرور فائدہ اٹھائے گا اور جب انہیں احساس ہو گا کہ انہوں نے تعاقب کے غلطی کی ہے تو تلافی کے لئے وہ پھر تعاقب میں نکل کھڑے ہوں گے اس منگولوں نے فیصلہ کیا کہ اس صورت حال سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔

چنانچہ صلاح و مشورے کے بعد طے پایا کہ آدھے منگول لشکر کو گھات میں بٹھا ئے اور جب سلطان جلال الدین کا لشکر وہاں سے گزر کر دوسرے حصے پر حملہ آور و گھات میں بیٹھا ہوا لشکر سلطان جلال الدین کے لشکر پر حملہ کر دے جس سے

منگول اپنی شکست کو فتح میں تبدیل کر سکتے ہیں۔

دوسری طرف جب سلطان نے اپنے امراء کے کہنے پر تعاقب شروع کیا اور منگولوں کے قریب گئے تو منگولوں کا جو لشکر گھات میں بیٹھا ہوا تھا وہ اچانک نکل کر سلطان جلال الدین پر حملہ آور ہو گیا اور سامنے کی طرف سے منگولوں کا دوسرا حصہ بھی حملہ آور ہو چکا تھا۔ اس طرح سلطان کے لشکر پر دو طرف سے منگول ٹوٹ پڑے تھے۔ منگولوں کے لشکر کی تعداد ابھی بھی سلطان کے لشکر سے کئی گنا بڑی تھی۔ لہٰذا اس اچانک حملے سے سلطان کے کئی امراء اور ان گنت لشکری موت کی نظر ہو گئے تھے۔

جلد ہی سلطان جلال الدین نے اپنے لشکر کو سنبھال لیا اور لشکر کے ویسے ہی تین حصے بنا کر منگولوں کے سامنے جم گیا جس طرح میدنا جنگ میں سلطان نے اپنے لشکر تین حصوں میں تقسیم کیا تھا۔ پہلے کی طرح سلطان اپنے لشکر کی بائیں طرف رہا اور میں پاسبانوں کا سپہ سالار اور دائیں طرف اورخان اپنے لشکر کی ترتیب درست کر ہوئے صف آرا ہو چکا تھا۔ اب جو سلطان نے اپنے لشکر کی ترتیب اور نظم و نسق درست کیا' پھر اس نے پہلے کی طرح منگولوں پر زور دار حملے شروع کر دیئے تھے منگولوں نے جب دیکھا کہ سلطان جلال الدین پھر اپنے لشکر کی تنظیم کو درست کر ہے اور پہلے کی طرح بدحواس کر دینے والے حملے شروع کر چکا ہے تو ان کے لشکر جی چھوڑنے لگے۔ اس موقع پر سلطان نے اپنی تجوز پر عمل پیرا ہونے کا فیصلہ کیا لئے کہ منگولوں کا جو لشکر گھات سے نکل کر اچانک سلطان جلال الدین کے لشکر پر آور ہوا تھا اس سے سلطان جلال الدین کے کافی لشکری مارے گئے تھے اور سلطان کے لشکر کی تعداد کم ہو چکی تھی۔ اس صورتحال میں سلطان نے منگولوں سردار قراچر برلاس کے سامنے پسپا ہونا شروع کر دیا تھا۔

قراچار برلاس نے جب دیکھا کہ سلطان پسپا ہو رہا ہے تو اس نے اسے شکست جانا اور اپنی بہادری اپنی شجاعت اور اپنی دلیری کا مظاہرہ کرنے کے لئے اس نے بڑی شدت سے سلطان جلال الدین کے لشکر کا تعاقب شروع کیا۔ سلطان بڑی تیزی پیچھے ہٹا پھر بھاگ کھڑا ہوا۔ قراچار برلاس اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ سلطان

کے تعاقب میں تھا۔ سلطان میدان جنگ سے نکل کر اس شاہراہ پر چڑھ گیا تھا شہر سے ویلم شہر کی طرف جاتی تھی۔ اور یہ کہ اسی شاہراہ پر قتلغ خان بھی لشکر کے ساتھ پیش قدمی کرتا ہوا آ رہا تھا۔

دس میل آگے جا کر سلطان نے ایک بہت بڑا فیصلہ کیا۔ اس نے اپنے چند مخبر بھجوائے تاکہ قتلغ خان اور اس کے لشکر پر نگاہ رکھیں ان کی نقل و حرکت سے رکھیں۔ اس بار سلطان رے سے ویلم کی طرف جاتی ہوئی شاہراہ پر اچانک مڑا تعاقب کرنے والے قراچار برلاس کے لشکر پر آفاق کے اسرار اور فطرت کو زبوں دینے والے ناظر کائنات' بزم ارواح پر چھا جانے والے سحاب ابدیت اور حقائق آشنا شب تنہائی کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔ رے سے ویلم کی طرف جانے والی شاہراہ ہولناک جنگ ہوئی قراچار برلاس اور اس کے ماتحت لڑنے والے منگول زیادہ دیر سلطان جلال الدین کے حملوں کی سختی برداشت نہ کر سکے۔ سلطان نے تھوڑی ہی کی جنگ کے بعد قراچار برلاس کے لشکر کی حالت سنگم کی سنہری رتوں میں نگاہوں تھکن کے آثار اور اس گھر جیسی کر دی تھی جس میں کبھی کسی کا آنا جانا نہ ہوا تھوڑی دیر کی مزید جنگ کے بعد سلطان جلال الدین نے رے سے ویلم کی طرف والی شاہراہ پر قراچار برلاس کو بد ترین شکست دی اس شکست کے بعد قراچار اپنے لشکر کو لے کر بھاگ کھڑا ہوا سلطان جلال الدین نے بڑی خونخواری تیزی تندی سے منگولوں کا تعاقب کیا۔ منگولوں کے لشکر کی اکثریت کو سلطان نے تہہ تیغ دیا۔ صرف اپنے چند محافظ دستوں کے ساتھ قراچار برلاس سلطان جلال الدین کی سے نکل کر اپنی جان بچانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اس صورت حال میں اپنے لشکر کے ساتھ مڑا۔ بڑی تیزی سے وہ ویلم کی طرف بڑھتا تھا۔

دوسری طرف سلطان جلال الدین کے میدان جنگ سے فرار ہونے پر چغتائی۔ اور ان کے ماتحت لڑنے والے منگول بڑے خوش اور بے حد مطمئن تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ سلطان جلال الدین کے میدان جنگ سے بھاگ نکلنے کے بعد اس کے سالار زیادہ دیر تک ان کا سامنا نہیں کر پائیں گے۔ لیکن معاملہ بالکل الٹ اس لئے کہ جوں ہی سلطان جلال الدین نے میدان جنگ کو چھوڑا اور قراچار

برلاس کے سامنے وہ پسپا ہوا اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے اپنے حملوں م
مزید تیزی پیدا کر دی تھی۔ اور وہ اپنے اپنے مقابل لشکر پر بیتے لمحوں فتنہ دہر ز
درخشاں میں دشت ویران' ہوا کے اندھے سفر میں ہر شئے کو ادھورے خوابوں کی تع
بے چہرہ تصویروں اور ریت پر لکھی تحریروں میں تبدیل کر دینے والے عناصر کی ط
ٹوٹ پڑے تھے۔

چغتائی اور چارمغان نے جب دیکھا کہ اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار ا
حملوں میں تیزی پیدا کرتے ہوئے ان کے لشکر کی اگلی صفوں کا قتل عام شروع کر
ہیں۔ چغتائی نے اندازہ لگا لیا کہ جنگ اگر اسی طرح جاری رہی تو اورخان اور پاسبا
کا سپہ سالار منگولوں کی اگلی صفوں کا صفایا کرنے کے بعد منگولوں کے لشکر کے د
حصے پر ٹوٹ پڑیں گے اور پھر چغتائی کے اندیشے درست ہوئے اس لئے کہ اورخان
پاسبانوں کے سپہ سالار نے منگولوں کے لشکر کی اگلی صفوں کا مکمل طور پر صفایا کر
یہ صورت حال دیکھتے ہوئے چغتائی نے اپنے لشکر کو پسپا ہونے اور بھاگ جانے کا
دیا۔ چغتائی کے حکم پر منگول بھاگ کھڑے ہوئے جبکہ اورخان۔ پاسبانوں کا سپہ
بڑی تندی اور تیزی سے تعاقب کرنے لگے تھے۔ تعاقب دریائے جیحوں تک ج
رہا۔ اور دریائے جیحوں تک چغتائی کے لشکر کا تعاقب کرتے ہوئے اس کے لشک
ان گنت منگولوں کو اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے قتل کرتے ہوئے
کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ اپنے بچے کھچے لشکر کو لے کر چغتائی اور چارمغان دریائے
کا پل عبور کر کے سمرقند کی طرف چلے گئے تھے۔ دریائے جیحوں کے کنار
چغتائی کا تعاقب کرنے کے بعد اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار رک گئے تھے۔
واپس اس سمت جا رہے تھے جہاں جنگ ہوئی تھی۔

○

دوسری طرف سلطان جلال الدین قراچار برلاس کے لشکر کا خاتمہ کرنے
بڑی تیزی سے رے شہر سے ویلم کی طرف جانے والی شاہراہ پر پیش قدمی کر
کچھ آگے جانے کے بعد سلطان جلال الدین کے مخبروں نے اطلاع دی کہ ق

ر قتلغ خان نے اپنے لشکر کے ساتھ کوہستانی سلسلے کی وادی کے اندر پڑاؤ کر
، اپنے مخبروں کی اس اطلاع پر سلطان جلال الدین بے حد خوش ہوا اس نے
ے بڑھنے کی رفتار کم کر دی تاکہ وہ رات کے وقت اس کوہستانی سلسلے میں
جس میں قتلغ خان نے پڑاؤ کر رکھا تھا۔ تاکہ سلطان اس پر شب خون مار کر
بڑھنے کی رفتار کو کم کر دے۔

آنے والی رات کو سلطان جلال الدین اس کوہستانی سلسلے میں داخل ہوا جس
قتلغ خان نے اپنے نوے ہزار کے لشکر کے ساتھ قیام کر رکھا تھا۔ یہ بدبخت
ن اگر اپنے اس نوے ہزار کے لشکر کے ساتھ سلطان جلال الدین کے ساتھ
تو یقیناً" سلطان نہ صرف یہ کہ منگولوں سے اپنے سارے علاقوں کو خالی کرا
صحرائے گوبی کو عبور کر کے منگولوں کے مرکزی شہر قراقرم میں جا داخل ہوتا۔
تلغ خان جیسے بدبخت غیرذمے دار سالار ہی کی وجہ سے مسلمانوں کو وہ بد سے
دن دیکھنا نصیب ہوا تھا۔

رحال اس کوہستانی سلسلے میں داخل ہو کر سلطان جلال الدین گھات میں بیٹھ گیا
ات آدھی کے قریب گزر گئی تب سلطان جلال الدین نے قتلغ خان کے لشکر پر
دن مارا۔ اور وہ قتلغ خان کے لشکر کے دائیں پہلو پر آندھیوں کے سفر میں
تلاطم' دشت ویراں میں ابد کے مسافر اور آفاق کے اسرار میں نڈھال کر دینے
ریکیوں کی تلخی کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔ لمحوں کے اندر سلطان جلال الدین نے
در ہوتے ہوئے قتلغ خان کے لشکر کے ایک پہلو کو خون میں ڈبو کر رکھ دیا تھا۔
آنا" فانا" اپنے لشکر کو لے کر پیچھے ہٹا اور غول بیاباں کی طرح کوہستانی سلسلوں
تا ہوا پھر اس شاہراہ پر چڑھ گیا تھا جس شاہراہ پر ہوتے ہوئے ادھر آیا تھا۔ اب
ا تیزی سے اپنے لشکر کے ساتھ واپس رے شہر کی طرف جا رہا تھا۔ قتلغ خان
نے دستے ادھر ادھر بھگائے تاکہ سلطان کا تعاقب کر سکے لیکن اس شب خون
ں کے لشکر پر ایسی بدحواسی طاری تھی کہ ان میں سے کسی نے بھی شاہراہ پر
رسلطان جلال الدین کا تعاقب کرنے کی جرات نہ کی تھی۔ اس شب خون
ئرا نتائج نکلے۔ اور قتلغ خان پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہوئے آگے بڑھ رہا

تھا۔ جبکہ سلطان جلال الدین بھی یہی چاہتا تھا کہ وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھے ا اس کے ساتھ جنگ سے پہلے منگولوں کے ساتھ سلطان اپنا فیصلہ کرلے۔

سلطان ابھی راستے ہی میں تھا کہ اس کے مخبروں نے اسے مزید اطلاع اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے منگولوں کو بد ترین شکست دی ہے اور یہ ان دونوں نے چغتائی۔ جارمغان اور قراچار برلاس کا دریائے جیحوں تک تعاقب ہے۔ اور بچے کچھے منگول لشکر کو لے کر چغتائی دریائے جیحوں کو عبور کرکے سمرقن طرف چلا گیا ہے۔ اور یہ کہ اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار اس میدان کی ط لوٹ رہے ہیں جہاں جنگ ہوئی تھی۔ یہ خبر سن کر سلطان جلال الدین بے حد خوش اس لئے کہ منگولوں سے نپٹنے کے بعد اب وہ پرسکوں حالات میں قتلغ خان کا مقا سکتا تھا۔ لہٰذا اسی خوشی میں وہ بڑی تیزی سے اس سمت بڑھ رہا تھا جہاں جنگ تھی تاکہ وہ اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار سے جا ملے۔

چونکہ سلطان جلال الدین کی پسپائی کے راز سے صرف اورخان اور پاسبانو سپہ سالار ہی علم رکھتے تھے لہٰذا دوسرے لوگ سلطان کے یوں پسپا ہو کر روپوش ہ پر بڑے فکر مند تھے۔ منگولوں اور سلطان جلال الدین کے درمیان یہ جنگ با رمضان المبارک کو لڑی گئی تھی اور اسی شام سلطان جلال الدین منگول سردار ق برلاس کے پسپا ہوتے ہوئے روپوش ہو گئے تھے۔ اس طرح سلطان کے بارے م کو قطعاً کوئی خبر نہ تھی کہ وہاں کہاں گیا ہے لوگوں میں عجیب گو مگوں کا عالم تھا دل مایوس ہر شخص پریشان اور ہم و تن ناکامی کی تصویر بنا ہوا تھا۔ بالخصوص اصفہان بڑے پریشان تھے۔ اس لئے کہ سلطان جلال الدین ہی کی وجہ سے ان کا منگولوں کی شکست و ریخت سے بچا ہوا تھا۔

سلطان کے اس طرح روپوش ہو جانے پر لوگ بے حد پریشان تھے۔ ہر انہیں منگولوں کے حملے کا ڈر تھا اور بچاؤ کی کوئی سبیل دکھائی نہ دیتی تھی۔ جوں دن گزرتے جا رہے تھے مایوسی بڑھتی جا رہی تھی اس لئے کہ اورخان اور پاسبا سپہ سالار بھی منگولوں کا تعاقب کرتے ہوئے دریائے جیحوں کی طرف جا چکے اصفہان اور اس کے گرد و نواح میں ادھر ادھر منگولوں کے چھوٹے چھوٹے لشکر

ی کی افواہیں اڑنے لگی تھیں۔ اس لئے کہ لوگوں کی بے چینی اور پریشانی بڑھنا فطری عمل تھا۔

آخر اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار جب منگولوں کا تعاقب ختم کرنے کے بعد ان پہنچے تو لوگوں کو کچھ حوصلہ اور ہمت بڑھی۔ اسی دوران عید کا دن آگیا۔ وقت عید کی نماز ادا کرنے کے لئے اصفہان شہر سے باہر لوگ عید گاہ میں جمع ہو تے لوگوں نے دور سے گرد و غبار اڑتا ہوا دیکھا سب کی آنکھیں اس گرد و غبار گئیں۔ طرح طرح کے مخمصے دل میں جنم لینے لگے تھے۔ کچھ لوگ یہ کہنے لگے ہ عید کے دن مسلمانوں کے اجتماع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے منگول حملہ آور گئے ہیں جبکہ اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کو پہلے ہی مخبر اطلاع دے چکے سلطان جلال الدین قتلغ پر شب خون مارنے کے بعد اصفہان کی طرف لوٹ رہا پھر اس گرد و غبار سے سوار نمودار ہوئے سب لوگوں نے دیکھا کہ سلطان جلال اپنے لشکر کی رہنمائی کرتے ہوئے بڑی تیزی سے اس جگہ نمودار ہوا تھا جہاں ید کی نماز پڑھنے کی تیاری کر رہے تھے۔

نہی سلطان جلال الدین کو لوگوں نے دیکھا کہ وہ اپنے لشکر کے ساتھ بخیر و تا ہے تو وہ خوشی اور شادمانی میں اللہ و اکبر کی تکبیریں بلند کرنے لگے اور طرح کے انداز اپناتے ہوئے اپنی خوشی کا اظہار کرنے لگے تھے۔ سلطان نے اصفہان باہر اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دیا۔ اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار بھی پنے لشکروں کو وہاں پڑاؤ کرنے کا حکم دے چکے تھے۔ لوگوں کے ساتھ سلطان دین نے نماز عید ادا کی اور پھر کافی دیر تک وہ لوگوں میں گھلے ملے رہے۔ کے حملوں کا ڈر اور خوف لوگوں کے دل سے جاتا رہا تھا۔ سلطان جلا الدین ئیں آئے اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کو بھی انہوں نے اپنے خیمے کیا۔

خان اور پاسبانوں کا سپہ سالار سلطان جلال الدین کے خیمے میں اس کے کر بیٹھے تو سلطان جلال الدین اس وقت بے حد خوش دکھائی دے رہا تھا ر تک خیمے میں خاموشی رہی اس کے بعد سلطان جلال الدین نے اورخان اور

پاسبانوں کے سپہ سالار کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ میرے بھائیو۔ میرے ساتھیو۔ آج جبکہ عید کا دن ہے خداوند قدوس نے ہمیں دو خوشیاں عطا کی ہیں۔ اس پر اورخان نے فوراً" سلطان کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ سلطان محترم۔ دو نہیں تین خوشیاں عطا کی ہیں۔ اورخان جب چپ ہوا تو پاسبانوں کا سپہ سالار فوراً" بولا تین نہیں خداوند قدوس نے ہمیں چار خوشیاں عطا کی ہیں۔ اس پر سلطان جلال الدین باری باری مسکراتے ہوئے اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کی طرف دیکھنے لگا پھر مسکرا کر پوچھا میرے بھائیو۔ میرے رفیقو۔ میری نگاہ میں تو دو ہی خوشیاں ہیں۔ اورخان تم کونسی تیسری خوشی کا اظہار کرنا چاہتے ہو۔ پاسبانوں کے سپہ سالار میرے بھائی چوتھی خوشی کون سی ہے۔ اس پر پاسبانوں کے سپہ سالار نے بولتے ہوئے کہا سلطان محترم پہلے اورخان تیسری خوشی بتائے پھر میں چوتھی بتاؤں گا۔ اس پر اورخان فوراً" بولا اور سلطان جلال الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ سلطان محترم پہلے آپ دو خوشیاں بتائیں پھر میں آپ کو تیسری خوشی بتاؤں گا۔ اس پر سلطان جلال الدین نے ایک بھرپور قہقہہ لگایا پھر وہ کہنے لگے۔

میرے خیال میں جن دو خوشیوں کا میں نے ذکر کیا ہے وہ پہلی خوشی تو عید الفطر کی ہے باہم ہم اکٹھے ہو کر عید منا رہے ہیں۔ اور دوسری خوشی منگولوں کو بدترین شکست دینے کی ہے۔ سلطان کے خاموش ہو جانے پر اورخان فوراً" بولا اور کہنے لگا۔ سلطان محترم جن تین خوشیوں کا میں اظہار کر رہا ہوں ان میں پہلی خوشی تو عید الفطر کی ہے۔ دوسری منگولوں کو شکست دینے کی اور تیسری اس بات کی کہ آپ نے قتلغ خان کے لشکر پر انتہائی کامیاب شب خون مارا ہے اور اس کی آگے بڑھنے کی رفتار کو کم کر دیا ہے۔ اس پر سلطان جلال الدین نے ہار ماننے کے انداز میں کہا چلو دو نہیں تین ہی سہی پر پاسبانوں کے سپہ سالار میرے بھائی چوتھی خوشی کون سی ہے۔ اس پر پاسبانوں کا سپہ سالار بھی مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

سلطان محترم۔ پہلی خوشی عید کی۔ دوسری خوشی منگولوں کو شکست دینے کی۔ تیسری خوشی قتلغ خان کے لشکر پر آپ کے کامیاب شب خون مارنے کی اور چوتھی ہماری بہن طیان کے ملنے کی۔

پاسبانوں کے سپہ سالار کے اس انکشاف پر جلال الدین اور اورخان دونوں نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے پاسبانوں کے سپہ سالار کی طرف دیکھا پھر سلطان جلال الدین بولا اور کہنے لگا۔ پاسبان میرے بھائی یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ ہم نے جو اپنے مخبر طیان کی تلاش میں روانہ کئے تھے ابھی تک وہ ناکام ہیں اور انہیں طیان سے متعلق کچھ خبر نہیں ملی کہ وہ کہاں ہے اور نہ ہی اسے تلاش کرنے اور منگولوں کے یہاں سے نکالنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ پاسبانوں کا سپہ سالار بولا اور کہنے لگا سلطان محترم۔ وہ مخبر طیان کو تلاش کریں یا نہ کریں اس کا ٹھکانہ معلوم کر سکیں یا نہ کر سکیں پر میں طیان کو منگولوں کے یہاں سے نکال چکا ہوں۔ اس پر بڑی بے چینی اور بے تابی کا اظہار کرتے ہوئے اورخان کہنے لگا کہ اگر تم طیان کو وہاں سے نکال چکے ہو تو تم نے اس کا پہلے کیوں نہیں ذکر کیا۔ اس پر پاسبانوں کا سپہ سالار بولا اور کہنے لگا۔

یقیناً" مجھے یہ خوشخبری پہلے کہنا چاہئے تھی لیکن میں نے دل میں ارادہ کر رکھا تھا کہ منگولوں کی شکست کے بعد میں اس بات کا ذکر کروں گا تاکہ آپ دونوں کو دوہری خوشی نصیب ہو۔ لیکن اب دو کے بجائے چار خوشیاں ہمیں نصیب ہو رہی ہیں۔ اس لئے کہ عید بھی آ گئی اور قتلغ خان پر ہم نے کامیاب شب خون بھی مارا۔ اس پر اورخان پھر بولا اور پوچھنے لگا۔ پاسبان میرے بھائی۔ تم نے طیان کو کہاں سے حاصل کیا۔ اور اس وقت وہ کہاں ہے۔ اس پر پاسبانوں کا سپہ سالار بولا اور کہنے لگا

سن اورخان میرے بھائی۔ میں نے اپنی بہن طیان کو منگولوں کے لشکر سے نکالا اس وقت جب منگولوں کا لشکر چغتائی کی سرکردگی میں سمرقند شہر سے باہر پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔ اس وقت میری بہن طیان میرے مستقر میں محفوظ ہے۔ اس پر اورخان نے تعجب سے پاسبانوں کے سپہ سالار کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا لیکن میرے بھائی تم نے منگولوں کے لشکر سے طیان کو کیسے نکالا۔ اس پر پاسبانوں کے سپہ سالار نے باری باری اورخان اور سلطان کی طرف دیکھا اور کہنے لگا آپ دونوں حضرات یہ نہ پوچھئے گا کہ میں نے وہاں سے طیان کو کیسے نکالا اگر یہ بات بتا دوں تو پھر میں اور میرا راز تم پر افشا ہو جائے گا جبکہ ابھی میں اپنے آپ کو آپ لوگوں پر ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔ لہٰذا آپ دونوں حضرات کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ میں اپنی بہن طیان کو منگولوں کے لشکر

سے نکال کر اپنے مستقر پہونچا چکا ہوں۔ میں چاہتا تھا کہ طیان کو اس وقت تمہارے سامنے لاؤں جس وقت ہم منگولوں کو شکست دے دیں۔ دیکھ اورخان میرے بھائی۔ جس وقت دریائے جیحوں تک منگولوں کا تعاقب کرنے کے بعد ہم لوٹے تھے اسی وقت میں نے چند مسلح جوان اپنے مستقر کی طرف روانہ کئے تھے اور انہیں حکم دیا تھا کہ وہ طیان کو وہاں سے نکال کر اصفہان کی طرف لائیں۔ اس سفر میں میری بیوی بھی طیان کے ساتھ ہوگی میرے خیال میں چند دن تک وہ دونوں میرے محافظوں کے ساتھ اصفہان شہر پہونچ جائیں گے۔ اس پر اورخان اپنی جگہ سے اٹھا اور آگے بڑھ کر وہ بری طرح پاسبانوں کے سپہ سالار سے لپٹ گیا تھا۔ اس کی پیشانی کئی بار اس نے چومی پھر وہ کہنے لگا پاسبان میرے بھائی۔ تم عظیم ہو۔ تم منبر کی سربلندی۔ مسجدوں کے وقار کے پاسبان۔ صداقتوں کی امانتوں۔ آباد بستیوں کے محافظ ہو۔ تم یقیناً" سرفروشی کی ایک جلد ایک کتاب۔ جاں نثاری کا ایک ورق اور ایک عنوان ہو۔ پاسبان میرے بھائی۔ میرے رفیق تم طاق میں جلتی ہوئی مشعلوں اور ریگ صحرا میں سفر کرتے ہوئے تشنہ دہن مسافروں کے رہبر و رہنما ہو۔ اپنوں کے لئے یقیناً" تم ستاروں کا ترانہ۔ بہاروں کا افسانہ۔ ایمان افروزی کا خزانہ اور زندگی کا پر اثر نغمہ ہو جبکہ دشمنوں کے لئے تم زخموں کا پیوند۔ تیرگی کا گھاؤ اور وحشت اندھیروں میں موت کا پیغام ہو پاسبان میرے بھائی۔ تم نے جو طیان کو منگولوں کے لشکر سے نکال کر اپنے مستقر میں پہونچا دیا ہے تو تمہارا یہ احسان میں زندگی بھر نہ اتار سکوں گا نہ فراموش کر سکوں گا۔ اس پر پاسبانوں کے سپہ سالار نے کسی قدر سخت الفاظ میں اورخان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اورخان میرا شکریہ مت ادا کرو۔ تم میرے بھائی ہو اس ناطے سے طیان میری بہن بنتی ہے۔ سنو طیان کو منگولوں کے لشکر سے نکال کر اپنے مستقر میں لے جا کر میں نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا۔ یہ میرا فرض تھا جسے میں نے ادا کیا۔ لہٰذا میرے فرض کی ادائیگی پر تم کیوں میرا شکریہ ادا کرتے ہو۔ اورخان میرے بھائی۔ طیان کو منگولوں کے لشکر سے میں اور میری بیوی نے نکالا۔ اور یہ کام صرف ہم دونوں ہی انجام دے سکتے تھے۔ اس لئے کہ کسی عام شخص کا منگولوں کے لشکر میں داخل ہونا اپنی زندگی

ی کے غار میں دھکیلنے کے مترادف ہے۔ اب تم مزید مت پوچھنا کہ میں اور میری منگولوں کے لشکر میں کیسے داخل ہو گئے۔ یا یہ کہ منگولوں کے ساتھ ہمارا کیا کیا نسبت ہے جس کی بناء پر ہم طیان کو نکالنے میں کامیاب ہوئے۔ اس موقع پر ان جلال الدین بولا اور کہنے لگا۔

دیکھ پاسبان میرے بھائی۔ ہم تم سے کچھ نہیں پوچھیں گے۔ کیا تمہاری بیوی بھی ری طرح اپنے چہرے پر نقاب ڈال کر رہتی ہے۔ اس پر پاسبانوں کا سپہ سالار ہلکا قہقہہ لگاتے ہوئے کہنے لگا۔ سلطان محترم۔ میری بیوی کو اورخان نے دیکھ رکھا ہے یہ اسے شکل سے نہیں پہچانتا وہ بھی میری طرح اپنے چہرے پر نقاب ڈال کر رکھتی سلطان محترم۔ میری بیوی کوئی عام لڑکی نہیں ہے بلکہ وہ ایک بہت بڑی سلطنت شہزادی ہے۔ اگر وہ اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دے تو یقیناً" پہچانی جائے کہ وہ کون اور اس کے پہچانے جانے سے میں بھی پہچانا جاؤں لہٰذا ہم نے تہیہ کر رکھا ہے ایک مقررہ وقت تک اپنے چہروں پر نقاب ڈال کر رکھیں گے اور جب ہمارا مقصد ا ہو جائے گا تو سلطان محترم۔ میں اور میری بیوی دونوں اپنے چہروں سے نقاب ہٹا آپ کے سامنے آ جائیں گے۔ ہماری طرح ہمارے ساتھی بھی آپ دیکھتے ہیں کہ ں پر نقاب ڈال کر رکھتے ہیں۔ تاکہ وہ بھی پہچانے نہ جائیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد پاسبانوں کا سپہ سالار جب خاموش ہوا تو سلطان جلال ین نے کچھ سوچا پھر وہ کہنے لگے۔ سنو۔ میرے دونوں بھائیو۔ میرا ارادہ ہے کہ ہان شہر سے باہر چند دن پڑاؤ کر کے طیان کا انتظار کیا جائے۔ جس وقت طیان لشکر پہونچے اورخان اور طیان کی شادی کے بعد قتلغ خان کی طرف پیش قدمی کی ے اس پر اورخان فوراً" بولا اور کہنے لگا سلطان محترم۔ اگر قتلغ خان اس سے پہلے یہاں پہونچ گیا تو اصفہان شہر کے لوگوں میں خوف و ہراس پھیل کر رہ جائے گا کیا کن نہیں کہ طیان کے آنے تک ہم قتلغ خان سے نپٹ لیں اور دوبارہ یہاں آ کر زن ہو جائیں۔ سلطان جلال الدین بولا اور کہنے لگا اورخان میرے بھائی تم فکر مند ہو۔ میں نے اپنے جاسوس قتلغ خان کی ہر نقل و حرکت سے آگاہ کرنے کے لئے ڑ رکھے ہیں۔ وہ قتلغ خان کی پیش قدمی کی ایک ایک پل کی اطلاع کریں گے۔

قتلغ خان اب پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہوئے ادھر بڑھ رہا ہے۔ اور وہ یہاں تک پہونچنے میں دن نہیں ہفتے لگائے گا۔ کیونکہ اسے ڈر ہے کہ جو شب خون میں نے اس پر مارا تھا ایسا کوئی اور شب خون اس پر مارا گیا تو اس کے لشکری بد دل ہو کر اس کا ساتھ چھوڑ جائیں گے۔ پاسبانوں کے سپہ سالار میرے بھائی تمہارا کیا خیال ہے۔ طیان کب تک یہاں پہونچ جائے گی اس پر پاسبانوں کا سپہ سالار بولا اور کہنے لگا۔

سلطان محترم۔ مجھے امید ہے کہ ایک یا دو روز تک طیان یہاں پہونچ جائے گی میں آپ کی تجویز سے اتفاق کرتا ہوں طیان کے یہاں پہونچنے کے بعد پہلے اورخان اور اس کی شادی ہو گی اس کے بعد ہم قتلغ خان کی طرف کوچ کریں گے۔ سلطان محترم۔ اورخان اور طیان کی شادی سے متعلق میری ایک شرط بھی ہے۔ اس پر سلطان جلال الدین نے مسکرا کر پاسبانوں کے سپہ سالار کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا کیسی شر ہے۔ پاسبانوں کا سپہ سالار کہنے لگا۔

سلطان محترم۔ میری شرط یہ ہے کہ جب طیان یہاں پہونچے تو جب تک اورخان کے ساتھ اس کا نکاح نہیں ہو جاتا اس وقت تک اورخان اسے دیکھے گا نہی اور نہ طیان اس کے سامنے آئے گی۔ اس پر اورخان نے احتجاجی سے انداز م پاسبانوں کے سپہ سالار کی طرف دیکھا اس موقع پر سلطان جلال الدین مسکرا رہے انہوں نے اسی مسکراہٹ میں کہا پاسبانوں کے سپہ سالار میرے بھائی تمہاری یہ ش ہمیں منظور ہے۔ اب اٹھو سب مل کر لشکر کے ساتھ کھانا کھائیں اس کے ساتھ سلطان جلال الدین۔ اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار خیمے سے نکل گئے تھے۔

○

دوسرے روز مغرب کی نماز کے بعد جس وقت اورخان اپنے خیمے میں اکیلا ہوا تھا خیمے کے دروازے پر ایک سپاہی نمودار ہوا اور اورخان کو مخاطب کر کے لگا۔ اے امیر آپ کو سلطان نے طلب کیا ہے۔ اس پر اورخان اپنی جگہ سے اٹھ ہوا۔ چپ چاپ وہ سلطان جلال الدین کے خیمے کی طرف گیا جب وہ خیمے میں دا ہوا تو اس نے دیکھا خیمے میں پہلے سے سلطان جلال الدین۔ پاسبانوں کا سپہ سالار ا

ن جلال الدین کا کاتب ابن احمد بیٹھے ہوئے تھے۔ اورخان خیمے میں داخل ہوا اور وں کے سپہ سالار کے قریب بیٹھ گیا۔ سلطان جلال الدین کچھ دیر تک اورخان کی بڑے شوق سے دیکھتے رہے پھر وہ بولے اور کہنے لگے۔

اورخان۔ میرے عزیز۔ میرے بھائی۔ شاید تم یہ خبر سن کر خوش ہو گے کہ طیان ے وقت لشکر میں پاسبانوں کے سپہ سالار کی بیوی اور اس کے محافظ دستے کے پہونچ چکی ہے۔ تم سے ذکر اس لئے نہیں کیا کہ پاسبانوں کے سپہ سالار نے رکھی تھی کہ طیان کو نکاح سے پہلے تمہارے سامنے نہیں آنے دیا جائے گا۔ لہٰذا وقت تمہیں طیان سے نکاح ہی کے سلسلے میں میں نے اپنے خیمے میں بلایا ہے۔ کے بعد سلطان جلال الدین نے اپنے کاتب ابن احمد کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ احمد اپنی کاروائی شروع کرو۔ ابن احمد مسکراتے ہوئے حرکت میں آیا اسی وقت نے اورخان اور طیان کا نکاح پڑھا دیا تھا۔ نکاح کی کاروائی کے بعد سلطان جلال ن نے اورخان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اورخان اب تم اپنے خیمے میں جاؤ۔ طیان تمہارا انتظار کر رہی ہو گی۔ اس پر اورخان کچھ کہے بغیر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا خیمے سے باہر نکل گیا تھا۔ سلطان جلال الدین اور پاسبانوں کا سپہ سالار اسے خیمے یوں تیزی کے ساتھ نکلتے ہوئے مسکرا مسکرا کر دیکھ رہے تھے۔

اورخان جب اپنے خیمے کے دروازے پر آیا تو اس نے دیکھا کہ خیمے کے اندر کی غیر موجودگی میں کافی تبدیلی کر دی گئی تھی۔ خیمے کے اندر تین صندلی چھوٹی ئی مشعلیں روشن تھیں جنہوں نے خیمے کے اندر کا سماں خوشبو سے بھر دیا تھا۔ خیمے ـدے کے اوپر شب عروسی کے لباس میں طیان بیٹھی ہوئی تھی۔ اورخان ای خیمے میں داخل ہوا۔ طیان اس کی طرف دیکھتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی لہ خیمے میں تھوڑا آگے جا کر وفور جذبات میں اورخان نے اپنے بازو پھیلا دیئے اس کے بازو پھیلانے تھے کہ طیان اپنی جگہ سے بھاگی اور بری طرح اورخان سے ٹ گئی تھی۔ اب وہ اس کی بیوی جو تھی۔

○

سلطا... ـلال الدین نے لگاتار تین روز تک اصفہان شہر سے باہر پڑاؤ کئے رکھا۔

شاید ایسا کر کے سلطان اپنے لشکر کو جو گزشتہ دنوں میں جنگوں میں مصروف رہا تھا آرام اور سکون فراہم کرنا چاہتے تھے۔ تیسرے روز شام سے تھوڑی دیر پہلے سلطان جلال الدین نے اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کو اپنے خیمے میں طلب کیا جب وہ دونوں سلطان کے خیمے میں آئے سلطان نے اٹھ کر دونوں کا استقبال کیا ان سے مصافحہ کیا۔ دونوں کو اپنے سامنے بٹھایا۔ پھر وہ انہیں مخاطب کر کے کہنے لگے۔

میرے بھائیو۔ سنو۔ تھوڑی دیر پہلے میرے مخبروں نے اطلاع دی ہے کہ قتلغ خان اپنے لشکر کے ساتھ اس سمت پیش قدمی کرتے ہوئے یہاں سے پچیس تیس میل کے فاصلے پر ہو گا۔ میرے دونوں رفیقان کار۔ میرا ارادہ یہ ہے کہ جوں ہی آج سورج غروب ہو رات کی تاریکی میں ہم بھی اپنے لشکر کے ساتھ قتلغ خان کی طرف کوچ کر جائیں۔ سنو۔ میرے مخبروں کی دی ہوئی اطلاع کے مطابق اگر قتلغ خان یہاں سے پچیس تیس میل کے فاصلے پر ہے تو پھر اس فاصلے کے دوران راستے میں کئی ایک کوہستانی سلسلے پڑتے ہیں۔ میں نے اپنے جاسوسوں کو پھر قتلغ خان پر نگاہ رکھنے کے لئے روانہ کر دیا ہے میں چاہتا ہوں کہ راستے میں پڑنے والے کسی ایک کوہستانی سلسلے کے اندر ہم گھات لگا کر بیٹھ جائیں۔ قتلغ خان جب وہاں سے گزرے تو سامنے کی طرف سے میں اس کی راہ روک کھڑا ہوں گا اپنے نوے ہزار کے لشکر کے مقابلے میں قتلغ خان میرے چھوٹے سے لشکر کو دیکھ کر بے حد خوش ہو گا اور اسے امید ہو گی کہ وہ لمحوں کے اندر مجھ پر چھا کر اپنی کامیابی کو یقینی بنا دے گا۔ جس وقت میں سامنے کی طرف سے قتلغ خان سے ٹکراؤں گا اس کے تھوڑی بعد اسی کوہستانی سلسلے کی دائیں طرف گھات میں بیٹھا ہوا اورخان اور پھر بائیں طرف سے گھات میں بیٹھا ہوا میرا پاسبان بھائی جب باری باری اس پر حملہ آور ہوں گے تو قتلغ خان اپنی بغاوت اپنی سرکشی کی ساری چوکڑیاں بھول جائے گا اور اس کوہستانی سلسلے میں اسے اپنی اور اپنے لشکریوں کی جان بچانا مشکل ہو جائے گا۔ کیا تم دونوں اس سلسلے میں مجھ سے اتفاق کرتے ہو۔ اس پر پاسبانوں کا سپہ سالار فوراً بولا اور کہنے لگا۔

سلطان محترم۔ میں سمجھتا ہوں کہ قتلغ خان کے نوے ہزار کے لشکر سے نپٹنے کے لئے یہ ایک بہترین طریقہ کار ہو گا۔ مجھے امید ہے کہ اس طرح ہم اس کے لشکر کو

نی سلسلے میں گھیر کر بد ترین شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ پاسبانوں سالار کے خاموش ہونے پر اورخان بولا اور کہنے لگا۔ سلطان محترم۔ میں بھی اس تجویز سے پوری طرح اتفاق کرتا ہوں۔ اس پر سلطان نے خوش ہوتے کہا اگر ایسا ہے تو اٹھو اور اپنے لشکر کے کوچ کی تیاری کرو۔ اور اورخان اور ں کا سپہ سالار سلطان کے خیمے سے نکل گئے تھے۔

ورخان جب اپنے خیمے میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ خیمے کے وسط میں کے اندر اون بھر کر بنائے ہوئے گدے کے اوپر طیان اکیلی بیٹھی اورخان کے اپنی گود میں لئے اسے کھانا کھلا رہی تھی۔ اورخان آگے بڑھ کر طیان کے بیٹھ گیا۔ اس موقع پر بندر طیان کی گود سے نکل کر اورخان کی گود میں آ کر بیٹھ ا۔ پھر اورخان نے طیان کی طرف دیکھتے ہوئے بڑی محبت بڑے چاہت بھرے ں کہا۔

سنو۔ طیان تھوڑی دیر تک لشکر یہاں سے کوچ کرے گا تاکہ قتلغ خان سے نپٹا ۔ تم لشکر میں میرے ساتھ رہو گی یا کسی علیحدہ پر امن جگہ رہنا پسند کرو گی۔ طیان نے تھوڑی دیر گھور کر اورخان کی طرف دیکھا پھر وہ کہنے لگی۔ دیکھئے میں اپ سے علیحدہ اور دور رہ چکی ہوں اب تو میں ایک ساعت ایک دقیقہ بھی آپ لیحدہ اور دور نہیں رہوں گی۔ جہاں کہیں بھی آپ جائیں گے میں آپ کے ساتھ گی۔ آپ کے خیمے ہی میں رہوں گی آپ کی خدمت کروں گی۔ اس لئے کہ اب کو میری اور مجھے آپ کی ضرورت ہے لہٰذا جہاں کہیں بھی اپنے لشکر کے ساتھ ریں گے میں آپ کے ساتھ ہوں گی۔ اس پر اورخان اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا لیان اگر یہ بات ہے تو پھر کھڑی ہو جاؤ اپنی ضرورت کا سامان سمیٹو۔ تھوڑی دیر شکری ہمارا خیمہ اکھاڑ لیں گے۔ اس لئے کہ لشکر تھوڑی دیر تک یہاں سے کوچ ے گا۔ اس پر طیان فوراً" اٹھ کھڑی ہوئی اور خیمے کا سامان سمیٹ سمیٹ کر نے لگی تھی۔ تھوڑی دیر بعد سلطان جلال الدین اصفہان سے کاشان۔ قم۔ طہران یلم کی طرف جانے والی شاہراہ پر بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا۔ یہاں تک کہ مخبروں کے اطلاع دینے پر سلطان ایک کوہستانی سلسلے میں گھات لگا کر بیٹھ گیا تھا۔

اس کوہستانی سلسلے کے درمیان میں کھلی اور وسیع وادیاں تھیں۔ جن کے بیچ و بیچ دارالحکومت کی طرف جانے والی شاہراہ گزرتی تھی۔ ان وادیوں سے نکل کر جہاں درے کی صورت میں شاہراہ کھلے میدانوں کی طرف جاتی تھی وہاں سلطان جلال الدین اپنے لشکر کے ساتھ گھات میں بیٹھ گیا تھا اس وادی کے دائیں طرف اورخان اور بائیں طرف پاسبانوں کا سپہ سالار اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ گھات بنا چکے تھے۔

دوسرے روز قتلغ خان اپنے جرار لشکر کے ساتھ وہاں سے گزرا جب وہ کھلی اور وسیع وادیوں میں آیا تو سامنے کی طرف سے جلال الدین گھات سے نکل کر قتلغ خان اور اس کے لشکریوں کی راہ روک کھڑا ہوا۔ سلطان کے ایسا کرنے سے قتلغ خان بڑا خوش اور مطمئن تھا اس لئے کہ جب اس نے دیکھا کہ سلطان کے ساتھ چھوٹا سا ایک لشکر ہے تو وہ بڑا خوش ہوا اسے یہ امید لگ گئی تھی کہ ان وادیوں میں اپنے اتنے بڑے لشکر کے ساتھ وہ ہرصورت میں سلطان کو شکست دے کر اپنے لئے فوائد حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ لہٰذا سلطان سے ٹکرانے کے لئے کوہستانی سلسلہ میں گھری ہوئی ان وادیوں میں اس نے اپنے لشکر کا پڑاؤ کر کے اس کی صفیں درست کرنا شروع کر دی تھیں۔ جبکہ سلطان جلال الدین بھی انہیں وادیوں میں اپنے لشکر ترتیب دینے لگے تھے۔

جنگ کی ابتدا قتلغ خان نے کی تھی۔ قتلغ خان اپنے لشکر کے وسط میں ہدایت کے لئے ایک بلند ٹیلے پر کھڑا ہو گیا تھا۔ پھر اس نے اپنے لشکر کی اگلی صفوں کو سلطان جلال الدین کے لشکر پر حملہ آور ہونے کا حکم دیا تھا۔ قتلغ خان کا یہ حکم سنتے ہی اس کے لشکر کی اگلی صفیں سلطان جلال الدین کے لشکر پر بھوکے درندوں اور خونخوار بھیڑیوں کی طرح حملہ آور ہو گئیں تھیں دوسری طرف سلطان جلال الدین نے بھی کمال طرح کی ہمت مردانہ۔ جرات رندانہ کے سے انداز میں قتلغ خان کے حملے روکا۔ پھر سلطان جمود کے عہد' بحران کے دور اور آزاد زندگی کے جوہر میں جانفزا نوید بن کر نمودار ہونے والے عناصر کی طرح آگے بڑھتا ہوا قتلغ خان کے لشکر پر جوابی حملہ کر چکا تھا۔ قتلغ خان کے لشکر کا وسطی حصہ اور پشتی لشکر بھی بڑی تیزی سے چڑھ جانے والے بادل کی طرح جلال الدین کے لشکر کی طرف اڈنے لگے تھے۔

قتلغ خان ابھی تک یہی سمجھا بیٹھا تھا کہ جو لشکر اس کے سامنے ہے بس جلال الدین کا ہی لشکر ہے اس لئے اس نے پوری قوت اس لشکر کو پسپا کرنے پر صرف کر رکھی تھی۔ عین اس وقت جس وقت قتلغ خان اپنے پورے لشکر کو سلطان جلال الدین کے لشکر پر چڑھ کر حملہ آور ہونے کے لئے للکار رہا تھا دائیں طرف سے اورخان اپنے لشکر کے ساتھ کوہستانی سلسلے کی گھات سے نکل کر قتلغ خان کے لشکر کے بائیں پہلو پر موسم خزاں کی سرد اور کہر آلود تاریک رات میں قوائے ذہنی پر ضروب اور چوٹ لگانے والے کالے نجار' کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔ اورخان کے حملہ آور ہونے سے قتلغ خان دہشت زدہ اور پریشان ہو گیا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یوں سلطان کا کوئی لشکر اس کے دائیں جانب سے نکل کر عین جنگ کے عروج کے موقع پر حملہ آور ہو کر اس کے مقدر کو سیاہ اور کالا کرنا شروع کر دے گا۔

تاہم قتلغ خان نے اپنا حوصلہ بلند رکھا اپنے لشکریوں کو بھی اس نے للکارا اور لشکر کا ایک حصہ اس نے اورخان پر حملہ آور ہونے کے لئے علیحدہ کر دیا تھا۔ اس طرح اپنے لشکر کی تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے قتلغ خان اورخان کے حملہ کو بھی روکنے کے انتظامات کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ لیکن اب قتلغ خان کے لئے ایک مصیبت اور ایک اور دشواری کھڑی ہوئی اور وہ یہ کہ اورخان کے حملہ آور ہونے کے تھوڑی ہی دیر بعد بائیں جانب سے کوہستانی سلسلہ کے اندر گھات میں بیٹھا ہوا پاسبانوں کا سپہ سالار نکلا اور قتلغ خان کے لشکر کے دائیں حصہ پر ناامیدی و محرومی کی ملال کے امتزاج' دامن صحرا پر چھانے والی بیم کی گہری گھٹاؤں اور خدوخال کو مدقوق کر دینے والے وحشیوں کی طرح قتلغ خان کے لشکر پر حملہ آور ہو گیا تھا۔ پاسبانوں کے سپہ سالار کے حملہ آور ہونے سے قتلغ خان کی ذہنی صلاحیتیں درہم برہم ہو کر رہ گئی تھیں اب وہ تین اطراف میں بٹ گیا تھا۔ سامنے کی طرف سے سلطان جلال الدین اس کے لئے مصیبت بنا ہوا تھا۔ دائیں جانب سے اورخان عذاب بن کر ٹوٹ پڑا تھا اور بائیں جانب سے پاسبانوں کا سپہ سالار اپنی پوری قہرمانیت کے ساتھ لحہ بالحہ قتلغ خان اور اس کے لشکریوں کو خون میں ڈبوتا چلا جا رہا تھا۔

تین اطراف کے ان حملوں سے میدان جنگ شام غم کی طرح دھواں دھواں'

دھول دھول' ڈوبتے سورج کے دھندلکوں' دیمک آلود در و بام اور نفرت کی بھا ملیلسان کی صورت اختیار کر گیا تھا۔ سفلی خواہشات کا شوقین اور بدی کا محرک قتل خان اپنے لشکر کے درمیان کھڑا ہو کر لمحہ بالمحہ لشکر کی حالت' ابر کا سایہ تلاش کر پرندوں' شجر کی گود میں خزاں رسیدہ پتوں' غلامی کی دھند اور شام الم کے زور جی ہوتی دیکھ رہا تھا۔ باوجود اس بدحواسی کے وہ تینوں اطراف چلا چلا کے اپنے لشکریوں دشمن کے حملے روکنے اور جوابی حملہ کر کے دشمن کو پیچھے دھکیل دینے کے لئے للکار تھا لیکن اس کی ہر للکار اس کی ہر تنبیہہ اس کا ہر حکم رائیگاں جا رہا تھا اس لئے اب تین اطراف سے سلطان جلال الدین' اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار۔ قتلغ خان کے لشکر کے اندر تیز دھار کے خنجر کی طرح گھسنا شروع کر دیا تھا۔

کوہستانی سلسلوں سے گھری ہوئی اس وادی میں قتلغ خان کے لشکر کی حالت ا لمحہ بالمحہ بد سے بدتر ہوتی چلی جا رہی تھی۔ قتلغ خان ابھی تک اپنے لشکر کے د میں ایک بلند ٹیلہ پر کھڑا زور زور سے پکارتے ہوئے اپنے سالاروں اور لشکریوں لئے احکامات جاری کر رہا تھا۔ لیکن اس کے اس طرح کے احکامات جاری کرنے ا ہدایات دینے کے باوجود اس کے لشکر کی اگلی صفیں بری طرح پامال ہو کر پیچھے شروع ہو گئیں تھیں۔ ایسے موقع پر سلطان نے زور دار تکبیریں بلند کرتے ہو اپنے لشکریوں کو زور دار طریقہ سے حملہ آور ہونے کا اشارہ کیا۔ سلطان کی طرف یہ تکبیریں بلند ہونا تھیں کہ اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے بھی اپنی ا جانب سے جھنڈیاں بلند کرتے ہوئے اپنے لشکریوں کو زور دار انداز میں حملہ آو ہونے کا حکم دے دیا تھا۔ اب سلطان جلال الدین کا لشکر اورخان اور پاسبانوں کے سالار کے لشکری تینوں اطراف سے عجیب طرح سے حملہ آور ہونا شروع ہو گئے تھے ان کے اس نئے حملہ میں صحرائے کہکشاں جیسی کشش' دف پر پڑتے کسی مغنی ہاتھوں جیسی تیزی' حروف جلی کی سی شادابی' حروف خفی کا سا تجسس' زیب داستان نکھار' قطر سیماب کی سی جستجو' بپھرے دریاؤں کا سا تلاطم خواہشوں کو بے ثمر کر والا جلال اور امیدوں کی میٹھی گود میں چل نکلنے والی موج رواں کا سا تواتر تھا۔

سلطان جلال الدین' اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے نئے اور تازہ حملو

سامنے قتلغ خان میدان میں بری طرح ناکام ہوا تھا اور سلطان جلال الدین اور کے دونوں سالار قتلغ خان کے لشکر کی اگلی صفوں کو پوری طرح پامال کرنے کے اب بڑی تیزی سے لشکر کے وسطی حصہ پر حملہ آور ہونا شروع ہو گئے تھے۔ قتلغ نے جب دیکھا کہ اس کا لشکر اب لمحہ بالمحہ گھٹتا چلا جا رہا تھا اور اگلی صفوں میں لشکر سے جنگ کرنے والے لشکری جی چراتے ہوئے پیچھے ہٹنے کی کوشش کر ہیں تو وہ شکست تسلیم کرتے ہوئے بھاگ کھڑا ہوا۔ سلطان نے کچھ دور تک خان کا تعاقب کیا پھر اسے جانے دیا شاید ایسا کر کے وہ مسلمانوں کا مزید قتل عام کرنا چاہتے تھے۔ اس طرح قتلغ خان کو اپنے بچے کھچے ساتھیوں کے ساتھ جان کر بھاگ نکلنے کا موقع مل گیا تھا۔ یوں سلطان جلال الدین نے بڑے عزم اور بڑی نشمندی سے کام لیتے ہوئے منگولوں اور قتلغ خان سے اٹھنے والے خطروں کے رتان کو ایک بار پھر ٹال کے رکھ دیا تھا۔

○

جن دنوں سلطان جلال الدین منگولوں کے ساتھ جنگ میں مصروف رہا اس کی غیر موجودگی میں اسماعیلیوں کی طرف سے کچھ ناپسندیدہ سے واقعات رونما ہوئے تھے۔ لطان جلال الدین نے اپنے مقبوضہ جات کا نظم و نسق چلانے کے لئے انتظامات اپنے ر شرف الملک کے سپرد کر رکھے تھے۔ اور شرف الملک نے ان دنوں تبریز میں قیام ر رکھا تھا۔ انہی دنوں جبکہ سلطان منگولوں کے ساتھ جنگ میں مصروف تھا اور شرف نے تبریز میں قیام کر رکھا تھا۔ اسماعیلیوں کی طرف سے شرف الملک کو اورخان پوری کی کچھ شکایات ملیں۔

اورخان نیشاپوری کو سلطان نے خراسان کے اس علاقہ کا حکمران مقرر کر رکھا تھا اسماعیلیوں کے قلعہ الموت سے ملتا تھا۔ اورخان نیشاپوری بڑا دلیر بڑا بہادر انسان جب موقع پاتا قلعہ الموت پر چڑھ دوڑتا اور اس کے اطراف میں اسماعیلیوں کی لوٹ مار کر کے واپس چلا جاتا۔ اسماعیلی اس صورت حال سے سخت نالاں تھے کا ایک فدائی اس وقت سلطان کے پاس اورخان نیشاپوری کی شکایت لے کے گیا

جن دنوں سلطان جلال الدین منگولوں کے خلاف جنگ کرنے کی تیاریوں میں مصروف تھا لہٰذا سلطان جلال الدین نے مناسب کاروائی کے لئے اورخان نیشا پوری کا یہ معاملہ اپنے وزیر شرف الملک کے سپرد کر دیا۔

شرف الملک نے اورخان کو اپنے پاس طلب کیا جب وہ حاضر دربار ہوا تو شرف الملک نے اسماعیلیوں کے امام علاؤ الدین کے نمائندوں کو بھی بلایا اور اسے کہا کہ اسے جو شکایت ہے وہ اورخان کے سامنے بیان کرو۔ اسماعیلیوں کے نمائندے نے کہا کہ اورخان اکثر ہمارے علاقاوں پر چڑھ دوڑتا ہے۔ لوگوں کا قتل عام بھی کرتا ہے اور لوٹ مار کر کے واپس اپنے مرکزی شہر کی طرف چلا جاتا ہے۔ اور اس کی یہ کاروائیاں ہمارے لئے سخت ناپسندیدہ ہیں۔ اس کے ساتھ ہی علاؤ الدین کے اس اسماعیلی نمائندے نے یہ بھی دھمکی دی کہ اگر ان ناخوشگوار واقعات کی مناسب روک تھام نہ کی گئی تو مجبوراً" انہیں بھی اورخان نیشا پوری کے خلاف کاروائی کرنا پڑے گی۔

اورخان نیشا پوری اس اسماعیلی کی یہ دھمکی سن کر آپے سے باہر ہو گیا اس نے فوراً" اپنی آستینوں کے اندر سے کئی خنجر نکالے اور انہیں اسماعیلیوں کے امام علاؤ الدین کے سفیر کے سامنے پھینک دیئے اور بڑے غصے اور غضبناکی میں مخاطب کر کے اسے کہنے لگا۔ کیا تمہاری تلواریں میرے ان خنجروں سے زیادہ تیز ہیں۔ سلطان جلال الدین کے وزیر شرف الملک نے جب دیکھا کہ معاملہ بڑھتا جا رہا ہے تو اس نے اورخان نیشا پوری اور اسماعیلیوں کے امام علاؤ الدین کے نمائندے دونوں کو سمجھا بجھا کر ان کا غصہ ٹھنڈا کیا اور دونوں کی آپس میں صلح کرا دی اور یہ کہ دونوں کو تاکید کی کہ وہ اپنے اپنے علاقے میں پر امن رہیں۔

اس کے چند ہی روز بعد جبکہ اورخان نے ابھی وزیر شرف الملک کے یہاں قیام کر رکھا تھا چند فدائین شرف الملک کے دیوان خانے میں گھس آئے ان کے ہاتھوں میں چھریاں تھیں جنہیں وہ لہراتے ہوئے دھاڑیں مارتے ہوئے دیوان خانے میں داخل ہوئے تھے۔ ان کا مقصد شرف الملک اور اورخان نیشا پوری دونوں کو قتل کرنا تھا۔ حسن اتفاق سے وزیر شرف الملک اس وقت اپنے گھر پر نہ تھا۔ صرف اورخان نیشا پوری وہاں قیام کئے ہوئے تھا اسماعیلی اچانک اس پر حملہ آور ہوئے اور اورخان

پوری کو انہوں نے قتل کر دیا۔ شہر کے لوگوں کو جب اسماعیلیوں کے اس گھناؤنے
کا علم ہوا تو انہوں نے ان اسماعیلیوں کو گھیر کر ان پر سنگ باری کی اور پتھر مار مار
ن سب کا خاتمہ کر دیا۔

سلطان جلال الدین کی غیر موجودگی میں اسماعیلیوں کی طرف سے دوسرا بڑا حادثہ
دار ہوا کہ جب انہوں نے دیکھا کہ سلطان جلال الدین منگولوں کے خلاف برسر
ہے اور جنگ کی تیاریوں میں بری طرح مصروف ہے تو انہوں نے سلطان کے
جات میں سے دامغان کے علاقے پر قبضہ کر لیا یہ علاقہ ان کے قلعہ الموت
نفل تھا۔ سلطان کے وزیر شرف الملک کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو اس نے
اسماعیلیوں کے امام علاؤ الدین کو پیغام بھجوایا کہ یہ علاقہ فوراً" واپس کر دیا جائے
ار دونوں جانب سے کچھ عرصہ پیغام رسانی اور خط و کتابت کا سلسلہ جاری رہا۔
ار یہ طے پایا کہ دامغان کو اس شرط پر اسماعیلیوں کے قبضے میں رہنے دیا جائے
سالانہ تیس ہزار دینار معاوضہ ادا کریں۔ اس طرح سلطان جلال الدین کی
ی بھی متاثر نہ ہو گی اور اسماعیلیوں کو بھی اہل عالم کے سامنے شرمسار نہ ہونا
گا۔ اسماعیلیوں کے امام علاؤ الدین نے سلطان جلال الدین کے وزیر شرف الملک
تجویز کو پسند کیا اور دامغان کے علاقے کو عوض اس نے سالانہ تیس ہزار دینار
کی شرط قبول کر لی۔

ی دوران اس معاہدے کے لئے اسماعیلیوں کے امام علاؤ الدین کا ایک سفیر بدر
شرف الملک کے پاس آیا تا کہ شرف الملک کا شکریہ اس معاہدے کے سلسلے
ئے۔ شرف الملک کے پاس قیام کے دوران ایک روز اس بدر الدین نے
پی اور عالم بد مستی میں کہنے لگا کہ شرف الملک آپ کے لشکر میں فدائیوں کی
تعداد موجود ہے۔ جو مختلف فرائض کی بجا آوری پر معمور ہے۔ یہ لوگ صرف
منتظر رہتے ہیں۔ اور اس کے بعد کسی خطرے کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے ہر وہ
ام دینے کے لے تیار ہو جاتے ہیں جن کا انہیں ہمارے امام کی طرف سے حکم

رف الملک بدر الدین کے بد مستی میں کئے جانے والے اس انکشاف پر چونک

سا پڑا اور پوچھا کیا آپ ان چند آدمیوں کے نام میرے سامنے پیش کر سکتے ہیں جو اس وقت ہمارے لشکر میں اسماعیلیوں کی حیثیت سے موجود ہیں۔ بدر الدین چونکہ شراب کے نشے میں عواقب اور انجام سے بے خبر تھا لہٰذا اس نے اس شرط پر اسماعیلی فدائین کو پیش کرنے کا وعدہ کیا کہ ان سے کوئی مواخذہ نہ کیا جائے گا۔ شرف الملک نے وعدہ کیا کہ تم انہیں میرے سامنے لاؤ ان سے کوئی مواخذہ نہ کیا جائے گا۔ اس پر بدر الدین نے پانچ فدائیوں کے نام بتائے۔ شرف الملک نے انہیں اپنے محافظ کے ذریعے بلایا وہ فوراً شرف الملک کے دیوان خانے میں اس کے سامنے پیش ہو گئے۔

شرف الملک نے جب ان پانچوں فدائین سے گفتگو کی تو ان میں سے ایک نے شرف الملک پر انکشاف کیا کہ اس کے ذمے شرف الملک کو قتل کرنے کی ذمہ داری لگائی گئی تھی وہ مزید کہنے لگا ایک دن مجھے آپ کے قتل کرنے کا نہایت موزوں موقع ہاتھ آگیا تھا لیکن آپ اس لئے بچ گئے کہ مجھے ابھی تک اپنے امام کی طرف سے آپ کو قتل کرنے کے احکام موصول نہیں ہوئے تھے شرف الملک نے یہ انکشاف سنا تو گھبراہٹ سے پسینہ آگیا۔ کہنے لگا مجھے یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ تمہارا آقا علاؤ الدین مجھ سے اس قدر ناراض اور خفا کیوں ہے میں تو جس طرح سلطان کا غلام ہوں اسی طرح تمہارے امام علاؤ الدین کا بھی خادم ہوں۔ اگر آپ لوگ مجھے خوامخواہ قتل کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو اختیار ہے چاہو تو ابھی مار ڈالو۔ شرف الملک ان فدائیوں سے ایسا خوفزدہ ہوا کہ ان کے خلاف کوئی کاروائی کرنے کے بجائے اس نے چھوڑ دیا اور جانے دیا۔

یہ خبر سلطان جلال الدین کو بھی پہونچ گئی۔ سلطان کو فدائیوں کی اس جسارت اور شرف الملک کی اس بزدلی کا علم ہوا تو غصے سے جھلا اٹھا۔ فوراً شرف الملک کو حکم روانہ کیا کہ اپنی وزارت کے دیوان کے سامنے چتا جلائی جائے اور پانچوں فدائین جنہوں نے تمہارے دیوان خانے میں آکر تمہیں دھمکی دی تھی انہیں رسیوں میں جکڑ کر آگ میں پھینک دیا جائے تاکہ آئندہ کوئی ایسی رندانہ جسارت نہ کر پائے۔ سلطان کا یہ حکم پا کر شرف الملک نے ان پانچوں فدائین کو گرفتار کیا اور انہیں رسیوں میں باندھ کر آگ میں پھینک دیا اور انہیں ہلاک کر دیا۔

ان پانچ فدائیوں کے قتل ہونے کے بعد علاؤ الدین حاکم الموت کو اپنے ان فدائیوں کے دردناک انجام کا علم ہوا تو وہ چونکہ سلطان کے منہ آنے کی تو جرات نہیں رکھتا تھا اس لئے اس نے اپنا ایک قاصد اور سفیر شرف الملک کی طرف روانہ کیا اور اپنے پانچ فدائیوں کے قتل کا الزام شرف الملک پر تھونپ دیا۔ شرف الملک سلطان کے ڈر سے پہلے ہی بدحواس ہو رہا تھا۔ علاؤ الدین کے اس پیغام نے رہی سہی کسر بھی نکال دی۔ مزید یہ کہ سلطان ابھی چونکہ شرف الملک کے پاس نہیں تھا وہ منگولوں کے ساتھ جنگ میں مصروف تھا چنانچہ فدائیوں کے امام علاؤ الدین کو خوش کرنے کے لئے شرف الملک نے علاؤ الدین سے پیغام رسانی کا سلسلہ شروع کیا۔ اس معاملے کو رفع دفع کرنے کے لئے علاؤ الدین نے یہ شرط پیش کی کہ ہر فدائی کی جان کا تاوان بحساب دس ہزار دینار ادا کیا جائے۔ شرف الملک نے یہ شرط تسلیم کر کے فدائیوں کو اختیار دے دیا کہ دامغان کے خراج سے ہر سال دس ہزار دینار وضع کیا کریں۔ اس طرح سلطان جلال الدین کی غیر موجودگی میں شرف الملک نے تاوان ادا کر کے اپنی جان بچا لی۔

○

ادھر سلطان جلال الدین کا بھائی غیاث الدین جو نہایت نازک وقت پر منگولوں کے مقابلے میں سلطان کا ساتھ چھوڑ گیا تھا اور جس کے اس طرح ساتھ چھوڑنے پر سلطان جلال الدین کو بے حد رنج ہوا تھا۔ سلطان اس وقت اپنے بھائی کی غداری کی کوئی سزا نہ دے سکا تھا اس لئے کہ اس وقت وہ منگولوں کے ساتھ جنگ میں الجھا ہوا تھا۔ اور اس نے منگولوں تک کو یہ نہ پتہ چلنے دیا تھا کہ غیاث الدین ناراض ہو کر سلطان کے لشکر سے علیحدہ ہو رہا ہے۔ بلکہ وہ یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ غیاث الدین ان پر عقب سے حملہ کرنے کے لئے علیحدہ ہوا ہے۔ چنانچہ اس غلط فہمی میں انہوں نے غیاث الدین کا تعاقب نہ کیا اور وہ بچ کر کہیں نکل گیا۔

کہتے ہیں کہ غیاث الدین بھی بے وجہ اپنے لشکر کو لے کر سلطان جلال الدین سے علیحدہ نہ ہوا تھا بلکہ وہ ایک بہت بڑی غلط فہمی میں مبتلا تھا جس کی بناء پر وہ اپنے

لشکر کو لے کر سلطان سے علیحدہ ہوا تھا۔ اسے خدا جانے کس نے کہہ دیا تھا کہ سلطان اسے قتل کرنا چاہتا ہے اور کسی موزوں موقع کی تلاش میں ہے۔ اسی بے سروپا بدگمانی نے اس کی نیند حرام کر رکھی تھی امن کی حالت میں وہ اپنے لشکر کو لے کر علیحدہ ہو جاتا تو اس کے لئے خطرات تھے کہ سلطان اس پر چڑھ دوڑتا اور اس پر حملہ آور ہو جاتا۔ اس لئے اس نے ایسے وقت میں یہ اقدام کیا جب سلطان کے پاس اس سے مزاحم کرنے کا موقع نہیں تھا اور وہ خود منگولوں کے ساتھ الجھا ہوا تھا۔

غیاث الدین کی سلطان جلال الدین کی طرف سے بدگمانی اور اس کی طرف سے قتل کئے جانے کے خدشے کی خاصی بڑی وجہ تھی اور وہ کچھ یوں کہ سلطان جلال الدین اور غیاث الدین کے والد علاؤ الدین نے اپنے دور حکومت میں ایک شخص حسن کو ہرات کا حاکم مقرر کیا تھا۔ جب تک منگولوں نے سلطان علاؤ الدین پر حملہ نہیں کیا تھا۔ حسن سلطان علاؤ الدین کا مطیع اور فرمانبردار رہا جب منگول حملہ آور ہوئے تو سلطان علاؤ الدین ادھر ادھر مارا مارا پھرنے لگا تو حسن نے موقع پا کر آزادی کا اعلان کر دیا اور سلطان علاؤ الدین کے خلاف بغاوت کر دی۔

جب جلال الدین باپ کا جانشین ہوا تو اس نے حسن کو راہ راست پر لانے کے لئے اپنے خراسان کے حاکم قلی خان اور نیشا پور کے حاکم عزی الدین کو حکم دیا کہ وہ حسن پر حملہ آور ہوں اور اس کی سرکشی ختم کر کے اسے مطیع اور فرمانبردار بننے پر مجبور کریں۔

جب حسن کو سلطان جلال الدین کے اس ارادے کا علم ہوا تو اس نے شہر کے دروازے بند کر لئے اور محصور ہو کر مقابلے پر ڈٹ گیا۔ اس حالت میں تین مہینے گزر گئے۔ ہر چند دونوں لشکر بھی اس حالت سے تنگ آ چکے تھے لیکن اہل شہر کاروبار بند ہو جانے کی وجہ سے بہت زیادہ پریشان تھے چنانچہ حسن نے اس ڈر سے کہ کہیں اہل شہر بغاوت نہ کر دیں مناسب سمجھا کہ اپنی اور اہل شہر کی حفاظت کی شرط پر خراسان کے حاکم قلی خان اور نیشا پور کے حاکم عزی الدین کے سامنے اظہار اطاعت کر کے شہر سلطانی لشکر کے حوالے کر دے

جب یہ شرائط طے پا گئیں اور حسن نے دونوں حملہ آور حاکموں کے لئے شہر کے

کھول دیئے تو قلی خان حسن کو دیکھتے ہی برہم ہو گیا۔ اس لئے کہ تین ماہ کے اصرے نے قلی خان کو حسن سے سخت بیزار اور برہم کر رکھا تھا۔ جوں ہی لی خان اور نیشا پور کے حاکم عزی الدین کی پیشوائی کے لئے آگے بڑھا۔ قلی غصے سے بے قابو ہو کر اپنی تلوار بے نیام کر کے حسن کو قتل کر دیا۔

فعل ہر پہلو سے غیر مستحسن تھا لوگ دنگ رہ گئے جب حسن کے وزیر الصاحب افسوس ناک حادثے کی اطلاع ملی تو اس نے حکم دیا کہ شہر کے دروازے بند کر م حملہ آور سپاہیوں کو شہر سے باہر دھکیل دیا جائے اور شہر میں محاصرے کی اعلان کر دیا۔

رچہ لوگ اس بے یقینی کی حالت سے جان بلب ہو چکے تھے لیکن خراسان کے خان کی زیادتی سے وہ اس قدر برافروختہ ہوئے کہ از سر نو ہر تکلیف کو معہ شانی خوش آمدید کہنے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے کے حاکم قلی خان اور نیشا پور کے حاکم عزی الدین نے ایک بار پھر ہرات شہر ہ کر لیا تھا۔

ں محاصرے پر مزید آٹھ ماہ گزر گئے اور قلی خان اور عزی الدین شہر کو فتح نہ کر لانوں نے ہر حیلہ آزمایا۔ لوبھہ اور لالچ بھی دیا۔ دھمکی بھی دی پھر بھی شہر فتح ۔ بلکہ ان دھمکیوں سے محصورین کے عزم صمیم میں اور زیادہ اضافہ ہوتا چلا گیا نگ آ کر قلی خان اور عزی الدین نے صلاح مشورہ کیا اور سلطان جلال الدین اس قاصد روانہ کیا اور درخواست کی کہ اگر آپ بہ نفس نفیس تشریف لے تو ممکن ہے کہ ہماری سپاہ کے ولولے تازہ ہوں اور شہر بزور شمشیر فتح ہو جائے۔ شہر سلطان کی موجودگی سے گھبرا کر ہتھیار ڈال دیں۔

ب سلطان کو ان حالات کا علم ہوا تو وہ ایک بھاری لشکر لے کر فوج کی کمک لئے پہونچ گیا پہلے ہی اہل شہر اس طویل محاصرے سے تنگ آ چکے تھے جب نھی اپنی افواج کو لے کر پہونچ گیا تو انہیں صاف نظر آنے لگا کہ ان کا انجام ہے لیکن چونکہ قلی خان اور عزی الدین پہلے ان سے زیادتی کر چکے تھے اور ان شہر کا اعتماد اٹھ گیا تھا اس لئے وہ کسی بھی حالت میں اطاعت کے لئے تیار

نہیں تھے۔ آخر تین دن کے سخت مقابلے کے بعد شہر فتح ہو گیا۔ اور سلطان جلال الدین نے ہرات کے وزیر الصاحب کو قتل کرنے کا حکم دے دیا۔

حاکم ہرات حسن اور اس کے وزیر الصاحب کے قتل ہونے کے بعد شہر پر سلطان جلال الدین کا قبضہ ہو گیا تھا۔ حسن کا ایک بیٹا تھا جس کا نام نصرت الدین تھا۔ یہ غائبانہ طور پر سلطان جلال الدین کو بے حد پسند کرتا تھا۔ لہٰذا یہ سلطان سے ملا اور سلطان کے لشکر میں شامل ہو گیا۔ سلطان اس نصرت الدین کے اخلاق اس کے کردار سے ایسا خوش ہوا کہ اسے اصفہان کی پولیس کا افسر اعلیٰ مقرر کر دیا۔ چونکہ یہ نوجوان بڑا ہنس مکھ۔ خوش اخلاق اور خوش اطوار تھا اس لئے جلد ہی سلطان کا منظور نظر ہو گیا۔ اور سلطان نے اسے ایک بڑی جاگیر عطا کر دی تا کہ فکر معاش سے بے فکر ہو جائے۔

ان ہی دنوں کا ذکر ہے کہ ایک روز غیاث الدین۔ نصرت الدین رات کے وقت اکٹھے بیٹھے شراب پی رہے تھے۔ نصرت الدین شراب کے نشے میں کچھ غیر محتاط ہو رہا تھا اس موقع پر غیاث الدین نے نصرت الدین کو مخاطب کر کے کہا۔ نصرت الدین میرے کچھ انتہائی اہم اہلکار میری ملازمت چھوڑ کر تمہارے پاس آ گئے ہیں اور تم نے میری اجازت کے بغیر انہیں اپنے مشیروں میں شامل کر لیا ہے کم از کم تمہیں اس سلسلے میں مجھ سے پوچھنا تو چاہیئے تھا۔

اس موقع پر چونکہ نصرت الدین جام پر جام چڑھا رہا تھا اس لئے حفظ مراتب کا خیال نہ رہا اور بڑے لا ابالیانہ انداز میں کہنے لگا عزت ماب ملازم صرف ان لوگوں کے دربار میں ٹھہرا کرتے ہیں جو ان سے حسن سلوک سے پیش آئیں اور ان کی ضروریات کی کفالت کریں۔ جو لوگ ایسا نہیں کر سکتے۔ ملازموں کو ایسے درباروں سے مجبورا" علیحدہ ہونا پڑتا ہے۔

غیاث الدین نے یہ سنا تو غصے سے پیچ و تاب کھانے لگا۔ اس وقت تو وہ خاموش رہا۔ لیکن اس کے دل میں نصرت الدین کی طرف سے ایک انتقامانہ جذبہ ضرور پیدا ہو گیا تھا۔ چنانچہ جب وہ مجلس برخاست ہوئی اور نصرت الدین اٹھ کر اپنے گھر کی طرف جانے لگا۔ تو غیاث الدین بھی اس کے تعاقب میں چل دیا۔ نصرت الدین نے اپنے گھر

جا کر دیوان خانہ اندر سے بند کر لیا اتنے میں غیاث الدین بھی وہاں پہونچ گیا دروازہ کھٹکھٹایا لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ آخر دیوار پھلانگ کر اندر کود گیا اور نصرت الدین کو قتل کر دیا۔ جب سلطان کو غیاث الدین کی اس بے ہودگی کا علم ہوا تو وہ غصے سے لال پیلا ہو گیا اور اس قدر بیزاری کا اظہار کیا۔ غیاث الدین کو جان کے لالے پڑ گئے۔ چنانچہ وہ اس تاک میں رہنے لگا کہ مناسب موقع ملے تو وہ دربار سے بھاگ جائے۔ غیاث الدین اگر امن کی صورت میں بھاگتا تو خدشہ تھا کہ سلطان ضرور حرکت میں آئے گا اس کا قلع قمع کر کے رکھ دے گا۔ چنانچہ عین منگولوں کے ساتھ جنگ کے وقت غیاث الدین اپنے لشکر کو لے کر بھاگ نکلا تا کہ سلطان منگولوں کو سامنے دیکھتے ہوئے کاروائی نہ کر سکے۔ سلطان جلال الدین سے علیحدہ ہونے کے بعد سلطان کا بھائی غیاث الدین ان علاقوں پر کہیں نہیں ٹھہر سکتا تھا جہاں سلطان جلال الدین کا قبضہ ہو۔ اس لئے کہ اسے خطرہ تھا کہ سلطان ان علاقوں میں ضرور اس کے خلاف حرکت میں آئے گا لہٰذا سلطان جلال الدین کے مقبوضہ علاقوں سے نکل کر غیاث الدین اپنے لشکر کے ساتھ خورزستان کی طرف چلا گیا۔ خورزستان ان دنوں چونکہ بغداد کی حکومت میں تھا لہٰذا غیاث الدین کو حوصلہ تھا کہ اگر وہ وہاں قیام کرتا ہے تو سلطان جلال الدین اس کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کرے گا۔ دوسری جانب بغداد کے خلیفہ کو علم ہوا کہ جلال الدین کا بھائی اس کے خلاف بغاوت کرنے کے بعد خورزستان میں اپنے لشکر کے ساتھ قیام پزیر ہوا ہے تو اس نے غیاث الدین کو خورزستان میں قیام کرنے کی اجازت نہ دی۔ مجبور ہو کر غیاث الدین خورزستان سے نکل کر اسماعیلیوں کے امام علاؤ الدین کی طرف گیا۔ اور اس سے سلطان جلال الدین کے خلاف پناہ مانگی۔ اسماعیلیوں کا امام اور شیخ الجبل چونکہ دلی طور پر سلطان جلال الدین کے خلاف ایک دشمنی اور عناد رکھتا تھا اس لئے کہ ماضی میں سلطان جلال الدین نے اس پر حملہ آور ہو کر اس کے سارے قلعے چھین لئے تھے۔ صرف قلعہ الموت ہی رہ گیا تھا اسی عناد کی بنا پر شیخ الجبل علاؤ الدین نے سلطان جلال الدین کے بھائی غیاث الدین کو اپنے یہاں سیاسی پناہ دے دی تھی

منگولوں کو شکست دینے کے بعد سلطان جلال الدین کو اس کے مخبروں نے اطلاع

دی کہ اس کے باغی بھائی غیاث الدین نے جبل الشیخ علاؤ الدین کے یہاں سیای
لے رکھی ہے چنانچہ سلطان جلال الدین نے جبل الشیخ علاؤ الدین کی طرف ایک قا
بھجوایا اور حکم دیا کہ چونکہ اس کے بھائی غیاث الدین نے نہایت اہم وقت میں سا
چھوڑا تھا اسے ہمارے حوالے کر دیا جائے تاکہ اسے اس کی بغاوت اور سرکشی
مناسب سزا دی جائے۔ اور دوسرے سردار غیاث الدین کی سزا سے عبرت پکڑیں۔

علاؤ الدین گو سلطان کی طاقت اس کے جاہ و جلال اور اس کی جرات مندی
دیتا تھا لیکن پہلا ہی حکم آنے پر وہ غیاث الدین کو نہیں بھیجنا چاہتا تھا اس میں اس
بے عزتی اور ہتک کا پہلو نکلتا تھا چنانچہ جبل الشیخ علاؤ الدین نے اپنے ایک قاصد
ذریعے یہ کہلا بھیجا کہ غیاث الدین ہمارا مہمان ہے اور مہمان سے غداری ہما
روایات کے خلاف ہے اس لئے ہم اسے سلطان کے حوالے نہیں کر سکتے۔ ہاں ا
اس امر کی ضمانت دیتے ہیں کہ غیاث الدین کو سلطان جلال الدین کے مفادات
خلاف کوئی حرکت کرنے کی اجازت نہ دی جائے گی۔

شیخ الجبل علاؤ الدین کا یہ جواب پا کر سلطان جلال الدین بڑا برہم ہوا اس
اپنے دو سرداروں کو نام جن کے یعقوب الخوارزمی اور جمال الدین تھے جبل الشیخ
الدین کی طرف بھجوایا اور اسے دھمکی دی کہ اگر غیاث الدین کو فی الفور ہماری طر
روانہ نہ کیا تو پھر جبل الشیخ علاؤ الدین کی بھی خیر نہیں ہے ساتھ ہی ان سرداروں
ذریعے جلال الدین نے اپنے بھائی غیاث الدین کو بھی یہ پیغام بھجوایا اور اس کے
عام معافی کا اعلان کرتے ہوئے اسے اپنے ساتھ آ ملنے کو کہا۔ جب سلطان جلا
الدین کے یہ دونوں قاصد جبل الشیخ علاؤ الدین کے پاس پہونچے اور اسے سلطا
جلال الدین کا غصہ سے بھرا ہوا خط پیش کیا تو قلعہ الموت کا حاکم امام اور شیخ ا
علاؤ الدین سلطان جلال الدین کا یہ خط پڑھ کر کانپ اٹھا۔ اسی اثناء میں غیاث ال
نے اپنا ایک اعتبار کا آدمی سلطان جلال الدین کی طرف روانہ کیا اور معافی کا طلـ
ہوا۔ سلطان نے ایک بار پھر غیاث الدین کے لئے معافی کا اعلان کیا۔ اس پر غیا
الدین مطمئن ہو گیا اور اپنے بھائی جلال الدین کی طرف جانے کے لئے تیار ہو
دوسری طرف شیخ الجبل علاؤ الدین کو بھی خطرہ ہو گیا تھا کہ اگر غیاث

یہاں قیام کئے رکھا تو سلطان جلال الدین اس کے آخری قلعہ الومت پر بھی چڑھ
ے گا اور پھر دنیا کی کوئی طاقت اسے سلطان جلال الدین سے بچا نہ سکے گی۔ لہٰذا
نے غیاث الدین کو اس کے بھائی جلال الدین کے پاس چلے جانے کی اجازت دے

غیاث الدین کے دل میں خود چور تھا لہٰذا اسے اب بھی شک تھا کہ کہیں ایسا نہ
کہ سلطان جلال الدین اسے دھوکہ دے کر قتل کر دے چنانچہ جب وہ جبل الشیخ
الدین سے رخصت ہونے لگا تو اس نے علاؤ الدین سے علیحدگی میں التماس کی کہ
نکہ میں اپنے بھائی سلطان جلال الدین کی طرف سے پورے طور پر مطمئن نہیں
ں اس لئے اگر آپ اپنی طرف سے کچھ محافظ میرے ساتھ روانہ کر دیں اور انہیں
ایت کر دیں کہ وہ وقت ضرورت میری امداد سے دریغ نہ کریں تو میں اس طرح فی
لہ مطمئن ہو کر اپنے بھائی کی طرف جا سکوں گا

جبل الشیخ علاؤ الدین نے غیاث الدین کی اس التماس کو قبول کرتے ہوئے اس
ساتھ اپنے چار سو بہترین جنگجو فدائین کر دیئے تاکہ وہ غیاث الدین کو بحفاظت
لطان جلال الدین تک لے جائیں اور وہیں غیاث الدین کے ساتھ قیام کریں۔ ان
ارے انتظامات کے بعد غیاث الدین بڑی بے فکری سے قلعہ الموت سے روانہ ہو
سلطان جلال الدین کی طرف روانہ ہوا۔ اس وقت تک سلطان جلال الدین قتلغ
کو بد ترین شکست دے کر فارغ ہو چکا تھا۔ اس نے اپنے لشکر کو کچھ دن آرام
نے کے لئے دے وہ اصفہان کی طرف جا رہا تھا۔

○

جس وقت قلعہ الموت سے نکل کر غیاث الدین اپنے بھائی سلطان جلال الدین
طرف جا رہا تھا تو راستے میں اچانک منگولوں کا ایک بہت بڑا لشکر اس پر حملہ آور
منگولوں کا یہ لشکر مسلم علاقوں کے اندر لوٹ مار کر کے کمک اور ضروریات کا
سامان مہیا کرنے پر مقرر تھا گو غیاث الدین کے ساتھ اپنا تیس ہزار کا لشکر بھی
ہ الموت کے فدائی بھی تھے لہٰذا وہ اس منگول لشکر کے مقابلے

میں ڈٹ گئے۔ ویرانوں کے اندر منگولوں اور غیاث الدین کے ساتھ گھمسان کا ر
پڑا۔ منگولوں کے ساتھ ٹکرانے کا شاید غیاث الدین کا یہ پہلا موقعہ تھا اور و
منگولوں کے لڑنے کے انداز سے بھی واقف نہ تھا۔ لہٰذا غیاث الدین کو شکست ہوئی
منگولوں نے سارے فدائین کو قتل کرنے کے علاوہ غیاث الدین کے لشکر کی بڑ
تعداد کو بھی قتل کر دیا۔ قریب تھا کہ غیاث الدین بھی اس جنگ میں قتل ہو جاتا پ
اپنی جان بچا کر بھاگ نکلا غیاث الدین کے بچے کھچے ساتھی بھی اس کے ساتھ
لئے جبکہ منگول بھی تعاقب میں لگ گئے تھے۔

اس تعاقب سے سے غیاث الدین ایسا بدحواس ہوا کہ اصفہان کی طرف جا
کے بجائے وہ اس شاہراہ پر چڑھ گیا جو کرمان کی طرف جاتی تھی۔ منگولوں نے کافی د
تک غیاث الدین کا تعاقب کیا۔ پر غیاث الدین کی خوش قسمتی کہ وہ اپنے چند
کھچے ساتھیوں کے ساتھ بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ اور کرمان جا کر اس
حاکم کرمان براق کے یہاں پناہ لی جو غیاث الدین کے باپ علاؤ الدین کا حاجب ہوا
تھا۔ اور جس کی بیٹی سلطان جلال الدین کے حرم میں شامل تھی۔

سلطان جلال الدین اور غیاث الدین کے باپ علاؤ الدین نے اپنی زندگی
اپنے پانچوں بیٹوں میں جو علاقوں کی تقسیم کی تھی اس کے مطابق جن علاقوں پر ا
براق قابض تھا وہ حقیقت میں غیاث الدین ہی کے علاقے تھے۔ لیکن براق نمک ح
کا ثبوت دیتے ہوئے ان علاقوں پر قابض ہو گیا تھا۔ مصیبت کا مارا غیاث الدین
کرمان میں براق کے یہاں پناہ لینے پر مجبور ہوا تو براق کو خطرہ ہوا کہ اگر غیاث ال
نے یہاں قیام کئے رکھا تو لوگ اس کے بجائے غیاث الدین کا ساتھ دیں گے
غیاث الدین اسے کرمان کی حکومت سے علیحدہ کر کے ان علاقوں کا خود حاکم بن
گا۔ لہٰذا اس سنگ دل براق نے غیاث الدین کو زہر دے کر اس کا کام تمام کر دیا۔

○

قتلغ خان کو شکست دینے کے بعد سلطان جلال الدین جس وقت گنجا کے مقا
پڑاؤ کئے ہوئے تھا کہ خلیفہ بغداد کا ایک ایلچی سلطان جلال الدین کی خدمت میں ح

ایلچی بڑا مہذب شائستہ اور پڑھا لکھا انسان تھا۔ کچھ دن تک یہ ایلچی سفر و حضر
لطان کی رقابت میں رہا۔ جب اس نے بغداد جانے کا ارادہ کیا تو اس وقت اس
سلطان اور دوسرے سالاروں کی طرف سے جو انعامات ملتے رہے تھے اس
جب اس کے پاس تقریباً" بارہ ہزار دینار شاہی انعامات اور نذرانوں کی صورت
ہو چکے تھے۔ جب اس نے سلطان جلال الدین کی خدمت میں آخری بار سلام
لئے حاضری دی تو اس نے سلطان سے گذارش کی کہ دمشق کے نواحی علاقے جنت
میں سے ایک جاگیر عطا کر دی جائے۔ سلطان نے اس سفیر کی اس درخواست
ل کرتے ہوئے ازراہ کرم اسے وہ جاگیر عطا کر دی جس کی اس نے گذارش کی
اس کے بعد یہ سفیر سلطان کے پاس سے بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ سلطان نے
کرم اپنے ایک سردار تقی الدین کو اس کے ساتھ کر دیا تاکہ وہ اس کے ساتھ با
بغداد پہنچا کے آئے۔

اس کے بعد سلطان جلال الدین نے اصفہان کی طرف کوچ کیا جب وہ میانج کے
پر پڑاؤ کئے ہوئے تھا تو سفیر پھر سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلطان جلال
نے جب اس سے واپسی کی وجہ دریافت کی تو وہ سفیر کہنے لگا جہاں پناہ مجھے
میں معلوم ہوا کہ منگول آپ پر حملہ آور ہونے کے لئے پھر بڑی تیزی سے بڑھ
ہیں اور سلطان ان کے خلاف جہاد کرنے جا رہے ہیں ان حالات میں مسلمان پر
ن کے ماتحت رہتے ہوئے جہاد فرض ہے۔ میں بھی مسلمان ہوں اور اس اہم
سے کیونکر پہلو تہی کر سکتا ہوں۔

سلطان کو اس کی اولوالعزمی اور اسلام دوستی سے بڑی مسرت ہوئی اور اس سفیر
جذبہ کی بہت تعریف کی اور کہا کہ واقعی دربار خلافت کے سفیر کو انہی اوصاف کا
ہونا چاہئے۔ اسی دوران سلطان کے مخبروں نے اطلاع دی کہ یہ منگول نہیں جو
آور ہونے کے لئے آ رہے ہیں بلکہ کچھ رضا کار ہیں جو اپنی مرضی سے منگولوں
خلاف جنگ کرنے کے لئے سلطان کے لشکر میں شامل ہونے کے لئے آ رہے ہیں
منگولوں کے حملہ آور ہونے اور لشکر کشی کی خبر غلط اور افواہ سے کچھ زیادہ نہیں

اس پر خلیفہ بغداد کا وہ سفیر مطمئن ہوا اور سلطان نے اسے ویسی ہی عزت و احترام کے ساتھ بغداد جانے کے لئے رخصت کر دیا۔ دوسری طرف سلطان جلال الدین نے بھی میانج شہر سے کوچ کیا۔ پھر وہ اصفہان کے نواح میں جا کر اپنے لشکر کے ساتھ خیمہ زن ہو گیا تھا۔

ہان کے نواح میں قیام کے دوران ایک روز اورخان اور طیان دونوں اپنے ں بیٹھے باہم پیار و محبت کی گفتگو کر رہے تھے۔ اچانک طیان نے گفتگو کا رخ بدلا ے سامنے بیٹھے ہوئے اورخان کو بڑی چاہت اور محبت میں مخاطب کرتے ہوئے ا۔

پ دیکھتے ہیں کہ ہمارے پاس بہت سی نقدی اور ضروریات کا بے شمار سامان جمع ہے۔ اور جب ہم کسی سمت کوچ کرتے ہیں تو اس کے لئے ہمیں خاصی دقت واری پیش آتی ہے۔ میری خواہش یہ ہے کہ ہم اپنے لئے کسی شہر میں کوئی اچھا کان کوئی حویلی حاصل کر لیں جہاں ہم اس فالتو سامان کو رکھیں اور امن کی ں میں دونوں میاں بیوی اپنی اس حویلی میں رہیں۔ اس پر اورخان شرارت آمیز میں طیان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ اگر تم مکان ہی حاصل کرنا چاہتی ہو تو نظام الدین کا مکان خالی پڑا ہوا ہے۔ اس پر طیان نے منہ بسورنے کے انداز میں ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا مجھے آپ اس مکان میں رکھنا چاہتے ہیں تا کہ منگول ار پھر آسانی سے مجھے وہاں سے اٹھا کے لے جائیں۔ اور مجھ سے آپ کی جان جائے۔ اس پر اورخان سنجیدہ ہو گیا اور کہنے لگا۔

نہیں طیان ایسی بات نہیں تم کیوں کر مجھ پر بوجھ اور بھار بن سکتی ہو اس لئے کہ نے تمہیں بڑی کوششوں بڑی جدوجہد کے بعد حاصل کیا ہے۔ رہا سوال اپنے لئے ائش کا بندوبست کرنے کا تو اس سے قبل سلطان بھی میرے ساتھ ایسی ہی گفتگو ے ہیں۔ سلطان نے اپنے لئے تبریز شہر میں پہلے سے ایک بہترین حویلی کا انتظام کر ہے۔ اس کے نواح میں انہوں نے میرے اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے لئے ایک حویلی خرید کر رکھی ہے وہاں نہ سلطان کو اور نہ مجھے اور پاسبانوں کے سپہ

سالار کو اپنی اپنی حویلی میں رہنا نصیب ہوا ہے۔ ویسے سلطان یہ بھی کہہ رہے
کیونکہ انہیں بار بار اصفہان شہر کی طرف پڑاؤ کرنا پڑتا ہے۔ لہٰذا ان کی خواہش ہے
وہ اپنے لئے اصفہان شہر میں بھی کوئی حویلی خریدیں اور وہ یہ بھی کہہ رہے تھے کہ
انہوں نے ایسا کیا تو وہ میرے اور پاسبانوں کے سپہ سالار دونوں کے لئے کوئی
حاصل کریں گے۔ لہٰذا طیان تمہیں زیادہ فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے
بندوبست ہو جائے گا اور اگر تم واقعی اس سامان سے جلدی جان چھڑانا چاہتی ہو
سارا سامان تبریز میں اپنی حویلی میں رکھ دیں گے۔ اس پر طیان کسی قدر خوش ہوئی
وہ اپنی چمکدار آنکھیں اورخان کے چہرے پر جماتی ہوئی بولی۔ یہ سامان ہم رکھ تو
گے لیکن اس کی حفاظت کون کرے گا۔ اس پر اورخان بولا اور کہنے لگا۔

سلطان جلال الدین نے تبریز شہر میں اپنے میرے اور پاسبانوں کے سپہ سالار
لئے جو حویلیاں حاصل کی ہیں ان کی حفاظت کے لئے وہاں ہر وقت مسلح جوان ر
ہیں۔ لہٰذا تمہیں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے جو بھی سامان ہم حویلی میں ر
گے وہ محفوظ رہے گا اور کوئی اس کو ہاتھ نہیں لگا سکے گا۔ اس پر طیان مطمئن ہو
تھی پھر وہ کہنے لگی اگر ایسا ہے تو پھر جب ہم اصفہان سے تبریز کی طرف کوچ ک
گے تو اسی حویلی میں قیام کریں گے اور اپنا سارا فالتو سامان بھی وہیں رکھیں گے۔
پر اورخان نے پھر شرارت آمیز لہجہ میں طیان کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا اور ک
اس حویلی میں خود نہیں رہو گی اس پر طیان فوراً“ بولی اور کہنے لگی۔

ضرور رہوں گی بشرطیکہ آپ بھی اس حویلی میں قیام کریں۔ جب آپ اس
میں رہا کریں گے تو میں بھی اس حویلی میں آپ کے ساتھ رہا کروں گی اور جب
جنگوں میں حصہ لیں گے تو میں بھی یقیناً“ آپ کے ساتھ رہوں گی۔ اس لئے کہ
نے ارادہ کیا ہوا ہے بلکہ عزم کیا ہوا ہے کہ میں آپ کے بغیر ہرگز ہرگز کہیں بھی
نہیں کروں گی۔ طیان کا یہ جواب سن کر اورخان خوش ہو گیا تھا وہ مزید کچھ کہنا
تھا کہ خیمہ سے باہر پہرہ دینے والا محافظ کھانستا ہوا اندر آیا پھر وہ اورخان کو مخا
کرتے ہوئے کہنے لگا۔ امیر اورخان سلطان جلال الدین اور پاسبانوں کا سپہ سالار
سے ملاقات کرنے کے لئے آ رہے ہیں۔ اس پر اورخان اور طیان دونوں سلطان ؟

اور پاسبانوں کے سپہ سالار کا استقبال کرنے کے لئے اپنی جگہ سے اٹھ کر خیمہ
وازے سے باہر آ کھڑے ہوئے تھے۔

لطان جلال الدین اور پاسبانوں کا سپہ سالار قریب آئے تو اورخان نے آگے
ونوں کے ساتھ پرجوش مصافحہ کیا۔ پھر سلطان جلال الدین اورخان کو مخاطب کر
نے لگا اورخان میرے بھائی میں جانتا ہوں کہ اصفہان میں قیام کئے ابھی ہمیں
روز ہوئے ہیں اور تمہیں اور تمہارے لشکریوں کو آرام اور سکون کی ضرورت
ن ایک ایسی مہم آن پڑی ہے۔ کہ تمہیں اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے کوچ
ے گا۔ اس پر اورخان نے تیز نگاہوں سے سلطان جلال الدین کی طرف دیکھتے
نا شروع کیا۔

لطان محترم آپ کیسی گفتگو کرتے ہیں۔ آپ اگر مجھے دن رات ملک و ملت کی
اور خدمت کے لئے جہاد میں مصروف رکھیں تب بھی قسم خداوند کی میں حرف
زبان پر نہیں لاؤں گا۔ سلطان محترم آپ بتائیے کونسی مہم ہمارے سروں پر آن
ہوئی ہے۔ اس پر سلطان جلال الدین پھر بولا اور کہنے لگا۔

ن اورخان میرے بھائی میرے مخبروں نے ابھی تھوڑی دیر پہلے اطلاع دی ہے
ت پاسبانوں کا سپہ سالار بھی میرے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا۔ ان مخبروں کا کہنا ہے
ڑا بھائی غیاث الدین میرے کہنے پر جب جبل الشیخ اور قلعہ الموت کے حاکم علاؤ
ے یہاں سے نکل کر میری طرف روانہ ہوا تھا تو راستے میں منگولوں کا ایک
یرے بھائی پر حملہ آور ہوا گو میرے بھائی کے ساتھ اس کا تیس ہزار کا لشکر اور
فدائین بھی اس کے ساتھ تھے۔ پر آنے والے مخبر کا کہنا ہے کہ منگولوں کا وہ
و میرے بھائی غیاث الدین پر حملہ آور ہوا اس کی تعداد کسی بھی صورت پچاس
ے کم نہ تھی لہٰذا کہتے ہیں ویرانوں میں ہولناک جنگ ہوئی جس میں منگولوں نے
ے بھائی غیاث الدین کو شکست دی اس جنگ میں شیخ الجبل علاؤ الدین کے چار سو
ئین کے علاوہ غیاث الدین کے لشکر کا بڑا حصہ بھی جنگ میں کام آیا۔ غیاث الدین
ولوں کے مقابلہ میں ایسا بدحواس ہوا کہ میرے پاس آنے کے بجائے کرمان کی
جانے والی شاہراہ پر چڑھ گیا اب مخبر کا کہنا ہے کہ غیاث الدین اپنی جان بچا کر

کرمان کی طرف بھاگ گیا ہ جبکہ منگولوں کا وہ لشکر جس کا سالار ایک سردار الک خا
ہے وہ ان دنوں طبرستان اور جرجان کے درمیانی علاقوں میں لوٹ مار کا بازار گرم
ہوئے ہے۔

سن اورخان میرے بھائی میں نے تو اپنے پاسبان بھائی سے کہا تھا کہ میں خود
الک خان کی سرکوبی کے لئے نکلتا ہوں لیکن پاسبان کا کہنا تھا کہ میں اور اورخان دو
اس سے نپٹ لیں گے۔ لہذا مجھے جرجان کی طرف پیش قدمی کرنے کی ضرورت
ہے اس پر اورخان فوراً" بولا اور کہنے لگا۔

سلطان محترم میرا بھائی پاسبانوں کا سپہ سالار ٹھیک کہتا ہے آپ اصفہان میں
اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کئے رہیں ہو سکتا ہے اس منگول لشکر کے علاوہ
اور منگول لشکر بھی ادھر ادھر پھیل کر مسلم علاقوں میں تباہی اور بربادی پھیلانے
درپے ہو ایسی صورت میں آپ اس لشکر سے نپٹ سکتے ہیں۔ میں اور پاسبان
دونوں جرجان کی طرف اپنے اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کرتے ہیں اور میں آپ کو
دلاتا ہوں کہ عنقریب آپ انشاء اللہ پچاس ہزار کے اس منگول لشکر اور اس
سردار الک خان کے خلاف ہماری کامیابی اور کامرانی کی خبریں سنیں گے اس پر سلط
جلال الدین خوش ہو کر کہنے لگا۔

اورخان میرے بھائی خداوند قدوس تیری زبابن مبارک کرے میں سمجھتا ہوں
اور پاسبان دونوں ایک ہی خیالات رکھنے والے جاں نثار اور سرفروش ہو۔ اگر
دونوں کا یہی ارادہ ہے تو میں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اصفہان کے نواح ہی
پڑاؤ کرتا ہوں تم دونوں بھائی اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ تھوڑی دیر تک جرجان
طرف کوچ کر جاؤ۔ اور الک خان کے لشکر کی راہ روک کھڑے ہو۔

اور سنو میرے دونوں بھائیوں تمہاری راہبری تمہاری راہنمائی اور تمہار
حفاظت کے لئے میں نے پہلے سے اپنے کچھ جاسوس جرجان کی طرف روانہ کر د
ہیں وہ تمہیں بروقت منگول لشکر کے محل وقوع اور اس کی نقل و حرکت سے
آگاہ کریں گے میرے خیال میں تم جرجان کی طرف کوچ کر جاؤ۔ اورخان اور پاسبا
کے سپہ سالار دونوں نے سلطان جلال الدین کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ تھوڑی

د دونوں اپنے لشکر کو لے کر اصفہان کے نواح سے جرجان کی طرف کوچ کر رہے

اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار دونوں اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ اصفہان
کل کر کاشان اور پھر رے سے ہوتی ہوئی جرجان شہر کی طرف جانے والی شاہراہ
ی تیزی سے فاصلوں کو سمیٹتے ہوئے منگولوں کے لشکر کی طرف بڑھ رہے تھے۔
وہ جرجان سے تھوڑے فاصلہ پر پہنچے تو انہیں اپنے مخبر دکھائی دیئے۔ انہیں دیکھتے
ورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے فضا میں جھنڈیاں بلند کرتے ہوئے اپنے
لشکر کو رک جانے کا اشارہ کر دیا تھا۔ یہ اشارہ ملتے ہی اورخان اور پاسبانوں کے
سالار کے پیچھے دونوں کے لشکر رک گئے۔ اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار ان
کو پہچان چکے تھے۔ اس لئے کہ وہ سلطان جلال الدین کے مخبر تھے۔ دونوں
ں کے رک جانے پر وہ تینوں سوار نزدیک آئے پھر ان میں سے ایک سوار بولا
کہنے لگا۔

سلطان جلال الدین کے عظیم سالارو۔ ہم تمہارے لئے ایک انتہائی اہم اور
ر خبر رکھتے ہیں اور وہ یہ کہ منگول اس سے پہلے جرجان اور طبرستان کے درمیانی
ں میں لوٹ مار کرتے ہوئے تباہی پھیلاتے رہے ہیں=۔ اس لوٹ مار کے نتیجے میں
ں نے اپنے پاس ان گنت اور بے شمار مال و دولت جمع کر لیا ہے اور اس وقت یہ
ل لشکر جرجان شہر کے صرف دس میل شمال میں پڑاؤ کئے ہوئے ہے۔ وہاں سے
کر وہ سمرقند کی طرف روانہ ہو گا۔ جہاں چنگیز خان کے بیٹے چغتائی نے اپنے لشکر
ساتھ قیام کر رکھا ہے۔ ایک خبر ہم آپ کو یہ بھی پہونچائیں کہ چنگیز خان کے
چغتائی نے ہمارے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد اپنے چند قاصد اپنے مرکزی شہر
رم روانہ کر رکھے ہیں اور وہاں سے اس نے مزید کمک مانگی ہے۔ تاکہ وہ سلطان
ل الدین پر فیصلہ کن ضرب لگا کر سلطان کو یا تو ان علاقوں سے مار بھگائے یا اس کا
نہ کر دے اس پر اورخان بولا اور کہنے لگا۔

سنو۔ ہمارے جانثار ساتھیو۔ تمہاری بڑی مہربانی کہ تم لوگوں نے ہمیں یہ خبریں
نچائیں۔ اب تم لوگ وہاں تک ہماری رہنمائی کرو جہاں منگولوں کے لشکر نے پڑاؤ

کر رکھا ہے۔ ہم ان پر شب خون ماریں گے۔ بلکہ دن کی روشنی میں ان پر حملہ آور ہو کر ان سے مسلم علاقوں میں لوٹ مار کرنے کا انتقام لیں گے۔ یہاں تک کہنے کے بعد اورخان تھوڑی دیر کے لئے رکا پھر وہ پاسبانوں کے سپہ سالار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

پاسبان۔ میرے عزیز بھائی۔ کیا ایسا ممکن نہیں کہ پہلے میں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ منگول سردار الک خان کے لشکر سے ٹکراؤں۔ اتنی دیر تک تم کسی گھات میں بیٹھے رہو۔ الک خان مجھے اپنے سامنے مختصر سے لشکر کے ساتھ دیکھ کر شیر ہو جائے گا اور بڑھ چڑھ کر مجھ پر حملہ آور ہونے اور گھیرنے کی کوشش کرے گا۔ تم جب دیکھو کہ منگول پوری طرح میرے ساتھ جنگ میں مصروف ہو گئے ہیں تو گھات سے نکل کر ان کی پشت پر حملہ آور ہو جانا۔ اس طرح جس وقت وہ افراتفری ہوتے ہوئے اپنے لشکر کی توجہ اپنی پشت پر بھی کرنے کی کوشش کریں گے تو میں اپنے حملوں میں تیزی پیدا کر دوں گا اور یوں اس دو طرفہ حملے سے مجھے امید ہے کہ ہم منگولوں کو پیس کر رکھ دیں گے۔ جواب میں پاسبانوں کا سپہ سالار مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

اورخان میرے بھائی۔ یہ تجویز بہت اچھی ہے بشرطیکہ جس جگہ منگولوں نے پڑاؤ کر رکھا ہے وہاں گھات میں بیٹھنے کی کوئی معقول جگہ ہو۔ اس پر اورخان نے مخبروں کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا جس جگہ منگول لشکر نے پڑاؤ کر رکھا ہے کیا اس کے گرد نواح میں گھات میں بیٹھنے کی کوئی جگہ ہے۔ اس پر مخبر بولا اور کہنے لگا۔ سیف الدین کے بیٹے۔ جس جگہ منگول لشکر نے پڑاؤ کیا ہوا ہے اس کے دو اطراف میں کھلے اور چٹیل میدان ہیں جبکہ دو اطراف میں کوہستانی سلسلہ ہے۔ جس میں یقیناً کوئی لشکر گھات میں بیٹھ کر منگولوں کے لئے مصیبت کا باعث بن سکتا ہے۔ اس مخبر کا جواب سن کر اورخان اور پاسبانوں کے سالار دونوں کے چہروں پر خوش کن مسکراہٹ بکھر گئی تھی پھر اورخان بولا اور پاسبانوں کے سالار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

پاسبان میرے بھائی۔ ان مخبروں میں سے کچھ میرے ساتھ رہنے دو کچھ تم اپنے ساتھ لے جاؤ۔ اور ان کی رہنمائی میں تم منگول لشکر کی پشت کی طرف گھات میں جاؤ۔ جبکہ میں سامنے کی طرف سے ایک مخبر کی رہنمائی میں ان سے ٹکرانے

ا کرتا ہوں۔ اس پر پاسبانوں کا سپہ سالار بولا اور کہنے لگا۔

ورخان۔ منگولوں سے جنگ کرنے کا لائحہ عمل تو طے ہو چکا۔ میں تمہارے یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ تم جانتے ہو کہ ہمارے دونوں کے لشکروں میں اس ہت سے سپاہیوں اور سالاروں کے ساتھ ان کی بیویاں بھی شامل ہیں۔ میری ہے کہ جب تم منگولوں پر حملہ آور ہو۔ تو ساری عورتوں کو اپنے لشکر کی پشت کی ہی رکھنا۔ اس طرح وہ عورتیں تکبیریں بلند کرتے ہوئے ایک طرح سے اپنے ں کا حوصلہ بھی بلند کریں گی اور محفوظ بھی رہیں گی۔ میں بھی ایسا ہی کروں گا۔ ن نے پاسبانوں کے سپہ سالار کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ پاسبانوں کے سپہ سالار د مخبروں کو اپنی رہنمائی کے لئے اپنے ساتھ رکھا اور اپنے لشکر کو علیحدہ کرتا ہوا گیا تھا جبکہ اورخان اپنے حصے کے لشکر کو لے کر ایک مخبر کی رہنمائی میں منگولوں ٹکرانے کے لئے آگے بڑھا تھا۔

○

منگول چونکہ گزشتہ کئی ہفتوں سے طبرستان اور جرجان کے علاقوں میں غارت ں اور لوٹ مار کا بازار گرم کئے ہوئے تھے اور کسی بھی قوت نے ان سے ٹکرانے وشش نہ کی۔ اس دوران سلطان جلال الدین قتلغ خان کے ساتھ جنگ کے لئے قدمی اور واپسی کے لئے سفر میں مصروف رہا تھا۔ اس طرح ان علاقوں میں لوں نے لوٹ مار کر کے بیشمار سامان حاصل کر لیا تھا۔ اب وہ بے فکر تھے کہ ان قوں میں کوئی مسلم قوت ایسی نہیں جو ان سے مزاحمت کرے یا ان پر حملہ آور ہو۔ اورخان اچانک اپنے لشکر کے ساتھ ان کے سامنے نمودار ہوا تو منگول چونک کر ٹھ گئے۔ فوراً انہوں نے اچانک اپنے ہتھیار سنبھال لئے اور اورخان کے ساتھ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ اورخان نے بھی منگولوں کے سامنے آتے ہی اپنے کر کی صفیں درست کرنا شروع کر دی تھیں ادھر منگول سردار الک خان نے دیکھا کہ انوں کا ایک چھوٹا سا لشکر اس سے ٹکرانے کے لئے آیا ہے تو وہ بڑا مطمئن بڑا فکر سا رہا۔ جنگ کی ابتدا کرنے کے لئے اپنے لشکر کی صفیں درست کرنے لگا تھا۔

دوسری طرف اورخان بھی اپنی صفیں استوار کر چکا تھا۔

جب دونوں لشکروں کی صفیں درست ہو چکیں تو منگولوں کا سردار اپنے گھوڑ کو ایڑ لگا کر دوڑتا ہوا میدان میں آیا اور پھر للکار کر کہنے لگا۔ ہماری راہ روکنے وال تمہارا جو سالار ہے وہ سامنے آئے میں اس سے اہم گفتگو کرنا چاہتا ہوں اورخان اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور آگے بڑھتے ہوئے اس نے الک خان کے قریب ہی ا گھوڑے کی باگیں کھینچ لیں۔ گھوڑے کو روکا پھر اس کا کالے رنگ کا وحشی گھوڑا دو دفعہ بری طرح ہنہناتے ہوئے اور اگلی ٹانگیں اٹھاتے ہوئے فضاؤں کے اندر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس موقع پر اورخان نے اپنے گھوڑے کی گردن تھپتھپائی گھوڑے ہنہنانا بند کر دیا اور چاروں ٹانگوں پر کھڑے ہوتے ہوئے وہ عجیب انداز میں بے م کا اظہار کرتے ہوئے کلیلیں کرنے لگا تھا۔ اس موقع پر منگولوں کا سردار الک خان اور اورخان کو مخاطب کر کے پوچھنے لگا۔

یہ جس لشکر کے ساتھ تم نے ہم سے ٹکرانے کا عزم کیا ہے یہ لشکر کس کا اور تمہارا نام کیا ہے۔ اس پر اورخا بولا اور کہنے لگا۔ بحمد اللہ ہم سب مسلمان ہیں رکھو میرا نام اورخان ہے یقیناً" تم نے اور تمہارے منگول ساتھیوں نے میرا نام سن رکھا ہو گا۔ اس پر وہ منگول سردار جس کا نام الک خان تھا کسی قدر فکر مندی اورخان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ یقیناً" تمہارا نام ہم نے تمہارے سلطان الدین کے نام کے ساتھ سن رکھا ہے۔ تم وہی اورخان ہو جسے ہمارے سردار کی بیٹی پسند کرتی تھی۔ اس پر اورخان بولا اور کہنے لگا سن الک خان۔ کرتی تھی کرتی ہے۔ وہ اب بھی مجھے پسند کرتی ہے اس پر الک خان بولا اور پوچھنے لگا کیا سکتے ہو طیان ان دنوں کہاں ہے۔ اس پر اورخان برہمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے لگا۔ تمہیں طیان سے کیا غرض۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے سامنے اس لئے ہیں تاکہ ایک دوسرے سے ٹکرائیں۔ اور فیصلہ کریں کہ کون غالب اور کون مغ رہتا ہے۔ اس پر الک خان بولا اور کہنے لگا میں نے تمہیں اسی لئے بلایا تھا کہ حملہ آور ہونے سے پہلے میں جان سکوں کہ تم کون ہو اس لئے کہ اگر تم اور تمہا لشکری ہمارے ہاتھوں مارے جائیں تو ہم اپنے خان چغتائی کو یہ نہ بتا سکیں گے کہ

ارے ہاتھوں مارا گیا۔ اب چونکہ میں جان چکا ہوں کہ تم اورخان ہو لہٰذا اب میں حملہ آور ہوں گا اور تمہیں بتاؤں گا کہ منگول جب کسی پر حملہ آور ہوتے ہیں تو یوں کی طرح اس پر چھا جاتے ہیں۔ الک خان کے خاموش ہو جانے پر اورخان بولا ر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سن الک خان۔ کیا ایسا ممکن نہیں کہ تو میرے ساتھ انفرادی مقابلہ کرے۔ اس طرح دونوں لشکروں کو آپس میں ٹکرانے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے گی۔ اگر میں تیرے ساتھ مقابلے میں ہار جاؤں تو میری گردن کاٹ دینا اور میرا لشکر شکست تسلیم کرتے ہوئے یہاں سے چلا جائے گا اور اگر میں تجھ پر غالب رہا تو تیری گردن کاٹ دوں گا تیرے لشکر کو شکست تسلیم کرنا ہو گی اور اپنی ہر شئے یہیں رکھ کر یہاں سے چلا جانا ہو گا۔ اس پر الک خان اورخان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھ اورخان۔ اول تو ہم منگول انفرادی مقابلے کے قائل ہی نہیں ہیں یہ طریقہ تو مسلمانوں کے یہاں رائج ہے۔ دوسرے یہ کہ تم مجھے انفرادی مقابلے کی پیشکش اس لئے کر رہے ہو کہ تم جانتے ہو کہ تمہارے ساتھ جو لشکر ہے وہ میرے لشکر کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر ہے۔ اور میرے لشکر کی تعداد تمہارے لشکر سے کافی بڑی ہے۔ اس لئے تمہیں خطرہ اور خدشہ ہے کہ جنگ کی صورت میں تمہاری شکست یقینی ہو گی۔ اس پر اورخان بولا اور کہنے لگا۔

دیکھ الک خان یہ تو وقت بتائے گا کہ اس جنگ کے نتیجے میں کون غالب اور کون مغلوب رہتا ہے۔ کون کامیاب اور کون شکست خوردہ ہوتا ہے۔ دیکھ اگر تو میرے ساتھ انفرادی مقابلہ نہیں کرنا چاہتا تو واپس لشکر میں چلا جا۔ اس کے بعد دونوں لشکر آپس میں ٹکرانے کے بعد فیصلہ کریں گے کہ فاتح کون اور مفتوح کون ہے۔ اورخان کے ان الفاظ کے ساتھ ہی الک خان نے اپنے گھوڑے کو موڑا اور اسے سرپٹ دوڑاتا ہوا اپنے لشکر کی طرف چلا گیا تھا جبکہ اورخان اپنے لشکر میں واپس آ گیا تھا۔

○

تھوڑی دیر بعد جنگ شروع ہوئی ابتدا منگول سردار الک خان نے کی تھی۔ پھر وہ

اپنے لشکر کے ساتھ قریب سحر میں زندگی کی تڑپ، اجل کے سیاہ خانوں میں اندھیری رات، اور شام کی وادیوں میں بھیانک کھنڈرات کی مہیب فضاؤں کی طرح اورخان اور اس کے لشکریوں پر حملہ آور ہوا تھا۔ اورخان نے بھی کمال جراتمندی۔ کمال جنگی مہارت کا مظاہرہ کرتے ہوئے الک خان کے اس خوفناک حملے کو روک دکھایا تھا اس کے بعد اورخان جوابی حملے کی ابتدا کی۔ اور وہ سیاہ بختی کے سایوں میں اٹھتی قرنوں کی آوازوں کی طرح تکبیریں بلند کرتا ہوا خود بھی آگے بڑھا اور اپنے لشکریوں کو بھی نئے انداز میں حملہ آور ہونے کا حکم دیا تھا۔ اورخان کے پیچھے پیچھے اس کے لشکری بھی سرفروشوں اور صف شکنوں کی کوندتی تلواروں، کوہ و دمن کے فاتحوں کے سنسناتے تیروں، پرتولے آبروئے جان و تن اور آس کے تنہا جنگ میں دکھ کے چارے۔ درد کے ستارے۔ اور دھاروں دھار برستے مینہ کی طرح منگولوں پر حملہ آور ہوتے ٹوٹ پڑے تھے۔ جس طرح اورخان نے منگولوں کے خوفناک حملے کو روکا تھا اس کے بعد اس نے جوابی حملہ کیا تھا اس کے انداز سے منگول سمجھ گئے کہ ان کے سامنے آنے والا دشمن انتہائی سخت جان جنگجو اور بہترین حرب و ضرب کی مہارت رکھتا ہے۔ اب الک خان نے دیکھا کہ اورخان اور اس کے لشکریوں کو ہم ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹا سکے لہٰذا اس نے لمحہ بہ لمحہ اپنے لشکر کو دائیں بائیں طرف پھیلاتے ہوئے ایک طرح سے اورخان کے لشکر کا گھیراؤ کرنا شروع کر دیا تھا۔ الک خان نے ایسا کرنا اس لئے شروع کیا تھا تاکہ اورخان اور اس کے لشکریوں کو یہ احساس ہو جائے کہ منگول انہیں گھیرنے کی کوشش کر رہے ہیں اس طرح وہ بدحواس ہو جائیں گے اور افراتفری کا شکار ہو کر میدان جنگ چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

لیکن الک خان اور اس کے تحت لڑنے والے منگولوں کی بدقسمتی کہ عین اس وقت جبکہ وہ اورخان اور اس کے لشکریوں کے ساتھ جنگ کرنے میں بری طرح مصروف تھے قریبی کوہستانی سلسلے کے اندر سے پاسبانوں کا سپہ سالار اپنے لشکر کے ساتھ وقت کے فاصلوں میں منزل کی گرد کی طرح نمودار ہوا۔ اپنے شانوں پر بادل اٹھائے چیختی چلاتی ہواؤں کی طرح آگے بڑھا پھر وہ وحشتوں کے غبار، شوق کے سلسلوں، طوفانوں کے شباب اور موجوں کے پیچ و تاب کی طرح منگولوں کے لشکر پر

ی پشت کی طرف سے حملہ آور ہو گیا تھا۔ منگولوں پر حملہ آور ہوتے ہوئے نوں کے سپہ سالار اور اس کے ساتھیوں نے قدم قدم پر عظمتوں کے لالہ زار نوں کے شاہکار کھڑے کر دیئے تھے۔

سامنے کی طرف سے اورخان پہلے ہی حملہ آور ہو کر انہیں زخم زخم کر رہا تھا اور ب پشت کی طرف سے پاسبانوں کے سپہ سالار نے بھی حملہ آور ہو کر انہیں لخت ں کرنا شروع کیا تو میدان جنگ کی حالت پھٹے چولے، دریدہ لباس، آندھیوں میں ی یادوں اور سوچوں کے پت جھڑ جیسی ہو کر رہ گئی تھی۔ میدان جنگ میں بار بار ں فشار تلواریں صاعقہ بردار بھالے۔ تقدیر کے فیصلے اٹھائے خون آلود ڈھالیں بار بلند ہو کر ڈوب رہی تھیں۔

جرجان شہر کے نواح میں گھمسان کا رن پڑ گیا تھا۔ پاسبانوں کے سپہ سالار کے ۔ آور ہونے سے پہلے منگولوں کا سردار الک خان بڑا خوش اور مطمئن تھا اور اسے ید تھی کہ وہ اپنے سامنے آنے والے اورخان کے لشکر کو شکست دینے میں زیادہ دیر یں لگائے گا۔ لیکن جب اورخان اس کے سامنے جم گیا اور الک خان کافی دیر جنگ رنے کے بعد بھی اسے پسپا نہ کر سکا۔ الک خان اندیشوں اور وسوسوں کا شکار ہو گیا ا۔ پھر جب اس کے بعد اس کی پشت کی طرف سے پاسبانوں کا سپہ سالار بھی حملہ ور ہو گیا تو اس حملے نے الک خان کی ساری امیدوں کو ناامیدیوں میں بدل کر رکھ دیا ۔ پاسبانوں کے سپہ سالار کے حملہ آور ہونے کے بعد الک خان نے بڑی تیزی سے پنے لشکر میں تبدیلی کرنا شروع کی تاکہ کچھ لشکر اورخان کے ساتھ برسرپیکار رہے اور کچھ لشکری مڑ کر پاسبانوں کے سپہ سالار کے سامنے جم جائیں اس تبدیلی اور لشکریوں کو آگے پیچھے کرنے کی وجہ سے اورخان نے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور اپنی پوری قوت اور طاقت مجتمع کرتے ہوئے منگولوں پر حملہ کر دیا تھا۔ اس طرح اس نے اس نئے اور تازہ حملے میں منگولوں کی کئی صفیں روند کر رکھ دیں تھیں۔ اتنی دیر تک پشت کی طرف ے پاسبانوں کا سپہ سالار بھی الک خان کے لشکر کے ایک کافی بڑے حصے کو بری طرح ادھیڑ کر خون آلود کر چکا تھا۔ الک خان دیکھ رہا تھا کہ وہ بہ یک وقت دونوں طرف کے حملوں کو روکنے میں بری طرح ناکام رہا ہے۔ اور یہ کہ اس کے منگولوں کا قتل عام

شروع ہو چکا ہے۔ ایک بار آخری کوشش کے طور پر الک خان نے پھر جدوجہد کی کہ اس کے لشکری دونوں طرف کے حملے کے سامنے جم جائیں لیکن جب اسے اس کوشش میں بھی ناکامی ہوئی تو الک خان نے پہلو کی طرف سے اپنے لشکر کو نکالا اور اپنے بچے کھچے لشکر کو نکال کر وہ اس شاہراہ پر بھاگ کھڑا ہوا جو قزوین۔ الموت ویلم سے ہوتی ہوئی جرجان کے پاس سے نیشا پور اور مشہد سے ہوتی ہوئی مرو شہر کی طرف چلی گئی تھی۔

اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے اپنے آگے آگے بھاگتے الک خان کے لشکر کا کچھ دور تک تعاقب کر کے اس کے لشکریوں کا مزید قتل عام کیا پھر وہ واپس لوٹ آئے۔ الک خان اپنے لشکر کے چھوٹے سے بچے کھچے حصے کو لے کر سمرقند کی طرف بھاگ گیا تھا۔ جبکہ اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار واپس اس جگہ جا رہے تھے جہاں جنگ ہوئی تھی۔

اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے اپنے لشکروں کو اس جگہ آن روکا جہاں تھوڑی دیر قبل تک منگولوں کا پڑاؤ تھا۔ ان کی ہر شئے دور دور تک بکھری ہوئی تھی بے شمار سامان تھا جس کے وہاں ڈھیر لگے ہوئے تھے وہ سارا سامان تھا جو منگول طبرستان اور جرجان کے علاقوں میں قتل و غارت گری اور لوٹ مار کرتے ہوئے حاصل کرتے رہے تھے۔ اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار تھوڑی دیر تک اس سامان کو بڑے غور سے دیکھتے رہے اور ان دونوں کے چہروں پر مسکراہٹ تھی۔ ان دونوں میں سے کوئی مخاطب ہو کر کسی سے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اسی دوران پشت کی جانب سے طیان گھوڑا دوڑاتی ہوئی آئی اس کے ساتھ پاسبان کی بیوی بھی تھی جس نے حسب معمول اپنے چہرے پر سرخ رنگ کا نقاب ڈال رکھا تھا جس کی وجہ سے چہرہ پہچانا نہیں جاتا تھا۔ دونوں نے آ کے اپنے گھوڑوں کو اورخان اور پاسبان کے سامنے روکا۔ دونوں نے باری باری اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کو اس شاندار فتح کی مبارک باد دی۔ اس کے بعد طیان پھر بولی اور کہنے لگی۔

آپ دونوں بھائیوں نے ثابت کر دیا ہے کہ منگول ناقابل شکست نہیں ہیں۔ مسلمان اگر اپنے اندر اتحاد۔ اتفاق اور یک جہتی پیدا کر لیں تو منگول ان کے سامنے

نے میں کہیں بھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اس کا ثبوت تھوڑی دیر پہلے جرجان ح میں ہونے والی اس جنگ میں پیش کیا جا چکا ہے۔ اتنا کہنے کے بعد طیان دیر کے لئے رکی پھر وہ بولی اور کہنے لگی اب آپ دونوں بھائیوں کا کیا ارادہ پر اورخان بولا اور کہنے لگا۔ ہمارا ارادہ کیا ہونا ہے۔ یہ منگولوں کے پڑاؤ کی ہر ہیں اور یہاں سے اصفہان کی طرف کوچ کرتے ہیں۔ اس بار پاسبانوں کے رکی بیوی بولی اور اورخان کو مخاطب کر کے پوچھنے لگی۔

رخان میرے بھائی کیا ایسا ممکن نہیں کہ لشکر کو یہاں پڑاؤ کرنے کا حکم دیا جائے لر کے کھانے اور آرام کا بندوبست کیا جائے۔ اس پر اورخان کے بجائے کا سپہ سالار بولا اور کہنے لگا۔

ا ممکن نہیں ہے۔ اگر ہم یہاں پڑاؤ کرتے ہیں تو ہمارے لئے خطرات کھڑے ہیں۔ پڑاؤ اور کھانے کی صورت میں لشکری ہتھیار اتاریں گے اور اس موقع پر ولوں نے پلٹ کر ہم پر حملہ کر دیا تو وہ ہمارے لئے انتہائی جان لیوا ہو گا لہٰذا نگولوں کا چھوڑا ہوا یہ سارا سامان سمیٹ کر فورا" یہاں سے کوچ کر جانا چاہئے مناسب اور محفوظ جگہ جا کر پڑاؤ کر کے اپنے لشکر کے کھانے اور آرام کا ت کرنا ہو گا تاہم جبکہ لشکری منگولوں کے پڑاؤ کا سامان نہیں سمیٹتے تم سب کو اپنے ساتھ ملاؤ اور جنگ میں زخمی ہونے والوں کی مرہم پٹی کر دو۔ اس کے ب سے کوچ کیا جائے گا۔ پاسبانوں کے سپہ سالار کے اس فیصلے کے بعد طیان بان کی بیوی دونوں وہاں سے ہٹ گئیں تھیں اور دوسری عورتوں کو اپنے ساتھ خمیوں کی مرہم پٹی کرنے لگیں تھیں۔ اورخان اور پاسبانوں کے سالار دونوں اگر منگولوں کے پڑاؤ کا سارا سامان سمیٹا تھوڑی دیر بعد لشکر اصفہان کی طرف وچ کر رہا تھا۔

رخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار دونوں اپنے اپنے لشکر کے ساتھ اصفہان شہر ح میں اس جگہ پہونچے جہاں سلطان جلال الدین نے پڑاؤ کر رکھا تھا۔ سلطان لدین دونوں فاتحوں کا استقبال کرنے کے لئے اپنے پڑاؤ سے باہر نکلا۔ سلطان کو وئے اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار دونوں اپنے گھوڑوں سے اتر گئے تھے۔

اور بڑی تیزی سے وہ سلطان کی طرف بڑھے انہوں نے دیکھا کہ سلطان جلال الدین کے ساتھ ان کا وزیر شرف الملک اور کاتب ابن احمد بھی موجود تھے۔ اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار دونوں آگے بڑھے اور باری باری سلطان جلال الدین کے علا شرف الملک اور کاتب ابن احمد سے بھی بغل گیر ہوئے۔ اس موقع پر اورخان نے سلطان جلال الدین کے وزیر شرف الملک کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا شرف الملک آپ کب تبریز سے اصفہان پہونچے اس پر شرف الملک کے بجائے سلطان جلا الدین نے اورخان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اورخان میرے بھائی۔ تم دونوں کی غیر موجودگی میں ایک اور بری خبر ملی ہے۔ ابھی میں تم دونوں سے اس کا ذکر نہیں کروں گا۔ پہلے تم دونوں اپنے لشکر کو پڑاؤ کر کا حکم دو۔ آج کا دن آرام کرو۔ کل میں تم دونوں کو اپنے خیمے میں بلاؤں گا پھر تفصیل کے ساتھ تمہیں سناؤں گا۔ بہرحال تم فکر مند اور پریشان نہ ہونا۔ یہ خبر بری نہیں ہے میرے خیال میں اب تم دونوں اپنے لشکر کا پڑاؤ کرو اور آرام کرو۔ ا موقع پر اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے کچھ کہنا چاہا پر سلطان۔ شرف الملک اور ابن احمد کے ساتھ پیچھے ہٹ گئے تھے لہٰذا اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار آرام کرنے کے لئے اپنے اپنے لشکروں کو پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

جب خیمے نصب ہو چکے تو اورخان اور طیان دونوں میاں بیوی اپنے خیمے داخل ہوئے۔ طیان خیمے کا سامان درست کرنے لگی جب کہ اورخان باہر نکلا اپنے طیان کے گھوڑے کو اپنے خیمے کے قریب ہی اصطبل کی طرح استعمال کئے جانے وا چھپر تلے باندھا زینیں دونوں کی اتار کر اس نے علیحدہ کر دیں پھر ایک گھو کھریرہ کرنے لگا تھا۔ اس موقع پر طیان تقریباً" بھاگتی ہوئی خیمے سے نکلی اور د کھریرہ اٹھا کر وہ دوسرے گھوڑے کو کرنے لگی تھی اورخان نے تھوڑی دیر تک نگاہوں سے طیان کی طرف دیکھا پھر وہ آگے بڑھا۔ طیان کا ہاتھ پکڑ کر اس نے اس سے لے لیا پھر بڑے پیار سے اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔ دیکھ طیان۔ تو خیمے کے اندر جا کر آرام کر۔ تھک گئی ہو گی۔ میں دونوں گھوڑوں کو کھریرہ ک ہوں۔ اس پر طیان نے بڑے پیار سے اورخان کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہنے لگی اگر میں

ں تو آپ مجھ سے زیادہ تھکاوٹ محسوس کر رہے ہوں گے اس لئے کہ آپ عملی پر جنگوں میں حصہ لیتے رہے ہیں۔ جبکہ میں پیچھے رہ کر آرام ہی کرتی رہی ہوں۔ ے مرہم پٹی کرنے کے میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔ اور پھر میں آپ سے یہ بھی ں کہ آپ کے ساتھ کام کرتے ہوئے میں نے ہمیشہ زندگی کا لطف اٹھایا ہے لہٰذا آپ کے ساتھ یہیں رک کر گھوڑے کو کھریرہ کروں گی۔ اورخان طیان کی اس کو مان گیا دونوں میاں بیوی نے دونوں گھوڑوں کو کھریرہ کیا پھر اس کے بعد ان دانے چارے کا بندوبست کرنے کے بعد وہ خیمے میں آئے اتنی دیر تک ان کے ے باہر پہرہ دینے والا محافظ دونوں کا کھانا لے آیا۔ دونوں کھانے کے لئے بیٹھ ۔ ان کا بندر بھی قریب آ بیٹھا تھا۔ مل کر انہوں نے کھانا کھایا پھر دونوں میاں ں آرام کرنے لگے تھے۔

○

دوسرے روز سلطان جلال الدین نے اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کو اپنے ے میں طلب کیا جب وہ دونوں اکٹھے خیمے میں داخل ہوئے انہوں نے دیکھا خیمے میں ے سے سلطان جلال الدین۔ وزیر شرف الملک۔ کاتب ابن احمد اور کچھ اور چھوٹے لار بیٹھے ہوئے تھے۔ اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار آگے بڑھے اور سلطان ل الدین کے دائیں بائیں نشستوں پر بیٹھ گئے جو ان دونوں کے لئے خالی رکھی گئی ں۔ تھوڑی دیر تک خیمے میں خاموشی رہی اس کے بعد سلطان بولا اور کہنے لگا۔

میرے ساتھیو! میرے عزیزو تم جانتے ہو کہ گزشتہ ہفتوں میں ہم منگولوں اور قلج ن کے خلاف اس قدر مصروف رہے کہ ہمیں سر کھجانے کی فرصت تک نہ ملی چنانچہ اری اسی مصروفیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے گرجیوں نے سارے عہد و پیماں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ہمارے خلاف بغاوت کر دی ہے۔ گرجیوں نے یہیں تک اتفاق ں کیا بلکہ ہمارے ساتھ فیصلہ کن جنگ کرنے کے لئے انہوں نے بہت سے ایسے ائل کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا ہے جو آزادانہ زندگی بسر کرتے آ رہے ہیں۔ ان میں یادہ تر آرمنی، یکری اور قبچاقی شامل ہیں۔ ان قبائل کے علاوہ گرجستان کے باغی

بڑی تیزی سے ادھر ادھر سے بھرتی کرتے ہوئے اپنے لشکر کی تعداد کو بڑی تیزی سے بڑھا رہے ہیں تا کہ ہم پر حملہ آور ہو کر اپنی بغاوت اور سرکشی کو کامیاب بنا سکیں۔ جہاں تک میرا ذاتی خیال ہے میں چاہتا ہوں کہ ہمیں فی الفور گرجیوں کے خلاف حرکت میں آ جانا چاہئے اور انہیں اپنے لشکر کو بڑھانے اور جنگی تیاریاں کرنے کی مزید مہلت نہیں دینی چاہئے۔ یہاں تک کہنے کے بعد سلطان جلال الدین جب خاموش ہوا تو سلطان کا وزیر شرف الملک بولا اور کہنے لگا۔

سلطان محترم جہاں تک مجھے خبریں ملیں ہیں دشمن کی افواج کی تعداد ہم سے کئی گنا زیادہ ہے اور ان دنوں آپ جانتے ہیں کہ اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار منگولوں سے جنگ کرنے کے بعد لوٹ رہے ہیں لہٰذا ہماری سپاہ بھی تھکی ہاری ہے اور اس تھکی ہاری سپاہ کو لے کر پھر گرجیوں کے خلاف جنگ کے لئے نکلنا مصلحت کے خلاف ہے۔

سلطان محترم میری رائے یہ ہے کہ ہمیں موسم بہار تک انتظار کرنا چاہئے۔ اس وقت تک ہماری افواج بھی تازہ دم ہو جائیں گی اس کے علاوہ ادھر ادھر سے بھرتی کرتے ہوئے ہم اپنے لشکر میں کچھ اضافہ بھی کر لیں گے۔ اور ہماری لشکری حیثیت مقابلتاً" مضبوط اور مستحکم ہو جائے گی۔ نیز اس دوران میں ہم چاروں طرف سے دشمن کی ناکہ بندی کر لیں گے اور ایسے ذرائع اختیار کریں گے کہ قرب و جوار سے دشمن اور اس کے لشکریوں اور دیگر حما-تیوں کے لئے رسد اور جانوروں کے لئے چارہ نہ پہنچ سکے اور اس طرح ان کے سپاہی کمزور اور گھوڑے دبلے ہو جائیں گے اور جب ہم موسم بہار میں حملہ آور ہوں گے تو ان کی شکست یقینی ہو جائے گی۔

سلطان جلال الدین اپنے وزیر شرف الملک کی اس نامردانہ' بزدلانہ اور حقیقت کے منافی تجویز اور تفصیل سن کر ایسا غضبناک ایسا برافروختہ ہوا کہ اپنے سامنے پڑی ہوئی ایک دوات اٹھا کر سلطان جلال الدین نے شرف الملک کے سر پر دے ماری پھر سلطان جلال الدین گرجتے ہوئے کہنے لگا۔

"شرف الملک تم بزدل ہو کیا تم مجھے بھیڑوں سے ڈراتے ہو۔ کیا کبھی کوئی شیر بکریوں کے گلہ سے بھی ڈرا ہے۔"

اس کے بعد سلطان جلال الدین نے گرجتی ہوئی آواز میں اپنے وزیر شرف الملک
م دیا کہ وہ فوراً" خیمہ سے اٹھ کر باہر نکل جائے۔ شرف الملک بیچارہ اٹھ کر باہر
یا۔ خیمے سے باہر کھڑا ہو کر پچھتاتا رہا اور سوچتا رہا کہ کس طرح سلطان کو راضی
ے۔ یہاں تک کہ بھاگا بھاگا اپنے خیمے میں گیا۔ پچاس ہزار دینار قم لے آیا
ن کے خیمے میں داخل ہوا۔ اس کے سامنے وہ رقم اس نے تاوان کے طور پر پیش
ر معافی طلب کی۔ اس طرح اس وقت تک سلطان کا غصہ ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ لہٰذا
الملک کو سلطان نے معاف کر دیا ہے تب وہ بولا اور سلطان جلال الدین کو
ب کر کے کہنے لگا۔

سلطان محترم جس وقت میں آپ کے خیمے سے نکلا میں نے دیکھا کہ آپ کے
ے باہر ابو یوسف کھڑا تھا وہ بغداد سے لوٹ آیا ہے اور اس بت کو وہ تلاش کرنے
ناکام رہا ہے جس کی تلاش میں وہ گیا تھا۔ وہ آپ سے ملنا چاہتا تھا لیکن چونکہ
اپنے سالاروں کے ساتھ خیمے میں صلاح مشورہ کر رہے ہیں لہٰذا محافظوں نے
باہر ہی روک رکھا ہے۔ اس پر سلطان جلال الدین بولا اور شرف الملک کو
ب کر کے کہنے لگا۔ یہ ابو یوسف ایک ناکارہ اور فضول قسم کا انسان ہے میں اس
کی تجویز پر اتفاق نہیں کرتا تم خود باہر جاؤ اسے کچھ رقم دو اور فارغ کر دو۔ اور
ے کہنا کہ میں اس سے ملنا پسند نہیں کرتا۔ اس پر شرف الملک خیمہ سے باہر
گیا تھا۔ شرف الملک کے جانے کے بعد پاسبانوں کے سپہ سالار نے تجسس آمیز
ں سے سلطان جلال الدین کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ سلطان محترم یہ ابو یوسف
ہے اور یہ کونسا بت تلاش کرنے کے لئے بغداد کی طرف گیا تھا۔ اس پر سلطان
ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا پھر وہ کہنے لگا۔ اس سارے چکر کو میرے پاسبان بھائی!
خان تفصیل سے جانتا ہے بہرحال تمہیں اس کی خبر نہیں لہٰذا میں تمہیں اس کی
یل بتاتا ہوں۔

یہ ابو یوسف بہترین عالم ہونے کے علاوہ ایک عمدہ ساحر اور جادوگر بھی
ل کیا جاتا ہے۔ میرے باپ سلطان علاؤ الدین کے زمانے میں اس ابو یوسف کی
ی قدر و منزلت اور بڑی عزت تھی اس لئے کہ میرا باپ اسے پسند کرتا تھا اور اسے

اپنا مقرب بنا رکھا تھا۔ جن دنوں میرے والد علاؤ الدین کے تعلقات بغداد کے خلیفہ کے ساتھ نہایت نازک صورت اختیار کر گئے اور خلیفہ بغداد کے خلاف میرے باپ کی مہم ناکام ہو گئی ان دنوں ایک روز یہ ابو یوسف میرے باپ کے سامنے حاضر ہوا یہ شخص دستور کے مطابق ٹونے ٹوٹکوں کا بڑا ماہر خیال کیا جاتا ہے۔

اس نے بغداد کے خلیفہ کا ایک بت بنایا اور میرے باپ سلطان علاؤ الدین کو مشورہ دیا کہ اگر اس بت کو کوئی شخص بغداد لے جا کر کسی مکان میں دفن کر آئے تو جادو کی تاثیر سے خلیفہ کسی مصیبت میں مبتلا ہو جائے گا چونکہ میرے والد سلطان علاؤ الدین خلیفہ بغداد سے سخت ناراض و نالاں تھے اس لئے وہ خلیفہ کو نقصان پہنچانے کے لئے فوراً اس امر پر آمادہ ہو گئے چنانچہ انہوں نے ابو یوسف کو ہی بھیجا کہ وہ بغداد جا کر خلیفہ کا بت کسی مناسب جگہ دفن کر آئے۔ پس یہ ابو یوسف بغداد گیا اور ایک مکان کے اندر خلیفہ کا بت نصب کر آیا۔

پر زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ میرے والد سلطان علاؤ الدین کا اپنا ستارہ گردش میں آگیا۔ جب میرے والد سلطان علاؤ الدین فوت ہو گئے تو ان کے کچھ ساتھیوں اور دیگر لوگوں میں یہ چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں کہ چونکہ سلطان علاؤ الدین نے خلیفہ بغداد کے خلاف جادو کروایا تھا لہٰذا اس کی تاثیر الٹی پڑ گئی ہے اور خود سلطان علاؤ الدین اس کی لپیٹ میں آگیا ہے۔ اب مصیبت کے اس چکر سے چھٹکارے کی صرف یہ صورت ہے کہ کسی کو وہاں بھیجا جائے جو اس بت کو وہاں سے نکال کر واپس لے آئے تاکہ آفت ٹل جائے۔

سنو میرے ساتھیو ہر چند میں ان توہمات اور ٹونے ٹوٹکوں کا قائل نہیں ہوں لیکن لوگوں کے دلوں سے خدشوں کو دور کرنے کے لئے میں نے اس ابو یوسف کو وہ بت نکالنے کے لئے بغداد کی طرف روانہ کیا تھا اب چونکہ یہ شخص اس بت کو تلاش کرنے اور حاصل کرنے میں ناکام رہا ہے۔ لہٰذا میں نہیں چاہتا کہ اس سے ملوں اس لئے کہ میں اس کے ٹونے ٹوٹکوں کا قائل نہیں ہوں بہرحال میرا باپ اس کا بہت معترف تھا۔ یہاں تک کہنے کے بعد سلطان جلال الدین خاموش ہو گیا اتنی دیر تک شرف الملک بھی ابو یوسف کو فارغ کرنے کے بعد دوبارہ سلطان کے سامنے آکے بیٹھ

فا۔ اس کے بعد سلطان جلال الدین پھر بولا اور کہنے لگا۔

سنو میرے ساتھیو! گو اورخان اور پاسبانوں کے سالار دونوں کے لشکر کل ہی ں کی مہم سے لوٹے ہیں تاہم اس کے باوجود میں پسند کروں گا کہ ہمارے متحدہ و آج ہی گرجستان کی طرف کوچ کرنا چاہئے اس لئے کہ اگر باغی گرجیوں کو ہم رید مہلت دی تو پھر انہیں زیر کرنا ہمارے لئے مشکل ہو جائے گا۔ ایسا نہ ہو کہ ی بغاوت طول پکڑ جائے اور پھر اتنی دیر تک منگول بھی ہمارے سروں پر چڑھ ایسی صورت میں ہمارے لئے دشواریاں ہی دشواریاں ہوں گی اس پر اورخان بولا کہنے لگا۔ سلطان محترم آپ میرے اور پاسبانوں کے سالار کے لشکروں کی تھکاوٹ وئی پرواہ نہ کیجئے ہم دونوں بھائی اپنے اپنے لشکر کے ساتھ آج ہی آپ کے ساتھ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ سلطان نے اورخان کی ان باتوں کو بے حد پسند کیا۔ اور روز سلطان اپنے لشکر کے ساتھ اصفہان سے گرجستان کی طرف کوچ کر گیا تھا

سلطان کے گرجستان پہنچتے پہنچتے باغی گرجیوں نے سلطان جلال الدین کا مقابلہ نے کے لئے لاکھوں پر مشتمل ایک لشکر تیار کر لیا تھا اور لشکر کا کماندرا انہوں نے بہترین جرنیل اور کماندار ایوانی کو بنایا تھا۔ لاکھوں پر مشتمل یہ لشکر لے کر ایوانی جستان کی سرحدوں پر آیا تاکہ سلطان کا اپنی سرحدوں سے باہر ہی مقابلہ کرے سلطان اور اس کے لشکروں کو گرجستان میں داخل نہ ہونے دے۔ سلطان جلال نا بڑی تیزی سے پیش قدمی کرتا ہوا ایوانی کے لشکر کے سامنے آکر خیمہ زن ہوا انہیں اپنے مخبروں کے ذریعہ پتا چلا کہ گرجستانیوں کے سپہ سالار ایوانی کے لشکر اس وقت تمیں ہزار قبچاقی سپاہی بھی شامل ہیں جن کا سالار ایک شخص قباچہ ہے۔ چونکہ سلطان جلال الدین کی دادی اور سلطان علاؤ الدین کی والدہ ترکان نا کا تعلق بھی اسی قبچاقی خاندان سے تھا لہٰذا سلطان جلال الدین کو بہت دکھ ہوا یہ قبچاقی بھی اس کے خلاف لڑنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ یہ صورت دیکھتے ہوئے سلطان نے اپنے لشکر میں سے ایک شخص تشقر کو طلب کیا یہ شخص بھی قبچاقی تھا اس تشقر کو سلطان جلال الدین نے روٹی کے ایک ٹکڑے پر تھوڑا نمک رکھ کر دیا اور کہا کہ میری طرف سے یہ روٹی اور نمک قبچاقیوں کے کماندار

قباچہ خان کو پیش کرنا اور کہنا۔

"کیا تم آج میری نوازشات کا صلہ دینے آئے ہو کیا بھول گئے کہ جب سلطان علاؤ الدین مرحوم زندہ تھے تو میں نے تمہیں کتنی بار ان کی گرفت سے بچایا ورنہ وہ تمہیں پیس کر رکھ دیتے کیا احسان کا بدلہ یوں ہی چکایا جاتا ہے۔"

سلطان جلال الدین کے پیغام کا خاطر خواہ اثر ہوا لہٰذا تیس ہزار قپچاقوں کا کماندار قباچہ خان اپنے لشکر کو لے کر گرجیوں کی فوج سے علیحدہ ہو گیا اور انتظار کرنے لگا کہ جنگ کا اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ جدھر پلڑا بھاری دیکھے گا ادھر ہی شامل ہو جائے گا۔

قباچہ خان کے یوں گرجستھانیوں سے علیحدہ ہو جانے پر سلطان کو بڑا اطمینان اور حوصلہ ہوا اس کے بعد سلطان جلال الدین نے گرجستھانیوں کے سپہ سالار ایوانی کو کہلا بھیجا کہ کیونکہ تمہاری افواج دور دراز کی مسافت طے کر کے آئی ہیں اس لئے ضرور تھکی ہاری ہوں گی تم مناسب خیال کرو تو میری رائے یہ ہے کہ آج کا دن عمومی جنگ کے بجائے انفرادی مقابلہ کے لئے مخصوص کر دیا جائے۔ دونوں طرف سے ایک ایک بہادر میدان میں اترے اور ہر دو افواج کے سامنے اپنے کمال فن کا مظاہرہ کرے۔ اور جس فوج کا بہادر مارا جائے اسی فوج کا دوسرا آدمی اس کی جگہ پہنچ جائے مجھے یقین ہے کہ دونوں سپاہ اس طریقہ جنگ سے بہت محظوظ ہوں گی۔

گرجستھانیوں کا سپہ سالار ایوانی نا تجربہ کاری کی وجہ سے سلطان کی باتوں میں آ گیا اور تمام فوج کو اطلاع دے دی آج صرف انفرادی مقابلے ہوں گے اس لئے تمام لوگ با اطمینان اس مبارزت طلبی سے لطف اٹھائیں۔ انفرادی جنگ کی ابتداء کرنے کے لئے ایوانی کی طرف سے ایک گرجی پہلوان میدان میں اترا اور میدان کے وسط میں آ کر اس نے مقابلہ کے لئے للکارا ادھر خود سلطان بھیس بدل کر اس پہلوان کے مقابلے میں آ کھڑا ہوا۔

مقابلہ شروع ہو گیا۔ گرجی نے تلوار کے دو چار وار کئے جنہیں سلطان طرح دے کر بچا گیا اس کے بعد سلطان اچانک برق کے کوندے کی طرح پلٹا اور ایسا وار کیا کہ گرجی کا سر اس کے دھڑ سے علیحدہ کر کے رکھ دیا تھا۔

سلطان جلال الدین کے ہاتھوں مرنے والے اس گرجی پہلوان کے تین بیٹے بھی لشکر میں شامل تھے باپ کا انتقام لینے کے لئے یکے بعد دیگرے تینوں سلطان کے مقابلے پر گئے اور سلطان ایسی جانثاری سے لڑا کہ تینوں کو اس نے باری باری موت کے گھاٹ اتار دیا یہ حالت دیکھ کر دشمن کی صفوں میں بے چینی اور مایوسی پھیل گئی چنانچہ کافی دیر تک کسی کو سلطان کے مقابلہ میں آنے کی جرات نہ ہو سکی۔

آخر گرجستھانیوں کے سالار ایوانی نے اپنے لشکر کا جو سب سے بہترین تیغ زن اور عمدہ قسم کا پہلوان تھا اسے سلطان کا مقابلہ کرنے کے لئے میدان میں اتارا وہ پہلوان بھی جی کڑا کر کے قسمت آزمانے کے لئے سلطان کے مقابل آیا یہ وہ وقت تھا جب سلطان کا گھوڑا بہت تھک چکا تھا خود سلطان بھی اپنے اندر تھکاوٹ کے آثار محسوس کر رہے تھے۔ لہٰذا اس نئے آنے والے پہلوان نے حالات کا صحیح اندازہ کر لیا چنانچہ وہ قریب آ کر پوری شدت سے یوں وار کرنے لگ گیا کہ سلطان جلال الدین کو سنبھلنے کا موقع بھی نہ مل سکا اس پہلوان کے سامنے سلطان ایسا زچ اور مجبور ہوا کہ مدافعت کے لیے جارحیت اسے ترک کرنا پڑی۔

سلطان جلال الدین کے لشکری یہ صورت حال دیکھتے ہوئے پریشان ہو گئے تھے ہر کسی کا دل دھک دھک کرنے لگا تھا۔ چونکہ انفرادی مقابلوں کا اعلان ہو چکا تھا لہٰذا سلطان کا لشکر بھی بے بس تماشائی کی طرح دیکھتا رہ گیا تھا۔ دوسری طرف خود سلطان بھی موقع کی تلاش میں تھا کہ کوئی موقع ملے اور اس گرجی پہلوان پر ایسا وار کرے کہ اس کا کام تمام کر کے رکھ دے۔

آخر ایک ایسا نادر موقع سلطان کے ہاتھ آ ہی گیا وہ اس طرح کہ اس پہلوان نے سلطان پر دباؤ ڈالنے کے لئے گھوڑے کو ایڑھ لگائی سلطان اپنے بچاؤ کے لئے گھوڑے سے نیچے کود گیا اور پھر پلک جھپکنے میں تلوار اس گرجی کے پیٹ میں کچھ اس طرح گھونپی کہ اس کا پیٹ پھٹ کر انتڑیاں باہر آ گئیں اور وہ وہیں تڑپ کر مر گیا۔

انفرادی مقابلہ کے لئے میدان جنگ میں اترنے سے پہلے سلطان جلال الدین نے اوزخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کو ہدایت دے رکھی تھی کہ انفرادی مقابلہ کے بعد جوں ہی ہاتھ سے اشارہ کرے فوراً" گرجیوں پر حملہ کر دیا جائے تاکہ انھیں سنبھلنے

کا موقع نہ ملے جب تک انفرادی مقابلہ ہوتا رہا۔ اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار بڑی بے چینی اور بے تابی سے سلطان جلال الدین کے اشارے کے منتظر رہے۔ آخری مقابل کا خاتمہ کرنے کے بعد سلطان جلال الدین نے اپنا ہاتھ فضا میں بلند کر دیا تھا۔

سلطان جلال الدین کا ہاتھ فضا میں اٹھنا تھا کہ اورخان اور پاسبانوں کے سالار کی سرکردگی میں سلطان کا لشکر ہر قدم پر ٹھوکر کھڑی کر دینے والے طوفان' ہر دوراہے پر صلیب ہر موڑ پر الجھن ڈال دینے والے کرب' ہر لمحہ ہر ساعت میں اذیت بن کر گھر جانے والی آندھیوں اور چہروں کو زرد' جسموں کو لاغر دلوں کو افسردہ اور آنکھوں کو پرنم کر دینے والے عذاب کی طرح حرکت میں آیا اور کسی مردم گزیدہ اور کرب بھری ترکتاز کی طرح وہ گرجستھانیوں پر حملہ آور ہونے کے لئے ٹوٹ پڑا تھا۔ جوں ہی لشکر آگے بڑھا سلطان نے فوراً" اپنے لشکر کی ترتیب درست کر لی=۔ وسطی حصہ کی کمانداری اس نے اپنے ہاتھ میں لے لی۔ دائیں طرف اورخان اپنے لشکر کے ساتھ تھا اور بائیں طرف پاسبانوں کا سپہ سالار۔

لگتا تھا گرجستھانیوں کا سپہ سالار ایوانی بھی اس اچانک حملہ کے لئے تیار تھا اس لئے کہ جوں ہی سلطان جلال الدین کا لشکر حرکت میں آیا ایوانی بھی اپنے لشکر کو حرکت میں لا چکا تھا۔ پھر وہ اپنے لشکر کے ساتھ ہوس کے شیاطین' تربتوں کے اجل خوابوں افلاس کے راستوں پر رقص کرتی گرسنگی' عمر کی ڈھلتی دہلیز پر جوش مارتی مرگ' مکانوں کے ٹوٹے دروں پر نزول کرتے ژولیدہ ستاروں' من کی چتاؤں کو بھسم کرتے آتش بھڑکتے الاؤ کی طرح سلطان جلال الدین کے لشکر پر ٹوٹ پڑا تھا۔

لیکن تھوڑی ہی دیر کی جنگ کے بعد گرجستھانیوں کے سپہ سالار ایوانی کے سارے دم خم نکل کے رہ گئے تھے۔

اس لئے کہ سامنے کی طرف سے اس پر خود سلطان جلال الدین بے سوز سینے جلتے غم کدے اور دنیا و مافیہا پر چھاتے عقبیٰ کے خوف کی طرح سے حملہ آور ہوا تھا جبکہ اورخان دائیں طرف مزید پھیلتے ہوئے ایوانی کے لشکر کے بائیں پہلو کی طرف پھر وہ فاصلوں کو سمیٹ کر ہر شئے کو بھسم کرتی آگ کی لپٹوں' چشم فطرت کے کرب

...توں کے سمندر میں بدلتے موسموں کے تیز دھارے کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔ ...ان کی طرح ہی پاسبانوں کا سپہ سالار اپنے لشکر کو پھیلاتا ہوا ایوانی کے لشکر ...ں پہلو کی طرف آیا پھر وہ اندھیری گمنام وادیوں میں خوفناک لمحوں' طلسمات کی ...جیب سحر انگیزی اور شام غریباں میں شعلوں کی بیتابی کی طرح گرجستھانیوں پر ...تھا

...جستھانی اور ان کا سپہ سالار ایوانی تین اطراف کے اس تیز اور خوفناک حملوں ...ت نہ کر سکے لہٰذا میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ سلطان جلال الدین ...ہ میں گرجستھانیوں کی یہ بد ترین شکست تھی پوری شدت اور طوفانی ترکتاز کی ...لطان جلال الدین نے بھاگتے دشمن کا تعاقب کیا اور ان میں سے اکثر کو اس ...ت کے گھاٹ اتار دیا۔ بہت کم لوگ اپنی جانیں بچا کر کوہستانی سلسلوں میں ...لنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ ورنہ سلطان جلال الدین نے گرجستھانیوں کے اکثریت کو تہہ تیغ کر دیا تھا۔ اس طرح ایک بار پھر سلطان جلال الدین ...انیوں کو اپنے سامنے زیر اور مغلوب کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ گرجستھان ...وں کو شکست دینے کے بعد سلطان جلال الدین نے آگے بڑھ کر اپنے لشکر کے ...رجستھان کے مرکزی شہر تغلس میں قیام کر لیا تھا۔

○

...گیز خان کا بیٹا چغتائی خان سلطان جلال الدین کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد ...ے نواح میں اپنے بچے کچھے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔ اس دوران ...ے اپنے مرکز قراقرم سے کمک طلب کی تھی جس کے جواب میں قراقرم سے ...ت بڑا لشکر چغتائی کی مدد کے لئے بھیج دیا گیا تھا۔ اس نئے آنے والے لشکر کی ...تنی بڑی تھی کہ یہ تعداد میں اس لشکر سے دگنا تھا جو پہلے چغتائی کے پاس تھا۔ ...شکر کی آمد کے بعد چغتائی نے سلطان جلال الدین پر ضرب لگانے کے لئے اپنی ...ا مکمل کر لیں تھیں اور جس روز سمرقند سے کوچ کرنے والا تھا اس سے ایک ...ہلے جس وقت وہ اپنے خیمہ میں بیٹھا ہوا تھا اس کا ایک مخبر اس کے خیمہ میں

داخل ہوا اسے دیکھتے ہی چغتائی نے بڑی بے چینی اور بڑی بے تابی میں پوچھا کیا
کوئی اچھی خبر لے کر آئے ہو اس پر وہ مخبر چغتائی کے سامنے آ کر رکا پھر اپنے سر کو
کرتے ہوئے کہنے لگا خان میں یہی بری خبر لے کر آیا ہوں۔ اور وہ خبر یہ ہے کہ جربا
کے کوہستانی سلسلے کے قریب اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے ہمارے سر
الک خان اور اس کے لشکر کو بد ترین شکست دی ہے۔ گو الک خان کے لشکر کی تع
اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے متحدہ لشکر سے کہیں زیادہ تھی پھر بھی ان ج
میں الک خان کو بد ترین شکست ہوئی۔ الک خان کے لشکر کا ایک بہت بڑا ح
اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے تہہ تیغ کر دیا ہے اور الک خان اپنے
کھچے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے سمرقند کی طرف بھاگ رہا ہے۔ شکست کی یہ
سن کر چغتائی کا سر غم اور افسوس میں جھک گیا تھا کچھ دیر تک وہ کچھ سوچتا رہا۔ پ
اس مخبر کو مخاطب کر کے پوچھنے لگا۔

کیا تم لوگوں کو سوبدائی کی بیٹی طیان سے متعلق بھی کچھ پتہ چلا۔ اس پر اس
نے بڑی بے بسی سے اپنی گردن جھکا لی۔ پھر وہ کہنے لگا مجھے افسوس ہے کہ ابھی
ہم سب مخبر طیان کو کہیں تلاش نہیں کر سکے۔ اس پر چغتائی بڑے دکھ کا اظہار کر
ہوئے کہنے لگا۔ یہ بڑی ذلت اور توہین کی بات ہے کہ ہمارے لشکر کے بیچ میں
کوئی طیان کو نکال کر لے گیا اور طیان کے خیمے کے دونوں طرف ہم نے جو محافظ
کئے ہوئے تھے انہیں قتل کر کے ریت کے اندر دفن کر گیا۔ میں سمجھتا ہوں منگو
کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی بے عزتی ہو ہی نہیں سکتی۔ بہرحال تم جا کر آ
کرو۔ میں اپنے لشکر کے ساتھ کل جلال الدین پر ضرب لگانے کے لئے یہاں سے
کر رہا ہوں الک خان کو میں راستے میں ہی اپنے ساتھ ملا لوں گا۔ اس کے ساتھ
مخبر وہاں سے نکل گیا جبکہ دوسرے روز چغتائی نے اپنے لشکر کے ساتھ سلطان
الدین پر ضرب لگانے کے لئے سمرقند سے کوچ کیا تھا۔

○

سلطان جلال الدین نے جب سے ہندوستان سے لوٹ کر ان سرزمینوں میں

تھا تب سے وہ ایک لمحہ بھی چین سے نہ بیٹھے تھے۔ کبھی انہیں منگولوں کے
برسرپیکار ہونا پڑتا۔ کبھی قتلغ خان کی راہ روکنی پڑتی کبھی جگہ جگہ شہر شہر ہونے
بغاوتوں کے خلاف سینہ سپر ہو کر ان کا مقابلہ کرنا پڑتا۔ اس طرح سلطان ابھی تک
لمحہ بھی چین سے نہ بیٹھا تھا۔

گرجستانیوں کو شکست دینے کے بعد سلطان اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ گرجستان
مرکزی شہر تفلس کے نواح میں قیام کئے ہوئے تھا کہ اسے اس کے مخبروں نے
ولوں کی پیش قدمی کی اطلاع دی۔ سلطان کے مخبروں نے بتایا کہ سمرقند سے کوچ
تے وقت چغتائی نے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ اس نے
نے پاس رکھا دوسرا حصہ اس نے اپنے امیر الامراء قراچار برلاس کی سرکردگی میں دیا
تیسرا حصہ اپنے سپہ سالار چارمغان کی کمانداری میں دیا ان مخبروں کا کہنا تھا کہ
رمغان ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ دریائے جیحوں کو عبور کر کے خیوا آیا۔ خیوا
ے استرآباد۔ استرآباد سے طبرستان اور طبرستان سے اردبیل اور اردبیل کے پاس سے
زرتا ہوا بڑی تیزی سے دریائے ارس کی طرف بڑھ رہا ہے۔ جبکہ چغتائی کے متعلق
بروں کی یہ اطلاع تھی کہ اس نے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ استرآباد اور طبرستان
کے درمیان کسی حصے میں پڑاؤ کر رکھا ہے شاید وہ اپنے دوسرے لشکروں کی کارکردگی کا
جائزہ لے گا۔ چغتائی کے امیر الامراء قراچار برلاس کے متعلق مخبروں کی یہ اطلاع تھی
کہ وہ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ دریائے جیحوں کو عبور کر کے ترمز آیا اس کے بعد
وہ اس شاہراہ پر چڑھ گیا جو ہمدان کی طرف جاتی تھی۔ قراچار برلاس کا ارادہ تھا کہ وہ
اس بار ہمدان پر حملہ آور ہو۔ اور شہر کو فتح کر کے اس کی خوب لوٹ مار کرے۔

دراصل اپنے مرکزی شہر قراقرم سے کمک پہونچ جانے کے بعد چغتائی کے لشکر
میں بے حد اضافہ ہو گیا تھا لہٰذا اس نے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا تھا
اور مختلف محاذوں کی طرف بڑھا تھا اس طرح وہ سلطان جلال الدین کے چھوٹے سے
لشکر کو مختلف حصوں میں بانٹ کر کمزور کر دینا چاہتا تھا۔ اور اس طرح اسے امید تھی
کہ جب سلطان جلال الدین کا لشکر بٹ کر منگولوں کے سامنے آئے گا تو منگول سلطان
جلال الدین پر غلبہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

سلطان جلال الدین کو جب منگولوں کی اس پیش قدمی کی اطلاع ملی تو اس نے فوراً" تفلس سے کوچ کیا اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کو چارمغان کی راہ روکنے کے لئے دریائے ارس کی طرف روانہ کیا جبکہ وہ اپنے وزیر شرف الملک کو ساتھ لے کر بڑی تیزی سے قراچار برلاس کی راہ روکنے کے لئے ہمدان کی طرف بڑھے تھے۔

سلطان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ ہمدان سے دور ہی تھا کہ اسے ایک اور بری خبر ملی اور وہ یہ کہ آذربائی جان میں سلطان جلال الدین کے خلاف بغاوت اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ بے شمار باغیوں نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کر لیا تھا۔ وہ مراغہ کے مقام پر جمع ہوئے تھے اور اب تبریز پر حملہ آور ہونے کے متعلق سوچ رہے تھے تاکہ تبریز سلطان سے چھین کر اپنے قبضے میں کر کے سلطان کے مقابلے میں ایک ناقابل تسخیر قوت بن جائیں۔ سلطان جلال الدین کو جب اس بری خبر کی اطلاع ملی تو اس نے اپنے لشکر کا ایک حصہ علیحدہ کیا اس حصے کو انہوں نے اپنے وزیر شرف الملک کی کمانداری' میں دیا اور شرف الملک کو حکم دیا کہ وہ فوراً" آذر بائی جان کی طرف لوٹ جائے اور باغیوں کی سرکوبی کرنے کی کوشش کرے جبکہ خود سلطان بڑی تیزی سے لشکر کے باقی حصے کے ساتھ ہمدان کی طرف بڑھا تھا۔

دوسری طرف جنگ میں غلبہ حاصل کرنے کی خاطر چغتائی خان نے ایک اور چال چلی۔ استرآباد اور طبرستان میں اس نے صرف چند لمحے قیام کیا پھر اس نے پیش قدمی شروع کی اور اس شاہراہ سے ہٹ کر آگے بڑھا جو خیوا استرآباد۔ طبرستان اور اردبیل سے ہوتی ہوئی دریائے ارس کی طرف جاتی ہے۔ وہ رات کی تاریکی میں سفر کرتا دن میں کہیں نہ کہیں پڑاؤ کر لیتا اس طرح وہ اصل شاہراہ سے ہٹ کر بڑی تیزی سے دریائے ارس کی طرف بڑھا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ جب اس کا سپہ سالار چارمغان اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار سے ٹکرائے تو وہ جنگ شروع ہوتے وقت کہیں گھات میں رہے اور عین جنگ کے عروج کے وقت گھات سے نکل کر اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار پر حملہ کر دے اور اس طرح اپنے لئے فوائد حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

ورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار تفلس شہر سے نکل کر جب آذر بائی جان کے

مغربی حصے میں بہنے والے دریائے ارس کے کنارے کنارے آگے بڑھے تو ی دور تک ہی وہ آگے گئے ہوں گے کہ منگول سپہ سالار چارمغان اپنے لشکر کے ان کی راہ روک کھڑا ہوا۔ اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کو دیکھتے ہی نان نے ان دونوں کو سنبھلنے نہ دیا اور وہ اپنے لشکر کے ساتھ تنگنائے خیالات رتی فراق کی رات' شنیدہ اور ناشنیدہ نغموں کے آہنگ پر شب خون مارتے ہوس سوداگر اور سات سمندر پار سے آنے والی برھا کی آتش بھری رات کی طرح ٹوٹتا ملہ آور ہو گیا تھا۔ جس وقت چارمغان کی سرکردگی میں اس کے منگول لشکر ان اور پاسبانوں کے سپہ سالار پر حملہ آور ہو رہے تھے اس وقت منگول کچھ اس ں آوازیں نکال رہے تھے گویا کسی صومعہ کے ان گنت ناقوس بج اٹھے ہوں۔

دوسری طرف اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار بھی مستعد ہو گئے۔ دائیں طرف اورخان۔ بائیں طرف پاسبانوں کا سپہ سالار ہو گیا۔ اس طرح چارمغان کے لشکر پر ں طرف سے اورخان سائیر آفاق' سیاح جہاں گرد' آتش ہجراں اور شب کی ں سے نکلتے تکبیر کے لحن کی طرح حملہ آوز ہوا تھا جبکہ بائیں جانب سے پاسبانوں ہ سالار اپنے لشکر کے ساتھ شعلہ حمیت' سعی صفا و مروا جیسے جذبوں' تحت الشعور اٹھنے والی لہروں اور موجوں کی طرح منگولوں پر ٹوٹ پڑا تھا۔

دریائے ارس کے کنارے منگولوں اورخان اور پاسبانوں کے لشکر کے درمیان ک جنگ شروع ہو گئی تھی۔ یوں تھوڑی دیر تک گھمسان کا رن پڑتا رہا۔ یہاں کے منگولوں کے سپہ سالار چارمغان پر اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار حاوی اور [illegible] دکھائی دینے لگے تھے۔ عین اس موقع پر اسی کوہستانی سلسلہ میں گھات بیٹھا ہوا چنگیز خان کا بیٹا چغتائی خان نکلا اور اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ وہ ان اور پاسبانوں کے سالار کے لشکر پر زندگی کے تلاطم خیز جذبوں' بھنور بھنور اپنی آلود باہیں پھیلائے سمندر اور اطمینان کے سایوں اور سلامتی کے گوشوں میں لحد کی پھیلتی غمگین تاریکی کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

چغتائی کے یوں گھات سے نکل کر اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے لشکر پر آور ہونے کی وجہ سے اورخان اور پاسبان کے لشکروں میں ایک افراتفری اور

بد نظمی برپا ہو گئی تھی۔ چغتائی نے حملہ آور ہوتے ہوئے پہلے اورخان کے لشکر کو اپنا ہدف بنایا تھا۔ عین اس موقع پر جس وقت چغتائی نے حملہ آور ہو کر اورخان کے لشکر میں قتل و غارت گری او افراتفری پھیلا دی تھی چارمغان پوری شدت سے پاسبانوں کے لشکر پر حملہ آور ہو گیا تھا اب اورخان اور پاسبان دونوں چارمغان اور چغتائی کے دو طرفہ حملوں کے درمیان پسنے لگے تھے۔ اورخان کی بدقسمتی کہ وہ اپنے لشکر کو سنبھالا دے کر چغتائی کے خلاف صف آرا کرنا ہی چاہتا تھا کہ اس وقت تک چغتائی اس کے لشکر کے ایک حصے پر چھاتے ہوئے ان کا قتل عام کر چکا تھا۔ پھر چغتائی بری طرح آگے بڑھا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اورخان کے لشکر کا باقی حصہ بری طرح پسپا ہوتے ہوئے پاسبانوں کے سپہ سالار کے لشکر میں گھس گیا تھا۔ اس طرح اپنے لشکر کے سامنے طیان کے ساتھ دشمن کے ساتھ جنگ کرتا ہوا اورخان منگولوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا تھا۔ اورخان اور طیان دونوں کو پکڑ کر منگولوں نے چغتائی کے سامنے پیش کر دیا تھا۔

اورخان اور طیان دونوں کے گرفتار ہونے پر اورخان کے لشکری انتہا درجے کے بد دل ہوئے اور وہ پسپا ہو کر پاسبانوں کے سپہ سالار کے لشکر میں جا داخل ہوئے۔ جب پاسبانوں کے سالار کو خبر ہوئی کہ اورخان اور طیان کو گرفتار کر لیا ہے' اور اس کے لشکر کو بری طرح شکست ہوئی ہے اور اس کے لشکری پاسبانوں سے آن ملے ہیں ان کے بھی حوصلے پست ہو گئے ہیں۔ پاسبانوں کے سپہ سالار نے دیکھا اورخان کے لشکر کو منتشر کرنے کے بعد چغتائی ایک پہلو سے اس کے لشکر پر حملہ آور ہونے کو آگے بڑھ رہا تھا جبکہ چارمغان پہلے ہی اس پر حملہ آور ہو رہا تھا اس دو طرفہ معیت سے بچنے کے لئے پاسبانوں کے سپہ سالار نے جھنڈیوں کے ذریعے اپنے لشکر کو پیچھے ہٹایا۔ پھر وہ میدان جنگ سے بھاگ نکلا تھا۔ چغتائی کے حکم پر چارمغان اس کے تعاقب میں لگ گیا تھا۔

دوسری طرف اورخان اور طیان کو گرفتار کرنے کے بعد چغتائی نے اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے لشکر کا سارا چھوڑا ہوا سامان سمیٹا اور شاید واپس جانے کے لئے اس نے اپنے لشکر کو وہاں سے کوچ کا حکم دے دیا تھا۔ چغتائی کو شاید یہ بھی خطرہ تھا کہ اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کی شکست اور اورخان طیان کی گرفتاری کا

ہو سکتا ہے کہ سلطان جلال الدین کہیں سے نمودار ہو اور چغتائی کے لشکر پر
داشت شب خون مارے لہٰذا چغتائی اس خطرے سے بچنے کے لئے فوراً" اپنے
ے ساتھ کوچ کر گیا تھا۔ اس جنگ میں اورخان بری طرح زخمی ہوا تھا اس کی
ہرا زخم آیا تھا۔ گو طیان نے جلدی جلدی اورخان کی زخمی ران پر پٹی باندھ
پر زخم کی صحیح دیکھ بھال نہ کی گئی تھی۔ تاہم چغتائی نے وہاں سے کوچ کیا تو
کے ہاتھ پاؤں رسیوں سے باندھ کر اسے ایک لاش کی صورت میں اس کے
، پر ڈال دیا گیا تھا۔ تاہم طیان کے ہاتھ پاؤں نہ باندھے گئے تھے۔ اسے اسی
ڑے پر سوار رہنے دیا گیا۔ اس طرح منگولوں کے پہرے میں دونوں کو چغتائی
پنے ساتھ سمرقند لے جانا چاہتا تھا۔

رخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کی دریائے ارس کے کنارے جب جنگ ہوئی
ں سرما اپنے عروج پر تھا۔ آسمان پر گہرے بادل چھائے ہوئے تھے اور برفباری
نظرہ تھا۔ سرد ہوائیں انسانی جسم کو کاٹنے کو دوڑتی تھیں۔ چغتائی اپنے لشکر کے
ریائے ارس کے کنارے کنارے سفر کرتا رہا یہاں تک کہ فضاؤں کے اندر
ں پھیلنا شروع ہوئیں۔ آسمان پر چونکہ گہرے بادل چھائے ہوئے تھے لہٰذا سورج
نہ دیتا تھا۔ تاریکیاں پھیلنے کا مقصد یہ تھا کہ سورج غروب ہو چکا تھا۔ اورخان
ش کی صورت میں اپنے گھوڑے پر پڑا تھا اور طیان بے چاری اپنے گھوڑے کو
، ساتھ ساتھ رکھتی روتی ہوئی اپنے گھوڑے کو ہانکے جا رہی تھی۔ اورخان کی
س کے لئے ناقابل برداشت ہو رہی تھی۔ مردہ سی حالت میں اورخان اپنے
ی زین پر اوندھے منہ پڑا تھا اس کی ران کے زخم کی وجہ سے اس کا سارا
لہو ہو چکا تھا۔ اور خون اس کے جوتوں میں جا کر جم چکا تھا۔ یہ ساری کیفیت
ی طیان کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ اس صورت کو دیکھتے ہوئے وہ کڑھتی
آنسو بہاتی چلی جا رہی تھی۔ اورخان ابھی تک اپنے گھوڑے پر بے ہوش سا
فضاؤں میں جب تاریکیاں پھیلنے لگیں تو طیان چونک سی پڑی اس نے دیکھا
نے اپنا سر ہلایا تھا اور آنکھیں کھولیں تھیں۔ اورخان کی یہ حالت دیکھتے
یان نے اپنے گھوڑے کو آگے بڑھایا اور اپنا ہاتھ بڑھا کر اس نے اورخان کے

سر پر رکھا اور اپنی انگلیاں اس کے بالوں میں بڑے پیار سے پھیرنے لگی۔ اس موقع
اورخان نے ایک زہریلی سی مسکراہٹ میں طیان کی طرف دیکھا پھر وہ سرگوشی
انداز میں طیان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھ طیان فضاؤں میں تاریکی پھیلنے لگی ہے تو منگولوں کے چنگل سے بھاگ
کے لئے تیار رہنا۔ جس وقت دریائے ارس کے کنارے کنارے کوئی بلند کو
سلسلہ آئے گا میں اپنے گھوڑے کو دریائے ارس میں ڈال دوں گا تم بھی میرے
پیچھے آنا اور اپنے گھوڑے کو دریا میں چھلانگ لگوا دینا۔ اس پر طیان بے چاری
کر بولی اور کہنے لگی۔

اورخان۔ میرے حبیب۔ میرے محبوب۔ ایسا ہرگز مت کرنا۔ آپ کے ہاتھ
پاؤں بندھے ہوئے ہیں۔ جب آپ کا گھوڑا دریا میں چھلانگ لگائے گا تو آپ گھو
پر اپنے آپ کو قائم نہ رکھ سکیں گے۔ دریا میں گر جائیں گے اور ہاتھ پاؤں بند
ہونے کی وجہ سے آپ تیر بھی نہ سکیں گے۔ پھر سوچئے تو سہی آپ کا کیا بنے گا۔
پر اورخان نے اپنے اردگرد آنے والے منگولوں کی نگاہیں بچاتے ہوئے پھر کہنا
کیا۔

دیکھ طیان تو فکر مند نہ ہو جس وقت مجھے منگولوں نے گرفتار کیا تھا میں نے
بندر کو گھوڑے کی خرجیں میں ڈال دیا تھا۔ میرا بندر ابھی تک خرجیں ہی میں
ہوا ہے میں اسے باہر نکلنے کا اشارہ کرتا ہوں اس وقت میرا بندر عین میرے گھٹنے
قریب ہے میں اپنے گھٹنے سے ہی اسے اشارہ دے سکتا ہوں۔ اور پھر تم دیکھنا
سے نکل کر میرے ہاتھوں کی طرف آئے گا۔ پھر میری انگلیوں کا اشارہ پا کر
رازدارانہ انداز میں میرے ہاتھوں اور پیروں کی رسیاں کاٹ دے گا۔ دیکھ
میرے گھوڑے کی وہ خرجیں جس میں ضرورت کا سامان ہے اس کا منہ بندھا
میرے گھوڑے کو دریا میں کودنے کی وجہ سے اس خرجیں میں جو چیزیں ہیں ا
پانی نہیں داخل ہو گا۔ اس کے علاوہ میرے گھوڑے کے ساتھ جو بستر بندھا ہوا
بھی چمڑے کی چادر میں لپٹا ہوا ہے لہٰذا وہ بھی پانی میں بھیگے گا نہیں۔ تمہارا
چمڑے کی چادر میں لپٹا ہوا ہے ہاں اب تم اپنے گھوڑے کی ان خرجینوں کا

کپڑے ہیں ان کا منہ اچھی طرح بند کر لینا تاکہ جب گھوڑے دریا میں کودیں
سامان بھیگنے نہ پائے۔ دیکھ طیان اپنے گھوڑے کو میرے قریب رکھنا اور میرے
کی منتظر رہنا۔ میں تھوڑی دیر تک بندر کو خرجین سے باہر نکالوں گا اور اس
تک گہری تاریکی ہو جائے گی اور میرے آگے پیچھے اپنے گھوڑوں پر سوار منگول
اس کاروائی کو دیکھ بھی نہیں سکیں گے۔

یہاں تک کہنے کے بعد اورخان لمحہ بھر کے لئے رکا تھوڑی دیر اس نے غور سے
کی طرف دیکھا پھر وہ چاہت بھری آواز میں کہنے لگا دیکھ طیان تو ایک سپاہی کی
ہے اور ایک سپاہی کی بیوی ہو کر تو روتی ہے اپنے آپ کو سنبھال اپنے آنسو
اس لئے کہ جو کچھ ہمارے ساتھ ہوا ہے ایک مجاہد اور سپاہی کی زندگی میں
حادثات کی قدم قدم پر امید کی جا سکتی ہے۔ اورخان کی گفتگو سے طیان نے
آنسو پوچھ لئے۔ اسے کچھ حوصلہ ہوا اس کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ نمودار
تھی پھر وہ اپنے گھوڑے کو بالکل اورخان کے قریب لا کر آگے بڑھنے لگی تھی۔

تھوڑا سا آگے جا کر جب تاریکی گہری ہو گئی تو اورخان کو شاید مزید یاد آیا اور وہ
ان کو مخاطب کر کے کہنے لگا دیکھو طیان میں تھوڑی دیر تک بندر کو نکالوں گا اور اپنی
روائی شروع کروں گا میں تمہیں یہ کہنا بھول گیا تھا کہ طیان جب تو اپنے گھوڑے
ساتھ دریا میں چھلانگ لگائے تو ایسا کرنے سے پہلے اپنی ڈھال کو اپنی پیٹھ پر باندھ
تاکہ جب ہم گھوڑوں کو دریا میں ڈالیں اور منگول ہم پر تیر اندازی کریں تو ان
ڈھالوں کی وجہ سے ہم ان کے تیروں سے بچے رہیں۔ میں بھی دریا میں چھلانگ لگاتے
اپنی پیٹھ پر اپنی ڈھال کر لوں گا۔ اس کے بعد اورخان خاموش ہو گیا اور خاموشی
وہ آگے بڑھنے لگے۔

تھوڑی دیر بعد جب فضاؤں میں تاریکی گہری ہو گئی۔ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دینے
اور منگول ایک دوسرے کے گھوڑوں کی طرف دیکھتے ہوئے آگے سفر کر رہے تھے۔
طیان چونک سی پڑی اس نے دیکھا اورخان کا بندر چمڑے کی خرجین سے نکل کر
اورخان کے ہاتھوں کے قریب آیا تھا۔ اپنے بندھے ہوئے ہاتھوں کو اورخان نے
حرکت دی اور پھر اپنی انگلیاں بندر کے سر پر لگاتے ہوئے اس نے اسے مخصوص

اشارہ کیا۔ یہ اشارہ ملنا تھا کہ بندر فوراً" حرکت میں آیا اور جس رسی سے اورخان کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے وہ اس نے لمحوں کے اندر اپنے دانتوں سے کاٹ کر نیچے پھینک دی تھی اپنے ہاتھ آزاد ہونے پر اورخان نے پھر بندر کو اشارہ دیا۔ یہ اشارہ ملتے ہی بندر چپکے چپکے اورخان کی رانوں سے لپٹتا ہوا نیچے اترا پھر ٹانگوں کی طرف گیا اور جس رسی میں اورخان کے پاؤں بندھے ہوئے تھے اسے بھی اس نے اپنے دانتوں سے کاٹ کر پھینک دیا تھا اس کے بعد بندر چپ چاپ عجیب سے رازدارانہ انداز میں اورخان کے آگے آ کر بیٹھ گیا تھا۔ یہ ساری کاروائی طیان دیکھ رہی تھی اور دل ہی دل میں خوش بھی ہوتی جا رہی تھی اور اس کے لبوں پر مسکراہٹ بھی پھیلتی جا رہی تھی۔

جب یہ ساری کاروائی ہو چکی تو اورخان نے پھر رازدارانہ انداز میں طیان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا دیکھو طیان سنبھل میں اپنے کام کی ابتداء کرنے والا ہوں وہ جو سامنے بلند ٹیلہ آ رہا ہے اس کے قریب جا کر میں فوراً" اپنے گھوڑے کو اس کے اوپر لے جاؤں گا اور پھر دریا میں کود جاؤں گا تو بھی میرے ساتھ ایسا ہی کرنا اورخان کی اس گفتگو کے جواب میں طیان نے اپنے گھوڑے کو مزید اورخان کے قریب لے گئی پھر جھک کر وہ رازدارانہ انداز میں کہنے لگی آپ فکر نہ کریں آپ جیسا چاہ رہے ہیں میں ویسا ہی کروں گی اس کے ساتھ ہی بڑی رازداری سے حرکت میں آتے ہوئے طیان نے اپنی ڈھال اپنی پیٹھ پر باندھ لی تھی اس ٹیلے کے پاس جا کر اچانک اورخان زخمی ہونے کے باوجود تیزی سے حرکت میں آیا اپنی ڈھال وہ اپنی پیٹھ پر لے گیا پھر برق کے کوندے کی طرح وہ اپنے گھوڑے پر سیدھا ہو کر بیٹھا اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگا کر وہ ٹیلے پر لے گیا اور گھوڑے سمیت اس نے دریائے ارس میں چھلانگ لگا دی تھی اس کے پیچھے پیچھے طیان کے ایڑھ لگانے پر اس کا گھوڑا بھی دریائے ارس میں چھلانگ لگا چکا تھا۔

دونوں کے یوں دریائے ارس میں کودنے کے بعد منگول بری طرح شور اور واویلا کرنے لگے تھے۔ کچھ منگول جلدی جلدی اپنی کمانیں سنبھالنے لگے تاکہ ان پر تیر اندازی کر سکیں اس وقت تک طیان اور اورخان دریائے ارس کے گہرے پانی میں بڑی تیزی سے اپنے گھوڑوں کو ایڑھ لگاتے ہوئے کافی آگے جا چکے تھے۔ منگولوں نے

تاریکی میں ان پر کافی تیر برسائے لیکن ان کی تیر اندازی سے دونوں محفوظ رات کی گہری تاریکی میں منگولوں کو امید تھی کہ اورخان دریا میں چھلانگ کے بعد زندہ نہیں بچے گا اس لئے کہ اس کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہیں اور پنے گھوڑے سے گر گیا تو دریا میں ڈوب کر ہلاک ہو جائے گا طیان کے سلسلہ کا خیال تھا کہ وہ لڑکی ہو کر دریائے ارس کو عبور نہ کر سکے گی اور دریا کی کا شکار ہو جائے گی۔ تھوڑی دیر تک وہ کنارے پر رہ کر اندھیرے میں تیر کرتے رہے اس وقت تک دونوں کے بھاگنے کی خبر پورے لشکر میں پھیل گئی آگے آگے سفر کرتا چغتائی بھی اپنے گھوڑے کو بھگاتا ہوا وہاں پہنچ گیا تھا اس اورخان اور طیان دونوں اپنے گھوڑوں کو دریا کے اندر کافی آگے لے جا اور منگولوں کی نظروں سے روپوش ہو چکے تھے۔ چغتائی دریا کے کنارے کھڑا وڑی دیر تک بڑے تاسفانہ انداز میں دیکھتا رہا پھر وہ انتہائی غصہ اور غضبناکی لگا۔

ن دونوں کا یوں ہمارے لشکر کے درمیان ہونے کے باوجود گھوڑوں کو دریا میں بھاگ نکلنا ہمارے لئے بڑی بے عزتی اور توہین کا باعث ہے۔ بہرحال ان کا تعاقب فضول ہے۔ اس اورخان کے چونکہ دونوں ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے را وہ میرے خیال میں اپنے گھوڑے سمیت دریا کی موجوں کی نظر ہو جائے گا یان بمشکل ہی دریائے ارس کو پار کر سکے گی۔ اول تو وہ دریائے ارس کی موجوں ہو کر ہلاک ہو جائے گی اور اگر بچ کر دوسرے کنارے چلی بھی گئی تو رات کی ٹھنڈ میں زندہ نہ رہ سکے گی اور سردی میں خود ہی ٹھٹھر کر ہلاک ہو جائے

نگولوں کا لشکر اس جگہ تھوڑی دیر رک کر چغتائی کے دوبارہ گھوڑے پر سوار کا انتظار کرتا رہا۔ چغتائی تھوڑی دیر تک وہاں کھڑا رہا پھر وہ گردن جھکائے مڑا گھوڑے پر سوار ہوا اس کے بعد منگول پھر دریائے ارس کے کنارے کنارے بڑھنے لگے تھے۔

دوسری طرف سلطان جلال الدین چغتائی کے امیر الامراء قراچار برلاس کے لـ
کی راہ ہمدان سے دور ہی روک کھڑا ہوا۔ ہمدان کے نواحی میدانوں میں سلطان جلا
الدین اور قراچار برلاس کے درمیان ہولناک جنگ کی ابتداء ہوئی۔ حملہ آور ہو
میں پہل خود سلطان نے ہی کی تھی اور سلطان جلال الدین منگولوں پر تاریخ کے
میں تلاش سحر' لفظ کن سے تراشے گئے حروف' غرور کی روش کو فنا انجام کرتے ہو
اور چھید چھید کر دینے والی آگ کی لپٹوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

سلطان جلال الدین کا یہ حملہ ایسا خوفناک ایسا ہیبت ناک تھا جسے منگولوں کا ا
الامراء قراچار برلاس زیادہ دیر تک برداشت نہ کر سکا۔ یہاں تک کہ اس کے لشکر
صفیں درہم برہم ہونا شروع ہوئیں اور سلطان جلال الدین نے اپنے لشکر کے سا
ان کا قتل عام شروع کر دیا اس قتل عام سے بچنے کے لئے قراچار برلاس اپنے لشکر
ساتھ میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا سلطان جلال الدین نے دور تک منگولو
تعاقب کرتے ہوئے ان کا قتل عام کیا۔ یہاں تک کہ اسی تعاقب کے دوران سلطا
ان کے مخبروں نے اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کی شکست اور اورخان ا
طیان کے گرفتار ہونے کی خبر سنائی تھی۔

یہ روح فرسا خبر سن کر سلطان جلال الدین نے منگولوں کا تعاقب ترک کر دیا
اپنے لشکر کے ساتھ وہ پلٹ پڑے سلطان جلال الدین کے مخبروں نے یہ بھی سلطا
بتایا کہ شکست کھانے کے بعد پاسبانوں کا سپہ سالار اپنے اور اورخان کے بچے کھچ
لشکر کے ساتھ سلطان ہی کی طرف بڑی تیزی سے پیش قدمی کر رہا ہے اور یہ کہ منگ
سپہ سالار چارمغان اپنے لشکر کے ساتھ پاسبانوں کے سپہ سالار کے تعاقب میں لگا
ہے۔ یہ خبر سنتے ہی سلطان جلال الدین نے منگولوں کا تعاقب ترک کر دیا اور پھر ا
لشکر کے ساتھ وہ ہمدان سے قم اور رے کے راستے جرجان کی طرف جانے والی شا
پر بڑی تیزی سے پیش قدمی کر رہا تھا۔

رے شہر کے پاس سے گزرنے کے بعد سلطان جلال الدین نے اپنے تیز ر
قاصد پاسبانوں کے سپہ سالار کی طرف روانہ کئے اور اسے نصیحت کی کہ جرجان
رے شہروں کی درمیان شاہراہ سے نکل کر جو ایک اور شاہراہ نیشا پور شہر کی طر

ہ اپنے لشکر کے ساتھ اس شاہراہ پر ہو لے۔ سلطان نے مزید پاسبانوں کے
و نصیحت کی کہ اس کے ایسا کرنے سے چارمغان بھی اس کے تعاقب میں
کے ساتھ نیشا پور جانے والی شاہراہ پر ہو لے گا جبکہ سلطان جلال الدین
کے ساتھ چارمغان کے تعاقب میں لگ جائے گا۔ اس طرح مناسب جگہ جا
اس پر حملہ آور ہو گا اور سامنے کی طرف سے پاسبانوں کا سپہ سالار حملہ
ے اس طرح دریائے ارس کے کنارے اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار
کا انتقام لیا جا سکے۔ یہ پیغام بھجوانے کے بعد سلطان خود بھی پہلے سے زیادہ
کے ساتھ جرجان کی طرف جانے والی شاراہ پر اپنے لشکر کے ساتھ گھوڑوں
دوڑا رہے تھے۔

کی تاریکی میں سلطان جلال الدین جس وقت نیشا پور کی طرف جانے والی
موڑ پر پہنچے تو ان کے مخبروں نے ایک بار پھر انہیں اطلاع دی کہ پاسبانوں
لار اپنے لشکر کے ساتھ ابھی وہاں نہیں پہنچا اور وہ بڑی تیزی سے چارمغان
آگے اسی سمت آ رہا ہے یہ صورت حال سن کر سلطان جلال الدین اپنے لشکر
نیشا پور جانے والی شاہراہ کے اطراف میں گھات لگا کے بیٹھ گیا تھا۔ تھوڑی
بعد پاسبانوں کا سپہ سالار اپنے لشکر کے ساتھ وہاں نمودار ہوا اور سلطان کی
کے مطابق وہ اپنے بائیں ہاتھ مڑا اور نیشا پور جانے والی شاہراہ پر ہو لیا تھا۔
زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ چارمغان بھی پیچھے پیچھے وہاں آ پہنچا اور پاسبانوں
سالار کے تعاقب میں وہ بھی نیشا پور کی طرف جانے والی شاہراہ پر ہو لیا تھا۔
تھوڑا سا آگے جانے کے بعد سلطان جلال الدین اپنے لشکر کے ساتھ گھات
اور وہ چارمغان کے تعاقب میں لگ گیا تھا۔ اس طرح یہ تعاقب در تعاقب
جانے والی شاہراہ پر شروع ہو چکا تھا۔

وڑا سا آگے جا کر سلطان جلال الدین نے بڑی تیزی سے اپنے اور چارمغان
میان فاصلوں کو سمیٹنا شروع کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ منگولوں کی پشت سے
نے خوفناک تکبیریں بلند کیں پھر وہ منگولوں پر حملہ آور ہو گیا تھا۔ منگولوں کے
لار چارمغان کو جب خبر ہوئی کہ پشت کی طرف سے ان پر کسی مسلمان لشکر نے

حملہ کر دیا ہے تو وہ فوراً" مڑا اور سلطان جلال الدین پر حملہ آور ہوا۔

چارمغان کے مڑنے اور اپنا دفاع کرنے تک سلطان جلال الدین اپنے لشکر کے ساتھ باغوں میں امڈتے طوفان' کلید در عقوبت' تشنہ کامی کی روداد موت کے آنے والے سندیسوں اور جراحت ناوک کی طرح منگولوں پر ٹوٹ پڑا تھا اور منگولوں کے ایک حصہ کو اس نے بری طرح کاٹتے ہوئے لہو لہو کر کے رکھ دیا تھا۔

دوسری طرف جب پاسبانوں کے سپہ سالار کو اپنی پشت پر تکبیروں کی آوازیں بلند ہونا سنائی دیں تو اس کے لبوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی اپنے لشکر کے ساتھ وہ ناچتی رات گھومتے دن کی طرح پلٹا اور حقیقتوں کو اجاگر کرنے والے کسی جنگجو' رخوں کو جراتمندی کا آئینہ دکھانے والے مجاہد اور دکھ کی میعاد بڑھا دینے والے ہولناک عنام کی طرح وہ منگولوں پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

رات کی تاریکی میں جبکہ آسمان پر گہرے بادل چھائے ہوئے تھے اور برف باری کا بھی خطرہ تھا منگولوں پر حملہ آور ہوتے ہوئے سلطان جلال الدین اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے حملوں میں عقیدت کی روشنی جیسی جاذبیت اہل صدق کی دعاؤں جیسی کشش تھی اور وہ منگولوں کی مکر کی عداوتوں کو سنگسار ان کی جراتوں کی روایتوں کو پامال کرتے برق تپاں بن کر انہیں خانوں میں تقسیم کرنے لگے تھے۔

رات کی گہری تاریکی میں سلطان جلال الدین اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے اس دو طرفہ حملے کی وجہ سے جب منگولوں کا دونوں طرف سے خوب قتل عام شروع ہوا تو جلد ہی منگولوں کی حالت دہکتی سلگتی سلاخوں کے جلتے رنگ' بے اعتمادی کے لق و دق صحرا' ٹھنڈی زہر بھری بوسیدگی' کالے چہروں' ننگی کدورتوں اور بندشوں سے ٹکرا کر ٹوٹتی سانسوں جیسی ہو کر رہ گئی تھی۔

چارمغان نے جب دیکھا کہ دونوں طرف سے منگولوں کا بری طرح قتل عام شروع ہو چکا ہے تو اسے یقین ہو گیا تھا کہ اسے نیشا پور جانے والی شاہراہ پر بد ترین شکست ہو گی لہٰذا وہ بڑی تیزی سے مڑا پاسبانوں کے سپہ سالار کو وہ طرح دیتا ہوا ایک طرف سے نکلا اور پھر اپنے بچے کھچے لشکر کو لے کر نیشا پور جانے والی شاہراہ پر بھاگ نکلا تھا۔ سلطان جلال الدین اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے بھاگتے چارمغان کا تعاقب

ع کر دیا تھا یہ تعاقب کچھ دیر تک جاری رہا۔ یہاں تک کہ سلطان اور پاسبانوں
سالار نے یہ تعاقب ترک کر دیا اس لئے کہ فضاؤں میں برف باری شروع ہو
نی لہٰذا اپنے لشکر کے ساتھ پلٹ کر سلطان جلال الدین اور پاسبان اپنے لشکر کو
محفوظ جگہ لے جانا چاہتے تھے۔

جوں ہی سلطان جلال الدین اور پاسبان منگولوں کا تعاقب ترک کر کے پلٹے اسی
کچھ مخبر سلطان جلال الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں یہ خبر سنائی کہ
چغتائی نے اورخان اور طیان کو گرفتار کر لیا تھا لیکن جس وقت چغتائی اپنے لشکر
ساتھ دریائے ارس کے کنارے کنارے سفر کر رہا تھا اورخان اور طیان دونوں
ہوں اپنے گھوڑوں سمیت دریائے ارس میں کود کر اپنی جانیں بچانے میں کامیاب
ئے تھے۔

یہ خبر سن کر سلطان اور پاسبانوں کے سپہ سالار دونوں ہی بے حد خوش ہوئے پھر
ان جلال الدین بولا اور پاسبانوں کے سپہ سالار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھ میرے پاسبان بھائی میرا ارادہ پہلے تو یہ تھا کہ میں اورخان اور طیان کو
انے کے لئے چنگیز خان کے بیٹے چغتائی کا تعاقب کروں گا اور اس پر حملہ آور ہو کر
صورت میں اورخان اور طیان کو رہا کرانے کی کوشش کروں گا۔ اب لگتا ہے
ت پوری طرح ہمارا ساتھ دے رہی ہے اب جبکہ اورخان اور طیان دونوں
ئے ارس میں کود کر اپنی جانیں بچا چکے ہیں تو میرے خیال میں ہمیں اس برفباری
چغتائی کا تعاقب کرنے کی ضرورت نہیں ہے ویسے بھی چغتائی اب اپنے لشکر کے
سفر کرتے ہوئے بہت دور جا چکا ہو گا دیکھ پاسبان میرے بھائی اورخان کے لشکر
ے کچھ لشکریوں کو دریائے ارس کی طرف بھجواؤ تا کہ وہ وہاں اورخان کو تلاش
رے سلطان جلال الدین کے کہنے پر پاسبانوں کے سپہ سالار نے کچھ لشکری فوراً"
ئے ارس کی طرف روانہ کر دیئے پھر سلطان جلال الدین اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ
لان شہر کی طرف بڑی تیزی سے کوچ کر گیا تھا۔

اورخان اور طیان دونوں میاں بیوی کے وحشی اور جنگلی گھوڑے دریائے ارس کے گہرے برف جیسے ٹھنڈے اور تیز بہاؤ رکھنے والے پانی سے لڑتے ہوئے دریائے ارس کو عبور کر گئے تھے۔ جب دونوں گھوڑے دریائے ارس سے نکل کر دوسرے کنارے پر گئے تو اپنے بھیگے لباس کے ساتھ طیان فورا" اپنے گھوڑے سے کود گئی پھر وہ بھاگ کر اورخان کے پاس آئی اور اس کی ران پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہنے لگی آپ گھوڑے پر بیٹھتے ہوئے وقت محسوس کر رہے ہوں گے میں آپ کے پیچھے بیٹھ کر آپ کو سہارا دیتی ہوں اس طرح کسی محفوظ پناہ گاہ کی طرف نکلتے ہیں۔ اس پر اورخان پیار سے طیان کے گال تھپتھپاتے ہوئے کہنے لگا۔

دیکھ طیان میری حبیبہ ایسی کوئی بات نہیں ہے میں گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ سکتا ہوں اور سفر بھی کر سکتا ہوں۔ تم میرے متعلق زیادہ فکر نہ کرو میری ران کا زخم گو گہرا ہے لیکن ایسا تکلیف دہ بھی نہیں کہ وہ مجھے تمہاری محبت اور چاہت کے ساتھ سفر نہ کرنے دے تم فورا" اپنے گھوڑے پر بیٹھو تا کہ کنارے سے ہٹ کر وہ جو کوہستانی سلسلہ ہے اس کے اندر اپنے لئے کوئی پناہ گاہ تلاش کرنے کی کوشش کریں۔

طیان نے فورا" اورخان کا کہنا مان لیا پھر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئی پھر دونوں میاں بیوی دریائے ارس کے کنارے کوہستانی سلسلہ کی طرف بڑھے تھے۔ دونوں آگے پیچھے کچھ دیر تک کوہستانی سلسلہ کے اندر گھوم پھر کر کوئی پناہ گاہ تلاش کرتے رہے کہ یہاں تک کہ وہ اپنے لئے ایک چھوٹے سے غار کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ وہ غار اتنا بڑا تھا کہ وہ دونوں اپنے گھوڑوں کے ساتھ اس میں سکتے تھے۔ اس غار کو دیکھتے ہوئے اورخان نے اپنے گھوڑے کو روک لیا۔ آسمان چونکہ بادل گہرے چھائے ہوئے تھے برفباری کا بھی خدشہ تھا لہذا غار کے اندر

نہ دیتا تھا۔ اس پر طیان اپنے گھوڑے سے اتری اور بولی آپ گھوڑے پر ہی رہیں میں غار کے اندر جا کر دیکھتی ہوں کہ یہ کشادگی میں کیسی ہے اندر سے ہے یا گندی اس پر اورخان نے تنبیہہ کرنے کے انداز میں کہا۔ طیان تم اپنے ے سے نیچے مت اترنا میں خود غار کے اندر جاتا ہوں تم فکر مند نہ ہونا اس پر فورا" اپنے گھوڑے سے اتر گئی اور کہنے لگی اگر آپ نے اندر جانا ہے تو پھر میں آپ کے ساتھ اندر جاؤں گی۔ دونوں میاں بیوی اکٹھے ہی غار میں داخل ہوتے اس پر اورخان مسکراتے ہوئے کہنے لگا اگر تم یہی چاہتی ہو تو پھر یوں ہی سہی میاں بیوی اندھیرے میں اس غار میں داخل ہوئے انہوں نے دیکھا غار بالکل پڑا ہوا تھا غار کے منہ کے قریب اندر بھی چند بڑے بڑے پتھر پڑے ہوئے تھے۔ لوا بے نیام کر کے اسے اپنے سامنے لہراتے ہوئے اورخان تھوڑی دیر تک غار کا لیتا رہا پھر دونوں باہر آئے اپنے گھوڑوں کو بھی اندر لے گئے اور انہیں پتھروں ساتھ باندھ دیا تھا پھر اورخان طیان کو مخاطب کر کے کہنے لگا دیکھ طیان اس سردی ہم دونوں کا یہاں رات کاٹنا بڑا مشکل ہو جائے گا یہاں ہمیں آگ کا الاؤ روشن ا پڑے گا۔ اس کے لئے میں دیکھتا ہوں کہ اس کوہستانی سلسلہ میں گھاس بھی کافی اور خشک درخت بھی بہت ہیں انہیں کاٹتے ہیں۔ غار کے اندر لاؤ روشن کرتے پھر دونوں میاں بیوی بیٹھتے ہیں اس پر طیان بولی اور روتی ہوئی آواز میں بے چاری نے لگی۔

اورخان میرے حبیب یہ کام میں اکیلی ہی کروں گی۔ یہ کام میں آپ کو نہیں نے دوں گی اس لئے کہ آپ کی ران بری طرح زخمی ہے۔ آپ کی تکلیف بڑھ ئے گی۔ اورخان طیان کے قریب آیا بڑے پیار سے اس نے اس کے شانوں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھے اس موقع پر طیان بے چاری اورخان سے لپٹ گئی تھی اور سپردگی کے انداز میں اس نے اپنا سر اورخان کی چھاتی پر رکھ دیا تھا اس موقع پر طیان کی پیٹھ ہاتھ پھیرتے ہوئے اورخان کہنے لگا۔

طیان تم میری ران کے زخم کے متعلق زیادہ پریشان نہ ہو تم نے خود ہی اس پر پٹی باندھی تھی اور اب خون بند ہو چکا ہے۔ آؤ وقت ضائع نہ کریں اور کچھ گھاس اور

لکڑیاں کاٹ کر غار میں آ جائیں۔ طیان بے چاری اورخان کی بات مان گئی پھر اورخان نے اپنے گھوڑے کی زین کے ساتھ لٹکتا ہوا کلہاڑا لیا۔ جبکہ طیان نے بھی اپنے گھوڑے کے ساتھ لٹکتا ہوا کلہاڑا لے لیا تھا۔ پھر دونوں میاں بیوی کوہستانی سلسلہ میں درخت کاٹنے لگے تھے۔ جب وہ کافی لکڑیاں کاٹ چکے تو اپنے خنجروں سے انہوں نے خشک گھاس بھی کاٹ لی تھی۔ لکڑیاں اور گھاس اٹھا کر انہوں نے دونوں چیزیں غار کے اندر جمع کر لیں تھیں اس کے بعد غار کے وسط میں انہوں نے آگ روشن کی پہلے گھاس کو آگ لگائی اس پر لکڑی کے خشک چھلکے رکھے جب وہ چھلکے آگ پکڑ گئے تو چھوٹی لکڑیاں ان پر رکھی گئیں جب وہ چھوٹی لکڑیاں بھی آگ پکڑ گئیں تب ان پر بڑی لکڑیوں کا ڈھیر لگا دیا گیا۔ اس طرح الاؤ خوب روشن ہو گیا اس الاؤ کی روشنی میں انہوں نے دیکھا۔ غار صاف ستھرا تھا اور اس میں رات بسر کی جا سکتی تھی۔ الاؤ کے روشن ہونے سے غار گرم ہونا شروع ہو گیا تھا۔ غار کا ایک بار پھر جائزہ لینے کے بعد اورخان غار کے دہانے کی طرف بڑھا اور طیان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھ طیان احتیاط کی خاطر ہمیں اس غار کا دہانہ بند کر دینا چاہئے۔ یہ کوہستانی سلسلہ ہے اس میں جنگلی جانور بھی ہو سکتے ہیں جو ہمارے لئے خطرے کا باعث بن سکتے ہیں۔ اس پر طیان فورا" اٹھی اور کہنے لگی آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ ہمیں غار کا دہانہ بند کر دینا چاہئے۔ پھر دونوں میاں بیوی غار سے نکلے اس موقع پر طیان چونک پڑی اور اورخان کو مخاطب کر کے کہنے لگی باہر تو برفباری شروع ہو چکی ہے ہم نے بروقت ہی گھاس اور لکڑیاں کاٹ کر رکھ لی ہیں۔ اورخان نے بھی باہر نکل کر دیکھا۔ باہر واقعی برفباری شروع ہو چکی تھی۔ غار کے دہانے کے قریب جو بڑے بڑے پتھر پڑے ہوئے تھے وہ دونوں میاں بیوی نے اٹھا کر غار کا منہ بند کر لیا تھا۔ پھر دونوں میاں بیوی آگ کے جلتے ہوئے الاؤ کے پاس آئے طیان نے پہلے اورخان کے گھوڑے کے ساتھ بندھا ہوا بستر اتارا گھوڑے کی زین سے بندھی ہوئی ساری خرجینیں اس نے اتار لیں چمڑے کے جس منہ بند تھیلے میں کھانے کی چیزیں تھیں وہ بھی اتار کر ایک طرف رکھ دیں۔ پھر زین کے ساتھ بندھا ہوا گھوڑے کی خوراک کا ٹوکرا بھی اتار دیا اس کے بعد گھوڑے کی زین اور دہانہ اتار کر الاؤ کے قریب ہی خشک ہونے کے لئے رکھ دیا تھا۔

ے بعد اس نے اپنے گھوڑے سے بھی یہ ساری چیزیں علیحدہ کیں اور اس وڑے کی زین کو بھی اس نے الاؤ کے پاس رکھ دیا تا کہ خشک ہو جائے۔ اس کے طیان نے پہلے اورخان کا بستر کھولا۔ الاؤ کے قریب ہی چمڑے کی چادر اس نے ش پر بچھائی اس پر پہلے اورخان کا بستر لگایا پھر اس نے اپنا بستر کھولا اور اورخان کے ر کے اوپر ہی اس نے اپنا بستر لگا دیا اس طرح دونوں بستروں کے ملنے سے وہ بستر بڑا ر خوب نرم ہو گیا تھا۔ بستر لگا چکنے کے بعد طیان نے چمڑے کی ایک منہ بند خرجین ں سے اورخان کا لباس نکالا اورخان کو وہ جلتے ہوئے الاؤ کے مزید نزدیک لائی پھر نے لگی۔ ہمیں اب یہ بھیگا ہوا لباس اتار دینا چاہئے اس کے بعد آگ کے پاس بیٹھنا ہئے۔ اس کے بعد طیان نے اورخان کا بھیگا ہوا لباس اتروایا اور اسے خشک لباس نانے کے بعد اس کا ہاتھ پکڑ کر اس نے اسے بستر پر بٹھا دیا تھا پھر وہ خود بھی غار کے ونے میں گئی اور لباس تبدیل کر لیا تھا۔ دونوں بھیگے ہوئے لباسوں کو نچوڑ کر اس نے ل کے الاؤ کے پاس ہی پتھروں پر خشک ہونے کے لئے ڈال دیا تھا۔ اس کے بعد وہ د بھی بستر پر اورخان کے پہلو میں آ بیٹھی تھی۔

اورخان کے پاس بیٹھتے ہی طیان کو شاید کچھ خیال گزرا فورا" وہ تڑپ کر اٹھ ھڑی ہوئی اس پر اورخان بولا اب کیا کرنے لگی ہو۔ طیان چہکتے ہوئے بولی اور کہنے ۔ آپ دیکھتے جائیں میں کیا کرتی ہوں۔ طیان نے فورا باری باری خوراک کے ے اٹھائے اور دونوں گھوڑوں کے منہ پر چڑھا دیئے تا کہ وہ دانہ ملا ہوا چارہ کھا یٹ بھر لیں اس کے بعد وہ دوبارہ اورخان کے پہلو میں آ بیٹھی اور کہنے لگی پہلے آپ کا زخم کھول کر صاف کرتی ہوں۔ اس پر تازہ مرہم پٹی کرتی ہوں اس کے بعد م میاں بیوی بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں۔ اورخان نے طیان کی اس تجویز سے اتفاق ۔ طیان ایک بار پھر اٹھی پانی کا مشکیزہ اور مرہم پٹی کا سامان خرجین میں سے نکال جو پٹی اس نے اورخان کی ران پر پہلے باندھی تھی وہ آہستہ آہستہ کھولی زخم کو ہوئی روئی سے خوب اچھی طرح صاف کیا پھر مرہم لگا کر اس پر تازہ پٹی باندھ دی ۔ پٹی باندھنے کے بعد طیان نے اورخان کی طرف دیکھا پھر چاہتوں' محبتوں اور ں میں ڈوبی ہوئی آواز میں پوچھنے لگی۔ آپ زخم میں زیادہ شدت کی تکلیف تو

محسوس نہیں کر رہے۔ اس پر مسکراتے ہوئے بولا اور کہنے لگا۔

دیکھ طیان جس زخم پر تمہارے گداز ہاتھ لگ جائیں وہاں درد کہاں رہتا ہے۔ اور جس شوہر کے ساتھ تم جیسی حسین' خوبرو اور شیریں بیوی ہو اس کے پاس بھلا دکھ درد کہاں بھٹکتا ہے۔ دیکھ طیان تو میرے متعلق زیادہ فکر مند نہ ہو میں کوئی کسی قسم کی درد کی شدت زخم میں محسوس نہیں کرتا۔ میرے خیال میں تمہیں بھوک لگی ہوگی۔ میرے گھوڑے کی خرجین کے ساتھ کھانے پینے کی بھی بہت سی اشیاء ہیں میرے خیال میں تم نے بھی اپنے گھوڑے کی خرجین میں کھانے پینے کی اشیاء اور خشک میوے رکھے تھے۔ اس پر طیان مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

اب جبکہ ہم نے اس غار میں پناہ لے لی ہے۔ غار کا دہانہ بھی بند کر دیا ہے۔ گھوڑوں کو تو برے خوراک کے بھی چڑھا دیئے ہیں۔ آپ کے زخم کی مرہم پٹی بھی کر دی ہے اب میں چاہتی ھوں کہ دونوں میاں بیوی اس بستر پر آگ کے جلتے ہوئے الاؤ کے قریب گرم رہ کر خوشگوار ماحول میں کھانا کھاتے ہیں۔ کھانا کھانے کے بعد یا تو دونوں میاں بیوی اس بستر پر لیٹ کر آرام کریں گے یا الاؤ کے پاس اسی بستر پر بیٹھ کر آپس میں باتیں کرتے ہوئے وقت گزارنے کی کوشش کریں گے۔ اس پر اورخان مسکراتے ہوئے کہنے لگا کھانے کے بعد کیا کرنا ہے اس کا فیصلہ تو بعد میں ہو گا۔ پہلے کھانا کھاتے ہیں۔اس پر طیان خوشی کے اظہار میں جست لگاتی ہوئی اٹھی۔ پانی کا مشکیزہ اس نے پہلے ہی پاس رکھا ہوا تھا۔ پھر وہ چمڑے کی دونوں خرجینیں اٹھا لائی۔ جن کے اندر کھانے کا سامان تھا۔

چمڑے کی جس چادر میں طیان کا بستر بندھا ہوا تھا۔ چمڑے کی وہ چادر تہہ کر کے طیان نے بستر پر بچھائی پھر چمڑے کی اس چادر پر وہ کھانے کی اشیاء رکھنے لگی تھی۔ کھانے میں مکئی کی میٹھی روٹیاں' بھنا ہوا خشک گوشت' انجیر کے ٹکڑے اور کچھ دوسرے خشک میوہ جات تھے۔ ساری چیزیں چمڑے کی چادر پر لگانے کے بعد طیان نے پہلے اورخان کے ہاتھ دھلائے پھر اپنے بھی ہاتھ دھوئے اسکے بعد اورخان کیطرف دیکھتے ہوتے اپنی مٹھاس بھری آواز میں کہنے لگی۔ آیئے بسم اللہ کریں۔ اس پر دونوں میاں بیوی پر سکون اور خوشگوار ماحول میں آگ کے الاؤ کے پاس بیٹھ کر کھانا کھانے

لگے تھے۔

کھانا کھانے کے بعد بچی کھچی اشیاء کو طیان نے چمڑے کی خرجین میں ڈال کر سنبھال لیا تھا پھر وہ دوبارہ اورخان کے پاس آکر بیٹھ گئی اس موقع پر اورخان بولا اور طیان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ دیکھ طیان دونوں اس بستر پر آگ کے الاؤ کے پاس بیٹھتے ہیں۔اور آپس میں گفتگو کر کے وقت گزارنے کی کوشش کرتے ہیں پہلے تم کوئی داستان کوئی حکایت سناؤ۔ اس پر طیان نے اورخان کا ایک ہاتھ اپنے دونوں گداز ہاتھوں میں لے لیا پھر اسے سہلاتے ہوئے کہنے لگی۔ پہلے آپ کوئی داستان سنائیں مجھے تو بس ایک ہی حکایت یاد ہے جو مجھے میرے بھائی بلداق نے ایک بار مجھے سنائی تھی۔ میں چونکہ زیادہ تر اپنی نانی کے پاس رہا کرتی تھی اور میری نانی ان حکایات اور داستانوں کی قائل نہیں تھی لہٰذا مجھے کچھ بھی یاد نہیں پہلے آپ کچھ سنائیں اسکے بعد میں آپ کو ایک کہانی جیسی میں سنا سکتی ہوں سنادوں گی۔ اس پر اورخان نے پیار بھری نگاہوں سے طیان کیطرف دیکھا۔ پھر وہ کہنے لگا دیکھ طیان میں تجھے ایک حکایت سناتا ہوں۔ امید ہے کہ تم پسند کرو گی۔

"کہتے ہیں کہ ایک دانشمند انسان ایک بار اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر کہیں جا رہا تھا راستے میں اسکا گزر ایک ایسے شخص کے پاس سے ہوا جو راہ گزر کے قریب سو رہا تھا۔ اس سوار نے دیکھا کہ سوئے ہوئے شخص کا منہ کھلا تھا اور اس منہ کے اندر چھوٹا سا ایک سانپ گھس رہا تھا۔ سوار جلدی جلدی گھوڑے سے اترا کہ سانپ کو اسکے منہ میں گھسنے سے روک دے لیکن اسکے گھوڑے سے اترنے تک سانپ سرسراتا ہوا اسکے منہ میں گھس کر پیٹ میں اتر گیا تھا۔

اس موقعہ پر اس سوار کے ذہن میں ایک تدبیر آئی اس نے سانپ کو منہ کے راستے باہر نکالنے کیلئے اس سوئے ہوئے شخص کے پیٹ پر زور زور سے گھونسے مارنے شروع کر دیئے تھے سویا ہوا شخص گڑ بڑا کر اٹھ بیٹھا جب اس نے دیکھا کہ ایک خوب جوان اور قوی ہیکل آدمی پے در پے اسکے پیٹ میں گھونسے مارے جا رہا ہے اور اسکی کوئی وجہ نہیں بتاتا تو وہ بیچارہ گھونسوں کی مار برداشت نہ کر سکا اور ایک طرف سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ کھڑا ہوا۔

سوار نے اسکا تعاقب کیا یہاں تک کہ وہ شخص سیب کے ایک باغ میں گھس گیا۔ ان دونوں نے دیکھا کہ سیب کے اس باغ میں کافی سیب گرے ہوئے تھے۔ جو گل سڑ چکے تھے۔ سوار نے اس شخص کا راستہ روک لیا اور ڈانٹ کر کہا کہ ان سیبوں کو کھاؤ ورنہ میں مار مار کر تمہارا کچومر نکال دوں گا۔ وہ شخص جس کے پیٹ میں سانپ چلا گیا تھا اور جسے خبر نہ تھی کہ اسکے پیٹ میں سانپ گیا ہے مرتا کیا نہ کرتا اس نے وہ سیب کھانے شروع کر دئے یہاں تک کہ اس کا پیٹ بھر گیا۔

اب اس نے گھگھیا کر اس دانشمند سوار سے کہا۔ اے امیر تو میرے پیچھے کیوں پڑ گیا ہے آخر میں نے تیرا کیا بگاڑے ہے۔ اگر تم کو مجھ سے پیدائشی دشمنی ہے تو میرا سر حاضر ہے کاٹ کر چلے جاؤ اسطرح مجھے تڑپا تڑپا کر تو نہ مارو۔ کیسی منحوس گھڑی تھی وہ جب تیری نظر مجھ پر پڑی اور کیا نیک بخت ہے وہ شخص جس نے تیری شکل نہیں دیکھی۔ اے اللہ کے بندے نہ میں نے کسی امانت میں خیانت کی ہے اور نہ میری کوئی اور تقصیر ہے جو تم مجھے اسطرح ستا رہے ہو دیکھنے میں تو تم مسلمان نظر آتے ہو لیکن جو ظلم مجھ پر کر رہے ہو وہ تو کوئی غیر مسلم بھی نہیں کرتا۔

غرض وہ شخص اس سوار کو بے تحاشا صلواتیں سناتا چلا گیا لیکن وہ سوار تھا کہ اسکو پھر پیٹ پر گھونسے مارنے لگا۔ گھبرا کر اب پھر اس نے سوار کے آگے بھاگنا شروع کر دیا چونکہ سیب کھا کر اسکا معدہ پر تھا۔ تھوڑی دور جا کر منہ کے بل گر پڑا اور قے پر قے کرنے لگا۔

آنا" فانا" سارا کھایا پیا باہر آگیا اور اسی کھائے پیئے میں سانپ بھی پیٹ سے نکل آیا۔ جب اس شخص کی نظر سانپ پر پڑی تو خوف سے تھر تھر کانپنے لگا اور گھونسوں کی ساری تکلیف جاتی رہی۔ بے اختیار اس سوار کے قدموں پر گر پڑا۔ گڑ گڑا کر اپنے کہے سنے کی معافی مانگی اور کہا تو تو رحمت کا فرشتہ ہے تو میرے لیے بڑی نعمت ہے۔ مبارک تھی وہ گھڑی کہ تو نے مجھے اس حالت میں دیکھ لیا ورنہ میرا تو کام تمام ہو گیا ہوتا۔ تو نے مجھے نئی زندگی عطا کی۔ اس شخص کی خوش بختی کے کیا ہی کہنے جو تیری شکل و صورت کو دیکھ لے۔ افسوس کہ تو نے مجھ پر ماؤں جیسی شفقت کی اور میں نے تیرے ساتھ گدھوں جیسا سلوک کیا۔

اے اللہ کے بندے اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تو دراصل میرا بہی خواہ اور محسن ہے
ں اپنی زبان سے بیہودہ بکنے کے بجائے تیری تعریف میں رطب اللسان ہوتا تیری
ثی نے مجھے غلط فہمی میں مبتلا کر دیا اگر تو مجھ کو حقیقت حال سے آگاہ کر دیتا تو میں
ں اپنے محسن پر یوں بکواس کرتا اس پر اس سوار نے بڑی عاجزی اور انکساری سے
۔ دیکھ میرے عزیز اگر میں اس بات کی طرف ذرا سا اشارہ بھی کر دیتا کہ تیرے
ے اندر سانپ چلا گیا ہے تو اسی وقت دہشت سے تیرا پتہ پانی ہو جاتا اور تیری
نکل کر رہ جاتی۔ اس وقت نہ تجھ کو سیب کھانے کی ہمت پڑتی اور نہ قے کرنے کا
نہ سوجھتا۔ اسکے بعد وہ دونوں اشخاص اپنی اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔"
یہاں تک کہنے کے بعد اورخان خاموش ہو گیا۔ پھر وہ بڑے پیار بھرے انداز میں
ن کی طرف دیکھتے ہوئی کہنے لگا دیکھ طیان اب تیری باری ہے تو کچھ سنا۔ اس پر
نے تھوڑی دیر تیز اور پیار بھری نگاہوں سے اورخان کی طرف دیکھا پھر وہ اسی
اورخان کا ہاتھ اپنے دونوں گداز ہاتھوں میں سہلاتے ہوئے کہنے لگی۔
"ایک شکاری کے جال میں ایک چھوٹا سا پرندہ پھنس گیا۔ وہ اسکو ذبح کرنے لگا تو
ے نے کہا اے بزرگ سردار مجھ جیسے چھوٹے پرندے کو آپ کھائیں گے تو آپ
، نہیں بنے گا۔ آپ تو اب تک اتنی گائیں اور بکرے کھا چکے ہیں اگر آپ ان
یر نہیں ہوئے تو مجھ ننھی سی جان سے آپ کا پیٹ کیسے بھرے گا۔
اسکے بجائے اگر آپ مجھے آزاد کر دیں تو یہ آپ کا کرم اور جواں مردی ہوگی
ے اگر آپ مجھے چھوڑ دیں تو میں آپ کو تین ایسی کام کی باتیں بتاؤنگا کہ آپ
ن سے فائدہ اٹھائیں گے۔ پہلی نصیحت تو میں آپ کو آپ کے ہاتھ پر بیٹھے ہی
کرونگا۔ دوسری نصیحت دیوار پر بیٹھ کر کرونگا اسے سن کر آپ کو کمال خوشی ہوگی
یری نصیحت میں پیڑ پر بیٹھ کر کرونگا۔ اس میں سراسر آپ کی ہی بہتری ہوگی۔
شکاری راضی ہو گیا اور اس نے پرندے کو اپنے ہاتھ پر بٹھایا پرندے نے کہا۔
نصیحت یہ ہے کہ کبھی بھی ناممکن بات خواہ کیسا ہی شخص کرے اس پر یقین نہ
یہ پہلی نصیحت سننے کے بعد شکاری نے اس پرندے کو آزاد کر دیا اور وہ پھر سے
دیوار پر بیٹھ گیا اور وعدے کے مطابق دوسری نصیحت بتاتے ہوئے کہنے لگا۔

دیکھ نیک بخت کبھی بھی گذری ہوئی بات کا غم مت کرنا اسکے بعد اس پرند نے اس شکاری کو مخاطب کر کے کہا۔ دیکھ نیک بخت میرے پوٹے میں دس درہم و کا ایک بیش قیمت موتی ہے۔ اگر وہ تم کو مل جاتا تو وہ تیری آل اولاد کو نہال کر یہ تو ایسا نادر موتی ہے کہ تمام دنیا میں اسکی نظیر نہیں مل سکتی۔ افسوس کہ تو نے آزاد کر کے یہ موتی اپنے ہاتھ سے گنوا دیا۔

اس پرندے کی یہ گفتگو سنکر شکاری سر پکڑ کر بیٹھ گیا اور بچوں کیطرح بلک کر رونے لگا۔ بار بار سرد آہیں بھرتا اور اپنی قسمت کو کوستا تھا کہ میں نے پرندے کے جھانسے میں آکر اسے آزاد کر کے خود اپنے ہی پاؤں پر کلہاڑا مار لیا ہے

اس شکاری کی یہ حالت دیکھتے ہوئے پرندہ پھر بولا اور کہنے لگا۔ معلوم ہوتا ہ نے میری نصیحتیں پلے نہیں باندھیں۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ گزری بات کا غ کرنا جبکہ تو اسکا غم اور دکھ کر رہا ہے چونکہ اس سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ دوسری نصیحت یہ تھی ناممکن بات پر ہرگز یقین مت کرنا ارے میاں ذرا سوچو تو سارا وزن تین درہم سے زیادہ نہ ہوگا بھلا دس درہم وزن کا موتی میرے جسم کے کیسے سما سکتا ہے۔

پرندے کی یہ باتیں سنکر شکاری کی آنکھیں کھل گئیں۔ دل میں کہنے لگا۔ با یہ پرندہ قرینے کی کہتا ہے۔ تین درہم تو اسکا سارا وزن نہ ہو گا۔ دس درہم وز موتی اسکے پوٹے میں کیسے سما سکتا ہے۔ پھر پرندہ سے کہنے لگا۔ اے خوشنما اور نیک پرندے اب اپنی تیسری نصیحت بھی بیان کر۔ اس پر پرندہ کہنے لگا۔ یہ بھی خوب ارے میاں تو نے میری پہلی دو نصیحتوں پر کب عمل کیا اب میں تیسری نصیحت کے تجھ سے ضایع نہیں کرنا چاہتا۔ یہ کہہ کر پرندہ پرواز گیا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد طیان تھوڑی دیر کیلئے رکی پھر وہ مسکرا کر اورخا طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ بس مجھے تو یہی ایک کہانی یاد تھی جو میں نے آپ بیان کر دی۔ اس پر اورخان مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ حقیقت میں اب میرے پاس کچھ نہیں تمہیں سنانے کیلئے لہٰذا تم خاموشی سے بستر پر دراز ہو اور لیٹ جاؤ میں کے الاؤ کے پاس جاگتے ہوئے پہرا دینے کی کوشش کرونگا۔ اس پر طیان تڑپ کر

کہنے لگی۔ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ آپ سو جائیں آرام کریں آپ زخمی ہیں۔ پ کو آرام کی ضرورت ہے۔ میں آپ کے پاس بیٹھتی ہوں۔ آپ پر نگاہ رکھتی ں۔ اور پہرا دیتی ہوں۔ اس پر ضد کرنے کے انداز میں اورخان بولا' اور کہنے لگا یں طیان ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں مرد ہوں یہ کام میرا ہے اس پر طیان بھی اسی انداز بولی اور کہنے لگی۔ چونکہ میرا مرد زخمی ہے لہٰذا ایک اچھی بیوی کی حیثیت سے پنے مرد کو آرام پہنچانے کی خاطر میرا جاگنا انتہائی ضروری اور اہم ہے۔ اس پر رخان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اچھا اگر ایسی بات ہے تو تمہارا مرد تمہیں اجازت تا ہے کہ تم سو جاؤ مجھے امید ہے کہ تم اپنے مرد کی بات ماننے سے انکار نہیں کرو گی ں پر طیان نے گھور کر اورخان کی طرف دیکھا وہ اس سے کچھ کہنا چاہتی تھی کہ پیار ے اورخان نے اس کا گال تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ دیکھ طیان تو آرام سے لیٹ جا ری ران چونکہ زخمی ہے اگر میں لیٹوں گا تو مجھے تکلیف ہو گی۔ میں ابھی ویسے بھی ھنا پسند کرونگا۔ اس پر طیان ہار مانتے ہوئے بولی اور کہنے لگی۔ میں ایک شرط پر لیٹنے ر نیند لینے پر تیار ہوں اورخان نے تیزی سے پوچھا کونسی شرط۔

جواب میں طیان بولی اور کہنے لگی۔ شرط یہ ہے کہ آدھی رات کے بعد آپ ے جگا دیجئے گا اسکے بعد آپ آرام کیجئے گا میں آپ کے پاس بیٹھوں گی۔ اورخان ب اس پر تیار ہو گیا تو طیان بستر پر دراز ہو گئی تھوڑی دیر بعد وہ گہری نیند میں سو ی تھی جب کہ اورخان آگ کے الاؤ کے پاس بیٹھا پہرا دے رہا تھا۔

○

دوسرے روز جب طیان کی آنکھ کھلی تو وہ دنگ رہ گئی اس نے دیکھا غار کے اندر ورخان موجود نہیں تھا تاہم آگ کا الاؤ دھیمے دھیمے انداز میں روشن تھا۔ طیان کیلئے ری پریشان کن بات یہ تھی کہ غار کے اندر دونوں گھوڑے بھی موجود نہ تھے۔ چانک طیان کی نگاہیں غار کے ایک طرف اٹھ گئیں جہاں خشک گھاس کا ایک بہت بڑا ھیر لگا ہوا تھا اور گھاس کے اس ڈھیر کے قریب ہی تازہ کٹی ہوئی لکڑیوں کا ایک بہت ا ڈھیر بھی تھا۔ طیان اپنے بستر سے اٹھی۔ بال سنوارے لباس درست کیا۔ آگے بڑھ

کر تھوڑی دیر تک وہ گھاس اور لکڑیوں کا جائزہ لیتی رہی پھر جب وہ غار کے منہ کے
قریب آئی تو اسے اچانک اورخان آتا دکھائی دیا۔ وہ اپنے گھوڑے پر سوار تھا اور طیان
کے گھوڑے کی لگام اس نے پکڑ رکھی تھی۔ جب وہ غار کے منہ کے قریب آکر اپنے
گھوڑے سے اترا۔ تو طیان انتہائی پریشان اور شکووں بھری آواز میں اورخان کو
مخاطب کرتے ہوئے پوچھنے لگی۔ آپ کہاں چلے گئے تھے۔ اس پر اورخان مسکراتے
ہوئے کہنے لگا۔

دیکھو طیان یہ گھوڑے رات بھر اندر بندھے رہے انھوں نے توبروں میں جو
خوراک تھی وہ بھی پیٹ بھر کر کھائی اب انہیں پانی کی ضرورت تھی میں انہیں پانی پلا
کے لایا ہوں۔ ان دونوں نے خوب پیٹ بھر کے پانی پیا ہے۔ اس پر طیان پھر بولی اور
کہنے لگی۔ غار کے اندر گھاس اور لکڑیوں کے جو ڈھیر لگے ہیں یہ آپ اکیلے ہی لگا
رہے ہیں۔ اس پر اورخان بولا اور کہنے لگا دیکھ طیان جب غار کے باہر مجھے کو ہستانی
پرندوں کی آوازیں سنائی دیں تو میں سمجھ گیا تھا فجر ہو چکی ہے۔ لہٰذا میں نیچے گیا غار
سے تھوڑے ہی فاصلے پر دریا کے متوازی بہنے والی ایک ندی ہے جس میں شاید
چشموں کا پانی آتا ہے۔ میں نے وہاں وضو کیا واپس آکے فجر کی نماز ادا کی اسکے بعد
میں باھر گیا اور بڑی تیزی سے گھاس اور لکڑیاں کاٹنے لگا۔ دیکھ طیان تو جانتی ہے ابھی
برفباری جاری ہے اور اس برفباری میں ہم دونوں میاں بیوی سفر نہیں کر سکتے
نجانے یہ برفباری کب تک رہیگی اور کب تک ہمیں اس غار میں قیام کرنا پڑیگا۔ لہٰذا
میں نے خشک گھاس اور لکڑی کے ڈھیر لگا دئے ہیں۔ اس پر طیان بولی اور کہنے لگی
جب لکڑیاں اس قدر آپ نے کاٹ دی تھیں تو اتنی گھاس کاٹنے کی کیا ضرورت تھی
اس پر اورخان فوراً" بولا اور کہنے لگا۔

دیکھ طیان لکڑیاں تو ہم آگ کا الاؤ روشن کرنے کیلئے استعمال کریں گے جبکہ یہ
گھاس میں نے اپنے گھوڑوں کیلئے کاٹی ہے تم گھوڑوں کے توبروں کا جائزہ لینا۔ توبروں
کے اندر جتنی خوراک تھی وہ اسے ختم کر چکے ہیں اب میں انہیں پانی پلا کر لایا ہوں
اب ان کے آگے خشک گھاس ڈالیں گے اور یہ اس سے اپنے پیٹ بھر لیں گے۔ اس
پر طیان بولی اور پوچھنے لگی کیا آپ دریا کی طرف گئے تھے۔

رخان مسکراتے ہوئے کہنے لگا نہیں میں دریا کی طرف نہیں گیا تھا بلکہ میں اس
طرف گیا تھا جس میں چشموں کا پانی بہتا ہے وہ پانی بالکل شفاف ہے۔ پینے کے
ہے۔

ان کوئی جواب دینے کی بجائے آگے بڑھی اورخان سے اس نے دونوں
کی باگیں لے لیں پھر وہ گھوڑوں کو اندر لائی دونوں گھوڑوں کے پاؤں طیان
ں کے ساتھ باندھ دیئے پھر ان کے آگے خشک گھاس ڈال دی تھی۔ گھوڑے
کے تھے لہٰذا وہ بڑی تیزی سے گھاس چبانے لگے تھے۔ گھوڑوں کو باندھنے کے
پھر اورخان کے پاس آئی جو اب تک غار میں داخل ہو کر آگ کے آلاؤ کے
چکا تھا۔ طیان بھی اسکے پہلو میں بیٹھ گئی اور پھر شکووں بھری آواز میں وہ
ی۔

آپ رات بھر اکیلے کیوں جاگتے رہے ہیں آپ نے جب میں سونے لگی تھی
وعدہ کیا تھا کہ آدھی رات کے وقت آپ مجھے جگا دیں گے اور باقی آدھی
پ آرام کریں گے اس پر اورخان بولا اور کہنے لگا دیکھ طیان مجھے نیند نہیں
ی لہٰذا میں نے تمھیں جگانا مناسب نہیں سمجھا۔ ویسے بھی تم تھکی ہوئی تھیں
رام کی ضرورت تھی۔ اس پر طیان فوراً" بولی اور کہنے لگی آپ تھکے ہوئے
اور زخمی بھی اسلئے آپ کو میری نسبت زیادہ آرام کی ضرورت تھی۔ آپ کو
ی رات کے وقت ہر صورت جگا دینا چاہیے تھا تاکہ آپ آرام کرتے اور
کے پاس بیٹھ کر پہرا دیتی اور آپ کی دیکھ بھال کرتی۔ اس پر اورخان
ہوئے کہنے لگا اچھا بھئی اعتراض مت کرو نہ ہی ناراض ہو ہم دونوں خیر د
اپنے لشکر میں پہنچ جائیں پھر تم جتنی چاہے میری دیکھ بھال کرتی رہنا اس پر
خوش ہوتے ہوئے ایک بھرپور قہقہہ لگایا پھر وہ بولی میرے خیال میں آپ
ھیں میں ندی کی طرف جاتی ہوں۔ ہاتھ منہ دھو کے آتی ہوں۔ اس پر
بولا نہیں میں بھی تمھارے ساتھ جاؤں گا۔ مشکیزے بھی لے لیتے ہیں اپنے
کیلئے ندی سے پانی بھی بھر لاتے ہیں۔ اور ہاں اپنے آپ کو مسلح کر کے ندی کی
نا کہیں ایسا نہ ہو کہ منگول ہماری تلاش میں ادھر ادھر مارے مارے پھر رہے

ہوں۔ اسکے ساتھ ہی دونوں میاں بیوی اٹھ کھڑے ہوئے اپنے ہتھیار انہوں
سنبھالے۔ تیروں بھرے ترکش پیٹھوں پر باندھنے کے بعد انہوں نے اپنے کندھو
کمانیں بھی لٹکا لی تھیں۔ پھر وہ غار سے نکل کر ندی کی طرف ہو لئے تھے۔

ندی کنارے جا کے طیان ایک پتھر پر بیٹھ گئی۔ برفباری ابھی تک اپنے ز
سے جاری تھی۔ دونوں میاں بیوی نے اپنے اوپر چمڑے کی چادریں ڈال رکھی ت
تاکہ برفباری سے محفوظ رہیں' طیان نے اس پتھر پر بیٹھ کر ہاتھ منہ دھویا پھر وہ ا
سے ہاتھ منہ صاف کرتے ہوئے اورخان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ اور
میرے حبیب اگر برفباری اسی طرح جاری رہی تو ہمارے لئے مشکلات اٹھ ک
ہونگی۔ اورخان نے بے چینی سے طیان کی طرف دیکھتے ہوتے پوچھا کیسی مصیبت۔
پر طیان افسردگی میں کہنے لگی۔ دیکھ میرے حبیب ہمارے پاس خوراک صرف اس
ہے کہ آج صبح اور دوپہر کا ہمارا گزارا ہو سکتا ہے۔ اسکے بعد ہمارے پاس خوا
ختم ہو جائیگی ایسی صورت میں ہمیں برفباری میں ہی اس غار کو چھوڑ کر کسی ب
کسی شہر کا رخ کرنا ہو گا۔ اسلئے کہ جو خوراک ہمارے پاس تھی ـــــ

یہاں تک کہتے کہتے طیان خاموش ہوگئی اور چونک کر وہ ندی کے اس پار ا
گئی۔ اسکے چونکنے پر اورخان فکر مند ہوگیا اور جس طرف طیان دیکھ رہی تھی
اورخان بھی دیکھنے لگا پھر اورخان کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی وہ طیان کو خ
کر کے کہنے لگا دیکھ طیان لگتا ہے اس کوہستانی سلسلہ اس برفباری اور اس ندی
کنارے قدرت ہم پر اپنی مہربانیوں کا اظہار کر رہی ہے۔ طیان تو نے ندی کے ا
کچھ دیکھا۔ طیان نے مڑ کر اورخان کی طرف دیکھا اس موقعہ پر طیان کے چہر
خوش کن مسکراہٹ تھی پھر وہ اورخان کو مخاطب کر کے پوچھنے لگی آپ نے کیا
میں نے اس برفباری میں ندی کے اس پار ایک جنگلی بکری کی جھلک دیکھی۔
بھاگتی ہوئی ایک چٹان کی اوٹ میں ہوئی ہے اس پر طیان مسکراتے ہوئے بولی
میری بھی نگاہیں اسی بکری پر جم گئی تھیں۔ اس پر اورخان پھر بولا اور کہنے لگا۔
دیکھ طیان برفباری میں عموماً" جنگلی بکریاں اپنی پناہ گاہوں سے باہر نکل آ
اور خوراک کی تلاش میں ادھر ادھر ماری ماری پھرتی ہیں ویسے تو ان کوہستانی س

ھاس کافی مقدار میں موجود ہے اور بکریاں اس سے پیٹ بھر سکتی ہیں تاہم
ی زیادہ بڑھ جائے اور گھاس دب جائے تو یہ بکریاں اپنے کھروں سے برف
ے کائی اور گھاس کی جڑیں کھا کر بھی گزارا کر لیتی ہیں۔ دیکھ طیان تو یہیں
یں ندی کے اس پار جاتا ہوں اور بکری کا شکار کرنے کی کوشش کرتا ہوں
ن بولی اور کہنے لگی نہیں ہرگز نہیں میں آپ کو اکیلا نہیں جانے دونگی۔
ہیں بلکہ آپ یہیں رکیں میں خود شکار کرتی ہوں۔ اس پر اورخان کہنے لگا
تم یہاں نہیں رکنا چاہتیں تو پھر میرے ساتھ آؤ۔ اس پر طیان تیار ہو گئی پھر
ں بیوی نے ندی کو پار کیا اور دبے پاؤں وہ اس چٹان کی طرف بڑھے جسکے
لی بکری گئی تھی۔

چٹان کے قریب جا کے اورخان نے اپنی کمان سنبھالی چلے پر تیر چڑھایا پھر
ایک زور دار چیخ ماری۔ چیخ جونہی ان کوہستانی سلسلوں کے اندر بلند ہوئی
چٹان کی اوٹ سے نکل کر بھاگی اس کا بھاگنا تھا کہ اورخان نے تیر چلا دیا
کا گرنا تھا کہ طیان اپنی پوری رفتار سے بھاگی اور آگے بڑھ کر اس نے بکری
یا تھا۔

نے طیان کو سینگ مار کے اپنا آپ چھڑا کر بھاگنا چاہا لیکن طیان نے اپنی
ی مضبوط رکھی کہ نہ ہی اس نے بکری کو سینگ مارنے دیا اور نا ہی اسے
اتنی دیر تک اورخان بھی لنگڑا کر بھاگتا ہوا وہاں پہنچ گیا اپنا خنجر نکالا اور بکری
نے تکبیر پڑھتے ہوئے ذبح کر دیا تھا۔ پھر چٹانوں کے اندر ہی دونوں میاں بیوی
ری کے اندر جلدی جلدی بکری کی کھال اتاری۔ پیٹ چاک کر کے گوشت
۔ اسکے بعد جب صاف کی ہوئی بکری کو اورخان اٹھانے لگا تو طیان نے آگے
رخان کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے اور کہنے لگی۔

ی ران پر زخم ہے میں آپ کو گوشت نہیں اٹھانے دونگی۔ میں اسے خود اٹھا
لے کے جاؤں گی اس پر اورخان نے پیار سے طیان کی طرف دیکھتے ہوئے
طیان میرا زخم ایسا بھی گہرا اور خطرناک نہیں کہ میں بکری کے اس گوشت کو
ی پار کر کے غار تک نہ پہنچ سکوں اس پر طیان کہنے لگی کچھ بھی ہو یہ میری

ضد ہے میں آپ کو نہیں اٹھانے دونگی۔ اس پر اورخان ہار مان گیا اور طیان نے خود صاف کی ہوئی بکری کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیا تھا اسکے بعد دونوں میاں بیوی نے ندی کو پار کیا اور بڑی تیزی سے چلتے ہوئے وہ غار میں داخل ہوئے تھے۔

غار میں داخل ہونے کے بعد طیان نے صاف کی ہوئی بکری کو الاؤ کے قریب دو پتھروں پر رکھ دیا تھا اس نے دیکھا اورخان غار کے دہانے پر پھر پتھر رکھنے لگا تھا۔ اس پر طیان بھاگتی ہوئی گئی اور اس کام میں اورخان کی مدد کرنے لگی تھی پھر دونوں میاں بیوی نے مل کر پہلے کی طرح پتھروں سے غار کا دہانہ بند کر دیا تھا۔

دونوں نے جو اپنے اوپر چمڑے کی چادریں ڈال رکھی تھیں وہ انہوں نے اتار کر ایک طرف رکھ دیں پھر دونوں نے اپنے اپنے خنجر نکالے اور بکری کے گوشت کے ٹکڑے کر دیئے تھے اسکے بعد وہ الاؤ کی آگ پر گوشت بڑی تیزی سے بھوننے لگے تھے۔ گوشت بھونتے ہوئے طیان تھوڑی دیر تک مسکرا مسکرا کر اورخان کی طرف دیکھتی رہی پھر وہ کہنے لگی۔

میں اپنی خوراک کے متعلق بڑی فکر مند ہو رہی تھی رات کو جب میں نے بچی ہوئی خوراک کا جائزہ لیا تو میرا اندازہ تھا کہ وہ دو وقت سے زیادہ نہیں چلے گی۔ بلکہ د وقت کیلئے بھی پوری اور مناسب نہ تھی۔ رات کو سوتے وقت میں نے دل میں یہ تہیہ کر لیا تھے کہ میں بہت کم کھاؤں گی۔ لیکن لگتا ہے۔ اس برفباری اور کوہستانی سلسلہ میں قدرت نا صرف یہ کہ ہماری رہنمائی کر رہی ہے بلکہ ہم پر مہربانی کر رہی ہے ج جنگلی بکری ہمیں مل گئی اور ہم اسکا شکار کر کے غار میں لے آئے جواب میں اورخا بولا اور کہنے لگا۔

طیان تمہارا اندازہ درست ہے قدرت واقعی اس کوہستانی سلسلہ میں ہم پر بڑی مہربان اور ہماری سب سے بڑی رہنما ہے۔ دیکھ طیان یہ سارا گوشت بھون لیتے ہیں سردی کا موسم ہے اور برفباری بھی ہو رہی ہے۔ گوشت خراب تو نہیں ہوگا پھر بھی ہمیں احتیاطاً" اسے بھون کر اپنے پاس رکھ لینا چاہیے۔ جب ضرورت پڑیگی تو اس بھنے ہوئے گوشت کو کھا کر گزارا کر لینگے۔ طیان نے اس سے اتفاق کیا۔ پہلے کچھ گوشت بھون کر انہوں نے کھا لیا اور باقی گوشت بھون کر محفوظ کر لیا تھا۔ اسکے بعد

یاں بیوی اس بستر پر لیٹ کر آرام کرنے لگے تھے۔

○

باری کا سلسلہ چونکہ جاری تھا اسلئے اورخان اور طیان کو اس غار کے اندر رات بسر کرنا پڑی تھی۔ دوسرے روز بھی برفباری جاری تھی۔ دونوں میاں ندی کے کنارے ہاتھ منہ دھو کے آئے۔ غار میں آ کر انہوں نے بھنے ہوئے کا ناشتہ کیا اور فارغ ہوئے ہی تھے کہ کوہستانی سلسلہ میں کچھ آوازیں گونجتی ی دیں۔ کچھ لوگ اونچی اونچی آوازوں میں اورخان کا نام لیتے ہوئے اسے پکار ے۔ یہ آوازیں سنتے ہوئے طیان کے چہرے پر اداسیاں پریشانیاں اور افسردگیاں اور وہ عجیب سی لاچارگی کے انداز میں اورخان کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ اس ن نے طیان کی بدلتی حالت کا جائزہ لیا پھر وہ بڑی محبت' بڑی چاہت اور نرمی مخاطب کر کے پوچھنے لگا۔ کیا ہوا۔ طیان تم پریشان کیوں ہوگئی ہو اس پر طیان وتی اور بین کرتی آواز میں کہنے لگی۔

جو کوہستانی سلسلہ کے اندر آپ کا نام پکارا جا رہا ہے یہ آوازیں آپ نے پر اورخان بولا ہاں میں یہ آوازیں سن رہا ہوں طیان نے پوچھا پھر آپ نے ہ لگایا۔ اس پر اورخان کہنے لگا میں ابھی غار سے نکلتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ ے والے کون ہیں طیان نے فوراً" اورخان کا بازو پکڑ لیا اور کہنے لگی نہیں میں غار سے باہر نہیں جانے دونگی میرے خیال میں یہ منگول ہیں اور آپ کے کر آپ کو پکار رہے ہیں تاکہ آپ جہاں کہیں بھی ہیں باہر آئیں اور وہ آپ ر ہو جائیں۔ اس پر اورخان بولا اور کہنے لگا۔

طیان یہ پکارنے کا لب و لہجہ منگولوں کا نہیں یہ لہجہ شناسا ہے۔ میں سمجھتا ر سلطان جلال الدین نے یا پاسبانوں کے سپہ سالار نے میرے کچھ ساتھیوں کو ں میں بھیجا ہوگا اور وہی مجھے تلاش کرتے ہوئے ادھر آئے ہیں۔ دیکھ طیان نہ ہو میں باہر جاتا ہوں اور ان کی پکار کا جواب دیتا ہوں۔ اس پر طیان کھڑی ر بولی اگر آپ نے باہر جانا ہی ہے تو پھر میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گی۔

اگر کوئی مصیبت آتی ہے تب پھر دونوں پر اکٹھی ہی آئے۔ آپ کے بعد میں زندہ رہنا پسند نہیں کرونگی۔ اورخان نے طیان کے خوبصورت منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور کہنے لگا۔ دیکھ طیان ایسی باتیں مت کرو۔ میں اور تم زندہ رہیں گے۔ یہ پکارنے والے ضرور ہمارے ساتھی ہیں اس پر اورخان غار کے باہر آیا اور بلند آواز میں اس نے پکارنے والوں کی پکار کا جواب دیا۔

اورخان کا انکی پکار کا جواب دینا ہی تھا کہ تھوڑی دیر بعد دس بارہ گھوڑ سوار اپنے گھوڑوں کو بھگائے ہوئے اورخان کے سامنے آکھڑے ہوئے تھے وہ سب اورخان کے لشکری تھے۔ جنھیں پاسبانوں کے سلار نے اورخان کی تلاش میں بھیجا تھا۔ اورخان اور طیان کو دیکھ کر وہ لشکری بے حد خوش ہوئے۔ چھلانگیں لگا کر اپنے گھوڑوں سے وہ اتر گئے باری باری اورخان سے گلے ملے اور اورخان کو زخمی دیکھ کر وہ بیچارے بڑے پریشان ہوئے۔ اس پر اورخان بولا اور کہنے لگا۔ دیکھو میرے ساتھیو میرا زخم زیادہ گہرا نہیں ہے۔ طیان نے موقعہ پر ہی چونکہ مرہم پٹی کر دی تھی لہٰذا زخم خراب نہیں ہونے پایا بلکہ بڑی تیزی سے مندمل ہو رہا ہے۔ یہ تو کہو تم مجھے تلاش کرنے میں کیسے کامیاب ہوئے اس پر ایک لشکری بولا اور کہنے لگا۔

سیف الدین کے بیٹے ہمارے کچھ مخبروں نے آپ کو دریائے ارس میں کودتے دیکھ لیا تھا۔ انھوں نے ہی یہ خبر جا کر سلطان جلال الدین کو سنائی تھی۔ وہ مخبر بھی اس وقت ہمارے ساتھ ہی ہے پھر اسی کی رہنمائی میں ہم آپ کو تلاش کرنے کے لئے یہاں آئے۔ ہم نے اس ندی کے پار ایک جنگلی بکری کی کھال دیکھی تھی اور ہمیں یقین ہو گیا کہ آپ نے ہی یہاں پناہ لے رکھی ہے اور خوراک کا بندوبست کرنے کیلئے آپ نے ہی یہ جنگلی بکری شکار کی ہوگی لہٰذا اسی علاقے میں گھوم پھر کر ہم آپ کو آوازیں دینے لگے تھے۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ ہمیں مل گئے۔ اب آپ اپنا سامان سمیٹیں اور یہاں سے کوچ کریں۔ آپ برفباری کی پرواہ نہ کریں۔ پانچ میل آگے ایک بستی ہے ہم برفباری رکنے تک وہاں قیام کریں گے۔ وہاں ایک بہترین اور صاف ستھری سرائے بھی ہے۔ اور برفباری رکنے کے بعد ہم واپس لشکر کی طرف لوٹ جائیں گے۔

ان لشکریوں کیساتھ مل کر اورخان اور طیان نے اپنا سامان سمیٹا پھر وہ ان کے وہاں سے کوچ کر گئے تھے۔ برفباری چونکہ مزید دو دن جاری رہی تھی لہٰذا انھوں آگے جاکر بستی کی ایک سرائے میں قیام کر لیا تھا۔ اور جب برفباری تھم گئی تب ں بستی سے نکل کر واپس سلطان جلال الدین کے لشکر میں شامل ہونے کے لئے۔ ان کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

○

شام کے وقت ایک روز اورخان اور طیان اپنے ساتھی لشکریوں کیساتھ اصفہان باہر سلطان جلال الدین کے لشکر میں داخل ہوئے۔ پاسبانوں کا سپہ سالار بھی ابھی وہیں قیام کیے ہوئے تھا۔ اورخان کی آمد کی خبر جب لشکر میں پھیلی تو سلطان جلال ن اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے لشکر سے باہر نکل کر اورخان کا استقبال کیا۔ خان کے لشکر کے ان گنت ساتھی اورخان کے اردگرد جمع ہو گئے تھے اور وہ خان کے بخیریت آنے پر خداوند قدوس کا شکر ادا کر رہے تھے۔ سلطان جلال الدین اپنے طبیب خاص سے اورخان کا علاج شروع کرایا چند ہی یوم میں اسکی ران کا ٹھیک ہو گیا پھر سلطان جلال الدین نے اپنے لشکر کا ایک حصہ بھی اورخان کے ت کر دیا تھا اسلئے کہ دریائے ارس کے کنارے چارمغان کے کیخلاف جنگ میں خان کے لشکر کا ایک حصہ مارا جا چکا تھا اسطرح اورخان کے لشکر کی تعداد پھر پہلے ا ہو گئی تھی۔

○

سلطان جلال الدین جس وقت ہمدان کے نواح میں منگولوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے آیا تھا تو راستے میں اس نے اپنے وزیر شرف الملک کو آذر بائیجان میں اٹھنے والی بغاوت اور فتنے کی آگ کو بجھانے کے لئے روانہ کیا تھا۔ شرف الملک کے پاس خاصا بڑا لشکر تھا جسکی مدد سے اس نے آذر بائیجان میں اٹھنے والی بغاوت اور فتنے کو جو ابھی تک سلطانی قلم رو میں شامل نہیں ہوئے تھے۔ فتح کرنے میں مصروف ہو گیا۔ چنانچہ اس نے دزمار، کہرام ہزل اور جریزو وغیرہ شہروں پر قبضہ کر لیا۔ اسکے بعد شرف الملک، نے روئیں دز کے شہر اور قلعہ کا رخ کیا۔ اس قلعہ کی حکمران ایک ملکہ تھی شرف الملک نے جب اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور جوں جوں محاصرہ سخت ہوتا گیا، ملکہ کے لئے رسد اور کمک حاصل کرنا مشکل ہوتا چلا گیا لہٰذا اس نے پیشکش کی کہ اگر خود سلطان جلال الدین یا شرف الملک اسے اپنے حرم میں داخل کر لیں تو وہ بغیر لڑے صلح صفائی کیساتھ قلعہ حوالے کر دیگی۔ شرف الملک ایسا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے ملکہ کو اپنے حرم میں داخل کرنے سے انکار کر دیا اسلئے کہ وہ بزور قلعہ فتح کر کے اسکی لوٹ مار کرنا چاہتا تھا۔ دوسری طرف جب سلطان جلال الدین کو قلعہ روئین دز کی ملکہ کی اس پیش کش کا علم ہوا تو اس نے ملکہ کو اپنے حرم میں داخل کر لیا اسطرح بغیر جنگ اور لڑائی کے قلعہ پر سلطان کا قبضہ ہو گیا۔

○

سلطان جلال الدین نے اپنی ایک بیوی جو کبھی تبریز کی ملکہ اور ازبک پہلوان کی بیوی ہوا کرتی تھی اسے خوی کی ریاست عطا کی ہوئی تھی تاکہ وہ غم روزگار سے محفوظ رہے۔ جن دنوں سلطان جلال الدین ہمدان کے نواح میں منگولوں کے ساتھ

سر پیکار تھا۔ سلطان نے اپنے وزیر شرف الملک کیطرف پیغام بھجوایا خوی کے طراف میں مزید کچھ شہر فتح کر کے ملکہ کے حوالے کر دیئے جائیں۔ اور سلطان نے ب نامہ کے ذریعہ شرف الملک کو جاگیر کی حفاظت اور دیکھ بھال کے لئے ملکہ کا مشیر ی مقرر کیا۔ چنانچہ شرف الملک نے خوی شہر کے اطراف میں سلماس اور ارمیہ ہوں پر بھی قبضہ کر لیا اور ان شہروں کو بھی ملکہ کی ریاست میں شامل کرا دیا۔

کچھ عرصہ تک تو ملکہ اور شرف الملک کے تعلقات درست رہے لیکن بعد میں رف الملک نے ہر معاملہ میں دخل دینا شروع کر دیا جسے ملکہ برداشت نہ کر سکی اور لقات حد درجہ کشیدہ ہو گئے جب شرف الملک نے دیکھا کہ ملکہ اسکے دخل در قولات کے خلاف سراپا احتجاج بن گئی ہے تو اس نے اس خفت کا انتقام لینے کے ئے ملکہ کیخلاف سلطان کے کان بھرنے شروع کر دئے۔ چنانچہ اس نے ملکہ پر بے وفائی ے بہتان کے علاوہ کرداری کی تہمت بھی لگائی اور الزام لگایا کہ جب ازبک پہلوان ے غلاموں نے سلطان کے خلاف بغاوت کی تھی تو انہیں ملکہ کا تعاون حاصل تھا یونکہ ملکہ چاہتی تھی کہ تبریز کی حکومت ازبک خاندان سے باہر نہ جانے پائے۔

میاں بیوی کے تعلقات کو خراب تر بنانے کے لئے شرف الملک نے ادھر ملکہ ے بھی سلطان کے خلاف لگائی بجھائی شروع کر دی تھی۔ رفتہ رفتہ ملکہ شرف الملک ی ان پست حرکات سے اس قدر آتش زیر پا ہوئی کہ اس نے اعلانیہ علم بغاوت بلند ر دیا اور خوی کو چھوڑ کر تلہ کے قلعہ میں جو ارمیہ جھیل کے قریب ایک پہاڑی کی ٹی پر تھا چلی گئی اور قلعہ بند ہو گئی۔

شرف الملک تو یہی چاہتا تھا چنانچہ ملکہ کے جانے کے بعد اس نے ملکہ کی یاست خوی میں جس قدر ملکہ کا سامان تھا اس پر قبضہ کر لینا چاہا۔ اگرچہ ملکہ نے ے اپنے پیغامبر کی معرفت اس انتہائی اقدام سے روکنے کی بہت کوشش کی لیکن اس کینہ توز وزیر نے ملکہ کی تمام گذارشات کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا اور اپنے اس ئے پر ڈٹا رہا کہ ملکہ بلا شرط خود کو اسکے حوالے کر دے۔

ملکہ کو جب یقین ہو گیا کہ شرف الملک اسکو رسوا کرنے پر تلا ہوا ہے اور کسی الت میں درگزر پر آمادہ نہیں ہو سکتا۔ تو ملکہ نے مخفی طور پر اخلاط شہر کے حاکم ملک

الاشرف کے نائب حاجب علی سے مدد کی درخواست کی۔ سلطان جلال الدین کے وزیر شرف الملک ابھی تک خوی سے کچھ دور سلماس کے سبزہ زاروں میں پڑاؤ کیے ہوئے تھا اور ملکہ کو ڈرا دھمکا کر رام کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ حاجب علی چپکے سے ملکہ کی ریاست کے مرکزی شہر خوی جا پہنچا اور ملکہ کا سارا قیمتی سازوسامان لپیٹ کر ملکہ کے پاس لے گیا پھر ملکہ کو وہ تلہ کے قلعہ سے نکال کر اپنے پاس اخلاط لے گیا۔ جب جلال الدین کے وزیر شرف الملک کو اس افسوس ناک سانحہ کا علم ہوا تو سلطان کے خوف سے اسکے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ بہت پچھتایا لیکن اب کیا ہو سکتا ہے۔ جو ہونا تھا ہو چکا اس نے ملکہ کو لانے کی بہتری کوشش کی لیکن ملکہ نے واپس آنے سے انکار کر دیا۔

شرف الملک ابھی تک ملکہ کو راضی کرنے میں ہی حیلے بہانے کر رہا تھا کہ اسی دوران شرف الملک کو سلطان جلال الدین کا ایک خفیہ پیغام وصول ہوا اس پیغام میں سلطان جلال الدین نے شرف الملک کو لکھا تھا کہ اسماعیلیوں کا ایک مختصر سا قافلہ قلعہ الموت جا رہا ہے جس میں کچھ مغل سپاہی بھیس بدل کر سفر کر رہے ہیں جنکے پاس منگولوں کی طرف سے اسماعیلیوں کے امام علاؤ الدین کے نام ایک خط ہے جس میں علاؤ الدین سے کہا گیا ہے کہ اگر سلطان جلال الدین اسی طرح اپنی طاقت اور قوت میں اضافہ کرتا رہا تو وہ اسماعیلیوں کے لئے ایک بہت بڑا خطرہ بنکر اٹھ کھڑا ہو گا اور جس طرح اس نے اسماعیلیوں کو ان کے باقی قلعوں سے محروم کیا ہے اسی طرح وہ انہیں قلعہ الموت سے بھی محروم کر دے گا۔ لہٰذا قلعہ الموت کے امام علاؤ الدین کو چاہیے کہ اپنے فدائین اور اپنے لشکر کیساتھ سلطان جلال الدین کے سامنے اٹھ کھڑا ہو۔ منگولوں نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ ایک طرف سے علاؤ الدین سلطان جلال الدین پر حملہ آور ہو دوسری طرف سے تاتاری اسطرح سلطان جلال الدین کو مغلوب کر کے انہیں ان سرزمینوں سے نکل بھاگنے پر مجبور کر دیا جائے۔

سلطان جلال الدین کا یہ خط پا کر شرف الملک بڑا سیخ پا ہوا چنانچہ جب اسماعیلیوں کا قافلہ وہاں سے گزرا تو شرف الملک نے مغل قاصدوں کو اسماعیلیوں سمیت جنکی تعداد 36 چھتیس تھی گرفتار کر کے قتل کرا دیا اور انکا سارا سازوسامان

ضبط کر لیا۔

سلطان کو جب ان افسوسناک واقعات کا علم ہوا تو وہ اپنے لشکر کے ساتھ اصفہان سے آذربائی جان پہنچا آذربائی جان میں اسماعیلیوں کے امام علاؤ الدین کا ایک ایلچی اسد الدین مودود سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلطان کے وزیر شرف الملک کی چیرا دستی کیخلاف شکایت کی۔ جب سلطان کو چھتیس بے گناہوں کے قتل اور انکے مال و اسباب کی ضبطی کا علم ہوا تو سلطان اپنے وزیر کی اس بے رخی پر لرز اٹھا۔ اور حکم دیا کہ اسماعیلیوں کا سارا ضبط شدہ مال واپس کر دیا جائے۔ اور بے گناہوں کا خون بہا ادا کیا جائے۔ سلطان کے آذر بائیجان آنے کے بعد شرف الملک نے جو سلطان کے حرم میں داخل ہونے والی تبریز کی ملکہ کے دل میں غلط فہمیاں پیدا کیں تھیں وہ بھی جاتی رہی تھیں اسطرح ایک بار پھر ملکہ کے ساتھ سلطان کے حالات درست ہو گئے اور ملکہ پہلے کی طرح اپنی خوی کی ریاست پر حکمرانی کرنے لگی تھی۔

سلطان جلال الدین نے جن دنوں اپنے سارے لشکر کیساتھ آذربائیجان میں قیام کر رکھا تھا۔ انہی دنوں بغداد سے دو ایلچی جن کے نام نجم الدین اور رکن الدین تھے سلطان جلال الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلطان کو یہ اطلاع دی کہ خلیفہ بغداد الناصر بامراللہ .بقضائے الٰہی وفات پا گیا ہے اور الظاہر بامراللہ کو نیا خلیفہ مقرر کیا گیا ہے۔

دونوں ایلچیوں نے سلطان جلال الدین کی خدمت ۔۔ مزید عرض کی کہ وہ دونوں قاصد نئے خلیفہ بغداد کی طرف سے سلطان جلال الدین کی خدمت میں خیر خواہی اور نیک اندیشی کے جذبے لیکر حاضر ہوئے ہیں اور یہ کہ خلیفہ بغداد کی دلی خواہش ہے کہ خلافت بغداد اور اور سلطان جلال الدین کے مابین دوستانہ اور برادرانہ تعلقات قائم ہوں اور یہی کہ دونوں قوتیں مل کر اسلام دشمن طاقتوں کا مقابلہ کریں تاکہ مسلمان بیرونی حملہ آوروں سے محفوظ رہ سکیں۔

سلطان جلال الدین تو پہلے ہی چاہتا تھا کہ خلیفہ بغداد کے تعلقات اسکے ساتھ

درست ہوں اور وہ منگولوں کا مقابلہ کرنے کے سلسلہ میں اسکی مدد کرے۔ ان دو قاصدوں کے آنے اور نئے خلیفہ بغداد الظاہر بامراللہ کی طرف سے دوستی کا ہاتھ بڑھانے سے سلطان جلال الدین بیحد خوش ہوا۔ وقت ضائع کیے بغیر سلطان جلال الدین نے اپنے لشکر کے قاضی مجیر الدین کو ایک خلعت دیکر تجدید تعلقات کے لئے خلیفہ بغداد الظاہر بامراللہ کی طرف روانہ کیا۔ لیکن بدقسمتی اور سوئے اتفاق کہ جونہی قاضی مجیر الدین سلطان جلال الدین کا پیغام لیکر بغداد میں داخل ہوا خلیفہ بغداد مرگیا اور اسکی جگہ بغداد کا نیا خلیفہ بنا جس نے سلطان کیساتھ تعلقات بڑھانے میں کوئی دلچسپی نہ لی جسکی وجہ سے قاضی مجیر الدین ناکام اور بے نیل و مرام سلطان جلال الدین کے پاس آگیا اس موقعہ پر اگر نیا خلیفہ بغداد بھی سلطان جلال الدین کی طرف دوستی اور برادرانہ تعلقات کے لئے پیش قدمی کرتا تو یقیناً" منگولوں کیساتھ نپٹنے میں سلطان کو آسانی رھتی اور چنگیز خان کا بیٹا چغتائی جو دریائے جیہوں کے اس پار کے سارے علاقے پر قبضہ کر کے جونک کیطرح اس سارے علاقے کا خون چوس رہا تھا وہ ان علاقوں سے بھاگ کر صحرائے گوبی کی طرف جانے پر مجبور ہو جاتا۔

جن دنوں سلطان جلال الدین نے اپنے سارے لشکر کیساتھ آذر بائیجان میں قیام کر رکھا تھا۔ سلطان کو تین بری خبریں ملیں۔ پہلی خبر گرجستھان کے متعلق تھی اور وہ یہ کہ سلطان نے اپنے ایک سردار کاک خان کو اپنے لشکر کے لئے رسد اور خوراک کا سامان جمع کرنے کے لئے مقرر کیا ہوا تھا۔ کاک خان اپنے دستوں کے ساتھ رات کے وقت گرجستھان میں بحر خزر کے قریب واقع جھیل تیاخ کے کنارے پڑاؤ کیا ہوئے تھا۔ کہ گرجستھان کے باغیوں نے اس پر شب خون مارا ان میں سے اکثر کو قتل کر دیا باقی کو قید کرکے اپنے ساتھ لے گئے۔

دوسری بری خبر یہ تھی کی ایک باغی گرجستھان سردار جسکا نام بہرام تھا۔ سلطان کی گزشتہ مصروفیت سے فائدہ اٹھا کر شہر گنجہ کے قرب و جوار میں لوٹ مار برپا کرنے میں مصروف ہو گیا تھا۔ لوگ اس سے تنگ اور نالاں تھے اور سلطان کے پاس وفد پر وفد بہرام کی شکایات لے کر آرہے تھے۔

تیسری خبر جو سلطان کو ملی وہ یہ تھی کہ شہر اخلاط اور اسکے نواحی علاقوں کے حاکم

ملک اشرف نے سلطان کے بدترین دشمن قتلغ خان کیساتھ نا صرف رابطہ قائم کیا ہوا ہے بلکہ ملک اشرف باقاعدہ قتلغ خان کو سلطان کے خلاف مدد فراہم کرتا ہے۔

سلطان نے سب سے پہلے گرجستھان کے باغیوں سے اپنے قتل ہونے والے لشکریوں کا انتقام لینے کا ارادہ کیا۔ سلطان کے مخبروں نے سلطان کو خبر دی کہ گرجستھان کے باغی جنھوں نے جھیل تیاخ کے شرقی اور مغربی کناروں پر سلطان کے سردار کاک خان کے لشکر کا خاتمہ کیا ہے۔ انکی تعداد چالیس ہزار کے لگ بھگ ہے اور وہ اس وقت جھیل تیاخ کے غربی، شرقی اور جنوبی کناروں پر پڑاؤ کیے ہوئے ہیں۔ سلطان نے جھیل تیاخ کی طرف کوچ کرنے سے پہلے اپنے مخبروں کیساتھ کچھ محافظ دستے اس احتیاط کے تحت پھیلا دیئے کہ انہیں کہیں گرجستھان کے جاسوس دکھائی دیں تو ان کا قتل عام کر دیا جائے۔ اسطرح سلطان اپنی پیش قدمی کی خبریں گرجستھانیوں تک پہنچنے نہیں دینا چاہتے تھے اور جھیل تیاخ کے کنارے وہ اچانک ان پر حملہ آور ہو کر انکا خاتمہ کرنا چاہتے تھے۔

جھیل تیاخ کی طرف سفر شروع کرنے سے پہلے سلطان نے اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے ساتھ ملکر یہ فیصلہ کیا کہ جھیل تیاخ کے جنوبی کنارے پر پڑاؤ کرنے والے باغیوں پر خود سلطان ضرب لگائے گا۔ شرقی کنارے پر اورخان حملہ آور ہو گا اور غربی کنارے کو پاسبانوں کا سپہ سالار اپنی ضربوں کا ہدف بنائے گا۔ یہ فیصلہ کرنے کے بعد سلطان باغیوں پر حملہ آور ہونے کے لئے جھیل تیاخ کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

گرجستھانی باغیوں کو خبر تک نہ ہوئی اور سلطان جلال الدین اپنے پورے لشکر کو لیکر بڑی رازداری کیساتھ سفر کرتے ہوئے جھیل تیاخ کے کنارے پہنچ گئے پھر سلطان جلال الدین جھیل کے جنوبی سمت بڑھے۔ اورخان مشرق کی طرف اور پاسبانوں کا سپہ سالار جھیل کے مغربی جانب جا چکا تھا۔ حملہ کی ابتداء خود سلطان جلال الدین نے کی اور وہ جھیل کے جنوبی باغیوں پر گرجتے بادلوں کے حشر، صحرائے وقت میں آشوب محشر کی مسافت سمیٹ کر وقت کی دہلیز پر خونخوار نزول کرنے والے عناصر کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔ جھیل کے شرقی کنارے پڑاؤ کرنے والے باغیوں پر اورخان خوابوں کے زندان میں دھوپ اور سایوں کی ستیزہ کاری، فصل رائیگاں میں محرومیوں کی آگ

اور اندھیروں کی دیوار کے سرد سینے پر ہر محاذ پر جبر سے ٹکرا جانے والے طوفانوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔ جبکہ جھیل کے مغربی کنارے کے باغیوں پر پاسبانوں کا سپہ سالار دل کے افق سے اٹھ کر سانسوں میں دکھ کی پکار بھر دینے والی صداؤں' ہواؤں میں اڑتے موت کے ہیولوں اور آگ کی لپٹوں کے گورکھ دھندے میں رقصاں غصیلی روحوں کی طرح نزول کر گیا تھا۔

سلطان جلال الدین اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے اس شب خون نے لمحوں کے اندر باغیوں کی حالت پر بریدہ مسافر فاختاؤں' بے آب چشمے کی اداسی' تشنہ دہن' ٹوٹے خوابوں کی دھجیوں' جسم پر کوڑے برساتی تیز ہواؤں میں آنسوؤں کی بارش جیسی بنا کر رکھ دی تھی۔ جلد ہی جنوب کی طرف سے خود سلطان جلال الدین مشرق کی طرف سے اورخان اور مغرب کی طرف سے پاسبانوں کے سپہ سالار نے باغیوں کو بری طرح پیٹتے ہوئے انکا مکمل طور پر خاتمہ کر دیا تھا۔

○

جس وقت گرجستھان کے باغی لشکر کا جھیل تیاخ کے تینوں کناروں پر پر مکمل طور پر خاتمہ کر دیا گیا تو اورخان اپنے گھوڑے کو بھگاتا ہوا اس جگہ آیا جہاں اسکے لشکر میں شامل عورتوں کے خیمے نصب تھے۔ اورخان جب طیان کے خیمہ میں آیا تو شاید طیان اسے دور سے ہی آتا ہوا دیکھ چکی تھی لہٰذا

جونہی اورخان خیمہ کے قریب آیا۔ طیان بھاگتی ہوئی خیمہ سے نکلی اور جب اس نے دیکھا کہ اورخان کا لباس بری طرح خون آلود ہو رہا ہے تو وہ بڑی فکر مند ہوئی بھاگ کر آگے بڑھی اور اپنے دونوں ہاتھوں سے اورخان کا بازو پکڑے ہوئے اس نے بڑے تجسس' بڑے پیار بڑی پریشانی میں پوچھا آپ خیریت سے تو ہیں آپکا لباس اس قدر خون آلود کیوں ہو رہا اس پر اورخان مسکراتے ہوتے بولا اور کہنے لگا۔

دیکھ طیان جنگ میں ایسا تو ہوتا ہی ہے مجھے کچھ نہیں ہوا میں خیریت سے ہوں تو ابھی اور اسی وقت میرے ساتھ چل دیکھ پاسبانوں کے سالار نے اپنی بیوی کو جنگ میں حصہ لینے سے منع کیا تھا لیکن اس نے اس جنگ میں اسکے پہلو بہ پہلو حصہ لیا اور

گ کے دوران وہ بری طرح زخمی ہو چکی ہے لہٰذا طیان تو میرے ساتھ چل اپنے خیمے میں لا اور اسکی تیمار داری کر' اس پر طیان بھاگتی ہوئی اس طرف گئی اسکا گھوڑا بندھا ہوا تھا گھوڑے کو اس نے لگام چڑھائی زین کسی پھر ایک جست اتھ وہ گھوڑے پر سوار ہوئی اور اورخان کے قریب آکر وہ کہنے لگی چلیے۔ وہ اس کہاں ہے اس پر اورخان کہنے لگا بس تم میرے پیچھے پیچھے آؤ۔ اسکے ساتھ ہی ن نے اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگا دی تھی۔ طیان بھی اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگا کر پیچھے جا رہی تھی۔

اورخان اپنے گھوڑے کو بھگاتا ہوا ایک ایسی جگہ رکا جہاں سلطان جلال الدین بانوں کا سپہ سالار دونوں کھڑے تھے۔ اور انکے سامنے زخمی حالت میں پاسبانوں ہ سالار کی بیوی بیٹھی ہوئی تھی۔ اس موقعہ پر سلطان جلال الدین نیچے جھکے اور پیار میں پاسبانوں کے سپہ سالار کی بیوی کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھنے لگے۔ میری کر تم زیادہ زخمی ہو تو تمہیں لے جانے کے لئے بگھی کا بھی انتظام ہو سکتا ہے۔ میں پاسبانوں کے سپہ سالار کی بیوی کچھ کہنے ہی لگی تھی کہ اس موقعہ پر ن اور طیان دونوں میاں بیوی اپنے گھوڑوں سے اترے پھر طیان سلطان جلال کو مخاطب کرتے ہوئی کہنے لگی۔

سلطان محترم! جب میں ہوں تو میرے ہوتے ہوئے بگھی لانے کی کیا ضرورت میں اپنی بہن کو خود اپنے کندھوں پر اٹھا کے لے جا سکتی ہوں۔ طیان کے اس پر پاسبانوں کے سپہ سالار اور سلطان جلال الدین دونوں نے تحسین آمیز انداز ان کی طرف دیکھا پھر پاسبانوں کا سپہ سالار بولا اور کہنے لگا طیان میری بہن میں ماری بہن کے زخموں کی مرہم پٹی کر دی ہے اسکی دونوں ٹانگوں پر تیر لگے ہیں جو ل زخموں پر مرہم پٹی عارضی طور پر کر دی گئی ہے۔ میں تو اسے اپنے خیمے میں انے لگا تھا لیکن اورخان نے مجھے روک دیا تھا۔ اسکا کہنا تھا کہ اسے طیان ہی لے گی۔ اس پر طیان نے کہا اورخان کا فیصلہ بالکل درست ہے۔ یہ میری بہن ر اپنی بہن کو میں خود ہی سنبھالونگی اسکے ساتھ ہی طیان آگے بڑھی بڑی آسانی ر اس نے پاسبان کی بیوی کو اپنے ہاتھوں میں اٹھایا پھر خاموشی سے اسکے کان میں

سرگوشی کرتے ہوئے کہنے لگی۔ الجائی میری بہن تم بڑی بہادر' بڑی دلیر' بڑی شجاع لڑک ہو۔ حوصلہ رکھو۔ اسکے ساتھ ہی طیان نے الجائی کو اٹھا کر اپنے گھوڑے پر بٹھایا پھر خود بھی اپنے گھوڑے پر الجائی کے پیچھے بیٹھی اور گھوڑے کو اس نے ایڑ لگا دی تھی۔

اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے طیان اپنے خیمے کے پاس آئی گھوڑے کو اس نے باہر باندھا۔ الجائی کو زین سے اتار کر وہ خیمہ میں لائی پھر اس کے کان میں بڑے پیار سے سرگوشی کرتے ہوئے کہنے لگی۔ الجائی میری بہن اس وقت تو اپنی بہ طیان کے خیمہ میں ہے اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دے۔ اس پر الجائی فورا" حرکت میں آئی اور اپنے چہرے پر ڈالا ہوا سرخ رنگ کا نقاب اس نے ہٹا دیا تھا۔ الجائی نام پاسبانوں کے سپہ سالار کی وہ بیوی انتہا درجہ کی خوبصورت انتہا درجہ کی پرکشش پرجمال اور بہترین شخصیت کی مالکہ تھی۔

الجائی نے جب اپنے چہرے سے سرخ رنگ کا نقاب ہٹا دیا تو طیان نے ایک پیالہ مشروب کا پینے کو دیا۔ پھر وہ خشک پھل اور میوے اور بھنا ہوا گوشت ایک طشت میں سجا کے لائی اور الجائی کے سامنے رکھتی ہوئی کہنے لگی۔ الجائی تم یہ کھاؤ میں تمہارے زخم دیکھ کر انکی صحیح مرہم پٹی کرتی ہوں۔ اس پر الجائی طیان کی طرف دیکھ ہوئے مسکرائی اور کہنے لگی۔

دیکھ طیان میری بہن تو میرے زخموں کی مرہم پٹی سے فارغ ہو پھر دونوں بہنیں اکھٹی بیٹھ کر کھائیں گی۔ اس پر طیان حرکت میں آئی جلدی جلدی مرہم پٹی کا سامان اس نے الجائی کے پاس رکھا پھر جو پٹیاں الجائی کے اسکے شوہر نے باندھی تھیں وہ اتاریں زخموں کو اچھی طرح پانی میں سفوف ڈال کر صاف کیا پھر اس نے دلجمعی کیساتھ الجائی کے دونوں زخموں پر پٹی باندھ دی اس کے بعد الجائی کا تھپتھپاتے ہوئے کہنے لگی الجائی میری بہن زخم کوئی خاص گہرے نہیں میرے خیال دو تین دن تک بالکل ٹھیک ہو جائینگے فکر مند ہونے کی بالکل ضرورت نہیں ہے۔ اب تو میرے ساتھ بیٹھ کے کچھ کھا پی۔ منہ بند رکھ کے تو گزارا نہیں ہو گا۔ اس الجائی مسکرائی اور وہ طشت میں رکھے ہوئے میووں اور خشک گوشت کی طرف بڑھانے ہی لگی تھی کہ اس وقت خیمہ میں اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار دد

ہوئے۔ اورخان کو دیکھتے ہی الجائی پھر اپنے چہرے کو سرخ نقاب سے ڈھانپنا چاہا موقعہ پر پاسبانوں کا سپہ سالار بولا اور مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

دیکھ الجائی اب تمہیں اورخان سے پردہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جسطرح میری بہن ہے اسی طرح تو اورخان کی بہن ہے اب تو وہ وقت بھی عنقریب آنے ہے جب میں بھی اورخان کے سامنے اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دونگا اور اسے ا کہ میں کون ہوں۔ زندگی کا سفر میں نے کہاں سے شروع کیا اور منگولوں کے حرکت میں آنے کے لئے میں نے کیا کیا جتن کیے ہیں۔ اس پر الجائی بیچاری نے تے مسکراتے ہوئے اپنا نقاب ایک طرف رکھ دیا۔ اورخان اور پاسبانوں کا سپہ ر بھی ان دونوں کے قریب آکر بیٹھ گئے پھر چاروں خوشگوار ماحول میں خشک پھل وشت کھانے لگے تھے۔

○

باغیوں کو جھیل تیاخ کے کنارے بدترین شکست دینے اور پھر انکا مکمل طور پر کرنے کے بعد سلطان جلال الدین نے چند روز تک جھیل کے کنارے اپنے لشکر اتھ پڑاؤ کیے رکھا اس دوران پاسبانوں کے سپہ سالار کی بیوی الجائی کے زخم ٹھیک گئے تھے اسکے بعد سلطان جلال الدین نے جھیل تیاخ کے قریب ہی گرجستھانیوں ایک بہت بڑے شہر لوری کا رخ کیا۔

کیونکہ باغی اکثر و بیشتر اس لوری شہر کو ہی اپنا حصار بنا کر سلطان جلال الدین خلاف بغاوت کھڑی کرتے رہے تھے۔ لہٰذا سلطان نے فیصلہ کیا کہ لوری پر قبضہ کیا ا اور لوگوں نے اگر محصور ہو کر سلطان کا مقابلہ کیا تو شہر کو فتح کرنے کے بعد اسکی لیں گرا دی جائینگی۔

سلطان جلال الدین جونہی اپنے لشکر کیساتھ لوری شہر کے قریب آیا تو اہل شہر کو ے ہی سلطان جلال الدین کے ہاتھوں جھیل تیاخ کے کنارے گرجستھانی باغیوں کی ت اور انکے قتل عام کا علم ہو چکا تھا لہٰذا جونہی سلطان جلال الدین شہر کے سامنے دار ہوا۔ شہر کے حکمران اور معززین نے شہر کے دروازے کھول دیے۔ سلطان کی

خدمت میں وہ حاضر ہوئے اور اپنی اطاعت کا اظہار کرتے ہوئے وعدہ کیا کہ آئندہ وہ اپنے شہر کو ان باغیوں کو استعمال کرنے کی اجازت نہیں دیں گے جو سلطان سے سرتابی کرنے کی کوشش کریں۔ سلطان جلال الدین نے لوری شہر میں ہی قیام کیا اسکے بعد وہ گرجستھان کے نواح میں لوٹ مار کرنے والے باغی بہرام کی سرکوبی کے لئے کوچ کر گئے تھے۔

○

دوسری طرف بہرام نام کے اس باغی کو جب خبر ہوئی کہ سلطان جلال الدین اسکی سرکوبی کے لئے بڑی تیزی سے پیش قدمی کر رہا ہے تو وہ اپنے اس قلعہ میں محصور ہو گیا جسکا نام بھی اس نے بہرام رکھا ہوا تھا۔ سلطان جلال الدین بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ پیش قدمی کرتا ہوا شکین' شکین سے علیا آباد پھر کاک اور کوارین کے قلعہ جات کو سر کرتے ہوتے بہرام نام کے قلعہ کے سامنے جا نمودار ہوا۔

قلعہ کا محاصرہ کرنے کے بعد سلطان جلال الدین نے جب قلعہ پر جان لیوا حملے کرنے شروع کئے تو قلعہ کے اندر محصور باغی بہرام گھبرا اٹھا اسے یقین ہو گیا تھا کہ اگر دو ایک روز تک اسی طرح سلطان جلال الدین قلعہ پر حملہ آور ہوتا رہا تو وہ اور اسکے لشکری ضرور قلعہ کی فصیل پر چڑھنے کے بعد قلعہ پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو جائینگے لہٰذا قلعہ کا دروازہ کھول کر وہ سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا سلطان سے معافی مانگی اور بھاری تاوان ادا کر کے جان بخشی طلب کی۔ سلطان نے رحمدلی سے کام لیتے ہوئے۔ بہرام کو معاف کر دیا۔ سلطان نے چند روز تک قلعہ بہرام میں قیام کیا اسکے بعد نجوان سے ہوتا ہوا اخلاط کی طرف بڑھا تھا کیونکہ اخلاط کا حاکم ملک الاشرف درپردہ سلطان جلال الدین کے بدترین دشمن قتلغ خان سے ملا ہوا تھا۔ لہٰذا سلطان جلال الدین ہر حال میں حاکم اخلاط کی سرکوبی کرنا چاہتا تھا تاکہ آنے والے دنوں میں اخلاط کا حاکم ملک الاشرف قتلغ خان سے ملکر سلطان کے لئے کسی قسم کا خطرہ ثابت نہ ہو لہٰذا سلطان جلال الدین نے آگے بڑھ کر اخلاط شہر کا محاصرہ کر لیا تھا۔ اس محاصرہ

، شروع میں ہی سلطان جلال الدین کو مختلف حادثات اور واقدات پیش آئے۔ پہلا ہ الجبل کے حکام اصفہید کی طرف سے تھا۔ جن دنوں سلطان جلال الدین نے اخلاط محاصرہ شروع کیا تھا حاکم الجبل اصفہید کا برادر نسبتی اتر خان سلطان جلال الدین کی مت میں حاضر ہو اور سلطان پر اس نے یہ انکشاف کیا کہ اسکا برادر نسبتی جو الجبل کا لم ہے وہ بھی درپردہ سلطان جلال الدین کے بدترین دشمن قتلغ خان کیساتھ ملا ہوا

حقیقت ایسی نہ تھی حاکم الجبل اصفہید قتلغ خان کے ساتھ ملا ہوا نہیں تھا بلکہ خان خود بڑا تنگ دل حاسد اور کرودھی تھا اور وہ اپنے بہنوئی اصفہید کو دل سے برا تا تھا اسلئے اس نے اپنے عزیز کے خلاف کان بھرنا شروع کیے۔ اتر خان کی گفتگو ، سلطان بدگمان ہو گیا لہٰذا اپنے لشکر کا ایک حصہ سلطان جلال الدین نے حاکم الجبل فہید کو گرفتار کرنے کے لئے بھیجا۔ لشکر کے اس حصہ نے اصفہید کو گرفتار کر لیا اور طان نے اسے قید میں ڈال دیا۔

اصفہید کو سلطان جلال الدین کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی صفائی پیش کرنے کا قع نہیں ملا تھا اور اسکو الجبل میں ہی گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا گیا تھا لہٰذا سلطان لال الدین کی طرف اصفہید نے پیغام بھیجا کہ آپ کسی قابل اعتماد درباری کو روانہ ائیں کہ مجھے آپ سے کچھ گزارشات کرنا ہیں۔ سلطان نے اپنے کاتب ابن احمد کو م دیا کہ وہ اصفہید سے قید خانے میں جا کر ملے۔

سلطان کا کاتب ابن احمد جب اصفہید سے ملا تو اصفہید نے ابن احمد کو بتایا کہ ان نے جو کچھ میرے خلاف سلطان کو بتایا ہے وہ سراسر غلط ہے یہ شخص خود بڑا نت اور بدنیت ہے۔ جس نے خواہ مخواہ سلطان سے غلط بیانی کر کے سلطان کو مجھ بدگمان کر دیا ہے۔ حالانکہ حقیقت اسکے بالکل برعکس ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس اترخان نے مجھ سے سلطان کے نام پر کئی مرتبہ بڑی بڑی م ہتھیائیں اور مجھ سے کہا کہ وہ سلطان جلال الدین کی مدد کرنا چاہتا ہے کیونکہ ن منگولوں کیخلاف برسرپیکار ہے لیکن وہ رقم اس نے سلطان کو نہیں دی بلکہ خود کر گیا چونکہ اترخان ڈرتا ہے کہ اسکی غداری اور بددیانتی کا راز افشانہ ہو جائے

اسلئے اس نے میرے خلاف سلطان کو بدگمان کر دیا ہے۔

سلطان جلال الدین کے کاتب نے واپس آکر اصفید کے کہے ہوئے یہ سارے واقعات سلطان کی خدمت میں بیان کر دیئے سلطان نے جب یہ حالات سنے تو اسے اصفید کی حالت پر بڑا دکھ اور افسوس ہوا اور اس نے حکم دیا کہ اسے رہا کر دیا جائے۔ تاہم سلطان جب اترخان کے خلاف کوئی کاروائی کرنا چاہی تو اترخان سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا سلطان کے قدموں پر گر پڑا معافی مانگی اور گذارش کی کہ سلطان اسے اپنے لشکر میں شامل کر لے لہٰذا سلطان نے اترخان کو معاف کرتے ہوئے اسے اپنے لشکر میں شامل کر لیا تھا۔

اخلاط کے محاصرہ کے شروع میں ہی سلطان کو جو دوسرا واقعہ پیش آیا وہ کچھ یوں تھا کہ سلطان جلال الدین کے والد سلطان علاؤ الدین کی زندگی میں ہی چنگیز خان نے قلعہ قارون پر حملہ آور ہو کر تمام خوارزمی شہزادیوں کو گرفتار کر لیا تھا۔ سلطان کی بہن اور اورخان کی منگیتر جسکا نام خان سلطان تھا اسکی شادی چنگیز خان کے عزیز دوشی خان سے ہو گئی تھی۔ جس وقت سلطان جلال الدین نے اخلاط شہر کا محاصرہ کیا دردمند بہن نے اپنے جانباز بھائی کو کہلا بھیجا کہ میرا خاوند دوشی خان آپکی بہادری اور عسکری مہارت کا بڑا قدر دان ہے وہ اکثر آپکے کارناموں کو سراہتا رہتا ہے۔ اور اس حد تک آمادہ ہے اگر آپ خواہش مند ہوں تو دریائے جیحوں کو سرحد قرار دیکر ادھر کے سارے علاقے واگزار کرا دے اگر آپکو اس تجویز سے اتفاق ہو تو آپ مجھے پیغام بھجوائیں تاکہ میں اپنے خاوند کے ذریعہ منگولوں سے اس کی منظوری حاصل کر لونگی لیکن اگر عسکری لحاظ سے آپ اتنے مضبوط ہوں کہ سلطان مرحوم کی رسوائی کا انتقام منگولوں سے لے سکیں تو پھر ایسی درخواست کرنا یقیناً" رسوائی کا باعث ہو گا۔ اس قاصد نے سلطان جلال الدین کو یہ بھی بتایا کہ دوشی خان کو اپنی بیوی خان سلطان کی اتنی خاطر مدارت منظور ہے کہ اس نے اجازت دے رکھی ہے کہ وہ اپنے بچوں کو قرآن شریف پڑھا سکتی ہے اور اسلامی تعلیم دے سکتی ہے۔ تاکہ وہ بڑے ہو کر اپنی والدہ کے دین سے نابلد نہ رہیں۔ ہر چند سلطان کو اس موقعہ سے فائدہ اٹھانا چاہیئے تھا لیکن سلطان اخلاط کی مہم میں کچھ ایسا مصروف تھا کہ وہ اسکے عواقب اور انجام پر

کر سکا اور اسطرح یہ زریں موقعہ ہاتھ سے نکل گیا۔

تیسرا واقعہ جو محاصرہ کے شروع میں پیش آیا وہ شام کے ایک حصہ کے حکمران الدین کی طرف سے تھا۔ رکن الدین ماضی میں اخلاط کے حاکم ملک الاشرف کا و دوست اور سلطان کا بدترین حریف و دشمن تھا جب اس نے دیکھا کہ سلطان کا عروج پر ہے۔ ہر میدان میں وہ فتح یاب ہو رہا ہے روز بروز اسکا حلقہ اثر وسیع وسیع تر ہوتا جارہا ہے تو اس نے چاہا کر ملک الاشرف سے تعلقات منقطع کر کے ن سے رشتہ قائم کر لینا چاہیے۔

چنانچہ رکن الدین نے اپنے ایک درباری طبیب جسکا نام شرف الدین تھا۔ لو کرنے کے لئے سلطان کی طرف روانہ کیا۔ جب طبیب شرف الدین سلطان کی ت میں حاضر ہوا تو سلطان نے باکشادہ پیشانی اسے خوش آمدید کہا اور رکن الدین جذبہ دوستی اور خیر خواہی کو بنظر احسان دیکھا اسکے بعد سلطان جلال الدین نے ن الدین کی اطاعت کو قبول کرتے ہوتے اسکے طبیب شرف الدین کو تحائف دیکر ت کیا۔

طبیب شرف الدین کی واپسی پر رکن الدین نے سلطان جلال الدین کی خدمت حاضر ہونے کا پروگرام بنایا تاکہ ذاتی ملاقات کر کے ان تعلقات میں مزید یگانگت کا بھر سکے اور نیز ان کوتاہیوں کی تلافی کر سکے جو الاشرف کی ہمنوائی کی وجہ سے ا ہو گئی تھی۔ لہٰذا سلطان کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے رکن الدین شام سے انہ ہوا۔

رکن الدین جب سلطان جلال الدین کے لشکر میں پہنچا تو اس وقت سلطان لاط شہر کا محاصرہ کیے ہوئے تھے اور جنگ اپنے عروج پر تھی سلطان نے بڑی گرمجوشی ے رکن الدین کو اپنے لشکر میں خوش آمدید کہا رکن الدین سے سلطان گلے لگا کر - چند یوم تک رکن الدین نے سلطان کے لشکر میں قیام کیا اور جتنا عرصہ رکن رین سلطان کے پاس ٹھہرا رہا سلطان اس سے احترام، عزت اور شفقت سے پیش آتا ہا۔ جب رکن الدین واپس ہوا تو سلطان نے اسے بیش قیمت خلعت سے نوازا کیونکہ سلطان اخلاط کا محاصرہ کیے ہوئے اور اسے اس مہم کے سر کرنے کے لئے ہر قسم کی

امداد کی ضرورت تھی اسلئے رکن الدین نے اس موقعہ پر سلطان جلال الدین کو سامان رسد اور ہتھیاروں کے علاوہ منجنیقیں بھی فراہم کی تھیں۔

چوتھا واقعہ جو محاصرہ اخلاط کے شروع ہی میں پیش آیا وہ یہ کہ سلطان کا ایک بیٹا جسکی عمر تین برس کی تھی۔ جسکا نام قمقام شاہ تھا اور جو لشکر ہی میں سلطان کے ساتھ تھا اچانک فوت ہو گیا۔ سلطان کو اس بچے سے بڑی محبت تھی اسے اسکی وفات سے بہت صدمہ ہوا۔ چنانچہ اس خلاء کو پر کرنے کے لئے سلطان جلال الدین نے اپنے ایک سردار اخش ملک کے بیٹے دوش خان کو اپنا متبنا بنا لیا تھا۔

پانچواں واقعہ جو محاصرہ اخلاط کے دوران پیش آیا وہ یہ کہ دربار خلافت سے ایک وفد سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا اور خلیفہ بغداد کا یہ پیغام سنایا کہ بدر الدین حاکم موصل، مظفر الدین حاکم اربیل، شہاب الدین سلطان شاہ سردار بویہ اور عماد الدین پہلوان حکام ہزار اسپ کو متوسلین خلافت میں شمار کیا جائے چونکہ ماضی میں یہ لوگ سلطان جلال الدین کے باپ سلطان علاؤ الدین کے ماتحت خیال کیے جاتے تھے اور انکے علاقوں میں سلطان علاؤ الدین ہی کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا لہٰذا خلیفہ بغداد نے سلطان جلال الدین کو یہ پیغام سنایا تھا کہ ان لوگوں کے علاقے میں خلیفہ بغداد کے نام کا خطبہ پڑھا جانا چاہیے۔ سلطان جلال الدین نے خلیفہ بغداد کی اس تجویز سے اتفاق کیا اور توثیق معاہدہ کے لئے اپنے حاجب خاص بدر الدین کو بغداد روانہ کیا۔

خلیفہ بغداد نے سلطان کے ایلچی بدر الدین کی بڑی آؤ بھگت کی اور جب وہ واپس ہو تو تین عدد خلعتیں جن میں سے ایک سلطان کے لئے اور دو اسکے سرداروں کے لئے تھیں۔ ایک وفد کی معیت میں سلطان کے پاس روانہ کیں۔ سلطان نے خلیفہ بغداد کی دی ہوئی ایک خلعت اپنے پاس رکھی دوسری اورخان کو اور تیسری پاسبانوں کے سپہ سالار کو عنایت کی۔

چونکہ ابھی تک خلیفہ بغداد کو عالم اسلام کا روحانی پیشوا سمجھا جاتا تھا اسلئے اس عطائے خلعت سے سلطان کو حد درجہ مسرت ہوئی جب اس نے اپنے سارے لشکریوں کے سامنے اس خلعت کو زیب تن کیا تو تمام حاضرین نے سلطان کو ہدیہ تبریک پیش کیا۔ حق یہ ہے کہ سلطان ان دنوں جن حالات سے گزر رہا تھا ان کے پیش نظر دربار

خلافت سے عطائے خلعت سے سلطان کے احترام میں خاطر خواہ اضافہ ہوا اور بہت سے رقیب حکمرانوں کی جو سلطان کو دربار خلافت کی ناپسندیدگی کا طعنہ دیتے تھے زبانیں بند ہو گئیں تھیں۔

پانچواں واقعہ جو محاصرہ اخلاط کے دوران نمودار ہوا وہ یہ کہ سلطان جلال الدین کے باپ سلطان علاؤ الدین نے بحرہ خزر کے ایک چھوٹے سے جزیرے میں وفات پائی تھی اور وہیں دفن کر دیا گیا تھا۔ محاصرہ اخلاط کے دوران سلطان جلال الدین نے اپنے ایک سردار مقرب الدین کو لشکر کے چند دستوں کیساتھ اس جزیرے کی طرف روانہ کیا اور حکم دیا کہ سلطان علاؤ الدین کی میت کو نکال کر لائے اور اصفہان میں لا کر دفن کرے۔ مقرب الدین کو سلطان علاؤ الدین کی میت لانے کے لئے روانہ کرنے کے بعد سلطان جلال الدین نے حاکم اصفہان کو پیغام بھجوایا۔

کہ سلطان علاؤ الدین مرحوم کی میت کی پزیرائی اور تدفین کا مناسب اور شایان شان بندوست کیا جائے۔ چنانچہ جب سلطان علاؤ الدین کی میت لائی گئی تو اسے پورے اعزاز و احترام کیساتھ دفن کیا گیا اور مقبرے کے قریب ہی سلطان کی یادگار میں ایک مدرسہ قائم کر دیا گیا۔

بہر حال یہ واقعات اس وقت رونما ہوئے جب سلطان جلال الدین نے بڑے زور شور سے اخلاط شہر کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ یہاں تک کہ شہر میں کھانے پینے کی چیزوں کا سخت قحط پڑ گیا لوگ بھوک سے بے حال ہو رہے تھے۔ ڈور ڈنگر جانور مویشی سبھی پیٹ کے دوزخ کا ایندھن بن چکے تھے اور کتوں بلیوں اور چوہوں تک نوبت پہنچ گئی تھی۔ قرب و جوار کے تمام مسلمان حکمرانوں سے اہل اخلاط نے باری باری اپیل کی تھی اور ان کے لئے سلطان سے معافی اور درگزر کی درخواست کریں۔

بعض لوگوں نے اس معاملہ میں کچھ سلسلہ جنباتی بھی کی تھی۔ لیکن سلطان کے یہاں کسی کو بھی پذیرائی حاصل نہیں ہوئی تھی۔ دربار خلافت سے جو وفد سلطان کے لیے خلعت لے کے آیا تھا اس نے بھی رحم کی اپیل کی لیکن سلطان نے کسی کی بھی بات کی پرواہ نہ کی۔ اسلئے کہ قتلغ خان سلطان کا بدترین دشمن تھا۔ اور یہ کہ اس نے نہ صرف سلطان کو ولی عہدی سے محروم کیا بلکہ جب سلطان علاؤ الدین نے جلال

الدین کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تو قتلغ خان نے جلال الدین کو ولی عہد ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ لہٰذا ہر وہ شخص جو قتلغ خان سے رابطہ یا تعلقات رکھے ہوئے تھا اسے سلطان کسی بھی صورت معاف کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔

اخلاط شہر کے محاصرہ کے دوران میں جب شہر کے لوگ درجہ مایوس اور تنگ آگئے تو ایک دن اخلاط شہر کا ایک بہترین جنگجو اور پہلوان جسکا نام مجیر الدین تھا وہ فصیل شہر پر نمودار ہو اور سلطان کو مخاطب کیا اور کہا آپ نے خواہ مخواہ جھوٹے وقار کی خاطر ہزاروں بندگان خدا کی جان مصیبت میں مبتلا کر رکھی ہے۔ اگر کسی شخص نے آپ کے خلاف کوئی غیردانشمندانہ جسارت کی بھی ہے تو آپ اسکی پاداش میں عوام کو کیوں دکھ پہنچا رہے ہیں۔ چونکہ آپ نے ہماری کسی بھی التجا کو درخور اعتنا" نہیں سمجھا اور اپنی ضد پر اڑے رہے ہیں تو میری رائے یہ ہے کہ آپ بجائے بے گناہوں کو دکھ دینے اور بھوکوں مارنے سے بہتر ہو گا کہ میں اور آپ دونوں لشکروں کے سامنے انفرادی جنگ لڑیں۔ اگر آپ مقابلہ جیت گئے تو شہر پر آپکا قبضہ تسلیم کر لیا جائیگا۔ اگر میں مقابلہ جیت گیا تو آپ اپنے لشکر کیساتھ محاصرہ اٹھا کر چلے جائیے گا۔

سلطان جلال الدین بھلا کب چوکنے والا تھا فورا" آمادہ ہو گیا اور طے پایا کہ کل صبح فصیل شہر سے باہر دو دو ہاتھ ہونگے۔ دوسرے دن صبح جب سلطان مسلح ہو کر مقابلہ کے لئے روانہ ہونے لگا تو اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے علاوہ لشکر میں شامل دیگر امراء اور سالاروں نے راستہ روک کر سلطان سے گزارش کی کہ ایسے گمنا آدمی سے مقابلہ کرنا ہم لوگ کیسے گوارا کر سکتے ہیں جو کسی لحاظ سے سلطان کا مدمقابل نہیں ہے۔

ہر چند سالاروں اور امراء نے زور مارا کہ سلطان کو اس گمنام شخص کیساتھ مقابلہ کرنے کے لئے نہیں جانا چاہئے لیکن سلطان نے ان میں سے کسی کی بات پر کا نہ دھرا اور چند سپاہیوں کو لیکر فصیل پر جا پہنچے۔ مجیر الدین جس نے گزشتہ دن سلطا جلال الدین کو مقابلہ کرنے کا چیلنج دیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ سلطان جلال الدین بلا جراتمند دلیر اور ایک بے مثل تیغ زن ہے لہٰذا وہ حوصلہ ہار بیٹھا۔ مقابلہ کے لئے تو سامنے نہ آیا چند سپاہی فصیل پر متعین کر دیے۔ جب سلطان مقررہ مقام پر پہنچ

وں نے سلطان کو چڑھانے کے لئے سلطان کو گالیاں دینی شروع کیں اور بد زبانی کی لی وجہ سے سلطان نے شہر کے محاصرہ میں اور زیادہ سختی پیدا کر دی تھی۔

اخلاط شہر کے محاصرہ کے دوران ایک رات ایک بڑھیا سلطان کی خدمت میں ضر ہو کے کہنے لگی کہ اسے اخلاط شہر کے حاکم ملک الاشرف کے کاتب ذکی عجمی نے لئے روانہ کیا ہے کہ اگر سلطان جلال الدین پانچ ہزار دینار بطور حق الخدمت کے ادا رنے پر آمادہ ہوں تو وہ ملک الاشرف کی سپاہ کو اس امر پر آمادہ کر سکے گا کہ ملک شرف کا ساتھ چھوڑ دیں اور شہر کے دروازے کھول دیں۔

جس وقت یہ بڑھیا سلطان جلال الدین کی خدمت میں حاضر ہوئی اس وقت لطان جلال الدین کے پاس اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالاروں کے علاوہ سلطان کا ر شرف الملک کاتب ابن احمد اور جب حاجب بدر الدین بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ اس دقعہ پر سلطان جلال الدین کے کاتب ابن احمد نے سلطان جلال الدین کو مخاطب کرتے وئے کہا۔

سلطان محترم بڑھیا کی یہ بات قطعا" غلط ہے چونکہ ایک شہر کی آزادی کے لئے نچ ہزار دینار کوئی معاوضہ نہیں ہو سکتا۔ اسلئے میں یہ گذارش کروں گا کہ اس بڑھیا لو کوئی رقم نہ دی جائے بلکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارے ساتھ دھوکہ کر رہی ہے۔ اس پر سلطان جلال الدین نے کہا۔ اس بڑھیا کو ایک ہزار دینار پیشگی دینے میں کوئی رج نہیں اگر یہ جھوٹ بول رہی ہے تو ایک ہزار دینار سے اسکی مدد ہو جائیگی۔ شاید ں سے یہ اپنا کوئی رکا ہوا کام نکال لے اور اگر اس نے یہ کام کر دکھایا تو باقی رقم ے بعد میں دیدی جائیگی۔ بہر حال سلطان جلال الدین نے رحمدلی سے کام لیتے ہوئے ں بڑھیا کو ایک دینار ادا کر دیا لیکن بڑھیا نے دھوکہ دہی سے کام لیا۔ اسے حاکم خلاط ملک الاشرف کے کاتب ذکی عجمی نے روانہ نہیں کیا تھا بلکہ وہ اپنے ہی طور رقم یٹنے آگئی تھی۔ بہر حال سلطان نے بڑھیا کی اس غلطی کو درگزر کیا۔

سلطان جلال الدین نے اخلاط شہر کا محاصرہ جاری رکھا ہوا تھا کہ اسے دو انتہائی ک خبریں ملیں۔ پہلی خبر یہ کو منگولوں کا سپہ سالار چارمغان ایک بہت بڑے لشکر کیساتھ دریائے جیہوں کو عبور کرنے کے بعد آذر بائیجان کی طرف بڑھا تھا شاید اسکا

ارادہ تبریز پر قبضہ کرنے کا تھا دوسری بری خبر یہ تھی کہ سلطان جلال الدین کا بدترین دشمن قتلغ خان بھی ایک بہت بڑے لشکر کیساتھ ویلم کے دشوار گذار کوہستانی سلسلوں سے نکلا تھا یہ وہی کوہستانی سلسلے تھے جن کے اندر قتلغ خان نے اپنے لئے پناہ گاہیں بنالی تھیں اور اب وہ ان پناہ گاہوں سے نکل کر اس شاہرہ پر چڑھا تھا جو اصفہان کو جاتی تھیں کیونکہ سلطان جلال الدین اکثر بیشتر۔ اصفہان شہر کو ہی اپنی طاقت اور قوت کا مرکز بنائے رہے تھا لہٰذا شاید قتلغ خان اصفہان پر قبضہ کرنے کے بعد سلطان پر کاری ضرب لگاتے ہوئے اسے اپنے سامنے کمزور اور نہتا" کر دینا چاہتا تھا۔

یہ دونوں خبریں یقیناً" سلطان جلال الدین اورخان پاسابانوں کے سپہ سالار سلطان کے دیگر امراء کے لئے انتہائی روح فرسا تھیں۔ دوسری طرف اخلاط شہر کا محاصرہ جو طول پکڑتا جا رہا تھا سلطان اسے بہت جلد سمیٹ دینا چاہتا تھا۔ لہٰذاً سلطان پہلے کی نسبت زیادہ تندہی اور تیزی کیساتھ اخلاط شہر پر حملہ آور ہونے لگا تھا۔ اس موقعہ پر شاید قدرت بھی سلطان جلال الدین کا ساتھ وینے پر آمادہ تھی۔ لہٰذا کچھ ایسے حالات پیدا ہوئے جسکی وجہ سے سلطان اخلاط شہر کو جلد فتح کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

ہوا یوں کہ جب اخلاط شہر کا محاصرہ زیادہ طول پکڑ گیا تو شہر میں کھانے پینے کی چیزوں کا قحط پڑ گیا اور اہل شہر کو جان کے لالے پڑنے لگے۔ اس موقعہ پر اخلاط کے حاکم ملک الاشرف کے ایک سالار جسکا نام اسماعیل ایوانی تھا اور جو اس محاصرہ سے سخت تنگ آیا ہوا تھا۔ سلطان جلال الدین سے خفیہ خط و کتابت شروع کر دی۔

اپنے نامہ و پیام پیام میں اسماعیل ایوانی نے لکھا کہ اگر سلطان اسے آذر بائیجان میں جاگیر عطا کرنے کا وعدہ کریں تو وہ اخلاط شہر کی فتح میں سلطان کی مدد کرنے کے لئے تیار ہے۔ چونکہ سلطان اخلاط شہر کا زیادہ دیر محاصرہ نہیں کرنا چاہتا تھا اسلئے کہ دو بڑی قوتیں منگول اور قتلغ خان پیش قدمی کر رہے تھے لہٰذا سلطان بہت جلد اخلاط کے محاصرہ سے فارغ ہو جانا چاہتا تھا۔ اسکے علاوہ سلطان اس غیر یقینی صورتحال سے تنگ بھی آچکا تھا اسلئے سلطان نے اسماعیل ایوانی کیساتھ عطائے جاگیر کا وعدہ کر لیا۔

اسماعیل ایوانی نے رات کے اندھیرے میں سلطان سے ملاقات کی اور یہ تجویز پیش کی کہ سلطان اپنے لشکر کا کچھ حصہ اسکے ساتھ کر دے جسے وہ فصیل پر چڑھائے

بعد اندرون شہر لے جائیگا اور شہر کے دروازے انکے ذریعہ سے کھلوانے کی ش کریگا۔ سلطان اس پر رضامند ہو گیا لہٰذا اسمٰعیل ایوانی سلطان کے کچھ دستوں اپنے ساتھ لے کے گیا اور رسیوں کے ذریعہ اس نے سلطان کے اس حصہ کے کو شہر کی فصیل پر چڑھا کر شہر میں اتار دیا جو لشکر شہر میں اترا تھا اسکی کمانداری ان جلال الدین کا ایک سالار اتر خان کر رہا تھا۔

جس وقت اتر خان کی کمانداری میں کام کرنے والے سلطان جلال الدین کے وں کو اسماعیل ایوانی لیکر اخلاط شہر میں داخل ہو گیا تب سلطان جلال الدین کے پر اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار بھی حرکت آئے اور رسی کی جن سیڑھیوں کے یہ سے اسماعیل ایوانی سلطان کے دستوں کو فصیل پر چڑھا کر شہر میں لے گیا تھا انہی وں کے ذریعہ سے اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار بھی اپنے اپنے لشکر کو لیکر ط شہر کی فصیل پر چڑھ گئے اور رات ہی رات انہوں نے بڑی رازداری کیساتھ شہر فصیل کے اوپر حاکم شہر کے جس قدر لشکری پہرہ دے رہے تھے ان سب کو قتل کر اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے شہر کی فصیل اور اسکے تمام برجوں پر قبضہ لیا تھا۔

دوسرے روز شہر کے محافظ دستے کو جب پتا چلا کہ سلطان جلال الدین کے کچھ ی کسی نہ کسی طرح شہر میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے ہیں تو انہوں نے ان جلال الدین کے ان دستوں پر حملہ کر دیا تھا جو اتر خان کی سرکردگی میں شہر میں ں ہوئے تھے۔ اخلاط شہر کے اندر جو لشکر شہر کی حفاظت پر مامور تھا اسکی تعداد ان کے متحدہ لشکر سے کافی زیادہ تھی۔ لہٰذا اس لشکر نے لمحوں کے اندر شہر میں ل ہونے والے سلطان کے لشکریوں کا گھیراؤ کر لیا۔

اس صورتحال میں سلطان کے ان لشکریوں کی جان پر بن گئی اور وہ پیچھے ہٹنے پر رہو گئے۔ اتر خان کے تحت کام کرنے والے سلطان کے ان دستوں کی حالت اتنی ب ہو گئی تھی کہ قریب تھا کہ ان تمام دستوں کو شہر کا محافظ لشکر موت کے گھاٹ ردیتا کہ حسن اتفاق سے اسی وقت شہر کے محافظ لشکر کی نگاہ فصیل کے اوپر پڑی اور وں نے دیکھا کہ سلطان جلال الدین کے دو بہترین جرنیلوں یعنی اورخان اور

پاسبانوں کے سپہ سالار نے فصیل شہر پر قبضہ کر لیا تھا یہ صورتحال دیکھتے ہوئے شہر کا محافظ دستہ جہاں کسی قدر بد دل ہوا تھا وہاں شہر کے اندر داخل ہونے والے سلطان کے دستوں کو گھیرنے کا عمل انہوں نے بند کر دیا تھا۔

عین اس موقعہ پر اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے بھی اپنے اپنے کام کی ابتداء کی تھی۔ شہر کے شرقی حصہ پر اورخان اپنے لشکر کیساتھ فصیل سے اتر کر بلند قامت صنوبروں سے ٹکراتی ہوئی جنوں خیز ہواؤں - خون گھلا دینے والی دہکتی آگ' جسم پر کوڑے برساتی آندھیوں' پر اسرار بے نام خوابوں میں اڑتے مرگ کے خوفناک ہیولوں کی طرح حملہ کر دیا تھا۔ جبکہ پاسبانوں کا سپہ سالار غزلی حصہ سے فصیل سے نیچے اترا پھر وہ بدن کی تہوں تک اتر جانے والی خون آشام روحوں ہر خود اعتمادی کو منہدم کرتی دہکتی آگ جسم کی خوشحالی روح کی ہریالی کو آنسوؤں کی بارش حسرتوں اور نوحوں کے نقوش سانسوں آہوں اور اعصابوں پر طاری ہو جانے والے قضا کے پیغام کی طرح نزول کیا۔

عین اس موقع پر سلطان جلال الدین کے دستوں کو لیکر پہلے شہر میں اترنے والے اتر خان نے ایک دانشمندی کا کام کیا اس نے جب دیکھا کہ اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار بری طرح شہر کے محافظ لشکر کیساتھ الجھ گئے ہیں اور یہ کہ انہوں نے شہر کے محافظ دستوں کو پیچھے دھکیلنا شروع کر دیا ہے تو اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اتر خان نے اپنے محافظ دستوں کے ساتھ شہر کا دروازہ کھول دیا۔

شہر پناہ کا دروازہ کھلنا تھا کہ سلطان جلال الدین بھی اپنے لشکر کیساتھ شہر میں داخل ہوا پھر وہ شہر کے محافظ لشکر پر داستانوں کے رنگین ابواب میں الیوں کے خوفناک مراحل' تاریکی کی طرح اندھا مٹی کی طرح مطیع کر دینے والی ضرب اور دکھ درد کو زندگی کا بوجھ بنا دینے والی بجلیوں کے لشکاروں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اب اخلاط شہر کے محافظ لشکر پر سامنے کی طرف سے اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار ضرب لگا رہے تھے جبکہ پشت کی طرف سے سلطان جلال الدین نے ان پر حملہ آور ہوتے ہوئے انکی تعداد بڑی تیزی کیساتھ کم کرنا شروع کر دی تھی۔ آخر سلطان جلال الدین' اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے شہر کے محافظ لشکر کا مکمل طور

خاتمہ کر دیا۔ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے شہر کا حاکم شہر کا حکمران ملک الاشرف شہر کے قلعہ میں محصور ہو گیا۔

اب سلطان جلال الدین اور اسکے لشکریوں کے حوصلے اس قدر بلند ہو گئے تھے کہ انہوں نے بہت جلد شہر کے قلعہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ شہر کا حاکم ملک الاشرف سلطان جلال الدین کی خدمت میں حاضر ہوا اور معافی مانگی اس قدر زحمت اٹھانے کے باوجود سلطان جلال الدین نے فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ملک الاشرف کو معاف کر دیا اسطرح اخلاط شہر پر سلطان جلال الدین کا قبضہ ہو گیا تھا۔

اخلاط شہر کے محاصرہ کے دوران ہی سلطان جلال الدین بری طرح بیمار ہو گیا تھا۔ اسی بیماری کے دوران اسے ایک اور بری خبر ملی اور وہ یہ کہ شام کا حکمران رکن الدین جو محاصرہ اخلاط کے ایام میں سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ سلطان سے اس نے اپنے پچھلے معاملات درست کرتے ہوئے اطاعت اور فرمانبرداری کا اظہار کیا اور رسد اور کمک کا بہت سا سامان بھی سلطان کو فراہم کیا تھا۔ اس نے اپنے ایک قاصد کے ذریعہ سلطان جلال الدین کو خبر کی کہ سلطان کی بڑھتی ہوئی طاقت اور عزت کو دیکھتے ہوئے حلب کے حکمران عزی الدین عمر بن علی نے اپنے اطراف کے چھوٹے موٹے حکمرانوں کو اپنے ساتھ ملانے کے بعد ایک بہت بڑا لشکر تیار کر لیا ہے اور اس لشکر کے ذریعہ وہ سلطان جلال الدین پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے۔ تاکہ ان علاقوں میں سلطان جلال الدین کی طاقت اور قوت کا خاتمہ کر دیا جائے۔

شام کے حکمران رکن الدین نے سلطان جلال الدین کو یہ بھی مشورہ دیا تھا کہ قبل اسکے حلب کا حکمران عزی الدین آپ پر حملہ آور ہونے میں پہل کرے اور آپ کو نقصان پہنچائے آپ کو چاہیے کہ اچانک اسے آلیں اور اس پر حملہ آور ہونے میں پہل کریں اور اسکے متحدہ لشکر کو منتشر ہونے مجبور کر دیں۔ یہ خبر ملنے پر سلطان نے فوراً" اپنا جنگی اجلاس طلب کیا۔ یہ اجلاس سلطان نے اپنے خیمہ میں طلب کیا۔ اس اجلاس میں اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے علاوہ نیا سالار اتر خان سلطان کا وزیر شرف الملک' کاتب ابن احمد' حاجب بدر الدین اور قاضی مجیر الدین شامل ہوئے تھا۔ جب یہ سب لوگ سلطان کے سامنے آکر بیٹھ گئے تو سلطان جلال الدین بولا اور

کہنے لگا۔

میرے صاحبو! میرے ساتھیو میرے بھائیو میرے رفیقو! خدا کا بڑا شکر اور احسان ہے کہ ہم نے اخلاط جیسے شہر کو فتح کیا ہے جسکی فصیل ناقابل تسخیر خیال کی جاتی ہے۔ سنو میرے بھائیو اس وقت مزید تین مصیبتیں ہمارے سر پر منڈلا رہی ہیں منگولوں کا ایک لشکر دریائے جیہوں عبور کرنے کے بعد تبریز کی طرف پیش قدمی کر رہا ہے۔ قتلغ خان اپنے لشکر کیساتھ اپنے دیلم کے کوہستانی مستقر سے نکل کر اصفہان کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اور ایک نئی خبر یہ آئی ہے کہ حلب کا حکمران عزی الدین اپنے ہمسایہ حکمرانوں کو اپنے ساتھ ملا کر ہمارے خلاف حرکت میں آنا چاہتا ہے اور اس مقصد کے لئے اس نے ایک بہت بڑا لشکر بھی تیار کیا ہے۔ اب ہمیں اپنے سے لشکر کیساتھ ان تینوں قوتوں سے مقابلہ کرنا ہوگا۔ اس موقعہ پر اورخان بولا اور جلال الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سلطان محترم! آپ بیمار ہیں میں آپ کو مشورہ دونگا کہ آپ مکمل طور پر آرام کریں جہاں تک منگولوں اور قتلغ خان کا تعلق ہے تو آپ انہیں میرے اور میرے پاسبان بھائی کے حوالے کر دیں میری تجویز یہ ہے کہ میں اور پاسبان دونوں اپنے لشکروں کو لیکر پہلے منگولوں کی طرف جائیں گے۔ ہمارے مخبروں نے یہ بھی اطلاع دی ہے کہ قتلغ خان بڑی سست روی سے پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہوئے پیش قدمی کر رہا ہے۔ اسلئے کہ اسے خطرہ ہے کہ کہیں سلطان اچانک نمودار ہو کر اس پر شب خون نہ مار دے۔

سلطان محترم مجھے امید ہے کہ میں اور میرا پاسبان بھائی دونوں منگولوں کے سپہ سالار چارمغان کو بدترین شکست دیں گے اور اسے شکست دینے کے بعد ہم قتلغ خان کا رخ کریں گے اور اسے اصفہان پہنچنے سے پہلے ہی جالیں گے اور اسے بھی مار بھگانے کی کوشش کریں گے۔ اس دوران آپ اپنے لشکر کا کچھ حصہ اتر خان کو دیکر حلب کے حاکم عزی الدین کی طرف روانہ کیجئے۔ یہ اچانک اس پر حملہ آور ہو کر ایسا شب خون مارے کہ اسکے پاؤں تلے سے زمین نکال کر رکھ دے اور اسے ہماری طرف پیش قدمی کرنے کی ضرورت ہی نہ ہو۔ میرے خیال میں اس طرح ہم ان تینوں حملہ

اوروں سے بخوبی نمٹ سکتے ہیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد اورخان جب خاموش ہوا تو پاسبانوں کا سپہ سالار بولا اور کہنے لگا سلطان محترم میرے بھائی اورخان نے جو تجویز پیش کی ہے۔ میں اس سے ملل طور پر اتفاق کرتا ہوں میرے خیال میں آپ منگولوں اور قتلغ خان کو ہم دونوں ائیوں کے لئے چھوڑ دیجئے جبکہ اتر خان کو حلب کے حاکم عزی الدین کی سرکوبی کے لئے روانہ کر دیجئے۔ اس پر سلطان جلال الدین بولا اور کہنے لگا۔

سنو میرے بھائیو میں تم دونوں کے جذبے کی قدر کرتا ہوں۔ لیکن اتر خان جنگ ا اتنا تجربہ نہیں رکھتا اسلئے اسے حکمران عزی الدین کا مقابلہ کرنے کے لئے اکیلا وانہ نہیں کیا جاسکتا۔ سنو میرے بھائیو یہ معاملہ تو طے ہے کہ تم دونوں ملکر منگولوں ر قتلغ خان کا مقابلہ کرو گے لیکن میں تبدیلی یہ کر رہا ہوں کہ خود میں بھی اپنے لشکر یساتھ اترخان کے ساتھ حلب کے حکمران عزی الدین کے خلاف نکلوں مجھے امید ہے ہ اس پیش قدمی کے دوران میرا بخار اتر جائیگا۔ میں ٹھیک ہو جاؤنگا۔ ہاں اس سلسلہ ں اتر خان میری پوری معاونت کرتا رہیگا میرے متعلق تم دونوں فکر مند نہ ہونا۔ ب یہ آخری فیصلہ ہے کہ تم دنوں منگولوں اور قتلغ خان سے ٹکرانے کے لئے یہاں ے کوچ کر جاؤ۔ اتر خان میرے ساتھ کام کریگا۔ اسکے ساتھ ہی وہ جنگی مجلس ختم ہو ئی تھی۔ اور ہر کوئی سلطان کے خیمہ سے نکل گیا تھا۔

○

اورخان' پاسبانوں کے سپہ سالار کیساتھ جب اپنے خیمہ میں داخل ہوا تو خیمہ کے سط میں بچھے ہوئے گدے کے اوپر طیان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کی بیوی الجائی ون دونوں بیٹھی نئے لباس سی رہی تھیں۔ اور خان اور پاسبانوں کا سپہ سالار دونوں ران دونوں کے سامنے بیٹھ گئے تھے پھر اورخان طیان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے ۔ دیکھ طیان تم دونوں بہنیں اب اٹھ کھڑی ہو یہ سینے وینے کا کام بند کر دو اسلئے کہ دونوں اپنے لشکروں کیساتھ تھوڑی دیر تک یہاں سے کوچ کرنے والے ہیں اس پر ن نے غور سے اورخان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ یہ کوچ کس سمت ہو گا۔ اس

پر اورخان مسکراتے ہوتے کہنے لگا یہاں سے ہم سیدھا دریائے ارس کا رخ کریں گے اسلئے کہ منگولوں کا سردار چارمغان دریائے جیہوں کو عبور کرنے کے بعد تبریز کی طرف بڑھ رہا ہے تاکہ تبریز پر قبضہ کرے پہلے ہم چارمغان سے نمٹیں گے پھر واپس لوٹیں گے اور اس شاہرہ کی طرف آئیں گے جو ویلم سے اصفہان کی طرف جاتی ہے اس شاہراہ پر قتلغ خان پیش قدمی کر رہا ہے اسکا ارادہ اصفہان پر قبضہ کرنے کا ہے۔ منگولوں سے نمٹنے کے بعد ہم قتلغ خان کے خلاف حرکت میں آئیں گے۔ میرے خیال میں اب تم دونوں بہنیں فورا" اٹھ جاؤ۔ تیاری کرو تاکہ یہاں سے کوچ کریں۔

اورخان کے اس انکشاف پر طیان اور الجائی خاتون دونوں اٹھ کھڑی ہوئیں تھیں۔ الجائی اپنے شوہر پاسابانوں کے سپہ سالار کیساتھ چلی گئی تھی تاکہ اپنے خیمہ کا سامان جا کے سمیٹے جبکہ اورخان اور طیان دونوں میاں بیوی بھی اپنا ضروری سامان سمیٹنے لگے تھے۔ تھوڑی دیر بعد اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار اپنے لشکروں کے ساتھ اخلاط شہر کے نواح سے کوچ کر گئے تھے۔

منگولوں کا سپہ سالار چارمغان جب اپنے لشکر کے ساتھ پیش قدمی کرتا ہوا ائیجان کے دریائے ارس کے کنارے کوہستانی سلسلوں سے گھری ہوئی وادی میں ہاں کچھ عرصہ پہلے اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کو چغتائی اور چارمغان کے ں شکست ہوئی تھی تو اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار چارمغان کے لشکر کی راہ ے کھڑے ہوئے۔ شاید اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے ایسا جان بوجھ کر کیا ر جن وادیوں میں انہیں ایک بار منگولوں کے ہاتھوں شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ وادیوں کے اندر وہ چارمغان کو شکست دے کر اپنی گزشتہ شکست کا انتقام لینا ے تھے۔

جونہی منگول سپہ سالار چارمغان اپنے لشکر کے ساتھ اورخان اور پاسپانوں کے سالار کے سامنے آیا ان دونوں نے جنگ کے لئے اپنی صفیں درست کرنا شروع کر تھیں چارمغان نے جب یہ صورت حال دیکھی تو اس نے بھی فورا" پڑاؤ کر کے کے لئے اپنے لشکر کی صفوں کو درست کرنا شروع کر دیا تھا۔

جب دونوں لشکر اپنی صفیں درست کر چکے تب منگولوں کا سپہ سالار چارمغان ت میں آیا اور حملہ کی اس نے ابتداء کی۔ اس کی طرف سے حملہ کا حکم ملتے ہی ں اور خونخوار منگول ریچھ کی مکروہ خرخراہٹ کی طرح نعرے بلند کرتے ہوئے خان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے لشکر پر مہیب پر پھیلاتی رات آنکھوں میں ا سورج اور انگارہ بن کر عکس ریز ہو جانے والے دکھ درد کے بوجھ اور صدیوں جکڑے ہوئے پرندوں کے ہر بن مو کو لہو لہو کر دینے والے زخم دل کی طرح حملہ ہو گئے تھے۔

چارمغان اور اس کے ماتحت کام کرنے والے منگولوں کے حوصلے بڑے بلند تھے

اس لئے کہ جس جگہ جنگ شروع ہوئی تھی اسی جگہ اس سے پہلے چارمغان اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کو شکست دے کر پسپا ہونے پر مجبور کر چکا تھا اور وہیں پر اورخان اور طیان کو گرفتار کیا گیا تھا۔ چارمغان جب اپنے منگول لشکر کے ساتھ حملہ آور ہوا تو تھوڑی دیر تک اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار منگولوں کے لشکر کو روکتے رہے پھر پہلے اورخان جارحیت پر اترا۔

اورخان اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ منگولوں کے خلاف دنیا کی نبض پر ہاتھ رکھنے والے کسی کارکن کی طرح دفاع سے جارحیت پر اترا۔ صدیوں کے الفاظ کے معانی بدل دینے والے حادثوں' راہوں کا آشوب کھڑا کرنے والے عناصر کی طرح وا اپنے لشکر کو ذرا سا دائیں طرف پھیلاتا ہوا تاریخ کو گنگ کر دینے والی جرات مندی کی آندھی' گمراہی سے گام لا کر چلنے والی کڑی راتوں میں فتح مندی کی بازگشت بھر دینے والی قضا اور آتے جاتے لمحوں کو روپ کا سہانا پن دے جانے والے سپنوں کے دھندلکوں کی طرح منگولوں پر حملہ آور ہوا تھا۔

اورخان کے یوں دفاع سے جارحیت میں داخل ہونے کے ساتھ ہی پاسبانوں سپہ سالار بھی کسی بھولے بسرے خیال من کی طرح حرکت میں آیا تاریک کونوں سے اچانک چیخ اٹھنے والے پھیلتے چرچوں کی طرح اس نے تکبیریں بلند کیں۔ ہجرتی لمحوا کی طرح آگے بڑھا اور اندھیروں کی گپھاؤں میں چار کھونٹ اجالا کر دینے والے نورا وجود اور ہر شوق تن آسانی کو لہو لہو کر دینے والے وار و رسن سے مسلح کسی وحشی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے یوں خونخواری کے ساتھ حملہ آور ہو کے بعد میدان جنگ سنگدل سیاہ رات میں سمندر کی سر پٹختی لہروں' صدیوں کی گہرا میں اندھیروں کے پہرے' لحد میں اترتی شب کی عفریت اور لوٹے ہوئے نگر کی ادا جیسا ہو کے رہ گیا تھا۔

وحشی خونخوار منگول دلاسوں کی دہلیز پر فعل رائیگاں کی طرح ضرب لگاتے ہوا کھنڈروں میں شور کرتی کالی بھیانک رات کی طرح آگے بڑھتے ہوئے حملہ آور ہو رہے تھے جبکہ اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے لشکری بھی تکبیر کے گرم نعروں

و خروش میں منگولوں کو اپنے ایمان کی ضد اپنے طرز مسلمانی کی نفی سمجھتے ہوئے قوت اس زور سے حملہ آور ہو رہے تھے جیسے کسی نے اپنے ذوق خود آرائی کو ں کے لفظوں میں سموتے ہوئے اپنے مدمقابل پر صبح کی زرفشانی اور چاہتوں اور ں سے بھری قبائے شب کی طرح چھا جانے کا عزم کر لیا ہو۔

دریائے ارس کے کنارے میدان جنگ میں ہر سو ہر طرف سورنگ کے خونی ے' رعد وبرق کی طوفانی ہوس رقص کر اٹھی تھی۔ ہر جنگجو بلندی و پستی کو فراموش ہوا اولوالعزمی و حوصلہ مندی کی گرد میں اپنی بہادری اپنی جرات مندی اپنے لال کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

کافی دیر تک آذربائیجان کے دریائے ارس کے کنارے منگولوں اور مسلمانوں کے یان جنگ ہوتی رہی یہاں تک کہ وہ لمحہ بھی آگیا کہ اورخان اور پاسبانوں کے سپہ نے اپنے لشکر کو خوب پھیلاتے ہوئے منگولوں کے لشکر کی اگلی صفوں کا مکمل کر دیا۔ پھر وہ منگولوں کے لشکر کے وسطی حصوں کے علاوہ پہلوؤں پر بھی ضرب لگے تھے۔ جنگ کا پلہ اور کامیابی اب لگتا تھا گویا اورخان اور پاسبانوں کے سپہ دونوں کی مٹھی میں بند ہو کر رہ گیا ہو۔ اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے دیکھا کہ منگولوں کی اگلی صفوں کا صفایا کر دیا گیا ہے اور یہ کہ اب ان کے لشکری ں کے وسطی حصہ کے علاوہ پہلوؤں پر بھی ضرب لگانے لگے ہیں تو انہوں نے لشکر کو اپنے حملوں میں اور زیادہ زور پیدا کرنے کا اشارہ دیدیا تھا۔

یہ اشارہ ملنا تھا کہ اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے لشکری بلند آوازوں تکبیریں بلند کرتے ہوئے موت اور قضا کی پرواہ کئے بغیر عجیب سے ایک جذبہ میں ں پر ٹوٹ پڑے تھے یہاں تک کہ منگولوں کے وسطی حصہ کے علاوہ پہلوؤں کی لی صفوں کو انہوں نے ادھیڑ کر رکھ دیا تھا۔ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے چارمغان ین ہو گیا تھا کہ دریائے ارس کے کنارے اس جنگ میں اس کی شکست یقینی ہے اپنے بچے کھچے لشکر کو لیکر وہ بھاگ کھڑا ہوا۔ دریائے ارس کے کنارے کنارے ک اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے چارمغان کا تعاقب کرتے ہوئے اس کر کی تعداد .. کم کی پھر وہ اس جگہ آئے جہاں جنگ ہوئی تھی۔ منگولوں کے

پڑاؤ کا سارا سامان انہوں نے سمیٹا پھر وہ اس شاہراہ کی طرف بڑھے جو اصفہان سے دیلم کی طرف جاتی تھی۔

○

سلطان جلال الدین اپنے چھوٹے سالار اترخان کو ساتھ لے کر اپنے ہدف کی طرف بڑھا تھا۔ شام کے حکمران علاء الدین اور حلب کے سلطان عز الدین کو جب سلطان جلال الدین کی اس پیش قدمی کا علم ہوا تو ان کے درمیان یہ طے پایا کہ شام کے ایک حصہ کا حکمران علاء الدین اپنے لشکر کے ساتھ حلب کے سلطان عز الدین سے آملے اس کے علاوہ انہوں نے چھوٹے چھوٹے حکمرانوں کو بھی اپنے لشکر کے ساتھ جمع ہونے کا حکم دیا تھا۔ جس وقت شام کے ایک حصہ کا حکمران علاء الدین اپنے لشکر کے ساتھ حلب کے سلطان عز الدین سے ملنے کے لئے جا رہا تھا۔ سلطان جلال الدین نے اس پر حملہ آور ہونے کی ٹھان لی۔ گو اس وقت سلطان جلال الدین سخت بخار میں مبتلا تھا اور اس کی حالت یہ تھی کہ وہ گھوڑے پر آرام سے بیٹھ نہ سکتا تھا تاہم اس موقعہ پر شام کے حکمران رکن الدین جو محاصرہ اخلاط کے دوران سلطان جلال الدین کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور اپنی فرمانبرداری کا اظہار کیا تھا وہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ سلطان کی خدمت میں حاضر ہو گیا تھا۔ سلطان نے رکن الدین اور اپنے سالار اتر خان کو علاء الدین پر حملہ آور ہونے کا حکم دیا جو اپنے لشکر کے ساتھ حلب کے سلطان عز الدین سے جا ملنا چاہتا تھا۔

اتر خان اور رکن الدین دونوں نے بڑی تیزی سے علاء الدین کو جا لیا اور اس پر حملہ آور ہوئے۔ علاء الدین زیادہ دیر مقابلہ نہ کر سکا اور میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا۔ اس نے پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھا کہ اس کے کتنے لشکری جنگ میں کام آئے ہیں۔ بس وہ ایسا بھاگا کہ اپنے لشکر کو لیکر وہ حلب کے سلطان عز الدین سے جا ملا۔

سلطان کی صحت ابھی تک ٹھیک نہ تھی اور وہ بیمار تھا تاہم اپنے لشکر کے ساتھ وہ جب بیاسجان کے مقام پر پہنچا تو وہاں پر حلب کا سلطان عز الدین علاء الدین اور دوسرے چھوٹے بڑے حکمران اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ سلطان جلال الدین کی راہ

ک کھڑے ہوئے تھے۔ بیاس جان کے مقام پر سلطان جلال الدین اور دشمنوں کے میان ہولناک جنگ ہوئی۔ سلطان کے دائیں بازو نے دشمن کے بائیں بازو پر حملہ ر کے اسے پیچھے دھکیل دیا تھا جس سے وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ سلطان جلال الدین ے لشکر کا ایک حصہ ٹیلے پر کھڑا یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا۔ دشمن کو بھاگتے دیکھا تو وہ ں تعاقب میں دوڑ پڑے۔

تھوڑی دور دشمن کی فوج ایک نشیب میں داخل ہو گئی۔ سلطان جلال الدین اور ں کے لشکری بھی سائے کی طرح ان کے پیچھے چلے جا رہے تھے۔ حلب کے سلطان الدین اور شام کے حکمران علاء الدین نے اس وادی کے کنارے پر کچھ چوکیاں بٹھا ی تھیں۔ جب سلطان جلال الدین کا لشکر زد میں آیا تو چوکیوں کے اندر جو انہوں ے سپاہی اور لشکری گھات میں بٹھا رکھے تھے وہ شکاری پرندوں کی طرح سلطان جلال ین کے لشکر پر ٹوٹ پڑے تھے۔ اس کے علاوہ جنگ میں شکست کھانے کے بعد ب کے سلطان عز الدین اور علاء الدین کے جو لشکری بھاگ رہے تھے خود بھی مڑے ر حملہ آور ہو گئے۔

اب سلطان جلال الدین کے لشکر کی یہ حالت تھی کہ نا جائے ماندن نا پائے تن۔ اب دو طرفہ حملہ سے سلطان جلال الدین کا لشکر پسنے لگا تھا۔ اس حملے میں طان جلال الدین کے لشکر کے کئی چھوٹے سردار اور سالار مارے گئے رکن الدین شام کے ایک حصہ کا حکمران تھا۔ اور سلطان کی مدد کے لئے آیا تھا۔ وہ بھی اس میں مارا گیا تھا۔

بہرحال اس جنگ میں سلطان جلال الدین کو بد ترین شکست ہوئی اور وہ شکست کر پیچھے ہٹ گیا۔ حلب کے سلطان عز الدین اور شام کے حکمران علاؤ الدین نے لطان جلال الدین کا تعاقب کیا اور نہ ہی دوبارہ حملہ آور ہونے کی کوشش کی اس کہ انہیں خطرہ تھا کہ اگر انہوں نے سلطان جلال الدین کا تعاقب کیا تو کہیں ایسا و کہ کسی مناسب جگہ سلطان جلال الدین مڑ کر ان پر ایسا حملہ کرے کہ ان کی فتح کست میں بدل کر رکھ دے۔

سلطان جلال الدین کی شکست کی وجہ ایک تو یہ تھی کہ وہ بیمار تھا اور گھوڑے پر

سوار نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے میدان جنگ کے لحہ بالحہ بدلنے والے حالات کا اندازہ نہ کر سکا۔ گویا فوج بغیر کمانڈار کے لڑی تھی جو شکست کا باعث بنی۔

دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ سلطان کو اپنی ذاتی شجاعت پر اتنا بھروسہ تھا کہ وہ فوری طور پر سخت سے سخت مہم میں بھی کودنے سے دریغ نہیں کرتا تھا۔ اس لئے ناکافی تیاری کی وجہ سے اسے یہ دن دیکھنا نصیب ہوا تھا۔

مزید برآں سلطان جلال الدین کے مزاج میں بے صبری کا مادہ بھی کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا جب کبھی ایسا موقع آتا بغیر پس و پیش کے میدان میں کود پڑتا اور اس کے دوست اور چاہنے والے سر پیٹ کر رہ جاتے۔ اس موقع پر بھی اگر سلطان جلال الدین نے کہیں رک کر اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کی واپسی کا انتظار کیا ہوتا اور پھر متحدہ لشکر کے ساتھ وہ حلب کے سلطان عز الدین اور شام کے حکمران علاؤ الدین کے ساتھ جنگ کرتا تو یقیناً" وہ اپنے ان دونوں دشمنوں کو بد ترین شکست دیتا۔ لیکن الٹا اس جنگ میں سلطان جلال الدین کو شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

○

منگولوں کو بد ترین شکست دینے کے بعد اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار دونوں اپنے اپنے لشکر کے ساتھ اس شاہراہ کی طرف آئے جو دیلم سے طہران قم اور کاشان سے ہوتی ہوئی اصفہان شہر کی طرف جاتی ہے۔ اسی شاہراہ پر سلطان جلال الدین کا بد ترین دشمن قتلغ خان اپنے لشکر کے ساتھ پیش قدمی کر رہا تھا۔ طہران اور دیلم کے درمیان کھلے میدانوں میں اچانک پاسبانوں کا سپہ سالار گلی گلی نگر نگر اور آسمانوں کی گردشوں میں لہراتی ہوئی تیغ ستمگر' اور عالم ہجر سے اچانک اٹھنے والے غم انجام کے ابر کی طرح قتلغ خان کے لشکر کی راہ روک کھڑا ہوا تھا۔

پاسبانوں کے سپہ سالار کے یوں سامنے آنے پر قتلغ خان یہی سمجھا تھا کہ سلطان جلال الدین اور اورخان دونوں حلب کے سلطان غز الدین اور شام کے حکمران علاؤ الدین کے خلاف بر سر پیکار ہوئے ہیں جبکہ سلطان جلال الدین نے پاسبانوں کے سپہ سالار کو اس کی راہ روکنے کے لئے روانہ کیا ہے۔ قتلغ خان نے جب یہ دیکھا کہ

انوں کے سپہ سالار کے ساتھ جو لشکر ہے اس کی تعداد قتلغ خان کے لشکر کے بلے میں نہ ہونے کے برابر ہے تو قتلغ خان بڑا خوش بڑا متکبر ہوا اسی تکبر اسی تغافر اپنی اسی منفی سوچ کو سامنے رکھتے ہوئے قتلغ خان نے پہلے حملہ آور ہونے کا ہ کیا۔

پھر اپنے لشکر کو حملہ آور ہونے کا اشارہ دیتے ہوئے قتلغ خان طوفان اقوال' ل ارادوں' سناٹوں کی طرح چھاؤں میں مایوسیوں کے نقاب کی طرح آگے بڑھا اور ب کی ریگ سے بھرے زخم زخم اسباب ہلاکت کی طرح وہ پاسبانوں کے سپہ سالار لشکر پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

دوسری طرف پاسبانوں کا سپہ سالار بھی سینے میں اٹھتی چنگاریوں' طوفان شہامت' ن میں جنم لیتی نئے قہر کی بارش اور شوق رزم آرائی کے گرم لہو کی طرح پیش قدمی تا ہوا ابدیت کی راہوں پر پھیلے موت و مرگ کے شکنجوں ماتم کرتے الفاظ و لہجے اور بیر کے ناقابل تسخیر فولاد کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

دیلم اور طہران کے درمیان کھلے میدانوں میں قتلغ خان اور پاسبانوں کے سپہ لار کے درمیان تھوڑی دیر تک گھمسان کا رن پڑا۔ قتلغ خان کو پختہ امید تھی کہ وہ ل جنگ میں ہر صورت پاسبانوں کے سپہ سالار کو شکست دے کر مار بھگائے گا پر ن اس وقت جبکہ جنگ کی دیوی کا رقص اپنے عروج اپنے جوبن پر آ گیا تھا۔ قتلغ ن کے لشکر کی پشت کی طرف سے اورخان اپنے لشکر کے ساتھ اپنی قوم کی تقدیر' ملت کا بخت' بے گناہوں اور مظلوموں کے آنسوؤں کا سمندر' بہنوں کی دعاؤں کا ' بیٹیوں کے دوپٹوں کے سایوں کا محافظ بن کر نمودار ہوا۔ صداقتوں اور سطوتوں کی عاؤں کے ماورائی سفر اور تائید ایزدی کے سرخ عنوان کی طرح وہ قتلغ خان کے کر کے پشتی حصہ کی طرف آیا پھر قتلغ خان کے لشکر کے عقب پر اس نے تیزی سے پھیلتے بنجر پن' منعکس ہوتی سورج کی کرنوں' کرب کے آخری لمحوں میں شعلوں کے قص اور ریزہ ریزہ کر دینے والے عذاب کی طرح حملہ کر دیا تھا۔

قتلغ خان کے لشکر کی تعداد چونکہ اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے متحدہ کر سے کئی گنا زیادہ تھی لہٰذا اورخان کے عقب سے حملہ آور ہونے سے قتلغ خان

نے کچھ زیادہ تفکر اور پریشانی کا اظہار نہیں کیا تاہم اپنے لشکر میں بڑی تیزی کے ساتھ وہ حرکت میں آیا۔ پورے لشکر کو فوراً" اس نے دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ کو اس نے پاسبانوں کے سپہ سالار کے خلاف ہی برسرپیکار رہنے دیا جبکہ دوسرے حصے کو اس نے چلا چلا کر حکم دیا کہ وہ اورخان پر عذاب بن کر ٹوٹیں اور اس کا اور اس کے لشکریوں کا خاتمہ کر کے رکھ دیں۔ اس طرح طہران اور ویلم کے درمیان میدانوں میں قتلغ خان، اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے درمیان ہولناک اور مہیب جنگ کی ابتداء ہو گئی تھی۔

اس موقع پر اورخان اپنے لشکر کے درمیان ایک بلند جگہ آیا پھر وہ پوری قوت سے چلاتے ہوئے اپنے لشکریوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"سنو میری ملت کے سرفروشو! آخری رسول کے ماننے والو! افق مکہ کے پاسبانو! اپنے خیالوں میں زمین و آسمان کے رب کو یاد کرو جو سارے جہانوں کا مالک ہے اپنی دعاؤں میں اپنی صداؤں میں اس خداوند کی تکبیریں پڑھو جس کی زمین پر ہم خلیفہ ہیں اپنی تلواریں لہراتے ڈھالیں اٹھائے آگے بڑھو دشمن پر اس طرح برسو جیسے مکہ کے نواح میں ابابیلیں چونچوں میں کنکر لئے ابرہہ کے لشکر پر برق بن کر لپکیں تھیں۔

سنو میری ملت کی آنکھ کے تارو! میری قوم کی امیدوں کے سہارو! دشمن کی صفوں اور قطاروں کے درمیان فتح کے ترانے آزادی کے گیت بن کر پھیل جاؤ۔ سنو آدمیت کی اوج، انسانیت کی بلندی رکھنے والے میرے بھائیو! تاریخ کا قرض چکانے کی خاطر امید کے مظہر نئی شمشیر برہنہ زندگی کی آخری شب اور صرف ایک رات کا قصہ بن کر اپنے دشمن پر چھا جائیں اور اسے پسپا کر کے ثابت کر دیں کہ ہم وہ لوگ ہیں جو اپنی ملت اپنی قوم کی خاطر خون بہانے اور سر کٹوانے کی ہمت اور جرات رکھتے ہیں۔"

اورخان کی اس تقریر اور اس کے الفاظ نے اس کے لشکریوں میں گویا ایک آگ اور ایک برق بھر کر رکھ دی تھی۔ اورخان کے ان الفاظ پر اس کے لشکری صف در صف جسموں کے چیتھڑے اڑاتے طوفانوں، قطار در قطار صدیوں کا حساب چکاتی آندھیوں، وقت کے ماتھے پر چھاتی قیامت کی رات اور اندھیروں کی بغل میں چھپے

قہروں بھرے جھکڑوں کی طرح حملہ آور ہونے لگے تھے۔ اورخان کے لشکریوں کی اس نئی جہد کو دیکھتے ہوئے پاسبانوں کا سپہ سالار اور اس کے لشکری بھی قتلغ خان کے لشکر پر لمحوں کی اڑتی گرد میں لہو کے بادلوں اور وقت کی تیز رفتاری سے آگے چلنے والی قہرمانیوں کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔ اس نئے حملہ سے میدان جنگ لحد میں اترتی شب کی عفریت اور لاشیں ابل پڑنے کے عمل کا سا منظر پیش کرنے لگا تھا۔ اس زور دار حملے کے نتیجہ میں قتلغ خان کے لشکر کی حالت بھی پھٹی قمیضوں پر گرتے آنسوؤں، زنجیروں میں جکڑے ہوئے فیل، تاریک ویران شام اور ان راہوں جیسی ہو کر رہ گئی تھی جو کہیں نہ جاتی ہوں۔

اس موقع پر جب قتلغ خان نے دیکھا کہ اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار بڑی تیزی سے اس کے لشکر پر چھاتے جا رہے ہیں تو اس نے پوری قوت سے چلاتے ہوئے اپنے لشکریوں کو للکارا انہیں اپنا حوصلہ بلند رکھتے ہوئے دشمن پر ضرب لگانے کی تاکید کی لیکن تاخیر ہو چکی تھی اس لئے کہ پشت کی طرف اورخان اور سامنے کی طرف سے پاسبانوں کا سپہ سالار وقت کے اڑتے غبار میں لہو بھرے گرد بار کی طرح چھانا شروع ہو چکے تھے۔ جبکہ قتلغ خان کے لشکری اپنی جانیں بچانے کی خاطر ادھر ادھر سمٹنے اور ہٹنے لگے تھے۔

یہ صورتحال کچھ زیادہ دیر تک جاری نہ رہ سکی اس لئے کہ قتلغ خان کے سپاہی ب پوری طرح بد دلی کا اظہار کر رہے تھے اور پاسبانوں کے سپہ سالار اور اورخان ؛منے اور پشت کی طرف سے ان کا بری طرح قتل عام کر رہے تھے۔ اس صورت ال کو دیکھتے ہوئے قتلغ خان کو یقین ہو گیا تھا کہ طہران اور ویلم کے درمیان پھیلے وئے ان میدانوں میں شکست اس کا مقدر بن چکی ہے۔ لہٰذا اس نے اپنے لشکر کو میٹا اور ایک طرف سے ہٹتا ہوا وہ ویلم کے کوہستانی سلسلہ کی طرف بھاگ کھڑا ہوا ا۔ اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے کچھ دور تک بھاگتے ہوئے قتلغ خان اور ں کے لشکریوں کا تعاقب کر کے ان کی تعداد مزید کم کی پھر وہ میدان جنگ میں لوٹ ئے تھے وہاں سے انہوں نے ہر چیز کو سمیٹا اور سلطان جلال الدین کی طرف انہوں

حلب کے سلطان عز الدین اور شام کے حکمران علاؤ الدین کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد سلطان جلال الدین پیچھے ہٹ گیا تھا۔ عز الدین اور علاؤ الدین نے سلطان کا تعاقب نہیں کیا انہیں خدشہ تھا کہ اگر سلطان پھر کہیں پلٹ پڑا اور انہیں شکست ہو گئی تو پھر سلطان انہیں کہیں بھی ٹکنے نہ دے گا۔ لہٰذا اس شکست کے بعد سلطان جلال الدین کئی میل پیچھے ہٹا اور اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا۔ اس کے بعد سلطان جلال الدین نے اپنے وزیر شرف الملک کو آذر بائیجان کے شہر سکنہ آباد کی طرف روانہ کیا کیونکہ وہاں کچھ بغاوت کے آثار اٹھتے دکھائی دے رہے تھے۔ لشکر کا آدھا حصہ بھی سلطان جلال الدین نے شرف الملک کی سرکردگی میں دے دیا تھا۔ باقی آدھے لشکر کو لے کر سلطان جلال الدین آرام کرنے کی خاطر خوی شہر کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔ جہاں ان کی اس بیوی نے قیام کر رکھا تھا جو کبھی تبریز کی ملکہ تھی۔

شرف الملک جب آذر بائی جان پہنچا تو اخلاط شہر کے سابق حاکم ملک الاشرف نے سلطان جلال الدین کے وزیر شرف الملک سے مل کر اپنے لئے فوائد حاصل کرنا چاہے۔ وہ آذربائیجان میں شرف الملک سے ملا اور اس سے درخواست کی کہ اگر اس کی وساطت سے اس کے تعلقات سلطان جلال الدین کے ساتھ بہتر ہو جائیں تو اس کی اس نوازش کا ازحد ممنون ہوں گا۔ نیز اس نے کھلے دل کے ساتھ اس امر کا اقرار بھی کیا کہ سلطان کا وجود عالم اسلام کیلئے ازبس غنیمت ہے کیونکہ سوائے سلطان کے کسی مسلمان حکمران میں منگولوں کا مقابلہ کرنے کی ہمت اور جرات نہیں ہے۔

سلطان جلال الدین کے وزیر شرف الملک نے یہ سارے واقعات و حالات ایک قاصد کے ذریعہ سلطان جلال الدین کے گوش گزار کئے اور گزارش کی کہ اخلاط کے سابق حکمران الملک الاشرف کو اخلاط کا حاکم مقرر کر دیا جائے تاکہ وہ باقی ماندہ زندگی کے دن آرام اور چین سے گزار سکے ساتھ ہی شرف الملک نے سلطان جلال الدین کو یہ بھی ضمانت دی کہ ملک الاشرف اب انتہا درجہ کا سلطان جلال الدین کا مطیع اور فرمانبردار ہے۔ قاصد نے جب یہ ساری باتیں سلطان کے گوش گزار کیں تو سلطان

نے رحمدلی سے کام لیتے ہوئے۔ اخلاط کی سابق حکمرانی ملک الاشرف کو عطا کر دی تھی۔

حلب کے سلطان عز الدین اور شام کے حکمران علاؤ الدین کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد جب سلطان جلال الدین پیچھے ہٹا تھا تو نئے لشکری بھرتی کرنے کے لئے سلطان نے اپنے کاتب ابن احمد کو حاکم الموت اور شیخ الجبل علاؤ الدین کی طرف روانہ کیا اس لئے کہ حاکم الموت اور شیخ الجبل علاؤ الدین نے گذشتہ تین سال سے صوبہ دامان کا خراج جو بیس ہزار سالانہ بنتا تھا سلطان جلال الدین کو ادا نہیں کیا تھا۔ صوبہ دامان سلطان کا علاقہ تھا لیکن حاکم الموت نے سلطان سے گزارش کر کے اس صوبہ کو اپنے ساتھ ملا لیا تھا اور یہ وعدہ کیا کہ وہ بیس ہزار دینار سالانہ خراج کے طور پر ادا کرے گا۔ اگرچہ اس نے تین سال تک ادائیگی نہ کی تو اس ادائیگی کے لئے سلطان جلال الدین نے ابن احمد کو اس کی طرف روانہ کیا تھا۔

اس کے علاوہ ایک اور کام بھی ابن احمد کے سپرد کیا گیا اور وہ یہ کہ جس وقت سلطان جلال الدین نے اخلاط شہر کا محاصرہ کر رکھا تھا تو محاصرہ کے دوران خلیفہ بغداد کا ایک وفد سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا تھا تو سلطان کی مصروفیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس وفد نے موصل اور اس کے ساتھ ملتے جلتے کچھ علاقے خلافت بغداد کی تحویل میں دے دینے کی درخواست کی تھی جو سلطان نے حالات کے دباؤ سے مجبور ہو کر ان کے حوالے کر دیئے تھے۔

بعد میں جب ناموافق حالات کا دباؤ کم ہو گیا تو سلطان کو اپنی جلد بازی کا احساس ہوا چنانچہ ابن احمد کو روانہ کرنے کا دوسرا مقصد یہ بھی تھا کہ وہ خفیہ طور پر موصل اور عراق کے حکمرانوں کو ہدایت کرے کہ وہ سلطان کے ساتھ اپنے پہلے تعلقات برقرار رکھیں اور اگر خلیفہ بغداد ان سے کوئی تقاضا کرے تو اس کی بجا آوری سے صاف انکار کر دیں۔

اس مہم کو سلطان جلال الدین اس قدر مخفی رکھنا چاہتا تھا کہ اس نے ابن احمد کو سیدھا موصل روانہ کرنے کے بجائے قزوین کے راستے روانہ کیا تاکہ علاؤ الدین کے ساتھ معاملات درست کرتے ہوئے وہ موصل کا رخ کرے اور کسی کو معلوم نہ ہو سکے

که سب کچھ سلطان کی ایماء پر ہو رہا ہے۔ اس کے علاوہ ابن احمد سے پہلے بھی سلطان نے اپنے چند سفارتکار امراء کو خفیہ طور پر موصل اور عراق کے حکمرانوں کے پاس اس غرض کے لئے روانہ کیا تھا۔ وہ لوگ ابھی لوٹ کر نہیں آئے تھے اور سلطان جلال الدین کو کوئی جواب تک نہ ملا تھا۔

ابن احمد جس وقت قزوین کی طرف جا رہا تھا تو راستے میں اس کی ملاقات ان سفیروں سے بھی ہو گئی جنہیں سلطان جلال الدین نے اس سے پہلے موصل اور عراق کی طرف بھجوایا تھا۔ انہوں نے سارے حالات ابن احمد کو بتائے اور یہ انکشاف کیا کہ موصل اور عراق کے حکمرانوں نے اپنے سیاسی تعلقات کی بحالی کو خوش آمدید کہا ہے اور وہ خلیفہ بغداد کے بجائے سلطان جلال الدین کے تحت رہ کر کام کرنے کو پسندیگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اس طرح عراق اور موصل کے حکمرانوں نے خلیفہ بغداد کی قیادت کو قبول کرنے کے بجائے اپنے آپ کو سلطان جلال الدین کا مطیع اور فرمانبردار رکھنے کا عہد کر لیا تھا۔ ان حالات سے مطمئن ہو کر ابن احمد نے بڑی تیزی سے قلعہ الموت کے حکمران علاؤ الدین کا رخ کیا تھا۔

سلطان جلال الدین کو خراج نہ وصول ہونے کے علاوہ حاکم الموت کے علاؤ الدین کے خلاف یہ شکایت بھی تھی کہ وہ قریب و جوار کے چھوٹے موٹے حاکموں کو سلطان کے خلاف اکساتا رہتا ہے۔ حالانکہ باجگزار ہونے کی حیثیت سے اطاعت اور فرمانبرداری اس پر فرض بنتا ہے اس کے علاوہ قلعہ الموت کے حاکم پر یہ بھی الزام تھا کہ وہ خفیہ طور پر منگولوں کے ساتھ سلطان جلال الدین کے خلاف ساز باز کرتا ہے۔

اس سلسلہ میں سلطان جلال الدین نے ایک خط بھی حاکم الموت علاؤ الدین کے نام ابن احمد کو دیا تھا اس خط میں نہ صرف درشت' سخت اور نا ملائم الفاظ استعمال کئے گئے تھے بلکہ ابن احمد کو واضح طور پر ہدایت کی گئی تھی کہ اگر علاؤ الدین بذات خود اس کا استقبال نہ کرے تو وہ ہرگز اس کے دربار میں نہ جائے اور نیز دوران گفتگو ملائمت اور نرم گفتاری کو کام میں ہرگز نہ لائے۔

سلطان جلال الدین کا کاتب ابن احمد جب وارد عراق ہوا اور اپنی مہم کے سلسلہ میں حاکم عراق شرف الدین سے مشورہ کیا تو شرف الدین نے کہا کہ اگر لفظ بالفظ

سلطان کی ہدایت پر عمل کرنے کی کوشش کرو گے تو تمہاری مہم کی ناکامی یقینی ہے کیونکہ اسماعیلیوں کا یہ طے شدہ اصول ہے کہ جب تک ان کا حاکم بالغ نہ ہو جائے وہ کسی کے رسمی اور غیر رسمی استقبال کا مجاز نہیں ہوتا کیونکہ اسماعیلیوں کا امام اور جبل الشیخ علاؤ الدین ابھی نا بالغ ہے اس لئے وہ ہرگز تمہارا استقبال نہیں کرے گا اور اگر تم نے اس پر اصرار کیا تو تمہاری اس سفارت کی ناکامی یقینی ہے۔

بہرحال ابن احمد جب قلعہ الموت پہنچا تو شیخ الجبل علاؤ الدین کے ایک معتمد نائب اور سردار عماد الدین محتشم نے علاؤ الدین کی طرف سے اس کا استقبال کیا اور تین دن گزرنے کے بعد ایک بلند پہاڑ کی چوٹی پر ملاقات کا بندوبست کیا گیا۔

اس ملاقات کے دوران ابن احمد نے سلطان جلال الدین کا مراسلہ شیخ الجبل علاؤ الدین کو دیا اور تمام معاملات پر یکے بعد دیگر گفتگو شروع ہوئی سب سے پہلے یہ مسئلہ زیر بحث آیا کہ اسماعیلی قلم رو میں سلطان جلال الدین کے نام کا خطبہ ہر صورت میں جاری ہونا چاہئے۔ علاؤ الدین نے اس سلسلہ میں معذرت کی اور گزارش کی کہ چونکہ ماضی میں ایسا نہیں ہوا لہٰذا حال اور مستقبل میں بھی انہیں ایسا کرنے پر مجبور نہ کیا جائے۔

حاکم الموت اور شیخ الجبل پر دوسرا الزام یہ تھا کہ اسماعیلی منگولوں کو سلطان کے خلاف اکساتے چلے آ رہے ہیں حالانکہ وہ سلطان کے باجگزار ہیں۔ علاؤ الدین نے جواب دیا کہ یہ الزام سراسر غلط اور بے بنیاد ہے حقیقت صرف اتنی ہے کہ منگول ہمارے ہمسائے ہیں اور طاقت اور قوت میں ہم ان کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے اس لئے ہمیں اپنے بچاؤ اور بقا کے لئے ان کی دلجوئی کئے بغیر کوئی چارہ نہیں لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم سلطان کے خلاف ہیں یا منگولوں کو سلطان کے خلاف اکسانے کے مجرم ہیں۔ علاؤ الدین نے یہ بھی کہا کہ ہم تو وہ لوگ ہیں جب سلطان جلال الدین ہندوستان سے لوٹے تو ہم نے انہیں خوش آمدید کہا تھا۔ بہرحال علاؤ الدین نے گول مول کر کے اس مسئلہ کو بھی ختم کر دیا۔

جب صوبہ دامغان کے خراج کا مسئلہ چھیڑا گیا تو علاؤ الدین نے جواب دیا کہ آپ لوگوں کو یاد ہو گا کہ ایک موقع پر سلطان نے بلاوجہ مشتعل ہو کر پانچ بے گناہ

فدائیوں کو زندہ جلا دیا تھا۔ ہم نے اس سلسلہ میں سلطان کے وزیر شرف الملک کے خلاف سخت احتجاج کیا تھا۔ اور پانچ ہزار دینار بطور زر فدیہ کے طلب کئے تھے چنانچہ شرف الملک نے ہمارے احتجاج کو درست تسلیم کرتے ہوئے ہمیں اختیار دے دیا تھا کہ ہم خون بہا کی یہ رقم بالاقساط دس ہزار دینار سالانہ صوبہ دامغان کے خراج کی رقم سے وضع کرنے کے مجاز ہیں۔

اس موقع پر ابن احمد نے اس بات کے ماننے سے انکار کر دیا اور کہا کہ کسی بھی موقع پر سلطان جلال الدین نے یہ اجازت نہیں دی کہ مرنے والے ان پانچ فدائین کا زر فدیہ صوبہ دامغان کے خراج سے ادا کر دیا جائے۔ اس موقع پر شیخ الجبل علاؤ الدین نے شرف الملک کا وہ خط بھی ابن احمد کے سامنے رکھ دیا جس خط کے ذریعہ سلطان جلال الدین کے وزیر شرف الملک نے صوبہ دامغان کے خراج سے مرنے والے فدائیوں کے فدیہ کی رقم کاٹنے کا فیصلہ کیا تھا۔ بہرحال شیخ الجبل علاؤ الدین چونکہ سلطان جلال الدین سے ٹکرانا نہیں چاہتا تھا لہٰذا اس نے گزشتہ سالوں میں جو فدیہ ادا نہیں کیا تھا وہ ساری رقم سلطان جلال الدین کے کاتب ابن احمد کے حوالے کر دی تھی اس طرح ابن احمد تقریباً" سارے ہی معاملات شیخ الجبل علاؤ الدین کے ساتھ طے کرنے میں کامیاب ہوا تھا۔ پھر وہ خراج کی رقم لے کر الموت سے روانہ ہوا۔

ابن احمد قلعہ الموت سے روانہ ہو کر قزوین پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ منگولوں کا ایک بہت بڑا لشکر شمال کی طرف کہیں پڑاؤ کئے ہوئے ہے اور اس لشکر کے چھوٹے چھوٹے دستے اصفہان شہر کے گرد و نواح میں لوٹ مار کے کام میں مصروف ہیں ابن احمد کے پاس اس وقت چونکہ قلعہ الموت کے شیخ الجبل سے ملنے والی خراج کی خاصی بڑی رقم تھی لہٰذا ابن احمد بڑا فکر مند ہوا کہ کس طرح وہ یہ رقم لے کر منگولوں سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گا لیکن اس کی خوش قسمتی کہ حسن اتفاق سے مازندان کا حکمران نصرۃ الدین اپنے چند محافظ دستوں کے ساتھ سلطان جلال الدین سے ملنے جا رہا تھا لہٰذا ابن احمد اس کے ساتھ ہو لیا اور بحفاظت سلطان کے پاس پہنچ گیا۔

○

حلب کے سلطان عزی الدین اور شام کے حکمران علاؤ الدین سے شکست کھانے ے بعد سلطان جلال الدین نے اپنے وزیر شرف الملک کو آذر بائیجان کی طرف روانہ لیا تھا۔ تاکہ وہاں اٹھنے والی بغاوت کو سر کر سکے۔ سلطان کی اس شکست سے شرف لملک نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ اب سلطان کا انجام قریب ہے اور حالات اس کے ابو سے نکلتے جا رہے ہیں اس وقت تک شرف الملک کو منگولوں کے مقابلہ میں ورخان اور پاسبانوں کے سپہ قتلغ سالار کی کوئی خبر نہ پہنچی تھی لہٰذا اس نے یہ سمجھ لیا تھا کہ اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کی طرف سے جو کوئی خبر نہیں مل رہی تو س کا مطلب یہ ہے کہ ان دونوں کو بھی منگولوں کے مقابلے میں شکست کا سامنا کرنا ڑا ہے۔

ان حالات میں سلطان جلال الدین کے وزیر شرف الملک نے سلطان سے بے خی برتنی شروع کر دی تھی اور قرب و جوار کے چھوٹے موٹے حکمرانوں سے سلسلہ ط و کتابت کا آغاز کر دیا تھا۔ تاکہ بوقت ضرورت ان کی ہمدردی سے فائدہ اٹھا سکے لہ اب اس کا حوصلہ اتنا بڑھ گیا تھا کہ اپنی محفل میں وہ سلطان کو برا بھلا کہنے سے ی دریغ نہیں کرتا تھا۔ اس کے علاوہ بعض خطوط بھی سلطان جلال الدین کے مخبروں نے سلطان کے سامنے پیش کئے جن میں اس نے سلطان کو ظالم اور جابر کہہ کر مخاطب یا تھا۔

ہر چند سلطان کو اپنے وزیر شرف الملک کی یہ حرکات بہت ناگوار گزر رہی تھیں لکن وہ خلاف توقع اس لئے برداشت کئے جا رہا تھا کہ اندرونی اور بیرونی ہر دو محاذوں لڑنا اس کے بس کی بات نہیں رہی تھی۔ اس لئے وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے کے وجود خاموش تھا۔ اور وقت کا انتظار کر رہا تھا۔

شرف الملک کا سب سے بڑا عیب جسے سلطان از بس ناپسند کرتا تھا وہ شرف لملک کی فضول خرچی تھی۔ شرف الملک سلطان جلال الدین کی اجازت کے بغیر زاروں لاکھوں کی رقوم بلا ضرورت صرف کر دیتا اور جب کوئی اشد ضرورت پڑتی تو زانہ خالی دکھاتا اس سے سلطان کے لئے رسد کی فراہمی، اسلحہ کی خریداری اور نئے کریوں کی بھرتی جیسے کام بری طرح متاثر ہوتے تھے۔

ان حالات سے مجبور ہو کر سلطان جلال الدین نے حکم دیا کہ آئندہ اس کی

اجازت کے بغیر ہرگز کوئی رقم خرچ نہ کی جائے۔ اس سے وزیر شرف الملک اور زیادہ برہم ہوا اور اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ جہاں کہیں بھی سلطان کے آدمی ہاتھ لگیں انہیں پکڑلائیں چنانچہ بد قسمتی سے جب کبھی کوئی ایسا شخص پکڑا جاتا یہ احسان نا آشنا ذلیل اسے بھاری جرمانوں کی سزائیں دیتا تاکہ اس طرح اپنے ذوق فضول خرچی کی تسکین کر سکے۔

یہ وزیر شرف الملک کی طرف سے سلطان جلال الدین کے خلاف ایک طرح کی کھلی بغاوت تھی جس کا کوئی اور قطعاً" اخلاقی جواز نہیں تھا۔ آہستہ آہستہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ شرف الملک نے حسام الدین قلیج ارسلان کو جس کی حفاظت میں تبریز کے مقام پر سلطان جلال الدین کا حرم تھا۔ حکم دیا کہ سلطانی حرم کے بارے میں سوائے اس کے ذاتی احکام کے اور کسی حکم کی ہرگز تعمیل نہ کی جائے۔

ان حالات میں سلطان جلال الدین نے اپنے چھوٹے لشکر کے ساتھ آذر بائیجان کا رخ کیا جہاں سلطان کا وزیر شرف الملک قیام کئے ہوئے تھا۔ جب شرف الملک کو علم ہوا کہ سلطان اپنے لشکر کے ساتھ آذر بائیجان کا رخ کر رہا ہے تو اس کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی اور جو کچھ اس نے اس وقت تک سلطان جلال الدین کے خلاف کاروائی کی تھی اس پر بہت نادم ہوا اب صاف اسے نظر آ رہا تھا کہ سلطان کے عذاب سے بچنے کے لئے سوائے اس کے کوئی صورت نہیں کہ گڑگڑا کر سلطان سے معافی مانگے۔ چنانچہ جب سلطان جلال الدین آذر بائیجان پہنچا تو شرف الملک اپنے سر پر کفن باندھ کر سلطان جلال الدین کی خدمت میں حاضر ہوا پاؤں پر گرا اور سلطان جلال الدین سے معافی مانگی۔

لیکن سلطان نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ جس قدر جلد ہو سکے اس غدار وزیر سے پیچھا چھڑایا جائے۔ ایک دن سلطان جربیر کے قلعہ کے معائنہ کے لئے گیا جو اران شہ کے مضافات میں تھا۔ اور اس قلعہ کا حاکم ایک شخص سلیمان بیگ تھا۔ سلطان جلال الدین نے حاکم قلعہ سلیمان بیگ کو حکم دیا کہ وہ شرف الملک کو نظربند کر کے اس کی حرکات و سکنات پر کڑی نگاہ رکھے۔

سلطان جلال الدین کے حکم کا اتباع کرتے ہوئے سلمان بیگ نے فوراً" سلطان

ل الدین کے وزیر شرف الملک کو نظربند کر دیا۔

سلیمان بیگ بڑا سنگدل اور بڑا نا خدا ترس تھا۔ سلطان ان دنوں چونکہ منگولوں ے خلاف جنگ کی تیاریوں میں بری طرح مصروف تھا اور اورخان اور پاسبانوں کے ہ سالار کی طرف سے بھی اسے کوئی خبر نہ مل رہی تھی لہٰذا سلطان کی اس مصروفیت ے فائدہ اٹھاتے ہوئے سلیمان بیگ نے اپنے قلعہ کی اطراف میں دور دور تک لوگوں لوٹا مارا اور بے حد تنگ کیا یہاں تک کہ خدا کی بے بس مخلوق چلا اٹھی۔

سلطان بھی ان حالات سے غافل نہ تھا لیکن اس کی اپنی مصروفیات اتنی تھیں کہ ے سر کھجانے کی بھی فرصت نہ تھی نیز کچھ اس وجہ سے بھی خاموش تھا کہ شرف لک کی حفاظت کی ذمہ داری سلیمان بیگ کے سپرد کی گئی ہے۔

دوسری طرف سلیمان بیگ کے بھی دل میں خوف پیدا ہوا کہ اس کی حرکات ونکہ حد سے گزر گئی ہیں لہٰذا سلطان ضرور اس کے خلاف حرکت میں آئے گا۔ لیمان بیگ کو یقین تھا کہ سلطان اس کی اس لوٹ مار کی باز پرس اس سے ضرور رے گا اور جب ایسا کوئی موقع آیا تو اس کا حشر قابل دید ہو گا چنانچہ اس خدشہ کے یش نظر اس نے سلطان جلال الدین کے وزیر شرف الملک کے ساتھ مل کر سلطان ے خلاف بغاوت کی ساز باز شروع کر دی تھی۔

اپنے وزیر شرف الملک کو نظربند کرنے کے بعد سلطان جلال الدین نے اس کی ساری ذمہ داریاں اپنے سالار اترخان کو سونپ دی تھیں۔ ایک دن ایک چھوٹا سالار س کا نام قشتمر تھا۔ اترخان کی خدمت میں حاضر ہوا اس کے پاس ایک انگوٹھی تھی جو اسے شرف الملک نے روانہ کی تھی اور ایک خط تھا جو سلیمان بیگ کی طرف تھا س میں تحریر تھا کہ سلطان نے بلا وجہ شرف الملک کو نظربند کر رکھا ہے اور اسے نا کردہ گناہ میں مصائب کا نشانہ بنایا جا رہا ہے اب سلطان کا ارادہ اسے قتل کرا دینے کا ہے۔ اس لئے آپ کو اگر اپنے پرانے وزیر سے ہمدردی ہے تو جزبیر کے قلعہ میں آ کر اس سے ملیں تاکہ ایسے ذرائع اختیار کئے جائیں کہ شرف الملک کو اس نظربندی سے نجات مل جائے نیز آپ لوگوں کو چاہئے گرجیوں سے مل کر سلطان کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیں کہ اس طرح آپ کے آقا کی جان بچ جائے۔ سلیمان بیگ نے

اترخان کو یہ خط اس لئے لکھا تھا کہ اترخان کے ساتھ ماضی میں شرف الملک نے بڑے احسانات کئے تھے۔

لیکن اترخان کو یہ حرکت سخت ناگوار گزری چنانچہ وہ شرف الملک کی انگوٹھی اور سلیمان بیگ کا خط لے کر سلطان کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور تمام واقعات گوش گزار کر دیئے۔ سلطان کو سخت غصہ آیا اور اسی وقت سلیمان بیگ کے بیٹے کو جو سلطان کی فوج میں شامل تھا طلب کیا اور وہ خط اس کے سامنے رکھ دیا وہ باپ کی اس حماقت پر از حد نادم ہوا اور سلطان سے اجازت لے کر باپ کو سمجھانے کے لئے چلا گیا۔

جب بیٹے کے ذریعہ سلیمان بیگ کو اپنی اس حرکت کے عواقب کا صحیح اندازہ ہوا تو بہت پچھتایا اور بیٹے کی وساطت سے سلطان جلال الدین سے معافی مانگی سلطان نے سلیمان بیگ کے بیٹے سے کہا کہ میں تمہارے باپ کے وعدے کی صداقت پر اس وقت اعتبار کروں گا جب وہ شرف الملک کا سر کاٹ کر میرے پاس روانہ کر دے۔ چنانچہ اس مقصد کی تکمیل کے لئے سلطان جلال الدین نے پانچ آدمی سلیمان بیگ کے پاس اس کی امداد کے لئے روانہ کر دیئے۔

جب وہ لوگ وہاں پہنچے تو سلیمان بیگ نے انہیں مناسب ہدایات دے کر شرف الملک کی طرف روانہ کیا۔ شرف الملک اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا کہ یہ پانچوں آدمی اندر داخل ہوئے اسے معلوم ہو گیا کہ موت دستک دے رہی ہے چنانچہ اٹھا اور جلادوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ تمہیں اپنی خواہش کی تکمیل کی اجازت ہے۔ جلادوں نے دریافت کیا کہ تمہارا گلا گھونٹ کر مارا جائے یا تلوار سے سر اڑا دیا جائے۔ کہنے لگا تلوار سے سر اڑانا کم تکلیف دہ ہے اس لئے یہ طریقہ بہتر رہے گا۔ لیکن جلادوں نے کہہ کر یہ تجویز مسترد کر دی کہ بڑے لوگوں کو گلا گھونٹ کر مارا جانا چاہیئے۔ تلوار سے سر اڑانے کی سزا ڈاکوؤں اور قاتلوں کے لئے مخصوص کی جاتی ہے۔

چنانچہ انہوں نے پھندہ گلے میں ڈال کر رسی کو اتنا کھینچا کہ شرف الملک تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا۔ پھر اسے چھوڑ کر خود باہر چلے گئے تا کہ لاش ٹھنڈی ہو جائے تو

سر کاٹ کر سلطان کے پاس لے جائیں۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آئے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ شرف الملک بھلا چنگا با اطمینان بیٹھا جلادوں کا انتظار کر رہا تھا۔ اب صرف دوسرا طریقہ رہ گیا تھا۔ چنانچہ تلوار کے ایک ہی وار سے سر دھڑ سے علیحدہ کر دیا گیا۔ جسے وہ اٹھا کے سلطان کے پاس لے گئے۔

شرف الملک بڑا شائستہ' مہذب اور سخی' فیاض اور علماء و فضلاء کا سچا قدر دان تھا۔ عربی اور فارسی کے علاوہ جو اس کی مادری زبانیں تھیں۔ ترکی میں بھی روانی رکھتا تھا۔ کاروبار سلطنت اور امور سیاست میں بڑا ماہر تھا لیکن حد درجہ متلون مزاج نا قابل اعتبار اور فضول خرچ تھا۔ کچھ عرصہ تک تو سلطان اس کی کارگزاری سے خوش رہا لیکن بعد میں نا صرف یہ کہ سلطان جلال الدین کے حرم کو بھی ناجائز تنگ کیا بلکہ سلطان جلال الدین کے خلاف بغاوت کھڑی کرنے کی کوشش کی جس کے صلے میں اس کی گردن کاٹ دی گئی۔ شرف الملک کے مارے جانے سے سلطان کے دشمنوں میں اضافہ ہوا اور وہ لوگ جو شرف الملک کے حامی تھے وہ سلطان جلال الدین کے مخالف ہو گئے تھے۔

شرف الملک کی جب گردن کاٹ دی گئی تو اس کے حامی سلطان جلال الدین ک
ساتھ چھوڑ کر چلے گئے۔ جس سے سلطان جلال الدین کے لشکر کی تعداد گھٹ کر تیسرا
حصہ رہ گئی تھی اس کمی کو پورا کرنے کے لئے سلطان جلال الدین نے موقان شہر کے
نواح میں شیر کبوت نام کے قلعہ میں قیام کیا اور اس نے بھرتی کا کام شروع کیا تا ک
اپنے لشکر کی تعداد بڑھا کر نئے لشکریوں کی تربیت کا کام شروع کر سکے۔

اسی قلعہ میں قیام کے دوران سلطان جلال الدین کو منگولوں اور قتلغ خان کے
خلاف اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کی شاندار فتوحات کا علم ہوا۔ یہ خبر لانے
والے مخبروں نے سلطان جلال الدین کو یہ بھی بتایا کہ اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالا
منگولوں اور قتلغ خان کے خلاف فتح حاصل کرنے کے بعد اصفہان شہر کا رخ کر رہے
ہیں۔ سلطان جلال الدین کے پاس اس وقت لشکر نہ ہونے کے برابر تھا اور ہمہ وقت
اسے منگولوں کی طرف سے حملہ کا بھی خطرہ تھا لہٰذا سلطان جلال الدین نے قلعہ شیر
کبوت سے کوچ کیا اور بڑی تیزی سے وہ اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار سے
ملنے کے لئے اصفہان شہر کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

سلطان جلال الدین اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار سے پہلے اصفہان پہنچا او
جب اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار دونوں اپنے لشکروں کے ساتھ اصفہان آئے ت
سلطان جلال الدین نے بڑی گرم جوشی سے ان دونوں کا اصفہان سے باہر استقبال کی
پھر متحدہ لشکر کے لئے اصفہان شہر سے باہر خیمے نصب کر دیئے گئے تھے۔

خیمے نصب ہونے کے بعد اورخان جب اپنے خیمے کی طرف جانے لگا تو راستے
میں پاسبانوں کا سپہ سالار اور اس کی بیوی الجائی خاتون دونوں اس کی راہ روک کھڑے
ہوئے پھر الجائی بولی اور اورخان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ دیکھ اورخان میرے بھائی

طیان کا لشکر میں ہمارے ساتھ جگہ جگہ کوچ و قیام کرنا درست نہیں ہے اورخان
میرے بھائی تم جانتے ہو طیان تمہارے بچے کی ماں بننے والی ہے اس لئے اسے اب
مکمل آرام اور سکون کی ضرورت ہے اور یہ کوچ وقیام اس کے آرام کے لئے نقصان
دہ ثابت ہو سکتا ہے۔ لہٰذا میں آپ سے یہ کہوں گی کہ اس کے قیام اس کے آرام کا
کوئی بندوبست کیجئے۔ اورخان نے کچھ سوچا پھر وہ الجائی خاتون کی طرف دیکھتے ہوئے
کہنے لگا۔

الجائی میری بہن سلطان جلال الدین کا حرم ان دنوں تبریز شہر میں قیام کئے ہوئے
ہے اس سلسلہ میں میں سلطان سے بات کرتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ طیان بھی تبریز
میں وہیں قیام کرے جہاں سلطان جلال الدین کے حرم نے قیام کر رکھا ہے کیونکہ وہاں
عمدہ سے عمدہ طبیب بھی ہیں اور وہاں طیان کی بہترین طور پر دیکھ بھال کی جا سکتی
ہے۔ یہاں تک کہتے کہتے اورخان کو رک جانا پڑا اس لئے کہ ان کی پشت کی طرف
سے کسی نے اپنا ہاتھ اس کے شانے پر رکھا اورخان نے جب چونک کر پیچھے دیکھا تو
سلطان جلال الدین اس کے پیچھے کھڑا تھا پھر قبل اس کے کہ اورخان کچھ کہتا سلطان
جلال الدین بولا اور کہنے لگا۔

دیکھ اورخان میں تیری ساری گفتگو سن چکا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ طیان ابھی
اور اسی وقت یہاں سے تبریز کی طرف کوچ کر جائے جس حویلی میں میرے حرم نے
قیام کر رکھا ہے اسی میں طیان بھی قیام کرے گی اس لئے کہ میں تم لوگوں کے لئے
چند بری خبریں لے کے آیا ہوں اور ان بری خبروں کا حقیقت بننے سے پہلے ہی میں
چاہتا ہوں کہ طیان ہی نہیں بلکہ پاسبانوں کے سپہ سالار کی بیوی اور میری بہن الجائی
خاتون بھی محفوظ مقام پر چلی جائے اس پر الجائی بولی اور کہنے لگی۔

سلطان محترم طیان میری بہن ہے اگر اس کو تبریز بھیجا گیا تو میں اس کے ساتھ
رہوں گی بچہ کی پیدائش کے سلسلہ میں وہ میری ضرورت محسوس کر سکتی ہے اور میں
اپنی بہن کی ہر ضرورت کے موقع پر اس کے کام آنا پسند کروں گی۔ اورخان فوراً" بولا
اور سلطان جلال الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سلطان محترم وہ بری خبریں کیا ہیں جو آپ ہم سے کہنا چاہتے ہیں طیان کا معاملہ تو

طے ہوا اسے یہاں سے تبریز روانہ کر دیا جائے گا۔ اس پر سلطان جلال الدین بولا اور کہنے لگا نہیں طیان اور الجائی خاتون کی یہاں سے روانگی کے بعد میں تمہیں بتاؤں گا۔ پہلے تم دونوں مل کے طیان اور الجائی کی روانگی اور کوچ کا بندوبست کرو۔ ان کی حفاظت کے لئے چند دستے ان کے ساتھ تبریز تک جائیں گے۔ اورخان میرے بھائی تم اپنے خیمے میں جاؤ اور طیان کی تیاری مکمل کراؤ۔ پاسبانوں کے سپہ سالار بھائی تم بھی اپنے خیمہ کی طرف جاؤ اور میری بہن الجائی خاتون کی روانگی کا انتظام کرو۔ اس پر اورخان اپنے خیمہ کی طرف جبکہ پاسبانوں کا سپہ سالار اور اس کی بیوی اپنے خیمہ کی طرف جا رہے تھے۔

اورخان جب اپنے خیمہ میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا طیان خیمہ کے وسط میں نرم گدے پر بیٹھی تھی اور اورخان کے بندر کو اپنی گود میں بٹھا کر کچھ کھلا رہی تھی۔ اورخان جب آگے بڑھا تو اپنے پہلو میں ہاتھ مارتے ہوئے طیان نے اورخان کو اپنے قریب بیٹھنے کو کہا۔ جب اورخان وہاں بیٹھ گیا تو تھوڑی دیر تک طیان بڑے شوق بڑے غور سے اورخان کی طرف دیکھتی رہی پھر وہ کچھ پوچھنا ہی چاہتی تھی کہ اورخان نے بولنے میں پہل کی پھر وہ کہہ رہا تھا۔ دیکھ طیان تو ابھی اور اسی وقت یہاں سے تبریز کی طرف کوچ کرے گی سلطان جلال الدین کے حرم نے بھی وہاں قیام کر رکھا ہے اور ان کے حرم کی حفاظت کے لئے چھوٹا سا ایک لشکر بھی تبریز میں متعین ہے بچہ کی پیدائش اور اس کے کچھ عرصہ بعد تک تم وہیں رہو گی اس لئے کہ تمہیں آرام اور سکون کی ضرورت ہے۔ پاسبانوں کے سپہ سالار کی بیوی الجائی خاتون بھی تمہارے ساتھ جانے پر رضا مند ہے۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ اپنی بہن طیان کے ساتھ رہے گی اس لئے پیدائش کے سلسلہ میں طیان کو اس کی ضرورت پیش آ سکتی ہے۔ اس پر طیان بڑی عاجزی اور انکساری میں کہنے لگی۔

آپ نے اچھا کیا جو سلطانی حرم کے ساتھ میری رہائش کا بندوبست کر دیا جہاں تک الجائی خاتون کا میرے ساتھ جانے کا تعلق ہے تو الجائی خاتون جیسی رحمدل الجائی خاتون جیسی مہربان عورت میں نے آج تک نہیں دیکھی۔ اورخان میرے حبیب دیکھو اس الجائی خاتون اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے تین بیٹے ہیں دو تو بڑے ہیں تیسرا بیٹا

ابھی صرف دو برس کا ہے۔ الجائی خاتون یہ پروگرام بنا رہی تھی کہ وہ اب اپنے بیٹوں سے ملنے اپنے مستقر کی طرف جائیں گی۔ لیکن جب اسے یہ خبر ہوئی کہ میرے ہاں بچہ کی ولادت قریب ہے تو اس نے اپنے مستقر کی طرف جانے کا پروگرام ملتوی کر دیا اور یہ ارادہ کیا کہ میرے بچہ کی پیدائش تک وہ میرے ساتھ رہے گی۔ اورخان میرے حبیب یہ الجائی خاتون انتہائی نیک انتہائی مہربان عورت ہے۔ اس کا میرے ساتھ تبریز جانا اور میرے ساتھ رہنا ایک نعمت عظمیٰ سے کسی بھی صورت کم نہیں اس پر اورخان بولا اور کہنے لگا۔

دیکھ طیان تو اب اٹھ میں تیرے ساتھ تیری تیاری کا کام مکمل کرتا ہوں جو جو چیز تجھے چاہئے وہ مجھے بتا میں لپیٹ اور باندھ دیتا ہوں۔ اس لئے کہ تو ابھی اور اسی وقت یہاں سے تبریز کی طرف کوچ کرے گی۔ الجائی خاتون بھی تمہارے ساتھ ہو گی اور تم دونوں کے لئے لشکر کا ایک حصہ بھی تم دونوں کو چھوڑنے تبریز جائے گا۔

طیان بیچاری اورخان سے علیحدگی کے خیال سے انتہائی پریشان اور افسردہ ہو گئی تھی تاہم بیچاری مجبوراً" اورخان کے ساتھ مل کر اپنی تیاری کرنے لگی تھی۔ اسی روز شام سے پہلے طیان اور الجائی خاتون چھوٹے سے ایک لشکر کے ساتھ تبریز کی طرف روانہ ہو گئی تھیں اپنے حرم کے محافظوں کے سپہ سالار کے نام سلطان جلال الدین نے ایک خط بھی طیان کے حوالے کر دیا تھا۔ تاکہ طیان اور الجائی خاتون کو وہاں کسی قسم کی تکلیف و دقت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

طیان اور الجائی خاتون کی روانگی کے بعد مغرب کی نماز پڑھنے اور پھر شام کا کھانا کھانے کے بعد اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار دونوں سلطان جلال الدین کے خیمہ میں داخل ہوئے اس وقت خیمے میں سلطان جلال الدین کا کاتب ابن احمد' قاضی مجیر لدین اور چھوٹا سالار اترخان بیٹھے ہوئے تھے۔ اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار بھی سلطان جلال الدین کے سامنے بیٹھ گئے پھر اورخان نے سلطان کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

سلطان محترم وہ بری خبریں کیا ہیں جن کے سنانے کا وعدہ آپ نے طیان اور الجائی خاتون کے جانے کے بعد کیا تھا۔ اورخان کے اس سوال پر سلطان جلال الدین کے

چہرے پر کچھ افسردہ سے رنگ بکھر گئے تھے تھوڑی دیر تک وہ کچھ سوچتا رہا پھر سلطان جلال الدین بولا اور کہنے لگا۔

سنو میرے دونوں بھائیو! جن دنوں میں حلب کے سلطان عز الدین اور شام کے حکمران علاؤ الدین کے خلاف برسرپیکار تھا اور تم دونوں بھائی منگولوں اور قتلغ خان کے خلاف جنگ میں پھنسے ہوئے تھے۔ منگولوں کا ایک سردار کہ جس کا نام جرماغون ہے اس نے نیشا پور شہر کے قریب اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے تھا اس جرماغون نے قاصد نیشا پور کے حاکم فخر الدین حمزہ کی طرف روانہ کیا اور فخر الدین کو یہ پیغام دیا کہ اگر تمہیں اپنی خیریت چاہیئے تو سلطان جلال الدین سے تعلقات قطع کر کے ہمارا ساتھ دو تاکہ سلطان کو ان سرزمینوں سے دھکیل کر باہر نکال دیا جائے۔

فخر الدین انتہائی جانثار انتہائی ایماندار اور محب وطن انسان ہے اس نے اس منگول قاصد کو گرفتار کر کے میری طرف روانہ کر دیا جس وقت میں قلعہ شیر کبوت سے کوچ کر کے اصفہان کی طرف آ رہا تھا تو راستے میں اس منگول قاصد کو میرے سامنے پیش کیا گیا جب میں نے اس منگول قاصد سے جرماغون کی فوجوں کے تعداد سے متعلق دریافت کیا تو اس قاصد نے انکشاف کیا کہ جرماغون کے ساتھ ہمارے متحدہ لشکر سے بھی زیادہ بڑا لشکر ہے اور اس کے علاوہ اور کئی لشکری بھی ہمارے خلاف حرکت میں آنے کے لئے دریائے جیحوں کو عبور کر چکے ہیں۔

قلعہ شیر کبوت سے اصفہان کی طرف آتے ہوئے دوسرا حادثہ جو پیش آیا وہ یہ کہ میرے کچھ خیر خواہوں نے ایک قاصد کے ذریعہ ایک خط میری طرف روانہ کیا جس میں مرقوم تھا کہ انہوں نے ایک اسماعیلی جاسوس کو گرفتار کیا ہے جس کے پاس منگولوں کے نام علاؤ الدین کا ایک خط تھا جس میں اس نے میرے خلاف منگولوں کو اکسایا تھا۔ میرے ان خیر خواہوں نے اس اسماعیلی سے خط چھین کر میری طرف روانہ کر دیا اور اسماعیلی جاسوس کو قتل کر دیا۔ مجھے حیرت ہے کہ اسماعیلیوں کا امام جلال الشیخ علاؤ الدین وطن پروری اور ملت کی یکجہتی کی باتیں تو بہت کرتا ہے لیکن اندر ہی اندر یہ مسلمانوں کی جڑیں کاٹنے کے درپے ہے میرے بھائیو میرے عزیزو! قلعہ الموت کے شیخ الجبل کی منافقت یقیناً" قابل سزا ہے۔ لیکن ان دنوں حالات ایسے ہیں

کہ ہم اس کے خلاف حرکت میں نہیں آسکتے۔

ان دو خبروں کے علاوہ قلعہ شیر کبوت سے اصفہان کی طرف آتے ہوئے جو مجھے انتہائی بری خبریں ملیں وہ یہ تھیں کہ جرماغون کے لشکر کے علاوہ کچھ مزید لشکری بھی دریائے جیحوں کو عبور کرنے کے بعد ہماری طرف بڑھے ہیں میرے مخبروں کے مطابق اس وقت چنگیز خان کا بیٹا چغتائی ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ نیشا پور شہر کی طرف بڑھ رہا ہے اور نیشا پور شہر کے حاکم فخر الدین نے اس کے مقابلہ کے لئے مجھ سے مدد طلب کی ہے۔

سلطان جلال الدین جب خاموش ہوا تو اورخان بولا اور کہنے لگا سلطان محترم میں جانتا ہوں ہمارے لشکر کی تعداد پہلے سے گھٹ کر کافی کم ہو چکی ہے ان حالات کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم نئی بھرتی کر کے اپنے لشکر میں اضافہ کریں سلطان محترم جس قدر لشکر ہمارے پاس ہے اس میں سے آپ چند دستے لے کر واپس قلعہ شیر کبوت کی طرف چلے جائیں اور وہاں قیام کر کے نئی بھرتی کا کام شروع کریں اور نئے لشکریوں کو عسکری تربیت بھی دیں۔ اب لشکر میں اضافہ کرنا انتہا درجہ کا ناگزیر ہو گیا ہے آپ کے بعد میں اور پاسبانوں کا سپہ سالار باقی ماندہ لشکر کے ساتھ نیشاپور کا رخ کرتے ہیں مجھے امید ہے کہ ہم دونوں بھائی چغتائی کے لشکر سے نمٹنے میں کامیاب ہو جائیں گے اور اگر خدا ناخواستہ ہمیں شکست بھی ہوئی تو ہم پسپا ہو کر قلعہ شیر کبوت کی طرف آئیں گے اور مجھے امید ہے کہ یہ چغتائی قلعہ شیر کبوت تک ہمارا تعاقب کرنے کی حماقت نہیں کرے گا۔ اور اس نے اگر ایسا کیا تو ہم جگہ جگہ اس کے لشکر پر شب خون مارنے کا شروع کر دیں گے اور اسے ناقابل تلافی نقصان پہنچائیں گے۔

یہاں تک کہنے کے بعد اورخان جب خاموش ہوا تو سلطان جلال الدین نے استفہامیہ سے انداز میں پاسبانوں کے سپہ سالار کی طرف دیکھا اس پر پاسبان بولا اور کہنے لگا سلطان محترم میں بھی یہی تجویز پیش کروں گا کہ آپ چند دستوں کے ساتھ قلعہ شیر کبوت کی طرف چلے جائیں اور نئی بھرتی کا کام شروع کر دیں میں اور اورخان اپنی پوری کوشش کریں گے کہ چغتائی کو نیشا پور میں داخل نہ ہونے دیں اور یہ بھی کوشش کریں گے کہ اسے ایک بار پھر دریائے جیحوں کے اس پار مار بھگائیں۔

اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کی اس گفتگو کے جواب میں سلطان جلال الدین تھوڑی دیر تک بڑی بے بسی سے اپنی گردن کو جھکا کر کچھ سوچتا رہا پھر وہ انتہائی دکھی اور پریشان آواز میں کہنے لگا۔

"سنو عالم اسلام کے حکمران اس وقت عزت و غرور کے قلعہ میں آنکھوں کے اندھے اور کانوں کے بہرے بن کر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اس وقت ہمارے اطراف میں حلب کا سلطان عز الدین بہت بڑی طاقت رکھتا ہے۔ شام کا حاکم علاؤ الدین ملک مسعود حاکم آمد اور کردستان کا حکمران ملک المظفر خاصی بڑی قوت کے مالک ہیں لیکن یہ سب منگولوں کے مقابلہ میں قدیم بوڑھے کی طرح خاموش، صدیوں کے جکڑے پرندوں جیسے بے بس، چیتھڑے لگے برہنہ پا چرواہے جیسے لاچار اور سوکھے پیڑ اور پت جھڑ کی ماری ہوئی پتیوں جیسے خستہ و ماندہ ہو کر رہ گئے ہیں۔ یہ ایسے حکمران ہیں جو اپنا وجود اپنا مقام عہد اور خالق تک کو فراموش کر چکے ہوں۔

سنو میرے بھائیو میرے رفیقو عالم اسلام اس وقت ایک ایسے درخت کی مانند ہے جس کی جڑوں کو دیمک لگ گئی ہو۔ عالم اسلام ان دنوں اس مردہ پھول کی طرح ہے جس میں ہنسی رہی ہو نہ خوشبو۔ عالم اسلام کی طاقت اور قوت کو اس وقت حلق میں پھندہ لگے مجرم جیسا بنا کر رکھ دیا ہے کاش کوئی ایسا رجل عظیم اٹھتا جو عالم اسلام کے خالی چراغوں میں روغن بھرتا، مسلمانوں کو بے ضمیری کے خواب سے بیدار کرتا اور ان کی دستار فضیلت منگولوں کے سامنے نہ گرنے دیتا۔

کاش کوئی ایسا سالار مسلم قوم کا کوئی ایسا حکیم کوئی کیمیا گر کوئی ایسا مصلح اٹھتا جو مسلمانوں کو مغموم و حسرت زدہ مٹی کے گھروندوں سے نکال کر اقوام عالم کی تاریخ میں مقام رفعت عطا کرتا۔ ظلم کی رات سے آزادی کی سحر نکالتا ماتم کرتے الفاظ و لہجہ سے فروزاں و درخشاں امیدیں نکال کر دکھاتا۔ کاش عالم اسلام کا کوئی ایسا سپوت سامنے آئے جو ضمیر بریدہ اور شعور مہر بلب مسلمانوں کو صداقت شرافت، دیانت و امانت کے اسرار سے روشناس کرتا۔

سنو میرے بھائیو میرے چاہنے والو! منگول ہمارے خون کی بو سونگھ چکے ہیں اب وہ ضلالت و ظلم کے دیوتا جبر و خون ریزی کی عفریت بن کر جگہ جگہ ہمارے لئے خون

ری صلیبیں نصب کرتے پھریں گے۔ اپنے ظلم کے سامنے ہماری بے بسی کی داستانوں اپنی خوشیوں اپنی مسرتوں کی روداد لکھیں گے۔ یہ منگول اپنی انا کے بت کی تسکین ی خاطر دشت کے بھیڑیوں کی وحشت بن کر ہمارے جسموں پر تلخ حقیقتوں کے زخم تے رہیں گے۔ کاش ہمارے چاروں طرف پھیلے مسلمان حکمرانوں کی آنکھیں کھلتیں ر وہ اپنے سارے اختلافات بھلا کر منگولوں کے سامنے ہمارے ساتھ دیوار بنتے تو میں ن پر ثابت کر دکھاتا کہ ہم منگولوں کا ان کے صحرائے گوبی تک تعاقب کر سکتے ہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان جلال الدین خاموش ہو گیا تھا تھوڑی دیر تک اس ی گردن جھکی رہی پھر وہ اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کو مخاطب کرتے ہوئے نے لگا۔ سنو میرے عزیز بھائیو! میں چھوٹے سالار اترخان کو اپنے ساتھ لے جا رہا ں تمہاری تجویز کے مطابق میں قلعہ شیر کبوت میں قیام کروں گا۔ تم دونوں بھائی پنے لشکر کے ساتھ نیشاپور شہر کی طرف کوچ کر جاؤ اور چنگیز خان کے بیٹے چغتائی کے ف اپنے نیشاپور کے بھائیوں کی مدد کرو۔ سلطان کے اس فیصلہ کے بعد اورخان اور سبانوں کا سپہ سالار لشکر کو لے کر نیشاپور کی طرف کوچ کر گئے تھے۔ جبکہ سلطان ل الدین کچھ محافظ دستوں کے ساتھ قلعہ شیر کبوت کی طرف روانہ ہو گیا تھا

اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار بڑی تیزی سے پیش قدمی کرتے ہوئے نیشاپور ر کے قریب پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ چغتائی ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ نیشاپور ر سے باہر پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔ شاید وہ نیشاپور پر حملہ آور ہونے کی تیاریاں کر رہا ۔ اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے دیکھا نیشاپور شہر سے باہر ان کے سامنے اں تک نگاہ کام کرتی تھی منگولوں کے چمڑے کے خیمے نصب تھے۔ اورخان اور سبانوں کے سپہ سالار نے اس موقع پر اپنے گھوڑوں پر بیٹھے ہی بیٹھے بڑے تفکر آمیز راز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر اورخان بولا اور کہنے لگا پاسبان میرے بھائی ولوں کے لشکر کا اندازہ لگاتے ہوئے میں یہ کہتا ہوں کہ نیشاپور شہر سے باہر ہمیں ولوں کے خلاف زندگی اور موت کا کھیل کھیلنا ہو گا چغتائی کے ساتھ جس قدر لشکر ہ اس کے سامنے ہمارے متحدہ لشکر کی کوئی حقیقت نہیں پھر بھی ہمیں ہر صورت میں نا سے ٹکرانا ہو گا اس پر پاسبانوں کے سپہ سالار نے چھاتی تانتے ہوئے ایک عزم

سے کہا دیکھ اورخان میرے بھائی زندگی اور موت کا کھیل تو ہم ایک عرصہ سے کھیلتے چلے آ رہے ہیں۔ ہم اب اس کے عادی ہو چکے ہیں اور اس کے لئے ہم تعداد کی کثرت اور قلت کو خاطر میں لانے والے نہیں۔ دیکھ میرے بھائی آؤ اپنے لشکر کو پڑاؤ کا حکم دیتے ہی پھر جب چغتائی ہم سے ٹکرانا چاہے تو ہم بھی اللہ کا نام لے کر اس پر چڑھ دوڑ پڑیں گے۔ جواب میں اورخان نے کچھ نہ کہا پھر ان دونوں نے اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

○

وہ دن اور رات خیر و عافیت سے گزر گئے دوسرے روز صبح ہی صبح چغتائی نے اپنے لشکر کی صفیں درست کرنا شروع کر دیں تھیں جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ جنگ کی ابتداء کرنا چاہتا ہے۔ جواب میں اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار بھی اپنے لشکر کی صف آرائی کرنے لگے تھے۔ جنگ کی ابتداء چغتائی نے کی تھی اور وہ اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار پر اندھے صبر کی علامت' بہرے ستم کے نشان' سمندر کے تلاطم' گندی تہذیب و ثقافت لپکتے شعلوں' مرگ کے تہوار جیسی ہولناک تباہی اور نمرود کے انگاروں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

چغتائی کا مقابلہ کرنے کے لئے اورخان نے اپنے لشکر کو دائیں طرف جبکہ پاسبانوں کا سپہ سالار اپنے لشکر کے ساتھ بائیں جانب تھا۔ چغتائی کے حملہ آور ہونے کے بعد اورخان تھوڑی دیر تک سچائی کے پرچم لہراتے انصاف کے قاصد کی طرح منگولوں کے حملوں کو روکتا رہا پھر اس نے دفاع کا جامہ اتار پھینکا اور وہ زہر آلود نشتر کے نشان' اندھیروں کے بھنور' شہر بدر حقیقتوں کی طرح فتح کے گیت گاتا ہوا منگولوں پر ٹوٹ پڑا تھا۔

اتنی دیر تک پاسبانوں کا سپہ سالار بھی تباہی کے قاصد اور شہروں کے طلسم کی طرح حرکت میں آ چکا تھا اور وہ بھی منزل کے آخری نوحے' بے کراں آسماں کی پنہائیوں میں ہزاروں برس کی سزا جھیل کر نکلنے والے کرب آمیز عذاب کی طرح منگولوں پر نزول کرنے لگا تھا۔

چغتائی کو امید تھی کہ وہ اپنے لشکر کی عددی برتری کی بناء پر اورخان اور پاسبانوں ے سپہ سالار کو بہت جلد پسپا کرنے میں کامیاب ہو جائے گا لیکن معاملہ اس کے الٹ ا اس لئے کہ اپنے تیز اور جان لیوا حملوں میں بلند آواز کے ساتھ تکبیریں بلند کرتے ے اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار اپنے جانبازوں کے ساتھ منگولوں کے اندر س کر ان کا قتل عام کرنے لگے تھے۔ اور لمحوں کی جنگ کے بعد ہی انہوں نے ولوں کی اگلی صفوں کو درہم برہم کر کے رکھ دیا تھا۔ چغتائی کے لشکر کے اگلے حصہ ی حالت اب بے نشیمن و شکست طیور' ویران شاہراہ و گلی کوچوں اور جل بجھے دل کی اکھ جیسا ہونا شروع ہو گئی تھی۔ قریب تھا کہ چغتائی کو نیشا پور کے نواح میں بدترین ست ہوتی لیکن لگتا تھا کہ اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار سے نمٹنے کے لئے تائی نے بہترین منصوبہ بندی کر رکھی تھی اس لئے کہ جب منگولوں کے اندر شکست ے آثار نمودار ہونا شروع ہوئے تھے اسی وقت اورخان کی پشت کی جانب سے رمغان ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا اور اورخان کے لشکر کے پچھلے سہ پر وہ شہروں کو عریاں کرتے عذابوں' صلیب کے بھنور اور درد بھری نفرت سے رپور دکھ کی لہر کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا عین اسی موقع پر منگول سردار جرماغون بھی ک بہت بڑے لشکر کے ساتھ گھات سے نکلا اور پاسبانوں کے سپہ سالار کی پشت کی رف سے وہ مرگ ظلمت اور سحر نا آشنا رات میں زندان کی تاریکیوں میں چیخنے انے کے انداز میں ٹوٹ پڑا تھا۔

اب صورتحال بڑی تیزی سے پلٹا کھانے لگی تھی۔ جہاں تھوڑی دیر پہلے اورخان ور پاسبانوں کا سپہ سالار چغتائی کے بہت بڑے اور جرار لشکر کو شکست اور پسپائی ینے کے درپے تھے وہاں اب ان کی اپنی حالت دگرگوں ہو کر رہ گئی تھی منگول سامنے ور پشت دونوں طرف سے دونوں کو پیٹنے لگے تھے انہوں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اس ورتحال میں وہ زیادہ دیر تک منگولوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے لہٰذا دونوں نے اپنے کروں کو یکجا کر لیا پھر آپس میں کوئی فیصلہ کرنے کے بعد وہ دائیں جانب اپنے لشکر کو لے کر بھاگ نکلے۔ چغتائی' چارمغان اور جرماغون نے بڑی شدت اور قوت کے ساتھ ن کا تعاقب کیا لیکن اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار دونوں کے بھاگنے کی رفتار

ایسی تیز تھی کہ کچھ دور تک منگولوں نے ان کا تعاقب کیا پھر وہ لوٹ کر میدان جنگ کی طرف چلے گئے تھے۔

○

ادھر سلطان جلال الدین جس وقت منگولوں کے خلاف پورے شد و مد سے تیاریوں کے علاوہ نئے لشکریوں کی بھرتی اور ان کی تربیت کے کام میں بری طرح مصروف تھے۔ گنجہ شہر کے چند مفسد پردازوں نے منگولوں کی شہ پر بغاوت کردی اور تمام خوارزمی سپاہی جو اس وقت گنجہ شہر اور اس کے نواح میں قیام کئے ہوئے تھے۔ انہیں قتل کردیا۔

ان امن ناپسند عناصر کا سرغنہ پندار نام کا ایک شخص تھا۔ سلطان جلال الدین نے جو ان دنوں قلعہ شیر کبوت میں قیام کئے ہوئے تھے اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے اپنے کاتب ابن احمد کو ایک لشکر دے کر روانہ کیا۔ گویا ایک چھوٹا سا لشکر تھا لیکن سلطان جلال الدین کو امید تھی کہ ابن احمد گنجہ کی بغاوت اور سرکشی کو فرو کرنے میں کامیاب ہوجائے گا۔

ابن احمد مختصر سے لشکر کے ساتھ گنجہ شہر پہنچا اور نامہ و پیام کے ذریعہ فسادیوں کو سمجھانے اور ناشائستہ حرکات سے باز رکھنے کی کوشش کی لیکن چونکہ بعض ایسے لوگ جو اندر ہی اندر منگولوں کے ہم راز تھے اور ان کی شہ پر کام کر رہے تھے وہ باغیوں کی پیٹھ ٹھونک رہے تھے اس لئے ابن احمد کے سمجھانے اور خط و کتابت کا کچھ بھی اثر ان پر نہ ہوا اور باغی افراد کے تمرد اور سرکشی میں اضافہ ہوتا چلا گیا تھا۔

ان سارے حالات کا علم سلطان کو بھی ہوگیا لہٰذا سلطان جلال الدین اپنے باقی ماندہ بچے کھچے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے قلعہ شیر کبوت سے گنجہ شہر کی طرف روانہ ہوگیا

ایک رات اچانک سلطان جلال الدین گنجہ شہر کے باہر آ نمودار ہوا باغیوں کے سردار پندار اور اس کے ساتھیوں کو بھی معلوم ہوگیا تھا کہ سلطان جلال الدین بذات خود گنجہ شہر پہنچ گیا ہے۔ چنانچہ جس وقت سلطان ابن احمد کے لشکر کے ایک کے ایک

طرف خیمہ زن ہو رہا تھا پندار نے اچانک شہر سے نکل کر سلطان کے خیمہ زن ہونے والے لشکر پر حملہ کردیا تھا۔ باغی عناصر کا ایک بہت بڑا گروہ اس خیمہ کی طرف چڑھ دوڑا جہاں جس میں سلطان جلال الدین مقیم تھا اور اس خیمہ پر انہوں نے تیروں کی بارش کردی تھی۔

خوش قسمتی سے سلطان دشمن کے تیروں سے بچ نکلا اگرچہ سلطان کے ساتھ سپاہ کی تعداد بہت تھوڑی تھی لیکن پھر بھی اس نے ابن احمد کو اپنے ساتھ لیا تلوار سونت کر وہ باہر نکلا اور اس شدت کا حملہ اس نے دشمن پر کیا کہ پندار اور اس کے ساتھیوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ شہر کو بھاگے۔ سلطان جلال الدین بھی تعاقب میں تھا۔

اگرچہ اہل شہر نے بہت کوشش کی کہ سلطان کے پہنچنے سے پہلے دروازے بند کرلیں لیکن وہ کامیاب نہ ہوسکے اور سلطان جلال الدین اور اس کا کاتب ابن احمد دونوں اپنے لشکر کے ساتھ باغیوں کے پیچھے پیچھے گنجہ شہر میں داخل ہوگئے تھے۔

ہرچند اہل شہر جرم بغاوت میں برابر کے شریک تھے مگر سلطان جلال الدین نے مزید خونریزی سے بچنے کے لئے معززین شہر کو بلا کر حکم دیا کہ اگر وہ جاں بخشی کے خواہش مند ہیں تو انہیں چاہئے کہ تمام باغیوں کو گرفتار کرکے سلطان کے حوالے کردیں تاکہ انہیں کیفر و کردار تک پہنچایا جائے۔ اہل شہر نے سلطان جلال الدین کے ان احکامات کی تعمیل کی اور تمام شرپسندوں کو سلطان کے حوالے کردیا۔ ایسے عناصر کو سلطان نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس طرح سلطان جلال الدین نے سترہ دن تک گنجہ شہر میں قیام کیا اس کے بعد وہ واپس قلعہ شیر کبوت کی طرف چلا گیا تھا۔

جس وقت گنجہ کی بغاوت فرو کرنے کے بعد سلطان جلال الدین واپس قلعہ شیر کبوت پہنچا تو اسے منگولوں کے ہاتھوں اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کی شکست کی خبر مل چکی تھی سلطان کو اب چونکہ خدشہ ہوگیا تھا کہ روز بروز ان کے لئے منگولوں کا دباؤ بڑھتا رہے گا اس موقع پر چونکہ قرب و جوار کے تمام مسلمان حکمران ٹس سے مس نہیں ہو رہے تھے اس لئے سلطان نے سوچا کہ اخلاط شہر کے حکمران ملک الاشرف سے امداد طلب کی جائے جس کے پاس اس وقت ایک بہت بڑا لشکر تھا

اس مقصد کے لئے سلطان جلال الدین بذات خود اخلاط شہر کو چل دیا۔ دوسری طرف جب حاکم اخلاط الملک الاشرف کو سلطان کی آمد اور اس کی غرض و غایت کا علم ہوا وہ اخلاط سے دمشق کی طرف بھاگ گیا۔

سلطان نے اس کے پیچھے ایک وفد امداد کے لئے روانہ کیا جب سلطان کا وفد وارد دمشق ہوا تو الملک الاشرف دمشق سے نکل کر مصر کی طرف بھاگ گیا۔ جبکہ سلطان کی طرف سے اسے متواتر امداد کے لئے خطوط موصول ہو رہے تھے لیکن برابر ٹال مٹول کرتا جا رہا تھا۔ آخر سلطان کو اس کے مشیروں کی طرف سے خفیہ خط کہ آپ ملک الاشرف کے وعدوں پر قطعاً اعتبار نہ کریں کیونکہ اس کی نیت میں فتور ہے لہٰذا سلطان جلال الدین نے ملک الاشرف کی طرف سے امداد حاصل کرنے کا خیال ترک کر دیا تھا۔

ملک الاشرف کی طرف سے مایوس ہو کر سلطان جلال الدین نے اپنا قاصد کردستان کے حکمران الملک المظفر کی طرف روانہ کیا اور اس سے منگولوں کے خلاف امداد طلب کی نیز ابن احمد کی وساطت سے سلطان جلال الدین نے کردستان کے حکمران ملک المظفر سے یہ بھی درخواست کی کہ وہ اپنے طور پر حاکم آمد اور معاذ دین کے حکمرانوں کو بھی سلطان کی امداد کے لئے ترغیب دے۔

سوئے اتفاق سے اسی موقع پر سلطان جلال الدین اور شام کے حکمران علاؤ الدین کے سرحدی محافظون میں کچھ غلط فہمیوں کی بناء پر جھڑپ ہو گئی اس جھڑپ میں سلطان جلال الدین کے لشکریوں نے دمشق کے سلطان علاؤ الدین کے سرحدی محافظوں کو بد ترین شکست دی اور وہ دور تک علاؤ الدین کے علاقوں میں گھس گئے تھے۔ ان علاقوں میں جو کچھ مال و اسباب ڈور ڈنگر بھیڑ بکریاں انہیں ملیں وہ سمیٹ کر وہ سلطان جلال الدین کے پاس لے آئے تھے۔

دوسری طرف جب ابن احمد کردستان کے حکمران الملک المظفر کے دربار میں پہنچ اور سلطان کا خط امداد کے لئے پیش کیا تو اس نے جواب میں کہا جس قسم کے معاہدہ کے لئے آپ حاضر ہوئے ہیں ہم اس نوع کے ایک معاہدہ کی رو سے دمشق کے حکمران علاؤ الدین کی امداد کے پابند ہیں اگر سلطان جلال الدین کے ساتھ بھی اسی قسم

کا معاہدہ کر لیا جائے تو اس کا منطقی نتیجہ یہ ہو گا کہ میرے سپاہیوں کو دو مختلف محاذوں پر ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما ہونا پڑے گا اس لئے کہ ان دنوں سلطان جلال الدین اور دمشق کا حکمران علاؤ الدین ایک دوسرے کے بدترین دشمن خیال کئے جاتے ہیں اور ایسی صورتحال کو میں خود پسند نہیں کروں گا۔

اس کے علاوہ کردستان کے حکمران ملک المظفر نے یہ بھی کہا کہ اس صورتحال کے علاوہ یہ امر حد درجہ افسوسناک ہے کہ سلطان جلال الدین کے باپ علاؤ الدین کا ماضی کچھ ایسے ناخوشگوار واقعات سے داغدار ہے کہ اس نے کبھی بھی اپنے ساتھیوں کی پرواہ نہ کی ضرورت پڑنے پر چمکار لیا ضرورت ختم ہو گئی تو دھتکار دیا۔ صرف خلیفہ بغداد نہیں بلکہ اطراف و اکناف کا ہر حکمران سلطان جلال کے باپ علاؤ الدین سے شاکی رہا ہے اور جہاں تک سلطان جلال الدین کا تعلق ہے ابھی کل کی بات ہے کہ سلطان کے کچھ سرحدی محافظ جن کی تعداد پانچ ہزار کے قریب بتائی جاتی ہے حاکم دمشق علاؤ الدین کے سرحدی محافظوں پر ٹوٹ پڑے اور علاؤ الدین کی قلمرو میں گھس کر اس کے علاقوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور خاص کر انہوں نے کرخار اور زنجان اور عطیہ کے شہروں میں وہ لوٹ مار اور قیامت مچائی کہ الامان الحفیظ اس امر کی کیا ضمانت ہے کہ جو کچھ آج علاؤ الدین کو پیش آیا ہو کل مجھے پیش نہیں آئے گا۔ لہٰذا اس صورتحال میں میں سلطان جلال الدین کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ یہ جواب سن کر ابن احمد بیچارہ کردستان کے حکمران الملک المظفر کی طرف سے ناکام و نامراد سلطان جلال الدین کی طرف لوٹ گیا تھا۔

○

اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار نیشاپور شہر سے باہر چغتائی کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد بڑی تیزی سے اپنے لشکریوں کے ساتھ بھاگے جا رہے تھے۔ کہ ان کا ایک مخبران کے سامنے نمودار ہوا اور جھنڈی لہرا کر اس نے اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار دونوں کو رکنے کا اشارہ کیا۔ جھنڈی کا اشارہ ملتے ہی ان دونوں نے اپنے لشکروں کو رک جانے کا اشارہ کر دیا تھا۔ جونہی لشکر کے اور ان کے سامنے اورخان

اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے اپنے گھوڑوں کی باگیں کھینچ لیں تب وہ راہ روکنے والا مخبر قریب آیا اور اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگا۔

سنو میرے دونوں صاحبو! تم دونوں بھائیوں کو چغتائی کے ہاتھوں نیشا پور کے نواح میں شکست کی خبر سلطان جلال الدین تک پہنچ گئی ہے اور انہیں اس شکست کا بڑا دکھ اور صدمہ ہوا ہے اور وہ تم دونوں کی سلامتی کے متعلق زیادہ فکر مند ہیں۔ دوسری خبر جس سے آپ دونوں بھائی فائدہ اٹھا سکتے ہیں وہ یہ کہ منگولوں کا ایک کافی بڑا لشکر جس کی کمانداری منگولوں کا ایک امیر الامراء قراچار برلاس کر رہا ہے اس نے تبریز کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ تبریز میں اس وقت نا صرف سلطان جلال الدین کا حرم ہے بلکہ آپ دونوں کی بیویوں کے علاوہ ہمارے محترم پاسبانوں کے سپہ سالار کی بیوی نے اپنے تینوں بچوں کو بھی تبریز ہی میں بلوا لیا ہے۔ لہٰذا اس وقت تبریز کا دفاع کرنا سب سے اہم اور سب سے زیادہ ضروری کام ہے گو تبریز کے اندر اس وقت جو ہمارا لشکر ہے وہ بہترین انداز میں شہر کا دفاع کئے ہوئے ہے لیکن اس وقت اگر آپ دونوں بھائی بھی شہر کا محاصرہ کرنے والے منگول لشکر پر حملہ آور ہو جائیں تو میں سمجھتا ہوں آپ دونوں صاحب مل کر منگولوں کو ادھیڑ کر رکھ سکتے ہیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد آنے والا وہ مخبر جب خاموش ہوا تو اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے ایک بار عجیب سے انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر اورخان بولا اور پاسبانوں کے سپہ سالار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سن پاسبان میرے بھائی قدرت ہمیں سنبھلنے اور منگولوں سے انتقام لینے کا ایک بہترین موقع فراہم کر رہی ہے اس میں کوئی شک اور شبہ نہیں کہ نیشا پور کے نواح میں چغتائی کے ہاتھوں ہمیں بد ترین شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اس لئے کہ چغتائی کے سامنے آنے سے پہلے ہمیں نیشا پور کے اطراف میں اپنے جاسوسوں کو پھیلانا چاہئے تھا اور یہ دیکھنا چاہئے تھا کہ کہیں منگولوں نے وہاں آس پاس کوئی لشکر تو گھات میں نہیں بٹھا رکھا چونکہ ایسا ہم نے نہیں کیا تھا لہٰذا گھات میں بیٹھے ہوئے منگول ہماری پشت کی طرف سے حملہ آور ہوئے اور ہمارے پاؤں لمحوں کے اندر انہوں نے اکھاڑ کے رکھ دیئے۔

دیکھ میرے پاسبان میرے بھائی میں جانتا ہوں ہمارے لشکری تھکے ہوئے ہیں لیکن اگر ہم اپنی پیش قدمی اور آگے بڑھنے کی رفتار کو تیز کر دیں اور تبریز شہر کا محاصرہ کرنے والے منگولوں پر شب کی تاریکی میں ٹوٹ پڑیں تو مجھے امید ہے کہ ہم قراچار برلاس کو بد ترین شکست دیں گے اس شکست سے جہاں منگولوں کی تعداد میں کمی ہو گی وہاں ہمارے اپنے لشکریوں کے حوصلے بلند ہوں گے اور نیشا پور کے نواح میں شکست کھانے کے بعد جو وہ دل شکنی کا شکار ہوئے ہیں۔ تبریز شہر سے باہر ہم دونوں بھائی مل کر اپنے لشکریوں کی اس دل شکنی کا ازالہ بھی کر سکتے ہیں۔

جواب میں پاسبانوں کا سپہ سالار مسکراتے ہوئے کہنے لگا اورخان میرے بھائی جو کچھ میں کہنا چاہتا تھا وہ تم نے پہلے ہی کہہ دیا تمہارے الفاظ یوں جانو کہ میرے دل کی آواز ہیں دیکھ میرے بھائی اپنی رفتار تیز کرنے اور فوراً" تبریز پہنچ کر قراچار برلاس پر شب خون مارنے کی کوشش کریں میرا خیال ہے کہ اگر ہم ہمت و جرات سے کام لیں تو ہم لمحوں کے اندر قراچار برلاس کے لشکر کا خاتمہ کر کے اسے لہو لہو کر کے رکھ سکتے ہیں۔ اس گفتگو کے بعد اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے اپنے لشکروں کو کوچ کا حکم دیا آنے والا جاسوس بھی ان کے ساتھ تھا۔ پھر وہ بڑی برق رفتاری کے ساتھ تبریز شہر کی طرف بڑھ رہے تھے۔

○

منگولوں کے امیر الامراء قراچار برلاس نے بڑی سختی کے ساتھ تبریز شہر کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ گزشتہ کئی دنوں میں وہ ان گنت بار کوشش کر چکا تھا کہ کسی نہ کسی طرح اپنے لشکریوں کو شہر کی فصیل پر چڑھانے میں کامیاب ہو جائے لیکن تبریز شہر میں سلطان جلال الدین کا جو محافظ لشکر تھا انہوں نے قراچار برلاس کی ایک نہ چلنے دی تھی۔ فصیل پر چڑھنا تو بہت دور انہوں نے فصیل کے اوپر سے ایسی تیر اندازی منگولوں کے اوپر کی کہ منگولوں کو انہوں نے فصیل شہر کے نزدیک تک نہ آنے دیا تھا۔ اب قراچہ برلاس تبریز کی فصیل پر چڑھنے کے لئے نئے نئے انداز سوچنے لگا تھا شاید وہ چنگیز خان کی طرح لکڑی کے برج تعمیر کر کے ان کے ذریعہ فصیل پر قبضہ کرنے

کی تیاریاں مکمل کر چکا تھا۔

منگولوں کے امیر الامراء قراچار برلاس کو یقین تھا کہ شہر کے اندر جو محصور لشکر ہے وہ شہر سے نکل کر کسی بھی وقت اس پر حملہ آور نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ اسے خبر تھی کہ شہر کے اندر ایک مختصر سا لشکر ہے اور وہ شہر سے نکل کر کھلے میدانوں میں منگولوں سے ٹکرانے کی جرات کبھی نہیں کرے گا لہٰذا ایک رات جبکہ منگول لشکر تبریز کے نواح میں چین کی نیند سویا ہوا تھا اور سوئے ہوئے لشکر کی حفاظت کے لئے چند دستے پہرے پر متعین تھے۔ اس وقت اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار منگولوں کے لشکر کے قریب نمودار ہوئے رات اس وقت اپنی انتہا کے قریب پہنچ چکی تھی اور تھوڑی دیر تک تبریز شہر کی مسجدوں میں فجر کی اذانیں ہونے والی تھیں کہ اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار منگول لشکر سے چند فرلانگ دور علیحدہ علیحدہ ہو گئے۔ دونوں نے مل کر یہ فیصلہ کیا کہ اورخان منگولوں پر سامنے کی طرف سے حملہ آور ہو گا' جبکہ پہلو کی طرف سے پاسبانوں کا سپہ سالار منگولوں پر نازل ہونے کی کوشش کرے گا۔ یہ فیصلہ کرنے کے بعد دونوں منگولوں پر حملہ آور ہونے کے لئے آگے بڑھے تھے۔

عین اس وقت جبکہ تبریز شہر کی مسجدوں میں فجر کی اذانیں بلند ہونا شروع ہوئی تھیں اورخان اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ طوفانی انداز میں تکبیریں بلند کرتا ہوا سامنے کی طرف سے منگولوں پر مایوسی میں لپٹی کروٹیں لیتی رات کے سفر' آخری لمحوں میں سمٹتے موت کے کرب خیز سناٹے اور جس شب میں دل پر وحشتیں طاری کرتے طوفانوں کی طرح حملہ آور ہوتا تھا۔

اورخان کے یوں رات کے وقت حملہ آور ہونے اور شب خون مارنے سے منگول افراتفری اور وحشت کا شکار ہو گئے تھے وہ ہڑبڑا کر اٹھے ادھر ادھر بھاگتے ہوئے انہوں نے اپنے ہتھیار سنبھالے۔ سامنے کی طرف سے حملہ آور ہونے والے اورخان کی طرف بڑھے تا کہ اس کی راہ روکیں۔ عین اسی موقع پر منگولوں کے ایک پہلو کی طرف سے پاسبانوں کا سپہ سالار بادلوں میں گرجتے' بجلیوں میں چمکنے والے کارکنان قضا و قدر کی طرح منگولوں پر نازل ہوا وہ جدائی کی راتوں میں غبار شام کی طرح پھیلتے دکھ اور مجبوری' کروٹیں لیتی شب میں لشکروں پر غضب بن کر گرتی اور خیموں کو

رتی آندھیوں کی طرح منگولوں پر حملہ آور ہو گیا تھا۔ یہ حملہ نہ صرف شب خون طرح اچانک اور ہولناک تھا بلکہ یہ منگولوں کی توقع کے عین خلاف تھا اس لئے کہ لوں کو یقین تھا کہ اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار ان کے خان چغتائی سے انے کے لئے نیشا پور کی طرف جا چکا ہے جبکہ انہیں یہ بھی خبر تھی کہ بچے کھچے کے ساتھ قلعہ شیر کوٹ میں سلطان جلال الدین نے قیام کر رکھا تھا۔ لہٰذا وہ ئن تھے کہ اہل تبریز کی مدد کے لئے اورخان' پاسبانوں کے سپہ سالار اور سلطان ل الدین کی طرف سے کوئی بھی نہیں آئے گا۔ اور انہیں با آسانی شہر کو فتح کرنے کا قع مل جائے گا۔

لیکن اس اچانک شب خون نے منگولوں کو ہلا کر رکھ دیا تھا جب اورخان ان پر آور ہوا تھا تو وہ گرتے پڑتے اپنے ہتھیار سنبھالتے ہوئے کسی نہ کسی طرح اس سامنے جمنے کی کوشش کرنے لگے تھے لیکن عین اس وقت جب پہلو پر پاسبانوں کا سالار بھی ضرب لگانے کو آ نمودار ہوا تو منگولوں پر دوسری مصیبت طاری ہو گئی وہ جی چھوڑ بیٹھے تھے۔ رات کی تاریکی میں اورخان نے سامنے کی طرف سے اور انوں کے سپہ سالار نے منگولوں کے لشکر کے پہلو کی طرف سے ایک طوفان کھڑا کر تھا اور اپنے تیز اور جان لیوا حملوں سے انہوں نے ایک طرح سے منگولوں کا قتل شروع کر کے رکھ دیا تھا۔

منگولوں کے امیر الامراء قراچار برلاس نے اپنے ماتحت کام کرنے والے سالاروں ساتھ مل کر اس دو طرفہ حملہ کو روکنے اور پھر جارحیت پر اترنے کی پوری شش کی تھی لیکن اس کی کسی کوشش کو اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے اب نہ ہونے دیا تھا۔ ایک تو اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار پہلے ہی منگولوں خلاف غضبناک تھے اس لئے کہ انہیں نیشا پور سے باہر چغتائی کے ہاتھوں شکست امنا کرنا پڑا تھا۔ دوسرے تبریز شہر میں خود ان دونوں کی بیویوں کے علاوہ سلطان ل الدین کے حرم نے بھی قیام کر رکھا تھا۔ لہٰذا انہوں نے اس خونخواری اور ایسی ی کے ساتھ آہستہ آہستہ چھٹتی تاریکی میں حملہ کیا تھا کہ منگولوں کو مکمل طور پر ں نے ہلا کے رکھ دیا تھا۔

تبریز شہر کی فصیل کے باہر پہرہ دینے والے سلطان جلال الدین کے لشکری پریشان

تھے کہ منگولوں کے اندر کیسی ہلچل مچ گئی ہے۔ اس لئے کہ رات کی تاریکی میں تلواریں اور ڈھالیں ٹکرانے کی آوازیں نا صرف یہ کہ شہر کی فصیل کے برجوں ہی میں نہیں بلکہ تبریز شہر کے گھروں میں بھی سنی جا سکتی تھیں۔ تبریز شہر کے مکین اور شہر کی فصیل پر پہرا دینے والے محافظ پریشان تھے اور طرح طرح کی قیاس آرائیاں کی جا رہی تھیں۔ کچھ لوگوں کا کہنا تھا کہ منگولوں پر رات کی تاریکی میں سلطان نے شب خون مار دیا ہے اور کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ منگول امیر الامراء قراچار برلاس کو تبریز شہر کی فتح کے لئے مزید کمک مل رہی ہے اور نیا لشکر چونکہ شہر سے باہر آ کر خیمہ زن ہو رہا ہے اس لئے ایسی آوازیں گونج رہی ہیں تاہم کسی کو یہ خبر نہیں تھی کہ شہر سے باہر قراچار برلاس کے لشکر پر اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے شب خون مارا ہے اس لئے ہر کوئی جانتا تھا وہ دونوں چغتائی کا مقابلہ کرنے کے لئے نیشا پور شہر جا چکے ہیں۔

فجر کی اذانوں کے کافی دیر بعد جب مشرق سے سورج کے طلوع ہونے کے آثار نمودار ہونے لگے اور فضاؤں کے اندر روشنی پھیلنے لگی تب منگولوں کے امیر الامراء قراچار برلاس نے دیکھا کہ اس پر اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے حملہ کر دیا ہے۔ اس پر منگولوں کے حواس جاتے رہے شاید وہ یہ سمجھے تھے کہ اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار ان کے خان چغتائی کو شکست دینے کے بعد ان کی طرف آئے ہیں جب یہ انکشاف ہوا کہ ان پر اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے شب خون مارا ہے تو منگول لڑنے کے بجائے جی چراتے ہوئے پیچھے ہٹنے لگے تھے۔ اس موقع سے اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور اپنے حملوں میں انہوں نے تیزی پیدا کر دی جس کے نتیجہ میں قراچار برلاس شکست تسلیم کرتے ہوئے تبریز شہر کے نواح میں بھاگ کھڑا ہوا۔

اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے دور تک بھاگتے ہوئے منگولوں کا تعاقب کیا۔ تاہم قراچار برلاس بچے کھچے لشکر کو لے کر نیشا پور شہر کی طرف بھاگ گیا تھا۔ جبکہ اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار دونوں اپنے لشکروں کے ساتھ اس جگہ آئے جہاں تبریز شہر کے نواہ میں جنگ ہوئی تھی پھر وہ منگولوں کے پڑاؤ کی ہر چیز سمیٹنے لگے تھے۔

اپنے آگے آگے بھاگتے ہوئے منگول امیر الامراء قراچار برلاس کا تعاقب ترک کرنے کے بعد اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار اپنے لشکروں کے ساتھ جب تبریز شہر کے نواح میں منگولوں کے پڑاؤ کی ہر چیز سمیٹ رہے تھے اور اس وقت سورج طلوع ہو چکا تھا اور اہل تبریز یہ جان چکے تھے کہ اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے تبریز شہر سے باہر منگولوں کے امیر الامراء قراچار برلاس کو بد ترین شکست دی ہے۔

یہ خبر آن کی آن میں تبریز شہر اور اس کے گرد و نواح میں پھیل گئی تھی پھر تبریز شہر کے لوگ جوق در جوق شہر سے نکل کر قراچار برلاس کے خلاف ان دونوں کی فتح پر انہیں مبارک باد دینے کے لئے جمع ہونے لگے تھے۔ اس طرح اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے لشکر کے اردگرد تبریز شہر کے لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر جمع ہو گیا تھا۔

اس وقت تک اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار دونوں نے اپنے اپنے لشکروں کو خیمے نصب کرنے کا حکم دے دیا تھا اور آن کی آن میں تبریز شہر کے نواح میں خیموں کا ایک شہر آباد ہو گیا تھا۔ اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار دونوں اکٹھے کھڑے منگولوں کے پڑاؤ سے حاصل ہونے والے سامان کے متعلق گفتگو کر رہے تھے کہ ایک طرف سے طیان اور الجائی خاتون آتی دکھائی دیں۔ الجائی خاتون نے تین بچوں کے ہاتھ تھام رکھے تھے جبکہ طیان نے اپنی گود میں کسی کو اٹھا رکھا تھا۔ جب وہ دونوں اس جگہ آئیں جہاں اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار کھڑے تھے تو پاسبانوں کا سپہ سالار فوراً" آگے بڑھا کر ان تینوں بچوں کو پیار کرنے لگا تھا۔ جن کے ہاتھ الجائی نے تھام رکھے تھے اس موقع پر الجائی خاتون اورخان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

اورخان میرے بھائی میں آپ کو دو بار مبارک باد دیتی ہوں اس پر اورخان

مسکراتے ہوئے کہنے لگا دو بار کا ہے کی مبارک اس موقعہ پر طیان چونکہ الجائی خاتون کے پیچھے چھپ کر کھڑی ہو گئی تھی لہٰذا اورخان کچھ سمجھ نہ سکا تھا۔ تاہم الجائی خاتون بولی اور کہنے لگی۔ پہلی مبارک باد میرے بھائی تبریز شہر سے باہر منگولوں کو شکست دینے کی اور دوسری مبارک باد اس بات کی کہ خداوند قدوس نے میرے بھائی! تمہیں اور طیان کو ایک انتہائی خوبصورت بیٹا عطا کیا ہے۔

یہ خبر سن کر اورخان کے چہرے پر خوشیاں ہی خوشیاں بکھر گئی تھیں۔ پھر آگے بڑھ کر وہ الجائی خاتون کے پیچھے کھڑی طیان کے پاس آیا اس نے دیکھا طیان نے اپنی گود میں ایک خوبصورت بچے کو اٹھا رکھا تھا۔ آگے بڑھ کر اورخان نے اس بچے کی پیشانی اور گالوں پر لگاتار کئی بوسے دیئے پھر وہ بڑے پیارے انداز اور میٹھی نگاہوں میں طیان کی طرف دیکھ رہا تھا پھر اورخان اپنا منہ طیان کے کان کے قریب لے گیا اور کہنے لگا طیان میں تمہیں بیٹے کی مبارک باد دیتا ہوں اس پر طیان بھی رازداری سے بولی اور کہنے لگی میں بھی آپ کو بیٹے کی پیدائش پر مبارک باد دیتی ہوں۔ اس موقع پر الجائی خاتون پھر بولی اور کہنے لگی۔

اورخان میرے بھائی اس وقت آپ یہ تین بچے اپنے بھائی پاسبان کے سالار کے پاس دیکھ رہے ہیں یہ تینوں میرے بیٹے ہیں اس پر اورخان فوراً" آگے بڑھ تینوں بچوں کے پاس وہ زمین پر بیٹھ گیا اور انہیں گلے لگا کر وہ پیار کرنے لگا تھا۔

اس موقع پر پاسبانوں کا سپہ سالار بولا اور اورخان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

اورخان میرے بھائی آؤ خیمے میں چل کر سب بیٹھتے ہیں اور آج سب مل کے اور اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں۔ پاسبانوں کے سپہ سالار کی اس تجویز کے جواب میں اورخان کچھ کہنے ہی لگا تھا کہ ایک گھوڑ سوار اپنا گھوڑا سرپٹ دوڑاتا ہوا اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے قریب آکر اپنے گھوڑے سے اترا اورخان اسے پہچان گیا وہ سلطان جلال الدین کا ایک مخبر تھا۔ اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے نزدیک آ کر وہ بولا اور کہنے لگا۔

سلطان جلال الدین کے سالارو! اور میری قوم کے محسنو! میں تم دونوں کے لئے سلطان جلال الدین کا ایک پیغام لے کے آیا ہوں۔ سلطان جلال الدین کو تم دونوں کی

غتائی کے ہاتھوں شکست کی خبر پہنچ چکی ہے لیکن سلطان کو ابھی تک یہ اطلاع نہیں ں کہ آپ دونوں صاحبوں نے تبریز شہر سے باہر منگولوں کے لشکر کو بد ترین شکست دی ہے یہ خبر یقیناً" سلطان جلال الدین کے لئے سکون اور اطمینان کا باعث ہو گی۔ سنو یرے دونوں صاحبو! سلطان جلال الدین کا تمہارے نام پیغام یہ ہے کہ تم دنوں اپنے شکروں کو لے کر قلعہ شیر کبوت کی طرف چلو جہاں سلطان جلال الدین نے قیام کر کھا ہے ساتھ ہی سلطان جلال الدین نے تم دونوں سے یہ بھی کہلا بھیجا ہے کہ تم ونوں اپنے بیوی بچوں اور سلطان کے حرم کو لے کر پہلے مرند شہر پہنچو اس لئے کہ لطان نے اپنے حرم کے علاوہ تمہارے بیوی بچوں کی رہائش کا وہاں بہترین انتظام کر کھا ہے سلطان کا ارادہ ہے کہ ان کا حرم اور تمہارے بیوی بچے چند یوم تک مرند شہر میں قیام کریں گے اس کے بعد سلطان کا ارادہ ہے کہ ان کی سلامتی کے لئے نہیں دیار بکر کی طرف روانہ کر دیا جائے گا۔ اس لئے کہ ان دنوں ہم پر منگولوں کا ور بڑھتا جا رہا ہے لہٰذا سلطان تم دونوں اور اپنے حرم کو محفوظ مقامات پر پہنچانا چاہتا ہے۔

جب وہ مخبر خاموش ہوا تو اورخان نے استفہامیہ سے انداز میں پاسبانوں کے سپہ سالار کی طرف دیکھا پھر پوچھا میرے بھائی تمہارا کیا خیال ہے۔ اس پر پاسبانوں کا سپہ سالار جواب میں مسکراتے ہوئے کہنے لگا اورخان اس سلسلے میں میرے بھائی تم کیا کہتے ہو اورخان فوراً" بولا اور کہنے لگا۔

میرے بھائی میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ سلطان کا پیغام ملنے کے بعد ہمیں فی الفور پنے بیوی بچوں اور سلطان کے حرم کو مرند شہر میں چھوڑنے کے بعد قلعہ شیر کبوت کا خ کرنا چاہئے۔ اس پر پاسبانوں کا سپہ سالار فوراً" بولا اور کہنے لگا اور میں تمہاری اس تجویز سے پوری طرح اتفاق کرتا ہوں۔ یہ فیصلہ ہونے کے بعد اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے تبریز شہر سے سلطان جلال الدین کے حرم اور ان کے محافظوں کو لب کیا اور اس کے بعد دونوں اپنے لشکروں کے ساتھ حرکت میں آئے اور تبریز شہر ے کوچ کر گئے تھے۔ پہلے وہ سلطان جلال الدین کی طرف سے آنے والے مخبر کی رہبری میں مرند شہر کی طرف گئے۔ سلطان نے وہاں جو اپنے حرم اور اورخان اور

پاسبانوں کے سپہ سالار کے بیوی بچوں کے رہنے کا انتظام کیا تھا اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے دیکھا کہ بہترین اور عمدہ انتظام تھا۔ سلطان کے حرم اور اپنے بیوی بچوں کو اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے مرند شہر میں چھوڑا پھر وہ مرند شہر سے اپنے لشکروں کے ساتھ قلعہ شیر کبوت کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کو شکست دینے کے بعد چغتائی نے دو خاصے بڑے لشکر سلطان جلال الدین سے نپٹنے کے لئے قلعہ شیر کبوت کی طرف روانہ کئے تھے۔ ایک لشکر ایک منگول سردار توشہ خان کی کمانداری میں تھا اور دوسرا لشکر ایک دوسرے منگول سردار ارتکائی خان کی سپہ سالاری میں کام کر رہا تھا۔

جن دنوں اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار تبریز کے نواح میں منگولوں پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کر رہے تھے اسی وقت منگول سردار توشہ خان اور ارتکائی خان اپنے لشکروں کو لے کر خفیہ راستوں کے ذریعے سلطان جلال الدین کو گرفتار کرنے یا اس کا خاتمہ کرنے کے لئے قلعہ شیر کبوت کا رخ کئے ہوئے تھے۔

سلطان جلال الدین کے پاس قلعہ شیر کبوت میں چھوٹا سا ایک لشکر تھا۔ تاہم اس نے گرد و نواح سے لشکر میں نئے جوان بھرتی کر کے ان کی تربیت کا کام شروع کر رکھا تھا۔ یہاں تک کہ سلطان کو خبر ہوئی کہ ایک منگول سردار توشہ خان ان پر حملہ آور ہونے کے لئے قلعہ شیر کبوت کے نزدیک پہونچ چکا ہے۔

دوسرا منگول سردار توشہ خان کے پیچھے پیچھے قلعہ شیر کبوت کا رخ کر رہا تھا اور پھر رات کی تاریکی میں وہ قلعہ شیر کبوت کے نواح میں ایک جگہ گھات لگا کر بیٹھ گیا تھا۔ سلطان کے مخبروں کو تکائی خان کے گھات میں بیٹھنے کی کوئی خبر نہ ہوئی حتیٰ کہ خود سلطان بھی تکائی خان کی اس گھات سے بے خبر ہی رہا۔ سلطان جلال الدین کو توشہ خان کی آمد کی اطلاع ہو چکی تو اس نے قلعہ شیر کبوت سے باہر نکل کر توشہ خان سے نپٹنے کا فیصلہ کیا۔ یہاں تک کہ جب سلطان کے مخبروں نے اطلاع کی کہ منگول سردار توشہ خان قلعہ شیر کبوت سے صرف چند میل دور رہ گیا ہے تب سلطان کے پاس جس قدر لشکر تھا اسے لے کر سلطان قلعہ شیر کبوت سے باہر خیمہ زن ہوا تا کہ توشہ خان آگے بڑھ کر قلعے کا محاصرہ نہ کرنے پائے۔

اگلے روز توشہ خان بھی اپنے لشکر کے ساتھ قلعہ شیر کبوت کے پاس آیا اور سلطان جلال الدین کے سامنے خیمہ زن ہوا۔ اس کے آتے ہی سلطان جلال الدین نے اپنے لشکر کی صفیں درست کیں شاید وہ وقت ضائع کئے بغیر توشہ خان پر ضرب لگا کر اسے بھاگنے پر مجبور کرنا چاہتا تھا۔ سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے توشہ خان نے بھی جنگ کے لئے اپنے لشکر کو استوار کرنا شروع کر دیا تھا۔

جب دونوں اپنی اپنی صفیں درست کر چکے تو منگولوں نے جنگ کی ابتدا کی۔ توشہ خان اپنے لشکر کے ساتھ سلطان جلال الدین کے لشکر پر شعلہ شیطانی۔ اندھی سرگرمیوں میں شور قیامت۔ اپنے پورے حربی تجربے۔ ذوق جنگ آوری اور مذموم سعی کی طرح سلطان جلال الدین کے لشکر پر ٹوٹ پڑا تھا۔

دوسری طرف سلطان جلال الدین نے بھی اپنے مختصر سے لشکر کے ساتھ کمال انقلابی شعور۔ سچائی اور حلم۔ زندگی کی تڑپ بے غم اور بے باک جذبوں کی طرح منگولوں کا مقابلہ کیا اور ان پر جوابی ضربیں لگانے لگا۔ قلعہ شیر کبوت کے باہر گھمسان کا رن پڑا کافی دیر تک جنگ ہوتی رہی یہاں تک کہ جنگ میں سلطان جلال الدین غالب اور منگول سردار توشہ خان مغلوب ہوتا دکھائی دینے لگا تھا پھر وہ لمحہ بھی آیا کہ سلطان جلال الدین نے منگولوں کے لشکر کے ایک حصے کو کاٹ کر رکھ دیا۔ قریب تھا کہ منگول سردار توشہ خان کو بد ترین شکست ہوتی کہ قریب ہی گھات میں بیٹھا ہوا دوسرا منگول سردار تکائی خان اپنے لشکر کے ساتھ نکلا اور سلطان جلال الدین کے لشکر کی پشت کی طرف سے وہ ماضی کی بازیافت سے اٹھتی خباثت فطرت' اجتماعی زندگی کی قدروں میں اٹھتے فحش کے مرکز اور جنسی عصیان کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

اس دو طرفہ حملے سے سلطان جلال الدین کے لئے دشواریاں اٹھ کھڑی ہوئیں تھیں وہ بے چارہ اقوام و ملل کے عروج و زوال میں قصص و حکایات اور داستان طرازیوں میں ڈوبے جذبوں کی طرح کبھی آگے کبھی پیچھے اپنے گھوڑے کو بھگاتا ہوا نہ صرف پوری طرح جنگ میں حصہ لے رہا تھا بلکہ زور سے پکارتے ہوئے اپنے لشکریوں کا حوصلہ بھی بلند کرتا جا رہا تھا۔ اس بھاگ دوڑ میں سلطان جلال الدین کی حالت ایسی ہو گئی تھی جیسے بزم دنیا اور نگار خانہ ہستی میں کوئی بے بس انسان اپنی تعمیر پسند طبع کو

لئے شرق و غرب اور شمال و جنوب کی طرف سرگرداں ہونے پر مجبور کر دیا گیا ہو۔

آخر کار اپنے لشکر کو کسی قدر درست کرنے کے بعد سلطان جلال الدین نے خود توشہ خان کا مقابلہ کرنا شروع کیا۔ جبکہ تکائی خان کی پیش قدمی کو روکنے کے لئے سلطان جلال الدین نے اترخان کی کمانداری میں لشکر کا ایک حصہ دے دیا تھا لیکن منگولوں کے مقابلے میں سلطان جلال الدین کی مزاحمت زیادہ دیر تک کام نہ کر سکی۔ اس لئے کہ منگولوں کے ان دونوں لشکروں کے مقابلے میں سلطان کے لشکر کی تعداد تقریباً" نہ ہونے کے برابر تھی۔ اور سلطان کے لشکر میں زیادہ تر لشکری ابھی نو آزمودہ تھے۔ اور انہیں جنگ کا وسیع تجربہ نہ تھا۔ اس کے علاوہ وہ جنگ میں پہلی بار منگولوں کا سامنا کر رہے تھے۔ اس لئے زیادہ دیر وہ جم کر منگولوں سے لڑ نہ سکے۔ اور ان کے اندر شکست و ریخت کے آثار نمایاں ہوتے چلے گئے تھے۔

اس دو طرفہ حملے سے اب سلطان جلال الدین کے لشکر کی حالت اونٹ کٹارے کے کانٹوں جیسی ویران' تیل کی خالی کپی جیسی اداس' لٹے ہوئے تاکستان جیسی بے آب۔ سرابوں میں پھنسے بیابانوں اور ویرانوں جیسی قابل رحم ہو کر رہ گئی تھی۔ سلطان نے جب دیکھا کہ ایک طرف توشہ خان اور دوسری طرف سے تکائی خان اس کے لشکر کا قتل عام شروع کر چکے ہیں تو پھر اپنے بچے کھچے لشکر کو لے کر سلطان جلال الدین اور اترخان قلعہ شیر کبوت سے مرند شہر کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔

اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار مرند سے قلعہ شیر کبوت کی طرف اپنے لشکروں کے ساتھ سرپٹ گھوڑوں کو دوڑاتے چلے جا رہے تھے کہ ایک جگہ اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے فوراً" اپنے گھوڑوں کی لگامیں کھینچتے ہوئے انہیں روک دیا پھر ان دونوں نے اپنے پیچھے اپنے لشکریوں کو بھی رک جانے کا اشارہ کر دیا تھا۔ اس لئے کہ ان کے سامنے ان کا ایک مخبر ان کی راہ روک کھڑا ہوا تھا۔

دونوں لشکروں کو رک جانے پر وہ مخبر نزدیک آیا اور اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے سامنے اپنے گھوڑے کو روکتے ہوئے کہنے لگا۔ میں آپ دونوں کے لئے

سلطان کے حوالے سے ایک بری خبر رکھتا ہوں۔ سلطان جنہوں نے قلعہ شیر کبوت میں قیام کر رکھا تھا اور وہ نئی بھرتی کر کے لشکریوں کی تربیت دینے کا کام شروع کئے ہوئے تھے ان پر ایک آفت ٹوٹ پڑی۔ پہلے ایک منگول سردار نام جس کا توشہ خان ہے اپنے لشکر کے ساتھ قلعہ شیر کبوت کیطرف آیا۔ اس کے آمد کی اطلاع ملتے ہوئے سلطان جلال الدین نے قلعہ شیر کبوت سے باہر نکل کر اس کا مقابلہ کرنے کا ارادہ کیا۔ قلعہ کے باہر سلطان جلال الدین اور توشہ خان کے درمیان ہولناک جنگ ہوئی۔ عین اس موقع پر جب سلطان جلال الدین توشہ خان کو بد ترین شکست دے کر اسے بھاگ جانے پر مجبور کر چکے تھے اچانک گھات سے ایک منگول لشکر نمودار ہوا اور اپنے ایک سردار تکائی خان کی سرکردگی میں سلطان جلال الدین کی پشت کی طرف سے حملہ آور ہو گیا۔ اس دو طرفہ خونخوار حملے کی بناء پر سلطان جلال الدین کو شکست ہوئی لہٰذا سلطان جلال الدین اپنے بچے کھچے لشکر کے ساتھ مرند شہر میں تم دونوں سے آ ملنے کے لئے سرپٹ دوڑے چلے آ رہے ہیں۔ ان کے پیچھے پیچھے دونوں منگول سردار توشہ خان اور ارتکائی خان سلطان کا تعاقب کرتے چلے آ رہے ہیں۔

یہ خبر سن کر پاسبانوں کے سپہ سالار اور اورخان دونوں فکر مند ہو گئے تھے۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی اس کے بعد اورخان نے اس مخبر کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

کیا تم بتا سکتے ہو کہ سلطان جلال الدین منگولوں کے آگے آگے بھاگتے ہوئے یہاں سے کتنے فاصلے پر ہوں گے۔ اس پر مخبر فوراً" بولا اور کہنے لگا۔ میرے خیال میں اگر وہ یہاں سے زیادہ سے زیادہ پانچ میل کے فاصلے پر ہوں گے۔ اس پر اورخان فوراً" بولا اور پاسبانوں کے سپہ سالار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دیکھ پاسبان میرے بھائی اب جبکہ سلطان جلال الدین منگولوں کے آگے آگے بھاگتے ہوئے ہماری طرف آ رہے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ جہاں ہم کھڑے ہیں یہیں منگولوں سے نپٹنے کا کام شروع کر دینا چاہئے۔ دیکھ میرے بھائی قلعہ شیئر کبوت کی طرف جانے والی اس شاہراہ کے بائیں جانب میں گھات میں بیٹھ جاتا ہوں جبکہ دائیں طرف تم اپنے لشکر کے ساتھ گھات میں بیٹھ جاؤ۔ اور جب سلطان جلال الدین یہاں

سے گزرنے لگیں اور ان کے پیچھے پیچھے تعاقب کرتے ہوئے منگول یہاں پہنچیں تو پہلے تم میرے بھائی اپنی گھات سے نکل کر منگولوں پر حملہ آور ہونا۔ تمہیں حملہ آور ہوتے دیکھ کر سلطان سنبھلیں گے اور وہ پلٹ کر حملہ آور ہو جائیں گے اس کے بعد میں بھی گھات سے نکل کر منگولوں پر ٹوٹ پڑوں گا اس طرح اس سہ طرفہ حملے سے ہم منگولوں کا قتل عام کرکے ان کا خاتمہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

اس پر پاسبانوں کا سپہ سالار بولا اور کہنے لگا اورخان میرے بھائی تمہاری تجویز بہت عمدہ ہے اور اسی پر ہم عمل کریں گے۔ اس کے بعد پاسبانوں کا سپہ سالار اس آنے والے مخبر کو مخاطب کرکے پوچھنے لگا کہ تم بتا سکتے ہو کہ منگول سردار توشہ خان اور تکائی خان کی سرکردگی میں جو لشکر سلطان جلال الدین کا تعاقب کر رہا ہے اس کی تعداد کتنی ہو گی اس پر وہ مخبر بولا اور کہنے لگا میرے ناقص اندازے کے مطابق توشہ خان اور تکائی خان کے لشکریوں کی تعداد پچاس ہزار سے کسی صورت کم نہ ہو گی اس کے بعد اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے کچھ بھی نہ کہا پھر وہ پہلے سے طے شدہ تجویز کے مطابق اپنے لشکریوں کو لے کر شاہراہ کے دائیں بائیں جانب گھات میں بیٹھ گئے تھے۔

○

مرند شہر کی طرف جانے والی شاہراہ پر منگول سردار توشہ خان اور تکائی خان فنا اور جہنم کی کڑی رات، موت کے گرداب، قدموں کی دھمک اور جبر کے دیوتا کے باطل خیالات کی طرح بڑی تیزی اور سرعت کے ساتھ سلطان جلال الدین کا تعاقب کر رہے تھے۔ جب وہ اس جگہ پہنچے جہاں اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار گھات میں بیٹھے ہوئے تھے تو اچانک پاسبانوں کا سپہ سالار تغیر رازدار۔ شجاعت کی سوچوں سے بنی سرگوشی کی طرح اپنی گھات سے نمودار ہوا پھر وہ بادلوں سے خالی آسمان سے لے کر زمین کی جڑوں تک پھیل جانے والی سوز و ساز سے بھری تکبیریں بلند کرتا ہوا شہر شہر پکارتی موت، چار سو بھڑکتی آگ، ایک ایک اینٹ، ایک ایک پتھر پر فنا کی تحریریں لکھنے والے عناصر، رگوں میں بولتے لہو اور جسموں کو تار تار کر دینے والے عزم کی طرح

تعاقب کرنے والے منگولوں پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

سلطان جلال الدین نے جب دیکھا کہ ان کا تعاقب کرنے والے منگولوں پر گھات سے نکل کر پاسبانوں کا سپہ سالار حملہ آور ہوا ہے تو وہ بھی منگولوں کے آگے آگے بھاگتے ہوئے رک گئے وہ اس چوپان کی طرح اپنے لشکر کے ساتھ مڑے جس کے ریوڑ میں بھوکے بھیڑیئے گھس آئے ہوں۔ پھر وہ ظلمت و اندوہ، اور تیرگی کو کھدیڑ دینے والے لوہے کے عصا آفاق کی رفعتوں پر محیط کسی خضر راہ اور خاک و خاکستر کر دینے والی خونخوار امنگوں کی طرح مڑ کر منگولوں پر حملہ آور ہو گئے تھے۔

یہ صورتحال دیکھتے ہوئے منگول سردار توشہ خان اور تکائی خان نے فوراً" اپنے لشکروں کو علیحدہ علیحدہ کیا۔ توشہ خان نمرود کی آگ، شداد کے جبر، فرعون کے کبر و نحوست اور شیطنت کے تاریکی کی طرح پاسبانوں کے سپہ سالار پر حملہ آور ہونے لگا جبکہ تکائی خان ابتلا کی ساعتوں پر جوش بہتے لاوے، وقت کے سینے میں پنہاں سنسناتی پر شور ہواؤں کی طرح سلطان جلال الدین کے لشکر پر ٹوٹ پڑا تھا۔

منگول سردار توشہ خان اور تکائی خان کو پوری امید تھی کہ وہ سلطان جلال الدین اور پاسبانوں کے سپہ سالار کو شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے لیکن عین اس وقت جبکہ منگول سلطان جلال الدین اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے سامنے زندگی اور موت کا کھیل شروع کر چکے تھے شاہراہ کے بائیں جانب سے اورخان اپنے لشکر کے ساتھ سمندر کے سینے پر موجزن شعلہ و خوں سامان لہروں از افق تا افق قلزم کے بکھرتے زور اور صحرا کی تپتی ریت کی طرح اپنی گھات سے نکلا پھر وہ زمین کے ذرے ذرے، دریاؤں کے قطرے قطرے، نگاہوں کی وسعتوں، ذہن کی کشادگیوں میں بجلی کی سی کڑک اور زلزلوں کی سی دھمک بھر دینے والی پرجوش تکبیریں بلند کرتا ہوا داستان ہائے زریں رقم کرنے والے کسی تقدیس کے پاسبان اور نقش باطل سے ابھرنے والے جوہر لاتحف کی طرح ابھرنے والے کسی فرزند جلیل کی طرح آگے بڑھا اور ہر قدم پر موت کا خوف پھیلاتی طغیانیوں، آگ کو بھڑکاتی قہر کو خونخوار بناتی شدید قوی عداوتوں کی طرح منگولوں پر ٹوٹ پڑا تھا۔ اب سامنے کی طرف سے سلطان جلال الدین دائیں جانب سے پاسبانوں کا سپہ سالار اور بائیں جانب سے اورخان اپنے لشکروں کے ساتھ

طوفانوں اور قہرمانیوں کی طرح منگولوں پر نزول کرنے لگے تھے۔

میدان جنگ میں شور بڑھنے لگا۔ موت لہو کے آنچل میں منہ چھپائے ادھر ادھر بھٹکنے لگی تھی۔ حیوانی جبلت' اعصابی ضعف' صرع کے دورے ہرسو رقص کرنے لگے تھے۔ ہڈیوں میں بے قراری دلوں میں کراہ' روحوں کی شادمانیوں میں آہیں بعید و بلند ہمتوں میں پستی و فرار اور فخرو سرفرازیوں میں قہر شدید بھر دینے والے لمحے اپنا رنگ جمانے لگے تھے۔

قلعہ شیر کبوت سے مرند کی طرف جانے والی اس شاہراہ پر کافی دیر تک گھمسان کا رن پڑا آخر کار سلطان جلال الدین' اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے سہ طرفہ حملوں نے منگول سردار توشہ خان اور تکائی خان کے لشکریوں کو ہلا کے رکھ دیا تھا۔ آہستہ آہستہ توشہ خان اور اس کا ساتھی سردار تکائی خان محسوس کرنے لگے تھے کہ ان کے ساتھیوں کی تعداد بڑی تیزی سے کم ہوتی جا رہی ہے اور اگر جنگ یوں ہی جاری رہی تو وہ لمحہ زیادہ دور نہ رہے گا کہ سامنے کی طرف سے سلطان جلال الدین' بائیں طرف سے اورخان اور دائیں جانب سے پاسبانوں کا سپہ سالار بری طرح منگولوں کا قتل عام شروع کر چکے ہوں گے۔

اس صورتحال کا اندازہ لگانے کے بعد توشہ خان اور تکائی خان دونوں اپنے لشکریوں کو لے کر بھاگ کھڑے ہوئے لیکن اب بھاگنا بھی اتنا آسان نہیں تھا سلطان جلال الدین' اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار دونوں کے پیچھے لگ گئے تھے۔ دور تک انہوں نے منگولوں کا تعاقب کرتے ہوئے ان کا قتل عام کیا یہاں تک کہ اس جنگ میں توشہ خان اور تکائی خان کے علاوہ جس قدر منگول تھے ان سب کو سلطان جلال الدین' اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے اپنے لشکریوں کے ساتھ موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ منگول لشکروں کا خاتمہ کرنے کے بعد سلطان' اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے ساتھ مرند کی طرف جانے والی شاہراہ پر آیا اور جو چیزیں وہاں منگول چھوڑ کر بھاگے تھے۔ ان پر قبضہ کرنے لگا تھا۔

مرند کی طرف جانے والی شاہراہ پر سلطان جو کچھ منگول چھوڑ کر بھاگے تھے وہ سمیٹنے میں مصروف تھا کہ سلطان کے مخبروں نے اطلاع دی کہ چنگیز خان کا بیٹا چغتائی

خان منگولوں کا امیر الامراء قراچار برلاس اور سپہ سالار چارمغان ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ انہی میدانوں کا رخ کر رہے ہیں جہاں تھوڑی دیر پہلے مرند کی طرف جانے والی شاہراہ کے کنارے سلطان جلال الدین' اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے منگول سپہ سالار توشہ خان اور تکائی خان کو بد ترین شکست دے کر ان کا خاتمہ کر دیا تھا۔

یہ خبر ملنے کے بعد سلطان جلال الدین نے اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے ساتھ مشورہ کرنے کے بعد اسی شاہراہ کے کنارے اپنے لشکر کو خیمہ زن ہونے کا حکم دے کر پڑاؤ کر لیا تھا۔ اسی روز منگول بھی وہاں پہنچ گئے تھے۔

دوسرے روز جنگ کی ابتداء کرنے کے لئے دونوں لشکروں نے اپنی صفیں درست کیں پھر چغتائی نے حملہ آور ہونے کی ابتداء کی۔ چغتائی نے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ وسطی حصہ اس نے اپنے پاس رکھا تھ دایاں بازو قراچار برلاس کی سرکردگی میں اور بائیں پہلو کو چارمغان کی کمانداری میں رکھا گیا تھا۔ اسی طرح اس کے مقابلہ میں سلطان جلال الدین نے بھی اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا تھا۔ وسطی حصہ سلطان نے اپنے پاس رکھا بائیں جانب پاسبانوں کے سپہ سالار کو اور دائیں جانب اورخان کو رکھا گیا تھا۔ گو منگولوں کے لشکر کے مقابلہ میں سلطان جلال الدین کے لشکر کی تعداد کئی گنا کم تھی پھر بھی سلطان نے مرند کی طرف جانے والی شاہراہ کے کنارے منگولوں سے ٹکرانے کا عزم کر لیا تھا۔

حملہ کی ابتدا چغتائی نے کی تھی چغتائی' قراچار برلاس اور چارمغان اپنے لشکروں کو آگے بڑھاتے ہوئے گھور اندھیروں کے سمندر' روباہ و لومڑی کی پوری مکاری' آتش مزاجی تمرد و قساوت قلبی' انتقام کی پیاس اور فاعل شرو ظلمت کی طرح سلطان جلال الدین کے لشکر پر ٹوٹ پڑے تھے۔

دوسری طرف سلطان جلال الدین' اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے بھی منگولوں کے حملوں کو روکنے کے بعد غضب کی خونخواری' بھیانک عداوت' اور موت کی خاک کی طرح منگولوں پر جوابی حملے کرنے شروع کر دیئے تھے۔ اپنے تیز اور جان لیوا حملوں سے سلطان جلال الدین اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار منگول لشکر کی

صفوں میں اس طرح گھستے چلے گئے تھے جیسے قرن در قرن عہد در عہد' نسل در نسل' پھیل جانے والا زہر اپنا اثر دکھاتا چلا جاتا ہے۔

مرند کو جانے والی شاہراہ کے کنارے ہولناک جنگ ہوئی اس جنگ میں مختصر لشکر ہونے کے باوجود سلطان جلال الدین' اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے اپنی بہترین جراتمندی اور عمدہ جنگی مہارت کا مظاہرہ کیا۔ عین اس وقت جبکہ سلطان جلال الدین کے ہاتھوں منگولوں کی شکست یقینی ہو چکی تھی اور چغتائی' قرچار برلاس اور چارمغان سلطان جلال الدین کے سامنے سے شکست تسلیم کرتے ہوئے بھاگنے کی فکر میں تھے سلطان جلال الدین کے لشکر کی پشت کی طرف سے قتلغ خان بدی کی دھول' فسق و فجور کے سے حریف مقابلے کھیتیاں' کھلیان جلاتے کسی شیطان مجسم کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

لگتا تھا قتلغ خان نے اندر ہی اندر منگولوں کے ساتھ کوئی معاہدہ کر لیا ہو اور عین اس وقت جبکہ منگولوں کو سلطان جلال الدین کے ہاتھوں شکست ہونے ولای تھی اس نے کہیں گھات سے نکل کر سلطان جلال الدین کی پشت کی طرف سے حملہ آور ہو کر ایک طرح سے اپنی ہی مسلم قوم کی پیٹھ میں خنجر گھونپ کر رکھ دیا تھا۔

اس دو طرفہ حملہ کے سامنے سلطان جلال الدین زیادہ دیر تک اپنا دفاع نہ کر سکا۔ منگولوں نے جب دیکھا کہ پشت کی طرف سے مسلمان سردار قتلغ خان نے سلطان جلال الدین پر حملہ کر دیا ہے تو وہ جہاں تھوڑی دیر پہلے بھاگنے کی فکر میں تھے وہاں اب انہوں نے پوری شدت سے سلطان کے لشکر پر حملہ کر دیا تھا اس طرح سلطان جلال الدین کے لشکر کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔ صرف سلطان ہی کے حصے کے نہیں بلکہ پاسبانوں کے سپہ سالار اور اورخان کے لشکری بھی کافی تعداد میں منگولوں کے ہاتھوں کٹ مرے تھے۔ یہ صورتحال دیکھتے ہوئے سلطان جلال الدین نے اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کو بھاگ نکلنے کا اشارہ کر دیا۔ یہ اشارہ پاتے ہی تینوں اپنے بچے کھچے لشکر کو لے کر بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔

سلطان جلال الدین کے اپنے لشکر کے ساتھ بھاگ نکلنے کے بعد منگولوں نے قتلغ خان اور اس کے لشکر پر حملہ کر دیا تھا اس لئے کہ منگولوں کا شروع سے ہی یہ طریقہ

کار تھا کہ ہر وہ شخص جو اپنی قوم سے غداری کرتا تھا اسے وہ پہلے موت کے گھاٹ اتارتے تھے قتلغ خان نے جب دیکھا کہ سلطان جلال الدین کے بھاگ جانے کے بعد منگول اس پر ٹوٹ پڑے ہیں تو اس نے جنگ کرنے کے بجائے پسپائی اختیار کی اور بھاگ کر قریبی کوہستانی سلسلہ میں روپوش ہوا اور اس طرح وہ اپنی اور اپنے لشکریوں کی جان بچا کر بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

منگول اب قتلغ خان کو چھوڑ کر سلطان جلال الدین کے پیچھے لگ گئے تھے۔

میدان جنگ سے بھاگنے کے بعد سلطان جلال الدین نے ایک کوہستانی سلسلہ کے اندر پناہ لی۔ کچھ ہی دیر بعد سلطان جلال الدین کو ایک مخبر نے یہ اطلاع دی کہ منگولوں کا لشکر سلطان جلال الدین کے تعاقب میں اس شاہراہ پر بڑھتا چلا آ رہا ہے جو اس کوہستانی سلسلہ کو بیچوں بیچ سے گزرتی ہے جس میں سلطان جلال الدین نے پناہ لے رکھی ہے۔ اس سلسلہ میں جب سلطان جلال الدین نے اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار سے مشورہ کیا تو یہ فیصلہ ہوا کہ منگولوں کو کوہستانی سلسلہ میں ہو کر گزرنے والی شاہراہ پر آگے بڑھنے دیا جائے جب وہ عین ان کے سامنے آئیں تو وہ گھات سے نکل کر منگولوں پر حملہ آور ہو جائیں اور ان کا قتل عام کر کے اپنی گزشتہ شکست کا انتقام لے سکیں۔

سلطان جلال الدین کو اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کی یہ تجویز بے حد پسند آئی لہٰذا سلطان جلال الدین نے اپنے چھوٹے سالار اترخان کو چار ہزار سپاہیوں کا ایک چھوٹا سا لشکر دے کر ہدایت دی کہ وہ آگے بڑھ کر شاہراہ پر آتے منگولوں پر حملہ آور ہو اور تھوڑی دیر حملہ آور ہونے کے بعد بھاگ کھڑا ہو منگول جب اس شاہراہ پر اس کا تعاقب کرتے ہوئے آگے آئیں گے تو اچانک کوہستانوں سے نکل کر سلطان کے علاوہ اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار منگولوں پر ٹوٹ پڑیں گے اور اس طرح اس اچانک حملہ سے منگولوں کی شکست یقینی ہو جائے گی۔

اگر اترخان دیانتداری سے سلطان کی ان ہدایات پر عمل پیرا ہوتا تو یقیناً" سلطان کو اپنے تجویز کردہ لائحہ عمل کی تکمیل میں اس سے بہت مدد ملتی اور اگر سلطان کی یہ تجویز کامیاب ہوتی تو سلطان ایک بار پھر منگولوں کو بد ترین شکست دیتا اور اپنے

علاقوں میں کہیں بھی ان کے قدم جمنے نہ دیتا۔

لیکن اترخان منگولوں سے کچھ ایسا مرعوب ہو چکا تھا کہ ان کا نام سن کر ہی اس کے جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔ کوہستانی سلسلہ کے اندر سلطان کے پڑاؤ سے روانہ ہو کر وہ دو چار میل اس سمت کو گیا جہاں سے منگول آ رہے تھے۔

اس کے بعد الٹے پاؤں پھرا اور واپس سلطان کے پڑاؤ میں آ گیا۔ اور اپنی واپسی کی یہ وجہ بیان کی کہ منگولوں کا لشکر یہ راستہ چھوڑ کر مناز جرد کی طرف چلا گیا ہے۔ یہ یقیناً" سفید جھوٹ تھا جو اترخان نے بولا تھا۔ اگر یہ کام چور اور بزدل سردار اپنے فرض کی بجا آوری میں کوتاہی نہ کرتا تو بہت ممکن تھا کہ سلطان جلال الدین کی جدوجہد کا انجام اس سے مختلف ہوتا اور عالم اسلام بعد کے بہت سے مسائل سے بچ جاتا۔

سلطان جلال الدین نے اترخان کے اس جھوٹ پر مبنی بیان کو تسلیم کر لیا اور اس نے ارادہ کر لیا کہ وہ اپنے بچے کھچے لشکر کے ساتھ اصفہان کی طرف جائے گا اور وہاں پر مزید لشکری بھرتی کر کے ایک بار پھر وہ منگولوں کے سامنے آنے کی جرات کرے گا۔ سلطان جلال الدین نے ابھی کوہستانی سلسلہ میں ہی قیام کئے ہوئے تھا اور اصفہان کی طرف کوچ نہیں کیا تھا کہ آمد کے حکمران الملک المسعود کا ایک سفیر جس کا نام علم الدین سنجر تھا سلطان جلال الدین کی خدمت میں حاضر ہوا۔

دراصل حاکم آمد الملک المسعود جو کہ آمد کے علاقہ کا حکمران تھا وہ تنہا علاؤ الدین کے خلاف نہیں لڑ سکتا تھا اس لئے اس نے اپنے سفیر علم الدین سنجر کی معرفت سلطان کو کہلا بھیجا کہ اگر سلطان جلال الدین شام کے حکمران علاؤ الدین کے خلاف میری مدد کر کے کھوئے ہوئے قلعہ اسے واپس لے دے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ سلطان کی کمان میں منگولوں کے خلاف لڑوں گا۔

سلطان جلال الدین کو ان دنوں چونکہ منگولوں کے مقابلہ میں نئے لشکریوں کی اشد ضرورت تھی لہٰذا انہوں نے اس تجویز سے اتفاق کیا اور اصفہان کا ارادہ ملتوی کر کے اس تجویز کو عملی شکل دینے اور تفصیلات طے کرنے کے لئے آمد شہر کی طرف کوچ کیا۔

جب سلطان جلال الدین الملک المسعود کی حدود میں داخل ہوا تو ایک پل کے قریب پڑاؤ کیا اور اپنا خیمہ نصب کرا کے سو گیا اس لئے کہ گزشتہ کئی دنوں سے وہ سکون کی نیند نہیں سویا تھا۔

آدھی رات کے وقت سلطان جلال الدین کے ایک محافظ سپاہی نے سلطان کو جگا کر کہا کہ اس نے لشکر گاہ کے ارد گرد کچھ ایسے گھوڑ سواروں کو گھومتے دیکھا ہے جن کے گھوڑے سیاہ اور وہ خود قد و قامت میں ہمارے سپاہیوں سے بالکل مختلف ہیں۔

سلطان جلال الدین اس وقت نیند میں بری طرح مدہوش تھا اس لئے خبر کی اہمیت کا اندازہ نہ لگا سکا وہ سمجھا کہ اس کے سپاہی کو دھوکہ ہوا ہے اس لئے اسے رخصت کر کے خود پھر سو گیا۔ حقیقت حال یہ تھی کہ منگولوں کا ایک ہراول لشکر سلطان کو تلاش کرتا ہوا وہاں پہنچ گیا تھا اور چونکہ وہ سلطان کو گرفتار کرنا چاہتے تھے اس لئے انہوں نے راتوں رات ہی سلطان کے پڑاؤ کے ارد گرد اپنے لشکری پھیلا دیئے تھے۔ اور طلوع صبح کے انتظار میں خاموشی سے پڑے رہے تھے ان کا مقصد یہ تھا کہ دن کی روشنی میں اگر سلطان ان کے گھیرے سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو بھی گیا تو جب بھی وہ آسانی سے اس کا تعاقب کر کے اسے زندہ گرفتار کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

حسن اتفاق سے طلوع آفتاب سے پہلے ہی اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کو بھی منگولوں کے اس منصوبے کا علم ہو گیا اور قبل اس کے کہ منگول اپنے منصوبہ کو عملی جامہ پہناتے اور سلطان جلال الدین کے لشکر پر حملہ آور ہو کر سلطان جلال الدین کو زندہ گرفتار کرتے اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے لشکر کا گھیراؤ کرنے والے منگولوں پر حملہ کر دیا تھا۔ منگول اس حملہ کی تاب نہ لا سکے اور بھاگ کھڑے ہوئے ب جو سلطان نے دیکھا کہ واقعی منگول اس کے لشکر پر حملہ آور ہوئے ہیں اور یہ کہ اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے انہیں مار بھگایا ہے تب سلطان جلال الدین کو یقین ہوا کہ واقعی منگولوں نے اس کے پڑاؤ کو گھیر لیا تھا اس صورتحال میں سلطان جلال الدین نے خدا کا شکر ادا کیا اور اپنے لشکر کو فوراً" وہاں سے پڑاؤ اٹھانے کا حکم دے دیا تھا۔

ابھی سلطان جلال الدین نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ اٹھا کر کوچ نہ کیا تھا کہ

چغتائی' قراچار برلاس اور چارمغان اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچ گئے۔ یہ صورتحال دیکھتے ہوئے سلطان کے لشکریوں نے فوراً" اپنی ہر چیز کو سمیٹا اور پھر وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ منگولوں نے دیکھ لیا تھا کہ سلطان جلال الدین کا لشکر بھاگا جا رہا ہے لہٰذا وہ تعاقب میں لگ گئے تھے۔ تھوڑا سا آگے جانے کے بعد جب سلطان نے اندازہ لگایا کہ ان کے اور منگولوں کے درمیان کچھ فاصلہ ہو گیا ہے تو اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار سلطان جلال الدین کے پاس آئے اور اورخان سلطان جلال الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سلطان محترم۔ آپ جانتے ہیں کہ منگول ہمارے تعاقب میں لگ گئے ہیں۔ اور وہ سائے کی طرح ہمارا تعاقب کریں گے۔ اس وقت تک جب تک وہ ہمیں موت کے گھاٹ نہیں اتار لیتے۔ میرے خیال میں وہ ہر حال میں آپ کو زندہ گرفتار کرنا چاہتے ہیں گرفتاری اور مزید شکست سے بچنے کے لئے ہم اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ لشکر کا بڑا حصہ آپ میرے اور پاسبانوں کے سپہ سالار کے پاس رہنے دیجئے۔ اپنے پاس آپ صرف چند محافظ دستے رکھئے۔ اور آپ اس کوہستانی سلسلے کے دائیں طرف گمنام راستوں کی طرف نکل جائیں ظاہر ہے جب لشکر کا بڑا حصہ ہمارے ساتھ ہو گا تو منگول ہمارے تعاقب میں ہی چل نکلیں گے اس طرح ہم انہیں ادھر ادھر بھکا کر تھکا دیں گے یہاں تک کہ وہ واپس جانے پر مجبور ہو جائیں گے۔

سلطان جلال الدین نے اس تجویز سے اتفاق کیا۔ لشکر کا بڑا حصہ اس نے اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کی کمان میں دے دیا۔ اور خود ایک چھوٹا سا دستہ لے کر دوسری طرف کو چل دیا۔ یہ سب کچھ کرنے کا مقصد یہ تھا کہ منگول اس خیال سے کہ سلطان فوج کے بڑے حصے کے ہمراہ ہو گا دوسرے دستے کا تعاقب کرنا چھوڑ دیں گے اور اس طرح سلطان کو بچ نکلنے کا موقع مل جائے گا۔

لیکن منگول سائے کی طرح ساتھ ساتھ تھے۔ کچھ دور جا کر سلطان نے پھر الملک المسعود کے علاقوں کا رخ کیا۔ جب وہ ملک المسعود کے ایک شہر کے قریب پہونچا تو اہل شہر نے اس فیصلے کے ڈر سے کہ خوارزمی سپاہ انہیں لوٹ نہ لے شہر کے دروازے بند کر لئے۔ اس صورتحال میں سلطان جلال الدین اپنے محافظ دستوں کے ساتھ ایک

قریبی قلعے کی طرف چل دیا جو کافی مضبوط تھا اور ناقابل تسخیر خیال کیا جاتا تھا۔

سلطان کا ارادہ تھا کہ اس میں جا کر پناہ لے لیکن سوئے اتفاق کہ قلعہ تک جانے والی سڑک بعض شرپسندوں کی وجہ سے غیر محفوظ ہو چکی تھی لہٰذا سلطان جلال الدین جب اس شاہراہ سے گزرنے لگے تو وہ شرپسند جو قاطع الطریق اور ڈاکہ زنی کا کام کرتے تھے وہ سلطان اور اس کے محافظ دستوں پر حملہ آور ہو گئے۔ چنانچہ سلطان جلال الدین کے لشکر کے کافی سپاہی ان بدبختوں کے ہاتھوں قتل ہو گئے۔ اترخان جو سلطان جلال الدین کے ساتھ تھا اپنے لشکریوں کے قتل عام سے مایوس ہو گیا اس نے سلطان جلال الدین کو واپسی کا مشورہ دیا اور کہا کہ ہمیں فی الفور اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار سے جا ملنا چاہئے۔

بعد میں سلطان شش و پنج میں پڑ گیا۔ تاہم رات گزارنے کے لئے اس نے معہ رفقاء کے رات گزارنے کے لئے ایک نواحی گاؤں میں جس کا نام بیدر تھا پڑاؤ کیا۔ اسی رات کو تعاقب کرنے والے منگول بھی وہاں پہونچ گئے اور سلطان کی قیام گاہ پر حملہ کر دیا۔ سلطان کے بہت سے لشکری اس حملے میں قتل ہو گئے۔ اور جو بچے وہ گرفتار کر لئے گئے۔ سلطان جلال الدین بے چارہ تن تنہا جان بچا کر بھاگا۔

دوسری طرف منگولوں کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ سلطان کے سارے ساتھی موت کے گھاٹ اتارے جا چکے ہیں اور اب سلطان اکیلا ہی بھاگا ہے۔ لہٰذا اس قصے کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کے لئے چغتائی نے اپنے پندرہ بہترین سوار سلطان جلال الدین کے تعاقب میں لگا دیئے گئے اور انہیں حکم دیا کہ ہر صورت میں سلطان جلال الدین کو زندہ گرفتار کریں۔ اگر وہ ایسا نہ کر سکیں تو سلطان کو قتل کر کے سلطان کا سر کاٹ کر چغتائی کے سامنے پیش کریں۔

اب سلطان جلال الدین کو جو اکیلا تھا تعاقب کرنے والے پندرہ منگولوں سے نپٹنا تھا۔ گھوڑے پوری رفتار سے بھاگے جا رہے تھے یہاں تک کہ دو منگول سوار جن کے گھوڑے کچھ زیادہ ہی تیز رفتار تھے سلطان جلال الدین کے قریب پہونچ گئے۔ چنانچہ موقع پا کر سلطان ایک دم پلٹا اور اپنی تلوار سے ایسی عمدہ مہارت کے ساتھ ان دونوں منگولوں پر حملہ کیا کہ ایک ہی وار میں اس نے ان دونوں منگولوں کی گردنیں

کاٹ کر رکھ دی تھیں۔

اپنے دو ساتھیوں کو یوں بے دردی سے قتل ہوتے دیکھ کر باقی تعاقب کرنے والے منگولوں پر سلطان کی طرف سے خوف اور وحشت طاری ہو گئی تھی لہٰذا وہ سلطان جلال الدین کا تعاقب ترک کر کے واپس چلے گئے تھے۔

سلطان چونکہ اکیلا تھا واپس نہیں جا سکتا تھا اس لئے کہ واپسی کے سارے راستے منگولوں نے مسدود کر رکھے تھے۔ لہٰذا مجبور اور بے بس ہو کر کردستان کی طرف روانہ ہو گیا تاکہ کردستان کے حکمران ملک المظفر کی حدود میں داخل ہو کر اس سے پناہ حاصل کرے۔ راستے میں اسے کردوں کی ایک جماعت نے پکڑ کر کپڑے اتار لئے اور ہتھیار چھین لئے۔ وہ سلطان جلال الدین کو قتل کرنا چاہتے تھے کہ سلطان نے ان سے اپنا تعارف کرا دیا اور کہا کہ میں سلطان جلال الدین خوارزم شاہ ہوں۔ اگر تم مجھے اپنے حکمران الملک المظفر کے پاس لے چلو تو وہ تمہیں انعام سے مالا مال کر دے گا۔

سلطان کو پکڑنے والے کردوں کے سردار نے جب سلطان کی یہ گفتگو سنی تو وہ شش و پنج میں پڑ گیا اور سلطان کو اپنے گھر لے گیا۔ پھر وہ اپنی بیوی سے کہنے لگا تم اس خوارزمی کا خیال رکھنا تاکہ اسے گزند نہ پہونچے۔ میں اپنے ایک دوست سے اس کے لئے مشورہ کرنے کے لئے جا رہا ہوں کہ مجھے اس معاملے میں کیا کرنا چاہئے۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد ایک اور کرد وہاں آ نکلا اس نے سلطان جلال الدین کو اپنے گھر لانے والے کرد کی بیوی سے دریافت کیا کہ تمہارے خاوند نے اس خوارزمی کو کیوں ابھی تک قتل نہیں کیا۔ لا تلوار لا تاکہ میں اس کا کام تمام کر دوں۔

عورت کہنے لگی چونکہ میرے خاوند نے اسے پناہ دی ہے اور نیز یہ کہ خوارزمی اپنے آپ کو سلطان جلال الدین کہتا ہے اس لئے مجھے ہر صورت میں اپنے شوہر کی واپسی کا انتظار کرنا ہو گا۔ وہ کرد کہنے لگا تمہیں معلوم ہے کہ اترار شہر کے محاصرے کے دوران میرا ایک بھائی مارا گیا تھا۔ یقیناً" میرا بھائی تمہارے اس خود ساختہ سلطان سے کہیں زیادہ خوبصورت تھا اور وجیہہ تھا اور وہ خوارزمیوں ہی کے ہاتھوں قتل ہوا تھا اس لئے میں اپنے بھائی کے قتل کا بدلہ اس خوارزمی سے ضرور لوں گا یہ سلطان

جلال الدین نہیں ہے۔ بلکہ کوئی بھگوڑا خوارزمی ہے اور اپنے آپ کو سلطان جلال الدین ظاہر کر رہا ہے۔ یہ کہہ کر اس بد بخت اور شقی القلب کرد نے اپنی تلوار بے نیام کر کے لہرائی اور سلطان جلال الدین کی اس نے گردن کاٹ کر رکھ دی تھی۔

کردستان کے حکمران الملک المظفر کو جب سلطان جلال الدین کی شہادت کی افسوسناک خبر پہونچی تو اس نے سلطان جلال الدین اور اس کے ہتھیار شناخت کے لئے منگوا بھیجے۔ جب تصدیق ہو گئی کہ وہ کپڑے اور ہتھیار واقعی سلطان جلال الدین کے ہیں تو حکم دیا کہ کچھ لوگ جائیں اور سلطان جلال الدین کی لاش کو نکال لے آئیں۔ چنانچہ سلطان جلال الدین کی میت کو وہاں سے نکالا گیا اور پورے فوجی اعزاز کے ساتھ اخلاط شہر میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

چغتائی خان اپنے پورے لشکر کے ساتھ تھوڑی دور تک اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار کا تعاقب کرتا رہا۔ جب اس نے دیکھا کہ وہ دونوں ہاتھ آنے والے نہیں ہیں تو وہ اپنے لشکر کے ساتھ پلٹ گیا۔ اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار چند روز تک ایک محفوظ کوہستانی سلسلے کے اندر چھپ کر منگولوں کے رد عمل کا انتظار کرتے رہے۔ جب انہیں خبریں ملیں کہ چغتائی اپنے لشکر کو لے کر لوٹ گیا ہے تب وہ اس کوہستانی سلسلے سے نکلے تاکہ سلطان جلال الدین کو تلاش کر سکیں۔

اپنے بچے کھچے لشکریوں کے ساتھ اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار جس وقت سلطان جلال الدین کی تلاش میں ایک شاہراہ پر سفر کر رہے تھے کہ اچانک ان کے کچھ مخبر سامنے آئے اور ہاتھ کے اشارے سے انہیں رکنے کو کہا۔ اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار دونوں نے گھوڑوں کو روکتے ہوئے اپنے لشکر کو رکنے کا اشارہ کر دیا تھا جب لشکر رک گیا تب وہ مخبر قریب آئے پھر ان میں سے ایک بولا اور کہنے لگا۔

سنو۔ ذی عزت اور محترم سالارو۔ میں اور میرے ساتھی تمہارے لئے انتہائی بری خبر لے کر آئے ہیں۔ پہلی خبر یہ کہ قتلغ خان نے تبریز شہر کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ دوسری خبر اس سے بھی بد ترین ہے اور وہ یہ کہ سلطان جلال الدین کو ہلاک کر دیا گیا ہے اس پر اورخان بے پناہ غصے کا اظہار کرتے ہوئے اس مخبر سے کہنے لگا یہ تم کیا کہتے ہو۔ کس نے کیسے سلطان کو ہلاک کیا۔ اس کے بعد اس مخبر نے سلطان جلال الدین کے مارے جانے کی ساری تفصیل کہہ دی تھی۔

سلطان جلال الدین کے مرنے کی خبر سن کر اورخان تھوڑی دیر تک پتھر بنکر اپنی جگہ بیٹھا رہا۔ لگتا تھا اس کے اندر سے کسی نے روح کھینچ کر نکال لی ہو۔ بالکل بے سکت پڑا رہا پھر آہستہ آہستہ اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں اور وہ ہچکیوں اور سسکیوں میں

رونے لگا تھا بالکل اس بچے کی طرح جس سے کوئی اس کی ماں کو چھین کے لے جا رہا ہو۔ تھوڑی دیر تک اورخان ہچکیوں اور سسکیوں میں روتا رہا۔ اس کے قریب ہی پاسبانوں کے سپہ سالار کی ہچکیاں اور سسکیاں بھی سنی جا سکتی تھیں۔ پھر اورخان اپنی ٹوٹتی اور بکھرتی ہوئی آواز میں کہہ رہا تھا۔

جلال الدین میرے بھائی تو اپنے دشمنوں کے کبر و پندار۔ نمرود و نخوت۔ ان کے فسق و فجور۔ رشک و حسد اور ان کی عداوت و رقابت اور حیوانی خواہشوں کے سامنے غضب آلود نگاہ۔ چہرے کی شکن۔ صحرائے محشر اور بے کراں نڈر اور جری تھا۔

جلال الدین میرے بھائی اپنوں کے لئے تو ادب و تہذیب کا مخزن نہایت شیریں گہرے غبار میں منزل کا نشان اور تو اپنی قوم کا سہاگ۔ ملت کی رگوں کا سلگتا لہو۔ دشمن کی آگ و خون کے آشوب کے سامنے تو اپنی ملت کے لئے چراغ جہاں افروز۔ زمان و مکان ارض و سماں میں کوہ شکن فرزند تھا۔ اپنوں کے لئے تو جلال الدین میرے بھائی اندھیروں اور شب و روز کی زنجیروں میں راہ بجھاتی ایک مشعل مانند تھا۔

گو ہر شئے کو فنا ہو جانا ہے اور ثبات صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہے پھر بھی جلال الدین تو مسلم قوم کا قلعہ برج اور چٹان تھا جس سے بے دینی اور ظلم کا سیلاب ٹکرا کر دم توڑتا رہا۔ تیرے بغیر میری قوم کا ارتقائی سفر رک جائے گا۔ داستان طرازیاں اور تلاش و جستجو کے جذبے مفقود ہو جائیں گے۔ نقش طرازیاں۔ ساری رنگ آمیزیاں۔ دجل و فریب کا شکار ہو کر رہ جائیں گی۔ تیرے بعد فاتح مفتوح اور غالب مغلوب ہو کر رہ جائیں گے۔

جلال الدین میرے عزیز میرے محترم بھائی تو اس ظلم بھری زمین میں ناراستگی کو درست کرنے والا عصا اور لاٹھی تھا۔ تمہارے بعد کامیابیوں کی روشنیاں ڈوب جائیں گی۔ سرفرازیوں کے ستارے راکھ ہو جائیں گے۔ تیرے بعد اس لہو روتی زمین میں میں اورخان دکھ کی مار جیسا رسوا کن شل بازو اور ٹوٹے برتن جیسا ہو کر رہ جاؤں گا۔ تیرے بعد میرے لئے قلب و جگر کی تہہ میں نحیف و کچلے جذبے اور پسپائیوں و رسوائیوں کے سوا کچھ نہ بچے گا۔ ایک دھوکے کے بعد دوسرا دھوکہ میرا تعاقب کرے گا۔ کاش تیری موت سے پہلے ہی میں اورخان قہر کرنے والوں کے سامنے فتح مندی کے

نعرے گانے والوں کی آواز' مغلوبوں کی فریاد کی طرح فضاؤں میں تحلیل ہو کر ختم ہو جاتا۔ جلال الدین کاش تیری جگہ موت مجھ سے بغل گیر ہو چکی ہوتی۔ اس لئے کہ قوم کو میرے بھائی تیری ضرورت تھی۔

اورخان خاموش ہو گیا اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ اس موقع پر پاسبانوں کے سپہ سالار نے اپنے آپ کو سنبھالا اور اپنے گھوڑے کو وہ اورخان کے قریب لایا اور اورخان کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہنے لگا۔ اورخان میرے بھائی جو کوئی بھی اس دنیا میں ہے اسے موت کے سایوں کی وادی میں اترنا ہے کہ یہی صداقت کی راہ ہے۔ سن اورخان میرے بھائی ہمیں یہاں زیادہ دیر رک کر وقت نہیں ضائع کرنا چاہئے تو جانتا ہے تیرے اور میرے بیوی بچے ان دنوں تبریز میں قیام کئے ہوئے ہیں۔ اور تبریز کا ہمارے بد ترین دشمن قتلغ خان نے محاصرہ کر رکھا ہے۔ لہٰذا ہمیں فوراً قتلغ خان سے نپٹنے کے لئے تبریز شہر کا رخ کرنا چاہئے۔ پاسبانوں کے سپہ سالار کے ان الفاظ پر اورخان چونک سا پڑا۔ ایک گہری نگاہ اس نے پاسبانوں کے سپہ سالار پر ڈالی پھر اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا دی تھی اس کے ساتھ ہی پاسبانوں کے سپہ سالار نے بھی اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر ہانک دیا تھا۔ اب وہ بڑی تیزی سے تبریز کے رخ پر اڑے جا رہے تھے۔

راستے میں اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے پاسبانوں کا سپہ سالار اورخان کے مزید قریب ہوا ار کہنے لگا دیکھ اورخان تیری میری رفاقت کے لمحے اب اپنی آخری حدود میں داخل ہو چکے ہیں۔ لہٰذا اب میں تم پر ظاہر کر دینا چاہتا ہوں کہ میں کون ہوں میری اصلیت کیا ہے۔ میں کہاں سے آیا ہوں اور کیوں میں نے منگولوں کے سامنے بند باندھنے کی کوشش کی۔

پاسبانوں کے سپہ سالار کے ان الفاظ پر اورخان چونک سا پڑا اور وہ پوری توجہ کے ساتھ پاسبانوں کے سپہ سالار کو سننے کی کوشش کرنے لگا تھا۔ پاسبانوں کا سپہ سالار پھر بولا اور کہنے لگا۔

دیکھ اورخان میری اصلیت یہ ہے کہ میرا نام یسوتائی (ا) ہے میری پیدائش صحرائے گوبی میں ہوئی۔ کبھی وہ وقت تھا کہ میں چنگیز خان کے عمدہ اور بہترین جرنیلوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ منگولوں کے اندر میں تیغ زنی میں اول۔ صوبدائی دوئم۔ اور جبی نویان تیسرے درجے پر خیال کئے جاتے تھے۔ سن اورخان میرا باپ ایک عرب مسلمان تھا اس نے صحرائے گوبی کی ایک لڑکی سے شادی کر لی تھی۔ میں نے اپنی زندگی وہیں بسر کی اور بچپن گزارنے کے بعد میں چنگیز خان کے لشکر میں شامل ہوا۔ ہر وہ معرکہ جو مشکل ترین خیال کیا جاتا وہ میرے سپرد کیا جاتا تھا اور میں اسے چنگیز خان کے لئے حل کر دیا کرتا تھا۔

سن اورخان جہاں تک میری بیوی کا تعلق ہے اس کا نام الجائی خاتون نہیں ہے۔ یہ اس کا جعلی نام ہے جو تمہارے سامنے رکھا گیا ہے۔ دیکھ میری اور میری بیوی کی اصلیت سے میری بہن طیان آگاہ ہے یہ اس وقت آگاہ ہوئی جب میں اسے منگولوں کے لشکر سے نکال کر اپنے مسکن کی طرف لے گیا تھا۔ دیکھ اورخان میری بیوی کا نام الجائی خاتون نہیں بلکہ اس کا نام کوانتی ہے اور وہ چین کے شہنشاہ کی بیٹی ہے۔ جس وقت چنگیز خان نے چین پر حملہ کیا تھا تو کوانتی سے میری ملاقات ہوئی تھی، وہ مجھے چاہنے لگی میں بھی اسے پسند کرنے لگا پھر ہم دونوں نے شادی کر لی۔

سن اورخان میرے بھائی۔ جس وقت چنگیز خان نے اپنے آس پاس کے قبائل کو مغلوب کرنے کے بعد چین کو بھی فتح کر لیا تو اس کی نگاہیں مغرب کی طرف اٹھ گئیں تھیں۔ میں اسی وقت سمجھ گیا تھا کہ چنگیز خان اب مسلم علاقوں کو ضرور اپنا ہدف بنائے گا۔ لہٰذا میں اپنی بیوی کوانتی کے ساتھ منگولوں کے مسکن سے نکل بھاگا اور پہلے میں سمرقند آیا۔ میری ماں نے بھی ان دنوں سمرقند میں قیام کر رکھا تھا پھر بدقسمتی سے جلد ہی میری ماں مر گئی تب میں نے سوچا کہ آنے والے دنوں میں جب منگول سمرقند اور بخارہ جیسی تہذیب یافتہ شہروں پر حملہ آور ہوں گے تو چاروں طرف خون ہی خون نظر آئے گا۔ لہٰذا منگولوں کے خلاف جنگ کرنے کے لئے میں نے دریائے جیجوں کے کنارے کوہستانی سلسلوں کے اندر اپنا ایک مسکن بنایا۔

اس کوہستانی سلسلے کے اندر ایک بہت بڑا غار تھا اتنا بڑا کہ اس کے اندر کئی ہزار

لوگ سما سکتے ہیں۔ میں نے اسی غار کو اپنا مسکن بنایا۔ اس غار کے اندر داخل ہونے کے لئے کئی کئی راستے تھے ان راستوں پر میں سمرقند کے صناعوں کو حرکت میں لاتے ہوئے پتھروں کے بنے ہوئے دروازے کچھ اس طرح لگوائے کہ وہ کوہستانی سلسلے کا حصہ ہی لگتے تھے۔ اور پہچانے نہ جا سکتے تھے کہ وہ کسی غار کا دروازہ ہے۔ ان بھاری بھرکم دروازوں کو غار کے اندر سے لکڑی کی چرخیوں کے ذریعے کھولا جا سکتا تھا۔

اگر کوئی میرا تعاقب کرتا ہوا اس کوہستانی سلسلے تک آتا تو پہلے میرے محافظ اس پر تیر اندازی کر کے اسے روکتے۔ اتنی دیر تک میں اپنے لشکریوں کے ساتھ ان دروازوں کے ذریعے غار میں داخل ہو جاتا اور پھر مزید یہ کہ اس غار کے اوپر کچھ چھوٹے چھوٹے سوراخ رکھے گئے تھے جن کے ذریعے سے ایک شخص بخوبی نیچے اتر سکتا تھا اور ان ڈھکنوں کو بھی نیچے سے بند کر دیا جاتا تھا کہ جو لشکری تیر اندازی کر کے تعاقب کرنے والوں کو روکتے تھے انہیں ڈھکنوں کو اٹھا کر غار میں اتر جاتے تھے۔ کسی کو پتہ نہیں چلتا تھا اس لئے کہ وہ ڈھکن بھی پتھر کے تھے اور پھر وہ گھری گھنی جھاڑیوں کے اندر چھپا دیئے گئے تھے۔

اورخان میرے بھائی یہ تو میرے مسکن کی تفصیل ہے۔ اب شاید تم یہ جاننا چاہو گے کہ میں نے اپنی بہن طیان کو منگولوں کے لشکر سے کیسے نکالا۔ میں تم سے یہ کہہ چکا ہوں کہ پہلے میں چنگیز خان کے لشکر کا ایک بہترین اور سب سے اعلیٰ بہترین جرنیل خیال کیا جاتا تھا اس لئے منگولوں کے لشکر میں میرے بہت سے عقیدت مند اور مخلص ساتھی تھے۔ بس ان ہی کی مدد سے میں طیان کو منگولوں کے لشکر سے نکال کر اپنے مسکن میں لے جانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

اس کے ساتھ ہی پاسبانوں کا سپہ سالار حرکت میں آیا اور اپنے چہرے سے اس نے سرخ رنگ کا نقاب ہٹا دیا تھا۔ اورخان نے چونک کر دیکھا کہ وہ ایک انتہائی خوبصورت اور جاذب نگاہ رکھنے والا نوجوان تھا۔ اورخان نے فوراً" اپنے گھوڑے کو روک لیا اس کی طرف دیکھتے ہوئے یسوتائی پھر اپنے گھوڑے کو روک چکا تھا۔ پھر اورخان گھوڑے پر بیٹھا ہی بیٹھا یسوتائی سے لپٹ گیا تھا اور کہنے لگا تھا یسوتائی میرے عظیم بھائی تم نے پاسبانوں کے سپہ سالار کے روپ میں اپنی قوم اپنی ملت کے لئے

بہترین کردار ادا کیا ہے تمہاری جفا کشی۔ تمہاری سرفروشی ہمیشہ میری نگاہوں میں تمہارے لئے عزت اور وقار کا باعث بنی رہے گی۔ اس کے جواب میں یسوتائی نے مسکراتے ہوئے اورخان کا شانہ تھپتھپایا اس کی پیشانی چومی اس کے بعد انہوں نے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگا کر بھگا دیا تھا۔

اپنے مختصر سے لشکریوں کے ساتھ اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار اس وقت تبریز شہر کے نواح میں پہنچے جس وقت شہر اور اس کے گرد و نواح میں فجر کی اذانیں ہونا شروع ہو چکی تھیں۔ شاید دونوں جان بوجھ کر اس رفتار سے سفر کرتے آئے تھے کہ وہ عین صبح کے وقت تبریز پہنچیں اور قتلغ خان پر شب خون ماریں۔ تبریز شہر اور اس کے گرد و نواح میں بلند ہوتی اذانوں کی صداؤں میں اورخان اور پاسبانوں کے سپہ سالار نے دیکھا قتلغ خان نے اپنے لشکر کے ساتھ تبریز شہر کے شمال اور مشرق میں پڑاؤ کر کے شہر کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ یہ صورتحال دیکھتے ہوئے اورخان اور پاسبانوں کا سپہ سالار یسوتائی نے آپس میں بڑی رازداری کے ساتھ سرگوشیوں میں مشورہ کیا۔ اس کے بعد دونوں اپنے اپنے لشکروں کو لے کر علیحدہ ہو گئے تھے۔

تھوڑی ہی دیر بعد تبریز شہر کے شمال کی طرف سے اورخان اپنے لشکر کے ساتھ خون کی ندیوں میں اٹھنے والے بغاوت کے ان شعلوں کی طرح نمودار ہوا جو دبائے نہ دبتے ہیں اور روکنے سے رکتے نہیں۔ پھر وہ فوق العادت لا ۔غلب تحریک اور بلند آورش پاسبان کی طرح قتلغ خان کے لشکر پر ٹوٹ پڑا تھا۔

دوسری طرف لمحہ لمحہ ختم ہوتی تاریکی میں یسوتائی تبریز شہر کی مشرقی سمت سے خونی مدوجزر، درخشاں ایام کی یادوں کی طرح ظاہر ہوا پھر وہ اچانک پھٹنے والے آتش فشاں، سمندر کی لہروں اور ہواؤں کی سنسناہٹوں کی طرح مشرقی سمت سے قتلغ خان کے لشکر پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

قتلغ خان کو سلطان جلال الدین کے شہید ہونے کی خبر مل چکی تھی اسے یہ بھی یقین ہو گیا تھا کہ اورخان اور یسوتائی کا بھی منگولوں نے خاتمہ کر دیا ہے لہٰذا وہ بڑی بے فکری سے تبریز شہر کا محاصرہ کئے ہوئے تھا اسے یقین تھا کہ وہ ہر صورت میں تبریز شہر کو فتح کر کے رہے گا۔ اس لئے کہ کوئی ایسی قوت اسے اپنے سامنے دکھائی نہ دی

تھی جو اس کے ارادوں میں حائل ہو سکے۔

جب اس کے لشکر کی شمالی طرف سے اورخان اور مشرقی سمت سے یسوتائی نے ہولناک انداز میں شب خون مارا تب قتلغ خان کی آنکھیں کھلیں اس کے لشکری افراتفری اور بوکھلاہٹ کا شکار ہو گئے۔ اسی بوکھلاہٹ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اورخان اور یسوتائی نے ان کا قتل عام شروع کر دیا تھا۔

رات کی تاریکی میں یسوتائی اور اورخان کے حملہ آور ہونے کے انداز میں دل آویز مناظر جیسی کشش' دلکش داستان جیسی فرحت' سرمدی خوابوں کی جنتوں جیسی شادابی تھی اور انہوں نے لمحوں کے اندر قتلغ خان کے لشکر کی حالت گھناؤنے مقاصد' مکروہ انتشار' متروکہ داشتہ' تسادت قلبی اور شقاوت ذہنی جیسی بنا کر رکھ دی تھی۔

جس وقت تبریز شہر کے لوگ مسجدوں سے نماز پڑھ کر لوٹ رہے تھے۔ اس وقت قتلغ خان کا لشکر اپنی شکست تسلیم کرتے ہوئے بھاگ کھڑا ہوا۔ اورخان اور یسوتائی کے لشکریوں نے بھاگتے ہوئے قتلغ خان کے لشکر کا بھرپور اور خونخوار تعاقب کیا۔ یہ تعاقب دو میل تک جاری رہا۔ یہاں تک کہ قتلغ خان کے لشکر کا تقریباً" خاتمہ کر دیا گیا تھا۔ اورخان نے قتلغ خان کو بہت تلاش کیا لیکن وہ اسے ملا نہیں نجانے وہ جنگ میں کام آ چکا تھا یا کہیں فرار ہو چکا تھا اس طرح قتلغ خان کے بچے کھچے لشکریوں کا تعاقب ترک کر کے اورخان جب واپس ہوا تو اس کا ایک لشکری اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا اورخان کے قریب آیا اور بڑی فکر مندی اور پریشانی میں کہنے لگا۔

اے امیر آپ جلدی سے اس جگہ چلئے جہاں تھوڑی دیر پہلے جنگ ہوئی ہے اس لئے کہ وہاں پاسبانوں کا سپہ سالار یسوتائی خون میں لت پت پڑا ہے وہ بری طرح زخمی ہے اور آپ کو یاد کر رہا ہے۔ یہ خبر سن کر اورخان بیچارے کا چہرہ ہلدی ہو گیا تھا اور اس کی آنکھوں سے پریشانیاں اور تفکرات ٹپکنے لگے تھے۔ وہ اس لشکری سے کچھ پوچھنا ہی چاہتا تھا کہ وہ لشکری پھر بولا اور کہنے لگا۔

اے امیر دراصل یسوتائی زندگی اور موت کو فراموش کرتے ہوئے اپنے محافظ دستوں کو بھی پیچھے چھوڑ کر قتلغ خان پر حملہ آور ہوا تھا۔ قتلغ خان کے محافظ دستوں نے اسے روکا اتنی دیر تک یسوتائی کے محافظ دستے بھی پہنچ گئے لیکن اس وقت تک

یسوتائی قتلغ خان کے لشکریوں کے حملہ آور ہونے سے خاصا زخمی ہو چکا تھا اس کے باوجود بڑی جراتمندی کا اظہار کرتے ہوئے یسوتائی اپنے سامنے آنے والے قتلغ خان کے لشکریوں کو کاٹتا ہوا قتلغ خان کے سر پر جا پہنچا اور اپنے پہلے ہی وار میں اس نے قتلغ خان کی گردن کاٹ کر رکھ دی تھی۔ ایسا کرنے کے بعد یسوتائی اپنے گھوڑے سے زخموں کی تاب نہ لا کر گر پڑا تھا۔ جبکہ دوسری طرف قتلغ خان کے قتل ہوتے ہی اس کے لشکری بھاگ کھڑے ہوئے یسوتائی کو اس کے کچھ لشکری سنبھالنے لگے۔ اورخان بیچارہ اس سے آگے کچھ نہ سن سکا۔ اس نے اپنے گھوڑے کو ایک سخت ایڑ لگائی اور پھر اس نے گھوڑے کو اس سمت سرپٹ دوڑا دیا تھا جہاں تھوڑی دیر پہلے جنگ کا خاتمہ ہوا تھا۔

اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا اورخان اس جگہ آیا جہاں بہت سے لوگ جمع تھے۔ ان کے قریب جا کر اورخان اپنے گھوڑے سے اترا پھر بھاگتا ہوا آگے بڑھا اس نے دیکھا کہ لوگوں کے اس ہجوم کے قریب ہی یسوتائی زمین پر بے سدھ سا پڑا ہوا تھا۔ اس کی بیوی کوانتی اور تینوں بچے اس سے لپٹ لپٹ کر رو رہے تھے۔ اور قریب ہی طیان بیچاری بیٹھی سسکیوں اور آہوں میں رو رہی تھی۔ اپنے بچے کو طیان نے کمر پر کپڑے میں باندھ رکھا تھا۔

یسوتائی کے قریب اورخان زمین پر بیٹھ گیا پھر اس کی خون آلود پیشانی کو طویل بوسہ دیا پھر کہنے لگا یسوتائی میرے بھائی میری طرف دیکھو میں اورخان ہوں جواب میں یسوتائی نے آہستہ آہستہ اپنی آنکھیں کھولیں پھر وہ اورخان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اورخان اچھا ہوا تم آ گئے لگتا ہے میری روح کو پرواز کے لئے تیرا ہی انتظار تھا۔

دیکھ اورخان میرے لشکریوں کو یہاں سے رخصت کرنے کے بعد انہیں کہنا کہ اپنے مسکن کو ختم کر کے اپنے اپنے گھروں میں چلے جائیں ورنہ یہ منگول ان کا جینا حرام کر دیں گے۔ دیکھ اورخان میرے بعد میری بیوی کوانتی اور میرے بچوں کا خیال رکھنا تو جانتا ہے اس دنیا میں نہ تو میرا کوئی بھائی تھا نہ بہن بس گھر کا میں اکیلا فرد تھا۔ یہی حالت کوانتی کی ہے۔ اس کا بھی اب اس دنیا میں کوئی نہیں رہا۔ اسے میں تیرے حوالے کر کے رخصت ہونے والا ہوں۔ دیکھ اورخان میرے جسم پر اس وقت ان

گنت زخم ہیں جو کسی بھی لمحہ میرے کوچ کا طبل بجا سکتے ہیں۔

سن اورخان تیری آمد سے پہلے میں اپنی بہن طیان اور کوانتی کے ساتھ تفصیل سے گفتگو کر چکا ہوں اورخان کوانتی کی عدت پوری ہونے کے بعد تو اس سے بیاہ کر لینا اس طرح یہ تیرے ساتھ خوش اور پر سکون زندگی بسر کر سکے گی۔ دیکھ اورخان اس سلسلہ میں میں نے کوانتی اور اپنی بہن طیان سے بات کر لی ہے اور یہ دونوں میری بات ماننے پر رضا مند ہو گئی ہیں۔ یہاں تک کہنے کے بعد یسوتائی کی سانس اکھڑ گئی اور وہ تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہو گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد یسوتائی پھر سنبھلا اور دوبارہ اورخان کو مخاطب کر کے کہنے لگا دیکھ اورخان اب تو اس تبریز شہر یا اس کے نواح میں قیام کرنے کی کوشش نہ کرنا۔ میں منگولوں کی فطرت اور ان کی عادت کا بڑا پرانا شناسا اور جاننے والا ہوں تو نے گزشتہ جنگوں میں منگولوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے لہذا تجھے گرفتار کرنے یا قتل کرنے کے لئے وہ سائے کی طرح تیرا تعاقب کریں گے۔ تو فی الفور یہاں سے کوانتی بچوں اور طیان کو لے کر دیار بکر کی طرف کوچ کر جانا۔ طیان اور کوانتی نے مجھے بتایا ہے کہ سلطان جلال الدین کا حرم جو تبریز شہر میں ٹھہرا ہوا تھا اسے بھی قتلغ خان کے محاصرے سے قبل ہی ان کے محافظ یہاں سے نکال کر دیار بکر کی طرف لے گئے ہیں دیکھ میرے بھائی تو بھی کوانتی' طیان اور بچوں کو لے کر دیار بکر کی طرف چلے جانا اور وہاں پر سکون زندگی کی ابتداء کرنا۔ دیکھ اورخان میری ساری زندگی جنگوں میں گزری گئی پہلے چنگیز خان کے ساتھ صحرائے گوبی کے اطراف میں پھیلے وحشی قبائل کے خلاف جنگ کرتا رہا پھر چین کی آخری حدود تک چنگیز خان کے حق میں لڑا اس کے بعد میں اپنے مسلمان بھائیوں کی حفاظت اور پاسبانی کے لئے منگولوں کے خلاف سینہ سپر ہوا مجھے فخر ہے کہ میں اپنی زندگی کا مقصد پورا کر کے جا رہا ہوں اور-----

اس سے آگے یسوتائی کچھ نہ کہہ سکا اس کی آنکھیں پتھرا چکی تھیں اورخان نے گھبرا کر نبض پر ہاتھ رکھا یسوتائی ختم ہو چکا تھا۔ اورخان نے اس کی آنکھیں بند کر دیں اور سر پر آہنی خود کے اوپر باندھا ہوا اپنا عمامہ اتار کر اس نے یسوتائی کے اوپر ڈال دیا تھا۔ یہ منظر دیکھتے ہوئے کوانتی اور اس کے بچے یسوتائی کی لاش سے لپٹ کر بارش کی طرح دھاروں رونے لگے تھے جبکہ قریب بیٹھی ہوئی طیان بھی آتش فشاں کی طرح پھٹ پڑی تھی اور آہیں اور سسکیاں بھرتی ہوئی رو رہی تھی

اورخان بھی یسوتائی کے قریب بیٹھ کر بڑی بے بسی سے آنسو بہاتا رہا پھر وہ بولا اور انتہائی کرب اور بے بسی میں کہنے لگا۔

یسوتائی میرے بھائی تو اپنی قوم اپنی ملت کے لئے حرم کے چراغوں کا روغن' روئے سحر کی شفق' جلتے صحراؤں میں سایوں بھرا سحاب تھا۔ یسوتائی میرے بھائی تو ایسا مجاہد تھا جو دار پر چڑھ کر تکبیر پکارنے والا اور آندھیوں میں چراغ جلا ڈالنے والا تھا۔

یسوتائی میرے بھائی اپنی بیوی اپنے بچوں کے لئے تو اک جمال سحر' مستقبل کی روشنی' آدرش کا سورج' حوصلوں کی رفعت اور بے نشان راستوں پر ایک رہبر تھا۔

سن میرے نجیب و شجاع بھائی' میرے ذہین و فطین رفیق تو اپنی ذات میں اسلامی احیاء کی لہر اور سر فروشوں کی زریں جدوجہد تھا۔

سن میرے بھائی تو میرے لئے رات کی دلدل میں روشنی کا مغنی' کرن کرن کا سفیر تھا تو وہ بھائی تھا جو طاق مزار کو لوح جان میں' خاک زاروں کو قصر خواب میں' خشک پتوں کو برگ سر سبز میں تبدل کر دینے والا تھا۔ یسوتائی کاش میں پیڑوں کا سایہ ہوتا' بادل ہوتا اور برس کر تیرے ساتھ ہی رخصت ہو جاتا۔

تیرے بعد میرے مقدر میں مسلسل تلاش' اندھے کنوؤں کی اسیری' راہوں کے آشوب کی عداوت' قبروں جیسی خاموشی' بوسیدہ کفن جیسی ویرانی اور بنجر زمینوں کے سیم کے علاوہ کچھ نہ رہے گا۔ یسوتائی میرے جراتوں کے دل افروز بھائی تیرے بعد میری جھولی میں دلوں کے نوحوں' آنکھوں کے آنسوؤں' ہونٹوں کی آہوں اور چاک گریباں کے علاوہ کچھ نہ رہے گا۔

اورخان کے ان الفاظ نے اس سمے کو اور زیادہ بھیانک بنا دیا تھا۔ طیان بیچاری جو غم سے نڈھال ہو رہی تھی اسے اورخان کے ان الفاظ نے گویا پیس کے رکھ دیا تھا۔ طیان بیچاری آگے بڑھی اور اورخان کے شانے پر سر رکھ کر دھاڑیں مار مار کر رونے لگی تھی۔ اورخان نے تسلی دے کر پہلے طیان کو چپ کرایا پھر وہ آگے بڑھا تا کہ یسوتائی کی لاش سے کوانتی اور اس کے دونوں بچوں کو علیحدہ کرے جب اس نے

کوانتی کو شانوں سے پکڑ کر اٹھانا چاہا تو کوانتی کا جسم یسوتائی کی لاش پر لٹک گیا۔ کوانتی بیچاری روتی روتی یسوتائی کی لاش کے اوپر ہی دم توڑ چکی تھی۔

کوانتی کو یوں رخصت ہوتے دیکھ کر طیان بیچاری کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں تھیں پھر وہ پہلے سے بھی زیادہ شور و واویلا کرنے لگی تھی۔ اورخان نے ایک بار پھر آگے بڑھ کر طیان کو مخاطب کر کے کہا۔

طیان اپنے آپ کو سنبھالو دیکھ یسوتائی کے ساتھ کوانتی بھی ختم ہو چکی ہے اگر تو اسی طرح روتی بین کرتی رہی تو پھر یسوتائی اور کوانتی کے بچوں کا کیا بنے گا۔ طیان اپنے آپ کو سنبھال اپنے بچے کو جو تو نے پیٹھ پر باندھ رکھا ہے وہ ابھی جاگ اٹھا ہے اگر تیری یہی حالت رہی تو وہ بھی رونے لگے گا۔

دیکھ طیان اٹھ میں یسوتائی اور کوانتی کی تجہیز و تکفین کا سامان کرتا ہوں اتنی دیر تک تو بچوں کو سنبھال انہیں ڈھارس دے اور انہیں اپنے ساتھ مانوس کرنے کی کوشش کر اب تو یسوتائی اور کوانتی کے دونوں بچوں کی بھی ماں اور میں ان دونوں کا باپ ہوں دیکھ انہیں کسی چیز کی کمی محسوس نہ ہونے دینا۔ اورخان کی اس گفتگو سے طیان بیچاری سنبھل گئی آگے بڑھی اور یسوتائی اور کوانتی کے بچوں کو اس نے اپنے ساتھ لپٹا لیا اور انہیں والہانہ پیار کرنے لگی تھی۔

اورخان نے حرکت میں آتے ہوئے پہلے تبریز شہر کے نواح میں یسوتائی اور کوانتی کے تجہیز و تکفین کا بندوبست کیا۔ قتلغ خان کو شکست دینے کے بعد جس قدر سامان اس کے پڑاؤ سے ہاتھ لگا تھا وہ سارے کا سارا اس نے یسوتائی اور اپنے لشکریوں میں بانٹ دیا اور انہیں اپنے اپنے گھروں کی طرف جانے کی اجازت دے دی تھی۔ یسوتائی کے کچھ سپاہیوں کو اس نے ان کے مسکن کی طرف روانہ کیا تاکہ مسکن کے رہنے والوں سے بھی کہیں کہ وہ اپنے اپنے گھروں کو کوچ کر جائیں۔ یہ سارے انتظام کرنے کے بعد اورخان طیان اور بچوں کو لے کر ایک ایسے مسافر کی طرح تبریز شہر سے دیار بکر کی طرف کوچ کر گیا تھا۔ جس کے سامنے کوئی منزل نہ ہو اور وہ بیچارہ اجنبی اور ناآشنا راستوں پر سفر کرنے کے لئے مجبور کر دیا گیا ہو۔

○